احکام شرعیہ پر جہل (ناواقفیت) کا اثر

[اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے 28 ویں فقہی سمینار مؤرخہ 8-10 / ربیع الاول 1440ھ مطابق
17 تا 19 / نومبر 2018ء منعقدہ جامعہ اسلامیہ دار العلوم محمدیہ، میل کھیڑلا، بھرت پور (راجستھان) میں
پیش کئے جانے والے علمی و تحقیقی مقالات اور مباحثات کا مجموعہ]

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

D1

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : احکام شرعیہ پر جہل (ناواقفیت) کا اثر
صفحات : 589
قیمت : ......روپے
سن طباعت : نومبر 2019

ناشر

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

161-ایف، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر:9746
جامعہ نگر، نئی دہلی-110025
ای میل:fiqhacademy@gmail.com
فون:26981779 - 011

مجلس ادارت

۱- مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی

۲- مولانا محمد برہان الدین سنبھلی

۳- مولانا بدر الحسن قاسمی

۴- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

۵- مولانا عتیق احمد بستوی

۶- مفتی محمد عبید اللہ اسعدی

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

پیش لفظ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۹

پہلا باب: تمہیدی امور

اکیڈمی کا فیصلہ		۱۳
سوالنامہ		۱۵
تلخیص مقالات	مفتی احمد نادر القاسمی	۱۹
عرض مسئلہ:		
سوال نمبر: ۱ تا ۳	مولانا رحمت اللہ ندوی	۶۳
سوال نمبر: ۴ تا ۵	مولانا اشرف عباس قاسمی	۷۰

دوسرا باب: تفصیلی مقالات

احکام شرعیہ پر جہل (ناواقفیت) کا اثر	ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی	۷۹
شریعت اسلامی میں جہل کو عذر تصور کئے جانے کے اصول	مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی	۹۵
شرعی احکام میں جہل اور اس کا اثر	مولانا روح الامین مظاہری	۱۱۶
جہل و ناواقفیت کے اصول واحکام اور ضوابط	مفتی اقبال احمد قاسمی، کانپور	۱۵۱
تکلیف شرعی اور جہل و ناواقفیت کے احکام	مفتی اقبال محمد ٹنکاروی	۱۸۴
شریعت میں جہل کا اثر اور اس سے متعلقہ مسائل	مفتی محمد عثمان بستوی	۲۱۲
احکام شرعیہ سے ناواقفیت - مسائل واحکام	مفتی سید باقر ارشد بنگلوری	۲۳۳
حکم شرعی سے ناواقفیت (جہل) کے اصول وضوابط اور احکام	ڈاکٹر مولانا محمد مصطفیٰ عبد القدوس ندوی	۲۵۸
ضروریات اور قطعیات دین سے ناواقفیت - احکام ومسائل	مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی	۲۷۶

جہل کی تعریف، مصداق اور دلائل و وجوہ	مفتی عبدالرشید قاسمی	۲۹٦
شریعت میں اعتبار وعدم اعتبار جہل کے اصول وقواعد	مولانا محمد الیاس قاسمی	۳۱۸
جہل کے عذر ہونے میں دارالاسلام اور دارالحرب کا فرق	مولانا رحمت اللہ ندوی	۳۵۱
احکام شرعیہ پر ناواقفیت (جہل) کا اثر	مولانا ولی اللہ مجید قاسمی	۳٦۴
عقائد کے باب میں جہل کے عذر ہونے کا تصور	مولانا عبیداللہ ندوی	۳۸۰
احکام شرعیہ پر جہالت وناواقفیت کا اثر	مولانا رمضان علی فرقانی	۴۰۱
جہالت وناواقفیت اور حرمت مصاہرت کے احکام	مولانا حافظ کلیم اللہ عمری مدنی	۴۱۸
فقہاء اور متکلمین کے نزدیک جہل کی حیثیت	مولانا صابر حسین ندوی	۴۳۵
جہل کی وجہ سے احکام شرعیہ کا انکار اور اس کے احکام	مولانا ریحان مبشر قاسمی	۴٦۳
ناواقفیت (جہل) کی وجہ سے تکرار طلاق اور احکام	مولانا ابوالربیع عبدالوہاب	۴۷۸
جہل کی بنیاد پر حکم میں تبدیلی اور فقہاء کا موقف	مولانا قاضی محمد ریاض ارمان القاسمی	۴۹۱

تیسرا باب: مختصر تحریریں

احکام شرعیہ پر جہل (ناواقفیت) کا اثر	ڈاکٹر مولانا ظفرالاسلام اعظمی	۵۰۹
حکم شرعی پر جہل کا اثر اور زمان ومکان کی رعایت	مولانا محمد ظفر عالم ندوی	۵۲۱
مواقع اجتہاد اور دارالحرب میں احکام سے ناواقفیت کے احکام	مفتی عبدالمنان قاسمی، آسام	۵۲۷
ناواقفیت کو عذر تصور کئے جانے کے بنیادی اصول	مفتی اشرف عباس قاسمی	۵۳۵
شریعت میں عذر تصور کئے جانے والے اعذار	مولانا مفتی محمد صادق مبارکپوری	۵۴۵
جہل وناواقفیت کے احکام اور دلائل	مولانا فضل الرحمٰن قاسمی	۵۵۲
حکم شرعی سے ناواقف شخص کے ساتھ ہمارا رویہ	مولانا لطیف الرحمٰن ولایت علی فلاحی	۵٦۲

چوتھا باب: اختتامی امور

مناقشہ		۵٦۹

☆☆☆

پیش لفظ

کچھ اعذار وہ ہیں، جن کی وجہ سے انسان کو اپنے عمل میں معذور سمجھا جاتا ہے، ان کو اصول فقہ کی اصطلاح میں ’’عوارض اہلیت‘‘ کہتے ہیں، ان میں کچھ تو قدرتی ہیں، جن میں انسان کے کسب کا دخل نہیں ہے، اور کچھ اعذار وہ ہیں جن میں انسان کے کسب کا دخل ہے، ان ہی میں جہل ہے، جہل وناواقفیت کو بھی ایک عذر مانا گیا ہے؛ لیکن بعض دفعہ اس میں انسان کی کوتاہی کا دخل بھی ہوتا ہے، اس پس منظر میں یہ سوال پیدا ہوا کہ کن امور میں جہل کا اعتبار ہوگا اور کن میں نہیں ہوگا؟ کس ماحول میں اسے عذر سمجھا جائے گا اور کس ماحول میں عذر نہیں سمجھا جائے گا؟ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے۔

دارالکفر میں احکام شریعت سے ناواقف رہ جانے کے واقعات زیادہ پیش آتے ہیں؛ اسی لئے فقہاء نے بھی اس مسئلہ میں دارالاسلام اور دارالکفر میں فرق کیا ہے، ہندوستان میں بھی کئی ایسے سماجی مسائل پیدا ہورہے ہیں، جو جہل وناواقفیت کا نتیجہ ہیں، اس پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے اٹھائیسویں فقہی سیمینار منعقدہ جامعہ اسلامیہ دارالعلوم محمدیہ میل کھیڑلا، بھرتپور، راجستھان میں مورخہ ۱۷ تا ۱۹/نومبر ۲۰۱۸ء مطابق ۸ تا ۱۰/ربیع الاول ۱۴۴۰ھ کے لئے اس عنوان کو شامل کیا اور ’’احکام شرعیہ سے جہل وناواقفیت کا اثر‘‘ کے موضوع پر ایک جامع سوالنامہ مرتب کیا گیا، جو چھ نکات پر مشتمل ہے، اور یہ سوالنامہ ملک وبیرون ملک کے ممتاز اہل علم کی خدمت میں بھیجا گیا، موضوع کی اہمیت کی وجہ سے لوگوں نے اس پر توجہ بھی دی؛ چنانچہ ۲۰/مقالات اور سات مختصر جوابات موصول ہوئے، شرکاء سیمینار نے اس پر بھرپور مناقشہ کیا؛ چنانچہ مقالات، مناقشہ، اس موضوع پر پیش کئے جانے والے دو عرض، مولانا احمد نادر القاسمی رفیق شعبۂ علمی کے قلم سے مقالات کی تلخیص اور اکیڈمی کے فیصلہ کا یہ گراں قدر مجموعہ اصحابِ علم اور اہلِ ذوق کی خدمت میں پیش ہے، اس کی ترتیب کا فریضہ مولانا احمد نادر القاسمی نے انجام دیا ہے،

امید ہے کہ اس مجموعہ کو شوق کے ہاتھوں لیا جائے گا اور اہل علم کے درمیان اس کو پذیرائی حاصل ہوگی، وباللہ التوفیق۔

خالد سیف اللہ رحمانی
(جنرل سکریٹری: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

۱۳؍محرم الحرام ۱۴۴۱ھ
۱۳؍ستمبر ۲۰۱۹ء

پہلا باب

تمہیدی امور

اکیڈمی کا فیصلہ:

احکام شرعیہ پر جہل (ناواقفیت) کا اثر

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا اٹھائیسواں فقہی سمینار ہندوستان کے خطہ میوات کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ دارالعلوم محمدیہ میل کھیڑلا، بھرتپور، راجستھان میں مورخہ ۱۷ تا ۱۹ر نومبر ۲۰۱۸ء مطابق ۸ تا ۱۰ر ربیع الاول ۱۴۴۰ھ منعقد ہوا جس میں ملک اور بیرون ملک سے تقریباً تین سو علماء، ارباب افتاء اور اہم علمی شخصیات نے شرکت کی، اس سہ روزہ سمینار میں جو چار اہم موضوعات زیر بحث آئے، ان میں سے ایک موضوع ''احکام شرعیہ پر جہل (ناواقفیت کا اثر'' پر بحث وتحقیق اور مناقشہ کے بعد جو تجاویز اتفاق رائے سے منظور ہوئیں وہ حسب ذیل ہیں:

ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ احکام شرع سے پورے طور پر واقف ہونے کی کوشش کرے اور علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ عام مسلمانوں کو احکام شریعت سے واقف کرائیں؛ تاہم جن اعذار کی بنا پر انسان سے احکام شرعیہ ساقط ہوجاتے ہیں یا ان کی وجہ سے احکام میں کچھ تخفیف یا تبدیلی ہوجاتی ہے، ان میں سے ایک جہالت بھی ہے، جس کی اصولی طور پر درج ذیل صورتیں بنتی ہیں:

۱- فروعی احکام میں بعض شرطوں کے ساتھ جہالت کو عذر تسلیم کیا گیا ہے۔

۲- تکفیر کا مسئلہ نہایت نازک اور اہم ہے، کسی فرد یا گروہ پر کفر کا حکم لگانے میں بہت احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

۳- امور اعتقادیہ میں سے جن امور کا احکامِ اسلام میں ہونا عام طور پر معروف ومشہور نہیں ہے، اگر جہالت کی بنا پر کوئی ان میں مبتلا ہوجائے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی؛ بلکہ اس کو واقف کرانے کی کوشش کی جائے گی۔

۴- قطعیات دین سے مراد وہ امور ہیں جن کا ثبوت کتاب اللہ یا سنت متواترہ یا اجماع سے ہو۔

۵- قطعیات دین کے دائرہ میں آنے والے احکام دو قسم کے ہیں، ایک وہ جو اس درجہ معروف ومشہور ہوں کہ عام طور پر مسلمان ان سے واقف ہوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت، تو یہ ضروریات دین ہیں اور ضروریات دین میں جہل عذر نہیں ہے اور نہ ان میں کسی قسم کی تاویل کا اعتبار ہوگا۔

۶- دوسرا حصہ ان احکام کا ہے جو اس درجہ مشہور نہیں ہیں، ان میں عام آدمی کا جہل عذر ہے، ایسے امور میں حکم شرعی سے واقف کرانے اور غلط فہمی دور کرنے کے باوجود اگر وہ انکار پر قائم رہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

۷- جن علاقوں اور مقامات میں احکام شرعیہ سے واقفیت کے امکانات اور مواقع نہ ہوں، وہاں کے مسلمانوں کو احکام شرع سے ناواقفیت میں معذور سمجھا جائے گا۔

۸- جہل یا خطا کی وجہ سے ''مس بالشہوۃ'' ہو جائے تو حرمت مصاہرت کے عدم ثبوت کے سلسلہ میں دیگر ائمہ کے مسلک پر عمل کی گنجائش ہے۔

☆☆☆

سوالنامہ:

احکام شرعیہ پر جہل (ناواقفیت) کا اثر

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) اپنے سمیناروں میں غور وخوض اور فیصلے کے لئے جن موضوعات کا انتخاب کرتی ہے، ان میں بعض اصولی موضوعات بھی ہوتے ہیں؛ کیونکہ بہت سے نئے مسائل کے حکم پر ان اصولی موضوعات کے اثرات مرتب ہوتے ہیں، اس سے پہلے اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) ضرورت وحاجت، عرف وعادت، حدیث ضعیف کے اقسام واحکام وغیرہ اصولی موضوعات پر فیصلے کرچکی ہے، اگلا فقہی سمینار جو انشاء اللہ نومبر ۲۰۱۸ء میں جامعۃ الہدایہ جے پور میں منعقد ہوگا، اس میں بھی زیر بحث لائے جانے والے موضوعات میں ایک اصولی موضوع شامل کیا گیا ہے، وہ موضوع ہے: ''احکام شرعیہ پر جہل (حکم شرع سے ناواقفیت) کا اثر''، زیر نظر سوالنامہ اسی موضوع پر مرتب کیا گیا ہے۔

آپ سے امید ہے کہ اپنے علم وتحقیق اور فقہی بصیرت کو بروئے کار لاکر قائم کردہ سوالات کے جوابات تحریر فرمائیں گے، اور یہ بھی درخواست ہے کہ اگر زیر بحث موضوع کے بعض اہم پہلوؤں کا احاطہ سوالات میں نہ ہوسکا ہو تو اس کا اضافہ کرکے اس کی بھی پوری وضاحت فرمائیں۔

اسلام میں علم کی غیر معمولی اہمیت ہے، رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:''**طلب العلم فريضة على كل مسلم**''(علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)، ارشاد باری تعالی ہے:''**قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون**''(سورۂ زمر:۹)(آپ فرمادیجئے کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہوسکتے ہیں؟)۔

علم کی ضد جہل ہے، اسلام ناواقفیت اور جہالت کو ختم کردینا چاہتا ہے، اور نوع انسانی کو علم کے زیور سے آراستہ کرنا چاہتا ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ علم کی اشاعت اور فروغ کی تمام تر کوششوں کے باوجود بہت سے افراد میں دین کے عقائد اور احکام سے ناواقفیت پائی جاتی ہے، کچھ لوگ ایسے علاقوں میں رہتے ہیں، جہاں حصول علم کے اسباب وذرائع میسر نہیں ہیں، علم سکھانے والے لوگ موجود نہیں ہیں، اور بہت سے لوگ علم کے تمام وسائل وذرائع فراہم ہونے کے باوجود علم نہیں سیکھتے، دین کے عقائد واحکام سے واقف ہونے کی کوشش نہیں کرتے، اور علم دین کے تئیں لاپرواہی اور بے توجہی کا مظاہرہ کرتے ہیں، کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ علم دین حاصل کرسکتے ہیں، ان کے لئے مواقع وامکانات موجود ہوتے

ہیں، لیکن وہ اپنی دیگر مصروفیات میں گھرے ہونے کی وجہ سے ضروری دینی علم حاصل نہیں کر پاتے، اور دین کی بہت اہم اور بنیادی باتوں سے ناواقف رہ جاتے ہیں۔

اس پس منظر میں ہمیں یہ غور کرنا ہے کہ حکم شرع سے ناواقفیت کن مقامات پر عذر شمار کی جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے حکم شرع تبدیل ہوجاتا ہے، یا اس میں تخفیف پیدا ہوجاتی ہے، اور کون سے وہ مقامات ہیں جہاں شریعت نے جہالت کو عذر تسلیم نہیں کیا ہے، اور ناواقفیت کے باوجود مکلّف شخص پر حکم شرع لازم رہتا ہے، اس کے لئے کوئی تخفیف یا سہولت پیدا نہیں ہوتی، اس پس منظر میں درج ذیل سوالات پیش کئے جارہے ہیں:

۱- کتاب وسنت کی تعلیمات اور فقہاء اسلام کی تصریحات کی روشنی میں ایسے بنیادی اصول وضوابط تحریر فرمائیں جن سے وضاحت ہوسکے کہ شریعت اسلامی میں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کو کہاں عذر تصور کیا جائے گا اور کہاں عذر تصور نہیں کیا جائے گا، اس سلسلے میں کتاب وسنت اور کتب فقہ کے علاوہ اصول فقہ اور قواعد فقہیہ کی کتابوں سے کافی مدد مل سکتی ہے۔

۲- عقائد کے باب میں جہالت کے عذر تسلیم کئے جانے یا نہ کئے جانے کے بارے میں متکلمین اور فقہاء کا کیا موقف ہے؟ ''ضروریات دین'' اور ''قطعیات دین'' سے کیا مراد ہے؟ اگر کوئی کلمہ گو شخص ناواقفیت کی وجہ سے ضروریات دین یا قطعیات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس کے بارے میں مسلمانوں کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟

۳- عملی احکام کے بارے میں حکم شرع سے ناواقفیت (جہل) کو عذر ماننے یا نہ ماننے کے سلسلے میں بہت سے فقہاء نے دارالاسلام اور دارالحرب میں فرق کیا ہے، دارالاسلام میں جہل کو عموماً عذر نہیں مانا ہے اور دارالحرب میں عذر مانا ہے، اس فرق کی وجہ بہ ظاہر یہ ہے کہ دارالاسلام جہاں زمام اقتدار مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے اور وہاں مسلمان عموماً اسلامی نظام زندگی نافذ ورائج کرتے ہیں، ان ممالک میں احکام شریعت سے واقف ہونے کی سارے امکانات ومواقع ہوتے ہیں، ملک کے نصاب ونظام تعلیم میں اسلام اور احکام اسلام کو اس طرح پیوست کردیا جاتا ہے کہ وہاں رہنے اور بسنے والا ہر مسلمان عموماً ضروری احکام شرعی سے واقف ہوجاتا ہے، اس کے برخلاف دارالحرب جس میں زمام اقتدار غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے، وہاں صورت حال اس سے مختلف ہوتی ہے، ملک کا تعلیمی نظام ونصاب عموماً غیر اسلامی خطوط پر استوار ہوتا ہے، اسلام اور احکام اسلام سے واقفیت کے مواقع وامکانات نادر یا معدوم ہوتے ہیں، ملک کا عمومی ماحول اسلام دشمن اور الحاد پرور ہوتا ہے، اس لئے وہاں بسنے والے مسلمانوں کو بہت سے احکام شرع سے ناواقفیت (جہل) میں معذور سمجھا جاتا ہے،

اس کی وجہ سے احکام میں تخفیف ہوتی ہے۔

اس پس منظر میں ایک بڑا اہم اور دوررس سوال یہ ہے کہ ہندوستان جیسے ممالک جہاں مسلمان صدیوں سے بہت بڑی تعداد میں آباد چلے آرہے ہیں لیکن وہاں زمام اقتدار غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہے، انہیں جہل کے حوالہ سے دار الحرب کے زمرہ میں رکھاجائے گا یا دار الاسلام کے زمرہ میں، یعنی یہاں کے مسلمانوں کے لئے جہل (حکم شرع سے ناواقفیت) عذر شمار ہوگا یا نہیں؟ پورے ملک کے مسلمانوں کا یکساں حکم ہوگا یا مختلف علاقوں کا وہاں کے حالات کے اعتبار سے الگ الگ حکم ہوگا، مثلاً جن علاقوں میں مسلمانوں کے دینی تعلیم کے ادارے وافر مقدار میں موجود ہوں اور وہاں احکام شرع سیکھنا بہ سہولت ممکن ہو وہاں جہل کو عذر نہ مانا جائے اور جہاں صورت حال اس سے بالکل مختلف ہو وہاں جہل کو عذر مانا جائے۔

۴- دور حاضر میں جن مسائل میں جہل کے عذر ہونے نہ ہونے کی بات زیر بحث آتی رہتی ہے ان میں نکاح و طلاق وغیرہ کے کچھ مسائل بھی ہیں، نکاح وطلاق کے بہت سے مسائل عوام ہی کیا، عام علماء کو بھی معلوم نہیں ہوتے، فقہ وافتاء کے متخصصین ہی انہیں جانتے ہیں۔

حرمت مصاہرت کے بعض مسائل وجزئیات بھی اسی زمرہ میں آتے ہیں، مثلاً ''مس بالشہوۃ''، اور ''نظر بالشہوۃ'' سے حرمت مصاہرت کا ثابت ہونا، بعض اہل علم کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جو لوگ اس مسئلہ سے بالکل بے خبر ہوں ان کے حق میں حرمت مصاہرت کا حکم ثابت نہ ہو، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

۵- طلاق کے مسائل میں بھی بے خبری عام ہے، بہت سے لوگ حتی کہ بہت سے وکلاء سمجھتے ہیں کہ تین بار طلاق کے الفاظ دہرائے بغیر یا تین طلاق دیئے بغیر طلاق واقع ہی نہیں ہوتی، انہیں طلاق دینے کے احسن اور حسن طریقہ کا علم ہی نہیں ہوتا، کیا اس ناواقفیت کو عذر مان کر ان کے حق میں تین طلاق کو ایک مانا جاسکتا ہے؟ خصوصاً ہندوستان کے موجود حالات میں جبکہ نوجوان لڑکے لڑکیوں کو نکاح وطلاق کے ضروری مسائل سے واقف کرانے کی کوئی منظّم اور مربوط کوشش نہیں پائی جاتی۔

۶- جہل (حکم شریعت سے ناواقفیت) کا بعض حالات اور بعض علاقوں میں عذر قرار پانا تمام فقہی مسالک میں متفق علیہ ہے، اگرچہ بعض فقہی مسالک میں جہل کو عذر قرار دینے کا دائرہ دوسرے فقہی مسالک کے مقابلہ میں زیادہ وسیع ہے، فقہ شافعی میں سب سے زیادہ مسائل میں جہل کو عذر مانا گیا ہے، اور جہل کی بنا پر حکم میں تبدیلی یا تخفیف ہوتی ہے، اس سلسلہ میں مختلف فقہی مسالک کے موقف اور رجحان کی وضاحت کریں۔

بہ طور نمونہ چند وہ مسائل درج کئے جاتے ہیں جن میں جہل کو عذر قرار دینے یا نہ قرار دینے کی بحث فقہاء کے یہاں آتی ہے۔

۱-کسی شخص نے دار الحرب میں اسلام قبول کیا، ہجرت کر کے دار الاسلام نہیں آسکا بلکہ ایک زمانہ تک دار الحرب ہی میں رہا، اسے نماز وروزہ کی فرضیت کا علم نہ ہوسکا اور اس نے نماز وروزہ کی ادائیگی نہیں کی تو فرضیت کا علم ہونے کے بعد کیا اس پر ان دونوں کے نماز وروزے کی قضا لازم ہوگی، جن دنوں اسے فرضیت کا علم نہ تھا، یا قضا لازم نہ ہوگی؟

علامہ سیوطی لکھتے ہیں: ''**كل من جهل تحريم شئ مما يشترک فيه غالب الناس لم يقبل منه دعوى الجهل إلا أن يكون قريب عهد بالإسلام أو نشأ ببادية بعيدة يخفى فيها مثل ذلک كتحريم الزنى والقتل والسرقة والخمر والكلام فى الصلوة والأكل فى الصوم**'' (الاشباہ والنظائر)۔

۲-کسی عجمی شخص سے عربی زبان میں طلاق، عتاق، یمین وغیرہ کے الفاظ کہلائے گئے جن کا معنی وہ نہیں جانتا تو اس کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

۳-دو اشخاص نے کسی کے خلاف قتل کی گواہی دی اور اس گواہی کی بنا پر اس شخص کو قصاص میں قتل کر دیا گیا، پھر دونوں گواہوں نے گواہی سے رجوع کر لیا اور کہا کہ ہم دونوں نے دانستہ جھوٹی گواہی دی تھی لیکن ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ ہماری گواہی کی بنا پر اسے قتل کر دیا جائے گا تو ان گواہوں سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں۔

جہل کے موضوع پر غور وخوض کرتے وقت درج ذیل دو احادیث نبویہ بھی ہمارے پیش نظر ہونی چاہئے:

۱-''**عن أبى هريرة أن رسول الله ﷺ قال: إن رجلا لم يعمل خيرا قط فقال لأهله: إذا مات فأحرقوه، ثم اذروا نصفه فى البر ونصفه فى البحر فوالله لئن قدر الله عليه ليعذبنّه عذابا لا يعذّبه أحدا من العالمين فلما مات الرجل فعلوا به ما أمرهم فأمر الله البر فجمع ما فيه، وأمر البحر فجمع ما فيه فاذا هو قائم بين يديه، ثم قال: لم فعلت هذا؟ قال: من خشيتک يارب و أنت أعلم فغفرالله له**'' (الحدیث)۔

۲-''**عن حذيفة بن اليمان رضى الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: يأتى على الناس زمان لا يعرفون فيه صلاة ولا صياما ولا حجاولا عمرة إلا الشيخ الكبير والعجوز الكبيرة، ويقولون: أدركنا آباء نا وهم يقولون لا إله إلا الله، فقيل لحذيفة بن اليمان: ما تغنى عنهم لا إله إلا الله؟ فقال: تنجيهم من النار**'' (الحدیث)۔

تلخیص مقالات:

احکام شرعیہ پر جہل کا اثر

ملخص: مفتی احمد نادر القاسمی☆

دنیا میں علم ومعرفت کی نشر واشاعت کا سب سے بڑا علم بردار مذہب اسلام ہے، اور اس کی ابتداء ہی تعلیم وتعلم کے مشن سے ہوئی ہے، اس کے ثبوت کے لئے اسلام کا سب سے پہلا پیغام "إقرأ" (پڑھو) ہی کافی ہے، اور انسانی اخلاقیات میں تحمل وبردباری اور حلم کو بھی اسلام کے اخلاقی نظام میں فوقیت حاصل ہے اور ہمارے پیارے نبی علیہ السلام کی پوری زندگی اس کا مظہر عظیم ہے، مگر افسوس کہ زمانہ اور حالات کی ستم ظریفی نے ان دونوں میدانوں میں انسان کے ان دونوں جوہری صفات عالیہ سے محرومی کا الزام بھی ان کے حقیقی داعیوں پر ہی لگایا جارہا ہے یا کہیں نہ کہیں واقعی قوم مسلم اس کا شکار ہے، جو یقیناً ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے، اور اس الزام کا ازالہ ہمارا فریضہ، اس لئے ہمارے اوپر واجب ہے کہ ہم عصری تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے دینی اور عصری دونوں میدانوں میں تعلیمی انقلاب برپا کریں، تاکہ مسلمانوں سے جہالت کا خاتمہ بھی ہو اور زندگی کے میدان میں دوسری اقوام کے شانہ بہ شانہ چل بھی سکیں اور دینی مشن کو آگے بھی بڑھا سکیں، وما توفیقی إلا بالله۔

جہل:

یوں تو لغوی اعتبار سے جہل علم کی نقیض اور ضد ہے، مگر اصول فقہ میں "جہل" کو ایک مستقل اصول اور ضابطہ کے طور پر "تکلیف شرعی" کے ضمن میں ذکر کیا جاتا ہے کہ اگر مکلّف انسان کسی امر کے ارتکاب کے بعد اس پر مرتب ہونے والے نتائج کی بابت اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ اس کے انجام سے بے خبر تھا، یا یہ کہ وہ کہتا ہے کہ میں یہ جانتا ہی نہیں تھا کہ اس کام کے کرنے کے بعد ہمارے اوپر شریعت کا یہ حکم متوجہ ہوگا، تو شرعی نقطہ نظر سے اس کی یہ بات قابل قبول ہوگی؟ اور اسے معذور سمجھا جائے گا؟ اور شریعت کا بیان کردہ قاعدہ: "رفع عن أمتی الخطأ والنسیان وما أستکرهوا علیه" کا فائدہ اسے

☆ شعبہ علمی، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)۔

ملے گا؟ یہ بڑا اہم سوال ہے، دوسرے یہ کہ شریعت نے بہت سے احکام میں دار الاسلام میں رہنے والے لوگ جو غالب حد تک دینی احکام سے واقف ہوتے ہیں- حالانکہ فی زمانہ ایسا نہیں ہے، دنیا کے سیکولر اور جمہوری نظام، نیز حکومت وقانون اور تعلیم کے سیکولرائزیشن نے اسلامی معلومات کے سلسلہ میں مسلم اکثریتی ممالک اور اقلیتی ممالک دونوں کے معیار وفکر اور معرفت کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کر دیا ہے، بلکہ بعض دفعہ تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسلم اقلیتی ممالک کے مسلمان دینی معرفت وشعور میں ان سے فائق نظر آتے ہیں- کے درمیان اور دار الحرب یا غیر مسلم اکثریتی ممالک کے باشندہ کے درمیان جہل وناواقفیت میں فرق ہوگا؟۔

مگر فقہاء اور اصولیین نے بہر حال دار الحرب اور غیر مسلم ملکوں کے اہل ایمان کے لئے بہت سے امور واحکام میں تخفیف برتے جانے کی رائے دی ہے، اس پس منظر میں ہندوستان اور اس جیسے دوسرے ملکوں کے مسلمانوں کو جہل و ناواقفیت کی بنیاد پر بعض وہ دینی احکام جن کا تعلق دین کے بنیادی تصورات اور قطعیات دین سے نہ ہو، یا ثابت شدہ عملی احکام جن سے ناواقف ہوں، ان میں ان کے ساتھ تخفیف برتی جاسکتی ہے؟ یا نہیں۔

ملک کے مختلف دار الافتاء اور دینی اداروں میں موصول ہونے والے سوالات کی کثرت نے اہل علم و دانش اور ارباب افتاء کو اس طرف متوجہ کیا ہے اور غور وفکر کی دعوت دی ہے، ہندوستانی مسلم سماج کی اس صورت حال اور تقاضے کو محسوس کرتے ہوئے اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نے اس کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر اپنے ۲۸ رویں فقہی سمینار منعقدہ ۱۷، ۱۸، ۱۹ نومبر ۲۰۱۸ء ''جامعہ اسلامیہ محمدیہ میل کھیڑلا، بھرت پور، راجستھان''، کا ایک موضوع یہ بھی رکھا اور چھ اہم سوالات پر مشتمل ایک جامع سوالنامہ مرتب کر کے اہل علم اور ارباب افتاء کی خدمت میں بھیجا، ان سوالات کی روشنی میں اہل علم نے جو مقالات تیار کئے اور اپنی قیمتی آراء اور تحریریں اکیڈمی کو ارسال کیں، ان کا خلاصہ اور دلائل تلخیص مقالات کی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے، یہ تحریر سپرد قلم کرتے وقت اکیڈمی کو جن ۲۷ اہل علم کی گرانقدر تحریر موصول ہوئی تھی ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مولانا صبغت اللہ مولوی زادہ افغانی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی لطیف الرحمٰن ولایت علی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا مفتی ولی اللہ مجید قاسمی، مفتی عبد الرشید قاسمی، مفتی اشرف عباس قاسمی، مفتی محمد صادق مبارکپوری، مفتی اقبال احمد قاسمی (کانپور)، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا روح الامین داؤد مظاہری، مولانا رحمت اللہ ندوی، مفتی محمد ظفر عالم ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا مفتی مصطفیٰ عبد القدوس ندوی، مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا حافظ کلیم اللہ عمری، مفتی محمد ریاض ارمان القاسمی، مولانا

ریحان مبشر قاسمی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا فضل الرحمٰن اصلاحی قاسمی، مولانا عبد الرب عبد الوہاب خان واپی، مفتی عبد المنان آسام، دکتور شیخ محمود السید داؤد (بحرین)۔

سوال نمبر – ۱: جهل كن امور ميں عذر تصور كياجائے گا اور كن امور ميں نهيں۔

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگار حضرات نے سب سے پہلے ''جہل'' کی لغوی اور اصطلاحی تعریف درج کی ہے اور پھر الگ الگ انداز و اسلوب میں اصول وضوابط تحریر کرنے کی کوشش کی ہے، جو درج ذیل ہیں:

جہل (ناواقفیت) کی لغوی تعریف:

جہالت اور جہل کے معنی ناواقفیت اور جذبات سے مغلوب ہوکر کوئی شرارت، گناہ، ظلم اور برائی کے کام کرگزرنے کے بھی ہیں اور جہل، علم اور حلم (سنجیدگی وطمانینت) دونوں کی ضد اور نقیض ہے۔

''الجيم والهاء، واللام أصلان: أحدهما خلاف العلم والآخر: الخفة وخلاف الطمانينة، فالأول الجهل نقيض العلم، ويقال للمفازة التى لا علم بها: مجهل، والثانى:قولهم للخشبة التى يحرک بها الجمر: مجهل ، ويقال: استجهلت الريح الغصن إذا حركته فاضطرب'' (معجم مقاییس اللغۃ ۱/۴۸۹ طبع بیروت، دار الفکر، احمد بن فارس) (ماخوذ از مقالہ: ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی، شیخ دکتور محمود السید داؤد)۔

اس لغوی معنی کے اعتبار سے ''حلم و بردباری، تحمل و سنجیدگی'' کی ضد کے طور پر ''جہل'' کو شعراء عرب نے بھی استعمال کیا ہے:

-''**فللحلم خير فاعلمن مغبة – من الجهل إلا أن تشمس من ظلم**'' (دیکھئے: مقالہ موصوف)۔

-''**الجهل لغة: نقيض العلم وضده**'' (تہذیب اللغۃ ۶/۵۶، لسان العرب ۱/۲۸۰، مجمل اللغۃ ۱/۲۰۱، مختار الصحاح ۱/۱۰۱، المصباح المنیر والمعجم الوسیط، مادہ: جہل) (تفصیل کے لئے دیکھئے مقالات: مفتی اقبال احمد کانپور، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا فضل الرحمٰن اصلاحی قاسمی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، شیخ دکتور محمود سید داؤد وغیرہم)۔

-''**نقيض العلم، وقد جهله فلان جهلا وجهالة، وجهل عليه، وتجاهل أظهر الجهل، وأرى من نفسه الجهل وليس به، واستجهله عده جاهلا، وجهل الحق أضاعه فهو جاهل**'' (لسان العرب ۱۱/۱۲۹، حرف الجیم، مختار الصحاح حرف الجیم، القاموس المحیط ۱/۱۲۶۷، تاج العروس ۱/۶۹۵۹، القاموس الوحید ۱/۲۹۳) (ماخوذ از مقالہ: مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی)۔

-''**الذهول عن الشى فى الاصطلاح الفقهى بالنسبة للإنسان هو عدم العلم بالأحكام**

الشرعية بمختلف أنواعها'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹/ ۴۶۴) (مولانا عبدالرب عبدالوہاب خان)۔

جہل (ناواقفیت) کی اصطلاحی اور اصولی تعریف:

جہل کی اصطلاحی اور اصولی تعریف مقالہ نگار حضرات نے مختلف اصول کی کتابوں سے مندرجہ ذیل نقل کی ہے:

۱-''صفة تضاد العلم عند احتماله وتصوره'' (جامع الأسرار فی شرح المنار ۵/ ۱۳۳۷، طبع مکتبہ نزار مصطفیٰ باز مکہ مکرمہ) (مقالہ: ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی)۔

۲-''الجهل هو اعتقاد الشئ على خلاف ما هو عليه'' (التعریفات للجرجانی/ ۶۷) (دیکھئے مقالہ: مفتی اقبال محمد ٹنکاروی)۔

۳-''وأما الجهل وحقيقته عدم العلم عما من شأنه العلم'' (غمز عیون البصائر شرح الاشباہ الفن الثالث الجمع والفرق، باب أحکام الناسی ۳/ ۲۹۶)۔

۴-''والجهل لغة: خلاف العلم، وأصل مادة العلم دال على أثر بالشئ يتميزبه عن غيره، واصطلاحا، قيل: هو اعتقاد الشئ على خلاف ما هو عليه، وقيل: هو انتفاء العلم بالمقصود، وقيل: غير ذلک، والصحيح فيما يظهرلی، أن تعريف الجهل يجب أن يشمل الأمرين، أعنی عدم العلم بمعنى خلو الذهن عن حكم ما، وبمعنى اعتقاد الشئ على خلاف ما هو عليه ليشمل نوعی الجهل، ثم قال: فإن قارن اعتقاد النقيض، فمركب وهو المراد بعدم الشعور'' (القواعد والضوابط الفقہیۃ المتضمنۃ للتیسیر، فصل النسیان والجہل ۱/ ۵۲۲، طبع البحث العلم مدینۃ المنورہ) (اس تعریف کو مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی لطیف الرحمٰن ممبئی، مفتی عبد الرشید کانپور، مفتی اشرف عباس قاسمی، مفتی اقبال احمد کانپور، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا روح الامین مظاہری، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا محمد صبغت اللہ افغانی، مفتی محمد ریاض ارمان قاسمی، مفتی عبد المنان آسام نے کم وبیش ان ہی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے)۔

۵-''وحده بعضهم بأنه اعتقاد جازم غير مطابق للواقع مع اعتقاد المطابقة، وهو عيب لا يمكن إزالته بالتعليم؛ الأن صاحبه يعتقد أنه عالم، فلا يشتغل بالتعلم'' (غمز عیون البصائر ۳/ ۱۲۹۲)۔

۶-''الجهل انتفاء العلم بالمقصود، بأن لم يدرک أصلا أو أدرک على خلاف حقيقته'' (الجہل واثرہ علی التکلیف لفاطمۃ دردوری/ ۱۵) (ماخوذ از مقالہ: مفتی اشرف عباس قاسمی)۔

۷-''الجهل معناه المشهور: الجزم بكون الشئ على خلاف ما هو عليه، ويطلق ويراد به عدم

العلم بالشئ"(الجہل وأثرہ للدرروری/۲۹)۔

۸-"وهو عدم العلم عما من شأنه، فإن قارن اعتقاد النقيض فمركب، وهو المراد بالشعور بالشئ على خلاف ما هو به، وإلافبسيط، وهو المراد بعدم الشعور"(شرح التلویح ۲/۳۷۷)۔

۹"خلو النفس من العلم، فعل الشئ بخلاف ما حقه أن يفعل"()(مقالہ:مولانا روح الامین مظاہری)۔

۱۰-"الجهل نوعان:عدم العلم بالحق النافع، وعدم العمل بموجبه ومقتضاه، فكلاهما جهل لغة وعرفاوشرعاً، قال قتادة: أجمع أصحاب رسول الله ﷺ أن كل ما عصى الله به فهو جهالة"(مدارج السالکین بین منازل ایاک نعبد وایاک نستعین، لابن قیم الجوزی ۱/۴۶۷)(ماخوذ از مقالہ:مولانا روح الامین مظاہری)۔

۱۱-"عقد يتعلق بالمعتقد على خلاف ما هو به"(البرہان فی اصول الفقہ للجوینی ۱/۲۲)(مولانا روح الامین مظاہری)۔

۱۲-"عدم العلم بالأحكام الشرعية بمختلف أنواعها كلها أو بعضها"(الفقہ الاسلامی وأدلتہ للزحیلی ۹/۴۶۴)(مولانا عبدالرب عبدالوہاب خان واپی)۔

جہل کو کہاں عذر تصور کیا جائے اور کہاں نہیں:

جہل کی لغوی اور اصطلاحی تعریف تفصیل سے نقل کرنے کے بعد جہل کی وجہ سے کن مقامات پر رخصت دی جا سکتی ہے اور کن مقامات پر نہیں، بہ الفاظ دیگر جہل کہاں عذر تصور کیا جائے گا اور کہاں نہیں، اس سلسلہ میں بنیادی اصول وضابطہ کیا مقرر کیا جا سکتا ہے؟ اس بابت مقالہ نگار حضرات نے اپنے اپنے انداز سے مختلف اصول بیان کرنے کی کوشش کی ہے، اور عذر کے تعلق سے تفصیلات بھی درج کی ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

وہ امور جن میں جہل معتبر نہیں:

اس سلسلہ میں مقالہ نگاران کی رائے یہ ہے کہ وہ مسائل جو بدیہی ہیں اور ہر خاص وعام ان سے واقف ہوتے ہیں ان میں "جہل" عذر نہیں، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، توحید ورسالت، عقائد اور ضروریات دین، مثلاً: عقیدہ ختم نبوت، محرمات، ماں، بہن، خالہ، پھوپھی سے نکاح کی حرمت کا علم، قرآن پاک کے کلام الٰہی ہونے کا عقیدہ، مرنے کے بعد زندہ ہونا، عقیدہ آخرت، صفات باری وغیرہ، یعنی ایمان مجمل اور ایمان مفصل۔ اسی طرح کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ احادیث مشہورہ متواترہ، یا اجماع امت کے خلاف کسی مجتہد کا کوئی رائے قائم کرنا، ممنوعات شرعیہ، جیسے زنا، شراب، نیز سرقہ

کے حد سے ناواقفیت، قتل کی حرمت اور دیگر انسانی حقوق، نیز وہ احکام جن کا ثبوت آیات محکمات، اور احادیث متوارہ اور مشہورہ، قطعیہ سے ہو، ان امور میں جہالت عذر نہیں تصور کیا جائے گا، اسی طرح دارالاسلام میں موجود لوگوں کے حق میں کسی چیز سے ناواقفیت عذر نہیں ہے، بہت سے مقالہ نگاران نے اس کو جہل باطل کے زمرے میں بیان کیا ہے، ان میں وہ امور بھی شامل ہیں جن کا تعلق آخرت سے ہے اور وہ امور بھی ہیں جن کا تعلق امور دنیا سے ہے۔

دلائل اور تائیدات:

مذکورہ موقف کے لئے حضرات مقالہ نویس نے مندرجہ ذیل نصوص اور علماء اصول کی تشریحات پیش کی ہیں:

۱-"إن الله لا يغفر أن يشرک به ويغفر ما دون ذلک لمن يشاء" (سورۂ نساء:۴۸)۔

۲-"أما الأول: وهو الجهل بلاشبة الذى لم يصلح أن يكون عذراً فى الآخرة أصلا، فالكفرمن الكافر، لأنه مكابرة وجحود بعد وضوح الدليل، فإن الدليل الدالة على وحدانية الله تعالى، وكمال قدرته ظاهرة باهرة لاخفاء بها، وكذا الدليل الدال على صحة الرسالة من المعجزات ظاهر محسوس فى زمانهم، وقد نقلت المعجزات بعدهم إلى يومنا هذا بالتواتر، فكان إنكارها كإنكار المحسوس، وأما الثانى: وهو الجهل الذى دون جهل الكافر، ولكنه لا يصلح عذرا إيضا-كجهل المعتزلة بسوال منكر ونكير عذاب القبر والميزان والشفاعة لأهل الكبائر، جهل باطل"(التقرير للبابرتی ۸/ ۱۴۴، ۱۲۰، کشف الاسرار باب العوارض المکتسبۃ ۴/ ۳۳۶)۔

۳-"كل من جهل تحريم شئ مما يشترک فيه غالب الناس، لم يقبل إلا أن يكون عهد بالإسلام أونشأببادية بعيدة عن العلماء، ويخفى فيها مثل ذلک، كتحريم الزنا والقتل والسرقة والخمر والكلام فى الصلاة والأكل فى الصوم، وقتل من شهد على غيره بارتكاب جريمة القتل فقتل، إذا رجع الشاهد عن شهادته، وقال الشاهد الأخر: تعمدنا الكذب ولم نعلم أنه (أى المشهود عليه) يقتل بشهادتنا؛لأن ذلک لا يخفى على عوام الناس" (الاشباہ والنظائر للسیوطی/ ۱۷۶، بحوالہ: الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹/ ۴۶۵)۔

۴-"إذا زنا من نشأفى دار الإسلام بين المسلمين وادعى الجهل بتحريم الزنا لم يقبل قوله، لأن ظاهر الحال يكذبه، وإن كان الأصل عدم علم بذلک"(القواعد لابن رجب الحنبلی/ ۳۴۳، بحوالہ الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹/ ۴۶۵)(ماخوذ از مقالہ: مولانا عبدالرب عبدالوہاب خاں)۔

۵-"الجهل الباطل الذى لا يصلح عذرا، وهذا القسم لايصلح أن يكون عذراً فى الآخرة،

وإن كان قد يصلح عذراً فى أحكام الدنيا كقبول عقد الذمة من الذمى حتى لايقبل، ولكن لا يكون عذراً فى الأخرة حتى أنه يعاقب فيها، ومن أمثلة ذلک جهل الكفار لصفات الله تعالى وأحكام الآخرة، فإنه لا يصلح عذراً أصلا ؛لأنه مكابرة وعناد بعد وضوح الدلائل على وحدانية الله تعالى وربوبية، بحث لا يخفى على أحد من حدوث العالم المحسوس، وكذا على حقية الرسول من القرآن وغيره من المعجزات، وكذا جهل صاحب الهوى الذى يقول بحدوث صفات الله تعالى، أو يقول بعدم اثبات صفة له سبحانه۔هذا ما قاله الحموى، وقال الزركشى:الجهل بالصفة هل هو جهل بالمصوف مطلقا أو من بعض الوجوه؟ المرجع الثانى؛لأنه جاهل بالذات من حيث صفاتها لا مطلقا، ومن ثم لا نكفر أحدا من أهل القبلة، ومن القسم أيضا جهل من خالف فى اجتهاده الكتاب أو السنة المشهورة أو الإجماع أو عمل بالغريب على خلاف الكتاب أو السنة المشهورة، فإنه ليس بعذر أصلا –وأيضا قال الحموى: من تلفظ بلفظ الكفر عن اعتقاد لا شک أنه يكفر، وإن لم يعتقد أنها لفظ الكفر، إلا أنه أتى به عن اختيار، فيكفر عند عامة العلماء ولا يعذر بالجهل" (الموسوعۃ الفقہیہ، مادہ: جہل)(مفتی سید باقر ارشد قاسمی)۔

۶-"جهل نشأ عن اجتهاد شرعى لكن فيما لا يجوز فيه الاجتهاد، بأن يخالف الكتاب أو السنة المشهور أو الإجماع، وحكمه أنه، وإن كان عذراً فى حق الإثم، لكن لا يكون عذراً فى الحكم حتى لا ينفذ القضاء له" (فواتح الرحموت ۱۶۰-۱۶۱)(ماخوذ از مقالہ:مفتی ظفر عالم ندوی)۔

۷-"أن أعذار الجاهل من باب التخفيف لامن حيث جهله، ولهذا قال الشافعى: لو عذر الجاهل لأجل جهله لكان الجهل خيرا من العلم إذ كان يحط عن العبد أعباء التكليف، ويريح قلبه من ضروب التعنيف، فلا حجة للعبد فى جهله بالحكم بعد التبليغ والتمكين، (لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل)" (سورۂ نساء:۱۶۵،الموسوعۃ الفقہیہ ۱۶/۲۰۱)۔

۸-"لأن إمكان العلم كاف لثبوت العلم وعدم قيام عذر الجهل، وأن ذلک بلا ريب يفرض كاملا بالنسبة لأحكام القرآن والسنة التى انعقد الإجماع عليها، ولا يسع مسلما الجهل بها" (الجريمۃ والعقوبۃ فى الفقہ الاسلامى-الجہل/۳۵۵)(ماخوذ از مقالہ:مفتی اقبال احمد قاسمی کانپور)۔

۹-"الأصل عند أبى ليلى أن الجهالة إذا قلت لا تؤثر فى الفساد،و إن كثرت توجب ، وعند

علمائنا أن مالا تقع المنازعة فيه إلى القاضى فلا أثر لقلة الجهالة ولا لكثرتها فى فساده" (قواعد الفقہ ۷/۴۷-۴۱)(از مقالہ: مفتی محمد ریاض ارمان القاسمی)۔

۱۰-"والمراد"بالضروريات، على ما اشتهر فى الكتب ما علم كونه من دين محمد ﷺ بالضرورة، بأن تواتر عنه واستفاض، وعلمته العامة كالوحدانية والنبوة وختمها بخاتم الأنبياء وانقطاعها بعده، وهذا مما شهد الله به فى كتابه، وشهدت به الكتب السابقة وشهد به نبينا ﷺ وشهد به الأموات ايضا كزيد بن خارجة الذى تكلم بعد الموت، وكالبعث والجزاء، وجوب الصلاة والزكاة وحرمة الخمر ونحوها"(اکفار الملحدین ۲/۱۳ الشیخ انور شاہ الکشمیری)۔

۱۱-"وركنها إجراء كلمة الكفر على اللسان بعد الإيمان وهو تصديق محمدﷺ فى جميع ما جاء به عن الله تعالى مما علم مجيئه ضرورة، قال فى ردالمحتار:وإذ عانه لما علم بالضرورة أنه من دين محمدﷺ بحيث تعلمه العامة من غير افتقاره إلى نظر واستدلال كالوحدانية والنبوة ، والبعث والجزاء ووجوب الصلاة والزكوة وحرمة الخمر ونحوها"(ردالمحتار ۴/۲۲۱ باب المرتد)(دیکھئے مقالہ موصوف)۔

۱۲-"وأما إذا كان الجاحد لها ناشئا فى الأمصار بين العلم، فإنه يكفر بمجرد جحدها، وكذلك الحكم فى مبانى الإسلام كلها"(المغنی لابن قدامہ ۹/۲۱)۔

۱۳-"أما إذا كان مدعى الجهل ناشئا بين المسلمين أو أهل العلم، فلا يقبل معه الإدعاء بالجهل"(التشریع الجنائی الاسلامی مقارنا بالقانون الوضعی ۱/۴۳۱)۔

۱۴-"لا خلاف بين أهل العلم فى كفر من تركها (الصلاة) جاحداً لوجوبها إذا كان ممن لا يجهل مثله ذلك، فإن كان ممن لا يعرف الوجوب كحديث العهد بالإسلام والناشى بغير دارالاسلام أو بادية بعيدة عن الأمصار، وأهل العلم لم يحكم بكفره"(المغنی ۹/۲۱)(دیکھئے مقالہ: مفتی عبدالرشید قاسمی)۔

۱۵-"وكل ما يتعذر الاحتراز عنه ولا يشق على النفس لا يتعذر الجهل فيه، فالجهل فى أصول الدين والاعتقاديات لايعفى عنه"(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹/۲۲۸، نقلا عن القرافی الفروقی)(مولوی صبغت اللہ مولوی زادہ، افغانستان)۔

۱۶-"وفى المسامرة:لا خلاف فى تكفير المخالف فى ضروريات الإسلام من حدوث العالم وحشر الأجساد ونفى العلم بالجزئيات، وإن كان من أهل القبلة المواظب طول العمر على الطاعات"

(التحریر مع التیسیر ۴/۲۱۸)،إن المراد بعدم تكفير أحد من أهل القبلة عند أهل السنة أنه لا يكفر مالم يوجد شئ من إمارات الكفر وعلامته، ولم يصدر عنه من موجباته"(شرح فقہ اکبر/۲۵۸)(دیکھئے مقالہ:مفتی محمد عثمان بستوی)۔

۱۷-"وقال فی مغنی المحتاج: يكفر من نسب الأمة إلى الضلال، أو الصحابة إلى الكفر أو أنكر إعجاز القرآن أو غير شيئا منه، او أنكر الدلالة على الله فی خلق السموات والأرض، بأن يجمع أجزاء هم الأصلية و يعيد الأرواح إليها ،أو أنكر الجنة أو النار، أو الحساب أو الثواب أو العقاب، أو أقربها، لكن قال: المراد بها غير معانيها، أو قال: إنی دخلت الجنة وأكلت من ثمارها وعانقت حورها أو قال: الأئمة أفضل من الأنبياء، هذا إن علم ما قاله لا، إن جهل ذلک لقرب إسلامه أو بعده عن المسلمين، فلا يكفر لعذره"(مغنی المحتاج ۴/۱۳۶)(دیکھئے مقالہ:مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی)۔

۱۸-"لله أسماء وصفات جاء بها كتابه وأخبرنبيه ﷺ أمته لا يسع أحدا قامت عليه الحجة ردها، لأن القرآن نزل بها وصح عن رسول الله ﷺ القول بها، فإن خالف بعد ثبوت الحجة عليه، فهو كافر، فأما قبل ثبوت الحجة، فمعذور بالجهل، لأن علم ذلک لا يدرک بالعقل ولا بالردية والكفر، ولا نكفر بالجهل بها أحدا إلا بعد انتها، الخبر إليه لها" (سیر اعلام النبلاء ۱۰/۷۹)(دیکھئے مقالہ:مولانا عبیداللہ ندوی)۔

۱۹-"الجهل بالأحكام فی دار الاسلام ليس عذرا"(شرح القواعد الفقہیہ/۴۸۲،المدخل الفقہی العام ۲/۱۰۸۶، الباب العاشر)(دیکھئے مقالہ: ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی)۔

۲۰-"وجهد ماعلم من الدين بالضرورة كجحد الصلاة والصوم ولا يختص ذلک بالواجبات والقربات ، بل لو جحد بعض الإباحات المعلومه بالضرورة كفر،......بل لا بد أن يكون المجمع عليه مشتهرا فی الدين، حتى صار ضروريا، فكم من المسائل المجمع عليها إجماعا لا يعلمه إلا خواص الفقهاء، فجحد مثل هذه المسائل التی يخفى الإجماع فيها ليس كفرا"(الفروق للقرافی ۴/۱۲۷۸، الفرق الحادی والاربعون وامأ تان)(دیکھئے مقالہ:مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

وہ امور جن میں جہل عذر اور معتبر ہے:

اس سلسلہ میں مقالہ نگاران نے اصولی طور پر ان تمام امور کو ذکر کیا ہے جن کا تعلق اگرچہ دین کے ضروری اور

بنیادی امور میں سے ہو، اور دارالحرب یا دارالاسلام سے دور دراز ایسے علاقے کا باشندہ ہو جہاں نہ تو اسلامی احکام سے متعلق معلومات پہنچی ہوں اور نہ ہی دعوت، چہ جائے کہ وہاں کے باشندے کسی طرح اسلام اور کلمہ کی دولت سے بہرہ مند ہو گئے ہوں، مگر ان کے لئے اسلامی احکام سے واقف ہونا دشوار ہو۔

حضرات مقالہ نگاران کے جملہ مقالات اور تحریروں سے ۱۳ ایسے اسباب ومواقع کی نشاندہی ہوتی ہے جہاں ''جہل'' کو شرعا عذر تسلیم کیا گیا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱- کسی سبب شرعی کی بنا پر دارالحرب میں قیام رہا جس کی وجہ سے علم سے محرومی رہی، تو ان کے حق میں ''جہل'' عذر متصور ہوگا۔

۲- دارالاسلام سے دور دراز علاقوں میں آباد ہونے کی وجہ سے احکام اسلام سیکھنے سے محرومی رہی، اور اس کے مواقع میسر نہیں ہو سکے، ان کے حق میں بھی ناواقفیت، عذر شمار کی جائے گی۔

۳- دارالاسلام یا دارالحرب دونوں میں سے کسی بھی جگہ جہاں علم سیکھنا متعذر اور دشوار ہو (موجودہ عہد میں تو دارالاسلام یا مسلم ممالک میں بھی اسلامی احکام سیکھنا مشکل ہو گیا ہے کہ تعلیمی ادارے جو اصل علم کا سرچشمہ ہیں ان کے نصاب تک سے ضروری اسلامی علوم خارج کر کے صرف موجودہ مغربی نصاب از اول تا آخر داخل کر دیا گیا ہے، جن بچوں کے والدین کے اندر دینی حمیت ہوتی ہے وہ مساجد، مکاتب اور اپنے گھروں میں ٹیوشن وغیرہ کے ذریعہ، یا کسی اور خارجی ذرائع جیسے ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، ساؤتھ افریقہ، انگلینڈ، ساؤتھ مشرقی ممالک میں تبلیغی جماعت کے ذریعہ بحمد اللہ دین کے بنیادی اور ضروری احکام لوگوں کو سیکھ لینے کے مواقع مل جا رہے ہیں، مدارس ومساجد اور تنظیمی مشغولیات کے ساتھ مشترکہ طور پر تھوڑی سی توجہ علماء کی جماعت کے کام کی طرف بھی ہو جائے تو ناخواندگی کے بحران پر قابو پانا مزید آسان ہو جائے گا) ان میں بھی جہل کو عذر مانا جائے گا۔

۴- ایسی جہالت جس سے بچنا ناممکن یا دشوار ہو، جیسے حربی کی صف میں موجود کسی مسلمان کا ناواقفیت کی بنا پر قتل، جھوٹے گواہ کی گواہی پر فیصلہ کر دینا وغیرہ (بہ حوالہ: الفروق للقرافی)۔

۵- قریب الاسلام ہونا کہ علم سیکھنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔

۶- انسان کا ایسے ماحول میں نشو ونما پانا جہاں وسائل علم مہیا نہ ہوں۔

۷- ایسے احکام شرعیہ سے عدم واقفیت اور جہالت جن کا علم مخصوص علماء کو ہی ہوتا ہے۔

۸- منہیات اور بعض عقوبات میں جہل عذر ہے۔

۹-نسیان میں عذر معتبر ہے۔

۱۰-مجتہدین کا کسی حکم شرعی میں از بس کوشش کے باوجود حق وصواب تک نہ پہونچ پانا۔

۱۱-متکلم کا لفظ کے معنی سے ناواقف ہونا۔

۱۲-ایسے نئے احکام سے جہالت اور لاعلمی جن کی تشہیر نہ ہوئی ہو۔

۱۳-جہل دفع فساد میں معتبر ہے۔

یہ واضح رہے کہ مذکورہ بالا تمام امور وہ ہیں جن کا تعلق احکام شرعیہ کے منہیات سے ہو، مامورات سے نہ ہو۔

دلائل وشواہد:

مذکورہ بالا امور میں ''جہل'' کے عذر تسلیم کئے جانے پر حضرات مقالہ نگاران نے مندرجہ ذیل دلائل وشواہد پیش کئے ہیں:

۱-''**لا يواخذكم الله باللغو فى أيمانكم ولكن يواخذكم بما عقدتم الأيمان**'' (سورۂ مائدہ:۸۹)۔

۲-''**ربنالاتواخذنا إن نسينا أو أخطأنا**''(سورۂ بقرہ:۲۸۶)۔

۳-''**يريد الله بكم اليسر ولا يريدبكم العسر**'' (سورۂ بقرہ:۱۸۵)۔

۴-''**وما جعل عليكم فى الدين من حرج**''(سورۂ حج:۷۸)۔

۵-''**وما كان الله ليضل قوما بعد إذا هداهم حتى يبين لهم ما يتقون**''(سورۂ توبہ:۱۱۵)۔

۶-''**أو تقولوا لو أنا أنزل علينا الكتاب لكنا أهدى منهم**''(سورۂ انعام:۱۵۷)۔

۷-''**رسلا مبشرين و منذرين لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل**''(سورۂ نساء:۱۶۵)۔

۸-''**اربعة (يحتجون)يوم القيامة:رجل أصم لايسمع شيئا، ورجل أحمق، ورجل هرم، ورجل مات فى فترة، فأما الأصم فيقول: رب لقد جاء الإسلام وما اسمع شيئا، وأما الأحمق فيقول: رب لقد جاء الإسلام والصبيان يحذفون بالبعر، وأما الهرم، فيقول: رب لقد جاء الإسلام وما أعقل شيئا، وأما الذى مات فى الفترة فيقول: ما أتانى لک رسول، فيأخذ مواثيقهم ليطيعنه، فيرسل إليهم أن اخلوا النار، قال: فوالذى نفس محمد بيده، لو دخلوها لكانت عليهم بردا وسلاما**''(مسند امام احمد، حدیث نمبر:۱۶۳۰۱)۔

۹-''**كان رجل يسرف على نفسه، فلما حضره الموت قال لبنيه: إذا مت فاحرقونى، ثم**

أطحنونی، ثم ذرونی فی الریح، فواللہ لئن قد ر علی ربی لیعذبنی عذابا ما عذبه أحد، فلما مات فعل به ذلک، فأمر اللہ الأرض فقال: جمعی ما فیک منه نفعلت، فإذا هو قائم فقال:ماحملک علی ما صنعت، قال: یا رب خشیتک، فغفرله"(بخاری حدیث نمبر:۳۴۸۱،مسلم حدیث نمبر:۲۷۵۶)۔

۱۰-"یدرس الاسلام کما یدرس وشی الثوب، حتی لا یدری ما صیام ولا صلاۃ ولا نسک ولا صدقة ولیسری علی کتاب اللہ عزو جل فی لیلة ، فلا یبقی فی الأرض منه آیة، وتبقی طوائف من الناس: الشیخ الکبیر والعجوز یقولون: أدرکنا أباء نا علی هذه الکلمة: لا إله إلا اللہ، وهم لا یدرون ما صلاۃ ولا صیام ولا نسک ولا صدقة، فأعرض عنه حذیفة، ثم ردها علیه ثلاثا، کل ذلک یعرض عنه حذیفة، ثم أقبل علیه فی الثالثة، فقال: یا صلة! تنجیهم من النار"(ابن ماجہ حدیث نمبر:۴۰۴۹،قوی اسنادہ الحافظ فی الفتح ۱۶/۱۳)۔

۱۱-"إن کان علم أن اللہ حرمه فحدوه، وإن کان لم یعلم، فعلموه وإن عاد فحدوه"(مصنف عبد الرزاق حدیث نمبر:۱۳۶۴۳،باب لاحد إلا من علمہ)۔

۱۲-"خرجنا مع رسول اللہ إلی حنین ونحن حدثاء بکفر وللمشرکین سدرۃ یعکفون عندها، وینوطون بها أسلحتهم یقال لها: "ذات أنواط"کما لهم ذات أنواط، فقال رسول اللہ ﷺ: اللہ أکبر، إنها السنن، قلتم والذی نفسی بیده کما قالت بنو اسرائیل:"وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر فاتوا علی قوم یعکفون علی أصنام لهم، قالوا یموسی اجعل لنا إلهاکما لهم ألهة، قال إنکم قوم تجهلون"لترکبن سنن من کان قبلکم"(المعجم الکبیر للطبرانی ۲۷۵/۳،باب سنان بن أبی سنان)۔

"فی هذا الخبر تصریح بأن القائل رجل واحد، ولعل ذلک کان عن جهل یعذر به، ولا یکون به کافرا وإلا لأمره ﷺ بتجدید إسلامه، وذلک لکونهم کانوا جهالا" (روح المعانی ۴۱/۵)(مذکورہ عبارتوں کے لئے دیکھئے مقالات: مولانا روح الامین مظاہری، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی محمد عثمان بستوی)۔

۱۳" تجاوز عن أمتی الخطأوالنسیان وما استکرهوا علیه"(ابن ماجہ،حدیث نمبر:۲۰۴۳)۔

۱۴-"أما العوارض المکتسبة: فمنها الجهل بالشریعة فی دار الحرب من مسلم لم یهاجر إلینا، فیعذر بالجهل بالأحکام"(الوجیز ۱۳۷/۷،غمز عمون البصائر ۳۰۸/۳)۔

۱۵-''كل مسألة تدق ويغمض معرفتها، هل يعذر فيها العامى؟،وجهان، أصحهما: نعم''(الموسوعة الفقہیة ۱۶/۲۰۱)۔

۱۶-''اذا نطق الأعجمى بكلمة كفر أو أيمان أو طلاق أو اعتاق، أو بيع أو شراء أو نحوه ولا يعرف معناه لا يواخذ بشئ فيه، لأنه لم يلتزم بمقتضاه ولم يقصد إليه'' (حوالہ سابق/۲۰۱)۔

۱۷-''لا يقع طلاق من يجهل معنى اللفظ الدال على الطلاق'' (الموسوعة الفقہیة ۱۶/۲۰۵)۔

۱۸-''إذا قال لامرأته:أنت طالق، ولا يعرف أن هذا اللفظ طلاق، طلقت فى القضاء ولا تطلق فيما بينه وبين الله''(التاتارخانیہ، کتاب الطلاق نقلاعن الذخیرہ/۳۹۸)۔

۱۹-''إن الجهل عذر فى دارالاسلام إذا كان دليل الحرمة خفيا''(غمزعیون البصائر ۳/۳۰۸)۔

۲۰-''كل من جهل تحريم شئ ممايشترك فيه غالب الناس لم يقبل، إلا أن يكون قريب عهد بالإسلام، أو نشأببادية بعيدة عن العلماء ويخفى فيها مثل ذلک''(الاشباہ والنظائر/۲۰۰)۔

۲۱-''الحرج مدفوع''(الاشباہ)۔

۲۲-''المشقة تجلب التيسير''(الاشباہ)۔

۲۳-''إنه لم ينكر البعث، وإنما جهل، فظن أنه إذا فعل به ذلک لا يعاد فلا يعذب، وقد ظهر إيمانه باعترافه، بأنه إنما فعل ذلک من خشية الله''(فتح الباری ۶/۵۲۲)۔

۲۴-''إنما الكافر من عاند الحق لا من جهله، وهذا قول المتقدمين من العلماء ومن مسلک سبيلهم من المتأخرين''(التمہید لمافی الموطامن المعانی والأسنید ۱۸/۴۲)۔

۲۵-''لعل السوال كان ليعرف حاله، فإن كان عالما بتحريمها أنكر عليه هديتها، وإمساكها وحملها وعزره على ذلک، فلما أخبره أنه كان جاهلا بذلک عذره-وفى هذا من ارتكب معصية جاهلا تحريمها لا إثم عليه ولا تعزير'' (المنہاج شرح النووی ۱۱/۴)۔

۲۶-''وكثير من الناس قدينشأ فى الأمكنة والأزمنة يندرس فيها كثير من علوم النبوات ، حتى لا يبقى من يبلغ ما بعث الله به رسوله من الكتاب والحكمة، فلا يعلم كثيرا مما يبعث الله به رسوله ولا يكون هناک من يبلغه ذلک ومثل هذا لا يكفرولهذا اتفق الأئمة على من نشأ ببادية بعيدة عن أهل العلم والإيمان وكان حديث العهد بالاسلام، فأنكر شيئا من هذه الأحكام الظاهرة المتواترة،

فإنه لا يحكم يكفره، حتى يعرف ما جاء به الرسول" (مجموع الفتاوی ۱۱/۴۰۷)۔

۲۷-"قال ابن العربی: فالجاهل والمخطی من هذه الأمة، ولو عمل من الكفر والشرک ما يكون صاحبه كافرا أو مشركا، فإنه يعذر بالجهل والخطأ حتى تتبين له الحجة التی يكفر تاركها، بيانا واضحا مايلتبس على مثله" (نقلہ عنہ القاسمی فی محاسن التاویل ۳/۱۶۱) (مولانا عبید اللہ ندوی)۔

۲۸-"دلت على أن الجهل عذر لقوله تعالى: من بعد ما تبين له الهدى" (سورۂ مائدہ:۱۱۵) (مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، حافظ کلیم اللہ عمری)۔

۲۹-"اتفقوا على أن الجهل ليس عذرا فی ترک المامورات مطلقا" (احکام الاحکام ۴/۳۳۹)۔

۳۰-"وقد فرقوا فی ذلک بين المأمورات والمنهيات، فعذروا فی المنهيات بالنيسان والجهل كما جاء فی حديث معاوية بن الحكم حين تكلم فی الصلاة، وفرق بينهما بأن المقصود من المامورات: إقامة مصالحها، وذلک لا يحصل إلا بفعلها، والمنهيات مزجورعنها بسبب مفاسدها، امتحانا للمكلف بالانكفاف عنها، وذلک إنما يكون بالتعمد لارتكابها، ومع النسيان والجهل لم يقصد المكلف ارتكاب المنهی: فعذر بالجهل فيه" (احکام الأحکام لابن دقیق العید ۴/۳۴۳) (دیکھئے مقالہ: مفتی اقبال احمد قاسمی کانپور)۔

۳۱-"واما الأحكام الشرعية التی لا يعلمها إلا المختصون عن العلماء فهذه يجوز للعوام أن يتعذروا بجلها، ولا يسوغ ذلک للفقهاء" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹/ ۴۶۴، ۴۶۵) (مولانا عبدالرب عبدالوہاب خان)۔

۳۲-"الأصل فی الجهل وعدم العلم بالحكم أنه يعد عذراً يرفع المسؤولية، لأن الإنسان لا يسأل إلا عما عمله من الأحكام ولا يعد هذا من باب إباحة الفعل بعد أن كان محظورا، وإنما من باب رفع المسؤولية لعذر الجهل، ويكفی فی التدليل على ذلک قوله الله تعالى:"وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا" (سورۂ اسراء:۱۵)، "وقول النبیﷺ: ولا شخص أحب إليه العذر من الله من أجل ذلک بعث الله المرسلين، مبشرين ومنذرين، ولا شخص أحب إليه المدحة من الله من أجل ذلک وعدالله الجنة" (صحیح مسلم حدیث نمبر:۱۴۹۹)۔

۳۳-"يشترط فی الجهل الذی يرفع المسؤلية الجنائية ألا يكون فی استطاعة الإنسان الوصول إلى العلم بالحكم الشرعی، أما من أمكنه التعلم أو السوال عن الحكم فإنه لايعامل معاملة

الجاهل، وإنما معاملة من يعلم الحكم ويكون هو الذى قصرفى حق نفسه بالسوال إذ يكفى إمكانه فقط، وهو الذى يترتب عليه المسألة الجنائية'' (دیکھئے مقالہ: شیخ ڈاکٹر محمود السید داؤد بحرین)۔

مذکورہ بالا تمام امور جو علماء اصول کے حوالہ سے اور قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے ثابت کئے ہیں ''جہل'' کے عذر ہونے سے متعلق ہیں اور ان کا تذکرہ اصولی انداز سے تمام ہی مقالہ نگاران نے کیا ہے، اس لئے تمام کے اسمائے گرامی نقل کرنے سے احتراز کیا گیا ہے۔

جہل کے سلسلہ میں اصول وضوابط:

مندرجہ ذیل حضرات مقالہ نگاران نے ''جہل'' سے متعلق بنیادی اصول وضوابط اپنے اپنے انداز سے بیان کئے ہیں:

مفتی اقبال احمد قاسمی صاحب نے جہل کے وہ مقامات جن میں جہل کو عذر تسلیم کیا گیا ہے اور جن میں نہیں کیا گیا ہے، کو ضابطہ کی شکل میں بیان کیا ہے اور اس سلسلے میں کل ۱۱ ضابطے تحریر کئے ہیں، مثلاً:

ضابطہ نمبر ۱- جہاں دین کی معلومات اور مسائل کا علم ممکن ہو وہاں لاعلمی اور جہل عذر نہیں ہے (بہ حوالہ احکام الاحکام ۴/ ۳۴۳)۔

ضابطہ نمبر ۲- مامورات میں جہل عذر نہیں ہے، منہیات وممنوعات جن کا ارتکاب جہل کی وجہ سے ہو جائے ان میں مبتلا بہ کو معذور تسلیم کیا جائے گا (بہ حوالہ احکام الاحکام دقیق العید ۴/ ۳۴۳)۔

ضابطہ نمبر ۳- جہل حقوق العباد میں موثر اور معتبر نہیں ہے، واقفیت کے بعد بندے سے وابستہ حقوق ادا کرنے لازم ہوں گے (بہ حوالہ قواعد الفقہ، من کتاب المغنی/ ۳۶۰، الجہل واثرہ)۔

ضابطہ نمبر ۴- کسی شئی کی حرمت کا علم ہو، مگر اس پر مرتب ہونے والی سزا سے لاعلمی کی صورت میں جہل معتبر نہیں ہے، جیسے زنا اور شراب (بہ حوالہ التقریر والتحبیر ۳/ ۴۱۶)۔

ضابطہ نمبر ۵- ایسے الفاظ کا تلفظ جن کے معانی سے تلفظ کرنے والا ناواقف ہو، تو یہ جہل اور ناواقفیت عذر تسلیم کی جائے گی (بہ حوالہ: الجہل واثر ۵/ ۴۱)۔

ضابطہ نمبر ۶- وہ امور جن کی حرمت سے عام طور سے لوگ واقف ہوتے ہیں، مگر نومسلم، صحراء جنگلات، پہاڑی علاقے اور وہ دور دراز انسانی آبادی یا خطے جہاں علم کی روشنی نہیں پہنچی اور وہ ان کی واقفیت اور علم سے محروم رہے، تو ان کے حق میں جہل عذر تسلیم کیا جائے گا (بہ حوالہ اشباہ سیوطی)۔

ضابطہ نمبر ۷-کسی غیر مسلم کا دار الاسلام میں قبول اسلام کے بعد احکام شرعیہ سے ناواقفیت عذر تسلیم نہیں کی جائے گی (بہ حوالہ بدائع ۱/ ۳۴۳)۔

ضابطہ نمبر ۸-نومسلم جسے احکام اسلام سیکھنے کی مہلت ہی نہیں ملی، اس کا جہل عذر تسلیم کیا جائے گا، مہلت کے باوجود علم سے کوتاہی نا قابل تسلیم عذر ہے (بہ حوالہ امام غزالی، احیاء علوم الدین ۴/ ۳۸۹)۔

ضابطہ نمبر ۹-ایسے دقیق مسائل جن کی واقفیت سے لوگ لاعلم ہوتے ہیں، بشرطیکہ ان کا تعلق ضروریات دین سے نہ ہو، تو یہ لاعلمی اور جہل عذر متصور ہوگا (اشباہ، شرح مسلم نووی ۱/ ۲۰۵)۔

ضابطہ نمبر ۱۰-ایسی جہالت اور لاعلمی جس سے بچنا متعذر اور دشوار ہو اس میں جہل عذر ہے، جیسے جھوٹی گواہی (بہ حوالہ الفروق للقرافی ۵/ ۱۵۵)۔

ضابطہ نمبر ۱۱-ایسا جہل جو اجتہاد صحیح یا شبہ کے مواقع پر واقع ہو، بشرطیکہ کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے خلاف نہ تو یہ جہل عذر ہے (بہ حوالہ غمز عیون البصائر ۳/ ۲۹۹، التوضیح مع شرح التلویح ۲/ ۳۹۳)۔

مفتی اشرف عباس قاسمی:

جن حالات میں جہل کو عذر نہ ماننے میں حرج و مشقت ہو جو شریعت میں مدفوع ہے، ان میں جہل عذر ہے اور جن حالات میں جہل کی کوئی خاص بنیاد نہ ہو، بلکہ اپنا تساہل و تغافل ہو ان میں جہل عذر نہیں ہے۔

مفتی ریاض ارمان قاسمی:

۱-ایسی چیزیں جن کی حرمت سے عام طور سے لوگ واقف ہوتے ہیں، ان میں جہل انہیں افراد کے لئے عذر مانا جائے گا، جبکہ وہ یا تو نومسلم ہوں، یا صحرا اور دور دراز علاقے کے باشندہ ہوں جہاں علم کی روشنی نہیں پہنچی۔

۲-کسی شئ کی حرمت سے آگاہ ہو، مگر اس پر مرتب ہونے والے احکام سے ناواقفیت کو عذر تسلیم نہیں کیا جائے گا (بہ حوالہ القاموس الفقہ، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)۔

مفتی عبد الرشید قاسمی کانپور:

۱-شریعت اسلامی میں جہل اسباب تخفیف میں سے ہے (بہ حوالہ آیت قرآنی سورہ مائدہ: ۸۵ سے استدلال)۔

۲-جمہور علماء کے نزدیک بندے کے مکلّف ہونے کی شرط یہ ہے کہ بندہ ان چیزوں کو جانتا ہو جن کا اسے مکلّف بنایا گیا ہے (القواعد لابن اللحکام/ ۹۳)۔

۳-شرعی احکام سے ناواقفیت کی وجہ سے گناہ اور اخروی عقوبت ساقط ہوجاتی ہے (بہ حوالہ الجامع مع الاحکام

للقرطبی ۳/۴۱۱، اشباہ للسیوطی/۱۲۵)۔

۴-علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جہل تمام احکام کے لئے مسقط نہیں ہے (حوالہ بالا)۔

۵-ماموارت کو مطلقا ترک کرنے کے لئے جہل عذر نہیں بنتا، علم ہونے کے بعد ماموارت پر مرتب ہونے والے احکام کی بجا آوری لازم ہوگی (بہ حوالہ الاشباہ للسیوطی/۱۲۵، اعلام الموقعین/۲۵)۔

۶-کسی شئ کی حرمت کہ علم اور اس پر مرتب ہونے والی سزا سے لاعلمی عذر نہیں ہے (القواعد لابن اللحام/۹۳، التقریر والتحبیر ۳/۳۱۶)۔

۷-ناواقفیت کی وجہ سے انسانی حقوق معاف نہیں ہوتے (بہ حوالہ القواعد الفقہیہ فی ظلال کتاب المغنی ۳۶۰)۔

۸-کسی لفظ کے معنی سے ناواقفیت اس کے حکم کو ساقط کر دیتا ہے (المنثور فی القواعد/۱۳، الاشباہ والنظائر/۱۲۶، مستفاد الجہل واثرہ ۳۹-۴۱)۔

ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی:

۱-دین کے وہ بدیہی مسائل جن سے ہر خاص وعام واقف ہوتے ہیں، ان میں ناواقفیت عذر نہیں، اسی طرح وہ عملی احکام جن پر تمام مذاہب کا اتفاق ہے، جو عام وخاص میں مشہور ہے جیسے نماز، روزے کی فرضیت، ان میں جہل عذر نہیں ہے۔

۲-واضح دلیل سے ثابت شئ کا جہل عذر نہیں ہے (بہ حوالہ شرح التلویح علی التوضیح ۲/۳۸۴)۔

۳-کسی شئ کی حرمت کے علم کے ساتھ اس پر مرتب ہونے والے اثرات سے ناواقفیت عذر نہیں (بہ حوالہ اشباہ/۲۰۱)۔

۴-دارالحرب میں نو علم ہونے کی وجہ سے پیدا ہونے والا جہل عذر ہے (بہ حوالہ فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت ۱/۱۶۱)۔

۵-شبہ کی بنا پر پیدا ہونے والا جہل عذر ہے (بہ حوالہ روضۃ الطالبین ۷/۱۶۰، المغنی ۷/۴۴۲، بدایہ ۲/۱۰۰، جامع الاسرار ۵/۱۳۴۶)۔

۶-حقوق اللہ میں منہیات سے ناواقفیت عذر ہے، ماموارت سے نہیں (بہ حوالہ معاویہ بن حکم سے مروی حدیث سے استدلال، مسلم حدیث نمبر: ۵۳۷، المنثور فی القواعد ۲/۱۵، الاشباہ والنظائر للسیوطی/۱۹۲)۔

۷-لفظ کے مفہوم سے ناواقفیت عذر ہے (بہ حوالہ المغنی ۸/۲۸۰)۔

۸-بغض وعناد کی بنیاد پر اختیار کردہ جہل عذر نہیں، واضح دلیل کو ترک کرنے کی وجہ سے پیدا ہونے والا جہل عذر نہیں، البتہ کتاب وسنت مشہورہ اور اجماع کے خلاف اجتہاد، یہ گناہ کے حق میں عذر ہے، فیصلہ میں نہیں، جائز اجتہاد میں جہل

عذر ہے اور فیصلہ بھی اس کے مطابق حکم نافذ ہوگا،محل ومقام کی بنا پر پیدا ہونے والا جہل عذر ہے، جیسے دارالحرب کے نومسلم کا احکام شرعیہ سے ناواقف ہونا (بہ حوالہ فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت ۱/۱۶۰)۔

نیز مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا صبغت اللہ مولوی زادہ افغانستان، مولانا محمد مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، وغیرہم نے بھی تفصیل سے اپنے اپنے مقالوں میں ان کو ذکر کیا ہے (دیکھئے: مذکورہ حضرات کے مقالات)۔

مولانا عبیداللہ ندوی:

مولانا موصوف نے اصول وضوابط بیان کرتے ہوئے مندرجہ ذیل امور کی نشاندہی کی ہے:

☆ شریعت اسلام میں جہل اسباب عفو وتخفیف میں سے ہے (بہ حوالہ الموافقات ۱/ ۲۶۳، الاشباہ ۱/ ۷)۔

☆ جمہور اہل علم کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ تکلیف (حکم شرعی کا مکلّف ہونا) کسی صحت کی شرائط میں سے ہے کہ مکلّف کو جس چیز کا مکلّف بتایا گیا ہے وہ اس سے واقف ہو (القواعد لابن اللحام/ ۹۳، اٹھواں قاعدہ)۔

☆ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جہل تمام احکام کے لئے مسقط نہیں ہے (الاشباہ للسیوطی/ ۱۲۵، الجامع لاحکام القرآن ۳/ ۴۱۱)۔

☆ اہل علم کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ جہل آخرت میں گناہ کو ساقط کرنے والا ہے (حوالہ سابق)۔

☆ اس پر بھی اتفاق ہے کہ ترک مامورات میں جہل مطلقا عذر نہیں ہے (الاشباہ للسیوطی/ ۱۲۵)۔

☆ کسی شئ کی حرمت سے واقفیت اور اثر سے ناواقفیت عذر نہیں ہے (القواعد لابن اللحام/ ۹۳، التقریر والتحبیر ۳/ ۴۱۶-۱۴)۔

☆ اس پر بھی اتفاق ہے کہ حقوق العباد میں جہل، نسیان اور خطا عذر نہیں ہے (القواعد والضوابط الفقہیہ من کتاب المغنی/ ۳۶۰)۔

☆ الفاظ کے معانی سے جہل حکم کو ساقط کر دیتا ہے، معنی جہل عذر ہے (الاشباہ للسیوطی/ ۱۲۶، المنثور فی القواعد/ ۱۳)۔

امام قرافی مالکی کا بیان کردہ ضابطہ:

”**والضابط ما یعفی عنه من الجهالات: الجهل الذی یتعذر الاحتراز منه عادة ومالا یتعذر منه ولا یشق لم یعف عنه**“ کو اکثر مقالہ نگار حضرات نے ضابطہ کے طور پر ذکر کیا ہے (دیکھئے مقالات: محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا محمد مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی، مفتی محمد عثمان بستوی، مفتی اقبال احمد کانپور، ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی، مفتی اقبال محمد

ٹنکاروی، مولانا روح الامین مظاہری، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی وغیرہم۔

سوال نمبر:۲ –عقائد کے باب میں جہالت کے عذر تسلیم کئے جانے یانہ کئے جانے کے بارے میں متکلمین اور فقہاء کا کیا موقف ہے؟"ضروریات دین" اور "قطعیا ت دین" سے کیا مراد ہے؟اگر کوئی کلمہ گو شخص ناواقفیت کی وجہ سے ضروریات دین یا قطعیات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس کے بارے میں مسلمانوں کو کیا رویہ اختیار کرناچا ہئے؟

ضروریات دین:

اس سوال کے جواب میں تمام مقالہ نگاران نے ''ضروریات دین'' کی تفصیل ان الفاظ میں درج فرمائی ہے کہ وہ احکام جو کتاب اللہ، سنت مشہورہ، متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہوں اور اسلام کے ابتداء سے لے کرآج تک بلا انقطاع اس طرح نسل درنسل منتقل ہوتے ہوئے آرہے ہوں کہ اس کا جھوٹ ہونا محال ہو، جیسے توحید، رسالت، آخرت، صفات باری، اسلام کے ارکان خمسہ، عقیدہ ختم نبوت، بعث بعدالموت۔

قطعیات دین اورضروریات دین میں فرق:

کچھ مقالہ نگار کی رائے میں دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، ضروریات دین اورقطعیات دین میں صرف الفاظ اور تعبیر کا فرق ہے، دونوں ایک ہی چیز ہیں۔

بعض حضرات نے اس طرح فرق کرنے کی کوشش کی ہے کہ جو احکام نصوص قطعیہ، مشہورہ، متواترہ سے ثابت ہوں، یعنی قطعی الدلالہ نصوص سے ثابت ہوں، وہ دین میں قطعیات ہیں، اور وہی ضروریات دین بھی ہیں، اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔

ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی: ''ضروریات دین'' سے مراد یہ ہے کہ وہ دینی امور ایسے ہوں جن کو سمجھنے اوراخذ کرنے کے لئے کسی اجتہاد یا تاویل کی ضرورت نہ ہو، اصول عقائد، توحید، رسالت اور آخرت اور ارکان اسلام (دیکھئے موصوف کا مقالہ)۔

مولانا عبدالرشید قاسمی: جن کا دین اسلام سے ہونا بالکل بدیہی ہو، خواص سے گذر کرعوام تک اس کا علم پہنچ گیا ہو، وہی ضروریات دین، اورقطعیات دین ہیں، اسی کو''معلوم من الدین بالضرورۃ'' کہاجا تا ہے (دیکھئے: مقالہ موصوف)۔

مفتی محمد صادق مبارکپوری: ضرورت دین ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کا حضرت رسول اللہ ﷺ کے دین سے ہونا

قطعی اور یقینی ہو اور حد تواتر اور شہرت تک پہنچ گیا ہو (دیکھئے: مقالہ موصوف)۔

مفتی اقبال احمد قاسمی کانپور: شریعت کے وہ قطعی احکام جو مسلمانوں کے ہر طبقہ خاص و عام میں اس طرح مشہور و معروف ہو جائیں کہ ان کا حاصل کرنا کسی خاص اہتمام اور تعلیم وتعلم پر موقوف نہ رہے (دیکھئے: موصوف کا مقالہ)۔

مولانا ظفر عالم ندوی: قطعیات دین سے مراد اسلام کے وہ احکام ہیں جن کا ثبوت بھی قطعی ہو اور دلال بھی قطعی ہو (دیکھئے مقالہ موصوف)۔

مولانا ریحان مبشر: جو بتواتر ہم تک پہنچی ہوں اور اس کی شہرت اس طرح خاص و عام مسلمانوں میں ہو کہ عوام تک اس سے واقف ہوں، ضروریات دین اور قطعیات دین دونوں یکساں ہیں۔

"والمراد بالضروريات على ما اشتهر فى الكتب، ما علم كونه من دين محمد ﷺ بالضرورة، بأن تواتر عنه واستفاض وعلمته العامة كالواحدانية والنبوة وختمها بخاتم الأنبياء وانقطاعها بعده، وكالبعث والجزاء ووجوب الصلاة والزكاة وحرمة الخمر ونحوها، سمى: ضروريا؛ لأن كل أحد يعلم أن هذا الأمر مثلا من دين النبى ﷺ ولا بد،فكونها من الدين ضرورى وتدخل فى الإيمان" (اکفار الملحدین للعلامۃ الکشمیری ۲/۲۷۳، طبع کراچی) (ماخوذ از مقالہ: مفتی اشرف عباس قاسمی، مولانا ریحان مبشر قاسمی)۔

"وهو تصديق محمد ﷺ فى جميع ماجاء به عن الله تعالى مما علم مجيئه ضرورة، قال: ابن عابدين: وإذ عانه لما علم بالضرورة أنه من دين محمد ﷺ بحيث تعلمه العامة من غير افتقار إلى نظر واستدلال كالوحدانية والنبوة، والبعث والجزاء، ووجوب الصلاة والزكاة وحرمة الخمر ونحوها" (ردالمحتار لابن عابدین الشامی ۶/۳۵۴، ۳۵۵) (مولانا ریحان مبشر قاسمی)۔

مفتی سید باقر ارشد قاسمی: ضروریات دین ایسے بدیہی امور کو کہا جاتا ہے جو مسلمان تو مسلمان کفار اور عامۃ الناس تک ان سے واقف ہوتے ہیں، دوسری جگہ لکھتے ہیں: ضروریات دین وہ امور ہیں جن کا اسلام کے ساتھ ایسا تعلق ہو جس پر کسی واضح بدیہی دلیل کی حاجت نہ ہو، یعنی مشہور خاص و عام ہوں۔

"الضروريات: هى التى لا بدمنها فى قيام مصالح الدين والدنيا بحيث إذا فقدت لم تجر مصالح الدنيا على استقامه، بل عدفساد وتهارج وفوت حياة، وفى الأخرة فوت النجاة والنعيم، الرجوع بالخسران المبين" (موافقات للشاطبی ۲/۸، دیکھئے: مقالہ موصوف)۔

مولانا عبید اللہ ندوی: ضروریات دین سے مراد وہ احکام ومسائل ہیں جو اسلام اور مسلمانوں میں اتنے مشہور ہوں

کہ مسلمانوں کے ان پڑھ لوگوں تک کو ان سے واقفیت ہو، جیسے نماز پنج گانہ اور رزوں کا فرض ہونا، فجر کی دو رکعت اور ظہر کی چار رکعت۔

اورانہیں احکام قطعیہ کو ضروریات دین سے تعبیر کیا جاتا ہے (دیکھئے موصوف کا مقالہ، نیز مولانا رحمت اللہ ندوی)۔

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی: ضروریات دین سے مراد اسلام کے ایسے امور ہیں جن کا دین ہونا ظاہر و باہر ہو اور عامۃ الناس بھی ان سے واقف ہوں، مگر ہر فرد کا واقف ہونا ضروری نہیں ہے، نیز ضروریات کا براہین قاطعہ سے ثابت ہونے والے امور میں سے ہونا ضروری نہیں ہے (بہ حوالہ کتاب الفروق للقرافی ۴/۱۲۷۸)۔

مفتی محمد ریاض ارمان قاسمی: ضروریات دین ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کا حضرت رسول مقبول ﷺ کے دین سے ہونا قطعی اور یقینی ہو اور حد تواتر وشہرت عام تک پہنچ چکا ہو (بہ حوالہ اکفار الملحدین ۲/۱۳) (دیکھئے موصوف کا مقالہ، نیز محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی)۔

روح الأمین مظاہری: دین کی وہ بنیادی باتیں جن کا علم اتنا مشہور ہو کہ ان کو سمجھنے کے لئے دلیل و برہان ضروری نہ ہو)۔

”وهو ما يعرف منه الخواص والعوام من غير قبول التشكيك فالتحق بالضروريات كو جوب الصلاة والصوم وحرمة الزنا والخمر“ (شرح علی جمع الجوامع ۲/۲۳۸)۔

مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی: قطعیات دین سے مراد وہ امور واشیاء ہیں جو کتاب اللہ یا حدیث صحیح جس کی سند میں کوئی شک نہ ہو سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو، ضرورت دین سے مراد مجموعی عقائد، شرعی فروعی واضح ظاہر و بدیہی احکام جو متواتر طریقہ سے قطعی طور پر ثابت ہوں، ان میں کسی کا اختلاف نہ ہو (بہ حوالہ مستصفی للغزالی ۸/۳۴۸، المخول ۴/۵۳۴، المقاصد الشرعیہ لابن عاشور ۸/، شرح مختصر خلیل للخرشی ۸/۶۵، منح الجلیل شرح مختصر خلیل ۹/۲۰۶)۔

مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی: جو امور خصوصیات قطعیہ یا لوازمات دینیہ جن کا ثبوت نصوص قرآن واحادیث اور اجماع کی دلائل قطعیہ سے ہو وہ قطعیات دین ہیں، مثلاً عقیدہ ختم رسالت، عقیدہ ختم عظمت صحابیت، عقیدۂ نجات اہل السنہ والجماعہ (دیکھئے: موصوف کا مقالہ)۔

حافظ کلیم اللہ عمری مدنی: متکلمین کی اصطلاح میں ضروریات دین سے وہ مسائل مراد ہیں جو عوام وخواص کو یکساں طور پر معلوم ہوتے ہیں ان کو جاننے کے لئے کسی غور وفکر کی ضرورت نہیں ہے اور ضرورت دین میں وہ چیزیں ہیں جن کا رسول اللہ ﷺ کے دین سے ہونا قطعی اور حد تواتر وشہرت عام تک پہنچ چکا ہو (بہ حوالہ اصول تکفیر/۲۶۹، اکفار الملحدین/۲۰۲، منقول از فتاوی

محمودیہ ۱/۱۹۰) (دیکھئے موصوف کا مقالہ، نیز مفتی محمد عثمان بستوی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی)۔

ضروریات دین اور قطعیات کے منکر کا حکم، اور مسلمانوں کا رویہ:

یہ اتفاقی رائے ہے: اور تقریباً تمام ہی مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ ناواقفیت کی وجہ سے ضروریات دین کا انکار کرنے والے شخص کو کافر نہیں دیا جائے گا اور اسے معذور سمجھا جائے گا، جب تک اس کو دین پیش کر کے اتمام حجت نہ کرلیا جائے اور اتمام حجت بعد بھی اپنے انکار پر اگر مصر رہے تب اس پر کفر کا حکم لگے اور مسلمان بھی اس کے ساتھ کافروں جیسا برتاؤ نہیں کریں گے، جب تک اس کو دین کی تبلیغ نہ کردی جائے، البتہ اس مسئلہ میں ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی کا اختلاف ہے۔

دونوں میں فرق کرتے ہوئے مقالہ نگاران نے کلمہ گو شخص کے ناواقفیت میں ضروریات دین کے انکار کا حکم اور مسلمانوں کے اس کے ساتھ برتاؤ کو الگ الگ انداز سے بیان کیا ہے جو اس طرح ہے:

☆ ضروریات دین کا انکار یا باجماع امت مطلقاً کفر ہے اور قطعیات محض جو شہرت میں اس درجہ کو نہیں پہنچے حنفیہ کی تشریح کے مطابق اگر کوئی عامی آدمی ناواقفیت کیوجہ سے کسی کا انکار کردے تو اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا، بلکہ پہلے اس کی تبلیغ کی جائے گی اس کے بعد بھی مصر ہے تو پھر کافر قرار دیا جائے گا (دیکھئے: مقالہ مفتی اقبال محمد ٹنکاروی)۔

☆ مفتی محمد عثمان بستوی کے خیال میں جہالت کی بنیاد پر ضروریات دین میں سے کسی امر ضروری کے منکر کی فی الفور تکفیر نہیں کی جائے گی اور جہالت کو عذر تسلیم کیا جائے گا، ضروریات دین کے منکرین کے سلسلہ میں اہل اسلام کو فی الفور تکفیر سے احتراز کرتے ہوئے ان کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرنا چاہئے، اور اس کے باوجود بھی ہٹ دھرمی پر آمادہ رہیں تب ان کی تکفیر میں شبہ بھی نہیں کرنا چاہئے، اور مسائل دقیقہ میں تعلیم کے بعد بھی تکفیر نہیں کرنا چاہئے (دیکھئے موصوف کا مقالہ)۔

حافظ کلیم اللہ عمری مدنی: ضروریات دین یا قطعیات دین میں سے کسی چیز کا انکار عمداً کرے تو وہ کافر کہلائے گا، البتہ جہل کی وجہ سے منکر ہو تو اس پر حجت قائم ہونے تک معذور سمجھا جائے گا، دلائل کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو جائے تو وہ منکر کافر شمار ہوگا۔

مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی: ایسے جاہل منکر شخص کے لئے مناسب حکم یہی ہے کہ اس کو کافر نہ کہا جائے اور اس کی عذر جہل قبول کی جائے، اس کے ساتھ مسلمانوں کا رویہ معاندانہ نہیں، بلکہ مشفقانہ ہونا چاہئے، جیسا کہ حضرت امام محمدؒ نے اس عورت کو کافرہ قرار نہیں دیا، بلکہ فرمایا جاؤ اور علم دین سکھاؤ، مناسب ہوگا کہ کسی عالم دین کے پاس لے جایا جائے، تاکہ اس کی اصلاح کردیں یا قریب کی مسجد اور مدرسہ یا اچھے عالم یا مدرس کی صحبت میں بیٹھ کر ضروریات دین سیکھنے کی ترغیب

دیں (دیکھئے: مقالہ موصوف)۔

مفتی لطیف الرحمٰن ممبئی: اگر کوئی عام آدمی بوجہ ناواقفیت و جہالت کے ان کا انکار کر بیٹھے تو بھی اس کو کافر و مرتد ہونے کا حکم صادر نہ کیا جائے، بلکہ اس کو تبلیغ کی جائے کہ یہ حکم اسلام کے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ میں سے ہے اور ان کا انکار کفر ہے، اس کے بعد بھی اگر نہ مانے تب اس کو کافر قرار دیا جائے گا (دیکھئے مقالہ موصوف)۔

مولانا صبغت اللہ مولوی زادہ افغانی: ایسے شخص کو معذور سمجھا جائے جب تک اس کو کوئی تعلیم نہ دے دے، اس کے بعد بھی اگر اپنے خیال پر مصر ہو تو پھر کافر قرار دیا جائے گا۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی: ایسے لوگوں سے دوری نہیں اختیار کی جائے گی، اور صحیح ایمان و عمل کی تعلیم دی جائے گی، حضرت عمر کا اثر: "**وإن كان لايعلم فعلّموه**" (التقریر والتحبیر لابن امیر حاج ۳/ ۳۲۷)۔

مولانا مصطفیٰ عبد القدوس ندوی: جہاں علم دین حاصل کرنے اور شرعی احکام سے واقفیت کے ذرائع و اسباب اور مواقع فراہم نہیں ہیں، اور قطعیات دین اور ضروریات دین میں سے کسی حکم کا انکار کریں تو ان کو کافر قرار نہ دیا جائے، بلکہ ان کو معذور سمجھا جائے گا، کیونکہ ان حالات میں شرعی احکام کی معرفت سے قاصر ہیں اور ان حالات میں علم دین کے حصول میں ان کے لئے بڑی مشقت اور عظیم حرج ہے (بہ حوالہ اسنی المطالب فی شرح روض الطالب ۱/ ۴۶، الذخیرہ للقرافی ۶/ ۲۹)۔

مفتی محمد ریاض ارمان قاسمی: کوئی کلمہ گو شخص ناواقفیت کی وجہ سے ضروریات دین یا قطعیات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ ضروریات دین کا انکار باجماع امت مطلقا کفر ہے، ناواقفیت و جہالت کو اس میں عذر نہ قرار دیا جائے اور نہ کسی قسم کی تاویل سنی جائے گی، اور قطعیات محضہ جو شہرت میں اس درجہ کو نہ پہنچے ہوں تو حنفیہ کے نزدیک اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا عامی آدمی بوجہ ناواقفیت و جہالت کے ان کا انکار کر بیٹھے تو ابھی اس کے کفر وارتداد کا حکم نہ کیا جائے گا، بلکہ پہلے اس کو تبلیغ کی جائے گی کہ یہ حکم اسلام کے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ احکام میں سے ہے، اس کا انکار کفر ہے، اس کے بعد بھی اگر انکار پر قائم رہا تب کفر کا حکم کیا جائے گا (بہ حوالہ مسامرہ/ ۱۴۹، بحوالہ جواہر الفقہ تکفیر کے اصول ۱/ ۲۷-۲۸)۔

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی: ضروری امور میں سے کسی کا کوئی شخص انکار کرتا ہے تو ایسے شخص کو واقف کرانا چاہئے کہ یہ دینی امر ہے اس کا انکار کفر ہوتا ہے، پھر بھی وہ نہیں مانتا ہے تو اس کو معذور نہیں سمجھا جائے گا (بہ حوالہ کشف الاسرار عن اصول البزدوی ۴/ ۴۶۲)۔

مولانا عبید اللہ ندوی: اگر کوئی عامی آدمی بوجہ قطعیات دین کا انکار کر بیٹھے تو فوراً اس کے کفر وارتدار کا حکم نہ

لگایا جائے گا، بلکہ اس کو تبلیغ کی جائے گی کہ یہ حکم قطعی الدلالہ احکام میں سے ہے اس کا انکار کفر ہے، اس کے بعد بھی وہ اپنے انکار پر قائم رہے تو پھر کافر ہوگا۔

مولانا عبدالرب عبدالوہاب واپی اور مفتی ظفر عالم ندوی صاحب کی بھی یہی رائے ہے۔

مولانا اشرف عباس قاسمی: تکفیر کا حکم لگانے میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہئے، حالات کو اچھی طرح سمجھ کر اور صاحب معاملہ کی فہمائش کرکے ہی حکم لگانا چاہئے، کسی کے خلاف کفر کا فتوی انتہائی نازک اور بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔

مولانا ریحان مبشر قاسمی: موجودہ ہندوستان میں قطعیات دین یا ضروریات دین کے انکار کے وقت اگر مسئلہ سے ناواقفیت کا عذر پیش کیا جائے تو اسے قبول کیا جائے گا اور کفر کا حکم نہیں لگے گا۔

"قال ابن العربی: الجاهل والمخطی من هذه الأمة، ولو عمل من الکفر والشرک ما یکون صاحبه مشرکا أو کافرا، فإنه یعذر بالجهل والخطأ حتی تبیین له الحجة التی یکفرتارکها بیانا واضحاما یلتبس علی مثله، وینکر ما هو معلوم بالضرورة من دین الإسلام، مما أجمعوا علیه إجماعا قطعیا یعرفه کل المسلمین من غیر نظر وتأمل، ولم یخالف فی ذلک إلا أهل البدع" (محاسن التأویل ۵/۲۱۹-۲۲۰)۔

مولانا محمد صابر حسین ندوی: پہلے اس کی فہمائش کرنی چاہئے، یک بیک کفر کا فتوی درست نہیں ہے، نیز دیگر احکام کی نفع پر فاسقانہ کردار کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔

مفتی اقبال احمد کانپور: اس کے کفر وارتداد کا حکم نہ کیا جائے گا، بلکہ پہلے اس کی فہمائش کی جائے گی کہ یہ حکم اسلام کے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ احکام میں سے ہیں، اس کا انکار کفر ہے، اس کے بعد بھی اگر اپنے انکار پر قائم رہے تو کفر کا حکم لگایا جائے گا (بہ حوالہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب)۔

یہی رائے مفتی محمد صادق مبارکپوری کی ہے (بہ حوالہ سامرہ/ ۱۴۹)، مفتی عبدالرشید قاسمی کی بھی یہی رائے ہے کہ جب تک شبہات زائل اور رفع جہل کرکے اتمام حجت نہ کرلیا جائے اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔

ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی: اگر کوئی کلمہ گو شخص ناواقفیت کی وجہ سے کسی چیز کا انکار کرے تو وہ کافر ہے، اور تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سے قطع تعلق کرلیں، اور اہل علم کو چاہئے کہ اس کے شکوک وشبہات کو دور کرکے صحیح عقیدے کی طرف لانے کی کوشش کریں (گویا موصوف کے نزدیک اس کلمہ گو شخص کی ناواقفیت عذر نہیں ہے)۔

مفتی باقر ارشد قاسمی: جہل کی بنیاد پر اگر کسی ضروریات دین کا انکار کرتا ہے تو پھر وہ جب تک جان نہ لے معذور

ہوگا اس کی ناواقفیت کو عذر تسلیم کیا جائے گا، ایسے شخص کے ساتھ مسلمانوں کا رویہ ایسا ہو کہ اس کو اس کے جاہلانہ انکار کی طرف توجہ دلائی جائے اور اس کی تعلیم دی جائے اس کے ساتھ کافر جیسا سلوک یا اس پر کفر کے احکام جاری کرنا جائز نہ ہوگا (بہ حوالہ الموسوعۃ الفقہیہ مادہ: جہل، المغنی کتاب المرتد فصل وجوب استتابۃ المرتد ۷۷/۱۰، حدیث: "من قال لا إله إلا الله دخل الجنة")۔

سوال نمبر ۳- عملی احکام کے بارے میں حکم شرع سے ناواقفیت (جہل) کو عذر ماننے یا نہ ماننے کے سلسلے میں بہت سے فقہاء نے دار الاسلام اور دار الحرب میں فرق کیا ہے، دار الاسلام میں جہل کو عموماً عذر نہیں مانا ہے اور دار الحرب میں عذر مانا ہے، اس فرق کی وجہ بہ ظاہر یہ ہے کہ دار الاسلام جہاں زمام اقتدار مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے اور وہاں مسلمان عموماً اسلامی نظام زندگی نافذ و رائج کرتے ہیں، اس پس منظر میں ہندوستان جیسے ممالک جہاں مسلمان صدیوں سے بہت بڑی تعداد میں آباد چلے آرہے ہیں لیکن وہاں زمام اقتدار غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہے، انہیں جہل کے حوالہ سے دار الحرب کے زمرہ میں رکھا جائے گا یا دار الاسلام کے زمرہ میں، یعنی یہاں کے مسلمانوں کے لئے جہل (حکم شرع سے ناواقفیت) عذر شمار ہوگا یا نہیں؟ پورے ملک کے مسلمانوں کا یکساں حکم ہوگا یا مختلف علاقوں کا وہاں کے حالات کے اعتبار سے الگ الگ حکم ہوگا، مثلاً جن علاقوں میں مسلمانوں کے دینی تعلیم کے ادارے وافر مقدار میں موجود ہوں اور وہاں احکام شرع سیکھنا بہ سہولت ممکن ہو وہاں جہل کو عذر نہ مانا جائے اور جہاں صورت حال اس سے بالکل مختلف ہو وہاں جہل کو عذر مانا جائے؟۔

پہلی رائے - اس مسئلہ کے جواب میں مقالہ نگار حضرات کی دو رائے ہے۔

عذر تسلیم کیا جائے گا:

اکثر یعنی ۲۷ میں سے ۲۱ مقالہ نگاران کی رائے یہ ہے کہ ہندوستان کو تو جہل کے احکام میں عمومی طور سے دار الحرب کے زمرے میں نہیں رکھا جائے گا، اور نہ ہی عمومی طور سے ہندوستان کے مسلمانوں کے حق میں جہل کو عذر تسلیم کیا جائے گا، البتہ ہندوستان کے وہ علاقے جہاں وافر مقدار میں مدارس و مکاتب اور تبلیغ دین کا سامان موجود ہے اور آسانی علم سیکھا جا سکتا ہے، ان علاقوں کے لوگوں کے حق میں تو فروعی اور عملی احکام میں جہل اور ناواقفیت کو عذر تسلیم نہیں کیا جائے گا، لیکن وہ مقامات جہاں دین سیکھنے کے مواقع نہیں ہیں، اور نہ ہی ان علاقون کا علم وعلماء سے واسطہ ہے، یا حکومت کی طرف سے ان پر پابندیاں اور رکاوٹیں ہیں، جیسے نکسلائٹ اور پہاڑی علاقے ان علاقوں کے لوگوں کے حق میں جہل کو عذر تسلیم کیا جائے گا، اور دونوں کے احکام میں اس باب میں فرق کو ملحوظ رکھا جائے گا، اس رائے کو مندرجہ ذیل حضرات نے اختیار کیا ہے:

مفتی سید باقر ارشد قاسمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا صبغت اللہ مولوی زادہ افغانی، مفتی لطیف الرحمٰن ممبئی، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، حافظ کلیم اللہ عمری، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا مصطفٰی عبد القدوس

ندوی، مولانا روح الامین مظاہری، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا عبدالرب عبدالوہاب واپی، مولانا فضل الرحمٰن اصلاحی قاسمی، مفتی ریحان مبشر قاسمی، مفتی ظفر عالم ندوی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مفتی اقبال احمد قاسمی کانپور، مفتی صادق مبارکپوری، مفتی عبدالرشید قاسمی کانپور، نیز شیخ محمود سید داؤد (بحرین) کے نزدیک چونکہ اصل مدار حکم سے واقفیت اور عدم واقفیت ہے اس اعتبار سے شیخ محمود سید داؤد کی بھی یہی رائے سمجھی جائے گی۔

دوسری رائے - عذر تسلیم نہیں کیا جائے گا:

اس سوال کے جواب میں دوسری رائے کے حامل حضرات کا نقطہ نظر یہ ہے کہ چونکہ علم دین کے حصول کی فراوانی اور ملک کے مذہبی آزادی کے قانون نے اس ملک کو ایک طرح سے اس معاملہ میں دارالاسلام کے زمرے میں شامل کر دیا ہے، نیز موجودہ دور میں انفارمیشن ٹکنالوجی کی سہولت نے علم کے حصول کی راہیں مزید آسان کر دی ہیں اور ہندوستان کے کسی بھی خطہ میں جا کر علم حاصل کیا جا سکتا ہے، اس لئے عملی احکام کے بارے میں حکم شرعی سے ناواقفیت کو عذر تسلیم نہیں کیا جائے گا، اس رائے کو مندرجہ ذیل حضرات نے اختیار کیا ہے:

ڈاکٹر مفتی محمد شاہ جہاں ندوی، مفتی عبدالمنان قاسمی آسام، مفتی محمد ریاض ارمان القاسمی۔

ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی صاحب نے اپنے موقف کو موکد کرنے کے لئے پانچ وجوہات ذکر کی ہیں، جو اس طرح ہیں:

☆ اقلیتوں کو ملکی آئین کے مطابق اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے اور مذہبی تعلیم کی مکمل آزادی ہے۔

☆ مختلف جدید وسائل کے ذریعہ دینی مسائل معلوم کرنا سب کے اختیار میں ہے، اس لئے حریت فکر ورائے کے اس دور میں محض اقتدار غیر مسلوں کے ہاتھوں میں ہونے سے کوئی ملک دارالحرب نہیں بن جائے گا، جبکہ آئین کی رو سے ہر فرد کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔

☆ اس ترقی یافتہ دور میں بنیادی دینی تعلیم سے دور رہنا کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

☆ اس تعلیم کے بہاؤ کے دور میں دینی تعلیم سے ناواقفیت کے سلسلہ میں کسی کو معذور نہیں سمجھا جا سکتا، خاص طور سے ایسی حالت میں کہ دینی تعلیمی ادارے ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہیں، البتہ ایسے عملی احکام جن سے ماہرین ہی واقف ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں اس فرد کی حالت کو دیکھ کر جہل کو گذشتہ بیان کردہ اصول وضوابط کی روشنی میں عذر قرار دیا جا سکتا ہے۔

☆ محض زمام اقتدار غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہونے اور صلح ومعاہدہ کے طور پر کفار کی اطاعت کی وجہ سے کوئی ملک

دارالحرب نہیں بن جائے گا، جبکہ آئین کی رو سے مذہبی آزادی اور مذہبی ادارے قائم کرنے کے مواقع حاصل ہیں۔

مفتی عبدالمنان قاسمی آسام کہتے ہیں کہ پورے ملک میں مواقع موجود ہیں کہیں بھی جاکر علم حاصل کیا جاسکتا ہے، اس لئے کسی بھی علاقے میں جہل عذر نہیں ہے، پورے ملک کا حکم یکساں ہے۔

مفتی ریاض ارمان قاسمی: آج انفارمیشن ٹکنالوجی کے دور میں جہالت کے کوئی معنی نہیں رہ جاتے ہیں، اور اگر کوئی کچھ حاصل نہ کرنا چاہے تو الگ بات ہے۔

عذر تسلیم کئے جانے کے دلائل وشواہد:

”لا يكلف الله نفسا إلا وسعا“ (سورۂ بقرہ:۲۸۶) (مفتی عبدالرشید کانپور)۔

”الاسلام عندما يتحدث عن العلم ويحث عليه ويدفع الناس إليه، فإنه لا ينسى أن الناس متفاوتون فى الفهم والتحصيل وهم كذلك غيرمتساويين فى اسباب تحصيل العلم، فمنهم من هيئت له أسباب المعرفة، ومنهم المحروم منها بشكل كلى أو جزئى“ (تاثیر عارض الجہل ۲۱۶) (دیکھئے مقالہ: ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی)۔

☆”كل من جهل تحريم شئ مما يشترك فيه غالب الناس لم يقبل منه دعوى الناس إلا أن يكون قريب عهد بالإسلام أو نشأبادية بعيدة يخفى فيها مثل ذلك كتحريم الزنا والقتل والسرقة والخمر والكلام فى الصلاة“ (موسوعہ فقہیہ ۱۶/۱۹۹) (دیکھئے مقالہ: مفتی صادق مبارکپوری، مفتی محمد عثمان بستوی)۔

☆”فالجهل فى دار الحرب من مسلم لم يهاجر يكون عذرا فى الشرائع، حتى لو مكث مدة لم يصل فيها أولم يصم ولم يعلم أن عليه الصلاة والصوم لا يكون قضاء ها......لأن دارالحرب ليست بمحل استفاضة أحكام الإسلام، فيصير الجهل بالخطاب عذرا؛ لأنه غير مقصر فى طلب الدليل، وإنما جاء الجهل من قبل خفاء الدليل فى نفسه، حيث لم يشتهرفى دار الحرب بسبب انقطاع ولاية التبليغ عنهم“ (کشف الاسرار ۴/۱۴۶۶، الموسوعۃ الفقہیہ ۱۶/۱۹۹) (دیکھئے: مقالہ مفتی اقبال احمد کانپور)۔

☆”فان كان ممن لا يعرف الوجوب كحديث الاسلام والناشى بغير دارالإسلام أو بادية بعيدة عن الأمصار وأهل العلم لم يحكم بكفره“ (المغنی لابن قدامہ ۹/۱۱)۔

☆”وكثير من الناس قد ينشأ فى الأمكنة والأزمنة التى يندرس فيها كثير من علوم النبوات حتى لا يبقى من يبلغ ما بعث الله به رسوله من الكتاب والحكمة ولا يكون هناک من يبلغه ذلک،

ومثل هذا لايكفر"(مجموع الفتاوی لابن تیمیہ ۱۱/ ۴۰۷)۔

☆"إن الجهل عذرفی الإسلام إذا كان دليل الحرمة خفيا"(غمز عیون البصائر ۳/ ۳۰۸)(دیکھئے مقالہ: مولانا عبدالرب عبدالوہاب واپی)۔

"عن السائب بن يزيد قال:كنت قائما فی المسجد فحصبنی رجل فنظرت فإذا عمر بن الخطاب، فقال: إذهب فأتنی بهذين فجئته بهما، قال: من أنتما أو من أين انتما؟ قالا: من أهل الطائف، قال: لو كنتما من أهل البلد لأوجعتكما، ترفعان أصواتكما فی مسجد رسول الله ﷺ"(بخاری ۱/ ۱۰۱، حدیث نمبر: ۴۷۰)،وقال ابن حجر فی شرح: "لوكنتما"يدل على أنه تقدم نهيه عن ذلک، وفيه المعذرة لأهل الجهل بالحكم إذا كان مما يخفى مثله"(فتح الباری کتاب الصلاۃ باب رفع الصوت فی المسجد)(دیکھئے مقالہ: مولانا عبید اللہ ندوی)۔

"إن الأمكنة والأزمنة التی تفتر فيها النبوة لا يكون حكم من خفيت عليه آثار النبوة حتى أنكر ما جاء ت به خطأ كما يكون حكمه فی الأمكنة والأزمنة التی ظهرت فيها آثار النبوة"(بغیۃ المرتاب فی الرد علی المتفلسفۃ والقرامطۃ والباطنیۃ بحوالہ الرخص الشرعیہ/ ۲۸۹)(دیکھئے مقالات: مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا روح الامین مظاہری)۔

"عن حذيفة قال: قال رسول الله ﷺ: يدرس الاسلام كما يدرس وشئ الثوب حتى لا يدری ما صيام ولا صلاة ولا نسک ولا صدقة وليسرى على كتاب الله عزوجل فی ليلة، فلا يبقى فی الأرض منه آية، وتبقى طوائف من الناس الشيخ الكبير والعجوز يقولون: أدركنا أباء نا على هذه الكلمة: لا إله إلا الله، فنحن نقولها: فقال:ياصلة! ما يغنی عنهم لا إله إلا الله، وهم لايدرون ما صلاة ولا صيام ولا نسک ولا صدقة، فأعرض عنه حذيفة، ثم ردها عليه ثلاثا كل ذلک يعرض عنه حذيفة، ثم أقبل عليه فی الثالثة، فقال: يا صلة! تنجيهم من النار ثلاثا"(ابن ماجہ کتاب الفتن باب ذہاب القرآن والعلم/ ۲۹۳، والحاکم فی المستدرک ۴/ ۵۴۵)(دیکھئے مقالہ: مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

"وأما العوارض المكتسبة، فمنها الجهل بالشريعة فی دار الحرب من مسلم لم يهاجر إلينا، فيعذر بالجهل بالأحكام"(الوجیز/ ۱۳۷)(دیکھئے مقالہ: مولانا رحمت اللہ ندوی)۔

"مما تقدم يعلم أن الجهل حيث ما توفرت أسبابه ودواعيه التی لا يمكن دفعها أو عجزنا عن

ردها، فإنه يعذر صاحبه، وذلک فی أی مکان وزمان، وهذه قاعدة دلت عليها النصوص الشرعية التی لاینبغی الحياد عنها، کما جاء سابقا إما الإجابة علی هذا السوال (هل يعذر المسلمون بالجهل فی هذا الزمان)، بنعم أولا، فهذا لا نستطيع أن نجزم به علی وجه التحديد أو التعيين، لأنه ليس بمقدورنا فی هذا الزمان، وننظر إلی کل واحد منهم وإلی ظروفه وأحواله هل يعذر بالجهل أم لا"(الجهل وأثره علی التکليف لفاطمة الدردوری ۸۸)۔

قیود وشرائط:

مولانا محمد عثمان بستوی کہتے ہیں کہ جہل کے عذر ہونے کے سلسلہ میں اعتبار مکان کا نہیں ہے، بلکہ احکام شرعیہ کی شہرت اور عدم شہرت پر ہوگا، اگر دار الحرب میں احکام مشہورہ، مشہور ومعروف ہوں تو وہاں ان سے عدم واقفیت عذر نہیں ہے، اور اگر احکام مشہورہ، دار الاسلام میں غیر معروف وغیر مشہور ہوں تو وہاں جہل عذر ہے، تو فیصلہ شہرت اور عدم شہرت پر ہے، نہ کہ دار الاسلام اور دار الکفر پر۔

مولانا رحمت اللہ ندوی صاحب نے صرف دار الاسلام اور دار الحرب کو پیش نظر رکھتے ہوئے حکم بیان کیا ہے۔

مفتی سید باقر ارشد قاسمی اور مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی صاحب کے خیال میں جہل کے عذر ہونے کا حکم عمومی نہیں ہے، بلکہ کوئی خاص خطہ اور علاقہ ایسا ہو جہاں یہ صورت پائی جائے تو اس کا عذر قبول کیا جائے گا۔

سوال نمبر۴—دور حاضر میں جن مسائل میں جهل کے عذر ہونے نہ ہونے کی بات زیر بحث آتی رہتی ہے ان میں نکاح و طلاق وغیرہ کے کچھ مسائل بھی ہیں، نکاح و طلاق کے بہت سے مسائل عوام ہی کیا، عام علماء کو بھی معلوم نہیں ہوتے، فقہ و افتاء کے متخصصین ہی انہیں جانتے ہیں۔

حرمت مصاہرت کے بعض مسائل وجزئیات بھی اسی زمرہ میں آتے ہیں، مثلاً ''مس بالشہوۃ''، اور ''نظر بالشہوۃ'' سے حرمت مصاہرت کا ثابت ہونا، بعض اہل علم کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جو لوگ اس مسئلہ سے بالکل بے خبر ہوں ان کے حق میں حرمت مصاہرت کا حکم ثابت نہ ہو، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگاران کے دو رجحانات کی نشاندہی ہوتی ہے:

پہلا رجحان (حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی):

حرمت مصاہرت کے باب میں ''مس بالشہوۃ اور نظر بالشہوۃ'' سے حرمت کی بابت اگر کوئی مبتلا بہ شخص ناواقفیت کا

اظہار کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ اس سے بھی حرمت ثابت ہوجاتی ہے اور وہ اپنے بیان اور قول میں صادق وامین ہے تو اس کی اس بے خبری اور جہالت وناواقفیت کو عذر تسلیم کیا جائے گا اور اس کے نتیجہ میں حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی، اس رائے کومندرجہ ذیل حضرات نے اختیار کیا ہے:

ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مفتی عبداللطیف ممبئی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، حافظ کلیم اللہ عمری، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا مصطفی عبدالقدوس ندوی، مولانا روح الامین مظاہری، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا فضل الرحمٰن اصلاحی قاسمی، مفتی ظفر عالم ندوی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مفتی اقبال احمد قاسمی کانپور، مفتی عبدالرشید قاسمی کانپور، مفتی باقر ارشد قاسمی، ڈاکٹر مفتی شاہ جہاں ندوی، مولانا صبغت اللہ افغانی۔

دلائل ووجوہ:

حضرات مجوزین نے اس بات کو پیش نظر رکھا ہے کہ چونکہ ''مس اور نظر'' کو موجب حرمت قرار دینے والے دلائل نہ تو کتاب وسنت سے صراحتا ثابت ہیں اور نہ ہی قوی اور جن ائمہ مجتہدین نے اس کو موجب حرمت نہیں مانا ہے، ان کی دلیل قوی بھی ہے اور واضح بھی، اس لئے بطور خاص ان لوگوں کے حق میں جو ناخواندہ اور ناواقف ہوں، یا ایسے دور دراز کے علاقے میں آباد ہوں جہاں تک نہ تو علم کی روشنی پہنچی ہے اور نہ ہی ان کا اہل علم سے واسطہ ہے ان کی بے خبری اور ناواقفیت کو عذر تسلیم کیا جانا چاہئے، تاکہ اس کی وجہ سے اسلام دشمن عناصر جو اس طرح کے مسئلہ کو سامنے لاکر موقع بہ موقع اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نکتہ چینی کرتے رہتے ہیں، اور بسا اوقات اس کی وجہ سے جگ ہنسائی بھی ہوتی ہے اس سے بچا جاسکے، اس نقطہ نظر سے متعلق چند دلائل درج ذیل ہیں:

-''**وهو الذى خلق من الماء بشرا فجعله نسبا و صهرا**'' (سورۂ فرقان: ۵۴)۔

-''**حرمت عليكم أمهاتكم......**'' (سورۂ نساء: ۲۳)۔

-''**قال القاضى حسين: كل مسئلة تدق ويغمض معرفتها هل يعذر فيها العاصى؟وجهان: أصحهما؛نعم**'' (المنثور ۳/ ۱۵، الموسوعۃ الفقہیہ ۱۶/ ۲۰۱)۔

-''**والشهوة تعتبر عند المس والنظر حتى لو وجدا بغير شهوة، ثم اشتهى بعد الترك لا تتعلق به الحرمة**'' (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ۲/ ۱۰۸)۔

-''**فلو مس بغير شهوة، ثم انتهى عن ذلك المس لا تحرم عليه، وكذلك فى النظر، كما فى البحر، فلو اشتهى بعد ماغض بصره لا تحرم**'' (مجمع الأنہر ۱/ ۴۸۲)۔

-"ولو مسهاوعليه ثوب إن منع وصول حرارتها إلى يده لا تثبت الحرمة، وإن لم تمنع تثبت، ولو آخذ يدها ليقبلها بشهوة، فلم يفعل حرمت على ابنه"(الاختیار لتعلیل المختار ۱۰۱/۳)۔

-"الموضع الذی نحن فيه موضع الاحتياط، وقد يجاب بأنه نفس هذا الحكم وهو التحريم بالمس ثبوته بالاحتياط، فلا يجب الاحتياط فى الاحتياط"(فتح القدیر ۲۱۴/۳)۔

-"إن المس والنظر ليسا فى معنى الدخول، ولهذ الايتعلق بهما فساد الصوم والإحرام ووجوب الاغتسال، فلا يلحقان به، ولنا أن المس والنظر سبب داع إلى الوطى، فيقام مقامه فى موضع الاحتياط"(ہدایہ کتاب النکاح فصل فی بیان المحرمات)۔

-"مايتعذر الاحتراز عنه غالبا أو فى مشقة فجعله الشرع عذرا لمن ابتلى به"(الذخیرۃ للقرافی ۲۹/۶)۔

-"ضابط ما يعفى عنه من الجهالات: الجهل الذى يتعذر الاحتراز عنه عادة......ولذلک من وطئ امرأة أجنبية بالليل يظنها امرأته أو جاريته عفى عنه"(الفروق ۱۵۰/۲)۔

-"كما لا يحرم الزنا، لا يحرم المس ولا النظر بشهوة على أى حال، ولا يحرم النظر إلى وجهها ويديها، وإنما لا يحرم تقبيل الوجه أو اليد أو الفم أو لمسها بشهوة"(کتاب الفقہ علی المذاہب الأربعہ ۸۴/۷-۴۸)۔

-"ولا تحرم بالخلوة ولا التلذذ فيما دون الفرج، فلا يحرم النظر بشهوة، ولا اللمس والقبلة، ولا مقدمات الجماع كلها، وإنما يحرم نفس الوطء"(کتاب الفقہ علی المذاہب الأربعہ ۸۵۰)(دیکھئے مقالہ: مولانا رحمت اللہ ندوی)۔

☆ضرورت اور حرج میں بھی محض احتیاط اور احتیاط پر اصرار مقصد شریعت کے خلاف ہے(دیکھئے: المشاکل الحاضرۃ فی حرمۃ المصاہرۃ ۴۶۵)(مقالہ ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی)۔

حضرات مجوزین میں بہت سے مقالہ نگار نے ائمہ ثلاثہ کی رائے کوفتوی کے لئے اختیار کئے جانے کا عندیہ دیا ہے، جبکہ مولانا رحمت اللہ ندوی کہتے ہیں: اس باب میں بے خبری کا عذر ہونا عام نہیں ہے، بلکہ صرف ان دور دراز علاقوں کے لوگوں کے لئے ہے جن تک معلومات نہیں پہنچی اور جہالت ہے۔

دوسرا رجحان (مس بالشہوۃ اور نظر بالشہوۃ سے حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی):

حرمت مصاہرت کے مسئلہ میں دوسرا رجحان یہ ہے کہ چونکہ یہ عملی احکام میں سے ہے، عقائد ونظریات میں سے

نہیں ہے، اس لئے اس میں کسی قسم کا ''جہل'' معتبر نہیں ہے اور مبتلاء بہ کی ناواقفیت اور بے خبری کو عذر قرار نہیں دیا جائے گا، اور مس بالشہوۃ اور نظر بالشہوۃ سے حرمت مصاہرت ہر حال میں ثابت ہوجائے گی، کیونکہ یہ مسئلہ غایت درجہ احتیاط کا متقاضی ہے، اس رجحان کو مندرجہ ذیل حضرات مقالہ نگاران نے اختیار کیا ہے:

مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا عبدالرب عبدالوہاب واپی، مفتی اشرف عباس قاسمی، مفتی ریحان مبشر قاسمی، مفتی محمد صادق مبارکپوری، مفتی محمد ریاض ارمان قاسمی، مفتی عبدالمنان آسام۔

دلائل وجوہ:

یہ دوسرے رجحان کے حاملین حضرات نے اس بات کو پیش نظر رکھا ہے کہ یہ مسئلہ نہایت ہی حساس اور نازک ہے، اگر اس میں احتیاط کو ملحوظ نہ رکھا گیا تو اس کی اجازت کی آڑ میں اباحیت عام ہوگی، اور لوگ اس اجازت کا غلط فائدہ اٹھائیں گے، اس کی وجہ سے جو معاشرے میں غلط قدم اٹھانے میں لوگ خوف محسوس کرتے ہیں، لوگوں کے دلوں سے وہ خوف بھی جاتا رہے گا، اور نتیجہ یہ ہوگا کہ بات یہیں پر ختم نہیں ہوگی بلکہ انتہاء تک جائے گی، اور پھر لوگ اختلاف ائمہ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے، نیز یہ ایسے مسائل ہیں جن سے مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی واقف ہوتے ہیں کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے، اس لئے اس بارے میں کسی قسم کی جہالت، بے خبری اور ناواقفیت کو عذر تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

-**''ولا يفرق فيما ذكر فى اللمس والنظر بشهوة بين عمد و نسيان، وخطأ وإكراه''** (الدر المختار ۴/۱۱۲)۔

-**''فلو ايقظ زوجته أو أيقظته هى لجماعها فمست يده بنتها المشتهاة أو يدها ابنه حرمت الأم أبدا''** (الدر المختار ۴/۱۱۲)۔

''إذا اجتمع الحلال والحرام أو المحرم والمبيح غلب الحرام والمحرم'' (الاشباہ، قاعدہ نمبر:۱۱)۔

''الأصل فى الأبضاع التحريم، وكذا قال فى ''كشف الاسرار شرح فخر الاسلام'': الأصل فى النكاح الحظر وأبيح للضرورة انتهى، فإذا تقابل فى المرأة حل وحرمة غلبت الحرمة، ولهذا لا يجوز التحرى فى الفروج'' (الاشباہ والنظائر/۱۱۶)۔

''من نظر إلى فرج امرأة لم تحل له أمها ولا ابنتها، وقال رسول الله ﷺ: لو مس امرأة بشهوة حرمت عليه أمها وبنتها'' (حاشیہ کنز الدقائق بحوالہ عینی و مستخلص الحقائق/۹۸)۔

"وهو مذهب عمر، وعمران بن حصين و جابربن عبد الله وأبى بن كعب، و عائشة وابن مسعود، وابن عباس رضى الله عنهم أجمعين، وجمهور التابعين" (عینی و منتخلص حاشیہ کنز الدقائق ۹۸/)۔

"قال السيوطى: كل من جهل تحريم شئ مما يشترک فيه غالب الناس لم يقبل منه دعوى الجهل، إلا أن يكون قريب عهد بالاسلام أو ببادية بعيدة يخفى فيها مثل ذلک" (الاشباہ للسیوطی ۱/۲۰۱، الحموی علی الاشباہ ۲/۳۴)(دیکھئے: مقالہ مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی)۔

"فالأخذ بالمحرم أولى عند التعارض احتياطا للحرمة، لأنه يلحقه المأثم بارتكاب المحرم ولا مأثم فى ترک المباح" (بدائع الصنائع ۲/۵۴۳ باب المحرمات)(دیکھئے مقالہ: مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

"ولا فرق فى ثبوت الحرمة بالمس من كونه عامدا أو ناميا أو مكرها أو مخطئا، كذا فى الفتح القدير، و نائما، هكذا فى معراج الرواية" (الفتاوی الہندیہ ۱/۳۴۰)(دیکھئے مقالہ: مولانا عبدالرب عبدالوہاب)۔

"وقدروى فى الغاية السمعانية حديث أم هانى عنه ﷺ أنه قال: من نظر إلى فرج لم تحل له أمها وينتها" (فتح القدیر ۳/۱۳۱)۔

"وعن ابن عمر قال: إذا جامع الرجل امرأة أو قبلها أو مسها بشهوة أو نظر إلى فرجها بشهوة حرمت على أبيه وابنه وحرمت عليه أمها وبنتها" (فتح القدیر ۳/۱۳۱)۔

"وفى رواية: لا ينظر الله إلى رجل من نظر إلى فرج امرأة وابنتها" (المغنی ۷/۴۸۷)۔

"فإن نظرت المرأة إلى فرج رجل لشهوة فحكمه فى التحريم حكم نظره إليها، نص عليه أحمد؛ لأنه معنى موجب التحريم فاستوى فيه الرجل والمرأة كالجماع، وكذلک، ينبغى أن يكون حكم لمسهاله وقبلتها إياه لشهوة لما ذكرنا" (المغنی ۱/۴۸۸)(دیکھئے مقالہ: مفتی سید باقر ارشد قاسمی)۔

سوال نمبر۵ – طلاق کے مسائل میں بھی بے خبری عام ہے، بہت سے لوگ حتی کہ بہت سے وکلاء سمجھتے ہیں کہ تین بار طلاق کے الفاظ دہرائے بغیر یا تین طلاق دیئے بغیر طلاق واقع ہی نہیں ہوتی، انہیں طلاق دینے کے احسن اور حسن طریقہ کا علم ہی نہیں ہوتا، کیا اس ناواقفیت کو عذر مان کر ان کے حق میں تین طلاق کو ایک ماناجاسکتا ہے؟ خصوصاًہندوستان کے موجود حالات میں جبکہ نوجوان لڑکے لڑکیوں کو نکاح و طلاق کے ضروری مسائل سے واقف کرانے کی کوئی منظم اور مربوط کوشش نہیں پائی جاتی۔

اس سوال کے جواب میں تین موقف سامنے آئے ہیں:

پہلا موقف-(طلاق کے معاملہ میں ناواقفیت اور بے خبری عذر نہیں ہے):

اس سوال کے جواب میں مندرجہ ذیل حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس بارے میں بے خبری اور ناواقفیت عذر تسلیم نہیں کی جائے گی، اور اصل تکلم بالطلاق کا اعتبار ہوگا، اگر تین طلاق دی ہے تو تین ہی متصور ہوگی، اگر طلاق دینے والا یہ کہتا ہے کہ میں یہ نہیں جانتا تھا کہ تین بولے بغیر بھی طلاق ہوجاتی ہے، تو اس کے یہ کہنے کو عدم واقفیت قرار نہیں دیا جائے گا، اور نہ ہی عذر شریعت کی زبان میں اس موقف کو مندرجہ ذیل حضرات مقالہ نگاران نے اپنایا ہے:

مفتی عبدالمنان قاسمی آسام، مفتی محمد ریاض ارمان قاسمی، مفتی محمد صادق مبارکپوری، مفتی ریحان مبشر قاسمی، مفتی محمد اشرف عباس قاسمی، مولانا عبدالرب واپی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، مفتی محمد عثمان بستوی، ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی۔

دلائل ووجوہ:

مذکورہ حضرات جو اس عدم واقفیت کو غیر معتبر مانتے ہیں ان کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو اس وقت حکومت اور ذرائع ابلاغ کی کرم فرمائی سے طلاق کی اتنی تشہیر ہوچکی ہے کہ اب کوئی ناواقف نہیں رہا، دوسرے یہ کہ اگرچہ لوگ طلاق مغلظہ اور طلاق دینے کے طریقے سے ناواقف ہوں، مگر طلاق کے نتائج سے بخوبی واقف ہوتے ہیں، اس لئے عدم واقفیت اور جہالت کی بات بے معنی معلوم ہوتی ہے، بہتر یہ ہے کہ بجائے طریقہ طلاق تبدیل کرنے کے عوام کو اس سے واقف کرانے کی تدبیر پر غور کیا جائے، بقول ایک مقالہ نگار کے:

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں — ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

دلائل پہلا موقف:

”**كل من علم تحريم شئ وجهل ما يترتب عليه لم يفده ذلک**“(الاشباہ والنظائر للسیوطی ۲۰۱/۱) (مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا عبدالرب عبدالوہاب واپی)۔

”**والطلاق يقع بعدد قرن به ، لابه أى متى قرن الطلاق بالعدد كان الوقوع بالعدد بدليل ما أجمعوا عليه من أنه لو قال لغير المدخول بها: انت طالق ثلاثا، طلقت ثلاثا، وقوله عند ذكر العدد“اى عند التصريح بالعدد، فلا يكفى قصده**“(ردالمحتار کتاب الطلاق)۔

-طلاق کے باب میں جہالت معتبر نہیں ہے، یہ ایک جاہلانہ حیلہ بازی ہے، لوگ حیلہ بازی کریں گے اور یہ مذاق بن کر رہ جائے گا، اس لئے یہ حل نہیں ہے (مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی)۔

-بیہقی کی روایت "عن جعفر بن محمد" اس میں ہے، تین طلاق، خواہ جہالت کی بنا پر دے یا جان بوجھ کر دے اس کی بیوی اس سے آزاد و بری ہوگئی (اسلام کا قانون طلاق/ ۶۸-۶۷) (مفتی محمد ریاض ارمان قاسمی)۔

دوسرا موقف (تکرار طلاق کے معاملہ میں جہل اور بے خبری شرعاً عذر ہے):

اس مسئلہ میں ایک موقف یہ ہے کہ اگر طلاق دینے والے نے صرف لفظ طلاق کی تین بار تکرار کی اور ۱، ۲، ۳ کا لفظ طلاق کے ساتھ استعمال نہیں کیا اور وہ اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ میں یہ نہیں جانتا تھا کہ ایک مرتبہ بولنے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے، جب تک تین مرتبہ اس لفظ کو دہرایا نہ جائے اور وہ ایسے علاقہ کا باشندہ ہے جہاں واقعی جہالت و ناخواندگی ہے تو پھر ایسی صورت میں اس کی جہالت و ناواقفیت کو تسلیم کیا جائے گا، اور اسے معذور قرار دیتے ہوئے دیانت کا لحاظ کر کے ایک مجلس میں تین بار طلاق کی تکرار کو ایک طلاق مان لیا جائے گا، اس رائے کو مندرجہ ذیل حضرات نے اختیار کیا ہے:

مفتی عبدالرشید قاسمی کانپور، مفتی اقبال احمد قاسمی کانپور، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مفتی ظفر عالم ندوی، مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی۔

تیسرا موقف (طلاق کے معاملہ میں جہل علی الاطلاق عذر ہے):

اس سوال کے جواب میں تیسرا موقف یہ ہے کہ اگر واقعی وہ ایسا سمجھتا تھا کہ تین طلاق دینے سے ہی طلاق ہوتی ہے تو اس کی اس عدم واقفیت اور جہل کو عذر تسلیم کیا جائے گا، اور اس صورت میں اس کو ایک طلاق کا حکم اور فتوی دیا جائے گا، اس رائے کو مندرجہ ذیل حضرات نے اختیار کیا ہے:

مولانا فضل الرحمٰن اصلاحی قاسمی، مولانا عبیداللہ ندوی، مولانا روح الامین مظاہری، حافظ کلیم اللہ عمری، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، البتہ اس مسئلہ میں مفتی لطیف الرحمٰن ممبئی کا خیال ہے کہ وکلاء کی جماعت اور دینی و دنیوی تعلیم یافتہ کے لئے ان احکام سے ناواقفیت عذر ہرگز شمار نہیں ہوسکتی۔

دلائل و وجوہ:

ان حضرات کے پیش نظر یہ بات ہے کہ جس طرح کسی کلمہ کے تلفظ کے وقت اگر تلفظ کرنے والا اس کے معنی سے

ناواقف ہوتو اس کی اس ناواقفیت کو عذر تسلیم کیا جاتا ہے، اسی طرح اگر تین طلاق دینے والا یہ کہتا ہے کہ وہ اس بات سے ناواقف تھا کہ تین طلاق دینے سے اس کی بیوی اس پر حرام ہوجائے گی تو اس حال میں طلاق دینا، بغیر معنی کے سمجھے ہوئے الفاظ کے تلفظ کرنے والا جیسا ہے، اس لئے اس کا عذر قابل قبول ہے، اور ایک ہی طلاق رجعی کا حکم لگے، مغلظہ واقع نہیں ہوگی۔

"کل من جهل تحريم شئ مما يشترک فيه غالب الناس لم يقبل منه دعوی الجهل، إلا أن يکون قريب عهد بالاسلام أو نشأببادية بعيدة يخفی فيها مثل ذلک کتحريم الزنا والقتل والسرقة والخمر والکلام فی الصلاة والأکل فی الصوم" (الاشباہ للسیوطی) (دیکھئے مقالہ: حافظ کلیم اللہ عمری)۔

سوال نمبر:۶ – جہل (حکم شریعت سے ناواقفیت) کا بعض حالات اور بعض علاقوں میں عذر قرار پانا تمام فقہی مسالک میں متفق علیہ ہے، اگرچہ بعض فقہی مسالک میں جہل کو عذر قرار دینے کا دائر ہ دوسرے فقہی مسالک کے مقابلہ میں زیادہ وسیع ہے، فقہ شافعی میں سب سے زیادہ مسائل میں جہل کو عذر ماناگیا ہے، اور جہل کی بنا پر حکم میں تبدیلی یا تخفیف ہوتی ہے، اس سلسلہ میں مختلف فقہی مسالک کے موقف اور رجحان کی وضاحت کریں۔

اس سوال کا جواب مقالہ نگاران نے الگ الگ انداز سے تحریر کرنے کی کوشش کی ہے، اگر ان تمام کو یکجا کرنے کی کوشش کی جائے، تو بنیادی طور پر دومناہج سامنے آتے ہیں:

پہلا منہج:

جہل کی تمام اقسام اور اصولی بحث کو ائمہ اربعہ کے اصولی موقف کی روشنی میں پیش کرنے اور پھر اس ضمن میں جو بعض مثالیں سوال میں ذکر کی گئی ہیں ان کی تشریح، اس انداز سے جواب سپرد قلم کیا گیا ہے، اس منہج کو مندرجہ ذیل حضرات نے پیش کیا ہے اور فقہی مسالک کے موقف اور رجحان کی وضاحت کی ہے:

ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی اشرف عباس قاسمی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا روح الامین مظاہری، مولانا عبدالرب عبدالوہاب واپی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مفتی عبدالمنان قاسمی آسام، مفتی لطیف الرحمن ممبئی۔

–مولانا رحمت اللہ ندوی لکھتے ہیں: حنفیہ کے نزدیک جہل کی چار قسمیں: جہل باطل، مواقع اجتہاد میں جہل، دارالحرب میں جہل، جلب اختیار یا سلب اختیار سے جہل، پہلی قسم میں جہل عذر نہیں ہے، بقیہ میں عذر ہے، دیگر ائمہ نے صرف دو قسمیں کی ہیں: جہل مقبول اور جہل غیر مقبول، مزید تفصیلات مقالہ میں ملاحظہ ہوں۔

-مولانا روح الامین مظاہری لکھتے ہیں: سوال نمبر ۶ کا جواب ہم نے اپنی ترتیب کے لحاظ سے مقالہ کے صفحہ ۱۶ سے ۳۱ تک (مذاہب فقہاء میں جہل سے متعلق ضابطہ) کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔

-مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی لکھتے ہیں: حضرات شافعیہ نے جہل کو عذر ماننے میں توسع سے کام لیا ہے، اگر علم نہ ہو اور تحقیق وتفتیش کا شرعاً مکلّف بھی نہ ہو تو معذور سمجھا جائے گا، اس لئے کسی مسلمان کو دار الحرب میں کافر سمجھ کر قتل کر دیا جائے تو نہ تو قصاص ہے اور نہ قول اظہر میں دیت، خلاصہ یہ کہ:

الف- جہاں تحقیق وتفتیش کا حکم نہ ہو اور وہاں جہالت ونادانی میں کسی فعل کا صدور ہو جائے تو معاف ہوتا ہے۔

ب-حقوق اللہ میں صرف منہیات کے باب میں جہل عذر ہوگا مامورات میں نہیں، جیسے نماز، اگر ایسا شخص جو یہ نہ جانتا ہو کہ نماز میں بات کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے اور اس نے بات کر لی تو نماز باطل نہیں ہوگی، حقوق العباد میں جہل عذر نہیں ہے، طلاق، عتاق، یمین وغیرہ کا اگر مفہوم نہیں جانتا ہو تو ان کے احکام بھی مرتب نہیں ہوں گے۔

”لو نطلق العربی بکلمات عربیة لکنه لا یعرف معانیها فی الشرع مثل قوله لزوجته: أنت طلاق للسنة أو للبدعة وهو جاهل بمعنی اللفظ، أو نطق بلفظ الخلع أو النکاح ففی القواعد عز الدین بن عبد السلام أنه لایواخذ بشئ، إذا لا شعور له بمدلوله، حتی یقصد باللفظ“ (الموسوعۃ الفقہیہ ۱۶/ ۲۰۲)۔

ج-اگر معنی معلوم ہو اور اس کی رو سے اس کو بچنا چاہئے، مگر انجانے میں اس چیز کا مرتکب ہو گیا، جس کا نہیں ہونا چاہئے، تو ایسے موقع پر وہ جہل کی بنیاد پر معذور نہیں سمجھا جائے گا (الاشباہ للسیوطی ۱/ ۳۰۴)، اسی طرح لفظ کا معنی جانتا تھا، مگر اس سے احتراز ضروری نہیں تھا، اور اس کا ارتکاب کر لیا تو جہالت کی وجہ سے معذور متصور ہوگا (حوالہ سابق ۱۲/ ۲۰۰)۔

حنفیہ کے نزدیک بھی مکلّف ہونے کے لئے علم ضروری ہے یا کم از کم دلیل علم ثبوت ضروری ہے، دلیل سے مراد ایسی کیفیت کا تحقق ہے جس میں ادنیٰ تامل سے بھی جہل ختم ہو سکتا ہے، جیسے دار الاسلام میں قیام اس کیفیت کے تحقیق کے لئے کافی ہے، لہٰذا دار الحرب میں قیام کی وجہ سے علم نہ ہو سکا تو معذور ہے، مگر دار الحرب میں قیام کے باوجود علم ہو جاتا ہے تو وہ معذور نہیں تصور کیا جائے گا (الدر المختار ۲/ ۵۳۶، باب قضاء الفوائت)۔

د-موضع شبہ اور موضع اجتہاد میں جہل کو عذر مانا گیا ہے: **”الجهل فی موضع الاجتهاد الصحیح أو فی موضع الشبهة وأنه یصلح عذرا وشبهة کالمحتجم إذا أفطر علی ظن أنها فطّرته“** (الاشباہ لابن نجیم/ ۳۳۷)۔

ھ-کسی لفظ کا معنی معلوم نہ ہو تو بھی جہل عذر مانا جائے گا، مثلاً: **”أو تلفظ به غیر عالم معناه کما لو قالت لزوجها: ”اقرأ علی: إعتدی انت طالق ثلاثا، ففعل طلقت ثلاثا فی القضاء، لا فیما بینه و بین الله إذا لم**

یعلم الزوج ولم ینو"(الردمع الدر ۲/۴۶۱ کتاب الطلاق)۔

و-اسی طرح دفع فساد میں بھی جہل عذر ہے۔

فقہاء مالکیہ وحنابلہ: مالکیہ کے یہاں اصل ضابطہ یہ ہے کہ جہاں فحص وتمحیص میں عرفاً وعادۃً مشقت ہو، وہاں جہل عذر ہے(الفروق للقرافی ۲/۵۹۵)۔

حنابلہ کے یہاں مامور بہ کا علم اور اس کا مامور بہ ہونا دونوں معلوم ہونا ضروری ہے تب مکلّف ہوگا(شرح الکوکب المنیر لابن النجار الحنبلی ۱/۴۹۰)۔

"**إن قال الأعجمي لا مرأته: أنت طالق ولا يفهم معناه لم تطلق؛ لأنه ليس لمختار للطلاق، فلم يقع طلاقه كالمكره**"(المغنی ۷/۱۳۵)۔

-مولانا اشرف عباس قاسمی صاحب نے شوافع کے موقف میں دو چیزیں ذکر کی ہیں:۱-جہل مامور بہ، ۲-جہل المنہی عنہ، مامور بہ میں سقوط عذر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، بلکہ اس کا تدارک ضروری ہے، جہل بالمنہی عنہ کی تین صورتیں ہیں:۱-منہی عنہ جو اتلاف کے قبیل سے نہ ہو، تو اس میں جہل کی وجہ سے نہ حد ہے اور نہ تعزیر، جیسے انجانے میں شراب پی لینا، ۲-جو اتلاف کے قبیل سے ہو، حقوق اللہ کے قبیل سے ہو تو فدیہ واجب ہے، اور حقوق العباد کے قبیل سے ہو تو ضمان واجب ہوگا، ۳-منہی عنہ موجب عقوبت ہو، اس صورت میں جہل شبہ قرار پائے گا جس سے عقوبت ساقط ہوجائے گی(الاشباہ والنظائر ۱/۱۸۸، المجموع ۶/۲۸۴)۔

-مولانا عبدالرب عبدالوہاب واپی نے ائمہ اربعہ کے موقف کو واضح کیا ہے اور ان ہی تمام امور کا ذکر کیا ہے، تکرار لاحاصل ہے۔

-مفتی اقبال محمد ٹنکاروی: موصوف نے اصولی انداز میں شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی مذکورہ تفصیل لکھی ہے اور انجانے میں طلاق کے تلفظ کے مسئلہ میں حنفیہ کا مشہور اختلاف ذکر کرنے کے بعد مشائخ اوز جند جو عدم وقوع کے قائل ہیں، اس کو ترجیح دیا ہے۔

-ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی: موصوف لکھتے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک بنیادی طور پر جہل کی تین قسمیں بنتی ہیں:

۱-جہل باطل جو کسی طرح عذر نہیں ہے، ۲-وہ جہل جو شبہ بن سکتا ہے، ۳-وہ جہل جو عذر بن سکتا ہے۔

اور رجحان کے تعلق سے لکھتے ہیں کہ حنفیہ کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدیہی اور خاص وعام میں مشہور مسائل، خواہ ان کا تعلق عقائد سے ہو یا عملی احکام سے ہو، ان میں جہل عذر نہیں ہے، البتہ وہ مسائل جن سے خواص ہی واقف ہوتے ہیں

ان میں جہل عذر ہے، اسی طرح محل دار الحرب ہوتو وہاں بھی جہل عذر ہے، اسی طرح وہ مسائل جو محل اجتہاد ہو سکتے ہیں ان میں جہل عذر بن سکتا ہے (امیر بادشاہ تیسیر التحریر ۴/۲۱۱-۲۱۷)۔

مالکیہ کے تعلق سے وہی تفصیل ہے جو سابقہ حضرات نے ذکر کی ہیں، موصوف بھی (الفروق ۲/ ۲۶۰) کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں، تکرار لا حاصل ہے۔

رجحان کے تعلق سے موصوف لکھتے ہیں کہ مالکی مسلک کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس جہل سے بچنا دشوار ہو وہ معاف ہے، اور جن سے بچنا دشوار نہ ہو وہ جہل عذر نہیں ہے، مالکی مسلک میں عبادات میں جاہل اور جان بوجھ کر عمل کرنے والا برابر ہے، معاملات میں جہل عذر نہیں ہے، بلکہ حقیقت کے اعتبار سے شریعت کے مطابق ہونا چاہئے۔

شافعی مسلک: شافعی مسلک کے مطابق جہل آخرت میں گناہ کو بالکل ساقط کرنے والا ہے، البتہ دنیاوی احکام میں زیادہ تر مواقع پر جہل ''نسیان'' سے جا ملا ہے، جلال الدین سیوطیؒ نے اس کو ضابطہ کے طور پر اس طرح بیان کیا ہے: جہل کی دو قسمیں ہیں: ۱- مامور بہ سے جہل، ۲- منہی عنہ سے جہل اور اس کی بھی تین صورتیں ہیں، یہ تینوں صورتیں بھی مولانا اشرف عباس قاسمی صاحب کے حوالہ میں گذر چکی ہیں، تکرار لا حاصل ہے۔

حنبلی مسلک اور رجحان: کچھ اس طرح ہے: ۱- وہ جہل جو کسی شخص کی کوتاہی سے پیدا ہو وہ عذر نہیں ہے، ۲- جو کسی شخص کی کوتاہی کے بغیر پیدا ہو وہ عذر ہے، موصوف نے حنابلہ کی دونوں قسموں کو شیخ صالح بن عثیمینؒ کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے:

''الجهل نوعان: جهل يعذر فيه الإنسان، وجهل لا يعذر فيه، فما كان ناشئا عن تفريط وإهمال مع قيام المقتضى للتعلم، فإنه لا يعذر فيه، سواء فى الكفر أو المعاصى، وما كان ناشئا عن خلاف ذلک، أى أنه لم يهمل ولم يفرط، ولم يقم المقتضى للتعلم، بأن كان لم يطرأ على باله أن هذا الشئ حرام، فإنه يعذر فيه'' (مجموع فتاوی ورسائل ۹/ ۱۶۳)، ڈاکٹر صاحب موصوف نے ان تمام اقسام کو فقہی جزئیات کے ذریعہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے، یہاں صرف اصول اور رجحان کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا ہے، حسب خواہش مقالہ کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

-مفتی عبد اللطیف ممبئی: موصوف لکھتے ہیں کہ فقہاء شوافع نے لکھا ہے کہ بنیادی طور پر جہل کی وجہ سے آخرت میں ہونے والا گناہ معاف ہے، البتہ دنیوی اعتبار سے جہل کی کئی قسمیں اور صورتیں ہیں:

۱- شریعت نے جس چیز کا حکم دیا ہے، اسے انجام نہ دینے سے فرض اس سے معاف نہیں ہوگا۔

۲-شریعت نے کسی بات سے منع کیا ہے، اور انجانے میں اسے کرگذرا اور اس کی وجہ سے کسی اور حق تلف نہیں ہوا تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں۔

۳-شریعت نے کسی چیز سے منع کیا ہے اور اس کے کرنے سے کسی کا حق تلف ہوا تو اس پر تاوان ہوگا، یہ عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔

۴-کسی ایسی ممنوع بات کے حکم شرعی سے ناواقفیت، یا خود اس کے بارے میں نا آگہی کی وجہ سے ارتکاب کرے جو شرعاً عقوبت وسزا کا موجب ہے تو اس پر سزا جاری نہیں ہوگی (بہ حوالہ قاموس الفقہ ۱۶۱/۳)، اس کے بعد موصوف نے جزئیات کا ذکر کیا ہے اور اس کی تفصیل لکھی ہے۔

-مفتی عبد المنان قاسمی آسام: جہل کا بعض علاقوں اور بعض حالات میں عذر قرار پانا تمام فقہی مسالک میں متفق علیہ ہے۔

احناف نے جہل کی چار قسمیں کی ہیں، تفصیل اوپر ذکر کی جاچکی ہیں۔

شوافع نے لکھا ہے کہ بنیادی طور پر جہل کی وجہ سے آخرت کے گناہ معاف ہوتے ہیں، البتہ دنیوی حکم کے اعتبار سے جہل کی کئی قسمیں ہیں، جن کی تفصیل اوپر آچکی ہے۔

جہل کے معتبر ہونے کے لئے دو بنیادی اصول ہیں: ۱-ایسی چیزیں جن کی حرمت سے عام طور سے لوگ واقف ہوتے ہیں، ان میں اس وقت جہل معتبر ہوگا جب وہ نومسلم ہو۔

۲-کسی حکم سے تو واقف ہو، مگر اس پر مرتب ہونے والے اثر سے ناواقف ہو تو جہل معتبر نہیں ہوگا (قاموس الفقہ ۱۶۶/۳، ۱۶۹)۔

کسی عجمی شخص نے عربی زبان میں طلاق، عتاق، یمین وغیرہ کے الفاظ کہے اور وہ ان کے معانی سے ناواقف ہے تو اس کی ناواقفیت کا اعتبار ہوگا اور وہ عذر تسلیم کیا جائے گا۔

دوسرا منہج:

اس سوال کے جواب میں دوسرا منہج یہ اختیار کیا گیا ہے کہ وہ جزئیات جن کی طرف سوال میں اشارہ کیا گیا ہے، ان جزئیات کی تشریح کے ذریعہ مذکورہ موقف کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جن حضرات نے یہ منہج اختیار کیا ہے، ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، مفتی اقبال احمد قاسمی کانپور، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا

صابر حسین ندوی، مفتی ظفر عالم ندوی، مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی محمد ریاض ارمان قاسمی، مفتی محمد صادق مبارکپوری، حافظ کلیم اللہ عمری، مفتی عبدالرشید قاسمی، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا صفت اللہ مولوی زادہ افغانی۔

-مفتی محمد عثمان بستوی: موصوف نے پہلے وہ فقہی جزئیہ بیان کیا ہے جس میں بغیر معنی ومفہوم کے ادراک کے کسی کلمہ کا تلفظ، جیسے کلمہ کفر، ایمان، طلاق اور اعتاق، اور اس کے بعد مشائخ اوز جند کے موقف کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے، حاصل یہ کہ طلاق یمین وغیرہ کے الفاظ اور مقصد سے جہالت کی صورت میں جمہور فقہاء بشمول احناف کے طلاق نہیں پڑے گی، اور قسم کا انعقاد نہیں ہوگا، اس کے بعد قتل کی جھوٹی گواہی دینے والے کو قتل نہیں کیا جائے گا، جبکہ قتل کے مباشر کو قتل کئے جانے کا قانون ہے، اس کے ذریعہ جہل بالشبہ کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے، اور پھر ''موسوعہ فقہیہ، تقریرات رافعی'' کے حوالہ نقل کرنے کے بعد حضرات فقہاء کے مذاہب کے لئے (شامی ۸/ ۲۳۷، نہایت المطلب فی دراسۃ المذہب ۱۹/ ۶۰، حواشی علی ملتقی الابحر، روضۃ الطالبین، نہایت المحتاج، المہذب، المغنی بشرح صغیر) وغیرہ کی طرف مراجعت کے مشورہ پر اپنی بات تمام کی ہے۔

-مفتی عبدالرشید قاسمی: موصوف لکھتے ہیں کہ شریعت سے ناواقفیت کی وجہ سے بندے کے معذور ہونے اور نہ ہونے کے تعلق سے فقہاء کے درمیان اختلافات کی دو جہتیں ہیں، عقائد میں اور فروع میں، عقائد میں اختلافات کی حیثیت الفاظ اور تعبیر کے فرق سے زیادہ نہیں ہے اور فروعی مسائل، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ میں تھوڑا اختلاف ملتا ہے، جیسے یہ جزئیہ کہ: نماز میں بات کرنا اور اسے معلوم نہیں تھا کہ گفتگو نماز کو فاسد کر دیتی ہے، اس سلسلہ میں کتب فقہ میں تفصیلات موجود ہیں، آخر میں لکھتے ہیں کہ ان مثالوں کو زبان ولغت کے تعلق سے تو جہل بالعذر میں شمار کر سکتے ہیں، لیکن احکام شرعیہ سے ناواقفیت کے سبب بندے کو معذور قرار دینے میں ان مثالوں کا شمار اشکال سے خالی نہیں۔

-ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی: موصوف فرماتے ہیں کہ اس تعلق سے بیشتر باتیں جواب (۱-۲) کے تحت ذکر کی جا چکی ہیں اور وہاں سے معلوم کی جا سکتی ہیں، باقی مختلف مسائل کے رجحانات مختلف مسائل کے تحت دیکھے جا سکتے ہیں، اس کے بعد فقہی جزئیات، مثلاً اگر کوئی نماز کو باطل کرنے والے امور سے ناواقف ہے اور نماز میں بات کر لی، یا علماء کے شہر سے دور ہونے کی وجہ سے ان میں سے کسی کا ارتکاب کرے تو کیا اس کی نماز باطل ہو جائے گی؟ اسی طرح کسی امام سے پہلے بیعت کی اگر اس کا علم نہیں تھا تو شافعیہ کے نزدیک دونوں بیعت باطل ہو جاتی ہے، دونوں جزئیات (موسوعہ فقہیہ ۱۶/ ۲۰۶) سے نقل کی ہیں، اسی طرح ''التیسیر التحریر، التقریر والتحبیر، قواعد الفقہ سید عمیر الاحسان) کے حوالہ سے مختلف جزئیات موصوف نے نقل فرمائی ہیں اور ان کے احکام درج کئے ہیں۔

-مفتی محمد صادق مبارکپوری: موصوف نے اپنی بات یہاں سے شروع کی ہے کہ جہل کے باب میں مختلف فقہی

مسالک کے موقف میں جہل کو عذر قرار دیا گیا ہے، البتہ فقہ شافعی میں سب سے زیادہ مسائل میں جہل کو عذر تسلیم کیا گیا ہے، تمام جزئیات، مسائل کا احاطہ دشوار ہے، اس کے بعد چند جزئیات مختلف کتب فقہ کے حوالہ سے ذکر کی ہیں۔

-مفتی ریاض ارمان قاسمی: موصوف نے (نور الانوار شرح اشرف الانوار ۳/ ۲۰۲، قواعد الاحکام ۲/ ۱۰۲، الاشباہ والنظائر للسیوطی/ ۲۰۱) کے حوالہ سے چند فقہی اور اصولی جزئیات وعبارت نقل کی ہیں اور اس کا حکم بیان کیا ہے۔

-مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی: جناب موصوف نے بغیر معنی کے فہم کے الفاظ طلاق وعتاق ویمین وغیرہ کے تلفظ پر مرتب ہونے والے احکام سے متعلق جزئیات نقل کی ہیں اور اس سلسلہ کی جملہ تفصیلات (المنثور فی القواعد الفقہیہ للزرکشی، قواعد الاحکام فی مصالح الانام لعز بن عبدالسلام، اور المغنی لابن قدامہ ۷/ ۱۳۵) کے حوالہ سے نقل کی ہیں۔

-مفتی ظفر عالم ندوی: موصوف نے اس ضمن کی چار جزئیات (حموی علی الاشباہ ۲/ ۷ ۱۳، موسوعہ فقہیہ ۱۶/ ۲۰۱، فتاوی تاتارخانیہ ۳/ ۲۵۹، بحوالہ فتاوی محمودیہ ۵/ ۶۰)، اور پھر سوال میں مذکور سیوطی کی عبارت نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ جھوٹی گواہی کے قتل میں لاعلمی عذر مانی جائے گی اور گواہان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

-مولانا عبیداللہ ندوی: مولانا موصوف نے بھی انہیں جزئیات کو نقل کیا ہے اور اس کے ترجمہ پر اپنی بات ختم کی ہے۔

-مولانا صابر حسین ندوی: مولانا موصوف نے بھی اصولی بحث کو نظرانداز کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ فقہاء نے فرداً فرداً اس کے ہر باب سے بحث کی ہے اور حتی الامکان بحثوں کا احاطہ کیا ہے کہ وہ کون سے مسائل اور کون سے احکام ہیں جن پر جہل کا اعتبار ہوگا، اور کس طرح ہوگا ان سب کا جمع کرنا طوالت اور ضخامت کا باعث ہے، اور اس کے بعد چند جزئیات ذکر کی ہیں اور پھر آخر میں جھوٹی گواہی والی تفصیلات ذکر کرنے کے بعد آخری بات کے ضمن میں خلاصۃ الجواب تحریر کیا ہے۔

-مفتی اقبال احمد قاسمی کانپور: جناب موصوف نے بھی ''مسئلہ جہل میں جمہور فقہاء اور شوافع کے اختلاف کے چند نظائر'' کے ضمن میں بہت ساری جزئیات نقل کی ہیں، مثلاً نماز میں گفتگو مفسد صلاۃ ہے، چور کے ہاتھ کاٹے جانے کا مسئلہ، حالت احرام میں ناواقف شخص کا اپنی بیوی سے جماع، نومسلم کا روزہ نماز کی فرضیت سے جاہل رہ جانا، عجمی شخص کا عربی الفاظ کے معنی سے نادانی کا حکم اور پھر قتل کی جھوٹی گواہی کی پاداش میں قتل ہونے والے شخص پر گواہان کے قصاص کی معافی، اور پھر آخر میں جہل سے متعلق دو احادیث کے ذکر پر اپنی بات ختم کی۔

-مفتی سید باقر ارشد قاسمی صاحب نے بھی اسی نہج کو برقرار رکھا ہے اور جزئیات کی تفصیلات ذکر کی ہیں جن میں جہل کو عذر تسلیم کیا گیا ہے۔

-مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی صاحب نے یہ لکھا ہے کہ دارالحرب میں جن مقامات پر رہائش سے فرائض کا علم نہ ہو سکے تو وہاں جہل عذر ہے، لہذا ان جگہوں پر فوت شدہ فرائض کی قضا لازم ہوگی اور سوال نمبر ۷، ۸ قائم کئے ہیں (موسوعہ فقہیہ ۱۶/۲۰۱، الاشباہ والنظائر/۲۰۰، ۲۰۱) کے حوالہ سے جزئیات نقل کی ہیں اور اپنی بات تمام کی ہے۔

-مولانا ریحان مبشر قاسمی: موصوف لکھتے ہیں کہ فقہ شافعی میں دارالاسلام اور دارالحرب دونوں کا حکم یکساں ہے، جہالت عذر نہیں ہے اور قضاء لازم ہے، حنابلہ کے نزدیک بھی دونوں دار میں کوئی فرق نہیں ہے، نماز وروزہ کی قضاء لازم ہے۔

-مولوی صبغت اللہ مولوی زادہ: موصوف نے فقہاء کی مختلف جزئیات نقل کرنے کے بعد ان کے احکام درج کئے ہیں، اور اصولی انداز میں مسالک فقہاء کو بیان کرنے سے صرف نظر کیا ہے۔

"ربنا لا تواخذنا إن نسيناأو أخطأنا، ربنا ولا تحمل علينا إصراً كما حملته على الذين من قبلنا، ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به واعف عنا واغفرلنا وأرحمنا أنت مولانا فانصرنا على القوم الكافرين"۔

☆☆☆

عرض مسئلہ :

احکام شرعیہ پر جہل (ناواقفیت) کا اثر

سوال نمبر (۱ تا ۳)

مولانا رحمت اللہ ندوی☆

الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله، وعلى آله وصحبه ومن والاه ،وبعد!

صدر عالی قدر، حضرات علماء وفقہاء کرام!

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے اٹھائیسویں فقہی سمینار کا ایک موضوع ہے: ''اسلام شرعیہ پر جہل کا اثر'' اس کے سوال نمبر ۱ تا ۳ پر عرض پیش کرنے کی ذمہ داری اس خاکسار پر ڈالی گئی ہے، کل ۲۵ مقالات موصول ہوئے ہیں، بعض مختصر اور بعض طویل ہیں، ایک مقالہ عربی میں اور بقیہ اردو میں ہیں۔ فاضل مقالہ نگاروں کے اسماء گرامی یہ ہیں:

ڈاکٹر مفتی محمد شاہ جہاں ندوی، مولانا صبغت اللہ مولوی زادہ (افغانستان) مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی لطیف الرحمٰن فلاحی، ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صدّیقی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مفتی عبدالرشید قاسمی، مفتی محمد صادق مبارکپوری، مولانا اشرف عباس قاسمی، مفتی اقبال احمد قاسمی، مولانا صابر حسین ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا روح الامین مظاہری، اور مفتی محمد ظفر عالم ندوی، مولانا عبیداللہ ندوی، مولانا مفتی عبدالقدوس ندوی، مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، محمد عثمان بستوی، مولانا حافظ کلیم اللہ عمری مدنی مفتی محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا ریحان مبشر قاسمی، مفتی باقر ارشد قاسمی بنگلوری، مولانا فضل الرحمٰن اصلاحی قاسمی مولانا ابوالربیع عبدالرب عبدالوہاب (یمن) اور ناچیز رحمت اللہ ندوی۔

سوال نمبر ۱ کا خلاصہ یہ ہے کہ شریعت میں جہل کو کہاں عذر تصور کیا جائیگا اور کہاں نہیں؟ کتاب وسنت کی تعلیمات اور فقہاء کی تشریحات کی روشنی میں اس کے بنیادی اصول وضوابط کیا ہیں؟

اس سوال کے جواب میں تمام مقالہ نگاروں کے جوابات الفاظ وتعبیرات کے اختلاف، انداز بیان کے فرق

☆ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔

اوراصول وضوابط کے اطناب وایجاز، نیز مثالوں اورصورتوں کےتنوع اوراجمال وتفصیل کے باوجودآراءوافکارمیں یکسانیت ہے،ذیل کی سطروں میں جہل سے متعلق ضروری اموراوراسکے معتبراورغیرمعتبرہونے کے مقامات وامکانات اورحالات ومناسبات کاذکرکیاجاتاہے:

☆ فقہاءکااس پراتفاق ہے کہ جہل(احکام شرعیہ سے ناواقفیت)اسباب تخفیف میں سےایک ہےاوردین کے احکام کی بنیادسہولت اوردفع حرج وازالہ مشقت پرہے۔

☆ جہل(ناواقفیت)کی مختلف تعریفات کی گئی ہیں،لیکن تمام تعریفات متقارب ہیں،ان میں کوئی تعارض اور تضادنہیں،ایک تعریف:"**عدم العلم عما من شانه العلم** "(علم کی صلاحیت کے باوجودعلم سےمحروم ہونا)ہے۔

☆ اگرآدمی کواپنے جہل کااحساس بھی ہوتویہ"جہل بسیط"ہے،اوراگرجہل کے باوجوداپنے بارے میں علم کا خیال پیداہوجائےتویہ"جہل مرکب"ہے۔

☆ جہل کی بناپراخروی عقوبت وگناہ ساقط ہوجائے گا،لیکن جہل مطلقا تمام احکام کےحق میں مسقط شمارنہ کیا جائے گا۔

☆کسی حکم شرعی کا مکلّف بننے کے لئے یہ شرط ہے کہ مکلّف یا تو اللہ تعالی کے مطالبہ فعل کو فی الواقع جانتا ہو یااستفساروغیرہ کےذریعہ اس کی معرفت ممکن ہو،اختلاف دارکااعتباراسی لئے ہے۔

☆ جن ممالک یاعلاقوں میں احکام شرعیہ سے واقفیت کے امکانات اورمواقع نہ ہوں وہاں کے مسلمانوں کو احکام شرع سے ناواقفیت میں معذورسمجھاجاتاہےاوراس کی وجہ سےاحکام میں تخفیف ہوتی ہے۔

مندرجہ ذیل امورمیں جہل عذرہے:

(۱) دارالحرب میں نومسلم کا قیام یا مقامات علم سے دوری کے سبب جہل.(۲)شبہ کی بنا پر پیدا ہونے والا جہل.(۳)حقوق اللہ کے سلسلہ میں منہیات سے جہل.(۴)لفظ کے معنی اورمفہوم سےجہل.(۵)اللہ تعالی کی صفات سے جہل.(۶)وہ فروعی احکام جن میں باوجودکوشش اورجستجو کے بچناعادۃ متعذرہو.(۷)ایسااجتہادجوکتاب وسنت اوراجماع امت کےخلاف نہ ہواس میں اصل حکم شرعی سےجہل.(۸)احکام شریعت کے وہ باریک اوردقیق مسائل جنھیں فقہ وافتاء کے متخصصین ہی جانتے ہوں،عوام کاان مسائل سےجہل.(۹)سلب اختیار یادفع فساد کے لئےجہل۔

مندرجہ ذیل امورمیں جہل عذرنہیں ہے:(الف)وہ احکام جن کامدارعقل پرہے یاوہ مسلمات اورضروریات دین میں داخل ہیں یاان کا دین سے ہونا معروف ومشہور ہے.(ب)شرعی احکام کےعلم ومعرفت کے حصول پرقدرت کے باوجود-خواہ یہ قدرت حقیقۃ تعلیم وتعلم اورسماع کےذریعہ ہو یاتقدیرا دارالاسلام میں قیام کی وجہ سےشرعی احکام کی شہرت

کے ذریعہ ہو-جہل.(ج)حقوق اللہ میں ترک ماموارت اورحقوق العباد میں مطلقا جہل.(د)کسی شئی کی حرمت کےعلم کے ساتھ اس پر مرتب ہونے والے اثر سے جہل.(ھ)واضح دلیل،مثلاً کتاب یا سنت مشہورہ یا اجماع سے ثابت شدہ شئی سے جہل اور وہ اجتہاد جو اس کے خلاف ہو۔

ہم اگران سب کوسمیٹنا چاہیں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ جہل جو عذر اور شبہ نہیں بن سکتا ہے اس کی چار صورتیں ہیں:

(۱) کافر کا اللہ کی ذات وصفات سے جہل (۲) مبتدع کا جہل (۳) باغی کا جہل (۴) مجتہد کا نصوص ظاہرہ اور دلائل واضحہ کے خلاف اجتہاد۔

اسی طرح وہ جہل جو احکام شرعیہ میں عذر بن سکتا ہے،اس کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں:

(۱) اجتہادی مسائل میں جہل (۲) دار الحرب میں جہل (۳) آدمی کے اپنے اختیارات کے استعمال یا ان اختیارات کے سلب ہونے کی شرائط کے سلسلہ میں جہل۔

سوال نمبر ۲ میں کئی اجزاء ہیں:(۱) عقائد کے باب میں جہالت کے عذر تسلیم کئے جانے کے بارے میں متکلمین اور فقہاء کا کیا موقف ہے؟

☆ سب سے پہلے تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ فقہاء ومتکلمین کے درمیان مسائل اعتقادیہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے،البتہ متکلمین کا موضوع عموماً عقائد قطعیہ اور فقہاء کا موضوع مسائل ظنیہ ہیں،اس سے دونوں کا دائرہ بحث اور طریقہ کار مختلف اور جدا ہوجاتا ہے،ورنہ مسئلہ تکفیر میں حقیقۃً کوئی اختلاف نہیں۔

☆ دوسری بات یہ کہ جو مسائل اعتقادیہ،تدبر وتفکر کے محتاج ہوتے ہیں ان میں فقہاء کی طرف جہل کو معتبر نہ ماننے کی نسبت کی جاتی ہے اور متکلمین کی طرف جہل کے معتبر ہونے کی نسبت کی جاتی ہے،لیکن یہ بھی دونوں کے درمیان کوئی اختلافی امر نہیں،راجح مذہب دونوں کا عدم تکفیر ہے۔

بہرحال اس جزء کے جواب میں تین طرح کی آراء پائی جاتی ہیں:

۱۔عقائد کے باب میں متکلمین وفقہاء کا متفقہ مسلک ہے کہ اس میں جہالت کو کسی صورت میں بھی عذر تسلیم نہیں کیا جائے گا.(مفتی محمد ظفر عالم ندوی،مفتی محمد شاہجہاں ندوی،قاری ظفر الاسلام صدیقی،مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی،مفتی اقبال احمد کانپوری)۔

۲۔کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ عقائد کے باب میں جہل عذر تسلیم کیا گیا ہے.(مفتی عبدالرشید قاسمی،مولانا عبید اللہ ندوی،مولانا روح الامین مظاہری،مولانا صابر حسین ندوی،مفتی محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی،مولانا ولی اللہ مجید قاسمی،مولانا اشرف عباس قاسمی)۔

۳۔بعض حضرات دارالحرب میں قیام یادارالاسلام سے اتنی دوری کہ وہاں علم کا شیوع نہ ہو، کے ساتھ جہل کوعذر مانا ہے.(مولانا عبدالرب،،مولانا ریحان مبشر قاسمی،مفتی مصطفی عبدالقدوس ندوی)۔

جہل عذر نہ ہونے کے چند دلائل:

ا۔"ومن أمثلة ذلک جهل الكفار بصفات الله وأحكام الآخرة،فإنه لای صلح عذرا أصلا ، لأنه مكابرة وعناد بعد وضوح الدلائل على وحدانية الله وربوبيته...... "الخ (موسوعہ فقہیہ ١٦ / ١٩٩-مفتی ظفرعالم ندوی)۔

۲۔کتاب الفروق کی یہ عبارت:"......قال الله تعالى فى بلاد الاتراک عن ياجوج وماجوج :" ووجد من دونهما قوما لا يكادون يفقهون قولا"ومن لا يفهم القول بعدت أهليته لهذه الغاية مع أنه مكلف بالوحدانية ودقائق أصول الدين "(الفروق ۲ /١٥١-قاری ظفرالاسلام صدیقی)۔

۳۔"الجهل الذى يكون من مكابرة العقل وترک البرهان القاطع و هوجهل الكافر لا يكون عذر بحال، بل يواخذ به فى الدنيا والآخرة"(الموسوعۃ الفقہیۃ ١٦ /٢٠٠)(اسی طرح اصول البز دوی:٢٤٢، اورکشف الاسرار:۴ /٤٥١......)(مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

۴۔قرآن کریم کی وہ آیات جوآفاق وانفس میں غوروتدبر کی دعوت دیتی ہیں۔

۵۔حضرت اامام ابوحنیفہ کا قول:"لا عذر لأحد فى الجهل بالخالق لما يرى فى العالم من آثار الخلق "(کشف الاسرار:١ ٣٣)۔

جہل کے عذر ہونے کے چند دلائل:

ا۔ "وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا " (سورۂ اسراء:١٥)(مفتی عبد الرشید قاسمی،مولانا عبید اللہ ندوی)۔

۲۔"كلما القى فيها فوج سألهم خزنتها الم يأتكم نذير قالوا بلى"(سورۂ ملک:٨)(مولانا ولی اللہ مجید قاسمی)۔

۳۔"لئلا يكون للناس حجة بعد الرسل" (مولاناولی اللہ مجید قاسمی)۔

۴۔ابن العربی مالکی کہتے ہیں:"الجاهل والمخطئ من هذه الأمة ولوعمل من الكفر والشرک ما يكون صاحبه مشركا أو كافرا ،فإنه يعذر بالجهل والخطأ حتى تتبين له الحجة التى يكفر تاركها بيانا واضحا ما يلتبس على مثله"(التکفیر وضوابطہ/-٨٧)(مولانا روح الامین مظاہری)۔

ان کے علاوہ قرآن وحدیث کے دیگر نصوص اور فقہی عبارات۔

ترجیح: اس عاجز کے نزدیک ان حضرات کا موقف راجح ہے جو عقیدہ توحید میں جہل کو عذر نہیں مانتے، کیونکہ یہ نقل سے زیادہ عقل پر منحصر ہے، بعثت انبیاء ورسل پر انحصار نہیں، البتہ صفات باری میں جہل عذر ہے، کیونکہ صفات کا اثبات اگرچہ من وجہ عقلی ہے مگر تفصیل وتشریح کے لئے بہرحال کتاب وسنت کی مراجعت یا نظر وفکر کی ضرورت پڑتی ہے: **"الجهل بالصفةهل هو جهل بالموصوف مطلقا أو من بعض الوجوه؟الظاهر:الثانى،ومن ثم لا يكفر أحد من أهل القبلة"** (البحر المحیط۱/ ۸۵)۔

حافظ ابن عبد البر سے منقول ہے: **"من جهل بعض الصفات وآمن بسائرها لم يكن بجهل البعض كافرا،لأن الكافر من عاند،لا من جهل"** (التمہید لما فی الموطأ من المعانی والاسانید ۱۸/ ۴۲)۔

سوال نمبر ۲ کا دوسرا جزء: ضرویات دین اور قطعیات دین سے کیا مراد ہے؟

اس جزء کے جواب میں الفاظ وتعبیر اور طرز تحریر کے فرق ساتھ سب کی رائے یکساں ہے۔

☆ قطعیات دین سے مراد وہ امور ہیں جن کا ثبوت کتاب اللہ یا سنت متواترہ یا اجماع قطعی سے ہو پھر اگر وہ معروف مشہور ہوں تو جو ضرویات دین ہیں، ورنہ نہیں۔

البتہ مفتی اقبال محمد ٹنکاروی کا کہنا ہے کہ ضروریات دین کی کوئی جامع مانع فنی تعریف شریعت نے مقرر نہیں کی ہے، اور نہ ہی مخصوص عقائد ونظریات کو اس عنوان میں داخل فرمایا ہے، بلکہ یہ متقدمین ومتاخرین، متکلمین کی ایک اصطلاح ہے۔

جبکہ مولانا روح الامین صاحب مظاہری کی رائے میں ضروریات دین متعین نہیں، ان کا مدار شیوع اور شہرت پر ہے، ان کے نزدیک ضروریات کے لئے حکم کا بدیہی ہونا یا فرض وواجب ہونا یا ہر کس وناکس کو علم ہونا ضروری نہیں، اکثریت کو علم ہونا کافی ہے۔

مذاہب اربعہ کی عبارت: '' ضرورۃ،، کی قید کا مطلب یہ ہے کہ وہ استفاضہ اور شہرت کی بنا پر ضروریات دین میں داخل ہو چکا ہو، لیکن بہت سے محققین نے اس قید کو غیر ضروری قرار دیا ہے اور ان کے نزدیک جو امر قطعی الثبوت ہو، اس کا انکار مطلقا کفر ہے۔

سوال نمبر ۲ کا تیسرا جزء: اگر کوئی کلمہ گو شخص ناواقفیت کی وجہ ضروریات دین یا قطعیات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

☆ تمام حضرات کا اتفاق ہے کہ ضروریات دین میں جہل عذر نہیں، اور نہ کسی قسم کی کوئی تاویل مسموع ہوگی، ان میں سے کسی چیز نکار کرنے والا کافر ہے، البتہ وہ قطعیات محضہ جو شہرت میں ضروریات کے درجہ کو نہ پہونچے ہوں تو حنفیہ کے

نزدیک اس میں تفصیل ہے: اگر کوئی عامی آدمی بوجہ ناواقفیت وجہالت کے انکار کردے تو کفر وارتداد کا حکم نہیں لگایا جائے گا، بلکہ تبلیغ کی جائے، اس کے باوجود انکار پر قائم رہے تو کفر کا حکم کیا جائے۔

ضابطہ تکفیر:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ ضابطہ تکفیر جو حضرت مفتی محمد شفیع عثمانیؒ نے لکھا ہے، نقل کردیا جائے: تکفیر مسلم کے بارے میں ضابطہ شرعیہ یہ ہے کہ جب تک کسی شخص کے کام میں تاویل صحیح کی گنجائش ہو اور اس کے خلاف کی تصریح متکلم کے کلام میں نہ ہو یا اس عقیدہ کے کفر ہونے میں ادنی سے ادنی اختلاف، ائمہ اجتہاد میں واقع ہو، اس وقت تک اس کے کہنے والے کو کافر نہ کہا جائے، لیکن اگر کوئی شخص ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے یا کوئی ایسی ہی تاویل وتحریف کرے جو اس کے اجماعی معانی کے خلاف معنی پیدا کردے تو اس شخص کے کفر میں کوئی تامل نہ کیا جائے (دین وشریعت کی بنیادیں: ۲۴۱۔۲۴۲)۔

سوال نمبر ۲ کا آخری جزء کہ ایسے منکر کے بارے میں مسلمانوں کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ تکفیر میں عجلت سے کام نہیں لینا چاہئے، اس کے ساتھ معاندانہ انداز اختیار کرنے کے بجائے مشفقانہ اور ناصحانہ اسلوب اپنانا چاہئے تعلیم وتبلیغ کے ذریعہ اہل علم کو اس کے شکوک وشبہات کا ازالہ کرکے اصلاح کرنے، ضروریات دین سیکھنے کی ترغیب اور صحیح عقیدہ پر لانے کی کوشش کرنی چاہئے، پھر بھی اگر اپنے انکار پر قائم رہے اور باطل عقیدہ پر اصرار کرے تو اس سے مسلمانوں کو قطع تعلق کرلینا چاہئے، اور اس کے کافر ہونے میں کوئی شبہ نہیں کرنا چاہئے، البتہ طریقہ کار ایسا اختیار کیا جائے کہ اہل اسلام کے درمیان ایسے نظریات کا غلط ہونا واضح ہوجائے اور باعث فتنہ وفساد بھی نہ ہو۔

سوال نمبر ۳ کا خلاصہ یہ ہے کہ عملی احکام میں فقہاء نے دارالاسلام اور دارالحرب کا فرق کیا ہے، دارالاسلام میں عموماً جہل عذر نہیں مانا ہے اور دارالحرب میں عذر مانا ہے، اس پس منظر میں ہندوستان جیسے ممالک کا کیا حکم ہے؟ جہل کے حوالے سے کس زمرہ میں رکھا جائے؟ پورے ملک کے مسلمانوں کا حکم یکساں ہوگا یا مختلف علاقوں کے اعتبار سے الگ الگ حکم ہوگا؟

تمام مقالہ نگاروں کا اس پر اتفاق ہے کہ جہل کے حوالے سے ہندوستان اور اس جیسے ممالک کو دارالاسلام کے زمرہ میں رکھا جائے گا، اور جہاں دین واحکام شرعیہ سے واقفیت کے اسباب ووسائل بڑے پیمانے پر ہوں، اور عقائد واحکام سے واقفیت کے مواقع زیادہ ہوں اور استفادہ میں سہولت ہو، وہاں کے مسلمانوں کے حق میں جہل عذر نہ ہوگا، اور جہاں اسباب ووسائل ہی نہ ہوں یا کم ہوں، یا استفادہ مشکل ہو، وہاں جہل کو عذر تسلیم کیا جائے گا، اس لحاظ سے تمام علاقوں کا حکم یکساں نہ ہوگا۔

البتہ مفتی محمد شاہ جہاں ندوی کے نزدیک پورے ملک کے مسلمانوں کا حکم یکساں ہوگا، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی بھی ان کے ہم خیال نظر آتے ہیں، ان دونوں کا ماننا ہے کہ دستور ہند میں اقلیتوں کے لئے مذہبی ادارے اور تعلیمی مراکز قائم کرنے کی آزادی، دینی مسائل کے لئے جدید وسائل کی فراہمی اوان کا رواج اور ترقی یافتہ دور میں ہر طرف تعلیمی رجحان اور بہاؤ کے بعد نہ کسی علاقے کے مسلمانوں کو جہل زیب دیتا ہے اور نہ ہی دین کی بنیادی تعلیم سے ناواقفیت پر انھیں معذور سمجھا جاسکتا ہے، مفتی شاہجہاں صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ محض زمام اقتدار غیر مسلموں کے ہاتھوں میں جانے سے کوئی ملک دارالحرب نہیں ہوجاتا۔

"**البلادالتی فی أیدی الکفار ٍّ بلاد الاسلام ،لا بلاد الحرب ،لأنهم لم یظهرو ا فیها حکم الکفر ،بل القضاة والولاةمسلمون ، یطیعونهم عن ضرورة أو بدونها**" (ردالمحتار ۲/ ۱۴۴)۔

مفتی محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی کا خیال ہے کہ یہ اصطلاحات ایک دور کے حالات کے اعتبار سے تھیں یہ گلوبلائزیشن کا دور ہے، اور دنیا ایک گاؤں کی مانند ہوچکی ہے، اور ذرائع ابلاغ کی برق رفتاری نے سارے فاصلے سمیٹ کر رکھ دئے ہیں، لہٰذا اصطلاحات اور مفہوم بھی بدل چکے ہیں، نہ کوئی غیر مسلم ملک دارالحرب کے زمرہ میں شمار ہونے کے لائق ہے، اور نہ کوئی مسلم ملک دارالاسلام کے معیار پر باقی ہے۔

مفتی محمد عثمان بستوی کی رائے ہے کہ جہالت کے عذر ہونے اور نہ ہونے کا اصل مدار، دار پر نہیں، بلکہ اشاعت احکام پر ہے، جن علاقوں اور ملکوں میں احکام اسلام مشہور ومعروف ہوں، وہاں احکام مشہورہ میں جہل عذر نہیں ہوگا، کیونکہ شہرت علم کے قائم مقام ہے، لیکن جن علاقوں میں یہ صورت حال نہ ہو وہاں جہل عذر ہوگا۔ **آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔**

☆☆☆

عرض مسئلہ:

احکام شرعیہ پر جہل کا اثر سوال

سوال نمبر ۴-۵

مفتی محمد اشرف عباس قاسمی☆

حامدا و مصلیا اما بعد!

''احکام شرعیہ پر جہل کا اثر'' سے متعلق سوال نمبر ۴ اور ۵ پر عرض مسئلہ کی ذمہ داری احقر کو سونپی گئی تھی، اور موضوع سے متعلق ۲۵ مقالے دستیاب کرائے گئے تھے۔ چنانچہ تعمیل حکم میں یہ تحریر پیش خدمت ہے:

سوال نمبر ۴: دور حاضر میں جن مسائل میں جہل کے عذر ہونے نہ ہونے کی بات زیر بحث آتی رہتی ہے ان میں نکاح وطلاق کے کچھ مسائل بھی ہیں، نکاح وطلاق کے بہت سے مسائل عوام ہی کیا، عام علما کو بھی معلوم نہیں ہوتے، فقہ وافتا کے متخصصین ہی انھیں جانتے ہیں۔ حرمت مصاہرت کے بعض مسائل وجزئیات بھی اسی زمرے میں آتے ہیں، مثلا مس بالشھوہ اور نظر بالشھوہ سے حرمت مصاہرت کا ثابت ہونا، بعض اہل علم کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جو لوگ اس مسئلے سے بالکل بے خبر ہوں ان کے حق میں حرمت مصاہرت کا حکم ثابت نہ ہو، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

اس سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ حکم سے ناواقف کے حق میں حرمت مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں؟ کئی فاضل مقالہ نگاروں نے اس جز کے جواب سے قبل حرمت مصاہرت کے اسباب، احکام اور دلائل پر تفصیلی گفتگو کی ہے (دیکھئے مقالہ: مفتی محمد شاہ جہاں ندوی، مفتی صابر حسین ندوی، مفتی اقبال احمد کانپوری، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا عبیداللہ ندوی، مفتی مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، مولانا حافظ کلیم اللہ عمری)۔

اصل مسئلے یعنی جاہل کے حق میں حرمت مصاہرت کے ثبوت یا عدم ثبوت کے سلسلے میں دو طرح کے نقطہ ہائے نظر

☆ استاذ دارالعلوم دیوبند، دیوبند، سہارنپور۔

سامنے آئے ہیں:

پہلا نقطہ نظر یہ ہے کہ مسئلے سے جہالت اور بے خبری کے باوجود حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی، اس کے قائل ۸ مقالہ نگار ہیں: مفتی اقبال ٹنکاروی، مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی روح الامین مظاہری، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، مولانا عبدالرب سعادتی، مفتی صادق مبارک پوری، مفتی ریاض ارمان قاسمی، اور مفتی ریحان مبشر قاسمی۔

دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ جولوگ مسئلے سے بالکل بے خبر ہوں، ان کے حق میں مس بالشھوۃ اور نظر بالشھوۃ سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی، اکثر مقالہ نگار یعنی ۲۵ میں سے ۱۵ حضرات اسی کے قائل ہیں، جن کے اسماء گرامی یہ ہیں: مفتی محمد شاہ جہاں ندوی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی محمد عثمان بستوی، مفتی اقبال احمد قاسمی کانپور، مفتی عبدالرشید کانپوری، مفتی ولی اللہ مجید قاسمی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مفتی ظفر عالم ندوی، مفتی مصطفٰی عبدالقدوس ندوی، مولانا حافظ کلیم اللہ عمری، مولانا فضل الرحمٰن اصلاحی قاسمی، مفتی صابر حسین ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی اور مفتی لطیف الرحمٰن، البتہ حافظ کلیم اللہ عمری کے یہاں مسئلے میں تعمیم ہے، خواہ وہ شخص مسئلے سے باخبر ہو یا بے خبر ہو، حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔ جب کہ مولانا صبغۃ اللہ افغانستان کی رائے سمجھ میں نہیں آسکی۔

فریق اول کے دلائل:

(۱) مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی لکھتے ہیں: فروج وابضاع میں اصل تحریم ہے، نیز جہاں اصل تحریم ہوتی ہے وہاں شبہ سے بھی حرمت ثابت ہوجاتی ہے، جیسا کہ شکاری وغیر شکاری کتے سے کیے ہوئے شکار کو اللہ کے رسول نے کھانے سے منع فرمایا: ''**لاتأكل إنما سميت على كلبك ولم تسم على الآخر**'' (بخاری ۱/۲۷۶، کتاب البیوع، باب تفسیر المشبھات، والاصل فی الابضاع التحریم، الاشباہ ۱/۵۷) [مقالہ مفتی ریحان مبشر]۔

(۲) مفتی روح الامین مظاہری، مولانا عبدالرب سعادتی، مفتی محبوب فروغ قاسمی، مفتی ریاض ارمان قاسمی اور مفتی ریحان مبشر مئوی نے اس ضابطے سے بھی استدلال کیا ہے کہ اگر کسی حرام کی حرمت کا علم ہو، مگر نتائج سے واقفیت نہ ہو تو ایسی صورت میں معذور نہیں سمجھا جائے گا۔ ''**قال السيوطي: كل من علم تحريم شيء وجهل مايترتب عليه، لم يفده ذلك، كمن علم تحريم الزناء والخمر وجهل وجوب الحد يحد بالاتفاق....**'' (الاشباہ للسیوطی ۱/۳۰۴)۔

(۳) مفتی اقبال ٹنکاروی اور مفتی محبوب فروغ قاسمی نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ جب کسی موقع پر حلت و حرمت کا اجتماع ہوجائے تو حرمت کے پہلو کو ترجیح ہوتی ہے۔ '' قواعد الفقہ'' میں ہے: ''**إذا اجتمع الحلال والحرام أو**

المحرم والمبیح غلب الحرام والمحرم"۔

(۴) مفتی اقبال ٹنکاروی اور مولانا عبدالرب نے یہ دلیل بھی دی ہے کہ ثبوت حرمت کے لیے فعل کا بالقصد ہونا ضروری نہیں ہے، ثبوت حرمت کا مدار سبب پر ہے، جب سبب پایا گیا تو مسبب بھی پایا جائے گا، البتہ مفتی اقبال احمد قاسمی اور مفتی روح الامین صاحبان نے مخصوص حالات میں مفتی کے لیے عمل بمذہب الغیر کے زبانی مشورے کی اجازت دی ہے۔

(۵) مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی فرماتے ہیں: یہ حدیث وآثار اور صحابہ وجمہور تابعین کے برخلاف رائے ہوگی، نیز اس سے رشتوں کا تقدس پامال ہوگا، نیز یہ عوام وخواص کے درمیان معلوم ومعروف معاملات میں سے ہے؛ اس لیے عذر جہل مقبول نہیں۔ "قال السیوطی: کل من جهل تحریم شئی مما یشترک فیه غالب الناس لم یقبل منه دعوی الجهل"

فریق ثانی کے دلائل:

(۱) نظر بالشھوۃ اور مس بالشھوۃ کا موجب لحرمۃ المصاہرۃ ہونا امام اعظمؒ کے یہاں احتیاط کی بنیاد پر ہے، اور ضرورت وحرج میں بھی محض احتیاط دراحتیاط پر اصرار مقصد شریعت اور خود حنفیہ کے اصول کے خلاف ہے (ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی محمد ظفر عالم ندوی)۔

(۲) اگر اصول دین اور ضروریات دین میں ناواقفیت کی وجہ سے بندے کو معذور قرار دیا جائے اور فروعات میں اسے معذور قرار نہ دیا جائے تو یہ قلب موضوع ہوگا (مفتی عبدالرشید قاسمی)۔

(۳) فقہاء نے اس طرح کے غامض مسائل میں عامی شخص کے جہل کو عذر مانا ہے۔ "قال القاضی حسین: کل مسئلة تدق و یغمض معرفتها، هل یعذر فیها العامی؟ وجهان، أصحهما: نعم" (المنثور ۲/۱۵۔ الموسوعۃ الفقہیۃ ۱۶/۲۰۱) (مفتی اقبال کانپوری، مولانا رحمت اللہ ندوی)۔

(۴) مسئلے میں مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کی دلیلیں قوی ہیں، لہذا اسے اختیار کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ خاص کر ان کے حق میں واس مسئلے سے بالکل ناواقف ہوں (ڈاکٹر مفتی محمد شاہ جہاں ندوی)۔

(۵) مفتی محمد عثمان گورینی فرماتے ہیں: "مس بالشھوۃ کا حکم مجتہد فیہ مسائل میں سے ہے، لہذا اگر مفتی حالات اور مبتلی بہ کے احوال کے پیش نظر امام شافعیؒ کے قول پر عمل کرنے کا فتوی دینا چاہے تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں؛ خصوصاً جب مس ونظر کا ارتکاب بلاقصد ہو اور حکم سے بھی جہالت ہو۔

سوال نمبر ۵: طلاق کے مسائل میں بھی بے خبری عام ہے۔ بہت سے وکلاء سمجھتے ہیں کہ تین بار طلاق کے الفاظ دہرائے بغیر یا

تین طلاق دیئے بغیر طلاق واقع ہی نہیں ہوتی،انھیں طلاق دینے کے احسن اور حسن طریقے کا علم ہی نہیں ہوتا،کیا اس ناواقفیت کو عذر مان کر ان کے حق میں تین طلاق کو ایک مانا جاسکتا ہے؟خصوصا ہندوستان کے مخصوص حالات میں جب کہ نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو نکاح وطلاق کے ضروری مسائل سے واقف کرانے کی کوئی منظّم اور مربوط کوشش نہیں پائی جاتی۔

اس سوال کے جواب میں تین طرح کی آراء سامنے آئی ہیں:

پہلی رائے: نو مقالہ نگار اس بات کے قائل ہیں کہ جہل کے باوجود تین طلاق تین ہی شمار ہوں گی،ان کے اسماء گرامی یہ ہیں مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی،مفتی محمد عثمان گورینی،ڈاکٹر مفتی محمد شاہ جہاں ندوی،مفتی اقبال احمد ٹنکاروی،مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی،مولانا عبدالرب سعادتی،مفتی صادق مبارکپوری،مفتی ریاض ارمان قاسمی،مفتی ریحان مبشر مئوی۔

دوسری رائے: جہل کی وجہ سے تین طلاق ایک شمار کی جاسکتی ہے۔اس کے قائل درج ذیل ۸ حضرات ہیں: مولانا ولی اللہ مجید قاسمی،مفتی عبدالرشید قاسمی،مولانا رحمت اللہ ندوی،مفتی روح الامین مظاہری،مولانا حافظ کلیم اللہ عمری،مولانا عبیداللہ ندوی،مولانا فضل الرحمٰن اصلاحی قاسمی،مفتی لطیف الرحمٰن۔

تیسری رائے: اگر لفظ طلاق کے ساتھ تین کا عدد متصل نہ ہو صرف لفظ طلاق میں تکرار پائی گئی تو اسے ایک قرار دیا جاسکتا ہے ورنہ نہیں،اسکے قائل درج ذیل مقالہ نگاران ہیں: ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی،مفتی اقبال احمد قاسمی کانپوری، مفتی مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی،مفتی سید باقر ارشد قاسمی۔

فریق اول کے دلائل:

مولانا حافظ کلیم اللہ عمری نے بعض روایات سے استدلال کرتے ہوئے عام حالات میں بھی تین کو ایک ہی شمار کرنے کی رائے دی ہے،مولانا فضل الرحمٰن اصلاحی کے بہ قول: نازک صورت حال کا تقاضا ہے کہ تین طلاق کو ایک ہی مان لیا جائے۔مولانا عبیداللہ ندوی نے،البتہ عمومی فتوی سے گریز کرنے کو کہا ہے،مفتی روح الامین مظاہری کے بہ قول: نیت کے بغیر تکرار لفظ کے ساتھ طلاق کی صورت میں ایک کے وقوع کا قول کیا جاسکتا ہے،کیونکہ کلام کے محتمل ہونے کی وجہ سے ایک سے زیادہ طلاق کے وقوع میں شک ہے،جبکہ ایک طلاق کا وقوع یقینی ہے،نیز جب کلام محتمل ہے تو مکلّف کے کلام وتصرف کو اس وجہ پر محمول کرنا اولی ہے جو شرعا مباح وجائز ہے؛ جبکہ ایک ہی لفظ میں طلاق ممنوع ہے۔مفتی عبدالرشید صاحب کے مطابق: اس مسئلے میں ناواقفیت کے ساتھ غلط فہمی کا بھی دخل ہے،اس پر مستزاد یہ کہ اردو محاورے میں دوران گفتگو بات پر زور دینے کے لیے تین مرتبہ بولنے کا بھی رواج ہے،ان جملہ وجوہ اور ہندوستان کے مخصوص حالات کے پیش نظر اگر ناواقفیت کو عذر مان لیا جائے تو بہتر ہے۔

فریق ثانی کے دلائل:

مفتی محمد عثمان گورینی اور مولانا عبدالرب صاحبان نے دلیل یہ دی ہے کہ مسئلہ طلاق میں طلاق کے طریقے سے جہل ہوتی ہے، حکم سے نہیں۔ فقہاء کی صراحت ہے کہ سبب کی حرمت سے واقفیت ہو، لیکن اس پر مرتب ہونے والے حکم سے واقفیت نہ ہو تو یہ جہالت ترتب حکم سے مانع نہیں ہوگی۔ مفتی محمد عثمان صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ غیر مشروع طریقے سے طلاق کے واقعات خیر القرون میں بھی پائے جاتے رہے ہیں، اس لیے طلاق کا جو غیر مشروع طریقہ رائج ہے اس سے طلاق پڑ جائے گی اور جہالت عذر نہیں بنے گی۔ ''**كل من علم تحريم شيء وجهل ما يترتب عليه، لم يفده ذلک**'' (الاشباہ للسیوطی: ۲۰۱)۔

مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی فرماتے ہیں: جاہل کو معذور قرار دینا حکم شرعی میں تخفیف کا سبب ہے، لیکن خود جہل من حیث الجہل کوئی عذر نہیں ہے۔ ''**ولهذا قال الشافعي: لو عذر الجاهل لأجل جهله لكان الجهل خيرا من العلم**'' (الدر المنثور ۲/ ۱۵)، نیز ہندوستان میں جب سے حکومت نے طلاق ثلاثہ اور حلالہ کی تشہیر شروع کی ہے، ساری تفصیل پریس میں آ چکی ہے، لہذا اس معاملے میں جہل کو عذر ثابت کر کے تخفیف حکم کی کوشش کرنا، جاہل کو اپنی جہالت پر جمے رہنے کی ترغیب دینا ہے۔

مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی نے بھی اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تین طلاق بدیہی بن گئی ہے، اس لیے موجودہ حالات میں طلاق کے مسئلے میں جہل کا بہانا بنانا فرضی سا معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بعد تین کے تین ہونے پر ابن العربی کا اجماع نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ البتہ عدد کی تصریح کے بغیر تاکید کی نیت کی صورت میں تین کو دیانۃ ایک مانا جا سکتا ہے۔

فریق ثالث کے دلائل:

مفتی مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی نے ابن نجیم مصری کی اس عبارت سے استدلال کیا ہے جس میں صراحت ہے کہ لفظ طلاق کو ایک سے زائد بار دہرایا اور اس نے تاکید کی نیت کی، تو دیانۃ ایک واقع ہوگی (الاشباہ ۱/ ۵۷)، نیز یہ عبارت بھی پیش کی ہے: ''**الأصل فی إيقاع الطلاق هو عدم الطلاق، فلايقع بالشک**'' (اصول الفقہ الاسلامی للزحیلی: ۴۱۲)۔

کئی حضرات نے ''اسلامی قانون، مسلم پرسنل لاء'' کی دفعہ ۲۸۰ سے استدلال کیا ہے، جس میں کہا گیا ہے: ''اگر کسی شخص نے طلاق دیتے ہوئے عدد کی صراحت نہیں کی؛ مگر بار بار طلاق دینے کا جملہ دہرایا، مثلاً تجھے طلاق

دی، تجھے طلاق دی، تجھے طلاق دی۔ یا یوں کہا: تجھے طلاق طلاق طلاق۔ تو ایسی صورت میں اگر طلاق دینے والا یہ اقرار کرے کہ اس نے دو یا تین بار لفظ طلاق دہرا کر دو یا تین طلاق دینا چاہا ہے، تو ایسی صورت میں دو یا تین واقع ہوں گی۔ اگر طلاق دینے والا یہ کہتا ہے کہ اس کی نیت ایک ہی طلاق کی تھی، اور اس نے محض زور پیدا کرنے لیے الفاظ طلاق دہرائے ہیں، تو اس کا یہ بیان حلف کے ساتھ تسلیم کیا جائے گا، اور ایک ہی طلاق واقع ہوگی (ص:۱۸۵) (مقالہ: مفتی اقبال احمد قاسمی کانپوری، مفتی ظفر عالم ندوی)۔

مفتی اقبال کانپوری فرماتے ہیں: خلاصہ یہ کہ طلاق ثلاثہ کے مسئلے سے جہل کی وجہ سے اس صورت میں جب کہ صریح تین کا عدد طلاق کے ساتھ نہ کہا جائے تو جہلا کا جو عرف ورواج ہے کہ تکرار کو ہی طلاق سمجھتے ہیں تین دینا مقصود نہیں ہوتا، ان کا یہ عرف خود ان کے لیے معتبر ہوجائے گا اور تکرار طلاق میں ان کو معذور مانا جائے گا۔ **"لأن العادة محكمة"** (الاشباہ ص:۳۳۵)۔

عارض کی رائے:

واقعہ یہ ہے کہ زیر بحث دونوں مسئلوں کے کے تعلق سے جس وسیع پیمانے پر پروپیگنڈہ کیا جاچکا ہے، اس کے سبب عام لوگوں کو بھی اجمالاً سہی؛ احکام سے کسی نہ کسی درجے میں واقفیت ضرور ہوگئی ہے، اس لیے دونوں ہی مسئلوں میں بے خبری اور جہالت کی وجہ سے حکم میں تخفیف کی کوئی قوی بنیاد نظر نہیں آتی، البتہ طلاق کی صورت میں عدد کی عدم تصریح کی صورت میں دیانۃً تین کو ایک مانا جاسکتا ہے، جیسا کہ پہلے بھی فقہا اس کی تصریح کر چکے ہیں۔ **واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔**

☆☆☆

دوسرا :باب

تفصیلی مقالات

احکام شرعیہ پر جہل (ناواقفیت) کا اثر

ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی☆

تمہید:

لغت میں ''جہالت'' کے معنی نہ جاننے کے بھی ہیں، اور جذبات سے مغلوب ہوکر کوئی شرارت، برائی، یا ظلم یا گناہ کا کام کر گزرنے کے بھی ہیں، خلاصہ یہ کہ ''جہل''، ''علم' اور ''حلم' دونوں کی ضد ہے، ابن فارس ابوالحسین احمد بن فارس(م:۳۹۵ھ) لکھتے ہیں:''**الجيم والهاء واللام أصلان: أحدهما خلاف العلم، والآخر: الخفة وخلاف الطمانينة، فالأول الجهل، نقيض العلم،ويقال للمفازة التي لا علم بها:مجهل، والثاني: قولهم للخشبة التي يحرک بها الجمر: مجهل ويقال: استجهلت الريح الغصن،إذا حركته فاضطرب**''(ابن فارس،معجم مقاییس اللغۃ ۳۸۹ھ،بیروت، دار الفکر،۱۳۹۹ھ-۱۹۷۹ء ع ۰أ:۶) (جیم، ہاء اور لام کے دو اصلی مفہوم ہیں:۱-ایک علم کی ضد ہے، اور دوسرے مفہوم میں یہ نادانی، اور اطمینان کی ضد کے طور پر مستعمل ہے، چنانچہ پہلے مفہوم میں جہل علم کی ضد ہے، اور جس بیابان میں نشان نہ ہو اسے ''مجہل'' کہا جاتا ہے)۔

اور دوسرے مفہوم کی صراحت اہل عرب کی اس تعبیر سے ہوتی ہے کہ وہ انگارے کو حرکت دینے والی لکڑی کو''مجہل'' کہتے ہیں، اور کہا جاتا ہے:''**استجهلت الريح الغصن**'' (ہوا نے ٹہنی کو حرکت دی، اور وہ ہلنے لگی)۔عرب شعراء نے بھی دونوں مفہوموں میں اس لفظ کو استعمال کیا ہے،عمرو بن کلثوم کہتا ہے:

''**ألا لا يجهلنّ أحد علينا　　فنجهل فوق جهل الجاهلينا**''

(آگاہ ہوجاؤ، کہ کوئی ہمارے خلاف جہالت کا اظہار نہ کرے کہ ہم بھی تمام جاہلوں سے بڑھ کر جہالت کرنے پر مجبور ہوجائیں)۔

اور ایک حماسی شاعر مرار بن سعید کہتا ہے:

☆ عمید کلیۃ الحدیث، جامعہ اسلامیہ، شانتاپورم، مالاپورم، کیرالہ۔

"فللحلم خير فاعلمنّ مغبة من الجهل إلا أن تشمس من ظلم"

(اور یادرکھو کہ جہالت کے مقابلے میں تحمل وبردباری انجام کار کے اعتبار سے بہتر ہے،مگر یہ کہ تمہیں ظلم کی وجہ سے ذلیل کرنے کی کوشش کی جائے)۔

قرآن کریم میں بھی یہ لفظ ان دونوں مفہوم میں استعمال ہوا ہے، ارشاد ربانی ہے:"ما كانوا ليؤمنوا إلا أن يشاء الله، ولكن أكثرهم يجهلون"(أنعام:۱۱۱)(جب بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے،مگر یہ کہ اللہ چاہے،مگران میں اکثر لوگ حقیقت سے بے خبر ہیں)،اور اللہ عزوجل کا فرمان ہے:"إنما التوبة على الله للذين يعملون السوء بجهالة، ثم يتوبون من قريب، فأولئك يتوب الله عليهم"(نساء:۱۷)(اللہ پر توبہ قبول کرنے کی ذمہ داری توان ہی کے لئے ہے جو جہالت سے مغلوب ہوکر برائی کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں، پھر جلد ہی توبہ کرلیتے ہیں، وہی ہیں جن کی توبہ اللہ قبول فرماتا ہے)۔

جہل اصطلاح میں:

اصطلاح میں جہل کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:"صفة تضاد العلم عند احتماله وتصوره"(کاکی حنفی محمد بن محمد (م:۷۴۹ھ)، جامع الأسرار في شرح المنار ۵/ ۱۳۳۷، مکہ مکرمہ،مکتبہ نزار مصطفی باز طبع دوم، ۲۰۰۵ء)(جہل ایسی صفت ہے جو علم کی ضد ہے ایسے محل میں جہاں علم کا احتمال اور تصور ہو)۔

اور جہل کی دوقسمیں ہیں:۱-جہل بسیط یہ مقصود کے نہ جاننے کا نام ہے(دیکھئے:ابوزرعی عراقی، الغیث الہامع شرح جمع الجوامع ۱/ ۵۷، بیروت العلمیہ طبع اول، ۱۴۲۵ھ-۲۰۰۴ء)۔

جیسے کسی شخص سے پوچھا گیا کہ بھول کرروزہ کی حالت میں کھا پی لے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا،اور جواب میں اس نے "لا أعلم" کہا،تو یہ"جہل بسیط" ہے، چونکہ یہ ایک جزء والی جہالت ہے،اس لئے اسے"جہل بسیط" کہتے ہیں۔

جہل کی دوسری قسم جہل مرکب ہے جس کی تعریف یوں کی گئی ہے:"تصور المعلوم على خلاف هيئته"(مرجع سابق ۱/ ۵۷)(معلوم شئ کا اس کی حقیقی شکل کے برعکس تصور کرنا)۔

اسے"جہل مرکب" اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں کسی شئ کا علم نہ ہونے کے ساتھ فاسد اعتقاد بھی ہوتا ہے، واضح رہے کہ حنفیہ نے جہل کو"عوارض مکتسبۃ"(حاصل کردہ موانع) میں سے قرار دیا ہے؛ کیونکہ اس کو زائل کرنا بندہ کی قدرت میں ہے،تو پھر جب اس نے زائل نہیں کیا،تو گویا خود اس نے جہل کو حاصل کرلیا۔

"جہل" کی مذکورہ لغوی اور اصولی تشریح کے بعد سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱-حکم شرعی سے ناواقفیت کے عذر ہونے یا نہ ہونے کے بارہ میں بنیادی اصول وضوابط:

حکم شرعی سے ناواقفیت کے عذر ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں بنیادی اصول وضوابط درج ذیل ہیں:

الف- دین کے بدیہی مسائل میں جہل عذر نہیں:

وہ چیزیں جن کا دین سے ہونا بداہتاً معلوم ہو، ہر عام وخاص ان سے واقف ہوں، ایسے بدیہی مسائل میں جہل قطعاً عذر نہیں ہے، لہذا اگر کوئی شخص، توحید، نبوت اور آخرت میں سے کسی اصولی عقیدہ کے بارہ میں شک کرے، تو وہ کافر ہے، البتہ توحید کے سلسلہ میں اتنی سی بات کافی ہے کہ اللہ تعالی کی وحدانیت، قدرت، علم، حکمت پر ایمان رکھے، تمام ثبوتی اور سلبی صفات کی تفصیلی واقفیت ضروری نہیں ہے، اور نبوت کے سلسلہ میں اس قدر ایمان رکھنا ضروری ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اپنی تمام باتوں میں سچے ہیں، احکام الہی پہنچانے کے سلسلہ میں معصوم، یعنی غلطیوں سے محفوظ ہیں، اور آخرت کے سلسلہ میں یہ عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ ہر عاقل بالغ سے موت کے بعد حساب لیا جائے گا، اور ہر ایک اپنے اعمال کے سلسلہ میں جوابدہ ہے، اور ہر ایک کو بہتر عمل کا بہتر بدلہ اور برے عمل کا برا بدلہ ملے گا۔

اسی طرح عملی احکام جن پر تمام مذاہب کا اتفاق ہے، اور عوام وخواص میں معروف ہیں، جیسے نماز، زکوۃ، روزہ اور حج کی فرضیت، ماں، بہن، بیٹی اور خالہ وغیرہا سے نکاح کی حرمت، اور اس طرح کے دیگر عملی احکام جن کے بارے میں کسی دو مسلمان کا بھی اختلاف نہیں ہے، اس سلسلہ میں اسلامی معاشرہ میں جہل عذر نہیں ہے۔

اس پر قرآن کریم کی بہت سی آیات دلالت کرتی ہیں، مثلاً: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**ولو أننا نزلنا إليهم الملائكة وكلمهم الموت وحشرنا عليهم كل شئ قبلا ما كانوا ليؤمنوا إلا أن يشاء الله، ولكن أكثرهم يجهلون**" (انعام:۱۱۱) (اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے بھی اتار دیتے اور مردے بھی ان سے باتیں کرنے لگتے، اور ساری چیزیں ان کے آگے گروہ در گروہ اکٹھی کر دی جاتیں جب بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے، مگر یہ کہ اللہ چاہے، لیکن ان میں سے اکثر حقیقت سے بے خبر ہیں)۔

بیضاویؒ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "**أنهم لو أوتوا بكل آية لم يؤمنوا، فيقسمون بالله جهد أيمانهم على ما لا يشعرون، ولذلک أسند الجهل إلى أكثرهم مع أن مطلق الجهل يعمهم**" (بیضاوی، تفسیر البیضاوی ۲/۴۴۳، بیروت، دار الفکر، ع۰ا، ۵:۰۵) (اگر انہیں ہر طرح کی نشانی دے دی جائے، پھر بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے، سو وہ ایسی چیز پر پورے زور سے قسم کھا رہے ہیں جن کا انہیں علم نہیں، اور اسی وجہ سے ان میں سے اکثر کی طرف جہل کی نسبت کی گئی ہے، باوجود یہ کہ مطلق جہل تمام کفار کو عام ہے)۔

اورفرمان الٰہی ہے:"وإذا قيل لهم اتبعوا ما أنزل الله، قالوا: بل نتبع ما ألفينا عليه آباء نا، أولو كان آباؤهم لا يعقلون شيئا ولا يهتدون" (بقرہ:۱۷۰)(اورجب ان کودعوت دی جاتی ہے کہ اللہ کی اتاری ہوئی چیز کی پیروی کرو، تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اس صورت میں بھی، جبکہ کچھ نہ سمجھتے رہے ہوں اور نہ راہ ہدایت پر رہے ہوں)، لیکن اللہ تعالی نے کافر کے جہل کا اعتبار نہیں کیا، جیسا کہ ارشاد ہے:"وجحدوا بها واستيفنتها أنفسهم ظلما وعلوا"(نمل:۱۴)(اورانہوں نے ظلم اور گھمنڈ کے سبب سے ان کا انکار کیا، حالانکہ ان کے دلوں نے ان کوتسلیم کیا)۔

اورحضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سوال ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے جواب میں ارشادفرمایا:"أن تؤمن بالله وملائكته وبلقائه ورسوله، وتؤمن بالبعث"(صحیح البخاری حدیث نمبر:۵۰، ۴۷۷۷، صحیح مسلم حدیث نمبر:۹)(ایمان یہ ہے کہ تم اللہ، اس کے فرشتے، اوراس سے ملنے اوراس کے رسولوں کو اعتقادرکھواورمرنے کے بعددوبارہ زندہ کئے جانے پرایمان رکھو)۔

اصولیین نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے، جیسا کہ علامہ محبّ اللہ بن عبد الشکور بہاری، ہندی، حنفیؒ(م:۱۱۱۹ھ)رقم طراز ہیں:"الجهل الذي يكون من مكابرة العقل، وترك البرهان القاطع، وهوجهل الكافر، لا يكون عذرا بحال، بل يؤاخذ به في الدنيا والآخرة"(عبدالعلی محمد بن نظام، فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت ۱/۱۶۰، طبع بولاق)(جوجہل عقل کےعناداورجان بوجھ کرحق کوٹھکرانے، اورقطعی دلیل کوترک کرنے کی وجہ سے ہووہ کافر کا جہل ہے، یہ کسی حال میں عذرنہیں ہوسکتا ہے، بلکہ دنیااورآخرت میں اس کا مؤاخذہ ہوگا)۔

۲-واضح دلیل سے ثابت شے کا جہل عذرنہیں:

جوچیز بالکل واضح اورکھلی ہوئی دلیل سے ثابت ہواس سے جہل عذرنہیں بن سکتا ہے، چنانچہ اس شخص کا جہل معتبر نہیں جوکتاب اللہ، یاسنت مشہورہ، یااجماع کی مخالفت کرے، جیسے یہ کہے کہ'' زانی'' سے پیشہ ورزانی مراد ہے، اسی طرح فاسدتاویل کی بنیادپرامام حق کےخلاف علم بغاوت بلندکرنے والے کا جہل عذرنہیں بن سکتا ہے(دیکھئے: کاکی حنفی، جامع الأسرار في شرح المنار للنسفي ۵/۱۳۳۸)۔

اسی طرح اس شخص کا جہل معتبرنہیں جوقصدا بسم اللہ ترک کئے ہوئے ذبیحہ کوحلال ٹھہرائے، کیونکہ یہ اللہ تعالی کے صریح قول"ولا تأكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه، وإنه لفسق" (الأنعام:۱۲۱)(اورتم نہ کھاؤاس ذبیحہ میں سے جس پراللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، بےشک یہ حکم عدولی ہے)کے مخالف ہے(دیکھئے: سعدالدین مسعود بن عمرتفتازانی شافعی(م:۷۹۳ھ)، شرح التلویح علی التوضیح ۲/۳۸۴، بیروت، العلمیۃ، طبع اول-۱۴۱۶ھ-۱۹۹۶ء)۔

۳-کسی شئ کی حرمت کے علم کے ساتھ اس پر مرتب ہونے والے اثر سے ناواقفیت عذر نہیں:

کسی شئ کی حرمت کے علم کے ساتھ اس پر مرتب ہونے والے اثر سے ناواقفیت عذر نہیں ہے، مثلاً ایک شخص زنا اور شراب کی حرمت کا علم رکھتا ہو، لیکن اس پر مرتب ہونے والی حد سے ناواقف ہو، تو اسے بالاتفاق سزا دی جائے گی، اس لئے کہ دونوں چیزیں عام طور سے ایک دوسرے سے مربوط سمجھی جاتی ہیں (دیکھئے: سیوطی، الأشباہ والنظائر ص ۲۰۱، بیروت، العلمیۃ، ۱۴۰۳ھ، ع ۱:۱۰)۔

۴-دارالحرب میں نومسلم ہونے کی وجہ سے پیدا ہونے والا جہل عذر ہے:

دارالحرب چونکہ اسلامی احکام کے مشہور ہونے کی جگہ نہیں ہے، لہذا اس میں اسلام قبول کرنے والے نومسلم کا جہل عذر ہے، علامہ محبّ اللہ بہاری، ہندی، حنفیؒ رقم طراز ہیں: "**جهل لزمه ضرورة بعذر، وهو أيضا عذر يسقط به الحد، كجهل المسلم في دارالحرب أحكام الإسلام، فلا يحد بالشرب**" (عبدالعلی، فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت ۱/۱۶۱) (کسی عذر کے تقاضے میں جو جہل سے لازم ہو وہ بھی عذر ہے، اس سے حد ساقط ہو جائے گی، جیسے دارالحرب کے مسلمان کا اسلام کے احکام سے واقف نہ ہونا، سو اس پر (جہل کی بنا پر) شراب نوشی کی حد جاری نہیں کی جائے گی)۔

اور علامہ سیوطی شافعیؒ تحریر فرماتے ہیں: "**كل من جهل تحريم شئ مما يشترك فيه غالب الناس لم يقبل، إلا أن يكون قريب عهد بالإسلام، أو ع نشأبنادية بعيدة يخفى فيها مثل ذلك**" (سیوطی، الأشباہ والنظائر ص ۲۰۰) (ہر وہ شخص جو ایسی شئ کی حرمت سے ناواقف ہو، جس سے واقفیت میں عام لوگ شریک ہوں، تو اس کے دعوی جہل کو قبول نہیں کیا جائے گا، مگر یہ کہ ابھی حال ہی میں اسلام لایا ہو، یا دور دراز بیابان میں پرورش پائی ہو جہاں اس طرح کے احکام مخفی رہ سکتے ہوں)، سیوطیؒ کے بیان سے واضح ہے کہ دارالاسلام میں بھی اگر کوئی جگہ ایسی ہو جہاں اسلامی احکام سے واقفیت کے مواقع نہ ہوں یا جدید وسائل کے ذریعہ ملک کے دوسرے حصے سے سیکھنے کے مواقع نہ ہوں تو وہاں جہل عذر بن سکتا ہے۔

۵-شبہ کی بنیاد پر پیدا ہونے والا جہل عذر ہے:

جو جہل اشتباہ یا دلیل کے شبہ کی بنا پر پیدا ہو، وہ عذر ہے، مثلاً: ایک شخص کو زنا کی حرمت کا علم ہے، لیکن اس نے اپنے بستر پر کسی خاتون کو پا کر گمان کیا کہ یہ اس کی بیوی ہے، تو ایسی صورت میں اس پر حد جاری نہیں ہوگی (دیکھئے: نووی، روضۃ الطالبین ۷/۱۶۰، بیروت، العلمیۃ ع ۸:۱۰)۔

اسی طرح اگر مقتول کے دو ولی ہوں اور ایک نے قصاص کو معاف کر دیا ہو، لیکن دوسرے نے کامل درجہ میں قصاص

کو باقی سمجھ کر قاتل کو قتل کر دیا تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، اس لئے کہ اس کا جہل محل اجتہاد میں پیدا ہوا، اور ایک ایسے حکم میں پیدا ہوا جو شبہ سے ساقط ہو جاتا ہے (ابن قدامہ مقدسی، المغنی ۷ / ۴۲، طبع اول، بیروت، دار الفکر ۱۴۰۵ھ)۔

نوٹ: شبہ ایسی چیز کو کہتے ہیں جس کی بنا پر ایک معاملہ دوسرے معاملہ سے مشتبہ ہو جائے، چنانچہ حلال یا حرام یا غلطی یا صحت متعین نہ ہو (مرغینانی، ہدایہ ۲ / ۱۰۰، بیروت، المکتبۃ الاسلامیۃ)۔

۲-شبہ اشتباہ: وہ شبہ ہے جو معاملہ کے گڈ مڈ اور مشتبہ ہونے سے پیدا ہو، مثلاً غیر دلیل کو دلیل سمجھ لے۔

۳-شبہ دلیل: وہ شبہ ہے جو ایسی دلیل سے پیدا ہو جو اپنے بعض مفاہیم پر منطبق نہ ہو، جیسے رمضان میں پچھنے لگانے والا یہ سمجھے کہ پچھنے کی وجہ سے اس کا روزہ ٹوٹ گیا، اور اس نے قصداً کھالیا تو اس پر کفارہ لازم نہ ہوگا (کاکی، جامع الأسرار ۵ / ۱۳۴۶)۔

اسی طرح جو مسلمانوں سے دور بیابان میں پرورش پانے یا نومسلم ہونے کی وجہ سے زنا کی حرمت سے ناواقف ہو اس پر حد جاری نہیں ہوگی (ابن قدامہ، المغنی ۱۰ / ۱۵۲)۔

۶-اللہ تعالیٰ کے حقوق کے سلسلہ میں ''منہیات'' سے ناواقفیت عذر ہے:

''منہیات'' سے مفاسد کی وجہ سے روکا گیا ہے، لہذا منہیات سے جہل کی صورت میں چونکہ منہی عنہ کے ارتکاب کا قصد نہیں پایا گیا، لہذا جہل کی بنا پر بندہ کو معذور قرار دیا جائے گا۔

البتہ مأمورات کا مقصد چونکہ مصالح قائم کرنا ہے، لہذا مأمورات میں جہل کی بنا پر بندہ کو معذور نہیں قرار دیا جائے گا، چنانچہ حضرت معاویہ بن حکم سلمیؓ نے نماز میں گفتگو کی، لیکن انہیں نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا) (صحیح مسلم حدیث نمبر: ۵۳۷)۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ منہی عنہ سے جہل کی صورت میں بندہ کو معذور قرار دیا جا سکتا ہے۔

اسی لئے فقہاء نے صراحت کی ہے کہ محرم نے ناواقفیت میں خوشبو لگالی تو اسے فدیہ دینا نہیں پڑے گا، لیکن اگر جہل کی بنا پر بغیر احرام کے میقات سے آگے بڑھ جائے تو اس کو دم (قربانی) دینا ہوگا؛ کیونکہ میقات سے احرام باندھنے کا حکم ہے (دیکھئے: زرکشی، ابوعبداللہ، محمد بن بہادر (م: ۷۹۴)، المنثور فی القواعد ۲ / ۱۵، طبع دوم کویت، وزارت اوقاف ۱۴۰۵ھ، تحقیق: ڈاکٹر تیسیر فائق احمد ع۰ اُ۰: ۳)۔

ہاں اگر منہی عنہ ضائع کرنے کے باب سے ہو اور اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو، جیسے احرام کی حالت میں بال توڑنا، اور شکار کو مارنا، تو اس حالت میں جہل سے فدیہ ساقط نہ ہوگا۔

اور اگر اس کا تعلق بندہ کے حقوق سے ہو تو بھی ضمان ساقط نہیں ہوگا، تاکہ لوگوں کے مال ضائع نہ ہوں، اور ان سے ضرر دور ہو، جیسے غصب کردہ کھانا پیش کیا گیا اور ناواقفیت میں اسے کھالیا تو ضمان دینا ہوگا (سیوطی، الأشباہ والنظائر رص ۱۹۲)۔

۷- لفظ کے مفہوم سے ناواقفیت عذر ہے:

اگر کوئی شخص لفظ کے معنی اور مفہوم سے ناواقف ہے تو اس لفظ کا اثر مرتب نہیں ہوگا، مثال کے طور پر اگر غیر عربی کی زبان سے "أنت طالق" کے الفاظ جاری کردیئے جائیں، تو طلاق واقع نہیں ہوگی، ابن قدامہ مقدسی لکھتے ہیں: "**فإن قال الأعجمي لا مرأته: أنت طالق، ولا يفهم معناه، لم تطلق؛ لأنه ليس بمختار للطلاق، فلم يقع طلاقه**" (ابن قدامہ، المغنی ۸ر ۲۸۰ طبع اول، بیروت، دار الفکر ۱۴۰۵ھ، ع۱۰:۰۱۰) (اگر عجمی نے اپنی بیوی سے کہا کہ "أنت طالق" (تجھے طلاق ہے)، اور وہ اس کا مفہوم نہیں سمجھ رہا ہو تو اس کی بیوی پر طلاق نہیں پڑے گی، اس لئے کہ وہ طلاق کو اختیار کرنے والا نہیں ہے، لہذا اس کی طلاق نہیں پڑی)۔

خلاصہ یہ کہ بدیہی مسائل اور شرعی احکام کی شہرت کے محل میں جہل عذر نہیں ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں جہل کی وہ تفصیل درج کی جائے جو علامہ محبّ اللہ بہاری، ہندی، حنفیؒ نے پیش کی ہے:

۱- بغض وعناد کی بنا پر جو جہل پیدا ہو وہ کسی حال میں عذر نہیں ہے، اور یہ کافر کا جہل ہے۔

۲- واضح دلیل ترک کرنے کی وجہ سے جو جہل ہو وہ بھی عذر نہیں ہے، اور یہ گمراہ فرقوں کا جہل ہے۔

۳- جو جہل ایسے اجتہاد سے پیدا ہو جو کتاب اللہ، یا سنت مشہورہ یا اجماع کے خلاف ہو، یہ گناہ کے حق میں عذر ہو سکتا ہے، لیکن فیصلہ کے حق میں نہیں، لہذا اس کے ساتھ فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔

۴- غلطی اور شبہ سے جو جہل پیدا ہو، جیسے اجنبیہ کو بیوی سمجھ کر وطی کرلے یہ عذر ہے اور حد ساقط ہوجائے گی۔

۵- جائز اجتہاد سے پیدا ہونیوالا جہل عذر ہے، اور اس کے مطابق فیصلہ بھی نافذ ہوگا۔

۶- محل کی بنا پر پیدا ہونے والا جہل عذر ہے، جیسے دار الحرب کے نومسلم کا شرعی احکام سے ناواقف ہونا (دیکھئے: عبد العلی، فواتح الرحموت بشر مسلم الثبوت ۱ر ۱۶۰-۱۶۱، طبع بولاق)۔

۲- ضروریات دین اور قطعیات دین کا مفہوم:

ضروریات دین سے مراد یہ ہے کہ وہ دینی امور ایسے ہوں جن کو سمجھنے اور اخذ کرنے کے لئے کسی اجتہاد یا تاویل کی ضرورت نہ ہو، مثلاً اصول عقائد: توحید، رسالت اور آخرت، اور ارکان اسلام، جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کی فرضیت، علامہ

ابن عابدین شامیؒ ضروریات دین کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"**هو ما يعرف الخواص والعوام أنه من الدين، كوجوب اعتقاد التوحيد، والرسالة، والصلوات الخمس، وأخواتها، يكفر منكره، ومالا فلا، كفساد الحج بالوطء قبل الوقوف، وإعطاء السدس الجدة،ونحوه، أي ممالا يعرف كونه من الدين إلا الخواص**"(ابن عابدین، ردالمحتار ۵/۲)(وہ امور جن کا دین سے ہونا خواص اور عوام سب کو معلوم ہو، جیسے عقیدہ توحید، رسالت، نماز پنجگانہ اور اس کے نظائر کی فرضیت، چنانچہ ضروریات دین کے منکر کی تکفیر کی جائے گی، اور جو امور''ضروریات دین'' کے درجہ کے نہ ہوں، ان کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی، جیسے عرفہ میں وقوف کرنے سے پہلے وطی کرنے کی وجہ سے حج کا فاسد ہونا، جدہ کو چھٹا حصہ دیا جانا، اور اس طرح کے دیگر مسائل، جن کا دین سے ہونا خواص کو ہی معلوم ہے)۔

البتہ''قطعیات دین'' سے مراد وہ امور ہیں جو قطعی دلائل سے ثابت ہوں، گویا کہ ضروریات دین خاص ہے، اور''قطعیات دین'' عام ہے، چنانچہ جو امور قطعی دلائل سے ثابت ہوں، لیکن عوام وخواص میں معروف نہ ہوں وہ''ضروریات دین'' میں شامل نہیں، اور جو امور قطعی دلائل سے ثابت ہوں اور عوام وخواص میں معروف بھی ہوں، وہ''ضروریات دین'' بھی ہیں اور قطعیات دین بھی، جیسا کہ امیر بادشاہ محمد امین (م:۹۷۲ھ) رقم طراز ہیں:"**إنكار القطعي إنما يكفر به المنكر، إذا كان ذلك القطعي ضروريات من ضرورات الدين، على ما هو التحقيق**"(امیر بادشاہ، تیسیر التحریر ۷۶/۳، بیروت، دارالفکر، ع ۱۰۰۴ء)(قطعی کے انکار کی وجہ سے منکر کی تکفیر اس وقت کی جائے گی، جبکہ وہ قطعی ضروریات دین میں سے کوئی ضروری شے ہو، جیسا کہ یہی تحقیقی بات ہے)۔

اس سے پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ دین کے بدیہی مسائل خواہ ان کا تعلق اصول عقائد سے ہو، یا عملی احکام سے، ان میں جہل عذر نہیں ہے، یہی متکلمین اور فقہاء کا موقف ہے، لہذا اگر کوئی کلمہ گو شخص ناواقفیت کی وجہ سے ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے، تو وہ کافر ہے، اور تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سے قطع تعلق کرلیں، اور اہل علم کو چاہئے کہ اس کے شکوک وشبہات کو دور کر کے صحیح عقیدہ کی طرف اسے لانے کی کوشش کریں۔

جیسا کہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:"**إذا لا خلاف في كفر المخالف في ضروريات الإسلام، من حدوث العالم، وحشر الأجساد، ونفي العلم بالجزئيات، وإن كان من أهل القبلة، المواظب طول عمره على الطاعات**"(ابن عابدین، ردالمحتار ۵۶۱/۱)(ضروریات اسلام جیسے عالم کا حادث ہونا، جسموں کا دوبارہ زندہ کیا جانا، اللہ تعالی سے جزئیات کے علم کی نفی نہ کرنا، اس بارہ میں اختلاف کرنے والے کے کفر کے سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اگرچہ وہ اہل قبلہ سے ہو، اور زندگی بھر طاعت کا پابند ہو)۔

۳-جہل کے حوالہ سے ہندوستان اوراس جیسے دیگر مما لک کی حیثیت :

جہل کے حوالہ سے ہندوستان اور اس جیسے دیگر مما لک دارالاسلام کے زمرہ میں ہیں: اس لئے یہاں کے مسلمانوں کے لئے جہل عذر شمار نہیں ہوگا، اور پورے ملک کے مسلمانوں کا یکساں حکم ہوگا، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱-ہندوستان میں ملک کے آئین کے اعتبار سے اقلیتوں کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے اور مذہبی تعلیم عام کرنیکی مکمل آزادی ہے۔

۲-مختلف جدید وسائل کے ذریعہ دینی مسائل معلوم کرنا سب کے اختیار میں ہے، لہذا حریت فکر ورائے کے اس دور میں محض زمام اقتدار غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہونے سے کوئی ملک دارالحرب نہیں بن جائے گا، جبکہ آئین کے رو سے ہر ایک فرد کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہندوستان دارالمعاہدہ ہے نہ کہ دارالحرب۔

۳-اس ترقی یافتہ دور میں بنیادی دینی تعلیم سے دور رہنا کسی علاقہ کے مسلمان کو زیب نہیں دیتا ہے، کیا خوب کہا ہے ابوالاسود الدؤلی نے:

وفي الجهل قبل الموت موت لأهله   وأجساهم قبل القبور قبور
وأرواحهم في وحشة من جسومهم   وليس لهم حتى النشور نشور

(جہالت میں موت سے پہلے جاہلوں کی موت ہے   اوران کے جسم قبر میں جانے سے پہلے ہی قبر ہیں
اوران کی روحیں اپنے جسم سے وحشت محسوس کررہی ہیں   اور دوبارہ زندہ کئے جانے سے پہلے وہ زندہ نہیں ہیں)

۴-اس تعلیم کے بہاؤ کے دور میں بنیادی دینی تعلیم سے ناواقفیت کے سلسلہ میں کسی کو معذور نہیں سمجھا جاسکتا ہے، خاص طور سے ایسی حالت میں کہ دینی تعلیمی ادارے ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہیں۔

البتہ اگر ایسے عملی احکام ہوں جو زیادہ عام نہیں ہوتے ہیں اور جن سے ماہرین ہی واقف ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں اس فرد کی حالت کو دیکھ کر جہل کو گذشتہ سطور میں بیان کردہ اصول وضوابط کی روشنی میں عذر قرار دیا جاسکتا ہے۔

۵-فقہاء کی اس صراحت سے بھی کہ محض زمام اقتدار غیر مسلموں کے ہاتھوں میں جانے سے کوئی ملک دارالحرب نہیں ہوجاتا ہے، اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ ہندوستان جیسے مما لک دارالاسلام کے زمرہ میں ہے، علامہ ابن عابدینؒ فقہی کتب کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''**البلاد التي في أيدي الكفار بلاد الإسلام، لا بلاد الحرب؛ لأنهم لم يظهروا فيها حكم الكفر، بل القضاة والولاة مسلمون يطيعونهم عن ضرورة أو بدونها**'' (ابن عابدین، ردالمحتار ۲/ ۱۴۴) (جن مما لک کی زمام اقتدار کفار کے ہاتھ میں ہے وہ دارالاسلام ہیں نہ کہ دارالحرب، اس لئے کہ انہوں نے اس میں کفر کا حکم ظاہر نہیں کیا، بلکہ قاضی اور حکام مسلمان ہیں، جو ضرورت یا بے ضرورت ان کی اطاعت کرتے ہیں)۔

اس فقہی اقتباس سے معلوم ہوا کہ صلح ومعاہدہ کے طور پر کفار کی اطاعت کی وجہ سے کوئی ملک دار الحرب نہیں بن جائے گا، تو پھر ہندوستان کیونکہ دار الحرب کے زمرہ میں ہوگا جبکہ یہاں آئین کے رو سے مذہبی آزادی اور مذہبی ادارے قائم کرنے کے مواقع حاصل ہیں۔

۴-مس بالشہوۃ اور نظر بالشہوۃ سے حرمت مصاہرت کا ثبوت یا عدم ثبوت:

اجنبیہ خاتون کو بوسہ لینے یا اسے شہوت کے ساتھ چھونے یا اس کی شرمگاہ کو شہوت کے ساتھ دیکھنے کی صورت میں حرمت مصاہرت کا ثبوت صرف احناف کا مسلک ہے، جبکہ مالکیہ، شافعیہ اور صحیح قول کے مطابق حنابلہ کا مذہب ہے کہ ان امور سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی ہے۔

حنفیہ کی دلیل:

حضرت ابو ہانی کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”**من نظر إلى فرج امرأة لم تحل له أمها ولا ابنتها**“ (مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر: ۱۶۴۹۰) (جو شخص کسی خاتون کی شرمگاہ کو دیکھے، تو اس کے لئے اس کی ماں اور اس کی بیٹی حلال نہیں)۔

لیکن یہ حدیث دو وجہ سے ضعیف اور نا قابل استدلال ہے، ایک تو اس وجہ سے کہ یہ منقطع ہے کیونکہ ابو ہانی صحابی نہیں ہیں۔

۲-حجاج بن ارطاۃ حسن درجہ کے راوی ہیں، لیکن وہ مدلس ہیں، اور یہاں عنعنہ سے روایت نقل کی ہے، خلاصہ یہ کہ اس سلسلہ میں کوئی صحیح صریح مرفوع حدیث نہیں ہے۔

مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کی دلیلیں:

مالکیہ اور شافعیہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ”**وهو الذي خلق من الماء بشرا فجعله نسبا وصهرا**“ (فرقان: ۵۴) (اور وہی ہے جس نے انسانوں کو پانی سے پیدا کیا، اور پھر ان کو نسبی اور سسرالی رشتوں سے جوڑا)۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ نے نسبی رشتہ داری کی طرح سسرالی رشتہ داری کو اپنا احسان وانعام قرار دیا ہے، تو جب نسب زنا سے ثابت نہیں ہوتا، تو مصاہرت کا ثبوت بھی زنا سے نہیں ہوگا، نیز یہ مصاہرت جب اللہ تعالی کی نعمت ہے، تو وہ امر مباح سے ہی ثابت ہوگی، اور جب زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی ہے تو پھر ان امور سے بدرجہ اولی ثابت نہیں ہوگی۔

حنابلہ کی دلیل:

حنابلہ کا استدلال اس طرح ہے کہ حرمت کا ثبوت یا تو نص سے ہوتا ہے یا قیاس سے، اس موضوع سے متعلق کوئی

قابل استدلال نص نہیں ہے، اور وطی پر قیاس بھی صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ وطی سے مختلف ایسے احکام وابستہ ہیں جو ''لمس'' (چھونے) سے نہیں ہوتے ہیں، جیسے مہر کا ثابت ہونا،محصن ہوجانا وغیرہ (دیکھئے: ابن قدامہ، المغنی، حکم وطء الحرام ۷/ ۴۸۲، طبع اول بیروت، دارالفکر ۱۴۰۵ھ، ع ۱۰:۱۰)۔

اس مسئلہ میں مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کی دلیلیں قوی ہیں، لہذا اسے اختیار کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، خاص طور سے جو لوگ اس مسئلہ سے بالکل بے خبر ہوں ان کے حق میں حرمت مصاہرت کا حکم ثابت نہ ہونا قرین قیاس ہے۔

۵-طلاق کے الفاظ استعمال کرنے کے سلسلہ میں جہل کا عذر ہونا یا نہ ہونا:

گذشتہ سال میں نے '' طلاق اور اس سے پیدا ہونے والے سماجی مسائل'' کے جواب میں ایک جگہ لکھا تھا:

صحیح حل: تین طلاق کے سلسلہ میں صحیح حل یہ نہیں ہے کہ تین کو ایک بنایا جائے، بلکہ صحیح حل یہ ہے کہ:

۱-مسلمانوں میں بیک وقت تین طلاق دینے کے سلسلہ میں نفرت پیدا کی جائے، اور اس بارہ میں علماء، ائمہ اور خطباء اپنی ذمہ داری نبھائیں اور مسلمانوں کو بتائیں کہ تین طلاق بیک وقت دینا سخت گناہ ہے۔

۲-ان اہل علم کے رویہ میں بھی تبدیلی لائی جائے جو یہ تصور پیش کرتے ہیں کہ تین بار کہنے سے ہی طلاق واقع ہوتی ہے، اور پنچایتوں کے فیصلے میں تین طلاق لکھواتے ہیں۔

۳-مسلم سماج بیک وقت تین طلاق دینے والوں کا سماجی بائیکاٹ کرے۔

۴-مسلم سماج شراب نوشی پر پہرہ بٹھائے کہ عام طور سے اسی کو نحوست سے تین طلاق کی نوبت آتی ہے۔

۵-مسلم سماج جاہل طبقہ کو نکاح وطلاق کے صحیح احکام سکھانے کا انتظام کرے کہ عام طور سے یہی طبقہ تین طلاق دینے کی نحوست میں مبتلا ہوتا ہے اگر مسلم سماج طلاق کے صحیح طریقہ کو اختیار کرلے، اور بیک وقت تین طلاق دینے سے اس طرح نفرت کرنے لگے، جیسی نفرت نجاست سے ہوتی ہے تو پھر تین کو ایک بنانے کی نوبت ہی نہیں آئے گی، لہذا ضرورت اسی کی ہے کہ مسلم سماج کو بڑے پیانے پر طلاق دینے کا صحیح طریقہ بتایا جائے، ورنہ اس دین بیزاری کے دور میں لوگ جھوٹ کے سہارے یہ کہیں گے کہ ہم سمجھتے تھے کہ تین بار طلاق کے الفاظ دہرائے بغیر یا تین طلاق دیئے بغیر طلاق واقع ہی نہیں ہوتی ہے، اور خاتون مصیبت کی چکی میں پستی رہے گی، جیسا کہ اہل افتاء کو اس معاملہ کا اچھا تجربہ ہے کہ لوگ کس کس طرح کے حیلے بناتے ہیں۔

لہذا صحیح طریقہ طلاق سے شوہر کی ناواقفیت اس بات کے لئے عذر نہیں ہے کہ اس کے حق میں تین طلاق کو ایک مانا جائے، اس لئے کہ طلاق سے پہلے کئی مراحل ہیں جن میں آخری مرحلہ ثالثی کو بھیج کر معاملہ کا تصفیہ کرنا ہے، پھر اگر کسی طرح

بات نہ بنے تو آخری چارہ کار طلاق ہے، جو اس بات کی علامت ہے کہ شوہر مجبور ہو کر اور حاجت کی بنا پر طلاق دے رہا ہے، لہذا اسے کسی عالم یا مفتی سے رجوع کر کے صحیح طریقہ سے طلاق دینا چاہئے، کیونکہ دائمی رفاقت کو ختم کرنے والی چیز کے استعمال میں عجلت بازی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مجبوری کے بغیر طلاق دے رہا ہے، جبکہ طلاق میں اصل ممانعت ہے، جیسا کہ علامہ ابن ہمام محمد بن عبدالواحد (م:۸۶۱ھ) تحریر فرماتے ہیں: "**الأصل في الطلاق هو الحظر، والإباحة لحاجة الخلاص**" (ابن ہمام، فتح القدیر ۳/ ۴۶۷، بیروت، دارالفکر) (طلاق میں اصل ممانعت ہے اور اباحت رہائی کی حاجت کی بنا پر ہے) اور اس دور میں کسی عالم یا مفتی سے رجوع کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے، لہذا یہ کھلی ناواقفیت معلوم ہوتی ہے۔

۶- جہل کے سلسلہ میں مختلف فقہی مسالک کے موقف اور رجحان کی وضاحت:

گزشتہ سطور میں یہ بات گزری ہے کہ علامہ محبّ اللہ بہاری، ہندی، حنفی نے جہل کی چھ قسمیں بیان کی ہیں، اور کہاں جہل عذر ہے اور کہاں عذر نہیں ہے، اس کی وضاحت کی ہے، اگر گہرائی سے دیکھا جائے تو حنفیہ کے نزدیک جہل کی تین بنیادی قسمیں بنتی ہیں:

۱- باطل جہل جو کسی طرح عذر نہیں ہے، جیسے اللہ تعالی کی وحدانیت سے کفار کا جہل۔

۲- جو جہل شبہ بن سکتا ہے، جیسے اپنے بستر پر موجود اجنبیہ خاتون کو اپنی بیوی سمجھ کر ہم بستر ہونا، یا باپ کی باندی کو اپنے لئے حلال سمجھ کر ہم بستر ہونا، تو ان صورتوں میں جہل شبہ بن جائے گا، اور حد ساقط ہو جائے گی۔

۳- وہ جہل جو عذر بن سکتا ہے، جیسے دیار کفر میں نومسلم کا جہل، ابتداء اسلام میں حکم شرعی کا نہ پہنچنا، جیسے حجۃ الوداع کے موقع سے بہت سے صحابہ کا حج کے واجبات میں ترتیب کو نہ جاننا، یا تحویل قبلہ کا علم ہونے سے پہلے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کی صحت وغیرہ (دیکھئے: تفتازانی، شرح التلویح علی التوضیح ۲/ ۱۸۵، عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار شرح أصول البزدوی ۲/ ۵۳۲، کاکی حنفی، جامع الأسرار في شرح المنار ۵/ ۱۳۳۸، سغناقی، حسین بن علی "الکافی شرح البزدوی" ۵/ ۲۳۱۴، قاہرہ، دارالقاہرہ، امیر بادشاہ، تیسیر التحریر ۴/ ۳۱۰-۳۱۵، بیروت، دارالفکر ع ۱۰۴: ۴)۔

حنفی مذہب کا رجحان:

حنفیہ کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدیہی اور عوام وخواص میں مشہور مسائل خواہ ان کا تعلق عقائد سے ہو یا عملی احکام سے ان میں جہل عذر نہیں ہے۔

البتہ جن مسائل سے خواص ہی واقف ہوتے ہیں، ان میں جہل کا اعتبار کیا جا سکتا ہے، اسی طرح اگر محل جہل دارالحرب ہو تو وہاں بھی جہل عذر بن سکتا ہے، لہذا دارالحرب کا نومسلم اگر ایک زمانہ تک دارالحرب ہی میں رہا، اسے نماز و روزہ کی فرضیت کا علم نہ ہو سکا، اور اس نے نماز و روزہ کی ادائیگی نہیں کی، تو فرضیت کا علم ہونے کے بعد اس پر گزشتہ دنوں کے

نماز و روزہ کی قضا لازم نہیں ہوگی، حموی ابوالعباس احمد بن محمد (م:۱۰۹۸ھ) لکھتے ہیں:"**لا يلزم عليه قضاؤها خلافا لزفر**"(حموی، غمز عیون البصائر ۳/۳۰۰، بیروت، العلمیۃ ۱۴۰۵ھ، ع۰ اُ:۴)(اس پر ان دنوں کی قضاء لازم نہیں، اس میں امام زفر کا اختلاف ہے)۔

ایسے ہی جو مسائل محل اجتہاد ہو سکتے ہیں ان میں بھی جہل عذر بن سکتا ہے(دیکھئے: امیر بادشاہ، تیسیر التحریر ۴/۲۱۱-۲۱۷، عبد العلی، فواتح الرحموت ۱/۱۶۰-۱۶۱)۔

مالکی مسلک:

مالکی مسلک کے مطابق جہل کو کہاں عذر تصور کیا جائے گا، اور کہاں عذر تصور نہیں کیا جائے گا، اس سلسلہ میں علامہ قرافی شہاب الدین، ابوالعباس احمد بن ادریس (م:۶۸۴ھ) نے ضابطہ تحریر فرمایا ہے، وہ لکھتے ہیں:"**وضابط ما يعفى عنه من الجهالات: الجهل الذي يتعذر الاحتراز عنه عادة، ومالا يتعذر الاحتراز عنه ولا يشق لم يعف عنه**"(قرافی، الفروق ۲/۲۶۰، بیروت، العلمیۃ، ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۸ء تحقیق: خلیل المنصور، ع۰ اُ:۴)(کونسی جہالت معاف ہے، اس سلسلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ جس جہل سے عام طور سے بچنا دشوار ہو (وہ معاف ہے)، اور جس جہل سے بچنا دشوار اور شاق نہ ہو، وہ معاف نہیں ہے)۔

پھر انہوں نے چند مثالیں دی ہیں:

۱-جورات میں اجنبیہ کو اپنی بیوی سمجھ کر وطی کرلے اس سے حد ساقط ہے۔

۲-ناپاک کھانے کو پاک سمجھ کر کھالے تو یہ بھی قابل معافی جہل ہے، کیونکہ بار بار چھان بین مشقت سے خالی نہیں ہے۔

۳-ناپاک پانی یا مشروب کو پاک سمجھتے ہوئے پی لے، تو حقیقت سے ناواقفیت پر گناہ نہیں ہے۔

۴-شراب کو ''جلاب'' (عرق گلاب، گلاب اور شکر یا شہد کا بنایا ہوا شربت) گمان کر کے پی لے، تو ناواقف پر گناہ نہیں۔

مالکی مسلک کا رجحان:

مالکی مسلک کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس جہل سے بچنا دشوار ہو وہ معاف ہے، لہذا اصول اعتقاد سے جہل معتبر نہیں، اسی طرح عبادات میں جہل معتبر نہیں، جیسے اعتکاف کی حالت میں ناواقفیت میں وطی کرلے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور جہل عذر نہ ہوگا، خواہ حرمت سے ناواقف ہو یا اس بات سے کہ وطی مفسد ہے، اسی طرح غیر مستحق کو ناواقفیت میں زکوۃ دے

دے، تو یہ جہل عذر نہیں بنے گا۔

خلاصہ یہ کہ مالکی مسلک میں عبادات میں جاہل اور عمداً وقصداً کرنے والا برابر ہے۔

اسی طرح نکاح اور معاملات میں جہل عذر نہیں ہے، بلکہ حقیقت کے اعتبار سے شریعت کے مطابق ہونا چاہئے، اسی لئے بیع فاسد فسخ کی جائے گی، اور اس سلسلہ میں جہالت عذر نہیں بنے گی (دیکھئے: مرجع سابق ۲/۲۶۰-۲۶۱)۔

شافعی مسلک اور رجحان:

شافعی مسلک کے مطابق جہل آخرت میں مطلقاً گناہ کو ساقط کرنے والا ہے، البتہ دنیوی احکام کے سلسلہ میں زیادہ تر مواقع پر جہل ''نسیان'' سے جاملا ہے، سیوطی جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین (م:۹۱۱ھ) نے اس کا ضابطہ بیان کرتے ہوئے جہل کی دو قسمیں کی ہیں:

۱- مأمور بہ سے جہل:

اگر مکلّف جہل کی بنا پر مأمور بہ کو ترک کردے، تو یہ جہل اس کے بالکلیہ ساقط ہونے کے سلسلہ میں عذر نہیں ہوسکتا ہے، بلکہ اس کی تلافی واجب ہے۔

۲- منہی عنہ سے جہل:

اس کی بھی تین نوعیں ہیں:

الف- منہی عنہ کا تعلق اتلاف کے باب سے نہ ہو، تو اس کے ارتکاب کرنے والے پر کچھ نہیں ہے۔

ب- منہی عنہ کا تعلق اتلاف کے باب سے ہو، تو دیکھا جائے گا کہ اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، تو جہل کی صورت میں فدیہ واجب ہوگا، یا اس کا تعلق حقوق العباد سے ہوگا، تو اس حالت میں بھی اتلاف پر تاوان مرتب ہوگا۔

ج- منہی عنہ باعث سزا ہو: تو اس حالت میں جہل شبہ بن کر سزا کو ساقط کردے گا (سیوطی، الأشباہ والنظائر ص/۱۸۸)۔

پھر انہوں نے چند مثالیں دی ہیں:

۱- جو نماز یا روزہ یا حج یا زکوۃ یا کفارہ یا نذر کو بھول جائے تو قضاء کے ذریعہ اس کی تلافی واجب ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

۲- جو غیر عرفہ میں وقوف کرلے تو بالاتفاق قضاء واجب ہے۔

۳- جو وضو میں ترتیب، یا کجاوہ میں پانی بھول کر تیمّم کرکے نماز پڑھ لے، پھر پانی یاد آجائے، یا نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لے، تو یہ چیزیں معاف نہیں ہوں گی، خواہ نسیان (بھول) کی حالت میں ایسا کرے، یا جہل کی حالت میں، یا

نماز میں سورہ فاتحہ بھول جائے، یا پانی، قبلہ اور کپڑے کے اجتہاد کے سلسلہ میں غلطی کا یقین ہوجائے، یا وقوف عرفہ وقت سے پہلے ہوجائے، یا فقیر سمجھ کر زکوۃ دے، اور اس کا غنی ہونا ظاہر ہوجائے، یا پٹی بندھے ہونے کی وجہ سے حج میں کسی کو نائب بنائے اور پھر ٹھیک ہوجائے، تو ان سب صورتوں میں لوٹانا واجب ہوگا (مرجع سابق رص ۱۸۸-۱۸۹)، البتہ اگر جہل کی حالت میں شراب پی لے تو حد وتعزیر واجب نہیں ہوگی (مرجع سابق رص ۱۰۹)۔

ایسے ہی اس قسم کی چیز سے روزہ ٹوٹ جائے گا، یا نہیں؟ نماز کے اندر جس مقدار میں اس نے گفتگو کی ہے وہ حرام ہے یا نہیں، نماز کے اندر بے وجہ کھنکھارنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے یا نہیں؟

تو ایسے مسائل معلوم نہ ہونے کی حالت میں نماز باطل نہیں ہوگی، اور جہل کا دعوی مقبول ہوگا (مصدر سابق رص ۲۰۱)۔

اور زرکشی، ابوعبداللہ بدرالدین محمد بن عبداللہ بن بہادر شافعی (م: ۷۹۴ھ) لکھتے ہیں: ''**ولو شهدا بقتل ثم رجعا، وقالا: تعمدنا، ولكن ما عرفنا أنه يقتل بشهادتنا، فلا يجب القصاص في الأصح؛ إذلم يظهر تعمدهم للقتل**'' (زرکشی، المنثور في القواعد ۲ر۴) (دو شخص نے کسی کے خلاف قتل کی گواہی دی، پھر دونوں گواہوں نے گواہی سے رجوع کرلیا، اور کہا کہ ہم دونوں نے دانستہ جھوٹی گواہی دی تھی، لیکن ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ ہماری گواہی کی بنا پر اسے قتل کردیا جائے گا، تو صحیح قول کے مطابق قصاص واجب نہیں ہوگا، کیونکہ ان کی طرف سے قتل کئے جانے کا قصد ظاہر نہیں ہوا)۔

حنبلی مسلک اور رجحان:

حنبلی مسلک اور رجحان کچھ اس طرح ہے:

۱- جو جہل کسی شخص کی کوتاہی سے پیدا ہو، تو وہ عذر نہیں ہے۔

۲- جو جہل کسی کوتاہی کے بغیر پیدا ہو تو یہ عذر ہے، جیسا کہ شیخ علاء الدین بعلی حنبلی، ابن اللحام (م: ۸۰۳ھ) اپنی کتاب ''القواعد'' میں لکھتے ہیں: ''**إذا تقرر هذا، فههنا مسائل تتعلق بجاهل الحكم، هل هو معذور أم لا؟ ترتبت على هذه القاعدة، فإذا قلنا: يعذر، فإنما محله إذا لم يقصر ويفرط في تعلق الحكم، أما إذا قصر أو فرط، فلا يعذر جزما**'' (ابن اللحام، القواعد والفوائد الأصولية وما تبعها من الأحكام الفرعية رص ۵۸، بیروت، المکتبۃ العصریۃ ۱۴۲۰ھ-۱۹۹۹ء، تحقیق: عبدالکریم الفضیلی، ع ۱/۱۰۰) (جب یہ بات ثابت ہوگئی، تو اس جگہ چند مسائل ہیں، جو حکم سے ناواقف سے متعلق ہیں، کیا وہ معذور ہے یا نہیں، جو اسی قاعدہ پر مرتب ہے سو اگر ہم کہیں کہ معذور قرار دیا جائے گا، تو یہ اس حالت میں ہے جبکہ اس نے حکم کے سیکھنے میں کوتاہی نہ کی ہو، البتہ اگر اس نے کوتاہی کی ہو، تو یقیناً اسے معذور نہیں قرار دیا جائے گا)۔

اور شیخ محمد بن صالح عثیمینؒ (م: ۱۴۲۱ھ) رقم طراز ہیں: ''**الجهل نوعان: جهل يعذر فيه الإنسان، وجهل**

لا يعذر فيه، فما كان ناشئاعن تفريط وإهمال، مع قيام المقتضي للتعلم؛ فإنه لا يعذر فيه، سواء في الكفر أو المعاصي، وما كان ناشئا عن خلاف ذلك، أي أنه لم يحمل ولم يفرط، ولم يقم المقتضي للتعلم بأن كان لم يطرأعلى باله أن هذا الشي حرام، فإنه يعذرفيه"(ابن عثیمین، مجموع فتاوی ورسائل ابن عثیمین ۹/ ۱۶۳، ریاض، دارالوطن، ۱۴۱۳ھ، ع۰ ا:۲۰)(جہل کی دو قسمیں ہیں: ایک جہل وہ ہے جس میں انسان کو معذور قرار دیا جاتا ہے، اور دوسرا جہل وہ ہے جس میں انسان کو معذور نہیں قرار دیا جاتا ہے، سو جو جہل کوتاہی اور لاپرواہی سے پیدا ہو، حالانکہ سیکھنے کا تقاضا کرنے والی چیز موجود ہو، تو اس میں انسان کو معذور نہیں قرار دیا جاسکتا ہے، خواہ اس کا تعلق کفر سے ہو یا معصیت سے۔

اور جہل اس کے برعکس حالت سے پیدا ہو یعنی انسان کی لاپرواہی اور کوتاہی نہ ہو، اور سیکھنے کا تقاضا کرنے والی چیز موجود نہ ہو، اس طرح کہ اس کے دل میں یہ بات نہیں آئی کہ یہ چیز حرام ہے تو اسے اس بارہ میں معذور قرار دیا جائے گا)۔

پھر انہوں نے چند مثالیں دی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- کوئی شخص ایسے بیابان میں پندرہ سال سے کم میں بالغ ہوا، جہاں کوئی عالم نہیں ہے، اور اس نے علم کے بارہ میں کچھ نہیں سنا، اور اس کا گمان ہے کہ انسان پر عبادتیں اسی وقت واجب ہوتی ہیں، جبکہ وہ پندرہ سال کا ہوجائے، اس لئے بالغ ہونے کے بعد بھی اس نے عبادت کو انجام نہیں دیا، یہاں تک کہ اس کے پندرہ سال مکمل ہوگئے، تو ایسے شخص کو قضاء کا حکم نہیں دیا جائے گا، اور اس کی کوتاہی کے بغیر پیدا ہونے والا جہل عذر بن جائے گا۔

۲- اگر کسی خاتون نے بھی ایسا ہی گمان کیا، تو وہ بھی معذور سمجھی جائے گی۔

۳- جو شخص اس کے برعکس حالت میں ہو، جیسے شہر میں رہنے والا، جو پوچھ سکتا تھا، لیکن غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے نہیں پوچھا، تو اسے معذور نہیں قرار دیا جائے گا، اور اس پر قضاء لازم ہوگی؛ کیونکہ شہروں میں یہ احکام مخفی نہیں رہتے ہیں، اور بتانے والے علماء بہ آسانی دستیاب ہوتے ہیں (مرجع سابق ۹/ ۱۶۴)۔

☆☆☆

شریعت اسلامی میں جہل کو عذر تصور کئے جانے کے اصول

مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی ☆

۱- شریعت اسلامی میں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کو عذر تصور کئے جانے سے متعلق اصول وضوابط:

اصولی طور پر شریعت میں جہالت کو جہاں عذر تسلیم کیا گیا ہے وہ مقامات یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ کی صفات سے جہالت:

(۱) کسی اہل ہویٰ نفس پرست اور بدعتی شخص کا جو اللہ تعالیٰ کی صفات کے حدوث (فانی) ہونے یا اللہ تعالیٰ کی صفات کے عدم ثبوت کا قائل ہو اگر ایسا شخص اللہ کی نفس ذات کا علم رکھتا ہو، لیکن ذاتِ باری تعالیٰ سے من حیث الصفات جاہل ہو (یعنی اللہ تعالیٰ کو معرّیٰ عن الصفات جانتا ہو، لیکن اللہ تعالیٰ کے موصوف بالصفات ہونے سے ناواقف ہو یا اس میں تاویل کرتا ہو، جیسا کہ معتزلہ کرتے ہیں۔ وہ اللہ کو متکلم مانتے ہیں لیکن وصف تکلم اللہ کی ذات میں نہیں، بلکہ اس کے غیر مثلاً زید میں مانتے ہیں تو ایسی جہالت اس شخص کے حق میں عذر تسلیم کی جائے گی اور اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ اصولی طور پر وہ اہل قبلہ میں شامل ہے۔

علامہ حمویؒ نے اگرچہ ایسے شخص کے عذر جہالت کو خارج کر کے کافر قرار دیا ہے، لیکن علامہ زرکشیؒ نے اہل قبلہ ہونے کی بنیاد پر اس کی اس جہالت کو عذر تسلیم کیا ہے اور اس کی عدم تکفیر کو راجح کہا ہے۔

”وكذاجهل صاحب الهوى الذى يقول بحدوث صفات الله تعالى،أويقول بعدم اثبات صفة له سبحانه.هذاماقالهٔ الحموى.

وقال الزركشى:الجهل بالصفة هل هوجهل بالموصوف مطلقاأومن بعض الوجوه؟المرحج الثانى،لأنه جاهل بالذات من حيث صفاتهالامطلقا،ومن ثم لانكفرأحدا من أهل القبلة“(حاشیہ حموی علی اشباہ ابن نجیم ص ۱۳۶-۷ ۱۳ ج ۲۔ والمنثور فی القواعد للزرکشی ص ۱۳ ر ج ۲۔ مسلم الثبوت ص ۲۸ ر ج ۱)۔

☆ شیخ الحدیث مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ یوپی۔

اجتہاد صحیح سے جہالت:

(۲) کسی مجتہد کی ایسی اجتہادی جہالت جواجتہادِصحیح کے بجائے واقع ہو،مگراس اجتہاد سے کتاب اللہ،سنت رسول اللہ اوراجماع امت کی مخالفت نہ ہوتی ہوتواس کوعذرتسلیم کیا جائے گا،مثلاً کوئی حجامہ کرانے (سینگی لگوانے) والاشخص یہ سمجھ کر افطارکرلے کہ حجامہ سے روزہ ٹوٹ جا تا ہےاوراس کے پیش نظرحدیث افطرالحاجم والمحجوم ہوجس میں روزہ ٹوٹ جانے کا ذکر ہےتو ایسےشخص پرکفارہ لازم نہیں ہوگا،کیونکہ اجتہاد صحیح کی جگہ(خودرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ کی حالت میں حجامہ ثابت ہےاور مذکورہ حدیث کے معنی افطارصوم کے نہیں،بلکہ حجامہ سے لاحق کمزوری کوافطار کہہ دیا گیا ہے)اس نے صحیح معنی سے جہالت اورفعلی وقولی حدیث:''لایفطرن الحجامة''(رواہ الترمذی)سے ناواقفیت کےسبب افطارکرلیاتوشریعت میں قابل مواخذہ نہیں ہوگا۔اورعذرِجہالت کی وجہ سےصرف قضالازم ہوگی اس پرکفارہ واجب نہیں ہوگا۔

''الجهل الذى يصلح أن يكون عذرهوالجهل الذى يكون فى موضع الاجتهاد الصحيح، بأن لايكون مخالفاللكتاب أوالسنة أوالإجماع، وذالک کالمحتجم إذاأفطرعلى ظن أن الحجامة مفطرة لاتلزمه الكفارة، لأن جهله فى موضع الاجتهادالصحيح''(الحموی علی الاشباہ ص ۱۳۷/ج ۲)۔

دارالحرب میں قیام سے جہالت:

(۳) کوئی شخص دارالحرب میں مسلمان ہوگیااور مدتوں وہیں ٹھہرارہاوہاں سےہجرت نہیں کی جس کےنتیجہ میں وہ اسلامی فرائض نماز،زکوٰۃ وغیرہ سے ناواقف رہا۔اوروہاں قیام کےدوران اس نے یہ فرائض ادانہیں کئےتوبعد میں اس شخص پران کی قضالازم نہیں ہوگی۔کیونکہ ان فرائض کی دلیل شرعی پوشیدہ رہی اوروہ احکام کا حقیقتاً کسی سےسن کرمکلّف ومخاطب نہیں ہوسکا نہ حکماوتقدیراً کامکلّف بن سکااحکام شریعت کےاس شخص تک نہ پہنچنے کےسبب اوران فرائض کےمشہورنہ ہونے کی وجہ سے،لہٰذا شرعی تخاطب سے جہالت اس کےحق میں عذر مانا جائے گا۔اس کے برخلاف کوئی غیرمسلم دارالاسلام میں مسلمان ہوجائےتوان فرائض سے ناواقفیت کوعذرتسلیم نہیں کیا جائے گا،کیونکہ یہ فرائض دارالاسلام میں ہرطرف مشہور ہوتے ہیں اورخوداس کے لئےکسی سے دریافت کرکے جان لیناممکن اورآسان ہے۔

"ومن الجهل الذى يصلح عذرا،الجهل بالشرائع فى دارالحرب يكون عذرا من مسلم أسلم فيهاولم يهاجر،حتى لومكث فيها،ولم يعلم أن عليه الصلاة والزكاة وغيرهما،ولم يؤدهالايلزمه قضاؤهاخلافالزفرلخفاء الدليل فى حقه، وهو الخطاب لعدم بلوغه إليه حقيقة بالسماع وتقديرابالشهرة،فيصيرجهله بالخطاب عذرا۔بخلاف الذمى إذاأسلم فى دارالإسلام لشيوع الأحكام والتمكن من السؤال" (الحموی علی الاشباہ ص ۱۳۸/ج ۲)۔

جھوٹی گواہی کے اثرات سے جہالت:

جھوٹی گواہی کے انجام سے ناواقفیت وجہالت کو بھی شریعت میں عذر مانا گیا ہے چنانچہ اگر دو گواہوں نے قتل کی گواہی دی پھر اس سے رجوع کرلیا(کہ ہم نے جھوٹی گواہی دی تھی) اور کہنے لگے کہ ہم نے بالقصد جان بوجھ کر یہ گواہی دی تھی۔لیکن ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ ہماری گواہی پر اس شخص کو قتل کردیا جائے گا۔تو صحیح قول کے مطابق ان گواہوں پر قصاص (قتل کے بدلے قتل) کا حکم نافذ نہیں ہوگا، کیونکہ ان دونوں گواہوں نے اس شخص کو قتل کا قصد نہیں کیا تھا (صرف گواہی دی تھی) کیونکہ عام لوگوں کو قتل کی گواہی کے انجام اور نتیجے کا علم نہیں ہوتا۔

"وقال الزركشي:لوشهدابقتل، ثم رجعاوقالا:تعمدنا، لكن ماعرفناأنه يقتل بشهادتنا فلايجب القصاص في الأصح، اِذلم يظهرتعمدهماللقتل، لأن ذلك ممايخفى على العوام" (حوالہ سابق)۔

کسی حکم کی دلیل سے جہالت:

(۴) کسی مسئلہ کی دلیل شرعی عام طور پر لوگوں سے پوشیدہ ہو تو یہ جہالت و ناواقفیت بھی شریعت میں مقبول عذر ہے۔مثال کے طور پر نماز میں آواز صاف کرنے اور گلا کھولنے کے لئے اینخ اینخ (تنحنح) کرنا یا جس مقدار میں کلام مفسد صلوٰۃ اور حرام ہو اس سے ناواقف ہونا۔یا جس قسم کی غلطی سے روزہ میں کھا، پی لینا مفطر صوم ہوتا ہے اس سے جاہل ہونا۔اصح قول کے مطابق تینوں صورتوں میں بُطلان کا حکم نہیں ہوگا۔

"ومن هذا القبيل أعنى الذى يقبل فيه دعوى الجهل مطلقالخفائه كون التنحنح مبطلا للصلاة،أوكون القدرالذى أتى به من الكام محرما،أوالنوع الذى تناوله مفطرا،فالأصح فى الصور الثلاث عدم البطلان"(حوالہ سابق)۔

دو اجتہادات میں سے صحیح سے جہالت:

(۵) جو ناواقفیت کسی اجتہاد اور دلیل شرعی سے پیدا ہوئی ہو اور اس مسئلہ میں دوسرا اجتہاد بھی جائز ہو، جیسے مجتہد فیہ مسائل ہوا کرتے ہیں۔تو اگر کسی شخص نے پہلے اجتہاد کے مطابق عمل کرلیا تو یہ اجتہادی فیصلہ نافذ ہوگا۔صحیح فیصلے سے ناواقفیت کو یقینی طور پر عذر مانا جائے گا اور اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔

"الرابع: جهل نشأعن اجتهاد فيه مساغ كالمجتهدات وهوعذرألبتة، وينفذ القضاء على حسبه"(حوالہ سابق)۔

شبہ کی وجہ سے جہالت:

(۶) کسی حکم شرعی سے جہالت و ناواقفیت شبہ اور خطا میں پڑ جانے کی وجہ سے ہو، جیسے کسی نے کسی اجنبیہ عورت

سے اس کو اپنی بیوی سمجھ کر جماع کر لیا تو اس پر حد کا حکم (سنگسار کرنا) جاری نہیں ہوگا۔ اور شبہ اور خطا کا عذر قابلِ قبول ہوگا، البتہ مہر مثل دینا پڑے گا۔

"الخامس: جهل نشأعن شبهة وخطأكمن وطئ أجنبية يظن أنهازوجته، وهذا عذريسقط الحد"(حوالہ سابق)۔

مقامات علم سے دوری کے سبب جہالت:

(۷) کسی شخص پر نومسلم ہونے یا شہر سے دور کسی ایسے دیہات میں رہنے کی وجہ سے جہاں کی علم روشنی نہ پہنچی ہو کسی فعل کی حرمت پوشیدہ ہو، یعنی اس کی حرمت سے ناواقف ہو تو ایسے شخص پر اس فعل حرام کے ارتکاب سے گناہ بھی ساقط ہوگا اور بظاہر اس کے ارتکاب پر حکم (سزا) بھی ساقط ہوگا، البتہ اگر وہ حرمتِ فعل کو تو جانتا ہو، لیکن اس پر مرتب ہونے والے حکم سے ناواقف ہو تو اس کو معذور نہیں سمجھا جائے گا۔ مثال کے طور پر نماز میں کلام کی حرمت سے ناواقف ہونا عذر ہے۔ کلام کر لینے سے نماز باطل نہیں ہوگی۔ لیکن کلام کر لینے کی حرمت سے واقف ہو، مگر نماز کے باطل ہونے کو نہ جانتا ہو تو یہ عذر نہیں مانا جائے گا اور اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اور اگر یہ جانتا ہو کہ کلام کی کون سی جنس اور قسم حرام ہے، لیکن تنحنح (گلا صاف کرنے والی آواز) یا جس مقدار میں اس نے بات کی ہے وہ مقدار حرام ہے اس سے ناواقف ہو تو صحیح قول کے مطابق اس کو معذور مانا جائے گا اور نماز باطل نہیں ہوگی۔

"الجهل بالتحريم مسقط لِلاثم والحكم فى الظاهرلمن يخفى عليه لقرب عهده بالإسلام ونحوه،فإن علمه وجهل المرتب عليه لم يعذر۔

ولهذالوجهل تحريم الكلام فى الصلاة عذر،ولوعلم التحريم وجهل الابطال بطلت۔وإن علم أن جنس الكلام يحرم، ولم يعلم أن التنحنح والمقدارالذى نطق به محرّم، فمعذورفى الأصح"(الموسوعۃ الفقہیہ)۔

باریک مسائل سے عوام کی جہالت:

(۸) ہر وہ مسئلہ جس کے علم میں باریکی اور ابہام و پوشیدگی زیادہ ہو اور عام آدمی کے لئے اس کا جاننا دشوار ہو تو عوام کو اس میں معذور سمجھا جائے گا صحیح قول یہی ہے۔

"قال القاضى حسين: كل مسألة تدق ويغمض معرفتهاهل يعذر فيهاالعامى؟ وجهان: أصحهما: نعم" (المنثور ص ۱۴ ج ۲)۔

لفظ کے معنی سے جہالت:

(۹) کسی لفظ کے معنی سے ناواقفیت بھی حکم کو ساقط کر دیتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی عجمی شخص لفظ ''کفر''

یا ''ایمان'' یا ''طلاق'' یا ''عتاق'' یا ''بیع'' یا ''شراء'' اوراسی جیسے دوسرے الفاظ بول دے اوران کے معنی سے ناواقف ہوتو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا، کیونکہ ناواقفیت میں اس نے ان لفظوں کے تقاضے کو اپنے اوپر لازم نہیں کیا اور نہ اس نے اس کا قصدوارادہ کیا۔لہٰذا اِن کے بولنے پر کوئی حکم نہیں لگے گا۔

''اِذانطق الأعجمی بکلمة کفر، أو أیمان أوطلاق أواعتاق أوبیع أوشراء أونحوه،ولایعرف معناه لأیؤاخذبشیٔ منه، لأنه لم یلتزم بمقتضاه،ولم یقصداِلیه'' (الموسوعۃ الفقہیہ)۔

یہی حکم اس وقت بھی ہے جب کوئی عربی شخص ایسے عجمی الفاظ بولے جن کی دلالت اسی عبارت پر ہوتی ہوجن کا اوپر ذکر ہوا،مگر وہ ان عجمی الفاظ کے معنی نہ جانتا ہوتو کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔البتہ اگر کوئی عجمی شخص ایسے الفاظ بول کر یہ کہے کہ میں نے اسی معنی کا ارادہ کیا ہے جو اس زبان والوں کے یہاں مراد ہوتی ہے۔تو اس سلسلے میں فقہاء کے دو قول ہیں اور دونوں میں سے اصح قول یہ ہے کہ وہ ماخوذ نہیں ہوگا۔اوراس پر ان لفظوں کا حکم جاری نہیں ہوگا۔

کیونکہ اس نے خود اس کا ارادہ نہیں کیا اس وجہ سے کہ ارادہ صرف معلوم یا مظنون (یعنی کسی شی کے علم وگمان) سے متعلق ہوتا ہے۔اور جب اس نے خود اس لفظ کے معنی کو جانا ہی نہیں تو اس کا قصدوارادہ بھی صحیح نہیں ہوا۔

اور اگر کوئی عربی شخص عربی کے الفاظ بولے لیکن شریعت میں ان کے جو معنی ہیں ان سے واقف نہ ہو۔مثلاً اپنی بیوی سے کہے:''**أنت طالق للسنة أوالبدعة**''،اوروہ لفظ کے معنی سے جاہل ہو یا وہ خلع یا نکاح کے الفاظ بولے (اوران کے معنی نہ جانتا ہو) تو ''قواعد شیخ عزالدین بن عبدالسلام'' میں یہ ہے کہ اس کا کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔کیونکہ ان الفاظ کی دلالت جن معانی پر ہورہی ہے اس کو ان کا کچھ پتہ ہی نہیں۔تو لفظ کے معنی مدلول کا وہ قصد کیسے کرے گا۔

اور بہت مرتبہ ایسے جاہل لوگ خلع کرتے ہیں جو لفظ خلع کے مدلول کو جانتے ہی نہیں اور اس کے صحیح ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں۔اس قاعدہ سے ناواقف وجاہل ہونے کی وجہ سے۔

''وکذالک اِذانطق العربی بمایدل علی هذه العباره بلفظ أعجمی لایعرف معناه،فاِنه لایؤاخذ۔نعم۔لوقال الأعجمی:أردت به مایرادعندأهله فوجهان: أصحهما:کذالک،لأنه لم یرده،فاِن الارادة لاتتوجه اِلااِلی معلوم أومظنون، لأنه اِذالم یعرف معنی اللفظ لم یصح قصده۔

ولونطق العربی بکلمات عربیة لکنه لایعرف معانیهافی الشرع، مثل قوله لزوجته:أنت طالق للسنة أوللبدعة،وهوجاهل بمعنی اللفظ،أونطق بلفظ الخلع أوالنکاح،ففی القواعدللشیخ عزالدین بن عبدالسلام أنه لایؤاخذبشیٔ، اِذلا شعورله بمدلوله حتی یقصده باللفظ۔ قال:وکثیرامایخالع

الجهال من الذين لا يعرفون مدلول لفظ الخلع ويحكمون بصحته للجهل بهذه القاعدة'' (قواعدالاحکام للعز بن عبدالسلام ص ۱۰۲ر ج ۲۔ والمنثور للزرکشی ص ۲۳-۱۴ ج ۲)۔

حقوق اللہ کی منہیات سے جہالت:

(۱۰) حقوق اللہ میں جو امور منہی عنہا اور ممنوع ہیں ان کی جہالت بھی عذر میں داخل ہے، لیکن مامورات میں جہالت عذر نہیں ہے اس کی اصل حدیث نبوی ہے۔(۱) حضرت معاویہ بن الحکمؓ کی حدیث ہے کہ انہوں نے ممانعت کلام سے ناواقفیت کے سبب نماز میں کلام کرلیا تو رسول اللہ ﷺ نے نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔(۲) اسی طرح حضرت یعلی بن امیہؓ کی حدیث میں ہے کہ ایک دیہاتی صحابی کو جنہوں نے سلے ہوئے کپڑے کی حالت احرام میں حرمت سے ناواقفیت کی وجہ سے جبّہ (کرتا) پہن لیا تھا رسول اللہ ﷺ نے جبّہ اتار دینے کا حکم تو دیا، لیکن اس جنایت (قصور) پر فدیہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا۔

''الجهل عذرفی المنهيات فی حقوق الله تعالی: الجهل عذرفی حق الله تعالی فی المنهيات دون المأمورات، والأصل فيه حديث معاوية بن الحكم لماتكلم فی الصلاة.

ولم يؤمر بالاعادة لجهله بالنهی. وحديث يعلی بن أمية: حيث أمر ﷺ أعرابيابنزع الجبة عنه وهو محرم، ولم يأمره بالفدية لجهله''. (حديث معاوية بن الحكم، أخرجه مسلم (۱/۳۸۱ ط الحلبی۔حديث يعلی بن أمية۔أخرجه البخاری (الفتح ۳/۳۹۳ ط السلفية) ومسلم ص ۲/۸۳۶ ط الحلبی)۔

اسی اصول پر استدلال کرتے ہوئے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر کوئی محرم حالتِ احرام میں وطی (بیوی سے ہمبستری) کی ممانعت سے ناواقف ہونے کے سبب وطی کرلے تو اس پر فدیہ واجب نہیں ہوگا۔

انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ حقوق اللہ میں منہیات سے جہالت کا عذر ہونا اور مامورات میں عذر نہ ہونا۔ اس کی وجہ فرق باعتبار معنی یہ ہے کہ مامورات میں اصل مقصود ان کی مصالح کو قائم کرنا ہے۔ اور یہ مقصد اس فعل مامور بہ پر عمل کرنے سے ہی حاصل ہوسکتا ہے اور جہالت کی وجہ سے مامور بہ پر عمل نہیں ہوسکتا اور منہیات کا مقصود ان کے ارتکاب سے روکنا ہے منہیات میں مفاسد ہونے کے سبب سے۔ اور مکلّف بندے کا منہیات سے رکنے میں امتحان ہے اور یہ بالقصد ان کے ارتکاب سے تعلق رکھتا ہے۔ اور جہالت کے ساتھ مکلّف شخص ان کا قصد کرہی نہیں سکتا۔ اس لئے جہالت کو ان میں عذر مانا گیا ہے۔

''واحتج به الشافعی علی أن من وطی ء فی الاحرام جاهلافلافدية عليه.والفرق بينهمامن جهةالمعنی أن المقصودمن المأمورات اِقامة مصالحها.وذلک لا يحصل اِلابفعلها،والمنهيات مزجورعنها بسبب مفاسدها امتحاناللمكلف بالانكفاف عنها،وذلک اِنمايكون بالتعمد لارتكابها،

ومع الجهل لم يقصد المكلف ارتكاب المنهى، فعذر بالجهل فيه"۔

لیکن ائمہ ثلاثہ کے یہاں یہ عذرِ جہل نامقبول ہے اوراس کواس جنایت کی قیمت چکانی پڑے گی۔

"اتفق الفقهاء على أن الجناية إذاكانت بجماع، فإن كانت قبل الوقوف بعرفة. فسدالحج وعليه المضئ فيه والقضاء وعليه بُدنة عندالجمهوروشاة عندالحنفية ويستوى فى هذاالرجل والمرأة۔والعمدوالنسيان عندالحنفية والمالكيه والحنابلة، وفى القديم عندالشافعية، وفى الجديد لايفسدها لجماع نسياناً"(الموسوعۃ الفقہیہ ۱۶/۵۷)۔

فقہاء متفق ہیں کہ اگر منہیات حج بصورتِ جماع (وطی) ہوتواس کی ایک حالت یہ ہے کہ اگر جماع وقوف عرفہ سے پہلے ہوتو حج فاسد ہوجائے گا۔اوراس پر حج کے افعال بجالانا اور بعد میں اس کی قضا کرنا لازم ہے۔اورایسے شخص پر بڑا جانور قربان کرنا جمہورفقہاء کے نزدیک اور چھوٹا جانور بکرا وغیرہ قربان کرنا حنفیہ کے نزدیک واجب ہے۔

اوراس مسئلہ میں مرد،عورت،قصدونسیان سب برابر ہے۔حنفیہ، مالکیہ،حنابلہ کا یہی مسلک ہے اورقول قدیم میں شافعیہ کے یہاں بھی یہی حکم ہے۔لیکن قول جدید کے مطابق نسیاناً بھول چوک سے جماع کرلینے پر حج فاسد نہیں ہوگا۔

وہ احکام ومسائل جہاں عذر جہالت نامقبول ہوتا ہے

کتاب اللہ اورسنت مشہورہ سے جہالت:

(۱) جومجتہد اپنے اجتہاد میں نادانستہ، کتاب اللہ،سنتِ مشہورہ اوراجماع کی مخالفت کرے یاغریب وکمزورحدیث (غیرمعروف حدیث) پرکتاب اللہ یا سنت مشہورہ کے برخلاف عمل کرے تو اس کا عذر (عمل) ہرگز قابل قبول نہیں ہوگا (نادرست ہوگا)۔

"ومن هذاالقسم أيضاجهل من خالف فى اجتهاده الكتاب أوالسنة المشهورة أوالإجماع، أوعمل بالغريب على خلاف الكتاب أوالسنة المشهورة، فإنه ليس بعذرأصلا"(حاشیہ الحموی علی اشباہ ابن نجیم ۲/۶-۱۳۷ والمنثور فی القواعد للزرکشی ۲/۱۳، ومسلم الثبوت ۱/۲۸)۔

مشہورمسائل کی جہالت:

(۲) جوشخص ایسے افعال کی حرمت سے ناواقف ہوجن میں اکثرلوگ شریک ہوتے ہیں۔توایسے افعال کے سلسلے میں اس کی جہالت وناواقفیت کاعذرقبول نہیں کیاجائے گا،مگراُس صورت میں کہ وہ نومسلم ہو۔ یاایسے دوردراز علاقے میں رہتا ہوجہاں علم وعلماء سے مسائل دریافت کرنے کا موقع ہی نہ ہو۔جس کی وجہ سے اس پران افعال کی حرمت پوشیدہ ہوتو وہ ان

افعال کے ارتکاب میں معذور سمجھا جائے گا۔ اوران افعال کے احکام اس پر جاری نہیں ہوں گے جیسے زنا، قتل، چوری، شراب، نماز میں کلام اور روزہ میں کھالینے کی حرمت سے ناواقف ہو۔

’’قال السیوطی: کل من جھل تحریم شئ ممایشترک فیه غالب الناس لم یقبل منه دعوی الجھل، اِلاأن یکون قریب عھد بالاسلام، أونشأببادیة بعیدة یخفی فیھامثل ذلک، کتحریم الزنی، والقتل، والسرقة، والخمر، والکلام فی الصلاة، والأکل فی الصوم‘‘ (الحموی علی الاشباہ ۲/ ۳۴۔الحموی علی الاشباہ ۲/ ۱۳۸)۔

(۳) اس شخص کا عذر نامقبول جو کسی فعل کی حرمت سے تو واقف ہو مگر اس فعل پر مرتب ہونے والے اثرات سے ناواقف ہو:

جو شخص کسی فعل کی حرمت سے تو واقف ہو، مگر اس پر مرتب ہونے والے حکم واثر سے ناواقف ہو تو ایسے شخص کا عذرِ جہل اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ اوراس فعل حرام کے ارتکاب پر جو شرعی حکم ہے وہ نافذ ہوگا۔ مثال کے طور پر کوئی شخص زنا اور شراب کی حرمت کا علم رکھتا ہو۔ مگر اس کے مرتکب پر حد شرعی کے نافذ ہونے کو نہ جانتا ہو تب بھی اس پر حد (شرعی سزا) باتفاق فقہاء جاری ہوگی۔ اس لئے کہ ان افعال کی حرمت کے علم کا حق اور تقاضا یہی تھا کہ وہ ان سے رک جاتا، مگر نہیں رُکا تو سزا بھگتنا پڑے گی اسی طرح قتل کی حرمت سے واقف ہو، مگر وجوبِ قصاص (قتل کے بدلے قتل) سے ناواقف ہو تب بھی مرتکب قتل ہونے پر قصاص واجب ہوگا۔ اسی طرح نماز میں کلام کی حرمت سے ناواقف ہو۔ مگر کلام کے مبطل صلوٰۃ ہونے کو نہ جانتا ہو۔ تب بھی کلام کر لینے پر نماز باطل ہوجائے گی۔ اسی طرح محرم (حالتِ احرام میں ہونے) پر خوشبو لگانے کی حرمت سے واقف ہو، مگر خوشبو لگا لینے پر فدیہ واجب ہونے سے ناواقف ہو تب بھی خوشبو استعمال کرنے پر فدیہ واجب ہوگا۔

”من علم تحریم شئ وجھل مایترتب علیه: کل من علم تحریم شئ وجھل مایترتب علیه لم یفدہ ذلک، کمن علم تحریم الزنی والخمروجھل وجوب الحدِیحدبالاتفاق، لأنه کان حقه الامتناع، وکذالوعلم تحریم القتل وجھل وجوب القصاص یجب القصاص، أوعلم تحریم الکلام فی الصلاة، وجھل کونه مبطلایبطل، أوعلم تحریم الطیب علی المحرم وجھل وجوب الفدیة تجب“۔

(۴) حقوقِ انسانی سے متعلق احکام میں عذر نامقبول:

حقوق اللہ سے متعلق حکم گزر چکا ہے۔ یہاں انسانوں کے حقوق سے متعلق درج ذیل صورت میں عذر کے نامقبول ہونے کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص نے کسی مریض کو اس حد تک مارا کہ اس سے مریض کا قتل واقع ہوسکتا ہو۔ مگر وہ شخص اس کے

مرض سے ناواقف تھا۔ تو اس کی ناواقفیت کا عذر نامقبول ہوگا۔ اور قتل ہوجانے پر اس مارنے والے شخص سے قصاص لیا جائے گا۔ قول اصح یہی ہے۔

برخلاف اس صورت کے کہ کسی نے ایک بھوکے پیاسے آدمی کو اس کے بھوک، پیاس سے ناواقفیت کی حالت میں اتنی مدت تک قید کئے رکھا جس میں عام طور پر بھوک پیاس سے موت واقع نہیں ہوتی۔ مگر اس کی قید میں موت واقع ہوگئی تو اس صورت میں اس کا عذرِ جہل مقبول ہوگا اور اس پر قصاص واجب نہیں ہوگا۔

دونوں مسئلوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ مرض کی علامتیں عام طور پر پوشیدہ نہیں رہتیں، بلکہ ظاہر ہوجاتی ہیں، اس لئے یہاں ضربِ قتل قابل مواخذہ ہے۔ مگر بھوک، پیاس ظاہر نہیں ہوتی اس لئے یہاں عذر جہالت مقبول ہے۔

"أمافی حقوق الآدمیین فقدلایعذر، کمالوضرب مریضاجهل مرضه ضربایقتل المریض یجب القصاص فی الأصح۔ بخلاف مالوجس من به جوع وعطش ولم یعلم بحاله مدة لایموت فیهاالشبعان عندالجس فلا قصاص۔ وکأن الفرق أن أمارات المرض لاتخفی بخلاف الجوع" (المنثور للزرکشی ۲/۱۹-۲۱)۔

(۵) لوگوں میں مشہور امور کے بارے میں دعویٰ جہل نامقبول ہے:

جو امور لوگوں میں مشہور ہیں ان کے بارے میں ناواقفیت کے دعویٰ کو عذر نہیں مانا جائے گا۔ جیسے خریدے ہوئے سامان میں عیب نکل جائے تو اس کی واپسی کا ثبوت لوگوں میں مشہور معاملہ ہے، لہٰذا بائع عذر جہالت پیش کر کے عیب دار سامان واپس نہ کرنا چاہے تو وہ ایسا نہیں کرسکتا۔ اسی طرح ضرر جوار سے بچنے کے لئے ''شفعہ'' کا دعوی کر کے قدیم الاسلام شخص سے زمین حاصل کرنا لوگوں میں مشہور معاملہ ہے، قدیم الاسلام ہونے کے سبب وہ دعوی شفعہ کے جواز میں جہالت کا عذر نہیں کرسکتا، البتہ جدید الاسلام کی ناواقفیت عذر بن سکتی ہے، اسی طرح جن مسائل ومعاملات کو صرف خواص علماء فقہاء ہی جانتے ہوں۔ ان میں عام آدمی کی جہالت کا عذر چل سکتا ہے۔

"ولاتقبل دعوی الجهل فی الأمورالمشتهرة بین الناس کثبوت الردبالعیب، والأخذبالشفعة من رجل قدیم الإسلام، بخلاف مالایعرفه اِلاالخواص" (الاشباہ النظائر للسیوطی ۲۰۰-۲۰۱)۔

(۶) مبطلاتِ صلوٰۃ میں عذرِ جہل قبول نہیں:

کوئی شخص نماز کو باطل کر دینے والے امور سے ناواقف ہو، مثلاً نماز میں کلام کے مفسد صلوٰۃ ہونے کو نہ جانتا ہو تو اس کا عذر جہل قبول نہیں ہوگا۔ اور نماز میں کلام کرلینے سے حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک نماز باطل ہوجائے گی۔ شافعیہ کے یہاں اگر عذر جہالت کے اسباب پائے جاتے ہوں۔ مثلاً نومسلم ہو یا علماء سے دور جنگل، دیہات، جزیرہ میں رہتا ہوا اور مسائل دریافت کرنے کا موقع نہ ملتا ہو، تو معذور سمجھا جائے گا اور تکلم فی الصلوٰۃ سے نماز باطل نہیں ہوگی اور اگر اسلام لانے

کے بعد علماء سے قریب ہو، مسائل دریافت کرنے کا موقع ملتا ہو پھر بھی انجان اور جاہل ہو تو عذر جہل مقبول نہیں ہوگا اور نماز باطل ہوجائے گی۔ کیونکہ یہ جہالت اس کی اپنی کمی اور حصول علم کا موقع ملنے کے باوجود ترکِ علم کی وجہ سے پائی گئی، لہٰذا وہ معذور نہیں ہوگا۔

''الجهل بمبطلات الصلاة:اختلف الفقهاء هل يعذرمن يجهل مبطتلات الصلاة،فذهب الحنفية والمالكية اِلى أن التكلم فى الصلاة يبطلهاعالماكان المتكلم أوجاهلا۔ وذهب الشافعية اِلى أنه إذاتكلم قليلاجاهلابتحريم الكلام فى الصلاة لاتبطل صلاته اِن قرب عهده بالإسلام، أونشأبعيداعن العلماء، بخلاف من بعدإسلامه وقرب من العلماء لتقصيره بترک العلم''(ابن عابدین ۱/ ۴۲۳، والقوانین الفقہیۃ ص۳۹، ومغنی المحتاج ۱/ ۱۹۴-۱۹۰)۔

(۷) مشتبہ امور میں تحری کے بغیر صحیح سے جہالت عذر نہیں:

اگر پاک اور ناپاک پانی کے برتن آپس میں مختلط (گڈمڈ) ہوجائیں اور پاک کا علم نہ ہو تو تحری (غور وفکر) واجب ہے اور جس کے پاک ہونے کا رجحان سامنے آئے اس پر عمل ضروری ہے بعد میں غلطی ظاہر ہونے پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا کیونکہ اس مخلوط صورت میں صحیح سے ناواقفیت عذر ہے۔ اور اگر تحری نہ کرے تو عذر قبول نہیں، نماز باطل ہوگی۔

اسی طرح پاک وناپاک کپڑا آپس میں 'رل مل' جائے اور دوسرا پاک کپڑا موجود نہ ہو۔ نہ پاک پانی ملے جس سے کپڑے کو پاک کرسکے اور نماز کا وقت آجائے تو ایسی صورتِ حال میں جمہور علماء کے نزدیک اجتہاد وتحری واجب ہے اور جس کے پاک ہونے کا ظن غالب (رجحان ہو) اسی پر عمل ضروری ہے۔ کوئی رجحان نہ ہو تو تیمّم کرلے اور کسی بھی کپڑے میں نماز پڑھ لے۔ نماز صحیح ہوجائے گی، کیونکہ وہ معذور ہے۔ تحری نہ کرنے پر عذر نامقبول اور نماز باطل ہوگی۔

''الجهل بالمطهرساترالعورة:إذماختطلط ماء طاهربآخرنجس،ولم يعلم الطاهرمنهما،هل يجتهدويتحرى ويتطهرويصلي أم يصلي بالتيمم؟فى ذلک خلاف وتفصيل۔ ومثله اِذاشتبهت عليه ثياب طاهرة بأخرى نجسة لم يجدغيرها،ولن يجد مايطهرهابه واحتاج اِلى الصلاة، فيجب عليه الاجتهادوالتحرى عندالجمهور، ويصلي بماغلب على ظنه طهارته''۔

اسی اصول سے، **''الجهل بالقبله: قضاء الفوائت المجهوله۔ جهل بوقت الصوم''** قبلہ کا مشتبہ ہونا، فوت شدہ نمازوں کی تعداد سے ناواقف ہونا، قید وغیرہ میں ہونے کے سبب رمضان کے مہینے کا مجہول ہونا، متعلق ہے، لہٰذا جو حکم اوپر کے مسئلوں کا ہے وہی حکم ان سب کا ہے (الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ص ۲۰۴-۲۰۵ ج ۱۶)۔

(۸) معنیٰ کفر سے عدم واقفیت میں تلفظ کلمۂ کفر عذر ہے، ورنہ نہیں:

جو شخص لفظ ''کفر'' کے معنی سے واقف ہونے کے باوجود کلمۂ کفر کا تلفظ کرے تو وہ بلا شک وشبہ کافر ہے۔ لیکن ''کفر'' سے ناآگہی اور عدم واقفیت میں اپنے ارادہ واختیار سے تلفظ کرے تو عام علماء کے نزدیک اس کو کافر قرار دیا جائے گا اور عذر جہل قابل قبول نہیں ہوگا، لیکن بعض علماء کے مطابق اس کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔ اور معنیٰ کفر کی جہالت کو اس کے حق میں عذر مانا جائے گا۔ اور فتویٰ بھی اسی رائے پر دیا جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ مفتی شرعاً مامور ہے کہ ایسے قول کی طرف مائل ہو جس سے ''تکفیر'' واجب نہ ہو۔ کیونکہ یہاں اگر ''جہل معنیٰ'' کو عذر نہ مانا جائے تو پھر یہاں پر حکم لگانا پڑے گا کہ وہ کافر ہیں اس بنیاد پر کہ وہ الفاظ کے معنیٰ کو نہیں جانتے۔ اگر جان رہے ہوتے تو کلمۂ کفر کا تکلم ہی کیوں کرتے۔ بعض فضلا نے اسی بات کو عمدہ اور لطیف کہا ہے۔

ایک روایت ہے کہ امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک عورت سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ کو قیامت کے روز عذاب دے گا۔ تو وہ کہنے لگی کہ اللہ ایسا نہیں کرے گا کیونکہ وہ بھی تو اللہ کے بندے ہیں۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے بارے میں حکم دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میں اسے کافرہ قرار نہیں دیتا، کیونکہ وہ جاہلہ وناواقفہ ہے۔ جاؤ اس کو علم سکھاؤ تاکہ وہ واقفہ اور اس بات کو جاننے والی بن جائے۔

کتاب ''مغنی المحتاج'' میں چند کلماتِ کفر بولنے پر معنی کے علم کی صورت میں متکلم کو کافر قرار دیا گیا ہے، لیکن معنی کی جہالت کی حالت میں معذور مانا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا گیا ہے کہ جس شخص نے امت کی طرف گمراہی۔ اور صحابۂ کرام کی طرف کفر کی نسبت کی یا قرآن کے معجزہ ہونے کا انکار کیا یا اس میں کوئی تبدیلی کی۔ یا زمین وآسمان کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک پر دلالت سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ان دونوں کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ پر دلالت نہیں ہوتی یا مردوں کو قبروں سے زندہ کرکے اٹھائے جانے کا انکار کیا، بایں طور کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کے اجزاءِ اصلیہ کو جمع کرکے ان میں روح کو لوٹائیگا یا جنت، جہنم، حساب کتاب، ثواب وعذاب کا انکار کیا یا ان کا اقرار تو کیا، مگر یہ کہا کہ ان کے دیگر معنی مراد ہیں۔ یا یہ کہا کہ میں جنت میں داخل ہوا اور وہاں کے پھل کھائے اور حوروں کو گلے لگایا یا یہ کہا کہ ائمہ، انبیاء سے افضل ہیں تو اگر یہ باتیں جان بوجھ کر کہی ہوں تو کافر قرار دیا جائے گا اور اگر نیا نیا مسلمان ہونے، یا مسلمانوں سے دور رہنے کی وجہ سے لاعلمی میں کہی ہوں تو کافر قرار نہیں دیا جائے گا اس کے عذر جہل کی وجہ سے۔

"قال الحموی: اِن من تلفظ بلفظ الکفرعن اعتقادلاشک أنه یکفر، واِن لم یعتقدانهالفظ الکفر، إلاأنه اتیٰ به عن اختیارفیکفرعندعامة العلماء، ولایعذر بالجهل۔ وقال بعضهم: لایکفر، والجهل

عذروبه يفتى،لأن المفتى مأمورأن يميل إلى القول الذى لايوجب التكفير،ولولم يكن الجهل عذرالحكم على الجهال أنهم كفار؛لأنهم لايعرفون ألفاظ الكفر،ولوعرفوالم يتكلموا، قال بعض الفضلاء: وهو حسن لطيف۔

وروى أن امرأة فى زمن محمدبن الحسن قيل لها:اِن الله يعذب اليهود والنصارى يوم القيامة، قالت:لايفعل الله بهم ذلک فاِنهم عباده، فسئل محمدبن الحسن عن ذلک فقال:ماكفرت فاِنهاجاهلة، فعلّموهاحتى علمت"(الحموی علی الاشباہ ص۱۳۹ر ج ۲)۔

"وقال فى مغنى المحتاج:يكفرمن نسب الأمة اِلى الضلال، أوالصحابة اِلى الفكر، أوأنكراِعجاز القرآن أوغيرشيئامنه، أوأنكرالدلالة على الله فى خلق السماوات والأرض بأن قال:ليس فى خلقهادلالة عليه تعالى،أوأنكربعث الله الموتى من قبورهم بأن يجمع أجزاء هم الأصلية ويعيد الأرواح اِليها،أوأنكرالجنة أوالنار،أوالحساب أوالثواب أوالعقاب أوأقرّبهالكن قال:المراد بها غيرمعانيها، أو قال:اِنى دخلت الجنة وأكلت من ثمارهاوعانقت حورها،أوقال:الائمة أفضل من الأنبياء، هذااِن علم ماقاله لااِن جهل ذلک لقرب اِسلامه،أوبعده عن المسلمين فلايكفرلعذره" (مغنی المحتاج ص ۱۳۶ر ج ۴)۔

عقائد کے باب میں عذر جہالت:

۲-اگر کوئی کلمہ گوشخص ناواقفیت کی وجہ سے ضروریات دین یا قطعیات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس کے بارے میں مسلمانوں کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟

ایمان ایک عقیدہ ہے جو اجمال وتفصیل کے ساتھ ہر بندۂ مومن سے مطلوب ہے۔ اسلام میں اس کی حقیقت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"هو التصديق بماجاء به من عنه الله تعالى والاقراربه أى باللسان"(شرح العقائد للنسفی ص ۱۱۹-۱۲۰)۔

ایمان نام ہے ان باتوں کی دل سے تصدیق کرنے کا جو رسول اللہ ﷺ اللہ تعالی کی جانب سے لے کر آئے۔ اور زبان سے اس کا اقرار بھی ہو۔

امام نسفی فرماتے ہیں کہ:"اِلاأن التصديق ركن لايحتمل السقوط أصلا۔والإقرارقديحتمله،كمافى حالة الإكراه۔ قال: قيل: قد لايبقى التصديق ،كمافى حالة النوم والغفلة" (ایضاً ص ۱۲۰)۔

تصدیق رکن ایمان ہے(ایمان کی اصل حقیقت میں داخل ہے) جو کسی حال اور کسی وقت اور کبھی بھی ساقط ہونے کا احتمال نہیں رکھتا، جبکہ اقرار باللسان بعض اوقات جیسے حالت اکراہ اور یہ اشکال کہ کبھی حالتِ نوم اور غفلت میں تصدیق باقی نہیں رہتی۔(تو اس کا جواب ہے)۔

یہیں سے عقائد کے باب میں متکلمین اور فقہاء کے درمیان اختلاف وفرق کا آغاز ہوتا ہے۔

متکلمین بالخصوص اشاعرہ، علم وادراک کو ایمان کا رکن اور اس کا جزء مقوم مانتے ہیں۔ان حضرات کے یہاں علم و ادراک کے بغیر حقیقتِ ایمانی کا وجود ہی نہیں ہوتا۔اور جہل علم وادراک کی ضد ہے اور کوئی شی اپنے ضد کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی۔اور حالتِ نوم، حالتِ جہل ہے۔اِس میں ادراک نہیں پایا جاتا، لہٰذا اس حالت میں ایمان بھی نہیں پایا جائے گا۔

”**هذامناف كماعليه المتكلمون من أن النوم ضدالإدراک فمايجتمعان**“(حاشیہ خیالی علی النسفیہ ص ۱۲۰)۔

یہ بات متکلمین کے موقف کے برخلاف ہے، کیونکہ نوم اِدراک کی ضد ہے دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔

متکلمین کی نظر اس بات پر ہے کہ جہالت میں ضروریات دین یا قطعیات دین کے کسی چیز کے انکار سے ایمان کا اصل رکن ”ادراک“ ساقط ہوگیا پھر جب وہ صاحبِ ایمان رہا ہی نہیں تو ”جہل وناواقفیت“ کو عذر کیسے مانا جاسکتا ہے۔

اس کے برعکس فقہاء کی نظر اس بات پر ہے کہ جمیع ماجاء بہ النبی ﷺ من عنداللہ کی تصدیق اس کے قلب میں باقی ہے اور جہالت نے اس کو زائل نہیں کیا، بلکہ ”انکار“ سے صرف اقرار باللسان کی خارجی شرط فوت ہوتی ہے جس کے سقوط کا ”جہل“ میں اعتبار کیا جاسکتا ہے، لہٰذا اس کی لاعلمی کے انکار کو عذر تسلیم کیا جاسکتا ہے اور اسی بنیاد پر اس کو ایمان سے خارج نہیں کیا جائے گا۔اسی بات کے پیش نظر علامہ سعدالدین تفتازانی نے ”حالتِ نوم وغفلت“ میں متکلمین کے اشکال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ:

”**ولوسُلّم فالشارع جعل المحقق الذی لم يطرء عليه مايضادهٗ فی حكم الباقی**“(شرح العقائد النسفیہ رص ۱۲۰)۔

اگر ان متکلمین کی بات مان لی جائے تب بھی واقعہ یہ ہے کہ شارع نے ثابت شدہ تصدیق قلبی کو جس پر اس کے برخلاف علامتِ تکذیب ظاہر نہ ہو باقی کے حکم میں رکھا ہے۔

فقہاء کی نظر اس بات پر بھی ہوتی ہے کہ:”**وفی الخلاصة وغيرها: إذاكان فی المسئلة وجوهٌ توجب التكفيرووجه واحد يمنع الكتفيرفعلى المفتی أن يميل إلى الوجه الذی يمنع التكفيرتحسيناللظن للمسلم**“(البحرائق ص ۲۱۰ رج ۵ باب احکام المرتدین)۔

خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ کسی مسئلہ میں بہت سی وجوہات تکفیر کی ہوں۔اور ایک وجہ تکفیر کو منع کرتی ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ اسی ایک وجہ کی طرف مائل ہو جو تکفیر کو منع کرتی ہو، مسلم شخص سے حسن ظن کے پیش نظر۔

اسی سلسلے میں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ فقہاء عالم اور جاہل کے فرق پر بھی نظر رکھتے ہیں۔

”**وقیل: التفصیل فی العالم۔ أماالجاهل فلایفرق بین الحلال والحرام لعینهِ ولغیره، وإنماالفرق فی حقه أن ماکان قطعیا کفربه۔وإلافلایکفر**“(البحرالرائق ص۲۰۶-۲۰۸ ج۵)۔

اور یہ کہا گیا ہے کہ حلت وحرمت لعینہ ویغرہ کی تفصیل عالم کے لئے ہے۔جاہل لعینہ ولغیرہ میں فرق جانتا ہی نہیں تو اس کے حق میں مسئلہ یہ ہے کہ قطعیات دین کے انکار پر تکفیر کی جائے گی، ورنہ نہیں۔

مذکورہ شخص کا حکم ایسے جاہل منکر شخص کے لئے مناسب حکم یہی ہے کہ اس کو کافر نہ کہا جائے اور اس کا عذرِ جہل قبول کیا جائے۔

ضروریات دین اور قطعیاتِ دین کی مراد؟

حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ اسی طرح کے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب حامداً ومصلیاً: ضروریاتِ دین ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کا حضرت رسولِ مقبول ﷺ کے دین سے ہونا قطعی اور یقینی ہو اور حد تواتر وشہرت عام تک پہنچ چکا ہو، حتی کہ عوام بھی جانتے ہوں کہ یہ چیزیں نبی اکرم ﷺ کے دین سے ہیں، جیسے توحید، رسالت، ختم نبوت، حیات بعد الموت، سزاوجزاء اعمال، نماز، زکوٰۃ کی فرضیت، شراب اور سود کی حرمت، **کذافی اِکفار الملحدین(۱)** ۔فقط واللہ اعلم۔حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱۱/۳ھ (فتاویٰ محمودیہ ص۱۹/ج۱ مایتعلق بالایمان شیخ الاسلام دیوبند)۔

(۱) **”والمراد“بالضروریات”علی مااشتهرفی الکتب:ماعلم کونه من دین محمد ﷺ بالضرورة، بأن تواترعنه واستفاض،وعلمته العامة، کالوحدانیة والنبوة، وختمهابخاتم الأنبیاء وانقطاعهابعده، وهذا مما شهدالله به فی کتابه، وشهدت به الکتب السابقة، وشهدبه نبیناﷺ، وشهدبه الأموات أیضاً،کزیدبن خارجة الذی تکلم بعدالموت ......وکالبعث والجزاء، ووجوب الصلاة والزکوٰة، وحرمة الخمر ونحوها“**(اِکفارالملحدین،ص۲، ۳،لأنورشاہ صاحب الکشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ من ”مجموعۃ رسائل الکشمیری“الجلد الثالث اِدارۃ القرآن)۔

قطعیات دین کی مراد؟

بنیادی ایمانیات واعتقادیات واسلامیات کے علاوہ جوامور خصوصیات قطعیہ یا لوازماتِ دینیہ جن کا ثبوت نصوص

قرآنیہ واحادیث نبویہ اوراجماع کی دلائل قطعیہ سے ہو وہ قطعیات دین ہیں۔مثلاً عقیدۂ ختم رسالت،عقیدۂ عظمت صحابیت۔ عقیدہ نجات اہل السنّت والجماعۃ یعنی بالفاظ رسول اللہ ﷺ ''ماأنا علیه و أصحابی، عذاب القبر،سوال المنکر والنکیر، مسح علی الخفین۔شهادة الجنة لعشرة المبشره،الصراط،المیزان'' وغیرہ امور۔اگرچہ یہ سب امورجمیع ماجاء بہ النبی ﷺ من عنداللہ تعالی میں داخل ہیں۔تاہم یہ چیزیں فرائض قطعیہ سے متعلق ہیں۔باقی جمیع ماجاء بہ النبی ﷺ میں سنن ونوافل، مستحبات ومندوبات، اخلافیات، معاشرات، معاشیات وغیرہ قطعیات دین سے الگ حسن الاسلامیات اورمرغوبات دینیات میں شامل ہیں اوران کے احکام جداگانہ ہیں۔

ایسے شخص سے مسلمانوں کا روّیہ؟

مذکورہ بالا جیسے شخص سے مسلمانوں کا روّیہ معاندانہ نہیں، بلکہ مشفقانہ ہونا چاہئے،جیسا کہ حضرت امام محمدؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے اسی قسم کے واقعہ میں عورت کو کافرہ قرارنہیں دیا، بلکہ فرمایا اِسے لے جاؤ اور علم دین سکھاؤ۔کیونکہ یہ نہیں جانتی،''مغنی المحتاج'' کے حوالے سے یہ بات گزشتہ صفحات میں آچکی ہے۔

مناسب ہوگا کہ ایسے شخص کو کسی جامع عالم دین کے پاس لے جایا جائے،تاکہ وہ اس کی اصلاح کردیں۔یا آس پاس کے کسی مدرسہ یا مسجد کے اچھے عالم مدرس یا عالم امام کی صحبت میں کچھ دیر بیٹھ کرضروریات دین سیکھنے کی ترغیب دیں۔

فقہاء نے جہلِ باطل کے ذیل میں دوسرے نمبر کی کمتر جہالت کا ذکر کیا ہے۔

''وهو جهل صاحب الهویٰ فی صفات الله وفی أحکام الآخره''(الحسامی ص ۱۵۴ رمکتبہ بلال دیوبند)۔

جہلِ باطل کی کم درجہ کی جہالت صاحب بدعت کی جہالت ہے جوصفاتِ باری تعالیٰ اوراحکام آخرت کے سلسلہ میں ہو اس کی تشریح میں مولانا فیض الحسن گنگوہی لکھتے ہیں:

''قوله وهوصاحب الهویٰ أی صاحب البدعة، وهوالذی اتبع الهویٰ وترک الأدلة القاطة الجلیلة البهیة۔ وجهد دون جهل الکافر۔لایکفربهٖ بل یفسق۔ ونحن نناظر معه ونلزمهٗ قبول الحق بالدلیل ولانعمل علی تأویله الفاسده۔ورائهٖ الکاسد''(حاشیہ حسامی (۷))۔

صاحب الهوی یابدعت پسند وہ شخص ہے جواپنی دماغی اُپچ کی پیچ کرےاورواضح روشن دلیلوں کوترک کردے۔اور اس کی جہالت کافرکی جہالت سے کم درجہ کی ہے۔ایسے شخص کوکافرنہیں قراردیا جائے گا، بلکہ فاسق کہا جائے گا۔اورہم ایسے شخص سے مناظرہ کریں گےاورقبولِ حق کودلیل کے ساتھ لازم کریں گے۔اوراس کی فاسد تاویل اورگھٹیارائے پرعمل نہیں کریں گے۔

یہ جانکار شخص کی جہالت کاحکم ہے۔اس سے انجان شخص کی جہالت کاحکم بہترطور پرمعلوم ہوسکتا ہے۔اورمیری

رائے میں صورتِ مسئولہ کا حکم اسی جہل دون جہل الاول الباطل کے ذیل میں رکھا جانا چاہئے۔ کیونکہ اس میں جب معتزلہ، جہمیہ وغیرہ جیسے پڑھے لکھے جاہل فرقے داخل ہیں تو جاہل مطلق منکر شخص کو بدرجۂ اولیٰ اسی زمرہ میں رکھا جائے گا۔

۳- ہندوستان میں عذر جہل کا حکم:

حقیقت یہ ہے کہ فقہاء نے جس دور میں ''دارالاسلام'' اور'' دارالحرب'' کی اصطلاحات ایجاد کی تھیں اوران کے احکام وشرائط بیان کئے تھے وہ سب انہیں کے زمانے کے حالات پر مبنی تھے۔ اب پوری دنیا گلوبل ولیج پیریڈ (Global Village Period) دنیا ایک گاؤں بن چکی ہے۔ ذرائع ابلاغ کی تیز رفتار ترقی نے سارے فاصلے سمیٹ کر رکھ دئے ہیں۔ پرنٹ میڈیا، شوشل میڈیا، وہاٹس ایپ، انٹرنیٹ وغیرہ نے ہر قسم کی دینی، دنیاوی معلومات کے خزانے بکھیر دئے ہیں۔ مذہب اور زندگی کے نظریات اور آپسی تعلقات، غور وفکر کے زاویے اور نکات سب کچھ بدل چکے ہیں۔ ان حالات میں ''دارالاسلام'' اور'' دارالحرب'' کی اصطلاحات اوران کے معنی ومفہوم بھی بدل چکے ہیں اور یہ اصطلاحات از کار رفتہ بن چکی ہیں۔ دنیا کی ساری حکومتیں ان دونوں اصطلاحات سے یکسر خالی ہو چکی ہیں۔ مسلم حکومتوں میں کوئی ملک ''دارالاسلام'' کے معیار پر باقی نہیں ہے اسی طرح غیر مسلم حکومتوں میں چین کے علاوہ کوئی ملک '' دارالحرب'' کے زمرہ میں داخل رکھنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ مسلم حکومتوں میں غیر اسلام قوانین نافذ ہیں۔ اور غیر مسلم ملکوں میں سیکولر ڈیموکریسی یا غیر جانب دارانہ غیر مذہبی جمہوریت رائج ہے۔ ہندوستان بھی اسی زمرہ میں شامل ہے۔ اس کو دارالحرب کے علاوہ دارالامن، دارالعہد، دارالقرار کچھ بھی کہا جاسکتا ہے۔ ہندوستان کا دستور حکومت مذہبی نہیں، بلکہ مذہبی رواداری اور غیر جانب دارانہ، حقوق شہریت میں مساوات پر مبنی ہے۔ یہ ایک سیکولر، دھرم نرپیکچھ ویلفیر اسٹیٹ ہے۔ جس میں مسلم غیر مسلم سب کے لئے حکومت سازی میں قانونی شرکت اور حصہ داری کے مواقع حاصل ہیں۔ مذہبی اور تعلیمی آزادی کے اعتبار سے یہ بہت سے مسلم ملکوں سے زیادہ بہت حالت میں ہے۔

ایک موقع پر حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے ارشاد فرمایا: '' ہندوستا کا مسلمان شریعت کے معاملہ میں خود کفیل ہے۔ وہ کتاب وسنت کے سرچشمہ سے براہِ راست (علماء ومدارس کی کثرت کے سبب) افادہ واستفادہ کا اہل ہے۔ شریعت کے معاملہ میں اسے کسی مسلم ملک کی طرف جھانکنے کی ضرورت نہیں۔''

ایسی حالت میں ہندوستان کے مسلم عوام کی جہالت کو عذر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ الّا یہ کہ چند جہالت گڑھ جیسے بیاور، اور کرناٹک کی تحصیل مُدّ ے بے حال جیسے خطّے کے مسلمانوں کو بعض مسائل میں جہالت وناواقفیت کی بنیاد پر معذور قرار دیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ حکم مسائل کی نوعیت اوران کے غموض اور ذرائع معلومات تک نارسائی کے پیش نظر ہونا چاہئے۔

۴-حرمت مصاہرت ایک نازک اور حساس مسئلہ:

حرمتِ مصاہرت ایک منصوص مسئلہ ہے۔اس سے انسانی رشتوں کے تقدس اور احترام کا تعلق ہے اس کی حساسیت اور نزاکت کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں احتیاط کے پہلو کو نظر انداز نہ کیا جائے۔مصاہرت کی جزئیات میں ''مس بالشہوۃ'' اور ''نظر بالشہوۃ'' اسی احتیاط سے وابستہ مسئلہ ہے۔اس کی حرمت پر نصوصِ شریعہ' احادیث نبویہ' اور'' آثار صحابہ'' کی دلائل قائم ہیں۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''**من نظر إلی فرج امرأۃٍ لم تحل لہٗ أمھا ولا ابنتھا۔وقال رسول اللہ** ﷺ: **لومس امرأۃً بشھوۃ حرمت علیہ أمھا وبنتھا**''(حاشیہ کنز الدقائق لمولانا محمد احسن الصدیقی بحوالہ عینی و متخلص ص ۹۸ یاسر دیوبند)۔

جو شخص عورت کی شرم گاہ کی طرف دیکھے تو اس پر اس کی ماں اور اس کی بیٹی حرام ہوجاتی ہے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی عورت کو شہوت سے چھولے تو اس پر اس کی ماں اور بیٹی حرام ہوجاتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک باندی کا بوسہ لیا اور دیکھا پھر اپنے بعض بچوں کو ہبہ کیا تو ہدایت فرمادی کہ تمہارے لئے حلال نہیں'' **اما انھا لا تحل لک**''۔

نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مرد جس عورت سے جماع کرے یا اس کا بوسہ لے یا شہوت کے ساتھ چھوئے یا شہوت کے ساتھ اس کی شرم گاہ کو دیکھے وہ فاتوں اس مرد کے باپ اور بیٹے پر اور خود اس عورت کی ماں اور بیٹی اس مرد پر حرام ہوجائے گی (قاموس الفقہ ص ۲۳۰ ر ج ۵۔بحوالہ فتح القدیر ص ۲۲۴ ر ج ۳۔نعیمیہ دیوبند)۔

یہی مذہب حنابلہ اور بہت سے صحابہ اور جمہور تابعین کا ہے:''**ھو مذھب عمر،وعمران بن حصین وجابر بن عبداللہ وابی بن کعب وعائشہ وابن مسعود وابن عباس رضوان اللہ علیھم أجمعین وجمھور التابعین**''(عینی و متخلص حاشیہ کنز الدقائق ص ۹۸)۔

حرمت کی عقلی دلیل یہ ہے کہ:''**لأنھا داعیان إلی الوطی۔فیقامان مقامہٗ فی موضع الاحتیاط**''۔

اس لیے کہ مس بالشہوت اور نظر بالشہوت جماع کی دعوت دیتے ہیں لہٰذا احتیاط کے مقام پر دونوں کو جماع کے قائم مقام قرار دیا جائے گا۔

جہالت قابل قبول نہیں:

جہاں تک اس مسئلہ میں جہالت کے عذر کا تعلق ہے تو یہ بھی قابل قبول نہیں ہے۔علامہ ابن نجیم تحریر فرماتے ہیں:

”وأطلق فی اللمس والنظربشهوة۔فأفادأنه لافرق بین العمدوالخطاء والنسیان والإکراه فی لوایقظ زوجتهٗ لیجامعهافوصلت یدهٗ إلی بنتهٖ منهافقرصهابشهوة، وهی ممن تشتهی یظن أنها أمها۔ حرمت علیه الأم حرمةً موبدة“(البحرالرائق ص۱۷۶ج۳زکریادیوبند)۔

اورلمس اورنظر بالشہوۃ کومطلق بیان کیاہےاس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اس مسئلہ میں قصد،خطاء بھول چوک اوراکراہ کے درمیان کوئی فرق نہیں (ہرصورت میں حرمت قائم ہوجائے گی) یہاں تک کہ اگرکسی شوہرنے اپنی بیوی کو جماع کے لئے جگایا پس اس کا ہاتھ اسی عورت سے پیداشدہ اس کی بیٹی پر جالگا۔اوراس کوشہوت سے چھولیا،جبکہ وہ قابل شہوت تھی۔وہ شخص اسے اپنی بیٹی کی ماں گمان کررہا تھا تب بھی اس پر بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی۔

واقعہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں عذر جہالت کو مقبول مان کرحرمت ختم کردی جائے تو ایک طرف یہ حدیث وآثاراور صحابہ وجمہور تابعین کے برخلاف رائے ہوگی۔دوسری طرف اس سے،ماں،باپ،بیٹا،بیٹی،ساس،سسر،بھائی،بہن کے باہمی رشتوں کا تقدس پامال ہوجائے گا۔اوراس سے”زنا“کی حوصلہ افزائی،اورمفاسد کثیرہ کی رونمائی ہوگی جو خاندانی نظام اورفیملی سسٹم کو برباد کرکے رکھ دے گی۔اور انسانی معاشرت اورسماج کی صالح اقدار وامتیاز کوختم کرکے”حیوانی طرز“ مجامعت کوفروغ دینے کا ذریعہ بن جائے گی۔ایک قابل غور بات یہ بھی ہے کہ وطی اورمرد،عورت کے فطری تعلقات اورملاپ کے دواعی اوراسباب،عوام وخواص کے درمیان مشترک اورمعلوم ومعروف معاملہ ہے۔ایسے مسئلہ میں فقہاعام طور پر”عذرِ جہل“کوقبول نہیں کرتے۔”قال السیوطی: کل من جهل تحریم شی ممایشترک فیه غالب الناس۔ لم یقبل منه دعویٰ الجهل“۔ جیسا کہ بعض جزئیات کے ذیل میں پیچھےاس کا ذکرکیا جاچکا ہے بنابریں حرمت مصاہرت کے مسئلہ میں بھی”جہل“کوعذرنہیں ماناجاناچاہئے۔

۵-عذرجہل کی وجہ سےطلاق ثلاثہ کوایک ماننے یانہ ماننے کاحکم

سب سے پہلے یہ جان لیناچاہئے کہ:”إن أعذارالجاهل من باب التخفیف لامن حیث جهله۔

جاہل کومعذورقراردیناحکم شریعت میں تخفیف کا سبب ہے،لیکن خودجہل من حیث الجہل کوئی عذرنہیں ہے۔

”ولهذاقال الشافعی: لوعذرالجاهل لأجل جهله لکان الجهل خیراًمن العلم۔ إذ کان یحط عن العبداعباء التکلیف ویریح قلبه من ضروب التعنیف، فلاحجة للعبد فی جهله،بحکم بعدالتبلیغ والتمکین“(الدرالمنثور ص۱۵-۱۷ج۲)۔

اسی واسطے امام شافعی نے فرمایا کہ اگرجاہل کواس کے جہل کی وجہ سے معذورقراردیاجائے تواس کا جہل،علم سے بہترقرارپائے گا،کیونکہ جہل بندے کے مکلّف اور پابندحکم ہونے کی قبا اتاردے گا اوراس کا دل روگردانی کی پکڑ سے آرام

پالے گا،لہٰذا کسی حکم کی تبلیغ اور جہالت دور کرنے کی قدرت کے بعد بندے کے لئے جہالتِ حکم میں کوئی دلیل کارآمد نہیں۔

جہل کو عوارض مکتسبہ کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ حصولِ علم کی دسترس سے اس نے کام نہیں لیا اور جاہل بنا رہنا پسند کیا۔

مذکورہ واقعہ کی روشنی میں غور کیا جائے تو سمجھ میں یہ بات آسکتی ہے کہ کسی وکیل یا عام آدمی کا طلاق حسن اور طلاق بدعت کو نہ جاننا، اس کی اپنی کمزوری ہے۔ نکاح وطلاق روزمرہ کے مسائل میں سے ہیں ان کے عمومی مسائل سے واقف ہونا ہر شادی شدہ کی اپنی ذمہ داری ہے اگر اس میں وہ کوتاہی کرتا ہے تو اس کا ذمہ دار خود ہے۔ علماء، مدارس، اور ذرائع معلومات کی کثرت کے موجودہ دور میں اس کی جہالت وناواقفیت کوئی عذر نہیں۔

ہندوستان میں جب سے حکومت نے طلاق ثلاثہ، حلالہ کی پبلسٹی اور تشہیر شروع کر رکھی ہے اور پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے اس کو سر پر اٹھا رکھا ہے اُس وقت سے ہندوستان کا جاہل مسلم اور غیر مسلم بھی طلاق ثلاثہ اور طلاق کی دیگر صورتوں، طلاق حسن، اور طلاق بدعت سے پوری واقفیت رکھتا ہے۔ سپریم کورٹ کی وضاحت میں طلاق ثلاثہ، اور طلاق حسن اور طلاق بدعت کی تفصیل پریس میں آچکی ہے۔ ایسی حالت میں طلاق ثلاثہ کو ایک طلاق ماننے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اس معاملہ میں جہل کو عذر ثابت کر کے تخفیفِ حکم کی کوش کرنا۔ جاہل کو اپنی جہالت پر جمے رہنے کی ترغیب دینا ہے۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ ایسی کوشش ہمیں علامہ اقبالؒ کے اس شعر کا مصداق نہ بنادے۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

۶- دارالحرب یا مقاماتِ علم سے دوری میں جہل کا حکم:

دارالحرب یا جن مقامات پر رہائش سے فرائض کا علم نہ ہو سکے تو وہاں جہل عذر ہے، لہٰذا ان مقامات میں پچھلے دنوں کے فوت شدہ فرائض کی قضا لازم نہیں ہوگی۔

"ومن الجهل الذى يصلح عذرا،الجهل بالشرائع فى دارالحرب يكون عذرا من مسلم أسلم فيهاولم يهاجر،حتى لومكث فيهاولم يعلم أن عليه الصلاة والزكاة وغيرهماولم يؤدهالايلزمه قضاؤهاخلافالزفرلخفاء الدليل فى حقه، وهو الخطاب لعدم بلوغه اِليه حقيقة بالسماع وتقديرابالشهرة،فيصير جهله بالخطاب عذرا۔بخلاف الذمى إذاأسلم فى دارالإسلام لشيوع الأحكام والتمكن من السؤال" (الحموی علی الاشباہ ص ۱۳۸ / ج ۲۔ الموسوعۃ الفقہیہ ص ۱۹۹ / ج ۱۶)۔

(اور وہ جہل جو عذر بننے کے لائق ہے۔ دارالحرب میں اس مسلمان کا جہل ہے جو وہاں مسلمان ہو گیا مگر ہجرت

نہیں کرسکا۔ یہاں تک کہ وہیں رہائش پذیر رہا اور اس کو یہ علم نہیں ہوسکا کہ اس پر نماز، زکوٰۃ وغیرہ فرض ہے اور وہ ان کو ادا نہیں کرسکا تو ان کی قضا لازم نہیں ہوگی کیونکہ اس کے حق میں دلیل شریعت یعنی حکم شریعت کا مکلّف ہونا مخفی رہا۔ اس تک فرائض کسی سے سن کر حقیقتاً نہیں پہنچ سکے نہ تقدیراً پہنچ سکے فرائض اسلام کی شہرت نہ ہونے کے سبب سے، لہٰذا خطاب شریعت سے اس کا جہل عذر بن گیا۔ اگرچہ امام زفر کا اختلاف ہے، لیکن ذمی (اسلامی حکومت میں رہنے والا غیر مسلم) پر یہ حکم نافذ نہیں ہوگا۔ اگر وہ دارالاسلام میں مسلمان ہوجائے تو اس پر فوت شدہ فرائض کی قضا لازم ہوگی۔ جہل کا عذر مقبول نہیں ہوگا، کیونکہ وہاں احکام اسلامی پھیلے ہوئے ہوتے ہیں اور علماء سے سوال کرکے لاعلمی کو دور کرنے پر اسے قدرت حاصل ہے)۔

۷-لفظ کے معنی سے جہل کا حکم:

صورتِ مسئولہ میں طلاق، عتاق، یمین کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔ لہٰذا نہ طلاق واقع ہوگی، نہ آزادی کا حکم لگے گا، نہ قسم معتبر ہوئی نہ کفارہ لازم ہوگا۔ کیونکہ ان الفاظ کے معنی سے ناواقفیت حکم کو ساقط کردیتی ہے اور عذرِ جہل مقبول ہے۔

"الجهل بمعنى اللفظ مسقط لحكمه:

اِذانطق الأعجمی بکلمة کفر،أوأیمان أوطلاق أوعتاق أوبیع أوشراء أو نحوه،ولایعرف معناه لایؤخذبشئ منه،لأنه لم یلتزم بمقتضاه،ولم یقصدالیه۔

وکذلک اِذانطق العربی بمایدل علی هذه العبارة بلفظ أعجمی لایعرف معناه، فاِنه لایؤاخذ۔نعم۔لوقال الأعجمی:أردت به مایرادعندأهله فوجهان: أصحهما:کذلک،لأنه لم یرده،فاِن الارادة لاتتوجه اِلااِلی معلوم أومظنون۔لأنه اِذالم یعرف معنی اللفظ لم یصح قصده" (الموسوعة الفقهیہ ص۲۰۱ رج۱۶ وزادۃ الاوقات کویت)۔

(اگر کوئی عجمی (غیر عربی) کلمۂ کفر یا کلمۂ ایمان یا طلاق یا عتاق یا بیع یا شراء وغیرہ الفاظ بولے اور وہ ان کے معنی نہ جانتا ہو تو اس سے کوئی مواخذہ (باز پرس) نہیں ہوگا اس لئے کہ متکلم پر ان الفاظ کے مقتضاء (معنی مدلول سے واقفیت) کا حکم لازم نہیں ہوا۔ اور بولنے والے نے بھی اس کا قصد نہیں کیا (کیونکہ قصد کا تعلق علم سے ہوتا ہے اور وہ یہاں مفقود ہے)۔

اسی طرح اگر کوئی عربی شخص اسی طرح کے الفاظ عجمی زبان میں بولے اور ان کے معانی سے واقف نہ ہو تو کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔

ہاں اگر کوئی عجمی (یہ الفاظ بول کر) کہے کہ میں نے وہی ارادہ کیا ہے جو ان الفاظ کے اہل زبان مراد لیتے ہیں تو اس میں دو قول ہیں اور ان دونوں میں سے زیادہ صحیح یہی ہے کہ مواخذہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ اہل زبان کی مراد کو نہیں جانتا۔ اس لئے

کہ ارادہ معلوم اور مظنون (جس کا علم وگمان ہو) سے تعلق رکھتا ہے اور جب اس نے لفظ کے معنی ہی نہیں جانے تو اس کا قصد بھی صحیح نہیں ہوا)۔

۸-جھوٹی گواہی سے رجوع پر عذرِ جہل کا حکم:

جھوٹی گواہی سے رجوع کر لینے کی صورت میں گواہوں پر قصاص واجب نہیں ہوگا۔

"قال الزرکشی: لوشهدالقتل، ثم رجعاوقالا:تعمدنالکن ماعرفناأنه یقتل بشهادتنا،فلایجب القصاص فی الأصح إذلم یظهر تعمدهما للقتل؛ لأن ذالک مما یخفیٰ علی العوام"(الاشباہ والنظائر للسیوطی ص ۲۰۰-۲۰۱۔ الموسوعۃ الفقہیہ ص ۲۰۰/ج ۱۶)۔

(علامہ زرکشی فرماتے ہیں کہ دو شخصوں نے قتل کی گواہی دی۔ پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کر لیا اور یہ کہا کہ ہم نے گواہی تو بالقصد دی، لیکن ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ ہماری گواہی پر اس شخص کو قتل کر دیا جائے گا۔ تو اس صورت میں صحیح قول کے مطابق گواہوں پر قصاص واجب نہیں ہوگا (کیونکہ وہ دونوں خود مباشر قتل نہیں ہیں۔ کیونکہ قصاص مباشر قتل پر واجب ہوتا ہے نہ کہ اس کا سبب بننے والے پر) اس لئے کہ دونوں گواہوں سے ارادۂ قتل ظاہر نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ عوام کو اس کی جانکاری نہیں ہوتی)۔

اب رہ گئی یہ بات کہ گواہوں پر دیت (خون بہا) بھی واجب ہوگی یا نہیں؟ قیاس یہی ہے کہ واجب ہوگی، کیونکہ خونِ انسان رائیگاں نہیں ہوتا۔

☆☆☆

شرعی احکام میں جہل اور اس کا اثر

مولانا روح الامین بن داؤد مظاہری☆

جہل کی حقیقت لغت میں:

لغت کے اعتبار سے جہل کا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہے:

الف-"**خلو النفس من العلم**"، اس معنی کے لحاظ سے جہل علم کی ضد رہے۔

ب-"**فعل الشيء بخلاف ما حقه أن يفعل**"، یعنی کسی شئ کے ساتھ ایسا برتاؤ جو اس کے لائق نہ ہو، اس معنی کو ابن فارس نے خفت اور خلاف طمانینت سے تعبیر کیا ہے، اس لحاظ سے جہل حلم کی ضد ہے، چنانچہ قرآن مجید کی آیت: "**أعوذبالله أن أكون من الجاهلين**" (سورۂ بقرہ:۶۷)، اور "**وإذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما**" (سورۂ فرقان:۶۳)، میں "جاہل" کی تفسیر "سفیہ" کی گئی ہے۔

انہی دو معانی کو ابن القیم نے یوں تعبیر کیا ہے: "**الجهل نوعان: عدم العلم بالحق النافع، وعدم العمل بموجبه ومقتضاه، فكلاهما جهل لغة وعرفا وشرعا۔ قال قتادة: أجمع أصحاب رسول الله ﷺ أن كل ما عصى الله به فهو جهالة**" (مدارج السالکین بین منازل إیاک نعبد وإیاک نستعین:۱/۴۶۷)۔

جہل کی حقیقت متکلمین کے یہاں:

متکلمین اشتراک کے ساتھ دو معنی پر اس کا اطلاق کرتے ہیں:

الف-"**عدم العلم عما من شأنه أن يكون عالما**"، یعنی علم کی صلاحیت ہونے کے باوجود علم سے محروم رہنا۔

ب-اعتقاد جازم غیر مطابق-یعنی ایسا اعتقاد جازم جو واقع کے مطابق نہ ہو، اول کا اصطلاحی نام "جہل بسیط" ہے، اور ثانی کو "جہل مرکب" سے موسوم کرتے ہیں (کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم ۱/۵۹۹)۔

☆ مدرسہ سعادت العلوم، میگھ نگر، جھابوا، مدھیہ پردیش۔

جہل فقہاء کے یہاں:

فقہاء کے یہاں بھی جہل مذکورہ دونوں معنی میں مستعمل ہے، چنانچہ علامہ ابو المظفر سمعانی نے تعریف کی ہے:"**فأما الجهل؛ فهو اعتقاد المعلوم على خلاف ما هو به**"(قواطع الأدلة في الأصول ۱/ ۴۳)۔

ابویعلی حنبلی کہتے ہیں:"**وحد الجهل: تبين المعلوم على خلاف ما هو به، ضد العلم**"(العدة في أصول الفقه ۱/ ۸۲)۔

ابواسحاق شیرازی کہتے ہیں:"**تصور المعلوم على خلاف ما هو به**"(اللمع: ۴)۔

ابوالمعالی امام الحرمین عبد الملک بن یوسف جوینی نے تحریر کیا ہے:"**تصور الشيء على خلاف ما هو به**"(الورقات: ۹)۔

"البرہان" میں ہے:"**عقد يتعلق بالمعتقد على خلاف ما هو به**"(البرہان فی أصول الفقه للجويني ۱/ ۲۲)۔

مذکورہ مختلف تعبیرات کا حاصل یہ ہے کہ جہل اس تصور یا اعتقاد کو کہتے ہیں جو واقع کے مطابق نہ ہو، جبکہ بعض دیگر فقہاء نے جہل کی تعریف یوں کی ہے:"**عدم العلم عما من شأنه**"(شرح التلویح علی التوضیح للتفتازاني ۲/ ۳۵۸)۔

"التقریر والتحبیر" میں ہے:"**عدم العلم عما من شأنه أن يقوم به العلم**"(التقریر والتحبیر لابن أمیر الحاج ۱/ ۴۳)۔

ابن نجیم مصری فرماتے ہیں:"**وأما الجهل فحقيقته عدم العلم عما من شأنه العلم الخ**"(الأشباہ والنظائر ۴۶۱)۔

البحر المحیط میں بدر الدین زرکشی فرماتے ہیں:"**الجهل يطلق ويراد به عدم العلم عما من شأنه يعلم**"(البحر المحیط في أصول الفقه ۱/ ۱۰۰)۔

یہ تمام تعبیرات جہل کے اول مفہوم کو ادا کرتی ہیں، یعنی علم کی صلاحیت کے باوجود علم سے محروم ہونا، جس کو متکلمین جہل بسیط سے موسوم کرتے ہیں، یہی حقیقت میں علم کی ضد ہے۔

بدر الدین زرکشی نے "جمع الجوامع" میں دونوں کو جمع کرلیا ہے، فرماتے ہیں:"**والجهل انتفاء العلم بالمقصود**"، اس کی شرح کرتے ہوئے جلال محلی فرماتے ہیں:"**أي من شأنه أن يقصد لعلم بأن لم يدرك أصلا، ويسمى الجهل البسيط، أو أدرک عليخلاف هيئته في الواقع ويسمى الجهل المركب**"(یعنی یہ تعریف دونوں قسم یا مفہوم کو شامل ہے، کسی شئ کا بالکل ہی علم نہ ہو تو یہ جہل بسیوط ہے، یا خلاف واقع علم ہو تو یہ جہل مرکب ہے)(شرح الجلال علی جمع الجوامع ۱/ ۲۱۱)۔

تفتازانی "التلویح" میں فرماتے ہیں:"**وهو عدم العلم عما من شأنه، فإن قارن اعتقاد النقيض فمركب وهو المراد بالشعور بالشيء على خلاف ما هو به، وإلا فبسيط وهو المراد بعدم الشعور**"(شرح التلویح ۲/ ۳۷۷)۔

حاصل کلام یہ کہ اصولیین فقہاء بھی ان دونوں مفہوم پر جہل کا اطلاق کرتے ہیں جو متکلمین نے ذکر کئے ہیں۔

جہل کے عذر ہونے پر بعض نصوص وآثار:

شریعت ایک درجے میں جہل کو عذر تسلیم کرتی ہے، جس پر بہت سی نصوص وآثار دال ہیں، مثال کے طور پر چند آثار پیش کئے جاتے ہیں:

الف- وہ نصوص جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ اتمام حجت کے بعد ہی مواخذہ فرماتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ حجت علم وبیان کے بعد ہی قائم ہوتی ہے، مثلاً:

"وما كان الله ليضل قوما بعد اذ هداهم حتى يبين لهم ما يتقون"(سورۂ توبہ:۱۱۵)۔

"أن تقولو الو أنا أنزل علينا الكتاب لكنا اهدى منهم"(سورۂ اعراف:۱۵٦)۔

واحدی کہتے ہیں:**"قطع الله معاذيرهم بإنزال القرآن فيهم"**(التفسیر البسیط ۸/۵۴۵)۔

"رسلا مبشرين و منذرين لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل"(سورۂ نساء:۱٦۵)۔

ب- بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کے پاس شریعت نہیں پہنچی، اور نہ اس کے پاس شریعت کو معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ تھا تو وہ آخرت میں معذور گردانا جائے گا، چنانچہ مسند احمد میں اسود بن سریع سے روایت ہے:

"أربعة (يحتجون)يوم القيامة:رجلأصم لا يسمع شيئا، ورجل أحمق، ورجل هرم، ورجل مات فترة.فأما الأصم فيقول:رب لقد جاء الإسلام وما أسمع شيئا، وأما الأحمق فيقول: رب لقد جاء الإسلام والصبيان يحذفون بالبعر، وأما الهرم فيقول:رب لقد جاء الإسلام، وما أعقل شيئا، وأما الذي مات في الفترة فيقول: رب ما أتاني لک رسول، فيأخذ مواثيقهم ليطيعينه، فيرسل إليهم أن ادخلوا النار. قال: فو الذي نفس محمد بيده! لو دخلوها لكانت عليهم بردا وسلاما"(مسند امام احمد:۱٦۳۰۱، حدیث حسن، وہذا الإسناد منقطع-شعیب الأرناؤط)۔

ج- بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جہالت کی بنا پر کوئی عمل صادر ہو تو عند اللہ معذور گردانا جائے گا۔

"كان رجل يسرف على نفسه، فلما حضره الموت قال لبنيه:إذا مت فأحرقوني ثم أطحنوني، ثم ذروني في الريح، فوالله لئن قدر علي ربي ليعذبني عذابا ماعذبه أحد، فلما مات فعل به ذلک، فأمر الله الأرض فقال: ما حملک على ما صنعت، قال: يا رب!خشيتک، فغفرله"(بخاری:۳۴۸۱، مسلم:۲۷۵٦)۔

ابن عبد البر فرماتے ہیں:**"اختلف العلماء في معناه، فقال منهم قائلون:هذا رجل جهل بعض**

صفات الله عزوجل وهي القدرة، فلم يعلم أن الله على كل ما يشاء قدير.قالوا:ومن جهل صفة من صفات الله عزوجل وأمن بسائر صفاته وعرفها لم يكن بجهله بعض صفات الله كافرا. قالوا: وإنما الكافر من عاند الحق لا من جهله، وهذا قول المتقدمين من العلماء ومن سلك سبيلهم من المتأخرين"(التمهید لمافي الموطأ من المعاني والأسانيد ۱۸/ ۴۲)۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں:"إنه لم ينكر البعث، وإنما جهل فظن أنه إذا فعل به ذلک لا يعاد، فلا يعذب، وقد ظهر إيمانه باعترافه، بأنه إنما فعل ذلک من خشية الله"(فتح الباری۶/ ۵۲۲)۔

د- جہالت کی بناء پر معصیت کا ارتکاب کرے تو اس پر تعزیر نہیں، صحیح مسلم کی روایت ہے؛حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

"أن رجلا أهدى لرسول اللهﷺ راوية خمر، فقال له رسول اللهﷺ: هل علمت أن الله قد حرمها؟ قال: لا.الحديث"(صحیح مسلم:۱۵۷۹)۔

محي الدین نووی فرماتے ہیں:"لعل السؤال كان ليعرف حاله، فإن كان عالما بتحريمها أنكر عليه هديتها وإمساكها وحملها وعزره على ذلک، فلما أخبره أنه كان جاهلا بذلک عذره،......وفي هذا من ارتكب معصية جاهلا تحريمها لا إثم عليه ولا تعزير" (المنہاج شرح النووي۱۱/ ۴)۔

(ھ)اسی طرح حضرت حذیفہؓ کی روایت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے،"يدرس الإسلام كما يدرس وشي الثوب، حتى لا يدري ما صيام ولا صلاة ولا نسک ولاصدقة، وليسري على كتاب الله عزوجل في ليلة، فلا يبقى في الأرض منه آية، وتبقى طوائف من الناس، الشيخ الكبير والعجوز، يقولون: أدركنا اباء نا على هذه الكلمة لا إله إلا الله، وهم لا يدرون ما صلاة ولا صيام ولا نسک ولا صدقة، فأعرض عنه حذيفة، ثم ردها عليه ثلاثا، كل ذلک يعرض عنه حذيفة، ثم أقبل عليه في الثالثة، فقال: يا صلة! تنجيهم من النار، ثلاثا"(ابن ماجہ:۴۰۴۹، قال شعیب أرناؤط:إسناده صحیح، وقد صحح إسناده البوصيري في مصباح الزجاجة وكذلک الحاكم، ووافقه الذہبي، وقوی إسناده الحافظ في الفتح ۱۳/ ۱۶)۔

علامہ ابن تیمیہؒ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"ولهذا اتفق الأئمة على أن من نشأببادية بعيدة عن أهل العلم والإيمان، وكان حديث العهد بالإسلام، فأنكر شيئا من هذه الأحكام الظاهرة المتواترة، فإنه لا يحكم بكفره حتى يعرف ماجاء به الرسولﷺ" (مجموع الفتاوی۱۱/ ۴۰۷)۔

(و) جہالت کے ساتھ معصیت کا ارتکاب کرے تو حد جاری نہیں ہوگی، حضرت عمرؓ کے پاس زنا کا مقدمہ آیا تو

آپ نے لکھا:

”إن كان علم أن الله حرمه فحدوه، وإن كان لا يعلم فعلموه، وإن عاد فحدوه“ (مصنف عبدالرزاق: ۱۳۶۴۳، باب لاحد إلا من علمه)۔

(ذ) ابوواقد لیثی فرماتے ہیں: ”خرجنا مع رسول الله ﷺ إلى حنين ونحن حدثاء عهد بكفر، وللمشركين سدرة يعكفون عندها، وينوطون بها أسلحتهم يقال لها ”ذات أنواط“، قال: فمررنا بالسدرة فقلنا: يا رسول الله! اجعل لنا ذات أنواط كما لهم ذات أنواط، فقال رسول الله ﷺ: الله أكبر إنها السنن، قلتم والذي نفسي بيده كما قالت بنو إسرائيل: ”وجوزنا ببني اسرائيل البحر فاتوا على قوم يعكفون على أصنام لهم، قالوا يموسى اجعل لنا الها كما لهم الهة، قال انكم قوم تجهلون“ لتركبن سنن من كان قبلكم“ (المعجم الکبیر للطبرانی ۳/ ۲۷۵، باب سنان بن أبی سنان)۔

اس حدیث کے پیش نظر علامہ آلوسی فرماتے ہیں: ”في هذا الخبر تصريح بأن القائل رجل واحد، ولعل ذلک كان عن جهل يعذر به، ولا يكون به كافرا، وإلا لأمره ﷺ بتجديد إسلامه، وذلک لكونهم كانوا جهالا“ (روح المعانی ۵/ ۴۱)۔

فقہاء کے بیان کردہ اصول وقواعد:

مذکورہ نصوص سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ ایک حد تک شریعت حکم شرعی سے ناواقفیت کو عذر تسلیم کرتی ہے، لیکن کب اور کہاں عذر مانا جائے گا، اور کہاں عذر تسلیم نہ کیا جائے؛ اس سلسلے میں فقہاء کے بیان کردہ کچھ اصول وقواعد ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں:

الف- جہالت علی الاطلاق عذر نہیں ہے، ورنہ نظام تکلیف معطل ہوکر رہ جائے گا، حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

”لو عذر الجاهل لأجل جهله لكان الجهل خيرا من العلم، إذ كان يحط عن العبد إعباء التكليف ويريح قلبه من ضروب التعنيف فلاحجة للعبد في جهله الحكم بعد التبليغ والتمكين، لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل“ (المنثور في القواعد الفقهية لبدرالدين الشركشی ۲/ ۱۷)۔

ب- جس جہل سے احتراز عادۃً متعذر ہو وہ معاف ہے، اور جس جہل سے احتراز نہ متعذر ہو، اور نہ اس میں کوئی مشقت ہو، وہ معاف نہیں (أنوار البروق في أنواء الفروق للقرافي ۲/ ۱۵۰)۔

اس قاعدے کی بنیاد ”المشقة تجلب التيسير“ اور ”الحرج مدفوع“ وغیرہ قواعد ہیں، اوران کی اصل ”يريد الله بكم اليسر ولا يريدبكم العسر“ (البقرہ: ۱۸۵)، اور ”وماجعل عليكم في الدين من حرج“ (الحج: ۷۸) ہے (غمز عیون

البصائر فی شرح الأشباہ والنظائر ۱/ ۲۴۵)۔

مذکورہ ضابطے کے اعتبار سے مندرجہ ذیل صورتوں میں جہل کو عذر تسلیم کیا گیا ہے:

۱-قریبی وقت میں اسلام قبول کرنا، یعنی کوئی شخص آج ہی اسلام قبول کرے، تو ظاہر ہے کہ فوری طور پر اس کے لئے اسلامی احکام کو جاننا متعذر رہے، لہذا بہت سے احکام سے جہالت اس کے حق میں عذر ہوگی۔

۲-ایسے ماحول میں نشو ونما ہونا جہاں نہ علم کی اشاعت ہوئی ہو، اور نہ اس کے اسباب مہیا ہوں، علامہ سیوطی فرماتے ہیں:

"كل من جهل تحريم شيء مما يشترک فيه غالب الناس لم يقبل، إلا أن يكون قريب عهد بالإسلام، أو نشأببادية بعيدة عن العلماء ويخفى فيها مثل ذلک" (الأشباہ:۲۰۰)۔

۳-کسی سبب شرعی کی بناء پر دار الحرب میں مقیم رہنا، ابن نجیم مصری لکھتے ہیں: **"الجهل في دار الحرب من مسلم لم يهاجر وأنه يكون عذرا"** (الأشباہ:۲۶۱)۔

۴-ان احکام شرعیہ سے جہالت جن کا علم مخصوص علماء کو ہی ہوتا ہے، ایسے احکام میں عوام کی ناواقفیت عذر ہوگی۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے: **"كل مسألة تدق ويغمض معرفتها ہ، يعذر فيها العامي؟وجهان: أصحها: نعم"** (الأشباہ والنظائر للسیوطی/۱۹۱)۔

سیوطی کی "الأشباہ والنظائر" میں ہے:

"ولا تقبل دعوى الجهل في الأمور المشتهرة بين الناس كثبوت الرد بالعيب ولأخذ بالشفعة من رجل قديم الإسلام، بخلاف مالايعرفه إلا الخواص" (الأشباہ للسیوطی/۲۰۰)۔

ابن نجیم کی "الأشباہ والنظائر" میں ہے: **"إن الجهل عذر في دار الإسلام إذا كان دليل الحرمة خفيا"** (غمز عیون البصائر ۳/ ۳۰۸)۔

یہ قواعد واصول تو مکلّف کے لحاظ سے تھے، ان کے علاوہ احکام سے متعلق بھی فقہاء نے اصول ذکر کئے ہیں کہ کن احکام میں جہل عذر ہوسکتا ہے۔

ج-اس سلسلے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ جو احکام شرعیہ مشتہر، شائع اور عام ہیں، ان میں جہالت وناواقفیت عذر نہیں، بالخصوص جبکہ مکلّف دار الاسلام میں ہو اور جو احکام مشہور، منتشر اور شائع نہ ہوں تو وہاں جہل ولاعلمی عذر بن سکتی ہے، اس لحاظ سے دو قسم کے مسائل میں جہالت کو عذر نہیں گردانا جائے گا۔

۱-دین کے بنیادی اصول ومعتقدات میں جہالت عذر نہیں، مثلاً: اللہ تعالی کی وحدانیت سے کافر کی جہالت عذر

نہیں، کیونکہ اللہ کی وحدانیت اور ربوبیت پر دلائل اس قدر واضح ہیں کہ کسی عاقل سے مخفی نہیں رہ سکتے، اور دلائل کے وضوح کے باوجود اس کا انکار درحقیقت مکابرہ وعناد ہے۔

''کشف الاسرار شرح المصنف علی المنار'' میں ہے:''**جهل باطل لا يصلح عذر في الآخرة، كجهل الكافر بعد وضوح الدلائل على وحدانية الله تعالى، ورسالة الرسل لا يصلح عذرا في الآخرة**'' (کشف الأسرار ۳/۵۱۹)۔

''الفروق للقرافی'' کے حوالے سے زحیلی لکھتے ہیں:

''**جهل لم يتسامح به صاحب الشرع في الشريعة، فلم يعف عن مرتكبه، وهذا النوع يجري في أصول الدين أو الاعتقاديات وأصول الفقه وبعض الأحكام الفقهية الفرعية، أما أصول الدين فلا يعد الجهل فيها عذرا، وإنما يجب معرفة العقيدة الصحيحة بالتعلم والسؤال، ومن اعتقد عقيدة مع الجهل فقد أثم مبينا الخ**'' (موسوعۃ الفقہ الإسلامی ۱۰/۴۶۹)۔

۲-ضروریات دین جس کے تحت وہ امور داخل ہیں جن کا ازقبیل دین ہونا معروف ومشتہر اور شائع وذائع ہے، جیسے صلاۃ، زکوۃ، صیام وغیرہ، ان احکام سے جہالت وناواقفیت عذر شمار نہیں ہوگی۔

شہاب الدین قرافی فرماتے ہیں:''**وأما بعض الفروع التي لا يعذر الجهل فيها، فمثل العبارات المفروضة من صلاة وصوم وحج وزكاة، فإن الجاهل فيها كالمعتمد**'' (موسوعۃ الفقہ الإسلامی والقضایا المعاصرۃ ۱۰/۴۷۰)۔

امام شافعیؒ سے منقول ہے:''**العلم علمان: علم عامة لايسع بالغا غير مغلوب على عقله جهله، مثل الصلوات الخمس وأن لله على الناس صوم شهر رمضان وحج البيت إذ استطاعوا، وزكاة أموالهم الخ**'' (الرسالۃ: ۳۵۷)۔

مذاہب فقہاء میں جہل سے متعلق ضابطے:

مالکیہ:

شہاب الدین قرافی مالکی نے ''الفروق'' میں یہ ضابطہ بیان کیا ہے کہ معفوعنہ جہالت وہ ہے جس سے احتراز عادۃ متعذر ہو، اور جس سے احتراز متعذر نہ ہو اور نہ ہی اس میں مشقت ہو، وہ معاف نہیں، پھر چند صورتیں بیان کی ہیں:

۱-کسی اجنبی عورت کو رات میں اپنی بیوی یا باندی سمجھ کر اس سے وطی کر لی، تو یہ معاف ہے، اور جہالت کی وجہ سے گنہگار نہیں ہوگا۔

۲- کسی نے جلاب سمجھ کر شراب پی لی تو یہ گناہ میں داخل نہیں۔

۳- کسی نے پاک سمجھ کر ناپاک کھانا کھالیا تو وہ گنہگار نہیں ہوگا۔

۴- کفار کی صف میں کسی مسلمان کو حربی سمجھ کر قتل کر دیا تو یہ جہالت عذر ہے۔

۵- حاکم نے جھوٹے گواہ پر فیصلہ کر دیا، جبکہ اس کی تحقیق میں وہ سچے ثابت ہوئے، وغیرہ (الفروق ۲/۱۵۰)۔

شافعیہ:

سیوطی کی ''الاشباہ والنظائر'' میں ہے کہ جہل آخرت کے لحاظ سے مطلقا مسقط اثم ہے، اور دنیوی لحاظ سے حکم میں تفصیل ہے، اکثر احکام میں نسیان کے ساتھ لاحق ہے، جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

الف- اگر کسی مامور بہ کے ترک میں جہالت واقع ہو، تو یہ عذر نہیں، لہذا وہ مامور ذمے سے ساقط نہیں ہوگا، بلکہ اس کا تدارک ضروری ہوگا، اور عدم امتثال کی وجہ سے ثواب بھی حاصل نہیں ہوگا۔

ب- منہیات میں جہالت واقع ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں:

۱- اس کی وجہ سے کسی انسان کا حق تلف نہ ہو تو اس کے ارتکاب پر کوئی گناہ اور ضمان نہیں، مثلاً: جہالت میں خمر کا استعمال کر لیا تو نہ حد ہے اور نہ تعزیر ہے۔

۲- اگر اس منہی عنہ کے ارتکاب سے حق تلفی ہو تو حق اللہ میں فدیہ، اور حق العبد میں ضمان ساقط نہیں ہوگا۔

۳- منہی عنہ موجب عقوبت ہو تو جہالت شبہ پیدا کرے گی، اور عقوبت ساقط ہو جائے گی۔

حاصل یہ کہ جہالت مامورات اور اتلافات میں عذر شمار نہیں ہوگی، ہاں! بعض منہیات اور بعض عقوبات میں عذر شمار ہوگی (الأشباہ والنظائر للسیوطی ر ۱۸۸)۔

حنابلہ:

حنابلہ کے مذہب کی تفصیل نہیں مل سکی، تاہم فقہاء حنابلہ کی مختلف عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک عذر تسلیم کرنے میں نسبتا توسع ہے، اور شافعیہ کے مثل وہ جہل کو نسیان کے ساتھ لاحق کرتے ہیں، چنانچہ ''المغنی'' میں ہے: ''**وما عذر فيه بالجهل عذر فيه بالنسيان**'' (المغنی لابن قدامہ ۲/۳۶)۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں: ''**إن المجهول في الشريعة كالمعدوم والمعجوز عنه، فإن الله سبحانه وتعالى قال: "لا يكلف نفس إلا وسعها الخ"**'' (مجموع الفتاوی ۲۹/ ۳۲۲، أصول في التحریم والتحلیل)۔

ایک مقام پر کہتے ہیں: ''**المجهول كالمعدوم، فإذا لم نعلم كان ذلك في حقنا كأنه لم يكن**'' (مجموع

الفتاوی۲۹/ ۳۲۴)۔

نیز فرماتے ہیں:"فإن المجهول كالمعدوم يسقط التكليف به"(مجموع الفتاوی۳۰/ ۳۲۷)۔

علامہ ابن القیم لکھتے ہیں:"إن الشريعة تعذر الجاهل كما تعذر الناسي أو أعظم، كما عذر النبي ﷺ المسيئ في صلاته بجهله بوجوب الطمأنينة، فلم يأمره بإعادة ما مضى، وعذر الحامل المستحاضة بجهلها بوجوب الصلاة والصوم عليها مع الاستحاضة، ولم يأمرها بإعادة ما مضى، وعذر عدي بن حاتم بأكله في رمضان حين تبين له الخيطان اللذان جعلهما تحت وسادته ولم يأمره بالإعادة، وعذر أباذر بجهله بوجوب الصلاة إذا عدم الماء، فأمره بالتيمم، ولم يأمره بالإعادة، وعذر الذين تمعكوا في التراب كتمعک الدابة لما سمعوا فرض التيمم ولم يأمرهم بالإعادة، وعذر معاوية بن الحكم بكلامه في الصلاة عامدا لجهله بالتحريم، وعذر أهل قباء بصلاتهم إلى بيت المقدس بعد نسخ استقباله بجهلهم بالناسخ، ولم يأمرهم بالإعادة، وعذر الصحابة والأئمة وغيرهم بعده من ارتكب محرما جاهلا بتحريمه، فلم يجدوه"(اعلام الموقعین عن رب العالمین ۱/ ۲۰۷)۔

حنفیہ:

حنفیہ میں سے اکثر نے جہل کی چار قسمیں کی ہیں (کشف الاسرار علی أصول البزدوي ۴/ ۳۳۰، التلویح علی التوضیح ۲/ ۳۵۷، غمز عیون البصائر في شرح الأشباہ والنظائر ۳/ ۲۹۷، کشف الأسرار علی المنار)۔

۱- وہ جہل جو انسان کے لئے عذر نہیں۔

عام طور پر چار صورتوں کو اس کے تحت داخل کیا گیا ہے:

الف- کافر کا اللہ تعالی کی وحدانیت، رسالت اور آخرت سے جہل، کیونکہ ان واضح حقائق سے انکار یا تو غفلت ہے یا جحود واستکبار ہے۔

ب- فرق ضالہ مبتدعہ کی صفات باری تعالی اور آخرت کے بعض حقائق سے متعلق جہالت، مثلاً: اللہ کی صفات کا انکار، یا صفات کو حداوث ماننا، عذاب قبر، میزان، حوض، شفاعت وغیرہ کا انکار کرنا۔

ج- باغی کی جہالت- جو امام عادل کے خلاف ناحق خروج اختیار کرے، یعنی اگر وہ کسی عادل کا مال وغیرہ تلف کردے تو ضمان ساقط نہیں ہوگا، لیکن یہ حکم دو قید سے مقید ہے: ایک یہ کہ اس کو غلبہ اور قوت حاصل نہ ہوئی ہو، اور دوسرے یہ کہ بلا تاویل ہو۔

د- مجتہد کا صریح کتاب اللہ یا سنت مشہورہ یا اجماع امت کے خلاف رائے قائم کرنا، یا کتاب وسنت مشہورہ کے

خلاف کسی غریب اثر پر عمل کرنا۔

تنبیہ: احقر کا خیال یہ ہے کہ مجتہد نے اپنے گمان میں اجتہاد کی شروط کی رعایت کرتے ہوئے اجتہاد کیا ہو، اور پھر صواب کو نہ پا سکا ہو، تو اس کے حق میں تو یقیناً عذر ہے، لیکن اس کے مقلد محقق پر جب واضح ہو جائے کہ یہ اجتہادی خطأ ہے، تو اس کے حق میں عذر نہیں ہوگا۔

۲-وہ جہل جس کا سبب اشتباہ ہو۔ اس کی وجہ سے حکم کالعدم تو نہیں ہوتا، لیکن اس میں تخفیف پیدا ہو جاتی ہے، اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ موضع اجتہاد ہی میں اجتہاد ہو، لیکن درست نتیجے تک رسائی نہ ہو، مثلاً روزہ دار پچھنا لگوائے، پھر "أفطر الحاجم والمحجوم" حدیث کی بناء پر اس گمان سے کہ میرا روزہ فاسد ہو گیا؛ کھا پی لے، تو اس صورت میں صرف قضا واجب ہوگی، کفارہ واجب نہیں ہوگا، یہاں مسئلہ مجتہد فیہ ہے، کیونکہ دلائل متعارض ہیں، اور حدیث کے صحیح معنی سے جہالت خطأ کا سبب بنی، اس لئے حکم میں تخفیف ہوگی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اجتہاد موضع اجتہاد میں تو نہ ہو، لیکن وہ بہرحال موضع شبہ ہو، جس کی وجہ سے خطأ واقع ہو جائے، اس کا انطباق بہت سے ان مسائل میں ہوگا جہاں شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے، ایسے شبہ کی دو قسمیں ہیں:

۱-شبہ اشتباہ: جسے شبہ فی الفعل بھی کہتے ہیں، یعنی وہ شبہ جس کا سبب محض ابتلا بہ کا گمان ہو، کوئی دلیل شرعی نہ ہو، جیسے بیٹے نے اپنے باپ کی باندی سے وطی کر لی، اور اس کا گمان یہی تھا کہ یہ میرے لئے حلال ہے، تو حد جاری نہیں ہوگی، کیونکہ مشترک انتفاع کی وجہ سے التباس کی گنجائش موجود ہے۔

۲-شبہ الدلیل: جسے شبہ فی المحل کہتے ہیں، یعنی وہ شبہ جو کسی دلیل کی بناء پر پیدا ہو، جیسے: باپ نے بیٹے کی باندی سے وطی کر لی، تو حد جاری نہیں ہوگی، کیونکہ یہاں "أنت ومالک لأبیک"، دلیل التباس واشتباہ موجود ہے (الکافی شرح البزدوی ۵/۲۳۴۰ و مابعدہ، کشف الأسرار شرح البزدوی ۴/۳۴۲ و مابعدہ)۔

۳-وہ جہل جو انسان کے لئے عذر ہے، کئی اسباب ہیں جن کی وجہ سے جہالت عذر شمار ہوتی ہے:

الف-وہ جہالت جو اسلام میں نئے پن کی وجہ سے پیدا ہو، یعنی ایک شخص اسلام میں داخل ہوا، اور اس کو احکام کا علم نہیں، اور نہ اس کو تعلیم کا موقع ملا، تو یہ اس کے حق میں عذر ہے، مثلاً: ابو واقد لیثی کی روایت ہے:

"أن رسول الله ﷺ لما خرج إلى حنين مر بشجرة للمشركين يقال لها: ذات أنواط، يعلقون عليها أسلحتهم، فقالوا: يا رسول الله! اجعل لنا ذات أنواط كما لهم ذات أنواط، فقال النبي ﷺ: سبحان الله! هذا كما قال قوم موسى: اجعل لنا إلها كما لهم آلهة، والذي نفسي بيده! لتركبن سنة من كان قبلكم (الترمذی ۴۹)، **وعند ابن أبي عاصم في كتاب السنة: "ونحن حديثو عهد بكفر"** (السنۃ لابن أبی عاصم

۱/۷۳،رقم:۶۷)۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں:"كأنهم أرادوا به الضدية والمخالفة العرفية وغفلوا عن القاعدة الشرعية(مرقاة المفاتيح۸/۳۴۰۴، كتاب الفتن)ولقد اختلف في نوع الطلب في كونه كفرا أو أن الصحابة لم يقصدوا طلب ما هو كفر، وإنما قصدوا مجرد المشابهة، وذلک أنهم كانوا جهالا لا يعلمون أن فعلهم هذا شرک أكبر يناقض التوحيد، وهذا ما يعل عليه اعتذار أبي واقد فإنه قال: ونحن حدثاء عهد بكفر"(من رسالة ماجستر:الجهل وأثره على التكليف:۴۳)۔

اوراس سے پہلے علامہ آلوسیؒ کا بیان گذر چکا ہے کہ یہ مطالبہ جہل کی بناء پر تھا، جوعذر ہے اور کفر کو مستلزم نہیں، ورنہ حضورﷺ ان کوتجدید ایمان کا امر فرماتے (روح المعانی ۵/۱۴۵۰)۔

ب-علمی ماحول سے دور ایسے مقام پر گذر بسر کرنا جہاں احکام اسلام سے واقفیت کا کوئی موقع نہ ہو، ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:"اتفق الأئمة على أن من نشأ بباديةبعيدة عن أهل العلم والإيمان أو كان حديث العهد بالإسلام، فأنكر شيئا من هذه الأحكام الظاهرة المتواترة، فإنه لا يحكم بكفر حتى يعرف ماجاء به الرسول"(مجموع الفتاوی۱۱/۴۰۹)۔

اوراس سلسلے میں حضرت حذیفہؓ کی روایت "يدرس الإسلام كما يدرس وشي الثوب الخ" سے استدلال کیا ہے۔

علامہ ابن حزم نے سنن ابوداؤد کی ایک روایت سے استدلال کیا ہے،حضرت عائشہؓ سے منقول ہے:

"إن النبي ﷺ بعث أباجهم بن حذيفة مصدقا فلاجه رجل في صدقته، فضربه أبوجهم فشجه، فأتوا النبيﷺ فقالوا: القود يا رسول الله! فقالا لنبيﷺ: لكم كذا وكذا، فلم يرضوا، فقال: لكم كذا وكذا، فلم يرضوا، فقال:لكم كذا وكذا، فرضوا، فقال النبيﷺ إني خاطب العشية على الناس ومخبرهم برضاكم، فقالوا: نعم، فخطب رسول اللهﷺ فقال: إن هؤلاء الليثيين أتوني يريدون القود فعرضت عليهم كذا وكذا فرضوا، أرضيتم؟ قالوا: لا، فهم المهاجرون بهم،فأمرهم رسول اللهﷺ أن يكفوا عنهم فكفوا، ثم دعاهم فزادهم، فقال: أرضيتم؟فقالوا: نعم، قال: إني خاطب على الناس ومخبرهم برضاكم، قالوا:نعم،فخطب النبيﷺفقال:أرضيتم؟قالوا:نعم"(سنن أبي داوٗد:۴۵۳۴، کتاب الدیات)۔

فرماتے ہیں:"في هذا الخبر عذر الجاهل وأنه لا يخرج من الإسلام بما لوفعله العالم الذي

قامت عليه الحجة لكان كافرا، لأن هؤلاء الليثيين كذبوا النبيﷺ، وكذيبه كفر مجرد بلاخلاف، لكنهم بجهلهم وأعرابيتهم عذروا بالجهالة فلم يكفروا" (المحلی بالآثار ۱۱/۱۹)۔

ج-غیر اسلامی ملک میں اسلام قبول کر کے کسی عذر شرعی کی بناء پر ہجرت نہ کرنا، یعنی ایسا شخص بھی احکام شرعیہ سے ناواقفیت اور جہالت کی بناء پر معذور ہوگا، صاحب بدائع علامہ ابوبکر کاسانیؒ فرماتے ہیں:

"الذي أسلم في دارالحرب منع عنه العلم لا نعدام سبب العلم في حقه، ولا وجوب على من منع عنه العلم، كما لا وجوب على من منع عنه القدرة بمنع سببها، بخلاف الذي أسلم في دار الإسلام، لأنه ضيع العلم حيث لم يسأل المسلمين عن شرائع الدين مع تمكنه من السؤال" (بدائع الصنائع ۱/۱۳۵)۔

د-حکم جدید سے اس کے شیوع سے پہلے کسی کا واقف نہ ہونا عذر ہے، ہاں جب وہ حکم مستفیض و منتشر ہوجائے تو پھر دارالاسلام میں مقیم شخص کے لئے اس سے واقف نہ ہونا عذر نہیں، جیسے: تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا، لیکن اہل قباء کو اس کا علم تو نہ ہوا، تو وہ معذور قرار پائے، یا جیسے حجۃ الوداع میں بہت سے صحابہ سے افعال منی میں تقدیم وتاخیر ہوگئی اور آپ ﷺ نے ہر ایک سے فرمایا: "افعل ولا حرج"، تو حنفیہ کے اصل مسلک کے لحاظ سے اسکی توجیہ یہی ہے کہ اس وقت ان احکام کا شیوع نہیں ہوا تھا، اس لئے ان کے حق میں اس کو عذر تسلیم کیا گیا۔

یہ صورت بظاہر زمانہ تشریع کے ساتھ خاص ہے، لیکن بہت سے احکام پر اس کا انطباق ہوسکتا ہے، مثلاً: وکیل یا ماذون کو عزل یا اذن کا علم نہ ہونا، شفیع کو بیع کا علم نہ ہونا، باکرہ لڑکی کو ولی کے نکاح کرانے کا علم نہ ہونا، منکوحہ باندی کو اپنی آزادی کا علم نہ ہونا، یہ عذر شمار ہوگا، لہذا اس کا سکوت رضاء کی دلیل نہیں بنے گا۔

ھ-متکلم کا لفظ کے معنی سے جاہل ہونا، یعنی کسی نے ایک لفظ کا تکلم کیا، اور وہ اس کے معنی سے واقف نہیں ہے، تو اس لفظ پر حکم مرتب نہیں ہوگا، چنانچہ حمویؒ نے امام محمدؒ کے زمانے کا ایک واقعہ نقل کیا ہے:

"روي أن امرأة في زمن محمد بن الحسن قيل لها: إن الله يعذب اليهود والنصارى يوم القيامة، قالت: لا يفعل الله بهم ذلک، فإنهم عباده، فسئل محمد بن الحسن عن ذلک فقال: ماكفرت فإنها جاهله، فعلموها حتى علمت" (الحموی علی الأشباہ ۲/۱۳۹)۔

یہی شافعیہ کا مسلک ہے: "ولا خلاف أن الأعجمي إذا نطق بالطلاق بلغة العرب، ونوى معناه عند أهله ولم يفهمه عند إطلاق اللفظ، ثم وضح له معناه لم يقع الطلاق باتفاق الأصحاب" (نہایۃ المطلب في درایۃ المذاہب في فروع الشافعي، وکذا بحر المذہب ۱۵/۱۲۸)۔

"مختصر خلیل المالکی" کی شرح میں ہے: "أن من لقن لفظ الطلاق بالعجمية أو بالعكس فأوقعه وهو لا

يعرف معناه، فإنه لا يلزمه شيء لا في الفتوى ولا في القضاء لعدم القصد الذي هو ركن في الطلاق، فإن فهم، فإنه يلزمه اتفاقا"(شرح مختصر خلیل ۴/ ۳۳)۔

حنفیہ یہاں قضاء اور دیانت میں فرق ہے:"**أو مخطئا، بأن أراد التكلم بغير الطلاق فجرى على لسانه الطلاق أو تلفظ به غير عالم معناه أو غافلا أو ساهيا أو بألفاظ مصحفة يقع قضاء فقط......قوله(يقع قضاء) متعلق بالمخطئ وما بعده**"(الدر المختار مع رد المحتار ۴/ ۴۴۹)۔

تنبیہات:

الف-امت کا اس پر اجماع ہے کہ نسیان عفو ہے، اس پر گناہ نہیں ہوگا اور آخرت میں مؤاخذہ نہیں ہوگا، حدیث میں ہے:"**إن الله وضع عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه**"(ابن ماجہ:۲۰۴۵)، ابوعبداللہ قرطبی فرماتے ہیں:"**وهذا لم يختلف فيه أن الإثم مرفوع**"(الجامع لأحکام القرآن ۳/ ۴۳۲)۔

لیکن جہل قابل عفو نہیں، بلکہ جاہل عامد کی طرح ہے، اس لئے کہ مکلّف کے لئے کسی فعل پر اقدام اس وقت تک جائز نہیں، جب تک وہ اس کے بارے میں شریعت کا حکم نہ جان لے، اللہ تعالی فرماتے ہیں:"**لا تقف ما ليس لک به علم**"(الاسراء ۳۶/ ۱۷)، یعنی غیر معلوم کی اتباع سے منع کیا جارہا ہے، اور اسی لئے طلب علم فرض عین ہے، چنانچہ امام مالکؒ سے منقول ہے:

"**إن الجهل في الصلاة–إي وسائر العبادات–الجاهل فيها كالمعتمد لا كالناسي**" (انظر موسوعۃ الفقہ الاسلامی للزحیلی ۱۰/ ۴۶۸)، لیکن سیوطی کی "الاشباہ" میں ہے:"**إن النسيان والجهل مسقط للحكم مطلقا**" (الأشباہ:۱۸۸)، غالبا یہ شافعیہ کے مسلک کے مطابق ہے، کیونکہ وہ جہل کو نسیان کے ساتھ لاحق کرتے ہیں، اسی لئے ان کے یہاں جہل کے عذر ہونے میں نسبتاً توسع ہے، علامہ بدرالدین زرکشی فرماتے ہیں:"**الثالث: ملحق بالناسي الغالط إذا أتى بالمبطل مع اعتقاده أنه ليس بمبطل، كما لو تكلم عامدا وعنده قد تحلل من الصلاة لا تبطل صلاته كما لو تكلم ناسيا الخ**"(المنثور فی قواعد الفقہیۃ ۳/ ۴۷۵)۔

یا یوں کہا جائے کہ جن مواقع میں جہل شرعا عذر ہے؛ ان مواقع میں مسقط اثم بھی ہے، اور مطلقا سے مراد یہ ہے کہ حقوق اللہ میں بھی اور حقوق العباد میں بھی گناہ ساقط ہے۔ ہاں قضاء، اعادہ اور تدارک کی بحث الگ ہے۔

ب-جہل منہیات میں عذر ہے، مامورات میں عذر نہیں، کیونکہ امر سے مقصود ایجاد فعل اور مصالح کا قیام ہے، جب مکلّف نے اس کا امتثال نہیں کیا تو فعل وجود میں نہیں آیا، اور وہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہوا، اور اب اس کے لئے اس کی تلافی ممکن بھی ہے، لہذا اس کی تلافی لازم ہوگی اور جہل کی وجہ سے وہ معذور قرار نہیں پائے گا، لیکن جب جہل منہی عنہ

سے متعلق ہوتو نہی سے مقصود مفاسد سے روکنا ہے، اور جب اس کا ارتکاب ہو چکا تو اسے معدوم کر کے تلافی کرنا بندے کی قدرت میں نہیں ہے، اور لاعلمی میں ارتکاب کی وجہ سے وہ زجر کا مستحق بھی نہیں، اس لئے یہاں جہل کی وجہ سے وہ معذور قرار پائے گا، نیز علامہ زرکشی نے اس سلسلے میں دو حدیثیں بھی پیش کی ہیں:

ایک یہ کہ حضرت معاویہ بن حکمؓ نے جب نماز میں گفتگو کر لی تو انہیں اعادے کا حکم نہیں دیا گیا (صحیح مسلم: ۵۳۷)۔

دوسرے یہ کہ یعلی بن امیہ کی حدیث میں ہے کہ ایک محرم اعرابی کو جبہ نکالنے کا حکم دیا گیا، لیکن جہل کی وجہ سے انہیں فدیہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا (البخاری: ۱۷۸۹، مسلم: ۱۱۱۸۰)۔

ابن دقیق العید نے ایک اور حدیث سے استدلال کیا ہے کہ آپ ﷺ نے نماز عید سے پہلے قربانی کرنے والے کو اعادے کا حکم دیا، یعنی جہل کی وجہ سے اسے معذور قرار نہیں دیا (شرح العمدۃ لابن تیمیہ ۴/ ۳۴۳، اعلام الموقعین ۲/ ۲۵، المنثور في القواعد الفقہیہ ۲/ ۱۹، احکام الأحکام لابن دقیق العید ۱/ ۳۴۳، الأشباہ للسیوطی: ۱۸۸)۔

یہ ضابطہ شافعیہ اور حنابلہ کے یہاں صراحت کے ساتھ ملتا ہے، حنفیہ کے یہاں اس کا ذکر نہیں ملا؛ لیکن جن مواقع میں جہل کو عذر تسلیم کیا گیا ہے وہاں حنفیہ کے مسلک پر بھی یہ ضابطہ منطبق ہوتا ہے۔ مگر اس ضابطے میں چند قیود کا لحاظ ضروری ہے:

۱- مکلّف مفرط نہ ہو، ورنہ ظاہر ہے کہ تفریط اور کوتاہی کی صورت میں جہل عذر نہیں ہے۔

۲- اس فعل کا تدارک مکلّف کی قدرت میں ہو۔

۳- حق العبد سے متعلق نہ ہو، ہاں! حق اللہ میں بھی شبہ کی بناء پر حد ساقط ہو جائے گی۔

۴- اس کے نتیجے میں کوئی چیز تلف نہ ہوئی ہو۔

نیز یہ قاعدہ کلی نہیں ہے، بعض فروع پر منطبق نہیں ہوتا، اور بعض فروع میں اختلاف بھی موجود ہے، تاہم اکثری ہونے پر کلی اطلاق بھی درست ہے، علامہ شاطبی موافقات میں کہتے ہیں:

"الأمر الكلي إذا ثبت فتخلف بعض الجزئيات عن مقتضى الكلي لا يخرجه عن كونه كليا، وأيضا فإن الغالب الأكثري معتبر في الشريعة اعتبار العام القطعي، لأن المتخلفات الجزئية لا ينتظم منها كلي يعارض هذا الكلي الثابت" (الموافقات ۲/ ۸۳)۔

ج- کسی مکلّف کو کسی شئ کی حرمت کا علم ہو، اور اس پر مرتب ہونے والی سزا سے ناواقف ہو، تو جہل عذر نہیں (الأشباہ للسیوطی: ۲۰۱، المنثور للزرکشی ۳/ ۲۱۸)، بالفاظ دیگر جہل بالحکم تو بعض صورتوں میں عذر ہے، لیکن جہل بالعقوبۃ عذر نہیں۔

سنن ابی داوٗد کی روایت کے مطابق زنا کا اعتراف کرنے والے سے آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: "فهل

تدري ما الزنا؟"،اورفرمایا:"**أثبت منها حراما ما يأتي الرجل من أهله حلالا**"(سنن أبي داؤد:۴۴۲۸)،اس سے ابن قیم نے یہی استدلال کیا ہے کہ جو فعل کی شرعی حقیقت اور حکم تحریم سے واقف نہ ہو،اس پر حد جاری نہیں ہوگی،اور یہ جہل معتبر ہے،اس کے برخلاف ماعز اسلمیؓ سزا سے ناواقف تھے لیکن ان پر حد جاری ہوئی،معلوم ہوا کہ حکم حرمت سے جہالت تو عذر ہے،لیکن اس پر مرتب ہونے والی عقوبت سے جہالت عذر نہیں۔

ابن قیم فرماتے ہیں:"**وفيه أن الجهل بالعقوبة لا يسقط الحد إن كان عالما بالتحريم، فإن ماعزا لم يعلم أن عقوبته القتل، ولم يسقط هذا الجهل الحد عنه**"(زادالمعاد ۳۱/۵)۔

د-حقوق العباد جہل کی بناء پر ساقط نہیں ہوں گے (المنثور ۲/۲۱،الأشباہ للسیوطی/۱۸۸)۔

عقائد وایمانیات میں جہالت:

اگر کوئی شخص جہالت کی بناء پر ایسے قول وعمل کا مرتکب ہو جو ایمان وعقیدے میں خلل پیدا کرے، یا کسی ایسے نظریئے کا حامل ہو جو ایمان کے منافی ہے،لیکن وہ اس سے ناواقف ہو،تو کیا شرعا یہ جہالت عذر ہے جو اس کے ایمان و عقیدے کو متاثر نہیں کرے گی یا عذر نہیں؟

چونکہ یہ مسلم ہے کہ تمام ضروریات دین کا اعتراف ایمان کے تحقق کے لئے ضروری ہے،اوران میں سے کسی بھی ایک چیز کا انکار کفر ہے،اس لئے اولا ضروریات دین کی حقیقت کو واضح کیا جاتا ہے۔

ضروریات دین کی تعریف:

معنی لغوی:"ضروریات"ضرورۃ کی طرف منسوب ہے،جو اضطرار کا اسم ہے،جس کا مادہ "ضرر" ہے،اوروہ نفع کی ضد ہے،جس کے معنی اذی ومکروہ،شدت وتنگی،حاجت وفقر،نقصان اورمرض ہیں (المنثور ۲/۲۱،الأشباہ للسیوطی/۱۸۸)۔

معنی اصطلاحی:منطق کی اصطلاح میں علم ضروری؛علم نظری کا مقابل ہے،یعنی جس میں نظر واستدلال کی ضرورت نہ ہو۔

فقہاء اور اصولیین کی اصطلاح میں ضرورت کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں:"**فأما الضرورة، فمعناها أنه لابد منها في قيام مصالح الدين والدنيا بحيث إذا فقدت لم تجر مصالح الدنيا على استقامته، بل على فساد وتهارج وفوت حياة الخ**"(الموافقات ۲/۱۸)۔

علم کلام میں بھی علم منطق کی طرح علم ضروری؛علم نظری واکتسابی کا مقابل ہے،چنانچہ اس کی دو تعریف کی گئی ہیں:

۱-وہ علم جو اختیار اسباب کے نتیجے میں حاصل نہ ہو، بلکہ اس کے بغیر حاصل ہوجائے،اس کا مقابل اکتسابی کہلاتا ہے۔

۲-وہ علم جو بغیر نظر وفکر کے حاصل ہو،اس کا مقابل استدلال کہلاتا ہے(دستور العلماء ۲/ ۱۹۲)۔

مذکورہ تعریفات سے معلوم ہوا کہ جن چیزوں سے انسان کا ہر وقت واسطہ رہتا ہے، ان کا علم چونکہ یوں ہی بلا کسب حاصل ہوجاتا ہے، اس لئے وہ ضروری ہے، اسی طرح وہ بنیادی باتیں جو انسان کو خود بخود معلوم ہوجاتی ہیں، کسی سے سیکھنے سمجھنے کی ضرورت نہیں ہوتی، یہ سب ضروری کے ضمن میں داخل ہیں۔

ضروریات دین کا مصداق:

مندرجہ بالا تفصیل کے مطابق ''ضروریات دین'' کا مصداق دین کی وہ بنیادی باتیں جن کا علم اتنا عام ومشہور ہو کہ ان کے سمجھنے میں دلیل وبرہان کی ضرورت نہ ہو، بلکہ ہر خاص وعام کو معلوم ہو، مثلاً: نماز وروزے کی فرضیت کا علم، قیامت کے قائم ہونے کا علم، اس طرح کے دین کے مسائل واحکام ضروریات دین کا مصداق ہیں، جن کا علم ہر خاص وعام مسلمان کو حاصل ہوتا ہے۔

چنانچہ جلال الدین محلی فرماتے ہیں:''**وهو ما يعرف منه الخواص والعوام من غير قبول التشكيك فالتحق بالضروريات، كوجوب الصلاة والصوم وحرمة الزنا والخمر**''(ضروریات دین) جس کو ہر خواص و عوام جانتے ہوں اور اس سلسلے میں کسی طرح کے شک کے شکار نہ ہوں، تو ضروریات کے ساتھ ملحق ہے(شرح علی جمع الجوامع ۲/ ۴۳۸)۔

مرداوی کہتے ہیں:''**ومعنى كونه معلوما بالضرورة أن يستوي خاصة أهل الدين وعامتهم في معرفته، حتى يصير كالمعلوم بالعلم الضروري في عدم تطرق الشك إليه لا أنه يستقل العقل بإدراكه، فيكون علما ضروريا، كأعداد الصلوات وركعاتها والزكاة وتحريم الخمر ونحوها**''(التحبیر شرح التحریر ۴/ ۱۶۸۰، ۱۶۸۱)۔

معلوم بالضرورۃ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دین داروں کا خاص اور عام طبقہ اس کی معرفت میں مساوی ہو، حتی کہ وہ شک کا راستہ نہ پانے میں معلوم بالعلم البدیہی کی طرح ہوجائے، یہ مطلب نہیں کہ عقل اس کے ادراک میں مستقل ہو، جس کی وجہ سے وہ علم ضروری ہوجائے۔

علامہ شہاب الدین قرافی فرماتے ہیں:''**ولا يعتقد إن جاحد ما أجمع عليه يكفر على الإطلاق، بل لا بد أن يكون المجمع عليه مشتهرا في الدين حتى صار ضروريا، فكم من المسائل المجمع عليها إجماعا لا يعلمه إلا خواص الفقهاء، فجحد مثل هذه المسائل التي يخفى الإجماع فيها ليس كفرا**'' (الفروق ۴/ ۲۵۹)۔

”ردالمحتار“میں ہے:”المراد بالتكذيب عدم التصديق الذي مر أي عدم الإذعان والقبول، لما علم مجيئه بهﷺ ضرورة، أي علما ضروريا لا يتوقف على نظر واستدلال“ (ردالمحتار ۴/۲۲۳)۔

اور ایمان کی تعریف میں ہے:”معنى التصديق قبول القلب وإذعانه لما علم بالضرورة أنه دين محمدﷺ-بحيث تعلمه العامة من غير افتقار إلى نظر واستدلال-كالوحدانية والنبوة والبعث والجزاء ووجوب الصلاة والزكاة وحرمة الخمر ونحوها“(ردالمحتار ۴/۲۲۱)۔

علامہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:”والمراد-”الضروريات“على مااشتهر في الكتب ما علم كونه من دين محمدﷺ بالضرورة، بأن تواتر عنه واستفاض وعلمته العامة، كالوحدانية والنبوة وختمها بخاتم الأنبياء وانقطاعها بعد“(إکفارالملحدین فی ضروریات الدین:۲)(ضروریات دین سے مراد وہ امور ہیں جن کا دین محمدﷺ سے ہونا بداہۃً معلوم ہوا، یعنی حضورﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہو، اور اس حد تک مشہور ہو کہ عام لوگ بھی اسے جانتے ہوں، جیسے وحدانیت باری تعالیٰ، نبوت، اور خاتم الانبیاء پر اس کا ختم ہونا)۔

حضرت علامہ کشمیریؒ کی مذکورہ تعریف بہت واضح ہے، اس سے ضروریات دین کا مفہوم متعین ہوجاتا ہے کہ دین کی متواتر اور مستفیض باتیں جن کا علم عام مسلمان کو بھی ہو، البتہ یہاں چند امور کی وضاحت ضروری ہے:

الف-ضروری سے حکم کا بدیہی ہونا مراد نہیں۔

ضروریات دین کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ احکام ومسائل بدیہی ہوں، نظری نہ ہوں، بلکہ ان کا ثبوت بدیہی ہونا ضروری ہے، چاہے وہ حکم فی نفسہ نظری ہو، جیسے قیام ساعت منطقی اعتبار سے امر نظری ہے، لیکن اس کا ثبوت قطعی ہے، اس لئے ضروریات دین میں شامل ہیں، اس کا انکار کفر ہے۔

چنانچہ ”إکفارالملحدین“میں ہے:

”فالضرورة في الثبوت عن حضرة الرسالة، وفي كونه من الدين، لا من حيث العمل ولا من حيث الحكم المتضمن، فقد يكون حديث متواترا ويعلم ثبوته عنهﷺ ضرورة، ولابد،ويكون الحكم المتضمن فيه نظريا من حيث العقل، كحديث عذاب القبر، ثبوته عنهﷺ مستفيض، وفهم كيفية العذاب مشكل“(إکفارالملحدین:۳)۔

”فتح الملہم“میں ہے:”والمراد حصول العلم الضروري بثبوته عن النبيﷺ لا كون الثابت ضروريا، وهذا العلم إنما يحصل بالتواتر“(فتح الملہم ۱/۳۰۲، کتاب الإیمان)۔

ب-ضروریات دین میں سے ہونے کے لئے فرض وواجب ہونا ضروری نہیں:

یعنی ضروریات دین سے وہ مسائل واحکام مراد ہیں جو عوام وخواص کو یکساں معلوم ہوں، کیونکہ وہ مشہور ومتواتر ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ حکم فی نفسہ فرض یا واجب بھی ہو، بلکہ مسنون ومستحب عمل بھی مشہور ہوجائے اور اس کا دینی حکم ہونا ہر ایک کو معلوم ہو، تو وہ بھی ضروریات دین بن جائے گا، اور اس کے دینی حکم ہونے کا انکار کفر ہوگا۔

علامہ کشمیریؒ لکھتے ہیں: ''**لایریدون أن الإتیان بها بالجوارح لا بد منه کما یتوهم، فقد یکون استحباب شيء أو إباحته ضروریا یکفر جاحده، ولا یجب الإتیان به......السواک سنة واعتقاد سنیته فرض و تحصیل علمه سنة وجحودها کفر**''(إکفار الملحدین:۳)۔

ج-عوام کا مصداق:

عوام سے مراد ہر کس وناکس نہیں، بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جن کے اندر دینی شعور موجود ہو، دین اور علماء دین سے ان کا تعلق ہو، دین بے زار قسم کے عوام کا کوئی اعتبار نہیں، لہذا کوئی حکم اس قسم کے لوگوں کو معلوم نہ ہو تو ضروری نہیں کہ وہ حکم ضروریات دین میں شامل نہ ہو۔

ابن حجر ہیتمی فرماتے ہیں:''**وقوله فما القدر المعلوم من الدین بالضرورة؟جوابه أنه قد سبق ضابطه، وهو أن یکون قطعیا مشهورا بحیث لا یخفی علی العامة المخالطین للعلماء، بأن یعرفوه بداهة من غیر افتقار إلی نظر واستدلال**''(الفتاوی الحدیثیۃ:۱۴۱)۔

نیز ہر ایک کو اس کا علم ہو، یہ بھی ضروری نہیں، بلکہ اکثریت کا علم بھی کافی ہے، لہذا کوئی حکم متواتر ومشہور بعض کو معلوم نہ ہو تو اس کو ضروریات دین سے خارج نہیں کیا جائے گا۔

علامہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:''**استفاض علمه حتی وصل إلی دائرة العوام، وعلمه کواف منهم لا أن کلا منهم یعلمه، وإن لم یرفع لتعلم الدین رأسا وحرم توفیقه، فإن جهله کواف منهم لعدم رغبتهم في تعلم الدین وعلمه کواف منهم فهو ضروری**''(الفتاوی الحدیثیۃ:۱۴۱)۔

د-ضروریات دین متعین نہیں:

ضروریات دین کا معیار شہرت ہے، دین کا جو حکم اس درجہ مشہور ہوجائے کہ عوام وخواص کو بلا تکلف معلوم ہو، اور اس ماحول میں تربیت پانے والے کو وراثتاً وہ باتیں معلوم ہوجائیں، وہ حکم ضروریات دین کی فہرست میں داخل ہے، اور جو اس حد تک مشہور نہ ہو وہ ضروریات دین میں سے نہیں، لہذا زمانے اور علاقے کی علمی فضا کے مطابق حکم تبدیل ہوسکتا ہے، یہ

ضروری نہیں کہ قدماء نے جس چیز کو اپنے معاشرے کے لحاظ سے ضروریات دین میں داخل کیا، ہر معاشرے میں اس کی وہی حیثیت برقرار رہے، اور کسی بھی زمانے اور علاقے کے لحاظ سے تبدیل نہ ہو۔

ابن حجر ہیتمی فرماتے ہیں: "**فقد يكون الشيء متواتر معلوما بالضرورة عند قوم دون غيرهم، فيكفر من تواتر عنده دون غيره**" (الفتح المبین بشرح الأربعین: ۱۵۸، اصول تکفیر: ۲۶۵)۔

علامہ ابوسلیمان خطابی عہد صدیقی من منکرین زکاۃ کے تذکرے میں فرماتے ہیں:

"**من أنكر فرض الزكاة في هذه الأزمان كان كافرا بإجماع المسلمين، والفرق بين هؤلاء وأولئک أنهم إنما عذروا لأسباب وأمور لا يحدث في هذا الزمان، منها: قرب العهد بزمان الشريعة التي كان يقع فيه تبديل الأحكام بالنسخ، ومنها: أن القوم كانوا جهالا بأمور الدين وكان عهدهم بالإسلام قريبا فدخلتهم الشبهة فعذروا، فأما اليوم وقد شاع دين الإسلام واستفاض في المسلمين علم وجوب الزكاة حتى عرفها الخاص والعام واشترک فيه العالم والجاهل، فلا يعذر أحد يتأوله في إنكارها، وكذلک الأمر في كل من أنكر شيئا مما أجمعت الأمة عليه من أمور الدين إذا كان علمه منتشرا، كالصلوات الخمس......ونحوها من الأحكام إلا أن يكون رجلا حديث عهد بالإسلام ولا يعرف حدوده، فإنه إذا أنكر شيئا منها جهلا به لم يكفر وكان سبيله سبيل أولئک القوم في بقاء إسم الدين عليه، فأما ما كان من الإجماع فيه معلوما من طريق علم الخاصة كتحريم نكاح المرأة على عمتها وخالتها، وأن القاتل عمدا لا يرث وأن للجدة السدس، وما أشبه ذلک من الأحكام، فإن من أن كرها لا يكفر بل يعذر فيها لعدم الستفاضة علمها في العامة**" (شرح النووی علی مسلم ۱/ ۲۰۴)۔

یعنی ایک حکم ایک زمانے میں ضروریات دین میں سے نہ ہو، اور پھر دوسرے زمانے میں استفاضہ اور شہرت کی وجہ سے ضروریات دین میں داخل ہوسکتا ہے۔

معلوم ہوا کہ ضروریات دین امور نسبیہ اضافیہ میں سے ہے، اشخاص، زمانے اور علاقے کے لحاظ سے اختلاف ہوسکتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے تو بہت وضاحت سے یہ بات کہی ہے، فرماتے ہیں: "**فكون الشيء معلوما من الدين ضرورة أمر إضافي، فحديث العهد بالإسلام، ومن نشأببادية بعيدة قد لا يعلم هذا بالكلية فضلا عن كونه يعلمه بالضرورة، وكثير من العلماء يعلم بالضرورة أن النبيﷺ سجد للسهو وقضى بالدية على العاقلة وقضى أن الولد للفراش وغير ذلک مما يعلمه الخاصة بالضرورة، وأكثر الناس لا يعلمه**

البتة"(مجموع الفتاوی ۱۱۸/۱۳)۔

حدیث حذیفہ الیمان سے مذکورہ امر کی تائید ہوتی ہے، آپ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "يدرس الإسلام كما يدرس وشي الثوب، لا يدري ما صيام ولا صدقة ولا نسک، ويسري على كتاب الله عز وجل في ليلة، فلا يبقى في الأرض منه آية، ويبقى طوائف الناس الشيخ الأكبر والعجوز الكبيرة يقولون: أدركنا آباء نا على هذه الكلمة لا إله إلا الله، فنحن نقولها الخ" (الحاکم فی المستدرک:۸۶۳۶)۔

حدیث اگرچہ فتن سے تعلق رکھتی ہے؛ لیکن اس سے اتنی بات محقق ہوجاتی ہے کہ دین سے جہالت کے شیوع کے نتیجے میں صورتحال یہ ہوجائے گی کہ لوگ دین کے بنیادی احکام سے بھی واقف نہیں ہوں گے، لیکن اس کے باوجود توحید ورسالت پر قائم ہونے کی وجہ سے مسلمان شمار ہوں گے، اور جہنم سے ان کو نجات حاصل ہوگی، حالانکہ یہ بنیادی احکام ضروریات دین میں سرفہرست ہیں۔

قطعیات دین:

قطعیات دین: دین کے وہ احکام کہلاتے ہیں جن کا ثبوت دلیل قطعی سے ہو، اور دلیل قطعی تین ہیں: کتاب اللہ، سنت متواترہ، اور اجماع قطعی۔

امام سرخسیؒ فرض کی تعریف میں کہتے ہیں: "الفرض إسم لمقدر شرعا لا يحتمل الزيادة والنقصان وهو مقطوع به لكونه ثابتا بدليل موجب للعلم قطعا من الكتاب أو السنة المتواترة أو الإجماع......وحكم هذا القسم شرعا أنه موجب للعلم اعتقادا باعتبار أنه ثابت بدليل مقطوع به ولهذا يكفر جاحده الخ" (اصول السرخسی ۱۱۰/۱، فصل فی بیان الشروعات)۔

اجمال کے ساتھ یوں کہہ سکتے ہیں کہ دین کے "امور متواترہ" کو "قطعیات دین" کہتے ہیں، خواہ وہ متواتر اسنادی ہو یا متواتر طبقہ ہو یا متواتر عملی ہو یا متواتر قدر مشترک (تفصیل کے لئے دیکھئے: مقدمۃ فتح الملہم: ۲۷)، کیونکہ تواتر سے مطلقاً علم قطعی ضروری ثابت ہوتا ہے، البتہ ابن رشد تواتر فی العمل کو متواتر نہیں مانتے۔

"فتح الملہم" میں ہے: "والمراد حصول العلم الضروري بثبوته عن النبي ﷺ، لا كون الثابت ضروريا، وهذا العلم إنما يحصل بالتواتر، وقد تقدم أقسام التواتر في مقدمة هذا الشرح، إلا أن ابن رشد منع كون التوارث في العمل مفيدا للتواتر ، فليتنبه له"(فتح الملہم، کتاب الإیمان ۳۰۲/۱)۔

کیا ہر امر قطعی ضروریات دین میں شامل ہے؟

ضروریات دین کی تفصیل میں یہ بات گذر چکی ہے کہ ضروری کا مدار استفاضہ اور شہرت پر ہے کہ اس کے علم میں

تمام مساوی ہوں، خاص وعام سب دیندار مسلمان اس کے امر دینی ہونے سے واقف ہوں، اس لحاظ سے ہر قطعی کا ضروری ہونا لازم نہیں، ہاں! امر ضروری (جس کے انکار پر کفر کا حکم لگتا ہے) کا قطعی ہونا ضروری ہے، یعنی دونوں کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، اس لحاظ سے ہر امر قطعی کا انکار کفر نہیں، بلکہ اس امر قطعی کا انکار کفر ہے جو مشہور و مستفیض ہو، اس کا امر دینی ہونا کسی سے مخفی نہ ہو۔

چنانچہ امام غزالیؒ فرماتے ہیں: ''**وأما الفقهية فالقطعية منها وجوب الصلوات الخمس والزكاة.....وكل ما علم قطعا من دين الله، فالحق فيها واحد وهو المعلوم، والمخالف فيها إثم. ثم ينظر، فإن أن كر ما علم ضرورة من مقصود الشارع كإنكار تحريم الخمر والسرقة......فهو كافر، لأن هذا الإنكار لا يصدر إلا عن مكذب بالشرع، وإن علم قطعا بطريق النظر لا بالضرورة ككون الإجماع حجة،وكون القياس وخبر الواحد حجة، وكذلك الفقهيات المعلومات بالإجماع، فهي قطعية، فمنكرها ليس بكافر لكنه إثم مخطئ**'' (المستصفی، القطب الرابع، الفن الأول، النظر الثانی: ۳۴۸)۔

ابن نجیم نے مبتدع کی امامت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے: ''**الحاصل أن مذهب عدم تكفير أحد من المخالفين فيها ليس من الأصول المعلومة من الدين ضرورة**'' (البحر الرائق ۱/۳۷۱)۔

''ردالمحتار'' کی عبارت پہلے گذر چکی ہے، کفر کی تعریف میں لکھا ہے: ''**المراد بالتكذيب عدم التصديق الذي مر أي عدم الإذعان والقبول لما علم مجيئه به ﷺ ضرورة أي علما ضروريا لا يتوقف على نظر واستدلال**'' (ردالمحتار ۴/۲۲۱)۔

شہاب الدین قرافی مالکی فرماتے ہیں: ''**ولا يعتقد إن جاحد ما أجمع عليه يكفر على الإطلاق، بل لا بد أن يكون المجمع عليه مشتهرا في الدين حتى صار ضروريا**'' (الفروق ۴/۲۵۹)۔

امام نووی شافعیؒ نے رافعی پر تعاقب کرتے ہوئے فرمایا: ''**أطلق الإمام الرافعي القول بتكفير جاحد المجمع عليه، وليس هو على إطلاقه، بل من جحد مجمعا عليه فيه نص وهو من أمور الإسلام الظاهرة التي يشترك في معرفتها الخواص والعوام الخ**'' (روضۃ الطالبین، کتاب الجنائز، باب تارک الصلاۃ ۲/۱۴۶)۔

علامہ مرداوی حنبلی کہتے ہیں: ''**والحق أن منكر المجمع عليه الضروري، والمشهور المنصوص عليه كافر قطعا وكذا المشهورفقط، لا الخفي في الأصح فيها**'' (التحبیر شرح التحریر ۴/۱۶۸۰)۔

حاصل یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کی عبارات میں ''ضرورۃ'' کی قید ملتی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ امر قطعی کا انکار اسی وقت کفر ہے جبکہ وہ استفاضہ اور شہرت کی بناء پر ضروریات دین میں داخل ہو چکا ہو، لیکن بہت سے محققین نے اس قید کو

غیرضروری قرار دیا ہے، اوران کے نزدیک جوامر قطعی الثبوت ہواس کا انکار مطلقا کفر ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:"أما ماثبت قطعا ولم يبلغ حد الضرورة كاستحقاق بنت الإبن السدس من البنت بإجماع المسلمين فظاهر كلام الحنفية الإكفار بجحده، لأنهم لم يشترطوا سوى القطع في الثبوت"(المسایرۃ،الخاتمۃ،النظر الثانی متعلقہ ۲/۲۰۸)۔

علامہ کشمیریؒ ابن ہمام کی اس صراحت پر فرماتے ہیں:"وهو متجه من حيث الدليل"(اکفار الملحدین:۷) (یعنی دلیل کے لحاظ سے اسی کی طرف رجحان ہوتا ہے)۔

وجہ ترجیح:

الف-ایمان کا مدار احکام شرعیہ کی دل سے تصدیق ہے، اور امر کفر کا مدار کسی بھی حکم شرعی کی تکذیب پر ہے، لیکن کفر کا معاملہ انتہائی حساس ہے، اس لئے ضروری ہے کہ جس حکم کی تکذیب پر کفر کا حکم عائد کیا جائے اس کا حکم شرعی ہونا یقین و قطعیت کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہو، چنانچہ جن لوگوں نے براہ راست حضور ﷺ سے شریعت کا علم حاصل کیا، ان کے حق میں حضور ﷺ کی زبان مبارک سے سننے کے بعد ہر امر قطعی ہے اور اس کا انکار کفر ہے، یعنی ان کے حق میں آحاد اور تواتر کے مابین کوئی فرق نہیں، اور جن حضرات نے براہ راست یہ علم حاصل نہیں کیا، ان کے حق میں کسی امر کا امر شرعی ہونا قطعیت کے ساتھ اس وقت ثابت ہوگا، جبکہ وہ تواتر سے منقول ہو، اس لئے ان کے حق میں امر شرعی متواتر کا انکار کفر ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:"وما لم يجئ هذا المجيء ما تضمنه القرآن أو تواتر من أمور الدين، بأن لم تواتر بل نقل آحادا، اختلفا فيه أي اختلف فيه الشاهد لحضرة النبوة وغيره، فيكفر الشاهد لحضرة النبوة بجحده لثبوت التكذيب منه مالم يدع صادقا من نسخ ونحوه دون الغائب الذي لم ينقل إليه إلا آحادا فلا يكفر به حتى يكفر الشاهد بإنكاره سؤال الملكين وإيجاب صدقة الفطر ويفسق الغائب به ويضلل، لأنه لما يسمع من فيه لم يكن ثبوته من النبي ﷺ قطعا، فلم يكن إنكاره تكذيبا له، بل للرواة أو تغليطا لهم فسق وضلالة لا كفر الخ" (المسامرۃ فی شرح المسایرۃ فی علم الکلام ۲/۲۰۷)۔

اس طرح کی گفتگو ابن حجر ہیتمی نے بھی فرمائی ہے(دیکھئے: الفتاوی الحدیثیۃ:۱۴۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب امر شرعی قطعی کا انکار کفر ہے تو پھر ضروریات دین کی قید اس تحقیق کے بعد قید زائد ہے، ہاں! قطعیت کا ثبوت چونکہ تواتر سے ہوتا ہے، اس لئے تواتر کی قید صحیح ہے۔

ب-جو امر متواتر ہوگا وہ بدیہی اور معروف ہوگا، اس لئے قطع وتواتر کے بعد استفاضہ اور شہرت کی قید بلا فائدہ ہے، چنانچہ محققین نے تصریح کی ہے کہ جمہور کے نزدیک متواتر موجب علم ضروری ہے۔

عیسی بن ابان سے حدیث متواتر کا حکم یوں منقول ہے:''والعلم بهذه الأشياء علم اضطرار وإلزام......فيكون بذلک كافرا خارجا عن ملة الإسلام، لأن العلم كان علم ضروري، كالعلم بالمحسوسات والمشاهدات، وكالعلم بأنه قد كان قبلنا في هذه الدنيا قوم، وأن الموجودين أولاد أولئک، وكالعلم بأن السماء كانت موجودة قبل ولادتها وما جرى مجرى ذلک''(الفصول في الأصول لأبي بکر جصاص الرازی ۳/۳۵)۔

صفی الدین ہندی کہتے ہیں:''اختلف القائلون بأن التواتر يفيد العلم، اختلفوا في أن ذلک العلم ضروري أو نظري؟فذهب الجمهور من الفقهاء والمتكلمين من الفريقين إلى أنه ضروري، وهو الحق، وذهب الكعبي وأبوالحسين البصري من المعتزلة والدقاق من إلى أنه نظري، وهو قول إمام الحرمين،لأنه جعل العلم الحاصل عقيبه من باب العلم المستند إلى القرائن''(نهاية الوصول في دراية الأصول ۷/۲۷۲۷)۔

اسی لئے بعض حضرات کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ضروری اور قطعی کو مترادف مانتے ہیں،شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ سے علامہ کشمیری نے نقل کیا ہے:''ضروريات الدين عندهم منحصرة في ثلاثة:

۱ –مدلول الكتاب بشرط أن يكون نصا صريحا لا يمكن تأويله۔

۲ –مدلول السنة المتواترة لفظا أو معنا سواء من الاعتقاديات أو من العلميات وسواء كان فرضاأو نقلا۔

۳–والمجمع عليه إجماعا قطعيا......ولا شبه أن من أنكر أمثال هذه الأمور لم يصح إيمانه بالكتاب والتبيين''(اکفارالملحدین:۱۲۲)۔

ج-فقہاء اصولیین جب فرض قطعی اور متواتر کا حکم بیان کرتے ہیں تو علی الاطلاق یہی کہتے ہیں کہ اس کا منکر کافر ہے،ضروریات دین میں سے ہونے کی قید نہیں لگاتے،اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ کفر کا مدار امر قطعی کی تکذیب پر ہے،اس کا ضروریات دین میں سے ہونا ضروری نہیں،کچھ عبارات ملاحظہ ہوں:

''محیط''میں ہے:''من أن كر الأخبار المتواترة في الشريعة كفر، مثل حرمة لبس الحرير على الرجال''(کتاب الفاظ الکفر للبدر الرشید مع شرح الإمام علی القاري:۱۱۸،بحوالہ:اصول تکفیر:۳۰۲)۔

''فتاوی ہندیہ''میں ہے:''ومن أنكر المتواتر فقد كفر، ومن أنكر المشهور يكفر عند البعض، وقال عيسى بن أبان: يضلل ولا يكفر، وهو الصحيح، ومن أنكر خبر الواحد لا يكفر غير أنه يأثم

بترک القبول، هکذا في الظهيرية"(الفتاوی الهندية، کتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب في موجبات الكفر ۲/۲۶۵)۔

سرخسی نے فرض کی تعریف کے بعد لکھا ہے:"**وحكم هذا القسم شرعا أنه موجب للعلم اعتقادا باعتبار أنه ثابت بدليل مقطوع به، ولهذا يكفر جاحده**"(اصول السرخسی ۱/۱۱۰)۔

امام بزدوی فرماتے ہیں:"**وأما الفرض، فحكمه اللزوم علما وتصديقا بالقلب وهو الإسلام، وعملا بالبدن، وهو من أركان الشرائع ويكفر جاحده ويفسق تاركه بلا عذر**"(أصول البزدوي مع كشف الأسرار، باب العزيمة والرخصة: ۲/۳۱۳)۔

ہر دو موقف کی توجیہ:

دراصل کفر کا حکم اس وقت عائد ہوتا ہے جبکہ شریعت کے حکم کی تکذیب متیقن ہوجائے، اب اگر کوئی حکم قطعی اس طرح مشہور نہ ہو کہ ہر خاص وعام کو اس کا علم ہوجائے، تو وہاں یہ احتمال موجود ہوگا کہ اس نے اپنے زعم میں شرح کی تکذیب نہیں کی، اور ظاہر ہے کہ تکفیر کے باب میں شبہات کا کافی اعتبار ہے، اس لئے ضروریات دین میں سے ہونے کی قید لگادی گئی تاکہ اس حکم کے خواص وعوام میں شہرت پالینے کی وجہ سے یہ شبہ باقی نہ رہے کہ اس نے اپنے زعم میں شریعت کا انکار نہیں کیا، بلکہ اب اس کو شرع ہی کا انکار تصور کیا جائے گا، اور اس کے خلاف کا احتمال ناشی بلا دلیل ہونے کی بناء پر کالعدم ہوگا، چنانچہ علامہ حموی لکھتے ہیں:

"**الجهل بالضروريات في باب المكفرات لا يكون عذرا بخلاف غيرها، فإنه يكون عذرا على المفتي به كما تقدم۔ والله أعلم**"(غمز عيون البصائر، کتاب السير، باب الردة ۲/۲۰۷)۔

امام غزالیؒ کی "المستصفی"میں ہے:"**فإن أنكر ما علم ضرورة من مقصود الشارع كإنكار تحريم الخمر والسرقة ووجوب الصلاة والصوم فهو كافر، لأن هذا الإنكار لا يصدر إلا عن مكذب بالشرع**"(المستصفی ۱/۳۴۸)۔

اس کے برخلاف جن حضرات محققین نے ضروریات دین میں سے ہونے کی قید نہیں لگائی، انہوں نے مذکورہ مشکل کا حل یہ نکالا کہ امر قطعی کا انکار کفر تو بہر حال ہے، لیکن اگر وہ امر ضروری نہ ہو تو اقامت حجت کے بعد تکفیر ہوگی، جبکہ امر ضروری ہونے کی صورت میں اقامت حجت کی ضرورت نہیں، بلکہ اس سے پہلے ہی تکفیر درست ہے، کیونکہ ضرورت وشہرت کی بناء پر حجت پہلے ہی سے قائم ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:"ویجب حمله علی ما إذا علم المنکر ثبوته قطعا، لأن مناط التکفیر وهو التکذیب أو الاستخفاف عند ذلک، أما إذا لم یعلم فلا، إلا أن یذکر له أهل العلم ذلک فیلج"(المسایرۃ ۲/۲۰۵)۔

ابن حجر ہیتمیؒ لکھتے ہیں:"ولا یکفر بإنکار قطعي غیر ضروري، وظاهر کلام الحنفیة کفره، ویجب حمله علی قواعدهم علی منکر علم أنه قطعي، وإلا فیکفر، إلا إذا ذکر له أهل العلم أنه من الدین، وأنه قطعي فتمادی فیما هو علیه عنادا فیکفر لظهور التکذیب منه حینئذ، کما دل علیه کلام إمام الحرمین"(الفتاوی الحدیثیۃ ۱۴۱)۔

تقی الدین سبکی نے قطعی کی دو قسمیں بیان فرمائیں:" ۱-یعرفه الخاص والعام"، ۲-قد یخفی علی بعض العوام"۔

پھر دونوں کا حکم بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:"فالقسم الأول من أنکره العوام أو الخواص فقد کفر، لأنه مکذب للنبي ﷺ في خبره، والقسم الثاني من أنکره من العوام الذین لم یحصل لهم من ممارسته الشرع مما یحصل له به العلم الضروري، وإن کانت کثرة الممارسة أوجبت للعلماء العلم الضروري بذلک، إذا أنکر ذلک فلا أری الحکمب کفره، ولکن یؤدب علی کلامه في الدین بالجهل ویؤمر بأن یتعلم الحق في ذلک لتزول عنه الشبهة التي أوجبت الإنکار"(فتاوی السبکي، الدلالۃ علی عموم الرسالۃ ۲/۶۲)۔

اسی طرح علامہ مرتضی ابن الوزیر یمانی نے بھی متواتر کی دو قسمیں بیان فرما کر مذکورہ بالا تفصیلی حکم ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں:"مالا یعرف تواتره إلا الخاصة فلا یکفر مستحله من العامة؛ لأنه لم یبلغه، وإنما یکفر من استحله وهو یعلم حرمته بالضرورة الخ"(انظر تفصیلا: العواصم والقواصم في الذب عن سنۃ أبي القاسم ۴/۱۷۴)۔

علامہ زاہد کوثری نے قراءات متواترہ کی دو قسمیں کی ہیں: ایک وہ جو متواتر ہونے کے ساتھ جمہور اہل اسلام کو معلوم بھی ہے، دوسری وہ جو سنداً متواتر ہونے کے باوصف مشہور نہیں، اس کے بعد دونوں قسموں کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فإنکار شيء من القسم الأول کفر بالاتفاق، وأما الثاني، فإنما یعد کفرا بعد إقامة الحجة علی المنکر وتعنته بعد ذلک"(مقالات الکوثری:۲۱، بحوالہ: اِکفار الأ فکار في أصول الإ کفار المعروف-اصول تکفیر:۲۹۷)۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ جن حضرات نے قطعی ہونے کے ساتھ ضروریات دین میں سے ہونے کی قید لگائی، اور جن حضرات نے اس قید کو ضروری نہیں سمجھا؛ نتیجے کے لحاظ سے دونوں موقف میں کوئی فرق نہیں ہے۔

موجب کفر قول وفعل میں جہل:

اگر کوئی شخص جہل وناواقفیت کے ساتھ کسی کفریہ قول وفعل کا ارتکاب کرے تو کیا یہ جہل عذر ہوگا، اور اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، یا عذر شمار نہیں ہوگا؟ اس سلسلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔

حنفیہ کے علاوہ عام فقہاء کے یہاں عذر ہے، لہذا ایسے شخص کی تکفیر نہیں کی جائے گی، جب تک اس پر اس قول وفعل کی شرعی حقیقت واضح نہیں کردی جاتی، اس کے بعد بھی وہ اس پر مصر ہو تو وہ معاند ومکذب ہے، اب اس کی تکفیر کی جائے گی۔

ابن العربی مالکی کہتے ہیں: "**الجاهل والمخطیء من هذه الأمة ولو عمل من الكفر والشرک ما يكون صاحبه مشركا أو كافرا، فإنه يعذر بالجهل والخطا حتى تتبين له الحجة التي يكفر تاركها بيانا واضحاما يلتبس على مثله**" (التکفیر وضوابطہ لمنقذ بن محمود الستار: ۸۷)۔

ابن عبد البر سے منقول ہے: "**من جهل بعض الصفات وأمن بسائرها لم يكن بجهل البعض كافرا، لأن الكافر من عاند لا من جهل، وهذا قول المتقدمين من العلماء ومن سلک سبيلهم من المتأخرين**" (التمہید لمافي الموطا من المعاني والأسانید ۱۸/ ۴۲)۔

علامہ عز الدین بن عبد السلام شافعی نے "قواعد" میں لکھا ہے: "**إذا نطق الأعجمي بكلمة كفر أو إيمان أو طلاق أو إعتاق أو بيع أو شراء أو صلح أو إبراء لم يؤخذ بشيء من ذلک، لأنه لم يلتزم مقتضاه ولم يقصد إليه**" (قواعد الأحکام من مصالح الأنام ۲/ ۱۲۱)۔

بدر الدین زرکشی نے اس بابت شافعیہ سے دو وجہ نقل فرمائی، اور ترجیح اسی کو دی ہے، کہ جہل عذر ہے، ایسے شخص کی تکفیر نہیں کی جائے گی (دیکھئے: المنثور فی القواعد الفقہیہ ۲/ ۱۴)۔

ابن قدامہ حنبلی "تارک الصلاۃ" کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"**فإن كان جاحدا لوجوبها نظر فيه، فإن كان جاهلا به، وهو ممن يجهل ذلک كالحديث بالإسلام، والناشیء ببادية، عرف وجوبها وعلم ذلک، لم يحكم بكفره؛ لأنه معذور، فإن لم يكن ممن يجهل ذلک لم يعذر، ولم يقبل منه إدعاء الجهل وحكم بكفره**" (المغنی لابن قدامہ ۲/ ۳۲۹)۔

مزید ایک مقام پر فرماتے ہیں: "**وكذلک الحكم في مباني الإسلام كلها**" (المغنی ۹/ ۱۱)۔

حنفیہ کا موقف:

مذکورہ مسئلہ میں حنفیہ کے مابین اختلاف ہے، اکثر فقہاء فرماتے ہیں کہ جہل عذر نہیں، لہذا اس کی تکفیر کی جائے گی،

لیکن دیگر بعض محققین کے نزدیک جہل عذر ہے، لہذا حجت قائم کرنے سے پہلے تکفیر درست نہیں، ابن نجیم، ملاعلی قاری اور علامہ حموی وغیرہؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

ابن نجیم ''البحر الرائق'' میں فرماتے ہیں: **"ولا خلاف أنه لو جرى على لسانه الكفر مخطئا لا يكفر يكما في الخانية أيضا، وكذا إذا تلفظ به غير عالم بمعناه"** (البحر الرائق ۲۷۸/۳)۔

ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں: فتاوی ظہیریہ میں ہے کہ اکثر مشائخ کے نزدیک ایسا کلما کہنے والا کافر ہوجائے گا، چاہے اس کا معنی معلوم نہ ہو، اور اس کا ارادہ بھی نہ کیا ہو، میں کہتا ہوں: یہ مشکل ہے، کیونکہ جب اس نے کوئی عجمی کلمہ سنا، جس کا معنی معلوم نہ تھا، اور اس کو یوں ہی عجمیوں کی طرح استعمال کیا، تو اس کو کیسے کافر قرار دیا جاسکتا ہے، جبکہ اس کلام کا معنی کہنے والے کا مقصود نہ تھا (شرح الامام علی القاری علی الفاظ الکفر: ۲۲۹، بحوالہ: اصول تکفیر ۱۷۹)۔

حموی نے لکھا ہے: **"أن من تلفظ بلفظ الكفر عن اعتقاد لا شک أنه يكفر، وإن لم يعتقد أنها لفظ الكفر، إلا أنه أتى به عن اختيار فيكفرعند عامة العلماء، ولا يعذر بالجه، وقال بعضهم: لا يكفر، والجهل عذر وبه يفتى، لأن المفتى مأمور أن يميل إلى القول الذي لا يوجب التكفير، ولولم يكن الجهل عذرا لحكم على الجهال أنهم كفار، لأنهم كفار، لأنهم لايعرفون ألفاظ الكفر، ولو عرفوا لم يتكلموا، وقال بعض الفضلاء: وهو حسن لطيف"** (غمز عیون البصائر ۴۰۳/۳)۔

اس کے بعد حموی نے امام محمد علیہ الرحمہ سے ایک حکایت نقل کی ہے، جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

''فتاوی تاتارخانیہ'' میں یہی امام ابوحنیفہؒ سے نقل کیا ہے: **"وفي الينابيع: قال أبو حنيفة: لايكون الكفر كفرا حتى يعد عليه القلب"** (الفتاوی التاتارخانیہ، کتاب أحکام المرتدین ۲۸۲/۷)۔

ضروریات اور قطعیات دین میں جہل کا حکم:

سابق میں ضروریات دین اور قطعیات دین کی جو وضاحت گذر چکی ہے، اس کے مطابق ضروریات دین میں جہل عذر نہیں، لیکن قطعیات دین جو ضروریات دین کے قبیل سے نہ ہوں؛ جہل عذر ہے، اس لئے قیام حجت سے پہلے تکفیر نہیں کی جائے گی، اس سلسلے میں فقہاء کی تصریحات گذر چکی ہیں۔

سابق جو اختلاف گذرا، اس میں راجح یہی ہے کہ اس باب میں جہل عذر ہے، جس کی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں:

الف- نصوص سے اسی کی تائید ہوتی ہے کہ جہل کی بناء پر شرع کا انکار یا کفر کا ارتکاب موجب کفر نہیں، یہ نصوص مستقل عنوان کے تحت شروع مقالے میں گذر چکی ہیں۔

ب-کفر کی حقیقت عدم تصدیق یا شرع کی تکذیب ہے، جب ایک شخص اس امر سے متعلق شریعت کا حکم ہونے سے واقف ہی نہیں، تو اس کی طرف سے تکذیب نہیں پائی گئی، لہذا تکفیر نہیں کی جائے گی، یہ دلیل بھی علامہ ابن ہمام کے کلام سے پہلے گذر چکی ہے۔

ج-فقہاء نے لزوم اور التزام کفر میں تفریق کی ہے، اگرچہ قاعدہ یہ ہے کہ "إذا ثبت الشيء ثبت بلوازمه" جس کا مقتضی یہ ہے کہ جب کسی نے اپنے اختیار سے ایسے قول یا فعل کا ارتکاب کیا، جس سے کفر لازم آتا ہے، تو اس کے حق میں کفر ثابت ہوجانا چاہئے، لیکن چونکہ کفر کا تعلق اعتقاد سے ہے، اس لئے جب تک وہ خود اس کا التزام نہ کرے، تکفیر نہیں کی جائے گی، چنانچہ فرق ضالہ کے بہت سے ایسے موقف ہیں جو کفر کے مستلزم ہیں، لیکن ان کی تکفیر نہیں کی جاتی، کیونکہ انہوں نے اس لازم کا التزام نہیں کیا۔

علامہ عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں: "**فإن قيل: يلزم من الاختلاف في كونه سبحانه في جهة أن يكون حادثا، قلنا: لازم المذهب ليس بمذهب، لأن المجسمة جازمون بأنه في جهة وجازمون بأنه قديم أزلي ليس بمحدث فلا يجوز أن ينسب إلى مذهب من يصرح بخلافه، وإن كان لازما من قوله**" (قواعد الأحكام في مصالح الأنام ۱/ ۲۰۳)۔

ابواسحاق شاطبی لکھتے ہیں: "**الذي كنا نسمعه من الشيوخ أن مذهب المحققين من أهل الأصول أن الكفر بالمآل ليس بكفر في الحال، كيف والكافر ينكر ذلک أشد الإنكار ويرمي مخالفه به، ولو تبين له وجه لزوم الكفر من مقالته لم يقل بها على حال**" (الاعتصام للشاطبی ۳/ ۱۳۵، الباب التاسع، مسائل حدیث: افتراق الأمم المسئلة الثالثة)۔

د-ائمہ مذہب امام ابوحنیفہ اور امام محمد بن الحسن سے یہی منقول ہے، جیسا کہ گذر چکا اور جمہور فقہاء بھی اسی کے قائل ہیں کہ معتقدات میں بھی جہل عذر ہے، اس لئے یہی قول راجح ہے۔

البتہ یہاں کچھ امور کا لحاظ ضروری ہے:

ا-لزوم بین التزام کے حکم میں ہے، یعنی کسی قول وفعل سے کفر لازم آتا ہو، اور لازم اتنا واضح ہو کہ کسی عاقل سے مخفی نہیں رہ سکتا، تو وہ التزام ہی تصور کیا جائے گا، اور ایسے موقع پر تکفیر کا حکم خلاف احتیاط نہیں ہوگا۔

علامہ زاہد کوثری فرماتے ہیں: "**وما يقال من أن لازم المذهب إنما هو فيما إذا كان اللزوم غير بين، فاللازم البين لمذهب العاقل له، وأما من يقول بملزوم مع نفيه للازمه البين، فلا يعد هذا اللازم مذهباله، لكن يسقطه هذا النفي من مرتبة العقلاء إلى درک الأنعام، وهذا هو التحقيق في لازم**

المذهب فيدور أمر القائل بما يستلزم الكفر لزوما بينا بين أن يكون كافرا أو حمارا" (تکملۃ الرد علی نونیۃ ابن القیم مع السیف الصقیل فی الرد علی ابن زفیل للسبکی ۳۳)۔

۲-ضروریات دین میں جہل عذر نہیں، لیکن ضروریات دین امور اضافیہ میں سے ہیں، لہذا اشخاص، زمانے اور علاقے کے اعتبار سے اس میں اختلاف ہوسکتا ہے، اس لئے کفر کا حکم لگانے میں اس کا لحاظ ضروری ہے۔

۳-جہل اس شخص کے حق میں عذر ہے جس سے واقعہ اس طرح کے احکام مخفی رہ سکتے ہیں، اور اس کو دین کی معلومات حاصل کرنے کے مواقع میسر نہ ہوں، مثلاً: ایک شخص ابھی ابھی اسلام میں داخل ہوا، اور اسے حصول علم کی مہلت میسر بھی نہیں ہوئی، یا وہ دارالحرب میں مقیم ہے، یا بلاد اسلامیہ سے ایسے دور علاقے میں ہے جہاں جہالت وغفلت کا شیوع ہے، یا اس مسئلے کا علم خواص تک محدود ہے، ورنہ مسائل ظاہرہ میں اسلامی معاشرے کے درمیان رہنے والے کے حق میں جہل عذر نہیں۔

ہندوستان جیسے ملک میں احکام شرعیہ سے جہالت کا حکم:

شریعت کے احکام سے جہل کو عذر ماننے اور نہ ماننے کے سلسلے میں عموماً فقہاء نے دارالاسلام اور دارالحرب کے مابین فرق کیا ہے کہ دارالاسلام میں جہل عذر نہیں، جبکہ دارالحرب میں عذر ہے، اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ دارالاسلام کے اسلامی معاشری میں رہنے والے کو اسلامی احکام سے واقفیت خود حاصل ہوجاتی ہے، کیونکہ اسلام عملی زندگی میں نافذ ہوتا ہے، یا اس کے لئے واقفیت کے سارے امکانات ومواقع میسر ہوتے ہیں، اس کے برخلاف دارالحرب کی صورت حال اس کے برعکس ہوتی ہے، اور انسان اپنی وسعت وقدرت ہی کے لحاظ سے مکلّف ہوتا ہے، اس لئے وسعت وقدرت کے تفاوت سے حکم میں تفاوت ہوسکتا ہے۔

چنانچہ ابن قیم فرماتے ہیں: "**أحكام التكليف تتفاوت بحسب التمكن من العلم والقدرة**" (اعلام الموقعین ۱۳۸/۶)۔

نیز فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ احکام شرعیہ سے جہل کے عذر ہونے کے سلسلے میں کوئی مطرد وعام ضابطہ نہیں ہے، بلکہ مسائل، اشخاص اور زمان ومکان کی نوعیت کے لحاظ سے حکم مختلف ہوگا۔

مسائل کے لحاظ سے: جیسے جو مسائل مخفی ہوں یا دقیق ہوں یا محض عقل سے ان کا ادراک نہ ہوسکتا ہے، ان میں جہالت عذر ہے۔

علامہ حموی لکھتے ہیں: "**إن الجهل عذر في دار الإسلام إذا كان دليل الحرمة خفيا**" (غمز عیون البصائر ۳۰۸/۳)۔

امام شافعیؒ سے منقول ہے:"**لله أسماء وصفات لا يسع أحد ردها، ومن خالف بعد ثبوت الحجة عليه كفر، وأما قبل قيام الحجة، فإنه يعذر بالجهل، لأن علم ذلک لايدرک بالعقل ولا الرؤية والفكر**"(فتح الباری ۱۳/۴۰۷، کتاب التوحید، باب وکان عرشہ علی الماء)۔

سیوطی کی "الاشباہ" میں ہے:"**كل مسئلة تدق ويغمض معرفتها هل يعذر فيه العامي؟ وجهان: أصحهما؛ نعم**"(الأشباہ والنظائر:۱۹۱)۔

اشخاص کے لحاظ سے؛ جیسے کوئی شخص بروقت اسلام میں داخل ہوا، اور اسے حصول علم کی مہلت نہیں ملی، یا جو شخص اسلامی معاشرے سے دور علاقے میں آباد ہے، جہاں علم وعمل کا کوئی چرچا نہیں، تو اسلامی احکام سے ناواقفیت ان کے حق میں عذر ہوگی۔

ابن قدامہ فرماتے ہیں:"**فإن كان ممن لا يعرف الوجوب، كحديث الإسلام، والناشئ بغير دار الإسلام أو بادية بعيدة عن الأمصار، وأهل العلم لم يحكم بكفره وعرف ذلک وتثبت له أدلة وجوبها، فإن جحدها بعد ذلک كفر**"(المغنی لابن قدامۃ، مسئلۃ من ترک الصلاۃ دعي إليها ثلاثۃ أيام:۱۱/۹)۔

"مغنی المحتاج" میں ہے:"**هذا إن علم ما قاله لا إن جهل ذلک لقرب إسلامي، أو بعده عن المسلمين فلا يكفر لعذره**"(مغنی المحتاج إلی معرفۃ ألفاظ المنہاج لشمس الدین الشربینی الشافعی، کتاب الردۃ:۵/۴۳۱)۔

زمان ومکان کے لحاظ سے جیسے جب اور جہاں اسلامی احکام کا شیوع نہ ہو، اور جہل وغفلت عام ہوجائے، اسلامی آثارونقوش مٹ چکے ہوں، یا اب تک پہنچے ہی نہ ہوں، تو ایسے معاشرے وماحول میں جہل عذر معتبر ہے۔

ابن تیمیہ نے لکھا ہے:"**وكثير من الناس قد ينشأ في الأمكنة والأزمنة التي يندرس فيها كثير من علوم النبوات حتى لا يبقى من يبلغ ما بعث الله به رسوله من الكتاب والحكمة ولا يكون هناک من يبلغه ذلک، ومثل هذا لايكفر**"(مجموع الفتاوی ۱۱/۴۰۷)۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوچکی کہ مدار دارالاسلام اور دارالحرب نہیں ہے، بلکہ مدار یہ ہے کہ جب جہل سے احتراز متعذر ہو، اور حصول علم کے مواقع میسر نہ ہوں، یہی وجہ ہے کہ بعض مرتبہ دارالاسلام میں بھی جہل کو عذر تسلیم کیا گیا ہے، اس لئے ہندوستان جیسے ممالک نہ علی الاطلاق دارالحرب کے حکم میں داخل ہیں، اور نہ دارالاسلام کے حکم میں شامل ہیں، اور نہ پورے ملک کا حکم یکساں ہوگا، بلکہ مذکورہ معیار کے مطابق علاقوں کے حالات کے اعتبار سے حکم مختلف ہوگا۔

حرمت مصاہرت کے بعض مسائل جہل میں:

مخصوص شرائط کے ساتھ جن صورتوں میں حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے، ان میں مس بالشہوۃ اور نظر بالشہوۃ بھی

ہے، جو شخص اس مسئلے سے ناواقف وجاہل ہو اس کے حق میں حرمت مصاہرت ان صورتوں میں ثابت ہوگی یا نہیں؟

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ مسئلہ میں جہل عذر نہیں، اور ناواقفیت کے باوجود حرمت ثابت ہوجائے گی، اس کی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں:

الف-فقہاء نے صراحت کی ہے کہ مخطی اور ناسی یہاں عامد کے حکم میں ہیں، حالانکہ خطا میں قصد نہیں ہوتا، اور سہو ونسیان میں غفلت ہوتی ہے، اسی لئے آخرت کے اعتبار سے عفو ہیں، جبکہ جہل میں قصد اور تیقظ ہوتا ہے، لہذا جاہل کے حق میں بدرجہ اولی حرمت ثابت ہوگی۔

"ثم لا فرق في ثبوت الحرمة بالمس من كونه عامدا أوناسيا أو مكرها أو مخطئا، كذا في فتح القدير، أو نائما هكذا في معراج الدراية" (الفتاوی الہندیہ ۱/ ۲۷۴)۔

ب-نظر بالشہوۃ اور مس بالشہوۃ کی حرمت مسلم، معلوم، مشہور اور شائع ہے، کیونکہ کسی اجنبیہ کو شہوت کے ساتھ دیکھنا، مس اور بوس وکنار کا حرام ہونا معروف ہے، اور ایسے مسائل معروفہ مشترہ میں جہل عذر نہیں (کما مر)، ہاں! اس پر مرتب ہونے والے نتیجے سے ناواقفیت ہوسکتی ہے، لیکن نتیجہ اور اثر مرتب سے جہالت عذر نہیں، جیسے: کوئی خمر کی حرمت سے تو واقف ہو، اور اس پر واجب ہونے والی حد سے ناواقف ہو، تب بھی اس پر حد جاری ہوگی، کیونکہ جب حرمت سے واقف ہے تو اس پر اس سے بچنا فرض ہے۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں: **"كل من علم تحريم شيء وجهل ما يترتب عليه لم يفده ذلك، كمن علم تحريم الزنا والخمر وجهل وجوب الحد يحد بالاتفاق، لأنه كان حقه الامتناع، وكذا لو علم تحريم القتل وجهل وجوب القصاص يجب القصاص أو علم تحريم الكلام في الصلاة وجهل كونه مبطلا يبطل، أو علم تحريم الطيب على المحرم و جهل وجوب الفدية تجب"** (الأشباہ والنظائر للسیوطی ۲۰۱)۔

ملاحظہ: مذکورہ مسئلے میں بسا اوقات سخت تنگی، مضرت اور حرج لازم آتا ہے، ایسی صورت میں محقق کے لئے یہ گنجائش معلوم ہوتی ہے کہ وہ مذہب شافعی پر فتوی دے۔

طلاق کے بعض احکام میں جہل:

جو لوگ طلاق کے احسن اور حسن طریقے سے واقف نہیں، اور ان کا گمان یہ ہے کہ تین طلاق کے بغیر طلاق واقع نہیں ہوتی، تو کیا یہ ناواقفیت ان کے حق میں عذر ہے، اور ان کی تین طلاق کو ایک مانا جاسکتا ہے؟

اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ طلاق میں جہل کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

ایک یہ کہ کوئی شخص لفظ طلاق کے مدلول ومفہوم اور معنی ہی سے واقف نہ ہو، تو یہ جہل شرعا معتبر ہے، لہذا ایسا شخص

لفظ طلاق یا طلاق پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ اس کے مفہوم کو جانے بغیر استعمال کرے تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اس پر تقریباً فقہاء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے۔

''ردالمحتار'' میں ہے: **"إن الصريح لا يحتاج إلى النية، ولكن لابد في وقوعه قضاء وديانة من قصد إضافة لفظ الطلاق إليها عالما بمعناه، ولم يصرفه إلى ما يحتمله، كما أفاده في الفتح وحققه في النهر احتراز......عما لو لقنته لفظ الطلاق، فتلفظ به غير عالم بمعناه، فلا يقع أصلا على ما أفتى به مشائخ أوزجند، صيانة عن التلبيس وغيرهم من الوقوع قضاء فقط الخ"** (ردالمحتار ۳/ ۲۵۰، فتح القدیر ۴/ ۴-۵، الفتاوی التاتارخانیہ ۴/ ۳۹۸، کتاب الطلاق فصل: ۳)۔

ابن قدامہ فرماتے ہیں: **"فإن قال الأعجمي لامرأته: إنت طالق، ولا يفهم معناه لم تطلق لأنه ليس بمختار الطلاق فلم يقع طلاقه كالمكره"** (المغنی لابن قدامہ ۷/ ۳۹۷)۔

''قواعد الاحکام'' میں ہے: **"فإن كان لا يعرف معانيها مثل إن قال العربي لزوجته: أنت طالق للسنة أو للبدعة وهي حامل بمعنى اللفظين، أو نطق بالفظ الخلع أو غيره أو الرجعة أو النكاح أو الإعتاق، وهو لا يعرف معناه مع كونه عربيا، فإنه لا يؤاخذ بشيء من ذلك إذ لاشعور له بمدلوله حتى يقصد إلى الفظ الدال عليه الخ"** (قواعد الأحکام للعز بن عبدالسلام: ۲/ ۱۲۱، فصل فیمن لفظ لفظا لایعرف معناہ لم یؤاخذ بمقتضاہ)۔

''شرح مختصر خلیل'' میں ہے: **"يعني أن من لقن لفظ الطلاق بالعجمية أو بالعكس فأوقعه وهو لا يعرف معناه فإنه لا يلزمه شيء لا في الفتوى ولا في القضاء لعدم القصد الذي هو ركن في الطلاق، فإن فهم، فإنه يلزمه اتفاقا"** (شرح مختصر خلیل لأبي عبداللہ الخرشی المالکی ۴/ ۳۳)۔

دوسری صورت یہ ہے کہ لفظ کے مدلول ومفہوم سے تو واقف ہو، لیکن اس پر مرتب ہونے والے احکام کی تفصیل سے واقف نہ ہو، تو یہ ناواقفیت وجہالت فقہاء کی تصریح کے مطابق شرعاً عذر نہیں ہے، کیونکہ پہلے یہ قاعدہ ''الاشباہ'' کے حوالے سے گذر چکا کہ **"كل من علم تحريم شيء وجعل ما يترتب عليه لم يفده ذلك"** (الأشباہ للسیوطی: ۲۰۱)۔

یہاں صورتحال یہی ہے کہ ایک شخص یہ تو جانتا ہے کہ ان الفاظ سے نکاح ختم ہو جائے گا اور یہی اس کا مقصد ہے، البتہ اس کی تفصیل سے واقف نہیں ہے کہ کون سی حرمت ثابت ہوگی، اور رجعت کا حق ہوگا یا نہیں؟ اس لئے یہ جہل عذر نہیں، اور مذکورہ صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔

رہی یہ بات کہ ایک طلاق واقع ہوگی یا تین؟ تو اس پر دوسری حیثیت سے بحث کی گنجائش ہے، آئندہ سطور میں یہی بحث مذکور ہے۔

تکرار لفظ کی صورت میں حکم:

کسی نے تکرار لفظ کے ساتھ طلاق دی، جیسا کہ عام جاہلوں کا طریقہ ہے، تو وہاں تکرار میں دو احتمال ہوتے ہیں: تکرار سے مقصود تاکید ہو، یا مقصود تاسیس و استیناف ہو، پہلی صورت میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی، اور دوسری صورت میں تکرار کے مطابق دو یا تین طلاق واقع ہوجائے گی۔

اس سلسلے میں مشہور ضابطے "**التاسیس أولی من التاکید**" کے مطابق کلام کو اعادے کے بجائے استیناف پر محمول کرنا اولی ہے، لیکن اس ضابطے کا محمل وہ مقام ہے جہاں دونوں احتمال مساوی ہوں، کسی ایک معنی پر کوئی وجہ ترجیح موجود نہ ہو، ورنہ اگر خود متکلم کی طرف سے وضاحت ہو، یا عرف و عادت کی بناء پر کوئی معنی ظاہر و راجح ہو، تو اسی پر عمل کیا جائے گا، چنانچہ اگر خود متکلم وضاحت کردے کہ میرا مقصود عادہ و تاکید تھی، تو اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا، ہاں! عدالت میں وہ اپنی خلاف ظاہر نیت میں متہم ہے، اس لئے جب تک کوئی واضح قرینہ اس کے موافق نہیں ہوگا؛ قاضی ظاہر کے مطابق تین طلاق کے وقوع کا فیصلہ کرے گا، البتہ مفتی ایک ہی طلاق کے وقوع کا فتوی دے گا، کیونکہ وہ دیانت پر فتوی دینے کا مکلّف ہے "**المفتي يفتي بالديانة والقاضي يقضي بالظاهر**" (الفتاوی البزازیہ ۲/۷۳)۔

علامہ کشمیری فرماتے ہیں: "محقق علماء نے لکھا ہے کہ مفتی قضاء کے مسئلے میں مداخلت نہ کرے، عام مفتی فی زماننا اس نکتے سے ناواقف ہیں، اور وہ فتوی کے ساتھ ساتھ قضاء میں بھی مداخلت کرجاتے ہیں، حالانکہ یہ جائز نہیں ہے، اور اس کی وجہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ عام فقہی کتابوں میں مسائل قضاء مذکور ہیں، دیانت کے مسائل موجود کتابوں میں مہیا نہیں ہیں، ان کا اہتمام مبسوطات میں ہے، عصر حاضر کے غریب مفتیوں کی وہاں تک رسائی نہیں تو وہ ان ہی مسائل کا ذکر کردیتے ہیں، جو قضاء کی فہرست میں آتے ہیں، اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ سلطنت عثمانیہ میں قاضی حنفی تھا، اور مفتی چاروں مذاہب کے تھے، حنفی قاضی ان کے فتوے کے مطابق فیصلہ کرتا، مفتیوں نے بھی قضاء کے مسئلے لکھنا شروع کردیئے، تاکہ قاضی اس کی تنفیذ کرے، اس طرح قضاء کے مسئلے شائع ذائع ہوگئے اور دیانت کے مسائل عام شہرت حاصل نہ کرسکے، حالانکہ دیانت اور قضاء میں اتفاق ضروری نہیں، بلکہ کبھی دونوں کے احکام بالکل ایک دوسرے کے مخالف ہوتے ہیں" (حیات محدث کشمیری، مولانا انظر شاہ مسعودی: ۲۴۴)۔

اگر شوہر کچھ نیت بیان نہیں کرتا ہے تو عرف یا دیگر قرائن خارجیہ سے کسی ایک معنی کی تعیین ہوجاتی ہے، تو اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا، لیکن اگر عرف سے بھی تعیین نہ ہو اور شوہر کی بھی کوئی نیت نہ ہو، تو اب کسی معنی پر محمول کیا جائے گا؟

مذکورہ صورت میں تین نقطہ نظر ہو سکتے ہیں:

الف-"التاسیس أولی من التأکید" ضابطے کے مطابق عمل کیا جائے۔

ب-شریعت کی نظر میں الفاظ طلاق کی انتہائی اہمیت ہے، حتی کہ ظاہر لفظ ہی کا لحاظ کرتے ہوئے "ہازل" کی طلاق بھی نافذ ہوجاتی ہے، لہذا الفاظ ہی کا اعتبار کیا جائے۔

ج-اکثر کا یقین نہ ہونے کی وجہ سے اقل ہی کا اعتبار کیا جائے۔

"إذا شک في عدد الطلاق أخذ باليقين، وهو الأقل" (ابن عبدالہادی:۱۰۹، القواعد الفقهية وتطبيقاتها في المذاهب الأربعة ۱/۱۰۱)۔

پہلے دو نقطہ نظر کا تقاضہ یہ ہے کہ تین طلاق نافذ ہوں، فقہاء حنفیہ کے یہاں اسی کی تصریح ہے۔

"كرر لفظ الطلاق وقع الكل، وإن نوى التأكيد دين، أي وقع الكل في القضاء، وكذا إذا أطلق أشباه أي بأن لم ينو استينافا ولا تأكيدا، لأن الأصل عدم التاكيد" (ردالمحتار ۳/۲۹۳، الأشباه والنظائر لابن نجيم:۴٦)۔

البتہ حموی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم قضاء ہے۔

"لو كرر لفظ الطلاق ولم ينو الاستيناف ولا التأكيد يقع الكل قضاء، لأنه يجعل تاسيسا لا تاكيدا، لأنه خير من التأكيد" (غمز عيون البصائر ۱/۱۸۸)۔

تیسرے نقطہ نظر کا تقاضہ یہ ہے کہ ایک طلاق نافذ ہو، چنانچہ حنابلہ کا یہی مذہب ہے۔

ابن قدامہ فرماتے ہیں:"فإن قال: أنت طالق طالق طالق، وقال: أردت التوكيد قبل منه، لأن الكلام يكرر للتوكيد، كقوله عليه السلام: "فنكاحها باطل باطل باطل"، وإن قصد الإيقاع وكرر الطلقات، "طلقت ثلاثا" وإن لم ينوشيئا، لم يقع إلا واحدة، لأنه لم يأت بينهما بحرف يقتضي المغائرة، فلا يكن متغايرات" (المغني لابن قدامہ ۷/۴۸۰، الشرح الكبير على المقنع ۲۲/۳٦۲)۔

شافعیہ کے یہاں دونوں وجہ ہیں:"القولين فيمن كرر لفظ الطلاق، ولم ينوالتأكيد ولا الاستيناف:أحدهما حكمه حكم مالو قصد التأكيد، فالتزمه كفارة واحدة، والثاني:حكمه حكم مالوقصد الاستيناف" (البيان في مذهب الشافعي لابن حسين اليمني ۱۰/۵٦۳، ومجموع شرح المهذب ۱۸/۱۱۳، كتاب الإيمان، باب جامع الإيمان)۔

بعض محققین شافعیہ نے عدم تعدد کے قول کو ترجیح دی ہے، چنانچہ علامہ زکریا انصاری فرماتے ہیں:

"لو نوى التأكيد أو أطلق فلا تعدد فيهما، كما لا تتعدد الكفارة فيما لو حنث في إيمان بفعل واحد والترجيح في الإطلاق من زيادته وبه صرح النووي في فتاواه" (أسنى المطالب في شرح روض الطالب ۳/۲۸۹)۔

''حاشیۃ الرملی الکبیر''میں ہے:''**وجهه فيما لو أطلق جريان العادة، بأن الإنسان يكرر اليمين الواحدة مرات**''(أيضا)(یعنی عادۃ تکرار تاکید ہی کے لئے ہوتا ہے، اس لئے اسی پر محمول کیا جائے گا)۔

نووی نے بھی ظہار کے بیان میں اسی کو ترجیح دی ہے(دیکھئے: روضۃ الطالبین وعمدۃ المتقین ۲۷۶/۸)۔

بعض شافعیہ نے ظہار اور طلاق میں فرق کرتے ہوئے طلاق میں تعدد کے قول کو ترجیح دی ہے، اور وجہ بیان کی کہ طلاق کا عدد محصور ہے، اور شوہر اس کا مالک ہے، لہذا جب اس نے تکرار کیا تو ظاہر یہ ہے کہ اپنے پورے اختیار کو استعمال کر رہا ہے(دیکھئے: اسنی الطالب ۳۶۲/۳، الاشباہ للسیوطی: ۸۱)۔

غالبا اس وجہ کی بنیاد یہ ہے کہ تین طلاق ایک ساتھ دینا شافعیہ کے یہاں مباح ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ مکلّف کے تصرف کو مباح پر محمول کرنا ممنوع پر محمول کرنے سے بہتر ہے،''**تصحيح العقود واجب ما أمكن، لأن أمور المسلمين محمولة على الصلاح دون الفاسد......تصرف العاقل يتحري تصحيحه ما أمكن**''۔

مالکیہ کے یہاں بھی تین طلاق واقع ہوجائے گی، البتہ''الشامل فی فقہ مالک'' کے ایک قول کے مطابق ایک ہی واقع ہوگی، الا یہ کہ استیناف کی نیت ہو(دیکھئے: شرح مختصر خلیل للخرشی ۵۰/۴، حاشیۃ الصاوی ۵۷۱/۲، التوضیح فی شرح مختصر ابن حاجب ۳۸۱/۴، المختصر الفقہی لابن عرفہ ۱۸۵/۴، الشامل فی فقہ مالک، ارکان الطلاق ۴۱۰/۱، جامع الامہات: ۲۹۷)۔

الغرض مسئلہ اجتہادی ہے، نہ منصوص ہے، اور نہ مجمع علیہ، لہذا اس کی گنجائش ہے کہ مذکورہ صورت میں کوئی نیت نہ ہو تو ایک طلاق کے وقوع کا فتوی دیا جائے، اور اس کی دو بنیادیں ہیں:

۱- کلام کے محتمل ہونے کی وجہ سے ایک سے زیادہ طلاق کے وقوع میں شک ہے، جبکہ ایک طلاق کا وقوع یقینی ہے۔

۲- جب کلام محتمل ہے تو مکلّف کے کلام وتصرف کو اس وجہ پر محمول کرنا اولی ہے، جو شرعا مباح وجائز ہے، جبکہ ایک ہی لفظ میں تین طلاق ممنوع ہے۔

مذکورہ حکم اس صورت پر بھی منطبق ہوگا جب متکلم جہالت کی وجہ سے یہ سمجھتا ہو کہ تین ہی مرتبہ کہنے سے طلاق واقع ہوگی۔

☆☆☆

جہل وناواقفیت کے اصول واحکام اورضوابط

مفتی اقبال احمد قاسمی☆

جہل کی تعریف:

''جہل'' کا لفظ لغۃً علم کی ضد ونقیض کے طور پر بولا جاتا ہے، یعنی خلاف علم قول وفعل کو جہل کہتے ہیں۔

''**الجهل لغةً: نقيض العلم و ضده**'' (تہذیب اللغۃ ۶/ ۵۶،لسان العرب ۱/ ۴۸۰)۔

اصطلاحی تعریف:

''جہل'' منقول شرعی اور اصطلاحی لفظ ہے؛ لہذا اس کی اصطلاحی تعریف بھی واضح ہونی چاہیے، جس پر احکام و اثرات مرتب ہوسکیں اور اس کا مصداق واضح ہو سکے، فقہا نے جہل کی اصطلاح کی توضیح کے لیے مختلف تعبیرات اختیار کی ہیں۔

مثلاً: علی بن محمد علی الجرجانیؒ نے ''**كتاب التعريفات**'' میں فرمایا:

''**الجهل وهو اعتقاد الشئ على خلاف ما هو عليه**'' (کتاب التعریفات، ص: ۱۴۲)۔

علامہ تفتازانیؒ نے ''**التلويح**'' میں ان الفاظ میں تعریف کی ہے:

''**وهو عدم العلم عمامن شأنه أن يعلم**'' (شرح التلویح ۱/ ۳۷۷)۔

علامہ رافعیؒ نے تعریف کو مزید جامع بناتے ہوئے لکھا ہے:

''**الجهل معناه المشهور: الجزم بكون الشئ على خلاف ماهو عليه، ويطلق ويراد به عدم العلم بالشئ**'' (نقلہ عنہ الزرکشی في تشنیف المسامع ۱/ ۲۲۸؛ بحوالہ: الجهل وأثره، ص: ۲۹)۔

اصطلاحی تعریف کے تحت جہل کی دوقسمیں: ''(۱) بسیط و(۲) مرکب'' کی بحث بھی ضمناً آتی ہے؛ لیکن بسیط و مرکب کی تفصیلات پر آگے کے مسائل موقوف نہیں ہیں، اس لیے اس بحث کو مزید طول دینے کا کوئی خاص فائدہ نہیں۔

☆ کانپور، اتر پردیش۔

جہل وجہالت کا فرق:

فقہاء کے استعمال میں جہل اور جہالت کی اصطلاحوں کے درمیان یہ فرق ہے کہ فقہاء جہل کا استعمال اس وقت کرتے ہیں؛ جبکہ انسان اپنے عقیدہ، قول یا فعل میں جہل سے متصف ہو اور جہالت کا استعمال شئ مجہول کی جہالت سے متصف ہونے کی حالت میں کرتے ہیں، گویا جہل جاہل کی صفت ہے اور جہالت شئ مجہول کی طرف منسوب ہے، "**الموسوعة الفقهية**" میں ہے:

"**التفرقة بين مصطلحي (الجهل والجهالة) في استعمال الفقهاء لهما حيث يستعملون الجهل في حالة اتصاف الإنسان به في اعتقاده أوقوله أو فعله، ويستعملون الجهالة في حالة اتصاف الشيئ المجهول بها**"(موسوعہ فقہیہ ۱۶/ ۱۹۸،جہل:۱)۔

احکام شرعیہ میں اہلیت کی شرط اورعوارضِ اہلیت میں جہل کا شمار:

شریعت نے بندوں کو جو احکام کا مکلّف بنایا ہے، اس کے لیے بندوں کے اندر احکام شرعیہ کی اہلیت کو مشروط قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: "**لايكلف الله نفسا إلا وسعها**" (البقرۃ:۲۸۶)، انسان کا کسی شئ کی اہلیت رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس بات کی صلاحیت رکھتا ہو کہ وہ شئ اس سے صادر ہوسکے اور شرعی حقوق اس کے لیے یا اس پر واجب کیے جاسکیں، دراصل یہ اہلیت وصلاحیت ایک خداداد امانت ہے جس کے ساتھ انسان ممتاز ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: "**وحملها الإنسان**"(الأحزاب:۷۲)، یہی وجہ ہے کہ احکام کا مکلّف انسان ہے دیگر حیوانات اہلیت وصلاحیت سے محروم ہیں، اس لیے وہ مکلّف بھی نہیں۔

انسان جو احکام شرع کا اہل ہے کبھی ایسے مخصوص احوال وعوارض سے دوچار ہوتا ہے جو اس کی اہلیت میں خلل انداز ہوتے ہیں اور وہ اس کی اہلیت کو سابقہ حالت پر باقی نہیں چھوڑتے؛ چنانچہ بعض امور تو اہلیتِ وجوب ہی کو زائل کردیتے ہیں، جیسے موت اور بعض امور اہلیتِ ادا کو زائل کردیتے ہیں، جیسے نیند، بے ہوشی اور بعض امور اہلیتِ وجوب یا اہلیتِ ادا کو تو زائل نہیں کرتے؛ البتہ بعض احکام میں تغیر پیدا کردیتے ہیں جیسے سفر۔

بہرحال عوارضِ اہلیت کئی طرح کے ہیں، فقہاء نے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے ہم اجمالاً عوارض شمار کرتے ہوئے اصل مدعا پر آتے ہیں، نورالانوار وحسامی وغیرہ کے مطابق عوارض کی دو قسمیں ہیں: (۱) سماوی (۲) کسبی

(۱) عوارض سماویہ سے مراد وہ عوارض ہیں جو من جانب اللہ ثابت ہوں اور بندے کے اختیار کو اس میں کوئی دخل نہ ہو؛ عوارضِ سماویہ گیارہ ہیں: (۱) صغر (نابالغی) (۲) جنون (مسلوب العقل ہوجانا) (۳) عتہ (عقل میں خلل)

(۴)نسیان (بھول) (۵) نوم (نیند) (۶) اغماء (بے ہوشی) (۷) رقیت (غلامی) (۸) مرض (بیماری) (۹) حیض (ماہ واری) (۱۰) نفاس (خون بعدولادت (۱۱) موت۔

(۲) عوارض کسبیہ: کسبی عوارض وہ ہیں جس میں بندوں کا خود دخل ہو اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) کسبی لذاتہ، یعنی وہ جو خود مکلّف کی طرف سے پائے جائیں۔ (۲) کسبی لغیرہ: یعنی وہ جو اس کے علاوہ کی طرف سے حاصل ہوں۔

پہلی قسم: یعنی جو خود مکلّف کی طرف سے حاصل ہوں ایسے عوارض چھ ہیں: (۱) جہل (۲) خفتِ عقل (۳) نشہ (۴) ہزل (۵) خطا (۶) سفر۔

دوسری قسم: یعنی وہ کسبی عارض جو دوسرے کی طرف سے حاصل ہو اس کی صورت صرف اکراہ ہے، پھر اکراہ کی دو صورتیں ہیں: اکراہِ کامل اور اکراہِ ناقص۔

بہر حال احکام شرعیہ کی اہلیت سے جو امور مانع ہوتے ہیں یا اہلیت میں جن اعذار وعوارض کا اعتبار و شمار ہوتا ہے ان میں جہل کا بھی فقہانے اعتبار کیا ہے، یعنی عوارض کسبیہ میں اس کو داخل مانا ہے، جس کی مختصر تفصیل آگے آرہی ہے۔

عذر بالجہل کے چند دلائل:

(۱) "**ربنا لاتؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا**"(البقرۃ:۲۸۶)(اے ہمارے پروردگار! ہماری پکڑ نہ کیجیے اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں)۔

"**الخطأ هنا أنه: عدم الإصابة في العمل لجهل بالحكم الشرعيّ فيه**"(تفسیر ابن کثیر ۱/ ۶۷۳)۔

یعنی مفسرین نے خطا کی تشریح کی ہے کہ ناواقفیت سے کوئی خلافِ شرع کام کر گذرے (تو اس پر مواخذہ نہیں)۔

(۲) "**وما كان الله ليضلّ قومًا بعد إذ هداهم حتى يبين لهم ما يتقون**"(التوبۃ:۱۱۵)(اللہ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت دے کر بعد میں گمراہ کردے؛ جب تک کہ ان کو وہ چیزیں واضح کر کے نہ بتلادے کہ جن سے وہ بچیں)۔

یعنی اللہ تعالی کا اصول ہے کہ جب تک لوگوں کو علم نہ ہو جائے اس وقت تک اللہ تعالی اپنے بندوں کو عذاب نہیں دیتے۔

(۳)"**لايؤاخذكم الله باللغو في أيمانكم ولكن يؤاخذكم بما عقدتم الأيمان**"(المائدۃ:۸۹)(اللہ تمہاری لغو قسموں پر تمہاری پکڑ نہیں کرتا؛ لیکن ایسی قسموں پر پکڑتا ہے جن کو تم مضبوط کردو یعنی جن کا تم نے پختہ ارادہ کیا ہو)۔

(۴)"**لئلّا يكون للنّاس على الله حجة بعد الرسل**"(النساء:۱۶۵)(تاکہ لوگوں کے لیے اللہ کے سامنے

پیغمبروں کے آجانے کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہ جائے)۔

(۵) "**لایکلف الله نفسًا إلّا وسعها**"(البقرۃ:۲۸۵)(اللہ پاک کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں بناتے)۔

"**قال جماهیر أهل العلم: أن من شرط صحة التکلیف أن یکون المکلف عالما بما کلف به**"(القواعد لابن اللحام،ص:۹۳،القاعدۃ الثامنۃ)(جمہور علما کے نزدیک بندے کے مکلّف ہونے کی شرط یہ ہے کہ بندہ ان چیزوں سے واقف ہو جس کا اس کو مکلّف بنایا گیا ہے)۔

(۶) احادیث نبویہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض مواقع میں جہل کی بنا پر انسان کو معذور مانا جائے گا اور اس کو علم سے آراستہ کرنے کے بعد ہی اس پر احکام مرتب ہوں گے؛ چنانچہ ایک مشہور حدیث ہے: عبداللہ بن اوفی سے روایت ہے انہوں نے کہا: جب حضرت معاذؓ شام سے واپس آئے تو نبی کریم ﷺ کو سجدہ کیا، آپ نے فرمایا: اے معاذ! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں شام گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ لوگ اپنے پادریوں اور رؤسا کو سجدہ کرتے ہیں، مجھے اپنے دل میں یہ بات اچھی لگی کہ ہم لوگ آپ کے ساتھ ایسا کریں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو، اگر میں کسی کو اللہ کے سوا کے لیے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے عورت اپنے رب کا حق تب تک ادا نہیں کرسکتی جب تک وہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے اور اگر شوہر اس سے خواہش کا اظہار کرے اور وہ اونٹ کے کجاوے پر بیٹھی ہو تو بھی انکار نہ کرے، یہاں چونکہ حضرت معاذؓ سے سجدہ کا ظہور لاعلمی میں ہوا اس لیے مواخذہ نہ ہوا (سنن ابن ماجہ:۱۸۵۳)۔

اسی طرح ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"**والذي نفس محمد بیده، لایسمع بي أحدمن هذه الأمة یهودي، ولانصراني، ثمّ یموت ولم یؤمن بالذي أرسلت به، إلا کان من أصحاب النّار**"(صحیح مسلم:۱۵۳)(اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اس امت میں سے کوئی بھی خواہ وہ یہودی ہے یا عیسائی، میرے بارے میں سن لے پھر جو کچھ مجھے دے کر بھیجا گیا اس پر ایمان نہ لائے تو وہ یقیناً آگ والوں میں سے ہی ہوگا)۔

آپ نے سننے کی قید لگائی، معلوم ہوا کہ اگر پتہ نہ چل سکے تو وہ معذور ہوں گے، جیسا کہ "**وماکنا معذبین حتّی نبعث رسولا**"(الأسراء:۱۵) کے تحت مفسرین نے تفصیل سے لکھا ہے (دیکھیے: روح المعانی ۵/۶۰ تحت ہذہ الآیۃ)۔

جہل بہ حیثیتِ عذر کہاں قابلِ قبول ہے اور کہاں نہیں؟

یہ حقیقت ہے کہ جہل اور حکمِ شرع سے ناواقفیت کو عام حالات میں شرعی عذر نہیں تسلیم کیا گیا ہے؛ بلکہ چند ہی مواقع

اور مستثنیات ہیں جہاں جہل کو معتبر عذر مانا گیا ہے، مثلاً جو لوگ ایسے علاقوں میں آباد ہیں جہاں حصولِ علم کے اسباب وذرائع میسر نہیں اور معتبر علما وفقہا سے رابطہ بھی قائم کرنا مشکل ہو اور پھر لاعلمی میں اس سے کوئی خلافِ شرع قول وفعل کا ارتکاب ہوتا ہے تو شرعاً وہ معذور مانا جا سکتا ہے۔

"الجريمة والعقوبة في الفقه الإسلامي: الجهل" میں ہے:

"فلا يصح لأحد يقيم في الديار الإسلامية من المسلمين أن يدعى أنه يجهل تحريم الخمر، أو يدعى أنه يجهل تحريم الزنا، ففرض العلم بالشريعة وأحكامها أمر ثابت لايسع مسلما يقيم في بلاد المسلمين الجهل به، وعلى ذلک لايعد الجهل عذرا ولايسقط جريمة أو عقوبة" (الجريمة والعقوبة في الفقه الإسلامي: الجهل لأبي زهرة، ص: ۳۵۴، ط:)۔

اب یہ مسئلہ اہم ہے کہ جہل کے معتبر ہونے کا معیار کیا ہوگا؟ اور اس سلسلہ کے معاون رہنما اصول وضوابط کیا ہیں؟ نیز یہ کہ جہل کہاں اسقاطِ حکم کا سبب ہوگا اور کہاں تخفیف یا عفو کا؟

اس سلسلہ میں چند منتخب ضابطے قلم بند کیے جاتے ہیں:

ضابطہ نمبر: ۱

جہاں دین کی معلومات اور مسائل کا علم ممکن ہے وہاں لاعلمی اور جہل عذر نہیں ہوگا؛ بل کہ غلط عمل کی تصحیح اور اعادہ لازم ہوگا، جیسا کہ حدیث پاک سے یہ اصول واضح ہوتا ہے:

"عن البراء بن عازب ـ رضي الله عنه ـ قال: خطبنا النبي ـ ﷺ ـ يوم الأضحى بعد الصلاة، فقال: من صلّى صلاتنا، ونسک نسكنا، فقد أصاب النسک، ومن نسک قبل الصلاة فلا نسک له، فقال أبوبُردة بن نيار ـ خال البراء بن عازب: يا رسول الله! إنّي نسكتُ شاتي قبل الصلاة، وعرفتُ أن اليوم يوم أكل وشرب، وأحببت أن تكون شاتي أول ما يذبح في بيتي، فذبحت شاتي، وتغذيت قبل أن آتي الصلاة، فقال: شاتک شاة لحم، قال: يا رسول الله! فإن عندنا عناقًا هي أحب إليّ من شاتين أفتجزي عني؟ قال: نعم، ولن تجزي عن أحد بعدک" (أخرجه البخاري والمسلم والنسائي وابن ماجة)۔

علامہ ابن دقیق العید اس حدیث سے یہ اصول مستنبط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وفي قول النبيّ ـ ﷺ ـ شاتک شاة لحم دلالة على إبطال كونها نسكا، وفيه دليل على أن المامورات إذا وقعت على خلاف مقتضى الظاهر لم يعذر فيها بالجهل" (إحكام الأحكام لابن دقيق العيد ۴/ ۳۴۳)۔

ضابطہ نمبر:۲

جہل کے عذر ہونے نہ ہونے میں مامورات ومنہیات میں فرق ہے، یعنی مامورات میں جہل عذر نہیں ہوتا (جیسا کہ اوپر کی مثال میں) نبی کریم ﷺ نے حکم دیا: "من ذبح قبل أن يصلي فلْيذبح أخرى مكانها" یعنی جس نے ناواقفیت سے عید کی نماز سے قبل قربانی کی وہ دوبارہ قربانی کرے، جبکہ منہیات وممنوعات جس کا ارتکاب جہل کی وجہ سے ہوگیا ہوتو شرعًا وہ معذور قرار دیا جاسکتا ہے، یعنی اس پر گناہ نہ پڑے کہ اس نے بالقصد گناہ نہیں کیا، مامورات ومنہیات کا یہ فرق علامہ ابن دقیق العید نے ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں:

"وقد فرقوا في ذلک بين المأمورات والمنهيات، فعذروا في المنهيات بالنسيان والجهل؛ كما جاء في حديث معاوية بن الحكم حين تكلم في الصلاة، وفرق بينهما بأن المقصود من المأمورات: إقامة مصالحها. وذلک لايحصل إلا بفعلها، والمنهيات مزجور عنها بسبب مفاسدها، امتحانًا للمكلف بالانكفاف عنها؛ وذلک إنما يكون بالتعمّد لارتكابها، ومع النسيان والجهل لم يقصد المكلف ارتكاب المنهي: فعذر بالجهل فيه" (إحكام الأحكام لابن دقيق العيد ۴/ ۳۴۳)۔

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

"اتفق أهل العلم أن الجهل مسقط للإثم والعقوبة في الآخرة.....كما اتفقوا على أنه ليس مسقطا لجميع الأحكام" (الأشباہ والنظائر للسیوطي، ص:۱۲۵)۔

ضابطہ نمبر:۳

فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ جہل حقوق العباد میں مؤثر نہیں، یعنی جہالت کی وجہ سے اگر کسی انسان کا حق ادا کرنے سے رہ گیا تو اب اس کی ادائیگی واقفیت کے بعد لازم ہے جہل سے وہ حق ساقط نہ ہوا جیسا کہ "**قواعد الفقه**" میں ہے:

"اتفقوا على أن حقوق الآدميين لاتسقط بالجهل والخطأ والنسيان بالجملة" (القواعد الفقهية من خلال كتاب المغني، ص:۳٦۰ بحوالہ: الجهل وأثره بدر بن محمد)۔

ضابطہ نمبر:۴

اگر کسی شئ کی حرمت کا تو علم ہو؛ لیکن اس فعل پر مرتب ہونے والی سزا کا علم نہ ہو تو یہ سزا سے جہل، سزا کی معافی کا سبب اور عذر نہ ہوگا، مثلاً شراب وزنا کی حرمت سے کوئی واقف ہو؛ لیکن ان کی سزا سے ناواقف ہو تو شرعًا اس کی سزا اس کی جہالت کی وجہ سے معاف نہ ہوگی۔

”اتفقوا على أن العلم بتحريم الشئ والجهل بعقوبته لايعذر به صاحبه كمن علم بتحريم الزنا ولم يعلم عقوبته، فإنه لايعذر بذلك“ (التقریر والتحبیر ۴۱۶/۳)۔

ضابطہ نمبر:۵

ایسے الفاظ جس کے معنی سے بولنے والا ناواقف ہو اور معنی کی جہالت کے ساتھ اُن لفظوں کو اس سے کہلایا جائے تو شرعاً معنی کا جہل عذر ہوگا اور ان الفاظ سے کوئی حکم متعلق نہ ہوگا، مثلاً کسی عجمی گنوار سے جو عربی کے لفظ طلاق وعتاق، یمین وغیرہ سے ناواقف ہو اس سے یہ الفاظ ادا کرائے گئے، تو شرعاً اس سے کوئی طلاق، عتاق وغیرہ واقع نہ ہوگی، بدر بن محمد بن عبدالعزیز المحمود نے اپنے مقالہ میں لکھا ہے:

” (الجهل بمعنى اللفظ مسقط لحكمه) ذكر هذه القاعدة الزركشي وتبعه عليها السيوطي الأشباه، ومثلوا عليها بالأعجمي لو نطق بكلمة طلاق أو عتاق أو بيع أو شراء، ونحو ذلك لم يؤخذ بشئ منه؛ لأنه لم يلتزم مقتضاه“ (الأشباہ والنظائر ص:۱۲۶، الجهل وأثره ص:۱۴)۔

ضابطہ نمبر:۶

ایسی چیزیں جن کی حرمت سے عام طور پر لوگ واقف ہوتے ہیں، اگر کوئی شخص اس ناواقفیت اور جہل کا عذر کرے تو اسی وقت معتبر ہوگا؛ جبکہ وہ نومسلم ہو یا ایسے دور دراز دیہات اور صحرا کا باشندہ ہو کہ وہاں تک علم کی روشنی نہ پہنچی ہو اور وہ علم کے وسائل سے محروم رہ گیا ہو، چوری، شراب، نماز میں گفتگو اور روزہ میں مفسداتِ صوم کا ارتکاب وغیرہ میں یہی حکم جاری ہوگا۔

علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں:”كل من جهل تحريم شيئ مما يشترك فيه غالب الناس لم يقبل منه دعوى الجهل، إلا أن يكون قريب عهد بالإسلام أو نشأ ببادية بعيدة يخفى فيها مثل ذلك كتحريم الزنا والقتل والسرقة والخمر والكلام في الصلاة والأكل في الصوم“ (الأشباہ والنظائر)۔

ضابطہ نمبر:۷

اگر کوئی کافر دارالاسلام میں اسلام قبول کرے اور اس کو احکام شرعیہ کا علم نہ ہو تو اس پر احکام شرعیہ کا علم حاصل کرنا واجب ہے اور اگر اس نے حصولِ علم کو ترک کر دیا تو اس کو معذور نہ سمجھا جائے گا؛ کیونکہ وہ حصولِ علم اور ازالۂ جہالت پر قادر ہے، چنانچہ علامہ کاسانیؒ رقم طراز ہیں:

”بخلاف الذي أسلم في دارالإسلام لأنّه ضيع العلم حيث لم يسأل المسلمين عن شرائع

الدين مع تمكنه من السؤال والوجوب متحقق، فيحق من ضيع العلم الخ"(بدائع الصنائع ۱/ ۳۴۳)۔

(برخلاف اس شخص کے جس نے دارالاسلام میں رہ کر اسلام کو قبول کیا (تو اس کی ناواقفیت لائقِ عذر نہیں ہے) اس لیے کہ اس نے علم کے ضیاع کا ارتکاب کیا ہے؛ کیونکہ اس نے دینی احکام کے بارے میں مسلمانوں سے دریافت نہیں کیا؛ حالانکہ وہ دریافت کرسکتا تھا اور جو شخص علم حاصل نہ کرے تو اس کے حق میں وجوب متحقق ہوتا ہے)۔

اسی طرح اگر کوئی مسلمان دارالاسلام میں رہتے ہوئے دینی احکام سے واقفیت حاصل نہیں کررہا ہے، تو اس کو بھی جہالت کی بنا پر معذور نہ سمجھا جائے گا؛ چنانچہ اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ابن رجب حنبلی رقم طراز ہیں:

"**إذا زنا من نشأ في دارالإسلام بين المسلمين وادعى الجهل بتحريم الزنا لم يقبل قوله؛لأن الظاهر يكذبه، وإن كان الأصل عدم علمه بذلک**"(القواعد في الفقه الإسلامي لابن رجب،۱/ ۳۳۱)۔

(جس کی نشو ونما مسلمانوں کے درمیان دارالاسلام میں ہوئی ہو اور وہ زنا کا ارتکاب کررہا ہے؛ اگرچہ اصلاً اس کو حرمتِ زنا کا علم نہ ہو) علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

"**وأما إذا كان الجاحد لها ناشئا في الأمصار بين أهل العلم، فإنه يكفر بمجرد جحدها وكذالک الحكم فيمباني الإسلام كلها**"(المغنی ۹/ ۲۱)۔

(اگر نماز کے منکر کی نشو ونما شہری علاقوں میں علما کے درمیان ہوئی ہے تو محض نماز کے انکار سے ہی وہ کافر ہوجائے گا اور یہی حکم اسلام کے تمام بنیادی احکام کا ہے)، استاذ عبدالقادر عودہ فرماتے ہیں:

"**أما إذاكان مدعى الجهل ناشئا بين المسلمين أو أهل العلم، فلا يقبل معه الإدعاء بالجهل**" (التشريع الجنائي الإسلامي مقارنا بالقانون الوضعي ۱/ ۴۳۱)۔

(اگر جہالت کا دعوی کرنے والے کی نشو ونما مسلمانوں یا اہلِ علم کے درمیان ہوتی ہے تو اس کا دعویٰ جہالت قابلِ قبول نہ ہوگا)۔

ضابطہ نمبر:۸

اگر ناواقف شخص نیا نیا مسلمان ہے اور اس کو احکام کا علم حاصل کرنے کی مہلت نہ ملی ہو تو وہ بھی معذور ہے اور اگر مہلت کے باوجود علم حاصل نہ کیا تو وہ معذور نہ سمجھا جائے گا۔ چناں چہ امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

"**والمقصود أن من قصد الخير بمعصية عن جهل فهو غير معذور، إلا إذا كان قريب العهد بالإسلام ولم يجد بعد مهلة التعليم**"(إحياء علوم الدين ۴/ ۳۸۹)۔

مطلب یہ ہے کہ جس نے ناواقفیت کی بنا پر معصیت کا ارتکاب کرکے خیر وبھلائی کا ارادہ کیا ہے تو وہ معذور نہیں

ہے؛الا یہ کہ وہ نیا نیا مسلمان ہوا ہو اور اس کو ابھی تعلیم کی مہلت نہ ملی ہو، ابن قدامہ حنبلی رقم طراز ہیں:

”لاخلاف بين أهل العلم في كفر من تركها (الصلاة) جاحدا لوجوبها إذاكان ممن لايجهل مثله ذلک، فإن كان ممن لايعرف الوجوب كحديث العهد بالإسلام والنّاشئ بغير دار الإسلام أو بادية بعيدة عن الأمصار، وأهل العلم لم يحكم بكفره“(المغنی ۲۱/۹)۔

(اہلِ علم کے درمیان اس شخص کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں ہے جس نے نماز کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے نماز کو ترک کیا ہو بشرطیکہ اس جیسا شخص اس سے ناواقف نہ رہ سکتا ہو؛ کیونکہ اگر وہ ایسا ہو کہ وجوبِ نماز کا اس کو علم ہی نہ ہو، مثلاً نیا نیا مسلمان ہوا ہو اور دارالاسلام کے علاوہ کہیں اور اس کی نشو ونما ہوئی ہو یا شہر اور اہلِ علم سے دور کسی دور دراز دیہات میں اس کی نشو ونما ہوئی ہو تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا)۔

ضابطہ نمبر:۹

جن مسائل کی تفصیلات سے لوگ ناواقف ہوتے ہیں یا جو مسائل غامض ودقیق یا خفی ہیں اُن سے جہل وناواقفیت بھی شرعاً عذر قرار پائے گی؛ لہٰذا اگر کوئی شخص مسائل خفیہ سے ناواقف وجاہل ہے کہ جن کا علم بہت سے مسلمانوں کو نہیں ہے تو بھی وہ معذور سمجھا جائے گا؛ البتہ اگر ایسے مسائل سے ناواقفیت کا دعوی کرے جن کا تعلق ضروریاتِ دین سے ہے اور ان کے مسائل کے بارے میں سب ہی واقف ہوں تو اس کی ناواقفیت لائقِ عذر نہ ہوگی۔

مثلاً اگر دو گواہوں کی گواہی کی وجہ سے کسی کو قتل کر دیا گیا بعد میں گواہوں نے گواہی سے رجوع کیا اور کہا کہ ہم نے قصداً جھوٹی گواہی دی تھی؛ لیکن ہم کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ہماری گواہی کی وجہ سے اس کو قتل کر دیا جائے گا، تو ان گواہوں سے قصاص نہیں لیا جائے گا؛ کیونکہ اس کا علم بہت سے لوگوں کو نہیں ہے (کمافي الأشباہ)۔

علامہ نوویؒ رقم طراز ہیں: ”جہاں تک ان اجماعی امور کا تعلق ہے کہ جن کا علم صرف خواص کو ہے، مثلاً پھوپھی کے یا خالہ کے نکاح میں رہتے ہوئے اس کی بھتیجی یا اس کی بھانجی سے نکاح کرنا، عمداً قتل کرنے والے کو وراثت میں حصہ نہ ملنا اور جدہ کے لیے چھٹا حصہ ہونا اور اس جیسے دوسرے احکام، تو ان کا منکر کافر نہ ہوگا؛ بل کہ ان احکام کے سلسلے میں وہ معذور ہوگا؛ کیونکہ ان جیسے احکام عوام کے درمیان مشہور نہیں ہیں“ (شرح النووي علی مسلم ۲۰۵/۱)۔

ضابطہ نمبر:۱۰

بعض دفعہ لاعلمی میں انسان کچھ کا کچھ سمجھ بیٹھتا ہے اور بعد میں وہ جہالت کھلتی ہے، ایسی صورت میں اگر جہالت سے کوئی ایسا ہی کام ہو جائے، جس سے بچنا عام طور پر متعذر رہے تو بھی وہ معذور سمجھا جائے گا۔

’’مثلاً کسی نے اجنبیہ سے اپنی بیوی یا باندی سمجھ کر وطی کر لی یا مثلاً نجس کھانے کو پاک سمجھ کر کھالیا یا مثلاً کسی نے شراب کو جلاب سمجھ کر پی لیا، یا مثلاً کسی نے ایسے مسلمان کو حربی سمجھ کر قتل کر دیا جو کفار کی صف میں تھا، تو ان سب صورتوں میں اس کی جہالت لائقِ عذر ہے‘‘ (الفروق للقرافي ۲/ ۱۵۵)۔

علامہ قرافیؒ نے اس سلسلہ میں یہ ضابطہ تحریر فرمایا ہے کہ: ’’لائقِ عذر وہ جہالت ہے جس سے بچنا متعذر رہے اور جس سے احتراز متعذر نہیں ہے تو وہ لائقِ عذر نہیں ہے‘‘ (الفروق للقرافي ۲/ ۱۵۵)۔

ضابطہ نمبر: ۱۱

اگر جہالت اجتہادِ صحیح کے موقع پر یا شبہ کے موقع پر واقع ہو تو یہ جہالت بھی لائقِ عذر ہے۔

علامہ حمویؒ فرماتے ہیں: ’’مطلب یہ ہے کہ جہالت کتاب اللہ یا سنت یا اجماع کے مخالف نہ ہو؛ لہذا یہ جہالت جو مخالف نہیں ہے، لائقِ عذر ہے مثلاً پچھنا لگانے والے نے روزہ توڑ دیا یہ سمجھتے ہوئے کہ پچھنا لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، تو اس پر کفارہ نہیں ہے؛ کیونکہ اس کی جہالت اجتہادِ صحیح کے موقع پر واقع ہوتی ہے اور یہ اس لیے کہ پچھنا لگانا امام اوزاعیؒ کے نزدیک مفسدِ صوم ہے جس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا فرمان: ’’أفطر الحاجم والمحجوم‘‘ ہے اور یہ لائقِ عذر اس وقت ہے جب کہ اس کا گمان کسی مفتی کے فتوے یا حدیث شریف کے سننے پر مبنی ہو اور اگر کسی ایک پر بھی مبنی نہیں ہے، تو بالاتفاق اس پر قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں‘‘ (غمز عیون البصائر ۳/ ۲۹۹)۔

اور اگر اس کا اجتہاد کتاب اللہ اور سنتِ مشہورہ کے خلاف ہے تو اس کی جہالت لائقِ عذر نہ ہوگی، مثلاً بغیر وطی کے عورت کا شوہرِ اول کے لیے حلال ہونا حضرت سعید بن المسیب کا مذہب ہے؛ لیکن یہ سنتِ مشہورہ ’’حدیث عسیلہ‘‘ کے مخالف ہے؛ لہذا یہ لائقِ عذر نہیں ہے، حتی کہ اگر قاضی اس جیسے مسئلہ میں فیصلہ کر دے تب بھی اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا (التوضیح مع شرح التلویح ۲/ ۳۹۲)۔

۲-عقائد کے باب میں جہل کا اثر:

صحیح عقیدہ ہی دینِ اسلام کی اصل اور ملت اسلامیہ کی بنیاد ہے، خدانخواستہ عقائد میں ہی اگر بگاڑ ہو تو پھر دیگر اعمالِ خیر کی بھی خیر نہیں؛ ’’**كما قال الله تعالى: ومن يكفر بالإيمان فقد حبط عمله وهو في الآخرة من الخاسرين**‘‘ (المائدۃ:۶)۔

موجودہ زمانہ میں دینِ اسلام سے بےزاری اور اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کے نتیجہ میں اسلام مخالف عقائد کی وبا عام ہے جو پوری امتِ مسلمہ کے لیے لمحۂ فکریہ ہے، آج کتنے نام نہاد مسلمان عصری تعلیم سے آراستہ یا دین و دنیا دونوں ہی

تعلیم سے بے خبر ایسے مل جائیں گے، جنہیں ایمان وکفر، حق وباطل، توحید وشرک کی کوئی تمیز نہیں اور دینِ اسلام کے بنیادی عقائد سے بھی منحرف ہیں جو اس حدیث پاک کا مصداق ہیں کہ قیامت سے قریب اندھیری رات کی طرح فتنے رونما ہوں گے کہ اس وقت انسان صبح کو مؤمن ہوگا تو شام کو کافر، پھر شام کو مؤمن ہے تو صبح کافر ہوگا، لوگ اپنا دین معمولی دنیا کی خاطر بیچ ڈالیں گے:

"عن أنس بن مالک تکون بین یدي الساعة فتن کقطع اللیل المظلم، یصبح الرجل فیها مؤمنا ویمسي کافرا ویمسي مؤمنا ویصبح کافرا، یبیع أقوام دینهم بعرض الدنیا" (أخرجه الترمذي وأبو یعلی والحاکم باختلاف یسیر، السلسلة الصحیحة، ص:۸۱۰)۔

یہ صورتِ حال تو جب ہے کہ علم وخبر، واقفیت وآگہی کے سارے وسائل دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، ادنی سی کوشش کے بعد وہ اسلامی عقائد کو جان سکتا ہے، سیکھ سکتا ہے، پھر بھی وہ جہالت کا مظاہرہ کرتا ہے، تو وہ شرعاً معذور نہیں قرار دیا جا سکتا، اسی لیے حدیثِ بالا میں اس کو کافر سے تعبیر کیا گیا ہے، تمام تر علم کے ذرائع کے باوجود اگر اس طرح جہل کو عذر قرار دیا جانے لگے، تو بہ قول امام شافعیؒ جہل علم سے بہتر کہلائے گا، اس لیے کہ جہل کی وجہ سے وہ بے نیاز اور گناہ وعتاب سے آزاد ہو جائے گا اور اپنے کو معذور سمجھے گا حالانکہ یہ بداہۃً غلط ہے، "**الموسوعة الفقهیة**" میں ہے:

"أن أعذار الجاهل من باب التخفیف لا من حیث جهله، ولهذا قال الشافعيؒ لو عذر الجاهل لأجل جهله لکان الجهل خیرًا من العلم إذ کان یحط عن العبد أعباء التکلیف ویریح قلبه من ضروب التعنیف، فلا حجة للعبد في جهله بالحکم بعد التبلیغ والتمکین؛ لئلّا یکون للناس علی الله حجة بعد الرسل" (النساء:۱۶۵، الموسوعة الفقهیة ۱۶/۲۰۱، جهل:۸)۔

فقہا ومتکلمین کے یہاں عقائد کے باب میں جہالت کا اعتبار کیے جانے یا نہ کیے جانے کی بحث جو ملتی ہے (جیسا کہ آگے آرہی ہے) وہاں وہ واقعی جہالت مراد ہے جہاں علم کی روشنی میسر نہیں، جہل کے ختم کرنے کے اسباب موجود نہیں وہاں عقیدہ غلط رکھنے میں بندہ معذور ہوگا یا اس کی پھر بھی گرفت ہوگی؛ اس میں اختلاف واقع ہوا ہے، یہ صورتِ حال اب باقی نہیں رہی اِلا شاذ ونادر۔

" لأن إمکان العلم کافٍ لثبوت العلم وعدم قیام عذر الجهل، وأن ذلک بلا ریب یفرض کاملا بالنسبة لأحکام القرآن والسنة التي انعقد الإجماع علیها ولا یسع مسلما الجهل بها" (الجریمة والعقوبة في الفقه الإسلامي: الجهل/۳۵۵)۔

مولانا ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں: (عصر حاضر کے لحاظ سے یہ مسئلہ محض فرضی ہے، اس لیے کہ اب عالم میں کوئی

آبادی ایسی نہ رہی کہ جہاں اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو اور بالفرض جس جگہ اسلام کی دعوت نہیں پہنچی اس کا حکم وہ ہے جو ہم نے بیان کیا (کہ توحید فطری اور بدیہی امر ہے انبیا پر موقوف نہیں؛ البتہ وہ احکام اور وہ امور جو بغیر انبیا کی بعثت کے محض عقل سے نہیں معلوم ہو سکتے، وہاں انسان معذور ہے) (علم الکلام،ص:۳۷)۔

متکلمین اور فقہا کا نقطۂ نظر:

بالفرض اگر کسی انسانی آبادی میں واقعتۂ علم کی روشنی نہیں پہنچی اور دینِ اسلام کے بنیادی عقائد سے واقفیت کا کوئی ذریعہ میسر نہیں آیا اور لوگ اللہ ورسول اور قرآن ودین سے جاہل رہے اور ایمان کے بغیر دنیا سے چلے گئے، ایسے لوگ اپنے جاہل رہ جانے کی وجہ سے دینِ اسلام قبول نہ کرنے کے سبب عذاب دیے جائیں گے یا معذور قرار پائیں گے؟ اس مسئلہ میں متکلمین اور فقہا کا اختلاف ہے:

ماتریدیہ، فقہائے احناف اور مشائخ سمرقند کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ نفسِ توحید اور ایمان باللہ کے لیے چونکہ عقل کی رہ نمائی کافی ہے؛ لہذا نبی کی تعلیمات اور توحید کی دعوت کسی شخص کو نہ بھی پہنچی ہو اس کو پھر بھی اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت کو ماننا فطری اور بدیہی امر ہونے کی وجہ سے ضروری ہے اور اس سلسلہ میں وہ اللہ کے یہاں معذور نہ ہوگا؛ بلکہ معذب ہوگا؛ چناں چہ متعدد واقعات احادیث میں ملتے ہیں، جن سے اس رائے کی شہادت فراہم ہوتی ہے کہ اللہ کے نہ ماننے پر انہیں عذاب ہوگا؛ البتہ توحید کے علاوہ باقی امور میں جب تک اس کو اس کی دعوت اور علم نہ حاصل ہوا ہو اور علم کے اسباب بھی نہ ہوں تو وہ اپنی لاعلمی کے سبب معذور قرار پائے گا؛ کیونکہ دیگر امور میں محض عقل کافی نہیں ہے۔

اس کے برعکس اشاعرہ اور شوافع کا خیال یہ ہے کہ ایسی صورت میں وہ اپنے ایمان وتوحید قبول نہ کر سکنے میں بھی معذور سمجھا جائے گا اور عذاب سے محفوظ رکھا جائے گا؛ ''روح المعاني'' میں ہے:

''الحنفية من أهل السنة وهم الماتريدية وعامة مشايخ سمرقند قالوا: إن العقل آلة للعلم بهما فيخلقه الله تعالى عقيب نظر العقل نظرًا صحيحًا وأوجبوا الإيمان بالله تعالى وتعظيمه وحرموا نسبة ما هو شنيع إليه سبحانه، حتى روي عن أبي حنيفة - رضي الله تعالى عنه - أنه قالؒ لولم يبعث الله تعالى رسولا لوجب على الخلق معرفته، وقد صرح غير واحد من علمائهم، بأن العقل حجة من حجج الله تعالى، ويجب الاستدلال به قبل ورود الشرع، واحتجوا في ذلک بما أخبر الله تعالى به عن إبراهيم -عليه السلام - من قوله لأبيه وقومه: ''إني أراک وقومک في ضلال مبين'' حيث قال ذلک ولم يقل أوحى إلي، ومن استدلاله بالنجوم، ومعرفة الله تعالى بها وجعلها حجة على قومه، وكذلک كل الرسل حاجو قومهم بحجج العقل كما ينبئ عنه قوله تعالى: ''قالت رسلهم أفي الله شک فاطر

السموات والأرض" الآية وبقوله تعالى:"ومن يدع مع الله إلها آخر لا برهان له به" الآية حيث لم يقل، ومن يدع مع الله إلها آخر بعد ما أوحى إلي أو بلغته الدعوة، وبقوله سبحانه خبرًا عن أهل النار:"وقالوا لو كنا نسمع أو نعقل ما كنا في أصحاب السعير" حيث أخبروا أنهم صاروا في النار لتركهم الانتفاع بالسمع والعقل"(روح المعانی۵/۵۶و۵۷)۔

والّذي عليه الأشاعرة من أهل الكلام والأصول و الشافعيّة من الفقهاء أن أهل الفترة لا يعذبون وأطلقوا القول في ذلک، وقد صح تعذيب جماعة من أهل الفترة، وأجيب، بأن أحاديثهم آحاد لاتعارض القطع بعدم التعذيب قبل البعثة، وبأنه يجوز أن يكون تعذيب من صح تعذيبه منهم لأمر مختص به يقتضي ذلک علمه الله تعالى ورسوله ـ ﷺ ـ نظير ما قيل في الحكم بكفر الغلام الذي قتله الخضر ـ عليه السلام ـ مع صباه، وقيل إن تعذيب هؤلاء المذكورين في الأحاديث مقصور على من غير وبدل من أهل الفترة بما لا يعذر به كعبادة الأوثان وتغيير الشرائع كما فعل عمرو بن لحي، ولا يخفى أن هذا لايوافق إطلاق هؤلاء الأئمة ولا القول بأنه لا وجوب إلا بالشرع ولو أمكن أن يكون من ثبت تعذيبه من اتباع من بقي شرعه إذ ذاک كعيس ـ عليه السلام ـ لم يبق إشكال أصلًا"(روح المعانی۵/۵۸و ۵۹)۔

ثم المفهوم من كلام الأجلة أن النزاع إنما هو بالنسبة لأحكام الإيمان بالله تعالى بخلاف الفروع فلاخلاف في أنها لا تثبت إلا في حق من بلغته دعوة من أرسل إليه وهو الظاهر.

نعم ما اتفق عليه الملل من الفروع هل هو كالإيمان حتى يجري فيه النزاع المتقدم فيه نظر؛ وأما الإيمان بنبيّنا ـ ﷺ ـ فليس بواجب على من لم تبلغه دعوته إذ ليس للعقل في ذلک مجال كما لا يخفى على ذي عقل بل قال حجة الإسلام الغزالي: الناس بعد بعثته ـ عليه الصلاة والسلام ـ أصناف، صنف لم تبلغهم دعوته ولم يسمعوا به أصلا فأولئک مقطوع لهم بالجنة، وصنف بلغتهم دعوته و ظهور المعجزة على يده وماكان عليه ـ ﷺ ـ من الأخلاق العظيمة والصفات الكريمة ولم يؤمنوا به كالكفرة الذين بين ظهرانينا ، فأولئک مقطوع لهم بالنار، وصنف بلغتهم دعوته ـ عليه الصلاة والسلام ـ وسمعوا به لكن كما يسمع أحدنا بالدجال وحاشا قدرة الشريف ـ ﷺ ـ عن ذلک فهؤلاء أرجو لهم الجنة إذلم يسمعوا ما يرغبهم في الإيمان به"(روح المعاني ۵/۶۱)۔

ضروریات وقطعیاتِ دین کی تعریف اوران کاباہمی فرق:

شریعت کے وہ قطعی احکام جومسلمانوں کے ہرطبقہ خاص وعام میں اس طرح مشہور ومعروف ہوجائیں کہ ان کا

حاصل کرنا کسی خاص اہتمام اور تعلیم وتعلم پر موقوف نہ رہے؛ بلکہ عام طور پر مسلمانوں کو وراثتاً وہ باتیں معلوم ہو جاتی ہوں، جیسے نماز، روزہ، حج، زکات کا فرض ہونا، چوری، شراب نوشی کا گناہ ہونا، آں حضرت ﷺ کا خاتم الانبیا ہونا وغیرہ، تو ایسے احکامِ قطعیہ کو ضروریاتِ دین کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور جو اس درجہ مشہور نہ ہوں وہ صرف قطعیات کہلاتے ہیں، ضروریات نہیں۔

ضروریات اور قطعیات کے حکم میں یہ فرق ہے کہ ضروریاتِ دین کا انکار باجماعِ امت مطلقاً کفر ہے، ناواقفیت وجہالت کو اس میں عذر نہ قرار دیا جائے گا اور نہ کسی کی تاویل سنی جائے گی اور قطعیاتِ محضہ جو شہرت میں اس درجہ کو نہیں پہنچتے تو حنفیہ کے نزدیک اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کوئی عامی آدمی بوجہ ناواقفیت وجہالت کے انکار کر بیٹھے، تو ابھی اس کے کفر وارتداد کا حکم نہ کیا جائے گا؛ بلکہ پہلے اس کو تبلیغ کی جائے گی کہ یہ حکم اسلام کے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت احکام میں سے ہے، اس کا انکار کفر ہے؛ اس کے بعد بھی اگر وہ اپنے انکار پر قائم رہے، تب کفر کا حکم کیا جائے گا (کما صرح المفتي محمد شفیع الدیوبندي وفصله في جواهر الفقه)۔

"والمراد بالضروريات على مااشتهر في الكتب : ماعلم كونه من دين محمد -ﷺ- بالضرورة، بأن تواتر عنه واستفاض وعلمته العامة كالوحدانية والنبوة وختمها بخاتم الأنبياء وانقطاعها بعده.........وكالبعث والجزاء ووجوب الصلاة والزكوة وحرمة الخمر ونحوها، سميضروريا؛ لأن كل أحد يعلم أن هذاالأمر مثلًا من دين النبي -ﷺ- ولا بد فكونها من الدين ضروري وتدخل في الإيمان" (إكفار الملحدين، ص:۲و۳)۔

"وأما ما ثبت قطعًا ولم يبلغ حد الضرورة كاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت الصلبية بإجماع المسلمين، فظاهر كلام الحنفية الإكفار بجحده، بأنهم لم يشترطوا في الإكفار سوى القطع في الثبوت..........إلى قوله:ويجب حمله على ما إذا علم المنكر ثبوته قطعا" (المسايرة والمسامرة لابن الهمام، ص:۱۴۹)۔

جہالت وناواقفیت سے کسی ضروریات وقطعیات کے منکر کا حکم:

ضروریات وقطعیات کی تعریف اور ان کے باہمی فرق کے ساتھ دونوں کا حکم بھی اوپر عرض کیا گیا ہے، تاہم مزید تفصیل کے لیے بہ طور تائید کے چند تصریحات اور اکابر کے فتاوی نقل کیے جاتے ہیں:

"مالابد منہ" میں ہے: اگر جاہلے کلمۂ کفر گفت ونمی داند کہ ایں کلمۂ کفر است، بعضے علما گفتہ اند کہ کافر نہ شود وجہل عذر است، وبعضے گفتہ اند کہ کافر شود، جہل عذر نیست (ص:۱۳۸)۔

’’ردالمحتار (شامی)‘‘میں ہے:”ثمّ قال في البحر: والحاصل أن من تكلم بكلمة الكفر هازلًا ولاعبًا كفر عند الكلّ، ولااعتبار باعتقاده كما صرح به في الخانية، ومن تكلم بها مخطئا أو مكرها لا يكفر عند الكل، ومن تكلم بها عامدا عالما كفر عند الكلّ، ومن تكلم بها اختيارا جاهلا بأنها كفر ففيه اختلاف‘‘ (ردالمحتار ۳/ ۳۱۲)۔

’’اِمدادالفتاوی‘‘ میں ہے: سوال: ایک شخص مشرک ہے اوراس کے بزرگوں سے بت پرستی کا سلسلہ چلا آتا ہے، نہ اس کو خدا کا ثبوت پہنچا نہ کسی نبی کے آنے کی خبر آئی، نہ اس کو کسی سے ہدایت ہوئی، کہ خدا ایک ہے کہ جس وہ عبادت کرتا اور وہ اسی حالت میں مرگیا، اس کا حکم شرع میں کیا ہے؟

الجواب: اس شخص کو اگر کبھی کسی اہل حق کے کہنے سے یا خود کسی خیال کے آنے سے اپنے طریقے میں شبہ پڑا ہو اور پھر بھی تحقیق کی فکر نہ ہوتب تو اس پر مواخذہ ہوگا اور اگر محض خالی الذہن رہا تو علما کا اس میں اختلاف ہے، امام غزالیؒ وغیرہ اس کی نجات کے قائل ہیں۔ واللہ اعلم (امدادالفتاوی ۵/ ۹۸)۔

سوال: اس ملک برما میں جتنے مسلمانوں نے برجین شادی کی ہے، اب ان سے شاذ ونادر کوئی کلمہ طیبہ و چند باتیں مسلمانی جانتی ہو اور سب کی سب نہ کلمہ طیبہ جانتی ہیں نہ مسلمانی کو کہ مسلمانی کیا چیز ہے؟ اور مرتے وقت امین امین یا تو پھپا پھپا کر کے مرتی ہیں؛ اب ان برہمیوں کے مرنے سے مسلمانوں کی عورتیں سمجھ کر جنازہ پڑھنا ہوگا یا نہیں؟

الجواب: اگر وہ عورتیں پوچھنے کے وقت اپنے کو مسلمان کہیں اور اگر ان کے سامنے اسلام کے ضروری اصول مثلاً خدا ایک ہے، رسول اللہ ﷺ سچے پیغمبر ہیں، قیامت آنے والی ہے، بیان کر کے پوچھا جائے کہ تم ان باتوں کی قائل ہو؟ اور وہ کہہ دے کہ ہاں تو اس کو مسلمان کہیں گے اور جنازہ بھی اس کا پڑھیں گے اور اگر اتنا بھی نہیں تو وہ مسلمان نہیں اور مسلمان مرد سے اس کا نکاح بھی درست نہیں (امدادالفتاوی ۴/ ۳۸۸)۔

حضرت تھانویؒ کے ملفوظات میں ہے کہ: ’’دیہات والوں کو اسلامی امور کی خبر ہی نہیں ہوتی، ان کے متعلق حضرت سے سوال کیا گیا کہ قیامت میں ایسے لوگوں سے احکام کے بارے میں سوال ہوگا یا نہیں؟

فرمایا: قانون کی رو سے تو قابلِ مواخذہ ہیں، ہاں حق تعالی معاف کردیں تو کون روک سکتا ہے، عرض کیا گیا: ایسے لوگوں کا ایمان بھی ہے یا نہیں؟ فرمایا: ہاں! جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں ان کا تو ایمان ہونا چاہیے (حسن العزیز ۳/ ۶۲)۔

فقہا واصولیین نے فرمایا ہے: اگر کوئی مقر بالاسلام عقائد اسلامیہ کی تفصیل نہ بیان کر سکے؛ مگر اس کے سامنے جس عقیدہ اسلامیہ کو بیان کر کے اور یہ بتلا کر کہ یہ اسلامی عقیدہ ہے، سوال کیا جائے کہ تم اس کو مانتے ہو؟ اور وہ تصدیق کر دے تو اس پر ایمان کا حکم کیا جائے‘‘ (مکتوبات حسن العزیز ماخوذ النور شوال ۵۵ ۱۳ھ ص: ۱۴)۔

۳-عملی احکام سے جہل کے حکم میں دار الحرب و دارالاسلام کا فرق:

یہ حقیقت ہے کہ حکم شرع سے ناواقفیت کو عذر کا درجہ دینے میں فقہائے اسلام نے دارالاسلام اور دار الحرب کا فرق کیا ہے، دارالاسلام میں جہل کو عموما عذر نہیں مانا اور دار الحرب میں رہنے والے جاہل کو معذور تسلیم کیا ہے اس فرق کی وجہ (جیسا کہ سوال نامہ میں ہے) ظاہر ہے کہ دارالاسلام میں زمامِ اقتدار مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے اور وہاں مسلمان عموما اسلامی نظامِ زندگی نافذ و رائج کرتے ہیں ان ممالک میں احکام شریعت سے واقف ہونے کے سارے امکانات ومواقع ہوتے ہیں، ملک کے نصاب ونظامِ تعلیم میں اسلام اور احکامِ اسلام کو اس طرح پیوست کر دیا جاتا ہے کہ وہاں رہنے اور بسنے والا ہر مسلمان عموما ضروری احکام شرعی سے واقف ہوجاتا ہے، اس کے برخلاف دار الحرب جس میں زمامِ اقتدار غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے، وہاں صورتِ حال اس سے مختلف ہوتی ہے، ملک کا تعلیمی نظام ونصاب عموما غیر اسلامی خطوط پر استوار ہوتا ہے، اسلام اور احکامِ اسلام سے واقفیت کے مواقع وامکانات نادر یا معدوم ہوتے ہیں، ملک کا عمومی ماحول اسلام دشمن اور الحاد پرور ہوتا ہے، اس لیے وہاں بسنے والے مسلمانوں کو بہت سے احکام شرع سے ناواقفیت (جہل) میں معذور سمجھا جاتا ہے، اس کی وجہ سے احکام میں تخفیف ہوتی ہے؛ حتی کہ اگر کوئی شخص دار الحرب میں ایمان لایا اور اس کو وہاں نماز، روزہ کی فرضیت کا کوئی علم ہی نہیں ہوا تو لاعلمی کے زمانہ کی نماز و روزہ کی قضا بھی اس پر لازم نہیں ہوگی۔

”**فلا يصح لأحد يقيم في الديار الإسلامية من المسلمين أن يدعى أنه يجهل تحريم الخمر، أو يدعى أنه يجهل تحريم الزنا، ففرض العلم بالشريعة وأحكامها أمر ثابت لايسع مسلما يقيم في بلاد المسلمين الجهل به، وعلى ذلک لايعد الجهل عذرا**“(الجريمة والعقوبة في الفقه الإسلامي: الجهل لأبي زهرة،ص:۳۵۴، ط:)

”**فالجهل في دارالحرب من مسلم لم يهاجر يكون عذرا في الشرائع؛ حتى لو مكث مدة لم يصلّ فيها أو لم يصم، ولم يعلم أن عليه الصلاة والصوم، لا يكون عليه قضاؤها......لأن دارالحرب ليست بمحل استفاضة أحكام الإسلام فيصير الجهل بالخطاب عذرا؛ لأنه غير مقصر في طلب الدليل، وإنما جاء الجهل من قبل خفاء الدليل في نفسه، حيث لم يشتهر في دارالحرب بسبب انقطاع ولاية التبليغ عنهم**“(كشف الأسرار ۴/۱۴۶۶ والموسوعة الفقهية ۱۶ص:)۔

لیکن موجودہ دور میں زیادہ تر ممالک دار الحرب کا مصداق نہیں رہے؛ اگرچہ وہ دارالاسلام کا بھی مصداق نہیں ہیں؛ بلکہ عموما وہ جمہوری ممالک ہیں جہاں ایک طرف سرکار کسی مذہب کو نہیں تھوپتی تو دوسری طرف ہر طبقہ کو اپنے مذہب کے مطابق عمل کرنے، سیکھنے اور اس کے ادارے قائم کرنے کی آزادی ہوتی ہے، اس لیے اب دار الحرب اور دارالاسلام کے معیار

پر کوئی حکم لگانا مشکل ہے؛ البتہ علت پر دار و مدار رکھتے ہوئے یہی کہا جائے گا کہ علم کے امکانات و مواقع کا فقدان اگر نہیں ہے تو وہ معذور بھی نہیں ہوگا، جیسا کہ آج پوری دنیا ایک کنبہ بنی ہوئی ہے اور مشرق سے مغرب تک حصولِ علم کے چوپٹ دروازے کھلے ہوئے ہیں، اب جو جہل کے اسباب ہیں ان میں یہ سبب کہ علم سیکھنا ناممکن ہو گیا ہو، نہیں کہا جا سکتا؛ البتہ یہ وجوہات جہل کی ہوتی ہیں (جیسا کہ سوال نامہ میں ہے) کہ بہت سے لوگ علم کے تمام وسائل و ذرائع فراہم ہونے کے باوجود علم نہیں سیکھتے، دین کے عقائد و احکام سے واقف ہونے کی کوشش نہیں کرتے اور علم دین کے تئیں لا پرواہی اور بے توجہی کا مظاہرہ کرتے ہیں، کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ علمِ دین حاصل کر سکتے ہیں، ان کے لیے مواقع و امکانات موجود ہوتے ہیں؛ لیکن وہ اپنی دیگر مصروفیات میں گھرے ہونے کی وجہ سے ضروری دینی علم حاصل نہیں کر پاتے اور دین کی بہت اہم اور بنیادی باتوں سے ناواقف رہ جاتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ صورتیں انسان کو معذور نہیں بل کہ مجرم بناتی ہیں اور جہل کی وجہ سے وہ معفو عنہ نہیں؛ بلکہ ماخوذ عنہ ہوگا۔

ہندوستان میں احکامِ شرع سے جاہل رہ جانے والوں کا حکم:

جہاں تک تعلق ہے اس کا کہ ہندوستان کو کس زمرہ میں رکھا جائے؟ دارالحرب کے زمرہ میں یا دارالاسلام کی فہرست میں، یہ فیصلہ بڑا مشکل ہے؛ لیکن ضروری اور اہم ہے۔

دراصل ہندوستان کے متعلق قدیم سے اختلاف ہے، اکثر حضرات نے اس کو دارالحرب قرار دیا ہے، جیسا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے فرمایا:

"**وبریں تقدیر معموله انگریزاں و اشباه ایشاں لاشبه دارالحرب است**" (فتاوی عزیزی ۱/۱۱۱، قبیل سوال سنن رواتب)۔

اسی طرح شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ نے (صراطِ مستقیم، ص: ۱۳۰، فصل: ۴، فائدہ: ۵)، نیز حضرت مولانا رشید گنگوہیؒ کے فتاوی تالیفات رشیدیہ فیصلہ الإعلام في دارالحرب و دارالاسلام میں دارالحرب کی تصریح فرمائی ہے۔

بعض اکابر نے اس کو انگریز کے تسلط کے زمانہ میں بھی دارالحرب ماننے سے انکار کیا ہے، دارالحرب کی تعریف کا یہ جز کہ "**لم یبق فیها مسلم**" کی وجہ سے یہ دارالاسلام کے مصداق سے خارج نہیں ہوا، جیسا کہ مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے اپنے فتاوی میں فرمایا (فتاوی عبدالحی اردو، ص: ۴۷۹، مسائل شتی)۔

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ فرماتے ہیں: (ہندوستان کے دارالحرب یا دارالاسلام کا حکم لگانے میں) جن اسباب

کی بنا پر پہلے اختلاف تھا وہ اب بھی موجود ہیں؛ لہذا کوئی حکم نہیں بدلا (إلا في بعض الأمصار والقری) ،یعنی جن حضرات کے نزدیک یہ دارالحرب تھا، جیسے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ، حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ وغیرہم کی تحریرات اور دلائل کے مطابق اب بھی دارالحرب ہے اور جن حضرات کے نزدیک پہلے دارالاسلام تھا، جیسے مولانا عبدالحیؒ، نواب صدیق حسن صاحبؒ وغیرہما ان کی تحریرات اور دلائل کے موافق اب بھی دارالاسلام ہے؛ البتہ بعض بلاد اور دیہات جن میں اسلامی احکام پر عمل کرنے والے موجود نہیں رہے یا مرتد ہوگئے (العیاذ باللہ) ممکن ہے کہ ان کا حکم متغیر ہو؛ مگر کل ہندوستان کا حکم مجموعی حیثیت سے متغیر نہیں ہوا'' (فتاوی محمودیہ ۲۰/ ۳۵۸، ط: میرٹھ)۔

ایک اور سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ''جو ملک کسی وقت میں دارالاسلام بن گیا ہو پھر اس پر کفار کا غلبہ ہوجائے تو اس کے دارالحرب ہونے میں اختلاف ہے، بعض علما قائل ہیں کہ وہ ملک ہمیشہ دارالاسلام ہی رہتا ہے، کبھی دارالحرب نہیں بنتا، اکثر کا مذہب یہ ہے کہ وہ دارالحرب بھی بن جاتا ہے، یہی راجح اور اقوی ہے'' (حوالۂ بالا)۔

''لاتصیر دارالإسلام دارحرب إلا بأمور ثلاثة: بإجراء أحکام أهل الشرک، وباتصالها بدارالحرب، وبأن لایبقی فیها مسلم أو ذمي آمنا بالأمان الأول علی نفسه الخ'' (الدرالمختار علی ھامش رد المحتار ۶/ ۲۸۸، کتاب الجهاد، ط: زکریا)۔

بعض معاصر اہل علم وفقہا نے ایک تیسری قسم دارالحرب اور دارالاسلام کے بین بین وضع کی ہے، یعنی دارالجمہوریۃ اور ہندوستان کو دارالجمہوریہ قرار دیا، یعنی نہ دارالاسلام ہے نہ دارالحرب؛ جب کہ کتب فقہ میں دار کی دو قسمیں معروف ہیں؛ بہر حال ہندوستان کی جو بھی حیثیت ہو حکم کے اعتبار سے یہاں ازراہِ جہالت جو خلافِ شرع امور قول وفعل سرزد ہوں گے، ان میں قائل یا فاعل کو معذور قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بس یہی بحث اہم ہے۔

میرا خیال ہے کہ ہندوستان ایک عظیم ملک ہے آبادی کے شیوع کے اعتبار سے ایسے بھی خطے ہیں جہاں مسلمان چند افراد یا چند گھر پر مشتمل ہیں اور وہ غیر مذہب والوں کے درمیان بستے ہیں، دین اور علم وعمل سے ان کا تعلق نہ کے برابر ہے، بعض جگہ صورتِ حال اس کے برعکس ہے کہ مسلمانوں کے اکثریتی علاقے ہیں وہاں علم وعلما اور مدارس کی بہتات ہے، کہیں اس کے درمیان کی کیفیت ہے؛ لہذا جس جگہ کا مسئلہ ہوگا وہاں کے باشندوں کی علمی سطح کے اعتبار سے مسئلہ کا حکم ہوگا، ہندوانے علاقہ میں اپنے اکابر نے ایسے لوگوں کو بھی مسلمان ہی کہا جو لاعلمی میں رسوماتِ شرکیہ میں مبتلا تھے، جیسا کہ حضرت تھانویؒ کا واقعہ ہے: فرماتے ہیں:

میں ایک دفعہ کانپور گیا تھا تو مجھے معلوم ہوا کہ کان پور کے اطراف میں بعض دیہات نومسلم راجپوت مرتد ہونے والے ہیں آریہ ان کو بہکا رہے ہیں، تو میں نے اپنے احباب میں سے کچھ علما اور رؤسا کو ساتھ لیا اور '' گجنیر'' میں قیام کیا جو

سب دیہاتوں میں بڑا گاؤں تھا، پھر وہاں سے دو-دو، تین-تین عالموں کو متفرق دیہات میں تبلیغ کے لیے بھیجا گیا اور ان کے چودھریوں کو بلایا، حالت اُن کی یہ تھی کہ ان کے نام ہندوؤں جیسے تھے؛ چنانچہ ایک چودھری کا نام نھو سنگھ تھا اور دوسرے چودھری کا نام ادھار سنگھ تھا۔

میں نے کہا کہ بھائی ہم نے یہ سنا ہے کہ تم آریہ ہونے والے ہو اگر اسلام میں کوئی شبہہ ہو دور کرلو، ایک نے جواب دیا: کہ ہم آریہ کیوں ہوتے؟ ان کے یہاں تو نیوگ کا بڑا فحش (گندہ) طریقہ ہے جسے کوئی شریف آدمی ہرگز گوارہ نہیں کرسکتا، پھر ہم نے کہا کہ ہاں بھائی بس تم مسلمان ہی رہنا وہ کہنے لگے، کہ ہم مسلمان بھی نہیں ہوتے، ہم تو نومسلم ہی اچھے رہیں گے، میں نے کہا اچھا تم نومسلم ہی رہو۔

پھر باتوں باتوں میں ان سے پوچھا گیا اور بڑے چودھری سے کہا گیا کہ تجھے کلمہ بھی آتا ہے؟ کہنے لگا ہاں آتا ہے، کہا گیا سناؤ کہنے لگا بس سنو مت گاؤں کے لوگ یوں کہیں گے کہ بڈھا سٹھیا گیا جو کلمہ پڑھت ہے، ان کو کلمہ پڑھنے سے بھی رکاوٹ تھی وہ ایسے مسلمان تھے، بس چند باتیں اسلام کی ان کے اندر موجود تھیں ایک تو وہ ختنہ کراتے تھے، دوسرے مردوں کو دفن کرتے تھے، تیسرے نکاح قاضی سے پڑھواتے تھے؛ مگر ساتھ ہی ہندوؤں کی طرح پھیرے بھی کرتے تھے اور ایک بات ان میں اسلام کی ان کے خیال کے مطابق یہ تھی کہ محرم میں تعزیہ بناتے تھے اور اس کو اتنا بڑا اشعار سمجھتے تھے کہ ادھار سنگھ نے یوں کہا تھا کہ ہم آریہ کیسے بنت ہمارے یہاں تو تاجیہ (تعزیہ) بنت ہے، میں نے یہ سن کر کہا کہ دیکھو تعزیہ نہیں چھوڑنا کہنے لگے اجی بھلا اسے ہم کب چھوڑنے لگے، بعض علما کو میری اس بات پر خیال ہوا کہ اس نے مسلمانوں کو ایک بدعت کی اجازت دے دی، میں نے کہا بس چپکے بیٹھے رہو یہ کان پور اور لکھنؤ میں ہی شرک و بدعت ہے؛ مگر یہاں فرض ہے؛ کیونکہ اس جگہ تعزیہ ہی ان لوگوں کے دین کا وقایہ (بچانے کا ذریعہ) ہے۔ ابھی تو ان لوگوں کا تعزیہ بناتے رہنا ہی ان کے اسلام کا محافظ ہے، پھر رفتہ رفتہ یہ پکے مسلمان ہوجائیں گے، اس وقت سنت و بدعت کی تعلیم دے دینا۔

ہمارے ایک دوست نے عجیب بات کہی میں نے ان سے کہا کہ کالج علی گڑھ میں میلاد شریف ہوا کرتا ہے جو کہ بدعت ہے، وہ دوست فرمانے لگے کہ یہ میلاد شریف اور جگہ تو بدعت ہے؛ مگر کالج میں جائز، بلکہ واجب ہے؛ کیونکہ اس بہانے سے کبھی وہ رسول اللہ ﷺ کا ذکر شریف اور آپ کے فضائل ومعجزات سن لیتے ہیں تو اچھی بات ہے، اسی طرح حضور ﷺ کی عظمت ومحبت ان کے دلوں میں قائم رہے؛ ورنہ وہ تو سال بھر ایسی خرافات میں مبتلا رہتے ہیں کہ بھول کر بھی خدا اور رسول کا نام ان کی زبان پر نہیں آتا، مجھے تو ان کی یہ بات پسند آئی؛ کیونکہ واقعی اگر کسی جگہ بدعت ہی لوگوں کے دین کی حفاظت کا ذریعہ ہوجائے، تو وہاں اس بدعت کو غنیمت سمجھنا چاہیے، جب تک کہ ان کی پوری اصلاح نہ ہوجائے (خیر الارشاد ملحقہ حقوق وفرائض، ص:۲۶۰)۔

خلاصہ یہ ہے کہ پورے ہندوستان کا حکم جہالت کے باب میں یکساں نہ ہوگا، مسئلہ کی نوعیت اور علاقہ کی صورتِ حال کے پیش نظر اب بھی بعض خطے ایسے ہوں گے جہاں جہل کو عذر بنا کر تخفیف و رعایت کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

۴-مسئلہ سے لاعلمی اور حرمتِ مصاہرت کا ثبوت:

بلا شبہ عامۃ المسلمین کے علم کا رشتہ صرف نماز، روزہ کے ضروری مسائل تک محدود ہو کر رہ گیا ہے، معاشرت اور معاملات کے مسائل سے ناواقفیت تو عام ہے ہی ان کو دین کا حصہ بھی تصور نہیں کیا جاتا، اہلِ علم کو چھوڑ کر باقی عوام میں دین داری کا معیار بھی عبادات ہی رہ گیا ہے اور یہ قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے بھی ہے؛ بہر حال یہ کوتاہی تو عوام کی ہے کہ وہ "**طلب العلم فريضة على كل مسلم**" پر عمل نہیں کرتے، یقیناً علم کے حصول کے دو درجے ہیں: (۱) فرضِ عین کا علم جو ہر مسلمان کے لیے لازم ہے۔ (۲) فرضِ کفایہ کا علم یعنی علومِ دین کا ماہر ہونا، یہ فریضہ چند ہی خوش نصیب کے حصے میں آتا ہے۔

فرضِ عین کے علم میں یہ بات بھی فرض ہے کہ جو مسئلہ درپیش ہو اس کا حکم اہلِ علم سے دریافت کر لیں "**فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لاتعلمون**" (سورۂ نحل: ۴۳)، لہذا جب حکمِ شرع معلوم کرنے میں کوئی دشواری باقی نہیں رہی، تو اب معذوری کا سوال بھی باقی نہیں رہا، تاہم مسائل کی دنیا میں ایسے بھی دقیق مسائل ہیں کہ اس میں اہلِ علم بھی غلطاں و پیچاں نظر آتے ہیں، جیسا کہ سوال میں مذکور ایک مسئلہ حرمتِ مصاہرت کا بھی اسی قبیل سے ہے، حرمتِ مصاہرت کا مسئلہ احناف کے نزدیک بڑی باریک بینی پر مبنی ہے اور اس میں احتیاط در احتیاط نے پیچیدہ در پیچیدہ بنا دیا ہے، اولاً حرام وطی کو حلال وطی پر علتِ جزئیت وولدیت یا سببِ ولدیت کی بنا پر قیاس کیا کہ جس طرح رضاعت بچہ کے واسطہ سے جزئیت پیدا کرتی ہے، اسی طرح وطی سببِ ولدیت ہے اور بچہ کے واسطے سے واطی اور موطوئہ ایک دوسرے کے جز بن جاتے ہیں اور جز سے استمتاع جائز نہیں ہے اور چونکہ ولد یا وطی سے لے کر نظروں کے کھیل (نظر بالشھوۃ) اور بوس وکنار (مس بالشھوۃ) تک کی ہر صورت اسی علت کے ساتھ مربوط ہے کہ وہ سببِ جزئیت ہے، اس لیے نظر بالشھوۃ اور مس بالشھوۃ مطلقاً حرمتِ مصاہرت کا سبب نہیں؛ بلکہ اس سے حرمت کے لیے شرائط ہیں مثلاً نظر بالشھوۃ میں یہ شرط ہے کہ عورت کے فرج داخل، یعنی شرم گاہ کے اندرونی حصہ پر شہوت کی نگاہ ڈالی گئی ہو (ظاہر ہے کہ حرام کاری کے قریب اور ارادہ کے وقت ہی یہ ممکن ہوتا ہے) عام جسم کے حصہ پر نگاہ حتی کہ بیرونی شرم گاہ پر نگاہ سے حرمت کا رشتہ نہیں بنتا۔

"**والمعتبر النظر إلى فرجها الباطن دون الظاهر روى ذلک عن أبي يوسف وهو الصحيح**"
(الاختیار لتعلیل المختار، ج: ۳، ص: ۱۰۱)۔

”وكذا يوجبها نظره إلى فرجها الداخل وهو المدور وعليه الفتوى“(مجمع الأنھر ۱/۴۸۲)۔

اسی طرح چھونے یا دیکھنے سے حرمت ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ چھونے یا دیکھنے ہی کے وقت شہوت پیدا ہو یا پہلے سے ہے تو اضافہ ہو جائے، اگر چھوتے یا دیکھتے وقت شہوت پیدا نہیں ہوئی اور چھوڑنے و الگ ہونے کے بعد پیدا ہوگئی، تو یہ سببِ حرمت نہیں؛ اس لیے کہ شہوتِ متاخرہ کو سببِ وطی نہیں کہا جاسکتا۔

”والشهوة تعتبر عند المس والنظر حتى لو وُجدا بغير شهوة ثم اشتهى بعد الترك لا تتعلق به الحرمة“(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ۲/۱۰۸)۔

”فلو مس بغير شهوة، ثم انتهى عن ذلك المس لاتحرم عليه، وكذلك في النظر كما في البحر، فلو اشتهى بعد ما غض بصره لا تحرم“ (مجمع الأنھر ۱/۴۸۲)۔

اسی طرح مس بالشہوۃ میں یہ بھی شرط ہے کہ جسم پر بلا حائل کے ہاتھ لگائے یا بوسہ لے کوئی کپڑا وغیرہ درمیان میں نہ ہو یا کپڑا اتنا باریک ہو جو جسم کی حرارت دوسرے تک پہنچنے کے لیے مانع نہ ہو، اگر درمیان میں موٹا کپڑا ہو تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔

”ولو مسهاوعليه ثوب إن منع وصول حرارتها إلى يده لاتثبت الحرمة، وإن لم تمنع تثبت، ولو أخذ يدها ليقبلها بشهوة، فلم يفعل حرمت على ابنه“ (الاختیار لتعلیل المختار ۳/۱۰۱)۔

بہرحال احناف کے مذہب پر بھی ایسے شرائط ہیں جن کا تحقق خال خال ہوتا ہے؛ لیکن کوئی باپ مشتہات بیٹی کو بیوی سمجھ کر ہاتھ لگا دے یا مسئلہ سے جاہل خسر بہو کے ساتھ دانستہ چھیڑ چھاڑ کرے، اسی طرح کچھ اور صورتیں جس میں والدین اور زوجین کی تفریق اور بچوں کے مصیبت میں پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور یہ سب مسئلہ سے لاعلمی کی بنا پر ہو رہا ہو تو شرعًا اس کی حرمت میں تخفیف کا حکم ہوسکتا ہے یا نہیں؟ یہ محلِ نظر ہے۔

ابھی سالِ رواں فروری ۲۰۱۸ء جامعہ علوم القرآن جمبوسر بھروچ گجرات میں جمعیۃ العلما کا چودھواں فقہی اجتماع تھا اور اس میں حرمتِ مصاہرت سے متعلق غور وخوض ہوا تھا، اکثر علما کی رائے یہی تھی کہ وطی سے کمتر اسباب وطی مس بالشھوۃ و نظر بالشھوۃ وغیرہ کو حرمتِ مصاہرت کا سبب نہ قرار دیا جائے، اس لیے ایسے پیچیدہ مسئلہ میں ہندوستان جیسے ملکوں میں جہاں غیروں کو مسلمانوں کے اس طرح کے مسائل میں بدنام کرنے کی عادت ہے (جیسا کہ مظفر نگر کے عمرانہ کیس میں ہو چکا ہے) حنفیت پر اصرار نہیں کرنا چاہیے، حالات یا جہالت کو عذر قرار دے کر مصیبت کو دفع کرنے میں تخفیف ورعایت کا فتوی دینے میں ان شاء اللہ کوئی گناہ نہ ہوگا، فقہا نے بھی اس طرح کے غامض مسائل میں عامی شخص کے جہل کو عذر مانا ہے۔

"قال القاضي حسين: كل مسئلة تدق ويغمض معرفتها هل يعذر فيها العامي؟ وجهان، أصحهما: نعم"(المنثور ۲/۱۵، الموسوعۃ الفقہیہ ۱۶،ص:۲۰۱، جہل:۷)۔

۵-طلاقِ ثلاثہ کے مسئلہ سے متعلق جہل کا حکم:

حرمتِ مصاہرت کے مسئلہ کی طرح تین طلاق کا مسئلہ بھی اہم ہے، خصوصًا حکومت کی دخل اندازی نے اور پیچیدہ بنا دیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ تین طلاق کے بغیر طلاق نہ ہونے کا تصور نوے فیصد مسلمانانِ ہند میں عام ہے، اسلام کے نظامِ طلاق سے علما اور چند خواص کو چھوڑ کر ہر عام وخاص ناواقف ہے اور یہ مسئلہ جہل کی پیداوار کم، غلط فہمی کا نتیجہ زیادہ ہے، عدالت کے ججز (judges) اور وکلا کے ذہنوں میں تین طلاق یک بارگی دینے، کہنے اور اس کے رواج کے پیچھے غیروں کے ہاتھوں کا لکھا ہوا لٹریچر کارفرما ہے، ہندوستان کی عدالتوں میں اسلامی قانون کی واقفیت کا دارومدار پنڈت دیانند ملا کی لکھی ہوئی کتاب ہے، جس میں اسلامی قانون کی بہت سی غلط تشریحات شامل ہیں (یہ بات احقر کی شنیدہ ہے دیدہ نہیں)؛ بہرحال اسباب ووجوہات جو بھی ہوں، طلاق دینے والوں کی اکثریت تین طلاق یہی سمجھ کر دیتی ہے کہ اس کے بغیر کوئی طلاق ہی نہیں ہوتی، گویا یہی طریقہ ہے طلاق کا کہ تین بار طلاق کا لفظ کہا جائے یا لکھا جائے، اس عام جہالت کا تین طلاق کے حکم میں کوئی فرق پڑے گا یا نہیں؟ یہ مسئلہ نصف دہائی سے علما کے لیے غور وخوض کا موضوع بنا ہوا ہے، نومبر ۱۹۷۳ء میں احمد آباد میں مفتی عتیق الرحمٰنؒ کی صدارت میں منعقد سیمینار میں ایک تجویز یہ بھی متفقہ طور پر پاس ہوئی تھی کہ:

''اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے تجھے تین طلاق، مگر وہ حلفیہ بیان دیتا ہے کہ میری نیت تین طلاق دینے کی نہیں تھی، میں تو یہ سمجھتا تھا کہ تین طلاق کا لفظ کہے بغیر طلاق واقع نہیں ہوتی، اس لیے میں نے تین طلاق کے الفاظ استعمال کیے تھے، تو اس کی بات باور کی جائے گی اور یہ طلاق، طلاقِ مغلظہ بائنہ شمار نہ کی جائے گی'' (منتخب نظام الفتاوی ۲/۱۶۸، ط:)۔

اگرچہ مفتی نظام الدین صاحبؒ نے اس رائے کی اپنے فتوی میں پُر زور تردید فرمائی ہے؛ لیکن یہ مسئلہ علما کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے، اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

عصر حاضر کے مشہور فقیہ شیخ وہبہ الزحیلی کا بھی یہی خیال ہے کہ اگر اس طرح کی طلاق کو ایک طلاق قرار دینے کا قانون بن جائے، جیسا کہ بعض عربی ممالک میں ایسا ہی ہوا ہے، تو پھر اس کے مطابق فتوی دینے میں کوئی مضائقہ نہیں؛ فرماتے ہیں:

"والذي يظهر لي رجحان رأي الجمهور وهو وقوع الطلاق ثلاثًا، إذا طلق الرجل امرأته دفعة واحدة؛لكن إذا رجح الحاكم رأيا ضعيفًا صار هو الحكم الأقوى، فإن صدر قانون كما هو الشأن في بعض البلاد العربية بجعل هذا الطلاق واحدة، فلا مانع من اعتماده والإفتاء به، تيسيرا على الناس،

وصونًا للرابطة الزوجية وحماية لمصلحة الأولاد خصوصًا، ونحن في وقت قل فيه الورع والاحتياط، وتهاون الناس في التلفظ بهذه الصيغة من الطلاق، وهم يقصدون غالبًا التهديد والزجر،ويعلمون أن في الفقه منفذا للحل ومراجعة الزوجة'' (الفقہ الإسلامي وأدلتہ ۶۹۳۵/۹)۔

''میرے نزدیک جمہور کی رائے راجح ہے اور وہ یہ کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو دفعتاً تین طلاق دے دے، تو تین ہی واقع ہوں گی؛ لیکن حاکم اگر کسی ضعیف رائے کو راجح قرار دے دے، تو پھر حکم، حکم قوی کا درجہ لے لے گا؛ چنانچہ اگر اس طرح کی طلاق کو ایک طلاق قرار دینے کا قانون جاری ہو، جیسا کہ بعض عربی ممالک میں ایسا ہی ہوا ہے، تو پھر لوگوں کی آسانی کے لیے، رشتہ زوجیت کے تحفظ کے لیے اور خصوصًا بچوں کی خیر خواہی کے پیش نظر شوہر کی بات پر اعتماد کرنے اور اسی کے مطابق فتوی دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے؛ بلا شبہ ہم ایسے وقت میں جی رہے ہیں جس میں ورع وتقوی کی کمی ہے اور لوگ اس طرح ''تکرارِ طلاق'' کے ذریعہ طلاق دینے کے عادی ہو چکے ہیں؛ حالانکہ ان کا مقصد تنبیہ ہوتا ہے اور وہ جانتے ہیں کہ شریعت میں ان کے لیے حل موجود ہے''۔

حضرت نے اپنی رائے عالمِ عرب کے دیکھتے ہوئے دی ہے، جہاں مطلقہ عورتوں کو شادی میں زیادہ دقت نہیں ہوتی، ہند و پاک میں تو مطلقہ عورتوں کے احوال بہت دشوار ہیں، غالبا ان ہی نزاکتوں کے پیش نظر ''اسلامی قانون ۔مسلم پرسنل لا بورڈ'' کی ''دفعہ ۲۸۰، ص:۱۸۵'' میں فسادِ زمانہ، تغیر احوال اور عرف کے تقاضوں کی رعایت کرتے ہوئے تکرارِ الفاظ کو عدم نیت کی صورت میں تاکید پر محمول کیا گیا ہے، تحریر ہے:

''اگر کسی شخص نے طلاق دیتے ہوئے عدد کی صراحت نہیں کی؛ مگر بار بار طلاق دینے کا جملہ دہرایا، مثلاً تجھے طلاق دی، تجھے طلاق دی، تجھے طلاق دی، یا یوں کہا تجھے طلاق، طلاق، طلاق، تو ایسی صورت میں اگر طلاق دینے والا یہ اقرار کرے کہ اس نے دو یا تین بار لفظ طلاق دہرا کر دو یا تین طلاق دینا چاہا ہے، تو ایسی صورت میں دو یا تین واقع ہوں گی۔

اگر طلاق دینے والا یہ کہتا ہے کہ اس کی نیت ایک ہی طلاق کی تھی اور اس نے محض زور پیدا کرنے کے لیے الفاظِ طلاق دہرائے ہیں اس کا مقصد ایک سے زائد طلاق دینا نہیں تھا، تو اس کا یہ بیان حلف کے ساتھ تسلیم کیا جائے گا اور ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔

اور اگر طلاق دینے والا یہ کہتا ہے کہ اس کی کچھ بھی نیت نہیں تھی، نہ ایک کی اور نہ دو یا تین کی، تو دیکھا جائے گا کہ عرف میں ایسے مواقع پر تاکیداً الفاظ دہرانے کا رواج ہے یا نہیں، اگر عرفِ غالب یہ ہو کہ ایسے مواقع پر لوگ محض کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے بار بار اسی الفاظ کو دہراتے ہیں، تو عرف کے تقاضوں کی رعایت کرتے ہوئے الفاظ کی تکرار کو تاکید پر محمول کر کے ایک ہی طلاق واقع کی جائے گی؛ لیکن اگر عرف ایسا نہ ہو؛ بل کہ الفاظ کی تکرار نیا معنی پیدا کرنے کے لیے

معروف ومروج ہو، تو ایسی صورت میں ہر لفظ طلاق کو مستقل طلاق پر محمول کیا جائے گا'' (اسلامی قانون متعلق مسلم پرسنل لا بورڈ، دفعہ:۲۸۰،ص:۱۸۵)۔

بعض حالات میں طلاقِ ثلاثہ کے مسئلہ سے جہل کو ہمارے اکابر نے بھی عذر قرار دیا ہے؛ چنانچہ ''مکاتبت سلیمان'' میں مفتی محمد زید مظاہری ندوی ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ:

''ایک انگریز میاں بیوی مسلمان ہوئے، چند ہی دنوں میں آپس کی ناچاقی میں شوہر نے بیوی سے ایسے کلمات کہہ ڈالے کہ مذہب حنفی کی رو سے طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی، یہ ماجرا ان کے ایک مسلمان دوست نے سنا تو انہوں نے شوہر سے کہا کہ تمہارا تو نکاح ہی فسخ ہوگیا، اب نومسلم میاں بیوی بھی پریشان اور اس کے دوست بھی حیران، احتیاطًا ان کے دوست نے بعض معتبر مفتیوں سے رجوع کیا؛ مگر جواب طلاقِ قطعی ہی کا ملا، پھر وہ حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کی خدمت میں آئے، سارا ماجرا سنایا، علامہؒ نے فرمایا کہ: مفتی صاحب (مولانا محمد شفیع صاحب) سے پوچھیے، انہوں نے عرض کیا کہ وہاں سے تو یہی جواب ملا ہے، علامہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: تو آپ کا کیا جی چاہتا ہے کہ جواب برعکس ملے، اس پر وہ چپ رہے، تب علامہؒ نے ان سے فرمایا کہ: آپ ایک استفتا لکھ کر کل مفتی صاحب کے سالانہ اجلاس میں لائیے، مجھے جو کچھ لکھنا ہوگا وہیں لکھ دوں گا؛ چناں چہ دوسرے روز جلسہ جب ختم ہوا اور مخصوص علما جن میں مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا ادریس کاندھلویؒ اور خود مفتی محمد شفیع صاحبؒ تھے، چائے نوشی کے لیے ایک کمرہ میں بیٹھ گئے، تو علامہؒ نے ان صاحب سے استفتا لے کر ایک ایک کو دکھلایا، متفقہ جواب تھا کہ طلاق واقع ہوگئی، پھر حضرت علامہؒ نے اس پر اپنے قلم سے یہ فتوی تحریر فرمادیا کہ اہل سنت والجماعت میں مسلکِ اہلِ حدیث کی رو سے طلاق واقع نہیں ہوئی، رجوع کرادیا جائے، پھر علمائے کرام کو یہ دکھلاتے ہوئے فرمایا کہ وہ نومسلم بے چارے تو ابھی نہ حنفی ہیں، نہ شافعی؛ لہٰذا قانون میں کوئی بھی گنجائش نکلتی ہو تو اس کا فائدہ انہیں ملنا چاہیے، اس پر حضرت صاحب نے برملا فرمایا کہ یہ جواب حضرت ہی لکھ سکتے ہیں، ہم چونکہ فقہ حنفی کے مفتی ہیں، اس لیے نہیں لکھ سکتے، پھر مفتی اعظم پاکستان نے بھی اس کی تائید فرمادی'' (رسالہ برہان دسمبر ۱۹۸۴ء)۔

خلاصہ یہ ہے طلاقِ ثلاثہ کے مسئلہ سے جہل کی وجہ سے اس صورت میں جب کہ صریح تین کا عدد طلاق کے ساتھ نہ کہا جائے تو جہلا کا جو عرف ورواج ہے کہ تکرار کو ہی طلاق سمجھتے ہیں تین دینا مقصود نہیں ہوتا، ان کا یہ عرف خود ان کے لیے معتبر ہوجائے گا اور تکرارِ طلاق میں ان کو معذور مانا جائے گا۔

''**لأن العادة محكمة**'' (الأشباہ والنظائر،ص:۳۳۵)۔

''**والحاصل أن المذهب عدم اعتبار العرف الخاص؛ ولكن أفتى كثير من المشايخ باعتباره**'' (الأشباہ والنظائر،ص:۳۵۴)۔

”فهذه النقول وغيرها دالة على اعتبار العرف الخاص، وإن خالف المنصوص عليه في كتب المذهب مالم يخالف النص الشرعي“ (نشر العرف رسائل ابن عابدین،ص: ۱۳۳، ج:۲،بحوالہ شریعت میں عرف کا اعتبار،ص:۱۵۸)۔

عرفِ خاص کا اعتبار کیا گیا ہے اگر چہ وہ نصوص فقہیہ کے معارض ہو الا یہ کہ وہ نصوص شرعیہ کے خلاف ہو (تو عرف خاص کا اعتبار نہ ہوگا)۔

۶-مسائل میں جہل کی بابت فقہا کے مسالک:

جہل کی بعض صورتیں عُذر کے دائرہ میں آتی ہیں اور ان میں جاہل معذور قرار پاتا ہے،بعض صورتوں میں جہل عذر قرار نہیں پاتا،اتنی حقیقت تو تمام فقہا کے یہاں مسلم ہے، پھر اس کی تفصیلات میں اختلاف ہے،فقہائے احناف نے جہل کی تین قسمیں کر کے احکام کو ان تین میں دائر کیا ہے۔

صاحب ”المنار“ اور علامہ ابن الہمام کے بیان کے مطابق احکام کے اعتبار سے جہل کی تین قسمیں ہیں: (۱) ”جهل لا يصلح عذرا ولاشبهة“ (۲) ”جهل يصلح شبهة“ (۳) ”جهل يصلح عذرا“، بعض نے انہی تین کو چار قسموں میں بیان کیا ہے اور اول قسم کو دو حصوں میں کر کے دوسری قسم کو اول سے ادنی قرار دیا ہے (التقریر والتحبیر ۳/ ۲۹۷ وتیسیر التحریر ۴/ ۲۱۱)۔

صاحب فواتح الرحموت نے ان ہی کو چھ اقسام تک پھیلا دیا ہے (دیکھیے: ۱/ ۱۲۸)۔

(۱) ”جهل لايصلح عذرا ولاشبهة“۔

بعض احکام تو وہ ہیں جن میں جہل کارگر نہیں،یعنی جہل نہ تو عذر بن سکتا ہے، نہ ہی جہل سے شبہ کا فائدہ مل سکتا ہے، مثلاً: (۱) کافر کا اللہ کی ذات وصفات سے جاہل رہ جانا۔ (۲) فرقۂ باطلہ کا واضح نصوص کے معانی کی حقیقت سے جہل کی بنا پر انکار کرنا، مثلاً معتزلہ کا عذابِ قبر، شفاعت اور رؤیت باری سے انکار۔ (۳) اسلامی حکومت میں امام المسلمین سے باغی کا حکومت کے حق ہونے سے جاہل رہ جانا۔ (۴) واضح نصوص کے باوجود اجتہاد کی جہالت کرنا۔

(۲) ”الجهل الذي يصلح شبهة“

یعنی اجتہادِ صحیح کے موقع پر یا شبہ کے موقع پر جو جہالت واقع ہو وہ حدود و کفارات کے مسائل میں شبہ کا فائدہ دے گی اور حدود و کفارات ساقط ہو جائیں گے اور دوسرے احکام میں یہ جہل عذر کا باعث ہوگا، مثلاً روزہ میں پچھنہ لگانے سے روزہ ٹوٹنے کا مسئلہ کہ امام اوزاعیؒ کے نزدیک مفسدِ صوم ہے ”أفطر الحاجم والمحجوم“ کے ظاہرِ حدیث کی بنا پر؛

لہذا اگر کوئی مسئلہ سے جاہل پچھنہ لگوا کر، پھر روزہ توڑ دے تو اس پر کفارہ وغیرہ نہ ہوگا، اسی طرح بیٹے کی باندی سے صحبت سے حد نہ ہوگی للشبھۃ۔

(۳)"الجهل الذي يصلح عذرا"

یعنی وہ مسائل واحکام جہاں ناواقفیت شرعاً عذر ہے، مثلاً دار الحرب میں نومسلم کا مسائل سے ناواقفیت کی بنا پر اسلامی فرائض (نماز، روزہ) ادا نہ کرنا یا جیسے معاملات میں وکیل کا معزول سے ناواقف ہونے کی بنا پر تصرف کر لینا یا شفعہ کے مسئلہ میں شفیع کا بیع سے بے خبر رہنا وغیرہ۔

جہل کی یہ تین یا چار اقسام فقہائے احناف کے یہاں ہیں، باقی غیر احناف کے یہاں جہل کو دو ہی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے: (۱) جہلِ مقبول (یعنی جہاں صاحبِ جہل معذور ہوتا ہے اور اس کا جہل قابلِ قبول ہوتا ہے)۔ (۲) جہلِ غیر مقبول (جہاں صاحبِ جہل کو معذور نہیں مانا جاتا)۔

پھر مسائل میں اس کی مثالیں ملتی ہیں: مسئلۂ جہل میں جمہور فقہا اور شوافع کے اختلاف کے چند نظائر

بعض مسائل میں جمہور فقہا کی رائے کے مقابلہ میں شوافع کے یہاں جہل کی بابت توسع زیادہ ہے، اس کے چند نظائر ملاحظہ ہوں:

(۱) نماز کے مسئلہ میں اگر کوئی ایسا شخص جس نے اسلام لا کر نماز پڑھنا شروع کی؛ لیکن مفسداتِ نماز سے ناواقف ہونے کے سبب اس نے نماز مین بات بھی کر لی، تو حنفیہ ومالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ نماز میں بات کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی، بات کرنے والا واقف ہو یا ناواقف؛ جبکہ شوافع کے مذہب کے مطابق نماز میں کلام کی حرمت سے ناواقف ایسے شخص کا معمولی بات کر لینا عذر مانا جائے گا ارنماز باطل نہ ہوگی، "الموسوعة الفقهية الكويتية" میں ہے:

" اختلف الفقهاء هل يعذر من يجهل مبطلات الصلاة؟ فذهب الحنفية والمالكية إلى أن التكلم في الصلاة يبطلها عالمًا كان المتكلم أو جاهلًا، وذهب الشافعية إلى أ نه إذاتكلم قليلًا جاهلا بتحريم الكلام في الصلاة لاتبطل صلاته، إن قرب هذه بالإسلام أو نشأ بعيدًا عن العلماء بخلاف من بعُد إسلامه وقرب من العلماء لتقصيره بترك العلم" (الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ ۱۶/ ۲۰۴، جہل: ۱۸)۔

(۲) چوری کے مسئلہ میں کوئی چور، چوری کی حرمت سے ناواقفیت کا دعوی کرے اور علم کے وسائل سے محروم ہو تو جمہور فقہا کا مذہب یہ ہے کہ اپنے شرائط کے ساتھ چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا، خواہ وہ چوری کی حرمت سے واقف ہو یا ناواقف؛ جبکہ شوافع کا مذہب یہ ہے کہ ناواقف چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا؛ "الموسوعة الفقهية الكويتية" میں ہے:

"ذهب جمهور الفقهاء إلى أن يد السارق تقطع ـ بشرطه ـ سواء كان عالما بالتحريم أم

جاهلا، وذهب الشافعية إلى أن يد السارق الجاهل لاتقطع" (الموسوعۃ الفقھیہ ۱۶/۲۰۶،جھل:۲۷وبدائع الصنائع ۷/۶۷ والقوانین الفقھیہ /۲۳۵)۔

(۳) حج وعمرہ کے مسئلہ میں اگرکوئی ناواقف شخص حالتِ احرام میں جماع کرلے،تو جمہور فقہا(حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ) کے نزدیک یہ جماع بھی جنایت ہے،جس کی جزااور دم واجب ہے،اس میں جاننے اور نہ جاننے والے دونوں برابر ہے،جہل عذر نہیں؛ جبکہ شافعیہ کے مذہب مطابق جسے مسئلے کا کچھ پتہ ہی نہیں تھااور نہ ہی علم کااس کے پاس کوئی ذریعہ تھا،تو وہ معذور ہے، دم وغیرہ کچھ واجب نہ ہوگا اور اس کا احرام جماع او راس جیسی چیزوں سے فاسد بھی نہ ہوگا؛"**الموسوعة الفقهية الكويتية**"میں ہے:

"**ذهب جمهور الفقهاء(الحنفية والمالكية والحنابلة) إلى أن الجماع في حالة الإحرا م جناية، يجب فيه الجزاء سواء في ذلک العالم والجاهل وغيرهما، وذهب الشافعية إلى أن الجاهل إذا كان قريب عهد بالإسلام أو نشأ في بادية بعيدة عن العلماء لايفسد إحرامه بالجماع ونحو ذلک**"(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ ۱۶/ ۲۰۵،جہل:۲۲)۔

نومسلم کانماز وروزہ کی فرضیت سے جاہل رہ جانے کاحکم:

جہل کےحوالہ سےسوال نامہ میں بہ طورنمونہ کے چندمسائل وجزئیات کی بحث بھی آئی ہے؛اگرچہ مذکورہ مسائل کا حل سوال(۱) کےتحت اصول وضوابط کے بیان میں آچکاہے،تاہم سوال وجواب کاذکر یہاں ضروری ہے:

سوال یہ ہے کہ کسی شخص نے دارالحرب میں اسلام قبول کیا،ہجرت کرکے دارالاسلام نہیں آسکا،ایک زمانہ تک دارالحرب ہی میں رہا،اسے نماز وروزہ کی فرضیت کاعلم نہ ہوسکااوراس نے نماز وروزہ کی ادائیگی نہیں کی،توفرضیت کاعلم ہونے کے بعد کیااس پرِان دنوں کےنماز وروزے کی قضالازم ہوگی،جن دنوں اِسے فرضیت کاعلم نہ تھایاقضالازم نہ ہوگی؟

جواب یہ ہے کہ دارالحرب میں نومسلم کا نماز وروزہ کی فرضیت سے ناواقف رہ جانا شرعاً عذرہے؛لہذا جب تک اُسے نماز وروزہ کی فرضیت کاعلم ہی نہ ہوسکاتھا اُن دنوں کی نماز، روزہ کی قضا بھی اس کے ذمہ لازم نہ ہوگی،اس مسئلہ میں صرف امام زُفرؒ کا اختلاف ہے، وہ ناواقف کو نائم پر قیاس کرکے لاعلمی کے زمانہ کی قضا بھی لازم کہتے ہیں؛"**كشف الأسرار**"میں ہے:

"**فالجهل في دارالحرب من مسلم لم يهاجر يكون عذرًا في الشرائع حتى لو مكث مدة لم يصل فيها أو لم يصم ولم يعلم أن عليه الصلاة و الصوم، لايكون عليه قضاؤهما؛ وقال زفرؒ: يجب عليه قضاؤهما؛ لأنه بقبول الإسلام صار ملتزمًا لأحكامه ولكن قصر عنه خطاب الأداء لجهله به وذلک**

لایسقط القضاء بعد تقرر السبب الموجب کالنائم إذا انتبه بعد مضي وقت الصلاة، ونحن نقول إن الخطاب النازل في حقه لعدم بلوغه إلیه حقیقة بالسماع ولاتقدیر باستفاضته وشهرته؛ لأن دارالحرب لیست بمحل استفاضة أحکام الإسلام، فیصیر الجهل بالخطاب عذرًا؛ لأنه غیر مقصر في طلب الدلیل ، وإنما جاء الجهل من قبل خفاء الدلیل في نفسه حیث لم یشتهر في دار الحرب بسبب انقطاع ولایة التبلیغ عنهم''(کشف الأسرار ۴/۱۴۶۶والجریمة والعقوبة في الفقه الإسلامي :الجهل ص:۳۶۱)۔

عجمی شخص کا عربی الفاظ کے معنی سے نادانی کا حکم:

سوال (۲) یہ ہے کہ کسی عجمی شخص سے عربی زبان میں طلاق، عتاق، یمین وغیرہ کے الفاظ کہلائے گئے، جن کا معنی وہ نہیں جانتا، تو اس کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

اس کا جواب (جیسا کہ ضابطہ (۵) کے تحت گذر چکا ہے) یہ ہے کہ جب وہ اِن کلمات کے معنی سے سرے سے واقف ہی نہیں اور'' زبانِ یارِمن ترکی ومن ترکی نمی دانم'' کے بمصداق کسی نے اس کی زبان سے نادانی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے طلاق وعتاق حتی کہ کفریہ الفاظ بھی اس سے کہلوائے تو کہنے والا اپنی لاعلمی کے سبب معذور ہوگا اور طلاق وغیرہ کچھ واقع نہ ہوگی، جیسا کہ کسی عربی شخص سے ایسا عجمی لفظ کہلایا جائے یا خود بولے، جس کا وہ معنی نہیں جانتا، تو اس پر کوئی حکم مرتب نہ ہوگا؛''الموسوعة الفقهیة الکویتیة'' میں ہے:

''إذا نطق الأعجمي بکلمة کفر أو أیمان أو طلاق أو عتاق أو بیع أو شراء أو نحوه ولایعرف معناه لایؤاخذ بشئ منه؛ لأنه لم یلتزم بمقتضاه ولم یقصد إلیه ، وکذلک إذا نطق العربي بما یدل علی هذه العبارة بلفظ أعجمي لایعرف معناه، فإنه لایؤاخذ،نعم لوقال الأعجمي:أردت به مایُراد عند أهله، فوجهان، أصحهما کذلک؛ لأنه لم یرده، فإن الإرادة لاتتوجه إلا إلی معلوم أو مظنون؛ لأنه إذالم یعرف معنی اللفظ لم یصح قصده'' (قواعدالأحکام للعز بن عبدالسلام ۲/۱۰۲والمنثور للزرکشي ۲/۱۳)۔

''لایقع طلاق من یجهل معنی اللفظ الدال علی الطلاق، قال في المغني:إن قال الأعجمي لامرأته:أنت طالق، ولایفهم معناه، لم تطلق؛ لأنه لیس بمختار للطلاق''(المغني ۷/۱۳۵،الموسوعة الفقهیة الکویتیة ۱۶/۲۰۲،جهل:۸و۲۵)۔

قتل کی گواہی کے انجام سے بے خبری کے ساتھ گواہی دینے اور پھر رجوع کرنے کا حکم:

سوال (۳) یہ ہے کہ دواشخاص نے کسی کے خلاف قتل کی گواہی دی اور اس گواہی کی بنا پر اس شخص کو قصاص میں قتل

کر دیا گیا، پھر دونوں گواہوں نے گواہی سے رجوع کرلیا اور کہا کہ ہم دونوں نے دانستہ جھوٹی گواہی دی تھی؛ لیکن ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ ہماری گواہی کی بنا پر اسے قتل کر دیا جائے گا، تو ان گواہوں سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟

(اس کا جواب مع ضابطہ مقالہ ص:۹ پر گذر چکا ہے) وہاں ''الأشباہ والنظائر'' کے حوالہ سے یہ صراحت آچکی ہے کہ اگر دو گواہوں کی گواہی کی وجہ سے کسی کو قتل کر دیا گیا بعد میں گواہوں نے گواہی سے رجوع کیا اور کہا کہ ہم نے قصداً جھوٹی گواہی دی تھی؛ لیکن ہم کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ہماری گواہی کی وجہ سے اس کو قتل کر دیا جائے گا، تو ان گواہوں سے قصاص نہیں لیا جائے گا؛ کیونکہ اس کا علم بہت سے لوگوں کو نہیں ہے (الأشباہ والنظائر، ص: ۴۱۲)۔

جہل سے متعلق دو حدیثوں کا تذکرہ

حدیث نمبر:۱

عذر بالجہل کے دلائل کے تحت کچھ حدیثوں کا ذکر آچکا ہے، سوال کے آخر میں مذکور احادیث کا تعلق بھی اسی سے ہے، سوال نامہ میں وہیں تذکرہ کیا جاتا تو بہتر تھا، بہرحال سوال کے مطابق آخر میں ان دونوں حدیثوں پر مختصرا عرض کیا جاتا ہے۔

پہلی حدیث جو ''حدیث القدرۃ'' سے معروف ہے، وهو هذا:

''عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ. قال: إن رجلا لم يعمل خيرا قط فقال لأهله: إذا مات فأحرقوه، ثم اذروا نصفه في البر ونصفه في البحر، فوالله لئن قدر الله عليه ليعذبنه عذابًا لايعذبه أحدا من العالمين، فلما مات الرجل فعلوا به ما أمرهم، فأمر الله البر، فجمع مافيه، وأمر البحر، فجمع مافيه، فإذا هو قائم بين يديه، ثم قال: لم فعلت هذا؟ قال: من خشيتک يا رب وأنت أعلم فغفر الله له. الحديث''(كذا في الصحيحين)

یہ صحیح حدیث اپنے ظاہری معنی کے اعتبار سے اس پر دال ہے کہ علم وفہم سے محروم شخص اگر اپنے جہل کی وجہ سے ایسی بات کہہ دے یا ایسی حرکت کر بیٹھے جو ایمان ویقین اور اسلامی عقیدے کے منافی ہو اور اس کا دل توحید سے معمور اور آخرت کے عذاب سے خائف ہو تو وہ اپنے علمی سطح کی کمزوری کے باعث معذور ہوگا اور اپنے خوفِ خداوندی کے وجہ سے ماجور بھی ہوگا، جس طرح کے حدیثِ پاک میں ایک باندی کا قصہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس سے پوچھا ''أین اللہ''، یعنی اللہ کہاں ہے؟ اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا کہ اوپر ہے، پھر پوچھا: میں کون ہوں؟ کہا: آپ رسول ہیں اللہ کے، پس آپ ﷺ نے فرمایا یہ مؤمن ہے؛ کیوں کہ اس لونڈی کا فہم اتنا ہی تھا اس کا فہم اس سے زیادہ کا متحمل نہ تھا، بہرحال یہ حدیث العذر بالجهل

کی واضح دلیل ہے؛البتہ شارحینِ حدیث نے اس حدیث کے تحت بہت تفصیلی کلام کیا ہے،احقر امام نوویؒ شارحِ مسلم کی کچھ تفصیل ذکر کرنے کے بعد حضرت تھانویؒ کا عارفانہ کلام نقل کرنے پر اکتفا کرے گا۔

"قال النووي:اختلف العلماء في تأويل هذا الحديث ، فقالت طائفة:لايصح حمل هذ ا على أنه أراد نفي قدرة الله ،فإن الشّاک في قدرة الله تعالى كافر، وقد قال في آخر الحديث: إنه إنما فعل هذا من خشية الله تعالى، والكافر لا يخشى الله تعالى ولا يغفر له، قال: هؤلاء، فيكون له تأويلان، أحدهما:أن معناه لئن قدر على العذاب أي قضاه يقال منه قدر بالتخفيف .

والثاني:أن قدر هنا بمعنى ضيق علي، قال الله تعالى:"فقدر عليه رزقه وهو أحد الأقوال في قوله تعالى:فظن ألن نقدر عليه.

وقالت طائفة: اللفظ على ظاهره، ولكن قاله هذا الرجل وهو غير ضابط لكلامه ولاقاصد لحقيقة معناه ومعتقد لها؛ بل قاله في حالة غلب عليه فيها الدهش والخوف و شدة الجزع بحيث ذهب تيقظه وتدبر ما يقوله فصار في معنى الغافل والناسي، وهذه الحالة لايؤاخذ فيها وهو نحو قول القائل الآخر الذي غلب عليه الفرح حين وجد راحلته"أنت عبدي وأنا ربک" فلم يكفر بذلک الدهش والغلبة والسهو.

وقد جاء في هذا الحديث في غير مسلم "فلعى أضل الله" أي أغيب عنه، وهذا يدل على أن قوله لئن قدر الله على ظاهره.

وقالت طائفة: هذا من مجاز كلام العرب وبديع استعمالها يسمونه مزج الشک باليقين كقوله تعالى:"وإنا أو إياكم لعلى هدى"(سورۂ سبا:۲۴)، فصورته صورة الشک والمراد به اليقين.

وقالت طائفة: هذا الرجل جهل صفة من صفات الله تعالى، وقد اختلف العلماء في تكفير جاهل الصفة"(شرح النووي،ج:۷،ص:۷۰-۷۴)(العذر بالجهل تحت المجهر الشرعي ص:۲۴۸و۲۴۹)۔

حضرت تھانویؒ کا کلام ملاحظہ ہو:ایک اور واقعہ حدیث میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک نباش ،یعنی کفن چور تھا، بڑا گنہگار ساری عمر اس نے یہی کام کیا اور جانتا تھا کہ یہ کام برا ہے؛مگر تمام عمر مبتلا رہا جب مرنے لگا تو اس نے عجیب وصیت کی جس سے کوئی خشک مولوی یا متکلم تو کفر ہی کا فتوی لگائے گا(گو یہ مجمع اس واقعہ کے بیان کا متحمل نہیں؛مگر رحمتِ خدا تعالی کو میں کیوں تنگ کروں؟ جب ایک واقعہ ہے اور حدیث میں اس کو بیان فرمایا گیا ہے تو میں کیوں اس کے اظہار میں بخل

کروں)اس نے یہ وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں، تو مجھ کو جلا کر راکھ کر دینا اور آدھی راکھ ہوا میں اڑا دینا اور آدھی دریا میں بہا دینا، اگر پھر بھی میرے اوپر خدا کا قابو چل گیا تو مجھ کو طرح طرح کا ایسا عذاب پہنچائے گا جو آج تک کسی کو نہ دیا ہوگا، حدیث میں ''لئن قدر اللہ'' کا لفظ ''إن'' شک کے واسطے ہوتا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کو شک تھا حق تعالی کی کمالِ قدرت میں؛ چنانچہ وارثوں نے ایسا ہی کیا کہ اس کی لاش کو جلا کر آدھی راکھ دریا میں بہا دی اور آدھی راکھ ہوا میں اڑا دی؛ لیکن اس سے کیا ہونا تھا حق تعالی کی قدرت سے باہر کیسے جا سکتا تھا؟ حق تعالی نے تمام اجزا کو دریا اور ہوا میں سے جمع کیا اور اس کو زندہ کیا اور پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ عرض کیا: اے اللہ! آپ کے خوف سے، حکم ہوا فرشتوں کو کہ یہ ہم سے ڈرتا ہے، اسے چھوڑ دو، ہم نے اسے بخش دیا، اتنے جہل پر بھی بخشش ہوگئی، اب اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ مومن تھا یا کافر؟ اس کو کافر تو کہہ نہیں سکتے؛ کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ کافر کی بخشش نہیں ہوسکتی، نہ اس امت میں نہ اور کبھی پہلے کسی امت میں ایسا ہوا کہ کافر کی بخشش ہوئی ہو، تو لامحالہ اس کو مومن ماننا پڑے گا؛ حالاں کہ اس نے لفظ ایسا کہا ہے جو ایمان کے خلاف ہے: کیونکہ خدا کی قدرت ہی میں جسے شک ہو وہ مومن کیسے کہا جا سکتا ہے؟ ایمان جیسا کہ ذاتِ حق کے ساتھ ضروری ہے، ایسی ہی صفات پر بھی ضروری ہے، یہاں متکلم سے پوچھو کہ اس سوال کا جواب کیا ہوسکتا ہے؟ متکلمین نے اس سے تعرض کیا ہے اور یہی اشکال کیا ہے کہ اس نے ''اِن'' شکیہ کے ساتھ کہا ہے، تو اس کو قدرت میں شک ہوا اور جس کو قدرتِ حق تعالی میں شک ہو، وہ کافر ہے اور کافر کی بخشش نہیں ہوسکتی؛ مگر جب اس کی بخشش ہوگئی تو وہ کافر نہیں ہے، اس لیے انہوں نے اس میں ایک تاویل کی ہے جو صرف من سمجھوتا ہے، وہ یہ کہ ''لئن قدر اللہ'' کے معنی ''لئن ضیق اللہ'' مراد لیے، ''قدر'' بمعنی تنگ گیری کے بھی آتا ہے جیسے ''فقدر علیہ رزقہ'' میں ہے تو معنی یہ ہوئے کہ اگر حق تعالی نے میرے اوپر تنگ گیری کی اور قہاریت سے کام لیا تو بڑا عذاب دیں گے، اس پر ''اِن'' شکیہ لانا بالکل صحیح ہے؛ کیوں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ تنگ گیری کی جاوے اور یہ بھی ممکن ہے کہ نہ کی جاوے، یہ تاویل ہے جس سے متکلمین نے دل کو سمجھا لیا؛ لیکن اہلِ فہم سمجھ سکتے ہیں کہ اگر اس کی یہ مراد تھی تو جسم کو جلانے اور اڑانے کی وصیت کیوں کی؟ کیا اس کے بعد تنگ گیری نہیں ہوسکتی؟ البتہ اس کے بعد تنگ گیری اسی صورت میں نہیں ہوسکتی کہ اجزا کا جمع کرنا قدرت سے خارج ہو، تو پھر وہی اشکال لوٹ آیا کہ اس قدرت میں شک تھا، غرض یہ فعل خود بتلا رہا ہے کہ ''قدر'' کے معنی تنگ گیری کے نہیں ہو سکتے؛ بلکہ قدرت ہی سے مشتق ہے، پس یہ تاویل بالکل بارد ہے، اس سے وہ سوال رفع نہیں ہوتا۔

اس کا جواب صوفیا اور عارفین سے پوچھو، وہ کہتے ہیں: ''جتنا فہم اتنا مواخذہ'' اس کا فہم اتنا ہی تھا کہ اس فعل کے بعد کہ خاک کو دریا اور ہوا میں اڑا دیا جائے، اس کو احتمال ہوا کہ شاید پھر اس پر قدرت نہ ہو کہ اسے پھر جمع کر کے زندہ کرے اور عذاب دے، پس اس پر مواخذہ اس لیے نہیں کیا گیا کہ اس سے زیادہ اس کی سمجھ کام نہیں کر سکتی تھی، تو اس غلطی میں وہ

معذور ہوا اور خشیت کی صفت اس میں موجود تھی ہی پس اس کی بدولت اس کی مغفرت ہوگئی (وعظ الصالحون بحوالہ: مسئلۂ تکفیر، ص:۲۳۰-۲۳۲)۔

حدیث نمبر:۲

"**عن حذيفة بن اليمان رضی اللہ عنہ أن رسول الله -صلی اللہ علیہ وسلم- قال:يأتي على الناس زمان لايعرفعون فيه صلاة ولاصياما ولاحجا ولاعمرة إلا الشيخ الكبير والعجوز الكبيرة، ويقولون: أدركنا آباء ناوهم يقولون:لاإله إلاالله، فقيل لحذيفة بن اليمان:ماتغنى عنهم لاإله إلا الله؟ فقال:تنجيهم من النار" الحديث** (ابن ماجۃ:۴۰۴۹)۔

سنن ابن ماجہ کی یہ حدیث بھی صحیح حدیثوں میں سے ہے اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیوں میں سے ہے کہ آخر زمانہ میں امت کا یہ حال ہوجائے گا کہ جہل پھیل جائے گا اور کلمہ گو لوگ بھی نماز، روزہ، حج وغیرہ تک سے بالکل ناواقف ہوجائیں گے، یعنی قربِ قیامت میں بعض جگہ بعض لوگوں کی ایمانی حالت اتنی سطح پر نیچے گرجائے گی، اس کے باوجود ایمان کا کلمہ ان کو آخرت میں نجات کا ضامن ہوگا؛ لہذا وہ لوگ جو علم وعلما سے دور غیر دینی ماحول میں دور دراز علاقوں میں زندگی گذار رہے ہوں گے، جہاں علمِ دین اور علومِ نبوت کی روشنی ماند پڑگئی ہوگی اور انہیں کوئی بتانے والا نہ ہوگا، تو ایسے لوگ اپنی ناواقفیت میں معذور ہوں گے۔

اس حدیث سے بھی عذر بالجہل پر استدلال کیا گیا ہے، جیسا کہ علامہ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ:

"**كثير من الناس قد ينشأ في الأمكنة والأزمنة الذي يندرس فيها كثير من علوم النبوات حتى لايبقى من يبلغ ما بعث الله به رسوله من الكتاب والحكمة، فلا يعلم كثيرا مما يبعث الله به رسوله ولا يكون هناک من يبلغه ذلک ومثل هذا لايكفر، ولهذا اتفق الأئمة على أن من نشأ ببادية بعيدة عن أهل العلم والإيمان، وكان حديث العهد بالإسلام فأنكر شيئا من هذه الأحكام الظاهرة المتواترة، فإنه لايحكم بكفره حتى يعرف ماجاء به الرسول، ولهذا جاء في الحديث يأتي على الناس زمان لايعرفون فيه صلاة ولازكاة ولاصوما ولاحجا إلا الشيخ الكبير والعجوز الكبيرة يقول :أدركنا آباء نا وهم يقولون: لاإله إلا الله وهم لايدرون صلاة ولازكاة ولاحجا فقال :ولاصوم ينجيهم من النار**" (مجموع الفتاوی ۱۱/۴۰۷)۔

مذکورہ تارکینِ صوم وصلات جو بوجہِ جہالتِ صوم وصلات سے واقف بھی نہ تھے اور واقفیت کے وسائل بھی ان تک نہ پہنچے، تو وہ محض کلمۂ توحید کے سبب نجات پاجائیں گے اور شرائعِ اسلام کو ترک کرنے میں معذور قرار پائیں گے، ان کا حال

اُن مسلمانوں جیسا ہوگا جو اسلام لانے کے بعد شریعت کے نازل ہونے سے پہلے فوت ہوگئے یا ان اعمال پر قدرت ملنے سے پہلے ہی مر گئے، جیسے ایمان لا کر شہید ہونے والا شخص جس کو عمل کرنے کا موقع نہ ملا یا شرائع کا علم ہونے سے پہلے اسلام قبول کر کے فوت ہوگیا، تو یہ سب اللہ کے یہاں ناجی ہوں گے۔

☆☆☆

تکلیف شرعی اور جہل وناواقفیت کے احکام

مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی☆

انسان احکام الٰہی کا مکلّف اور اہل کب ہوگا؟ اس کی شرائط ہیں، ان میں علماء نے تفصیلی شرائط بیان فرمائی ہے، کچھ شرائط کا تعلق مکلّف سے ہے اور کچھ شرائط مکلّف بہ سے متعلق ہے، اور کچھ وہ اوصاف بھی ہیں جو انسان کی اہلیت وتکلیف میں مانع وعارض شمار کئے جاتے ہیں، جسے "موانع التکلیف" یا "عوارض الأھلیة" سے تعبیر کرتے ہیں، وہ عوارض دو قسم کے ہیں:

عوارض سماویہ جیسے جنون، نوم، اغماء، حیض ونفاس۔

"عوارض مکتسبه من نفسه" جیسے سکر، خطا، جہل (المغنی فی اصول الفقہ ۱/۲۴۶)۔

"عوارض مکتسبه من غیره" جیسے اکراہ ملجی، اکراہ غیر ملجی۔

اس وقت جو عارض زیر بحث ہے وہ "جہل" ہے، فقہاء نے اس کو عوارض مکتسبہ میں شمار کیا ہے، حالانکہ انسان کی اصل قرآن مجید میں اس طرح بیان کی ہے: "والله أخرجکم من بطون أمهاتکم لا تعلمون شیئا" (النحل:۷۸)، یہ علم انسان کی ایک زائد صفت ہے، جو صغر سنی میں اس کے پاس نہیں ہے، لیکن وہ محنت کرکے علم حاصل کرنے کے ذریعہ جہل کو دور کرسکتا ہے، اس کے باوجود انسان علم حاصل نہ کرے اور اس کے لئے سعی ومحنت نہ کرے تو یہ جہل اس کے اختیار سے ہوا، اسی لئے فقہاء اسے عوارض مکتسبہ میں ذکر کرتے ہیں (کشف الاسرار: باب الامور المعترضة علی الاہلیة، ۴/۴۳۶، ط: دار الکتاب العربی، بیروت)۔

چونکہ ایک بڑی مقدار معتدد اعذار کی بناء پر علم سیکھ نہیں پاتی اور اس وصف سے متصف رہتے ہیں، اس لئے اس صفت سے متصف لوگوں کے احکام کیا ہوں گے؟ ان کے تصرفات کا حکم کیا ہوگا؟ احکام شرعیہ میں جہل کا کیا اثر مرتب ہوگا؟ اس کو جاننا بھی اہم اور ضروری ہوجاتا ہے۔

☆ شیخ الحدیث ومہتمم دار العلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا، بھروچ، گجرات۔

جہل کی تعریف:

''جہل''، علم کی ضد ہے، فقہاء اور اہل لغت نے متعدد تعریفات ذکر کی ہے، جن کی عبارتیں مختلف ہے، ان میں سے ایک تعریف علامہ جرجانیؒ نے کی ہے:

"الجهل هو اعتقاد الشيئ على خلاف ما هو عليه"(التعریفات: باب الجیم، ص: ۶۷، ط: مکتبہ فقیہ الامت دیوبند)۔

لیکن ان تمام میں بہترین تعریف علامہ ابن نجیمؒ نے کی ہے:

"وأما الجهل وحقيقته عدم العلم عما من شانه العلم" (غمز عیون البصائر، شرح الاشباہ والنظائر: الفن الثالث الجمع والفرق، باب احکام الناسی، ۳/۲۹۶، ط: دار الکتب العلمیہ، بیروت)۔

عبدالرحمٰن بن صالح عبداللطیف مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والجهل لغة: خلاف العلم، واصل مادة العلم، دال على اثر بالشيئ يتميز به عن غيره . واصطلاحا قيل: هو اعتقاد الشيئ على خلاف ما هو عليه . وقيل: هو انتفاء العلم بالمقصود، وقيل: غير ذلک والصحيح – فيما يظهر لی – أن تعريف الجهل يجب أن يشمل الأمرين ، اعنى عدم العلم بمعنى خلو الذهن عن حكم ما، وبمعنى اعتقاد الشيئ على خلاف ما هو عليه ليشمل نوعي الجهل.

ولذلک فقد عرفه صاحب التلويح بأنه عدم العلم عما من شأنه العلم، ثم قال: فإن قارن اعتقاد النقيض فمركب، وهو المراد بعدم الشعور" (القواعد والضوابط الفقہیۃ المتضمنۃ للتیسیر: فصل النسیان والجہل ۱/۵۲۲، ط: البحث العلمی، الجامعۃ الاسلامیہ المدینۃ المنورہ)۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر آدمی کو اپنے جہل کا شعور و احساس بھی ہو تو یہ جہل بسیط ہے اور اگر آدمی کو کسی چیز کے بارے میں جہل کا شعور و احساس بھی نہ ہو اور جہل کے باوجود اپنے بارے میں علم کا خیال پیدا ہو جائے تو یہ جہل مرکب ہے۔

جہل کی اقسام:

جہل و ناواقفیت اصلاً ان امور میں سے ہے جس کو شریعت عذر تصور کرتی ہے، اور بسا اوقات اس کی وجہ سے احکام میں تخفیف پیدا ہوتی ہے، اسی لئے اصولیین اور فقہاء احناف نے اس کو ''عوارض اہلیت'' کے تحت ذکر کیا ہے، جہل کے عذر اور شبہۂ عذر ہونے کے اعتبار سے فقہاء احناف نے تین اقسام بیان فرمائی ہے:

(۱) ایسا جہل جو نہ عذر بننے کے لائق ہو اور نہ ہی اس میں شبہۂ عذر بننے کی صلاحیت ہو، دوسرے لفظوں میں اسے

جہل باطل کہہ سکتے ہیں، اس کے تحت چار مثالیں پیش فرمائی ہے جو درج ذیل ہے:

جہل باطل ایسا جہل ہے جو آخرت میں انسان کے لئے عذر نہ بن سکے، عام طور پر چار صورتوں کو اس زمرہ میں رکھا گیا ہے:

(۱) کافر کا توحید، رسالت، آخرت اور اللہ تعالی کی صفات سے جہل۔

(۲) توحید ورسالت وغیرہ کا اقرار ہو، لیکن اللہ تعالی کی صفات یا آخرت وغیرہ کی بابت مبتدعانہ عقیدہ رکھتا ہو، مثلا وہ لوگ جو خدا کی صفات کو بالکل مخلوق کی طرح فانی تصور کرتے ہوں یا عذاب قبر، میزان اور پل صراط اور حوض وشفاعت کے منکر ہوں۔

(۳) باغی کا جہل، جو عادل امیر المسلمین کے خلاف ناواجبی بغاوت کرے، چنانچہ اگر وہ کسی کا مال تلف کردے تو ضامن ہوگا، تاہم ان کا جہل پہلے طبقہ سے کمتر متصور ہوگا؛ کیونکہ مبتدعین پر تو بعض سلف نے کفر کا فتوی لگایا ہے، لیکن محض بغاوت کے باعث کفر نہ ہونے پر اتفاق ہے۔

(۴) مجتہد کا صریحاً کتاب اللہ، سنت مشہورہ اور اجماع امت کے خلاف رائے قائم کرنا، مثلا قرآن نے ذبیحہ کی حلت کے لئے بسم اللہ کہنے کو ضروری قرار دیا ہے، لیکن بعض فقہاء نے عمداً تارک تسمیہ کے ذبیحہ کو بھی حلال قرار دیا ہے، حدیث مشہور ہے کہ طلاق مغلظہ کے بعد عورت شوہر اول کے لئے جب ہی حلال ہوگی کہ شوہر ثانی اس سے جماع کر چکا ہو، مگر بعض حضرات نے اس کے خلاف شوہر ثانی کے محض نکاح کو کافی قرار دیا ہے، اجماع ہے کہ ''ام ولد باندی'' فروخت نہیں کی جاسکتی ،اس کے باوجود بعضوں نے اس کی اجازت دی ہے۔

اس جہل کو ''جہل باطل'' میں شمار کرنا بہت مشکل ہے، کیونکہ فقہائے مجتہدین میں سے شاید ہی کوئی ہو جن کے یہاں ایک دو مسئلوں میں اس طرح کا تفرد موجود نہ ہو اور خود احناف کے لئے بھی اس سے براءت آسان نہیں ہے (قاموس الفقہ :مادہ جہل، ۳/۱۶۶، ط: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ اکمل الدین بابرتیؒ لکھتے ہیں:

"أما الأول : وهو الجهل الباطل بلا شبهة ، الذى لم يصلح أن يكون عذرًا فى (الآخرة أصلا): فالكفر من الكافر، لأنه مكابرة وجحود بعد وضوح الدليل . (فإن الدلائل الدالة) على وحدانية الله تعالى وكمال قدرته ظاهرة (باهرة لا) خفاء بها. وكذا الدليل الدال على صحة الرسالة من المعجزات ظاهر محسوس فى زمانهم (وقد نقلت المعجزات) بعدهم إلى يومنا هذا بالتواتر ، فكان إنكارها كإنكار المحسوس . قال الله تعالى: "وجَحدُوا بِها واستَيْقَنَتْها أنفسهم ظلما وعلوًّا".

فلهذا لم يجعل عذرا بوجه .

القسم الثانى من أقسام الجهل: جهل صاحب الهوى فى صفات الله تعالى ، كجهل المعتزلة، وجهل المشبهة بصفات الله، فإن المعتزلة يمنعون الصفات، والمشبهة يجوزن حدوث صفات وزوالها عنه، مشبهين فى ذلک بخلقه.

وهذا الجهل باطل، لا يصلح عذراً فى الآخرة، لأنّه مخالف للدليل الواضح نقلا وعقلاً. وموضع هذا البحث أصول الكلام، فلنكتف بهذا القدر ههنا.

وكذا الجهل بأحكام الآخرة، كجهل "المعتزلة" بسؤال منكر ونكير، وعذاب القبر، والميزان ، والشفاعة لأهل الكبائر، وجواز العفو عما دون الشرک، وجواز إخراج أهل الكبائر الموحدين من النار، وكجهل "الجهمية"بخلود الجنة والنار وأهليهما ، جهل باطل . لأنّ الدلائل من الكتاب والسنة ناطقة بها، فلا يكون عذرًا فى الآخرة كجهل الكافر . وكذا جهل الباغى ، وهو الذى خرج عن طاعة الإمام الحق بتأويل باطل على ظن أنه على الحق والإمام على الباطل، لا يصلح عذراً ، لأنه مخالف للدليل الواضح. فإنّ الدلائل على كون الإمام على الحق كالخلفاء الراشدين رضى الله عنهم لايخفى ، ويُعَدّ جاحدها معانداً.

ولكنّه أي : صاحب الهوى أو الباغي لما كان من المسلمين، فإنه بالهوى والبغي لم يخرج عن الإسلام إذا لم يكن غاليًا فى هواه، أو كان ممن ينتحل الإسلام، يعني إذا غلا حتى كفر كغلاة "الروافض" والمجسمة" ، وجب علينا مناظرته وإلزامه (قبول الحق) ، ولم يعمل بتأويله الفاسد. حتى إذا (استحل الباغى) الأموال والدماء بتأويل أن مباشرة الذنب كفر لا يحكم بإباحتها فى حقه كما حكمنا بإباحة الخمر فى حق الكافر بديانته ، كأنه يعتقد الإسلام حقاً ، فأمكن مناظرته وإلزام الحجة عليه. وكذلک جهل من خالف فى اجتهاده الكتاب والسنة من علماء الشريعة وأئمة الفقه. أو عمل بالغريب من السنة على خلاف الكتاب والسنة المشهورة، فمردود وباطل، ليس بعذر أصلا.

مثل الفتوى ببيع أمهات الأولاد. ومثل: القول بالقصاص فى القسامة . ومثل : استباحة متروک التسمية عمداً . أي : وكجهل الباغى وصاحب الهوى: جهل من خالف فى اجتهاده الكتاب أو السنة من علماء الشريعة وأئمة الفقه ، أو عمل بالغريب من السنة على خلاف الكتاب أو السنة المشهورة، فمردود باطل ليس بعذر أصلاً" (التقریر لاصول فخر الاسلام البزدوی: باب عوارض الاہلیۃ المکتبۃ ۲۰۸/۱۲۰۸، ۱۴۳-

۱۴۶، ۱۵۱، ط: وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ الکویت)۔

بعض حضرات نے انہیں مثالوں کو دو قسموں میں منقسم کیا ہے، ایک جہل باطل، جو قوی ہے، اور دوسرا، جہل باطل جو پہلی قسم سے کمتر ہے، اس طرح چار قسمیں ہوگی۔

اس کی مزید وضاحت تیسیر التحریر (۴/ ۲۱۱-۲۲۳، ط: دارالکتب العلمیہ، بیروت)، علاؤالدین عبدالعزیز احمد بخاری نے (کشف الاسرار: ۴/ ۵۳۴، ط: دارالکتب العربی، بیروت) اور دیگر اصولیین نے فرمائی ہے۔

(۲) دوسری قسم ایسا جہل جو شبہہ بن سکتا ہے، اس سے حدود وکفارات ساقط ہوجاتے ہیں، اس کو اس طرح سمجھیں کہ اجتہادی مسائل میں یا ایسے مواقع پر، جہاں واقعی شبہ کی گنجائش ہو، آدمی ناواقفیت کی وجہ سے کوئی کام کرگذرے؛ یہ ''جہل'' عذر شرعی بن سکتا ہے، مثلاً کسی شخص نے پچھنا لگوایا، چونکہ ایک حدیث مروی ہے، جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پچھنا لگانا ناقض روزہ ہے اور یہی رائے امام اوزاعی کی ہے، اس شخص نے یہ سمجھ کر کہ واقعی روزہ ٹوٹ چکا ہے، کھاپی لیا تو صرف قضاء واجب ہوگی، کفارہ واجب نہ ہوگا۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے عبدالعزیز بن احمد بخاری لکھتے ہیں:

"وأما القسم الثالث:وهو الجهل الذى يصلح شبهة فهو الجهل فى موضع تحقق فيه الاجتهاد من غير أن يكون مخالفا للكتاب أو السنة، وهو المراد بالصحيح (أو فى غير موضع الاجتهاد) أي لم يوجد فيه اجتهاد، ولكنه موضع الاشتباه (صلى الظهرعلى غير وضوء) يعني غير عالم بعدم الوضوء. ثم صلى العصر على وضوء ذاكرًا لذلک ،وهو يظن أن الظهر أجزأه لكونه غير عالم بعدم الوضوء فيه فالعصر فاسدة كالظهر عندنا فكان عليه أن يعيدهما جميعا؛ لأن ظنه بجواز الظهر جهل واقع على خلاف الإجماع، لأن ظهره فاسد بلا خلاف، فكان من القسم الثاني لا من هذا القسم.

قوله: (وكذلک) (صائم احتجم ثم أفطر) على ظن أن الحجامة فطرته (وظن أن على ذلک التقدير) أي تقدير أن الحجامة فطرته لم تلزمه الكفارة بالإفطار بعدها. أو ظن أن على تقدير الأكل بعد حصول الإفطار بالحجامة لم تلزمه الكفارة. لما قلنا أن حصول الجهل في موضع الاجتهاد، وفى حكم يسقط بالشبهة معتبر، وظن هذا الصائم فى موضع الاجتهاد؛ إذ الأوزاعي يقول بفساد الصوم بالحجامة معتمدا على قوله عليه السلام حين رأى رجلين حجم أحدهما صاحبه : "أفطر الحاجم والمحجوم" وفى موضع يسقط بالشبهة؛ لأن كفارة الصوم تسقط بالشبهات لترجح جانب العقوبة فيها على ما مر بيانه.وأن قوله: لم تلزمه الكفارة جواب المسألة، ولما قلنا متعلق به؛ لأن الكلام مستقيم

متضح بدون ملک الزيادة"(کشف الاسرار علی اصول فخر الاسلام البز دوی: باب العوارض المکتسبۃ، ۴/ ۵۵۵، ۵۵۷، ط: دار الکتاب العربی بیروت)۔

(۳) تیسری قسم ایسا جہل کہ جس کی بناء پر صاحب جہل کو معذور سمجھا جائے گا۔

جہل کی تیسری صورت یہ ہے کہ ایک غیر اسلامی ملک میں کسی شخص نے اسلام قبول کیا، مگر احکام شرعیہ اس کو معلوم نہ ہو سکے اور نماز، روزہ وغیرہ کی فرضیت کا بھی علم نہ ہو سکا تو ایسا شخص جب تک ناواقفیت کی وجہ سے ان عبادات کو انجام نہ دے معذور سمجھا جائے گا اور اس کی قضاء واجب نہ ہوگی۔

ابوزہرہ مصری لکھتے ہیں:

"الجهل بالأحكام الإسلامية في غير الديار الإسلامية: وهو جهل قوي إلى درجة أن جمهور الفقهاء قال: إنه تسقط عنه التكليفات الشرعية؛ حتى إنه لو أسلم رجل في دار الحرب، ولم يهاجر إلى الديار الإسلامية ، ولم يعلم أنه عليه الصلاة والصوم والزكاة، ولم يؤد فرضا من هذه الفرائض. فإنه لا يؤديها قضاء إذا علم، وقال زفر: يجب عليه أن يؤديها إذا علم، ووجهه أنه بقبوله الإسلام صار ملتزماً أحكامه وعليه أداؤها، ويعذر إذا لم يؤدها في وقتها ، ولكن إذا علم فحكم االلتزام ثابت، فيجب عليه قضاء ما التزم.

ووجهة جمهور الفقهاء ،أن دار الحرب ليست موضع علم بالأحكام الشرعية، فلم تستفض فيها مصادر الأحكام، ولم تشتهر، فكان الجهل جهلا بالدليل ، والجهل بالدليل يسقط التكليف ، إذ لم يتوجه الخطاب. وعلى ذلك يتميز هذا القسم عن بقية الأقسام السابقة، فبأن الجهل هنا ليس عذرًا فقط؛ بل إنه مسقط للخطاب"(اصول الفقہ: عوارض الاہلیۃ واقسامہا فصل فی الجہل، ص: ۳۰۳، ۳۰۴، ط: الجوہرۃ)۔

احناف کے یہاں جہل کے بطور عذر قبول ہونے کے بارے میں اوپر تین اقسام گذر چکی، اس کے علاوہ ایک چوتھی قسم بھی ہے، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں:

(۴) جہل کی چوتھی قسم کی فقہاء نے مختلف مثالوں سے توضیح کی ہے، ہم اگر اس کی تحدید کرنا چاہیں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ اپنے اختیارات کا استعمال کرنے یا ان کے سلب ہو جانے کی جو شرطیں ہیں، آدمی ان شرطوں کے وقوع پذیر ہو جانے سے واقف نہ ہو تو یہ عذر معتبر ہوگا، مثلاً ولی باکرہ بالغہ لڑکی کا نکاح رَد کر دے اور لڑکی کو اس کی خبر نہ ہو تو اس کی خاموشی نکاح پر رضامندی متصور نہ ہوگی، بلکہ نکاح پر مطلع ہونے کے بعد اس کو نکاح رد کرنے کا اختیار باقی رہے گا، یا کسی شخص کو کسی چیز کی خریدی کا وکیل بنایا، پھر اس شخص کو وکالت سے معزول کر دیا اور خریدی کا اختیار سلب کر لیا، مگر وکیل کو بھی اس کی اطلاع نہ

ہوسکی، ایسی صورت میں اگر اس نے سامان خرید لیا تو اس کی ذمہ داری وکیل پر نہ ہوگی؛ بلکہ خود وہ شخص اس کا ذمہ دار ہوگا۔

جہل کے متعلق ایک اُصول:

احناف کے یہاں ایک اصول ''جہل'' کے متعلق یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس کا اعتبار'' دفع فساد'' کے لئے ہوتا ہے ، چنانچہ ایک شخص کی بڑی بیوی نے اس کی چھوٹی بیوی (جو شیر خواری کی عمر میں تھی) کو دودھ پلا دیا تو حرام تو دونوں ہی بیویاں ہوجائیں گی ،لیکن اگر بڑی بیوی اس بات سے واقف نہ تھی کہ اس کا یہ عمل اس کے شوہر کو دونوں بیویوں سے محروم کر دے گا اور اس کے نتیجہ میں اس شیر خوار بیوی کا نصف مہر بھی شوہر پر خواہ مخواہ کسی انتفاع اور استمتاع کے بغیر واجب ہوگا، تو وہ اس آدھے مہر کی ذمہ دار نہ ہوگی ، اسی طرح کسی شخص نے'' کلمۂ کفر'' کہہ دیا اور اسے معلوم نہیں کہ یہ الفاظ کفر میں سے ہے، تو بعض فقہاء تو اُسے کافر قرار دیتے ہیں، لیکن بعضوں نے اسے معذور تسلیم کیا ہے اور کفر کا فتویٰ نہیں لگایا ہے۔

جہل کی ان اقسام کے علاوہ ''جہل'' کے بحیثیت عذر قابل قبول ہونے کے لئے بعض قواعد بھی مقرر کئے گئے ہیں:

(۱) ایسی چیزیں جن کی حرمت سے عام طور پر لوگ واقف ہوتے ہیں، اگر کوئی شخص اس سے ناواقفیت اور جہل کا عذر کرے تو اسی وقت معتبر ہوگا جب کہ وہ نومسلم ہو یا ایسے دور دراز دیہات اور صحراء کا باشندہ ہو کہ وہاں تک علم کی روشنی نہ پہنچی ہو، زنا، قتل، چوری، شراب، نماز میں گفتگو اور روزہ میں کھانا وغیرہ کا شمار اسی قسم کے احکام میں ہے۔

(۲) کسی فعل کی حرمت سے آگاہ ہو، مگر اس پر جو احکام مرتب ہوتے ہیں، ان سے ناواقف ہو تو یہ ناقفیت اس کے لئے چنداں مفید نہ ہوگی، مثلا شراب وزنا کی حرمت سے واقف ہو، لیکن ان کی سزا سے ناواقف، تو اس پر ان جرائم کے ارتکاب کی صورت میں شرعی سزا (حد) نافذ کی جائے گی، قتل کی حرمت سے واقف ہو، مگر یہ معلوم نہ ہو کہ قاتل بطور قصاص قتل کر دیا جاتا ہے، تب بھی'' قتل'' کی وجہ سے'' قصاص'' اس پر جاری ہوگا، یہ جانتا ہو کہ حالت احرام میں خوشبو کا استعمال ممنوع ہے، مگر یہ معلوم نہ ہو کہ اس پر فدیہ بھی واجب ہوتا ہے تب بھی خوشبو لگانے پر فدیہ واجب ہوگا (قاموس الفقہ : مادہ: جہل: ۳/ ۱۶۷، ۱۶۹، ط: کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند)۔

جہل کا بطور عذر قبول ہونا، نہ ہونا:

اولا یہ بات ذہن نشین رہے کہ جہل شریعت اسلامیہ میں عفو اور تخفیف کے اسباب میں سے ہے، اسی لئے قرآن مجید میں دعا سکھائی: ''**ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو اخطأ نا**'' (البقرہ:۲۸۶) اور خطا کا مطلب ہے احکام شرعیہ سے ناواقفیت اور جہل کی بناء پر عمل میں درستگی کو نہ پہنچنا، چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں علامہ وہبہ زحیلی صاحب لکھتے ہیں: ''**أو أخطأنا الصواب فى العمل جهلا منا بو جهه الشرعى** ''(التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج: البقرہ:۲۸۶، ۳/ ۱۳۴، ط: دار الفکر دمشق، سوریہ)۔

شوافع کے یہاں اس کی تفصیلات، شرائط وتنبیہات:

❖ اہل علم کا اتفاق ہے کہ جہل کی بناء پر اخروی عقوبت وگناہ ساقط ہوجائے گا، اس پر بھی اہل علم کا اتفاق ہے کہ جہل کو مطلقا تمام احکام کے حق میں مسقط شمار نہ کیا جائے۔

❖ اسی طرح ماموارت کی ادائیگی ضروری ہے، اگر کسی نے ماموارت کی ادائیگی نہ کی تو بعد میں بھی اس کی بجا آوری ضروری ہے، کیونکہ ماموراس کے ذمہ باقی ہونے کے سبب وہ بری الذمہ نہیں ہوا، لہذا ماموارت میں جہل کو ہر وقت عذر شمار نہیں کیا جائے گا۔

❖ جہل کے سبب محظورات کا ارتکاب کرے تو اسے معدوم کے حکم میں شمار کیا جائے گا۔

❖ اگر کسی چیز کے حرام ہونے کا علم ہے؛ لیکن اس کے نتائج اور انجام سے ناواقف ہے تو اسے معذور نہ سمجھا جائے۔

❖ اسی طرح حقوق العباد میں جہل موثر نہ ہوگا، اس صورت میں حقوق کی ادائیگی ضروری ہونی چاہئے۔

❖ الفاظ کے معانی سے جہالت وناواقفیت، اس لفظ کے حکم کو ساقط کردے گی۔

جیسا کہ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: ''**اعلم أن قاعدة الفقه أن النسيان والجهل مسقط للإثم مطلقا ، وأما الحكم فى ترک مأمور لم يسقط؛ بل يجب تداركه ولا يحصل الثواب المترتب بعدم الائتمار ، أو فعل منهى ليس من باب الاتلاف فلا شيئ فيه، أو فيه اتلاف لم يسقط الضمان**'' (الأشباہ والنظائر فی الفروع: الکتاب الرابع فی أحکام یکثر ورودہا، ص:۱۲۶، ط: دار الفکر بیروت، لبنان)۔

بدرالدین محمد بن عبدالعزیز محمود رقم طراز ہیں:

''**هناک تنبيهات مهمة ، بل الشروع فى ذكر بعض الفروع:**

(۱) اتفق أهل العلم أن الجهل مسقط للإثم والعقوبة فى الآخرة.

(۲) كما اتفقوا على انه ليس مسقطا لجميع الأحكام.

(۳) واتفقوا على أنه الجهل ليس عذرا فى ترک المأمور مطلقا . لأن من ترک المامور لم يؤد ما أمر به ، فهو فى عهدة الأمر، فيلزمه أن يأتى به، أما المحظور فإن وجود الجهل ونحوه حين فعله، يجعله فى حكم المعدوم .

(۴) واتفقوا على أن العلم بتحريم الشيئ والجهل بعقوبته لا يعذر به صاحبه، كمن علم بتحريم الزنا، ولم يعلم عقوبته ، فإنه لا يعذر بذلک.

(۵) واتفقوا على أن حقوق الآد ميين لا يسقط بالجهل والخطأ والنسيان بالجملة.

(٦) الجهل بمعنى اللفظ مسقطا لحكمه"(الجہل واثرہ فی الأحکام الشرعیۃ العملیۃ: المبحث الثانی، المطلب الاول،ص: ۴۰،۴۱)۔

اسی طرح آدمی کسی چیز کا مکلّف ہوجائے، لیکن اس کے احکام اور ضروری امور سے وہ ناواقف ہے تو یہ اس کے حق میں عذر ہوگا، ہاں! اگر ایسے وسائل تک رسائی ممکن ہو جس سے علم حاصل ہوسکتا ہے اور جہالت دور ہوسکتی ہے یا ایسا آدمی اس کے قریب میں موجود ہے جہاں تک پہنچنا آسان ہے، اور اس سے حکم معلوم کرکے جہل رفع کرسکتا ہے، اس کے باوجود وہ اس آدمی تک نہ پہنچے یا وسائل اختیار نہ کرے۔

جیسا کہ صحیح بخاری میں ایک مسئلہ یہ ذکر کیا ہے کہ کوئی شخص مسئلہ نہیں جانتا تھا اور اس نے احرام میں سِلا ہوا کپڑا پہنا تو اس کا کیا حکم ہے؟ کیا اس کی جہالت کا اعتبار کرتے ہوئے اس کے ذمہ سے کفارہ یا دَم ساقط کردیا جائے گا یا جہالت کا اعتبار نہ کرتے ہوئے اس پر کفارہ یا دَم لازم ہوگا؟ اس مسئلہ میں علامہ ابن حجرؒ نے ایک اصولی گفتگو بھی فرمائی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"ولا خلاف أن التكليف لا يتوجه على المكلف قبل نزول الحكم، فلهذا لم يؤمر الرجل بفدية عما مضى، بخلاف من لبس الآن جاهلا، فإنه جهل حكما استقر وقصر فى علم ما كان عليه أن يتعمله لكونه مكلفا به، وقد تمكن من تعلمه "(فتح الباری: کتاب جزاء الصید، باب اذا احرم جاہلا وعلیہ قمیص، رقم الحدیث: ۱۸۴۷-۴۸، ۴/۲۵۴۲، ط: دارالفکر، بیروت)۔

(۲) ضرویات دین کسے کہتے ہیں:

حضرت علامہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ''ضروریات دین'' سے وہ تمام قطعی اور یقینی امور دین مراد ہیں جن کا دین رسول اللہ ﷺ سے ہونا قطعی طور پر معلوم ہے، اور حد تواتر و شہرت عام تک پہنچ چکا ہے، حتی کہ عوام بھی ان کو دین رسول اللہ جانتے اور مانتے ہیں، مثلاً توحید، نبوت، خاتم الانبیا پر نبوت کا ختم ہونا، آپ کے بعد سلسلۂ نبوت کا منقطع ہوجانا، حیات بعد الموت، جزاء وسزائے اعمال، نماز اور زکوۃ کا فرض ہونا، شراب اور سود وغیرہ کا حرام ہونا۔

حضرتؒ حاشیہ میں لکھتے ہیں: شہرت عام کا معیار یہ ہے کہ عوام کے ہر ہر طبقہ میں اس کا علم پہنچ جانا چاہئے، ہر ہر فرد عوام کا جاننا ضروری نہیں ہے، اسی طرح عوام کے اس طبقہ کا جاننا بھی ضروری نہیں ہے جو دین اور دینی امور سے کوئی سروکار نہیں رکھتا، بلکہ عوام کے ان طبقوں تک اس امر ضروری کا علم پہنچ جانا چاہئے، جو دین سے علاقہ رکھتے ہیں، خواہ اہل علم ہوں یا خواہ غیر اہل علم۔

ضروریات دین کی وجہ تسمیہ:

ایسے تمام عقائد واعمال کو ضروری اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہر خاص وعام شخص قطعی اور یقینی طور پر ان کو دین سمجھتا اور جانتا ہے کہ مثلاً فلاں عقیدہ رسول اللہ ﷺ کا دین ہے، لہذا ایسے امور کا دین ہونا یقینی اور داخل ایمان ہے، اور ان پر ایمان لانا فرض ہے، یہ مطلب نہیں کہ ان پر عمل کرنا ضروری اور فرض ہے، جیسا کہ بظاہر متوہم ہوتا ہے، اس لئے کہ ضروریات دین میں بہت سے امور شرعاً مستحب اور مباح بھی ہوتے ہیں، ظاہر ہے کہ ان پر عمل کرنا فرض نہیں ہوسکتا، مگر ان کے مستحب یا مباح ہونے پر ایمان لانا یقیناً فرض اور داخل ایمان ہے اور بطور عناد ان کا انکار کرنا موجب کفر ہے۔

ضرویات دین کا مصداق:

لہذا ضروریات دین اس مجموعہ عقائد واعمال کا نام ہے جن کا دین ہونا یقینی اور بارگاہ رسالت سے اس کا ثبوت قطعی ہے (اکفار الملحدین فی ضروریات الدین اردو: مقدمہ، ص: ۴۸-۵۰، ط: مکتبہ عمر فاروق کراچی)۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

ضروریاتِ دین سے مراد وہ احکام ومسائل ہیں جو اسلام اور مسلمانوں میں اتنے متواتر اور مشہور ہوں کہ مسلمانوں کے ان پڑھ جاہلوں تک کو بھی ان سے واقفیت ہو، جیسے پانچ نمازوں کا فرض ہونا، صبح کی دو، ظہر کی چار رکعت کا فرض ہونا، رمضان کے روزے فرض ہونا، سود، شراب خنزیر کا حرام ہونا وغیرہ، اگر کوئی شخص ان مسائل سے متعلق آیاتِ قرآن میں ایسی تاویل کرے جس سے مسلمانوں کا متواتر اور مشہور مفہوم الٹ جائے وہ بلا شبہ باجماع امت کافر ہے؛ کیونکہ وہ در حقیقت رسول اللہ ﷺ کی تعلیم سے انکار ہے۔

اس زمانہ میں کفر والحاد کی گرم بازاری:

اس زمانے میں ایک طرف تو دین اور احکام دین سے جہالت اور غفلت انتہا کو پہنچ گئی کہ نئے لکھے پڑھے لوگ بہت سی ضروریاتِ دین سے بھی ناواقف رہتے ہیں، دوسری طرف جدید بے خدا تعلیم -جس کی بنیاد ہی مادہ پرستی پر ہے- کچھ اس کے اثر سے؛ اس پر مزید یورپ کے مستشرقین کے پھیلائے ہوئے اسلام کے خلاف شبہات واوہام سے متأثر ہوکر بہت سے ایسے لوگوں نے اسلام اور اصولِ اسلام پر بحث وگفتگو شروع کردی ہے، جن کو اسلام کے اصول وفروع، قرآن وحدیث کے علوم سے کوئی واسطہ نہیں، انہوں نے اسلام کے متعلق اگر کچھ معلومات بھی حاصل کی ہیں، تو اہل یورپ دشمنانِ اسلام سے حاصل کی ہیں، ایسے لوگوں نے قرآن وحدیث کی نصوص قطعیہ ضروریہ میں طرح طرح کی باطل تاویلیں کرکے شریعت اسلام کے متفق علیہ اور نصوص قطعیہ سے ثابت شدہ احکام کی تحریف کو اسلام کی خدمت سمجھ لیا، جب ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ کھلا کفر

ہے تو وہ مشہور ضابطہ کا سہارا لیتے ہیں کہ ہم اس حکم کے منکر تو نہیں، بلکہ ایک تاویل کر رہے ہیں، اس لیے ہم پر یہ کفر عائد نہیں ہوتا۔

قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ کی تشریح:

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ ثبوت کے اعتبار سے احکام اسلامیہ کی مختلف قسمیں ہوگئی ہیں، تمام اقسام کا اس بارے میں ایک حکم نہیں، کفر وارتداد صرف ان احکام کے انکار سے عائد ہوتا ہے جو قطعی الثبوت بھی ہوں اور قطعی الدلالت بھی۔

قطعی الثبوت ہونے کا مطلب تو یہ ہے کہ ان کا ثبوت قرآن مجید یا ایسی احادیث سے ہو جن کے روایت کرنے والے آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر آج تک ہر زمانہ اور ہر قرن میں مختلف طبقات اور مختلف شہروں کے لوگ اس کثرت سے رہے ہوں کہ ان سب کا جھوٹی بات پر اتفاق کر لینا محال سمجھا جائے (اسی کو اصطلاحِ حدیث میں تواتر اور ایسی احادیث کو احادیث متواترہ کہتے ہیں)۔

اور قطعی الدلالۃ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو عبارت قرآن مجید میں اس حکم کے متعلق واقع ہوئی ہے، یا حدیثِ متواترہ سے ثابت ہوئی ہے، وہ اپنے مفہوم ومراد کو صاف صاف ظاہر کرتی ہو، اس میں کسی قسم کی الجھن نہ ہو کہ جس میں کسی کی تاویل چل سکے۔

قطعیات وضروریاتِ دین کا فرق:

پھر اس قسم کے احکام قطعیہ اگر مسلمانوں کے ہر طبقہ خاص وعام میں اس طرح مشہور ومعروف ہو جائیں کہ ان کا حاصل کرنا کسی خاص اہتمام اور تعلیم وتعلم پر موقوف نہ رہے؛ بلکہ عام طور پر مسلمانوں کو وراثۃً وہ باتیں معلوم ہو جاتی ہوں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ کا فرض ہونا، چوری شراب خوری کا گناہ ہونا، آنحضرت ﷺ کا خاتم الانبیاء ہونا وغیرہ؛ تو ایسے احکام قطعیہ کو ضروریات دین کے نام سے تعبیر کرتے ہیں، اور جو اس درجہ مشہور نہ ہوں وہ صرف قطعیات کہلاتے ہیں ضروریات نہیں۔

اور ضروریات اور قطعیات کے حکم میں یہ فرق ہے کہ ضروریاتِ دین کا انکار باجماع امت مطلقا کفر ہے، ناواقفیت وجہالت کو اس میں عذر نہ قرار دیا جائے گا، اور نہ کسی کی تاویل سنی جائے گی۔

اور قطعیاتِ محضہ جو شہرت میں اس درجہ کو نہیں پہنچتے تو حنفیہ کے نزدیک اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کوئی عامی آدمی بوجہ ناواقفیت وجہالت کے ان کا انکار کر بیٹھے تو ابھی اس کے کفر وارتداد کا حکم نہ کیا جائے گا؛ بلکہ پہلے اس کو تبلیغ کی جائے گی کہ

یہ حکم اسلام کے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت احکام میں سے ہے، اس کا انکار کفر ہے، اس کے بعد بھی اگر وہ اپنے انکار پر قائم رہے تب کفر کا حکم کیا جائے گا۔

" وأما ماثبت قطعاً، ولم يبلغ حد الضرورة كاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت الصلبية بإجماع المسلمين، فظاهر كلام الحنفية الإكفار بجحده بأنهم لم يشترطوا فى الإكفار سوى القطع فى الثبوت (الى قوله) ويجب حمله على ما إذا علم المنكر ثبوته قطعًا" (مسامرہ:۱۴۹)۔

اور جو حکم قطعی الثبوت تو ہو مگر ضرورت کی حد کو نہ پہنچا ہو جیسے (میراث میں) اگر پوتی اور حقیقی بیٹی جمع ہوں تو پوتی کو چھٹا حصہ ملنے کا حکم اجماع امت سے ثابت ہے، سو ظاہر کلام حنفیہ کا یہ ہے کہ اس کے انکار کی وجہ سے کفر کا حکم کیا جائے؛ کیونکہ انہوں نے قطعی الثبوت ہونے کے سوا اور کوئی شرط نہیں لگائی (الی قولہ) مگر واجب ہے کہ حنفیہ کے اس کلام کو اس صورت پر محمول کیا جائے کہ جب منکر کو اس کا علم ہو کہ یہ حکم قطعی الثبوت ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جس طرح کفر وارتداد کی ایک قسم تبدیل مذہب ہے، اسی طرح دوسری قسم یہ بھی ہے کہ ضروریاتِ دین اور قطعیاتِ اسلام میں سے کسی چیز کا انکار کردیا جائے یا ضروریات دین میں کوئی ایسی تاویل کی جائے جس سے ان کے معروف معانی کے خلاف معنی پیدا ہوجائیں اور غرض معروف بدل جائے اور ارتداد کی اس قسم دوم کا نام قرآن کی اصطلاح میں الحاد ہے (دین وشریعت کی بنیادیں: نواں باب کفر واسلام ، ایمان ونفاق، توحید وشرک، سنت وبدعت، ص: ۲۲۱-۲۲۳، ۲۳۹-۲۴۱، ط: اریب پبلیکیشنز نئی دہلی)۔

حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانویؒ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ کا جو دین ہم تک پہنچا ہے، اس کا ایک حصہ ان حقائق پر مشتمل ہے، جو ہمیں ایسے قطعی ویقینی اور غیر مشکوک تواتر کے ذریعے سے پہنچا ہے کہ ان کے ثبوت میں کسی قسم کے ادنیٰ اشتباہ کی گنجائش نہیں، مثلاً جس درجے کے تواتر اور تسلسل سے ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نبیٔ برحق کی حیثیت سے لوگوں کو ایک دین کی دعوت دی تھی، ٹھیک اسی درجے کے تواتر وتسلسل سے ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی دعوت میں لوگوں کو "لا إلٰہ إلا اللّٰہ" کی طرف بلایا، یعنی توحید کی دعوت دی، شرک وبُت پرستی سے منع فرمایا، قرآنِ کریم کو کلامِ الٰہی کی حیثیت سے پیش کیا، قیامت کے حساب وکتاب، جزا وسزا اور جنت ودوزخ کو ذکر فرمایا، نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ کی تعلیم دی، اس قسم کے وہ تمام حقائق جو ایسے قطعی ویقینی تواتر کے ذریعے ہمیں پہنچے ہیں، جن کو ہر دور میں مسلمان بالاتفاق مانتے چلے آئے ہیں، اور جن کا علم صرف خواص تک محدود نہیں رہا، بلکہ خواص کے حلقے سے نکل کر عوام تک میں مشہور ہوگیا۔

انہیں خالص علمی اصطلاح میں "ضروریاتِ دین" کہا جاتا ہے، یعنی یہ ایسے اُمور ہیں کہ ان کا دینِ محمدی میں داخل

ہونا سو فیصد قطعی ویقینی اور ایسا بدیہی ہے کہ ان میں کسی ادنیٰ سے ادنیٰ شک وشبہ اور تردّد کی گنجائش نہیں، کیونکہ خبر متواتر سے بھی اسی طرح کا یقین حاصل ہوتا ہے، جس طرح کہ خود اپنے ذاتی تجربے اور مشاہدے سے کسی چیز کا علم یقین حاصل ہوتا ہے، مثلاً بے شمار لوگ ایسے ہیں جنھوں نے مکہ، مدینہ یا کراچی اور لاہور نہیں دیکھا، لیکن انہیں بھی ان شہروں کے وجود کا اسی طرح یقین ہے جس طرح کا یقین خود دیکھنے والوں کو ہے۔

دین محمدی کی پوری عمارت اسی تواتر کی بنیاد پر قائم ہے، جو شخص دین کے متواترات کا انکار کرتا ہے، وہ دین کی پوری عمارت ہی کو منہدم کر دینا چاہتا ہے، کیونکہ اگر تواتر کو حجت قطعیہ تسلیم نہ کیا جائے تو دین کی کوئی چیز بھی ثابت نہیں ہوسکتی، تمام فقہاء، متکلمین اور علمائے اُصول اس پر متفق ہیں کہ تواتر حجتِ قطعیہ ہے، اور متواتراتِ دینیہ کا منکر کافر ہے۔

الغرض ضروریاتِ دین ایسے بنیادی اُمور ہیں جن کا تسلیم کرنا شرط اسلام ہے اور ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا کفر وتکذیب ہے، خواہ کوئی دانستہ انکار کرے یا نادانستہ، اور خواہ واقف ہو کہ یہ مسئلہ ضروریات دین میں سے ہے، یا واقف نہ ہو، بہرصورت کافر ہوگا۔ ’’شرح عقائد نسفی‘‘ میں ہے:

’’الإیمان فی الشرع ھو التصدیق بما جاء به من عند الله تعالی أی تصدیق النبي علیه السلام بالقلب فی جمیع ما علم بالضرورة مجیئه به من عند الله تعالی.‘‘(شرح عقائد:ص:۱۱۹)۔

(.....’’شریعت میں ایمان کے معنی ہیں ان تمام اُمور میں آپ ﷺ کی تصدیق کرنا جو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے، یعنی ان تمام اُمور میں نبی کریم ﷺ کی دل وجان سے تصدیق کرنا جن کے بارے میں بداہۃً معلوم ہے کہ آپ ﷺ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے‘‘)۔

اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ جو شخص ’’ضروریات دین‘‘ کا منکر ہو وہ آنحضرت ﷺ پر ایمان نہیں رکھتا، علامہ شامیؒ ’’ردالمحتار‘‘ میں لکھتے ہیں: **’’لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الإسلام، وإن کان من أھل القبلة المواظب طول عمره علی الطاعات، کما فی شرح التحریر.‘‘**(ردالمحتار من الإمامۃ ۱/۳۷۷)۔

ترجمہ: ....’’جو شخص ’’ضروریات دین‘‘ میں مسلمانوں کا مخالف ہو، اس کے کافر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، اگرچہ وہ اہل قبلہ ہو اور مدۃ العمر طاعات اور عبادات کی پابندی کرنے والا ہو، جیسا کہ شرح تحریر میں اس کی تصریح ہے۔‘‘

اور قاضی عیاض مالکیؒ ’’الشفاء‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’وکذلک نقطع بتکفیر کل من کذب وأنکر قاعدة من قواعد الشرع وما عرف یقیناً بالنقل المتواتر من فعل الرسول ﷺ ووقع الإجماع المتصل علیه .....الخ..‘‘(۲/۲۴۸)۔

(’’اسی طرح ہم اس شخص کو بھی قطعی کافر قرار دیتے ہیں جو شریعت کے قاعدوں میں سے کسی قاعدہ کا انکار کرے،

اور ایسی چیز کا انکار کرے جو آنحضرت ﷺ سے نقلِ متواتر کے ساتھ منقول ہو اور اس پر مسلسل اجماع چلا آتا ہو")۔

خلاصہ یہ ہے کہ "ضروریاتِ دین" کا اقرار و انکار اسلام اور کفر کے درمیان حدِ فاصل ہے، جو شخص ضروریاتِ دین کو من وعن بغیر تأویل کے قبول کرتا ہے وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہے اور جو شخص ضروریاتِ دین کا انکار کرتا ہے یا ان میں ایسی تأویل کرتا ہے کہ جس سے ان کا متواتر مفہوم بدل جائے، وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے، اور جو مسائل ایسے ہوں کہ ہیں تو قطعی واجماعی؛ مگر ان کی شہرت عوام تک نہیں پہنچی، صرف اہل علم تک محدود ہے، ان کو "قطعیات" تو کہا جائے گا، مگر "ضروریاتِ دین" نہیں کہا جاتا، ان کا حکم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان کا انکار کرے تو پہلے اس کو تبلیغ کی جائے اور ان کا قطعی اور اجماعی ہونا اس کو بتایا جائے، اس کے بعد بھی اگر انکار پر اصرار کرے تو خارج از اسلام ہوگا۔

.........."ضروریات دین" کو تسلیم کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ صرف ان کے الفاظ کو مان لیا جائے، بلکہ ان کے اس معنی ومفہوم کو ماننا بھی ضروری ہے جو آنحضرت ﷺ سے لے کر آج تک تواتر وتسلسل کے ساتھ مُسلَّم چلے آتے ہیں، فرض کیجئے، ایک شخص کہتا ہے کہ: "میں قرآن کریم پر ایمان رکھتا ہوں" لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ: "قرآن کریم کے بارے میں میرا یہ عقیدہ نہیں کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ پر بذریعہ وحی اللہ کی طرف سے نازل ہوا، جیسا کہ مسلمان سمجھتے ہیں، بلکہ میں قرآن مجید کو حضورِ اکرم ﷺ کی اپنی تصنیف کردہ کتاب سمجھتا ہوں۔" کیا کوئی شخص تسلیم کرے گا کہ ایسا شخص قرآن پر ایمان رکھتا ہے؟ یا فرض کیجئے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ: "میں محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتا ہوں؛ لیکن "محمد رسول اللہ" سے مراد وہ شخصیت نہیں جس کو مسلمان مانتے ہیں؛ بلکہ "محمد رسول اللہ" سے خود میری ذات شریف مراد ہے۔" کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ یہ شخص "محمد رسول اللہ ﷺ" پر ایمان رکھتا ہے؟ یا فرض کیجئے کہ ایک شخص تسلیم کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تواتر کے ساتھ آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کی خبر دی تھی، لیکن ساتھ ہی کہتا ہے کہ عیسیٰؑ سے خود اس کی ذات مراد ہے، کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر ایمان رکھتا ہے؟

الغرض "ضروریات دین" میں اجماعی اور متواتر مفہوم کے خلاف کوئی تأویل کرنا بھی درحقیقت "ضروریاتِ دین" کا انکار ہے، اور ضروریات دین میں ایسی تأویل کرنا الحاد وزندقہ کہلاتا ہے، قرآن کریم میں ہے:

"إنّ الذین یُلحدُون فِیۤ اٰیٰتِنا لا یخفَون علینا، اَفَمن یُّلقٰی فی النّارِ خیرٌ اَمْ مَّنْ یَّأتِیۤ اٰمنًا یومَ القِیٰمةِ ، اِعْمَلُوا ما شِئتُم ، اِنّهٗ بما تعملون بَصِیرٌ " (حٰم السجدۃ:۴۰)۔

("جو لوگ ٹیڑھے چلتے ہیں ہماری باتوں میں، وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں، بھلا ایک جو پڑتا ہے آگ میں، وہ بہتر ہے یا جو آئے گا امن سے، دن قیامت کے، کئے جاؤ جو چاہو، بے شک جو تم کرتے ہو، وہ دیکھتا ہے" (آپ کے مسائل اور ان کا حل :ایمانیات، باب مسلمانوں کے بنیادی عقائد ۱/۵۱-۵۶، ط: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)۔

اگر کوئی شخص ضروریاتِ دین یا قطعیاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے:

ضروریات دین اور متواترات کی اس تشریح وتحقیق کے بعد اب ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مثلاً:

(۱) نماز پڑھنا فرض ہے اور اس کے فرض ہونے کا اعتقاد بھی فرض ہے اور نماز سیکھنا بھی فرض ہے، اور نماز سے انکار یعنی اس کو نہ ماننا یا نہ جاننا کفر ہے۔

(۲) اور مسواک کرنا سنت ہے، مگر اس کے سنت ہونے کا اعتقاد فرض ہے اور اس کی سنیت کا انکار کفر ہے، لیکن اس پر عمل کرنا اور علم حاصل کرنا سنت ہے اور اس کے علم سے ناواقف رہنا حرمان ثواب کا باعث ہے اور اس پر عمل نہ کرنا (رسول اللہ ﷺ کے) عتاب یا (ترک سنت کے) عذاب کا موجب ہے (اکفار الملحدین فی ضروریات الدین: ص:۵۵-۵۶، ط: مکتبۂ عمر فاروق، کراچی)۔

.........ارباب حل وعقد کا اس پر اجماع ہے کہ ''ضروریاتِ دین'' میں کوئی ایسی تاویل کرنا بھی کفر ہے جس سے اس کی وہ صورت باقی نہ رہے جو تواتر سے ثابت ہے اور جو اب تک ہر زمانہ کے خاص وعام مسلمان سمجھتے سمجھاتے چلے آئے ہیں اور جس پر امت کا تعامل رہا ہے۔

علماء احناف کے یہاں کسی بھی ''قطعی'' کے انکار کا حکم:

علماء احناف تو اس پر اور اضافہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی بھی ''قطعی'' اور ''یقینی'' حکم شرعی یا عقیدہ کا انکار کفر ہے، اگر چہ وہ ضروریات دین کے تحت نہ بھی آتا ہو، چنانچہ شیخ ابن ہمامؒ نے ''مسایرہ: ص:۲۰۸ طبع جدید مصر'' میں اس کی تصریح فرمائی ہے اور دلائل کے اعتبار سے علماء احناف کی یہ رائے غایت درجہ قوی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ ہر وہ ''قطعی'' اور ''یقینی'' امر شرعی، جو اس قدر واضح ہو کہ اس کے تعبیر کرنے والے الفاظ اور ان کے معنی کو ہر اعلیٰ، ادنیٰ اور متوسط درجہ کا آدمی بآسانی جانتا اور سمجھتا ہو اور ان کی مراد بھی اتنی واضح ہو کہ اس کے متعین کرنے کے لئے دلائل وبراہین کی کھینچ تان کی ضرورت نہ ہو؛ ایسا امر شرعی جب صاحب شریعت سے بطور تواتر ثابت ہو، اس پر بعینہ اور ہو بہو اسی ظاہری صورت میں بغیر کسی تاویل وتصرف کے ایمان لانا فرض ہے، اور اس کا انکار یا اس میں کوئی تاویل وتصرف کرنا کفر ہے (اکفار الملحدین فی ضروریات الدین: ص:۵۵-۵۶، ط: مکتبۂ عمر فاروق، کراچی)۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: اس شخص کے کافر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں جو ضروریاتِ اسلام (دین کے یقینی اور قطعی عقائد واحکام) کا مخالف ہو، اگر چہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو اور ساری عمر عبادات وطاعت کا پابند رہا ہو۔

''وقد صرح فی التحریر فی باب الإجماع بأن منکر حکم الإجماع القطعی یکفر عند

الحنفية وطائفة. وقالت طائفة: لا؛ وصرح أيضا، بأن ما كان من ضروريات الدين، وهو ما يعرف الخواص والعوام أنه من الدين كوجوب اعتقاد التوحيد والرسالة والصلوات الخمس وأخواتها، يكفر منكره وما لا فلا؛ كفساد الحج بالوطء قبل الوقوف وإعطاء السدس الجدة ونحوه، أى مما لا يعرف كونه من الدين إلاالخواص.

ولا شبهة أن ما نحن فيه من مشروعية الوتر ونحوه يعلم الخواص والعوام أنها من الدين بالضرورة، فينبغي الجزم بتكفير منكرها ما لم يكن عن تأويل ،بخلاف تركها" (ردالمحتار علی الدر المختار: کتاب الصلوۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی منکر الوتر والسنن اوالاجماع، ۲/ ۴۴ط: زکریا بکڈ پو دیو بند)۔

لاعلمی کی وجہ سے آیات قرآنی کا انکار کرنا:

حضرت محمود صاحبؒ فرماتے ہیں: عمر غیر معتبر آدمی ہے، خالد عمر پر کچھ اعتبار نہیں کرتا، عمر نے قرآن کی تلاوت کی، خالد نے خیال کیا کہ یہ صرف برتری ظاہر کرنے کے لئے کہہ رہا ہے، اور کہا کہ یہ قرآن پاک کی آیت نہیں ہے، کیونکہ عمر پر اعتبار ہی نہیں تھا؛ حالانکہ وہ قرآن پاک کی آیت تھی، خالد نے استغفار کرلیا ہے تو کیا خالد کو تجدید ایمان کی ضرورت ہے؟
جواب: اگر وہ خود آیت کو نہیں پہچان سکا اور عمر کو غیر معتبر سمجھ کر اس نے انکار کر دیا تو اس سے اس کا ایمان ختم نہیں ہوا، احتیاطا تجدید ایمان کا تو ویسے بھی حکم ہے، وہ کرتے رہنا چاہئے (فتاوی محمودیہ: کتاب الایمان والعقائد، باب الکفریات، سوال نمبر: ۲/ ۵۶۰، ص: ۳۴۹، ۳۵۰، ط: دارالمعارف دیوبند)۔

(۳) عصر حاضر میں جہل (ناواقفیت):

ایک لمبے عرصے تک خلافتیں اور امارتیں قائم رہی، اس لئے اسلامی تشخص بھی لوگوں میں باقی رہا اور احکام اسلام سے واقفیت بھی، لیکن ترکی خلافت کا سقوط ہوا، تو کئی مسلم ممالک پر اور عالم اسلامی پر فکری اور استعماری حملے کئے گئے اور ان حملوں نے اپنا کام پورا کر دیا، مسلمان جہل اور جہالت میں بڑھتے گئے، کئی ایک ملکوں پر ایسے لوگ حکمران بنے جو شرعی احکام ومسائل سے ناواقف تھے، وہ عصری علوم سے تو واقف تھے، لیکن شرعی علوم واحکام سے واقفیت نہیں تھی، اس لئے انہوں نے بھی تعلیمی اداروں میں عصری علوم پر توجہ مرکوز کی، اور شرعی امور واحکام کی نشر واشاعت سے بے خبر رہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں جہل بڑھتا رہا، کئی علاقے ایسے ہوگئے کہ وہاں وراثۃً اسلام ہے، لیکن شرعی احکام، اسلامی آداب وتہذیب سے ناواقفیت ہے۔

یہی جاہلیت اور جہل کی ایک صورت ہے، اور یہ صورت حال کسی بھی زمان ومکان میں پائی جاسکتی ہے، چنانچہ

ہندوستان میں ایک عرصہ تک مسلمانوں کی حکومت رہی،لیکن ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مسلمانوں کا اقتدار ختم ہوگیا،اور انگریز مسلط ہوگئے،ان کی حکومت میں انہوں نے فکری،استعماری،تہذیبی اور دیگر حملے کئے،جس کی بناء پر مسلمانوں میں جہل اور جہالت پیدا ہونے لگی،آزادی کے بعد یہ حملے اوروں نے سنبھالے،ان حالات میں آزادی سے پہلے مسلمانوں کے ایمان، شعائر اسلام اور تہذیب و دیگر شرعی امور کی حفاظت کے لئے مدارس و جامعات قائم کئے گئے،لیکن حکومتی سطح پر جو چیز اثر انداز ہوتی ہے اس کے مقابلہ میں وسائل وغیرہ کی کمی اور دیگر وجوہات کی بناء پر مدارس کا اثر کم ہوتا ہے، کیونکہ یہ بعض بعض جگہ قائم ہوئے،اور وسائل کی کمی اور مسائل کی کثرت،اس لئے لوگوں میں اتنی تیزی سے اسلامی احکام نہیں پھیلتے جو حکومت کی نگرانی میں ہوسکتا ہے۔

اس جہل و جہالت کے مختلف اسباب ہوسکتے ہیں،ایک سبب اوپر ذکر کیا ہے،دیگر کچھ اسباب یہ ہے:

- ❖ مکاتب کا نظام ہر جگہ نہ ہونا اور مسلمانوں کا اس کی فکر نہ کرنا؛ نیز دعوت وتبلیغ سے دوری اختیار کرنا۔
- ❖ لوگوں کی اکثریت کا مدارس و جامعات سے دور رہنا،اور جس طرح استفادہ کرنا چاہیے نہ کر پانا۔
- ❖ ایسے اداروں کی کمی جو عقائد و شعائر کو صحیح اور پسندیدہ انداز میں لوگوں کے درمیان میں جا کر پھیلا سکے۔
- ❖ اہل علم کی کتابوں اور محنت کے مقابلہ میں غیر مسلمین داعیوں کا حکومتوں کی سرپرستی میں خوب کام کرلینا۔
- ❖ عالم اسلام پر غزو الفکری (فکری حملے)۔

اعداء اسلام کی طرف سے فکری حملے منظّم انداز میں کئے گئے اور کئے جا رہے ہیں، جو مسلمانوں کے سیاسی،ثقافتی، اجتماعی،اقتصادی شعبہ جات میں مؤثر رہے،اولا مسلمانوں کے فکر ونظر،عقل وخرد پر تسلط کیا؛ تاکہ مسلمانوں کے افکار وعقائد متأثر ہو۔

لیکن دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے کم وسائل کے باوجود بہت ہی کام کئے ہیں جو مسلمانوں کو اس فکری حملے سے بچا سکے، یہ وسائل معروف ہیں، جیسے مساجد ومدارس، اسلامی جرائد ومجلّات،سوشل میڈیا وانٹرنیٹ پر صحیح معلومات سے استفادہ؛ خصوصا قابل اعتماد علماء کرام کے آڈیوں، یہ وسائل مسلمانوں میں عمومی اثر پیدا کرسکتے ہیں،لیکن ان وسائل کے باوجود جہل کے اسباب مختلف اور متنوع ہیں، اس لئے جہل کا مکمل طور پر خاتمہ نہیں ہوتا ہے،اور کئی علاقے ایسے ہوتے ہیں جہاں وسائل کی کمی کی وجہ سے مسلمانوں میں جہل عام ہے، بلکہ وسائل کے ارد گرد رہنے والے بھی بعض مرتبہ مدارس ومساجد سے جیسا چاہئے استفادہ نہیں کرتے،اس لئے وہاں بھی بعض مسائل،عقائد اور شعائر میں جہل پایا جاتا ہے۔

اسی صورت حال کی وجہ سے یہ سوال پیدا ہورہا ہے کہ جو ممالک نہ دار الکفر سمجھے جاتے ہیں اور نہ ہی دار الاسلام؛ جیسے ہمارا ملک ہے، ایسے ممالک میں جہل کو عذر شمار کیا جائے گا، یا نہیں؟

اولاً یہ جاننا چاہئے کہ ہر زمان ومکان کے حالات وظروف الگ الگ ہوتے ہیں، اور ہر جگہ کے باشندوں کے رہنے سہنے کے اور زندگی گذارنے کے طور طریق الگ الگ ہیں، اس لئے تحدید وتعیین کے ساتھ فیصلہ کرنا دشوار ہے۔

❖ راقم ضعیف کی رائے یہ ہے کہ جہاں دین واحکام شرعی سے واقفیت کے اسباب ووسائل بڑے پیانے پر ہو، اس لئے وہاں دین، عقائد واحکام سے واقف ہونا آسان ہو، اس کے باوجود آدمی اس سے استفادہ نہ کرے، تو اس کے حق میں جہل بطور عذر قبول نہ ہونا چاہئے، اور جہاں اسباب ووسائل ہی نہ ہو یا کم ہو، یا استفادہ مشکل ہو وہاں جہل کو بطور عذر قبول کرنا چاہئے۔

(۵،۴) حنفیہ کے یہاں حرمت مصاہرت ثابت ہونے کے لئے مرد وعورت کا ایک دوسرے سے مساس کرنا، شہوت کے ساتھ چھونا، شہوت کے ساتھ بوسہ لینا اور مرد کا عورت کی یا عورت کا مرد کی شرمگاہ کو دیکھنا بھی کافی ہے، لیکن بعض لوگ حرمت مصاہرت کی بعض جزئیات سے واقف نہیں ہوتے، جیسے مس بالشہوت سے حرمت مصاہرت کا ثابت ہونا، تو ان کی ناواقفی اور جہل کو حرمت مصاہرت میں عذر کے طور پر قبول کیا جائے گا یا نہیں؟

حرمت مصاہرت کا مسئلہ بڑا نازک ہے، عام مسلمانوں کو اس کے بارے میں اچھی طرح سمجھانے اور علماء وواعظین اور ائمۂ مساجد کو لوگوں کے سامنے اس مسئلہ کی نوعیت کو اچھی طرح واضح کرنا چاہئے، کیونکہ سماجی برائیوں کے غلبہ اور مغربی تہذیب کی یلغار کی وجہ سے اب اس طرح کے واقعات نسبتاً زیادہ پیش آنے لگے ہیں اور جہالت، احکامِ شریعت سے ناواقفیت، بے حیائی اور خدا ناترسی کی وجہ سے لوگ اللہ تعالی کی قائم کی ہوئی حدوں کو پھاند جاتے ہیں اور انہیں معلوم بھی نہیں ہوتا کہ ان کی بیویاں ان کے نکاح سے نکل گئی ہیں۔

حرمت مصاہرت کا مسئلہ دلائل کے اعتبار سے فقہ حنفی کا دقیق ترین مسئلہ ہے، اغیار کے اعتراضات سے قطع نظر بہت سے حنفی علماء کو بھی اس مسئلہ میں تشفی نہیں ہوتی، بریں بنا مناسب ہے کہ اصل نصوص اور فقہائے کرام کی ذکر کردہ علتوں اور ان پر تفریع کردہ مسائل کی روشنی میں مسئلہ کو پوری طرح منقح کیا جائے۔

مرد پر عورت کے اصول وفروع اور عورت پر مرد کے اصول وفروع حرام ہوجاتے ہیں، جب انہوں نے ایک دوسرے سے صحبت (زنا) کیا ہو، یا کسی ایک نے دوسرے کو شرائط معتبرہ کے ساتھ چھویا ہو، یا مرد نے عورت کی اندام نہانی کو یا عورت نے مرد کے ’’عضو تناسل‘‘ کو (بشرائط معتبرہ) دیکھا ہو۔

’’ومن زنى بامرأة حرمت عليه أمها أى، وإن علت فتدخل الجدات بناء على ما قدمه من أن الأم هى الأصل لغة ، وابنتها، وإن سفلت، وكذا تحرم المزنى بها على اٰباء الزانى وأجداده وإن علوا، وابنائه وإن سفلوا.(فتح القدير: ۲۱۰/۳).....ومن مسته امرأة بشهوة حرمت عليه أمها وابنتها

.....ونظره إلى فرجها ونظرها إلى ذكره عن شهوة. (ایضا:۲۱۳)۔

ولان المس والتقبيل سبب يتوصل به إلى الوطئ فانه من دواعيه ومقدماته، فيقام مقامه فى إثبات الحرمة، كما أن النكاح الذى هو سبب الوطئ شرعاً يقام مقامه فى إثبات الحرمة، إلا فيما استثناه الشرع وهى الربيبة، وهذا، لأن الحرمة تنبنى على الاحتياط، فيقام السبب الداعى إلى الوطئ فيه مقام الوطئ احتياطاً" (المبسوط للسرخسی ۴/۲۰۷، ط: دارالفکر، بیروت)، والقبلة والمباشرة فى التسبب أبلغ من النكاح فكان اولىٰ باثبات الحرمة. (بدائع الصنائع ۲/۷ ۵۳)۔

مس بالشہوۃ یا نظرالی الفرج بالشہوۃ سے حرمت مصاہرت کے ثبوت کے لئے ضروری نہیں ہے کہ یہ فعل بالقصد کیا جائے! بے خبری، جہالت یا بھول سے یہ حرکت ہوجائے تو بھی حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی، "ولايفرق فيما ذكر فى اللمس والنظر بشهوة بين عمدٍ ونسيان وخطاء وإكراه "(الدرالمختار:۴/ ۱۱۲، ط: زکریا)۔

بعض حضرات کہہ دیتے ہیں کہ اس میں ہمارا کیا قصور؟ تو بات یہ ہے کہ حرمت مصاہرت کے ثبوت کا مدار کسی کے قصور پر نہیں ہے، تاہم حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی، ثبوت حرمت کا مدار سبب پر ہے، جب سبب پایا گیا تو مسبب بھی پایا جائے گا، اگر کوئی شخص بھول سے یا جہالت سے یا بے خبری میں زہر کھالے تو کیا وہ زہر اثر نہیں کرے گا؟ وجہ صرف یہ ہے کہ زہر کھانا سبب موت ہے، قصور وعدم قصور کو موت میں دخل نہیں ہے، سبب کے پائے جانے پر مسبب ضرور پایا جائے گا۔

لہٰذا اگر کسی نے بیوی کو مجامعت کے لئے اٹھانا چاہا اور غلطی یا بھول سے بیوی کی مشتہاۃ لڑکی کو ہاتھ لگ گیا اور مس کے جملہ شرائط پائے گئے، یا عورت نے شوہر کو اٹھانا چاہا اور اندھیرے کی وجہ سے یا بھول سے شوہر کے لڑکے سے اس کا ہاتھ لگ گیا اور مس سے حرمت ثابت ہونے کی تمام شرائط پائی گئیں تو حرمت ثابت ہوجائے گی، یعنی بیوی شوہر کے لئے حرام ہوجائے گی۔ "فلو أيقظ زوجته أو ايقظته هى لجماعها فمست يده بنتها المشتهاة أويدها ابنه حرمت الأم ابداً" (الدرالمختار: ۴/ ۱۱۲، ط: زکریا)۔

(۶) کے جز نمبر ایک میں ایمان وکفر کے بارے میں فقہاء نے جہل کو عذر مانا ہے اور ضعیف احتمال کی بناء پر بھی اس شخص کو مؤمن شمار کیا ہے، اس کے بعد دوسرے جز میں طلاق کے الفاظ، شوہر سے، ایسی زبان میں کہلوائے گئے جب زبان سے اور اس کے معانی ومفاہیم سے شوہر ناواقف تھا، اس کے باوجود مشائخ اوزجند کے علاوہ تمام فقہاء نے اس کو بطور عذر قبول نہ کیا اور طلاق ہی کا فیصلہ فرمایا، اسی طرح مذکور سوال میں بھی جہل کو معتبر ماننا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

چونکہ سوال نمبر (۴) اور (۵) کا تعلق حلت وحرمت سے بھی ہے، اور جب کسی موقع پر یہ دونوں پہلو جمع ہوجاتے

ہوں، اس وقت فقہاء حرمت کے پہلو کو ترجیح دیتے ہیں، جیسا کہ قواعد الفقہ میں ہے:

"**إذا اجتمع الحلال والحرام أو المحرم والمبيح غلّب الحرام والمحرم**" (قاعدہ نمبر: ۱۴، ص: ۵۵، ط: دار الکتاب دیوبند)۔

مذکورہ صورت میں جب حرمت مصاہرت کا ثبوت فقہ حنفی کے اعتبار سے ہو جاتا ہو، لیکن زوجین کے درمیان علیحدگی کی صورت میں کوئی حرج لازم آتا ہو تب بھی فقہ حنفی کے مطابق حرام وحلال معاملہ میں احتیاط سے کام لینا چاہئے، جیسا کہ بخاری شریف میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے: حضرت عقبہ بن حارثؓ نے ابو اہاب کی لڑکی سے نکاح کیا تھا، ایک عورت نے آکر بیان کیا" میں نے عقبہ کو بھی دودھ پلایا ہے اور ان کی بیوی کو بھی دودھ پلایا ہے" عقبہ نے کہا: مجھے یہ معلوم نہیں کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تو نے مجھ سے کبھی اس کا ذکر کیا، پھر ابو اہاب کے لوگوں سے اس کی تحقیق کی، ان لوگوں نے بھی کہا: ہم نہیں جانتے کہ اس عورت نے تمہاری بیوی کو دودھ پلایا ہے، تب حضرت عقبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور یہ مسئلہ دریافت کیا، آپ ﷺ نے فرمایا:" جب یہ عورت ایسا کہتی ہے تو اب وہ بیوی کیونکر تمہارے نکاح میں رہ سکتی ہے؟ اس وقت حضرت عقبہؓ نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور اس عورت نے دوسرے سے نکاح کر لیا (بخاری شریف: ۲/ ۷۶۴-۷۶۵، باب شہادۃ المرضعۃ، مشکوۃ شریف: ۲۷۳-۲۷۴، باب المحرمات)۔

لہذا جب معاملہ حلت وحرمت کا ہو تو حرمت کی جانب کو ترجیح ہوگی، جیسا کہ" الاشباہ والنظائر" میں ہے:

"**الأصل فی الأبضاع التحريم . ولذا قال فی كشف الاسرار شرح فخر الاسلام : الأصل فی النكاح الحظر وأبيح للضرورة انتهى، فإذا تقابل فی المرأة حل وحرمة غلبت الحرمة، ولهذا لا يجوز التحری فی الفروج**" (الأشباہ والنظائر: الفصل الاول، القاعدۃ الثالثۃ: ۱۱۶، ط: دار العلوم دیوبند)۔

دونوں مسئلوں میں جہل کو عذر مانیں تو حلت پیدا ہوگی اور اگر جہل کو عذر نہ مانیں تو حرمت کا فیصلہ ہوگا، دونوں پہلو جمع ہو رہے ہیں، اس لئے یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جہل کو عذر نہ مانا جائے۔

لیکن پاکستان کے کچھ مفتیان کرام کی اس کے برعکس رائے ہے، ایک پاکستانی عالم مولانا رضوان صاحب صدر ادارۂ غفران، راولپنڈی کی ایک تحریر" علمی وتحقیقی رسائل" نام سے شائع ہو چکی ہے، جس میں انہوں نے پاکستان کے کچھ مفتیان کرام کی آراء کو جمع فرمایا ہے، خاص کر مولانا زاہد صاحب زید مجدہ (شیخ الحدیث ونائب مہتمم جامعہ اسلامیہ، فیصل آباد) کا مقالہ "المشاكل الحاضرة فی حرمة المصاهرة" کو موضوع بحث بنایا ہے، مولانا تحریر فرماتے ہیں:

واضح ہو کہ زنا ومقدمات زنا سے حرمت ثابت ہونے اور نہ ہونے پر نہ قرآن مجید کی واضح دلالت ہے، نہ سنت مشہورہ موجود ہے اور نہ ہی اجماع ہے، اور اس سلسلہ میں آثار بھی متعارض ہیں، جس کی وجہ سے یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہو گیا ہے۔

مولانا زاہد صاحب زید مجدہ نے اس سلسلہ میں فریقین کے دلائل ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ حنفیہ نے کسی صریح وقطعی دلیل سے اس مسئلہ کو اخذ نہیں کیا، بلکہ احتیاطی قواعد سے اخذ کیا ہے، اور دواعی ومقدمات زنا کو احتیاطاً وطی کے قائم مقام کر کے حرمت کو ثابت کیا ہے جو احتیاط در احتیاط ہے، دوسری بات یہ کہ شوافع اور مالکیہ کے دلائل، احناف اور حنابلہ کے دلائل سے زیادہ صریح اور قوی ہیں۔

مولانا آگے فرماتے ہیں کہ آج کل حرمت مصاہرت کے مسئلہ میں فقہ حنفی کے مطابق فتوی دینے میں بعض اوقات بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں، جو اس مسئلہ میں تخفیف اور مذہب غیر پر فتوی کی گنجائش کی متقاضی ہے، کہ حرمت کے قول کو دفع حرج اور حصول تخفیف کے لئے ترک کر کے جواز کے قول پر فتوی دینے کی ضرورت ہے۔

اس لئے کہ بعض فقہی قواعد، جیسے "إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام" وغیرہ تقاضا کرتے ہیں کہ حنفیہ کے قول کو اختیار کیا جائے، لیکن دوسرے قواعد جیسے "المشقة تجلب التيسير" اور" الضرر يزال" وغیرہ قواعد حلت کی جانب کو ترجیح دیتے ہیں، لہذا مفتی محمد رفیق صاحب (جامع مسجد الہلال، لاہور) فرماتے ہیں کہ: عدم ثبوت حرمت کا فتوی ضرورت کی صورت میں دیا جائے، اور جہاں ضرورت نہ ہو وہاں ثبوت حرمت کا فتوی دے؛ تاکہ خروج عن المذہب بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت ہی ہو۔ ایک دوسرے مفتی منظور احمد صاحب راولپنڈی تحریر فرماتے ہیں کہ ضرورت وحرج میں بھی محض احتیاط یا احتیاط در احتیاط پر اصرار مقصد شریعت اور خود حنفیہ کے اصول کے خلاف ہے، لہذا ضرورت وحرج کی صورت میں عدم حرمت کا فتویٰ دیا جائے۔

چنانچہ ایک قاعدہ ہے: ''**إذا اجتمع الحلال والحرام أو المبيح والمحرم الخ...**''، اس قاعدہ کا تقاضا وہی ہے جسے احناف نے حرمت مصاہرت میں اختیار کیا ہے، لیکن دوسری طرف نفی حرج، ازالۂ ضرر، المشقۃ تجلب التیسیر، مراعاتِ مصلحت، عموم بلوی کا تخفیف کا تقاضا کرنا، یہ تمام قواعد حلت کے پہلو کو ترجیح دیتے ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے:

زوجین کے درمیان مطلقاً حرمت مصاہرت کی بناء پر فرقت کے سبب بہت کچھ مصائب ومشکلات پیدا ہو جاتی ہے اور خوشگوار زندگی بدمزہ ہو جاتی ہے، بطور خاص، جبکہ دونوں سے اولاد بھی ہوئی ہو، ایسی صورت میں زوجین پر طلاق اور فسخ سے زیادہ حرمت مصاہرت کے سبب فرقت زیادہ شاق گذرتی ہے، کیونکہ طلاق یا فسخ میں نزاع اور دوسرے اسباب کی وجہ سے تکلیف ومشقت کم ہے، جبکہ اس صورت میں نزاع یا ایسا کوئی سبب نہیں ہے جس سے زندگی بدمزہ ہو جائے، اسی لئے (جہل کے سبب) دونوں کو فرقت کا تصور بھی نہ تھا، اور اب حرمت مصاہرت کی بناء پر دائمی اور طلاق سے زیادہ غلیظ فرقت واقع ہوگئی اور رجوع یا نکاح جدید کی بھی صورت باقی نہ رہی، حالانکہ یہ صورت کبھی بلا اختیار ہو جاتی ہے، جیسے اپنی بیوی سمجھ کر ساس کو شہوت کے ساتھ مس کر لینا۔

اس فرقت کے برے آثار صرف زوجین تک محدود نہیں رہتے، بلکہ اولاد بھی برے آثار ومصائب سے دو چار ہوتی ہے، دینی، اقتصادی، نفسیاتی اور تعلیمی ہر اعتبار سے اولاد کو مشکلات سے دو چار ہونا پڑتا ہے، خصوصا اس زمانہ میں، جبکہ تکالیف حیات میں اضافہ ہو رہا ہے۔

زوجین کے درمیان فرقت کا صرف دنیوی نقصان ہی نہیں ہے؛ بلکہ دینی نقصان بھی ہوتا ہے، جس کا ذکر کتاب کراہیۃ الطلاق اور طلاق کے دیگر ابواب میں وارد حدیثوں میں مذکور ہے۔

نیز عموم بلوی بھی حکم میں تخفیف کا موجب ہے اور یہ صورت حال اب ہمارے دیار میں عام ہے، خصوصاً بھول سے یا خطاءً مس ہو جانا، گھروں میں جگہ کی تنگی اور افراد کی کثرت یا مہمانوں کی بڑی مقدار میں آمد سے بھی خطاءً یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

پھر "إذا اجتمع الحلال والحرام الخ.." کا قاعدہ مطلق نہیں ہے، اسی لئے بعض مرتبہ دلائل میں تعارض کے وقت بعض فقہاء دلائل جواز یا حلت کے دلائل کو بعض وجوہات کی بناء پر ترجیح دیتے ہیں۔

نیز اس قاعدہ میں فقہاء نے علت بیان کردی ہے، اور ایک علت یہ بھی بیان کی ہے کہ قاعدہ احتیاط (احتیاطی حکم) پر مبنی ہے، حکم مطلق نہیں ہے، اس کی تائید حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ملک یمین کے طور پر دو بہنوں کو جمع کرنے کے مسئلہ کے بارے میں بیان کردہ قول سے ہوتی ہے، "أحلتهما آية وحرمتهما آية. أما انا؛ فلا أحب أن أصنع هذا" (السنن الکبری للبیہقي: ۷/ ۱۶۴)۔

اس سے معلوم ہوا کہ احناف نے حرمت مصاہرت میں احتیاط پر ہی عمل کیا ہے، جس پر عبارات دلیل ہے، اب حرج اور کثیر مفاسد کو مدنظر رکھتے ہوئے اس احتیاط کو ترک کرنے کی ضرورت ہے"۔

آگے لکھتے ہیں: "معلوم ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک حرمت کا فتوی دینے کی صورت میں بہت سے مشکلات اور حرج کی صورتیں پیش آتی ہیں، جن کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آج کل کے دور میں حرمت مصاہرت کی بعض صورتوں میں متعدد مشکلات اور حرج لازم آتا ہے تو حرمت کے قول کو دفع حرج اور حصول تخفیف کے لئے ترک کرکے جواز کے قول پر فتوی دینے کی ضرورت ہے" (علمی وتحقیقی رسائل: رسالۃ المشاکل الحاضرہ فی حرمت المصاہرہ، ص: ۴۰۱-۴۰۶، ج: ۱، ط: مکتبہ غفران راولپنڈی)۔

ان ہی وجوہات کی بناء پر مولانا زاہد صاحب نے بھی صرف دواعیٔ وطی کی حد تک -خصوصاً جب کہ عمداً بھی نہ ہو- ائمہ ثلاثہ غیر حنفیہ کے قول پر عمل کرتے ہوئے عدم ثبوت حرمت پر فتوی کی گنجائش کی طرف اپنا رجحان ظاہر فرمایا ہے۔

بندہ کی رائے یہ ہے کہ عام فتوی دینے کے بجائے جہاں مفتی کسی خاص واقعہ میں یہ دیکھے کہ حرمت پر فتوی دینے

کے مفاسد، مذہبِ غیر اختیار کرنے سے زیادہ ہیں وہاں مذہب غیر پر عمل کرنے کا مشورہ دے دے، اور وہ بھی زبانی طور پر ،جیسا کہ علامہ ابن عابدینؒ نے ایسے موقع پر مرجوح قول پر عمل کرنے کا ذکر فرمایا ہے،لیکن عام فتوی دینے میں زیادہ مفاسد معلوم ہوتے ہیں جن کا ذکر بعض مفتی حضرات نے اپنی کتابوں میں فرمایا ہے، دوسرے علماء میں اس مسئلہ پر اتفاق پیدا کئے بغیر ایسا کرنے میں ایک نیا انتشار پیدا ہونے کا اندیشہ ہے (تلخیص از ''علمی وتحقیقی رسائل'' ج:۱،ص:۳۲۶ تا ۴۶۸، ط: ادارۂ غفران، راولپنڈی)۔

جواب (۶) جہل کی بناء پر حکم میں تبدیلی یا تخفیف ہوتی ہے، اس سلسلہ میں فقہی مسلک سابق میں درج ہو چکے ہیں، مزید تفصیل درج ذیل ہے:

احناف کے یہاں جہل کی تین قسمیں ہیں،بعض حضرات نے چار قسمیں بیان کی ہے، پھر بعض اقسام کے تحت کچھ انواع وفروعات ذکر کی ہے، مثلا پہلی قسم ''جہل باطل'' کے تحت چار انواع ذکر کی ہے۔اس کی مکمل تفصیلات سابق میں گذر چکی ہے۔

شوافع کے یہاں اس کی جو تفصیلات ہے وہ بھی سابق میں گذر چکی، اجمالاً یہ ہے:

آخرت میں گناہ کے حق میں مطلق مسقط ہے، اور دنیوی احکام لاگو کرنے میں تفصیلات ہے، ان میں بہت سے احکام میں نسیان ہی کا حکم لاگو کیا ہے، اس کی اجمالی تقسیم درج ذیل ہے:

❖ مامور بہ میں جہل وناواقفیت: اگر مامور بہ کو مکلّف نے ناواقفیت میں ترک کر دیا ہے تو یہ بالکلیہ عذر نہیں ہوگا؛ بلکہ اس کا تدارک ضروری ہوگا۔

❖ منہی عنہ سے جہالت وناواقفیت، اس کی تین انواع ہے: (۱) ایسا منہی عنہ جو اتلاف کی قبیل سے نہ ہو اس صورت میں مرتکب پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ (۲) حقوق اللہ میں اتلاف کی قبیل سے ہو، اس صورت میں جہل کی حالت میں فدیہ لازم ہوگا۔ (۳) حقوق العباد میں اتلاف کی قبیل سے ہو، اس صورت میں جہل کے باوجود زمان لازم ہوگا۔

❖ منہی عنہ عقوبت وسزا کا موجب ہو، تو جہل کی صورت میں شبہ پائے جانے کی وجہ سے یہ جہل عقوبت کو ساقط کرے گا، تفصیلات سابق اوراق میں گذر چکی۔

مالکیہ کے یہاں اس کے ضوابط:

علامہ قرافیؒ نے جہل کے قابل عذر ہونے نہ ہونے کے بارے میں ایک ضابطہ بیان کیا ہے کہ

❖ ایسا جہل جس سے احتراز اور بچاؤ عادۃً متعذر رہو تو وہ معفو عنہ ہوگا۔

❖ ایسا جہل جس سے بچنا عادۃً متعذر اور دشوار نہ ہو تو قابل عفو شمار نہ ہوگا۔

”وضابط ما یعفی عنه من الجهالات الجهل الذی یتعذر الاحتراز عنه عادة، وما لایتعذر الاحتراز عنه ، ولا یشق لم یعف عنه“ (الجہل وأثرہ علی التکلیف: الفصل الأول الجہل وما یتعلق بہ من الاحکام،ص:۷۴،ط: جامعۃ الشہید حمہ لخضر - الوادي)۔

(الف) انہیں ضوابط کی روشنی میں کسی شخص نے دارالحرب میں اسلام قبول کیا، ہجرت کر کے دارالاسلام نہیں آسکا؛ بلکہ ایک زمانہ تک دارالحرب ہی میں رہا، اسے نماز وروزہ کی فرضیت کا علم نہ ہوسکا، اس لئے اس نے نماز وروزہ کی ادائیگی بھی نہیں کی تو فرضیت کا علم ہونے کے بعد اس پر نماز وروزے کی قضا لازم ہوگی یا نہیں؟

جواب سے پہلے یہ سمجھنا ہوگا کہ اس آدمی کے حق میں شرعی خطاب خفی تھا، اس لئے کہ مذکور شخص تک خطاب پہنچنے کی دوصورتیں تھیں، یا تو حقیقۃً وہاں تک خطاب پہنچے، جس کا تعلق سماع سے ہے، اور وہاں دارالحرب میں کوئی شخص شرعی خطاب پہنچانے والا نہیں تھا، اس لئے یہ آدمی شرعی خطاب سے ناواقف رہا، اور دوسری صورت افاضہ وشہرت کی تھی، لیکن دارالحرب احکام اسلام کے افاضہ وشہرت کا محل نہیں ہے، اس لئے وہاں تک اس دوسرے طریقہ سے بھی خطاب نہ پہنچ سکا، یہ صورت حال ہوگی تو اس آدمی کے خطاب شرعی سے جہل کو عذر سمجھا جائے گا، اور اس پر قضا لازم نہ ہوگی۔

علامہ حمویؒ رقم طراز ہیں:”والثالث الجهل فی دار الحرب من مسلم لم یهاجر وأنه یکون عذرا...

قوله الثالث الجهل فی دار الحرب من مسلم لم یهاجر ،أی الجهل بالشرائع من مسلم اسلم فیها ، قوله : وأنه یکون عذرا؛ حتی لو مکث فیها ولم یعلم أن علیه الصلوة والزکوة وغیرهما ولم یؤدها لایلزم علیه قضائها خلافا لزفر لخفاء الدلیل فی حقه، وهو الخطاب لعدم بلوغه إلیه حقیقة بالسماع، وتقدیرا بالشهرة، فیصیر جهله عذرا بخلاف الذمی إذا أسلم فی دار الاسلام لشیوع الأحکام والتمکن من السوال“ (غمز عیون البصائر: الفن الثالث الجمع والفرق، احکام الناسی، ۳/۳۰۰،ط: دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان)۔

علامہ اکمل الدین بابرتی حنفی فرماتے ہیں:”القسم الرابع من أقسام الجهل: هو الجهل فی دار الحرب من مسلم لم یهاجر إلینا، فإنّه یکون عذرًا فی الشرائع، حتی أنها لاتلزمه. وإن (مکث مدة) لایصلی، ولا یصوم ، ولم یعلم بوجوبها لا یجب القضاء علیه بعد ذلک. وقال ”زفر“ رحمه الله: علیه القضاء، لأنه بالإسلام التزم أحکامه، ولکنه قصر عنه خطاب الأداء لجهله به، وذلک لا یسقط القضاء إذا تقرر السبب ، کالنائم إذا انتبه بعد مضی الوقت.

ولنا: أنّ الخطاب النازل فی حقه خفي لعدم بلوغه إلیه حقیقة بالسماع ، وتقدیراً بشهرته، لأنّ دار الحرب لیست بمحل لشهرة الأحکام، فیصیر به عذرًا ؛ لأنه غیر مقصر فی طلب الدلیل،

وإنما جاء الجهل من قبل خفاء الدليل فی نفسه لعدم اشتهاره فی دارالحرب لانقطاع ولاية التبليغ عنهم" (التقریر لاصول فخر الاسلام البزدوی: باب عوارض الاہلیۃ المکتسبۃ، مبحث فی الجہل واقسامہ ومسائلہ، ۸/ ۱۶۷، ۱۶۸، ط: وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیۃ الکویت)۔

"الموسوعۃ الفقہیہ" میں ہے: "**لا خلاف بين الفقهاء فی أن تارک الصلوة أن جحدها وهو عالم بوجوبها يكفر ،إلا إذا كان جاهلا بوجوبها كأن كان قريب عهد بالإسلام ، ونشأ۔ فی بادية أو جزيرة بعيدة عن العلماء** " (مادۃ: جہل، ۱۶/ ۲۰۴، ط: وزارۃ الاوقاف والسئون الاسلامیہ)۔

(ب) کسی عجمی شخص سے عربی زبان میں طلاق، عتاق، یمین وغیرہ کے الفاظ کہلائے گئے، جن کا معنی وہ نہیں جانتا تو اس کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

فقہ شافعی کے اعتبار سے تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا، اوران الفاظ کے جو احکام ظاہر ہو سکتے ہیں وہ جہل کی بناء پر ساقط ہوں گے، علامہ زرکشی لکھتے ہیں:

"**فإذا نطق الاعجمی بكلمة كفر أو أيمان أو طلاق أو اعتاق أو بيع أو شراء أو نحوه ولا يعرف معناه لا يؤاخذ بشيئ منه، لأنه لم يلتزم مقتضاه**" (المنثور فی القواعد فقہ شافعی: حرف الجیم، فصل الجہل یتعلق بہ مباحث، ۱/ ۱۷۲، ط: دارالکتب العلمیہ بیروت، لبنان)۔

اسی طرح عز بن عبدالسلام نے بھی ذکر فرمایا ہے (قواعد الاحکام: فصل فیمن اطلق لفظا لا یعرف معناہ لم یواخذ، قاعدۃ فیما یقبل من التأویل ومالا یقبل، ۲/ ۱۲۰، ط: دارالکتب العلمیہ بیروت)۔

فقہ حنفی میں ناواقفیت کی حالت میں کفر کا تلفظ کرنے سے حکم مرتب ہوگا یا نہیں؟ اس پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر متکلم کے علم میں نہیں ہے کہ یہ کلمۂ کفر ہے، اوراس نے اپنے اختیار سے اس کا تلفظ کیا ہے تو عام علماء کی رائے یہ ہے کہ جہل کا عذر قابل قبول نہ ہوگا اوراس کے بارے میں کفر کا حکم مرتب ہوگا، جبکہ بعض علماء جہل کے عذر کو قبول کرتے ہوئے اس پر کفر کا حکم لاگو نہیں فرماتے، اورفتوی اسی دوسری رائے پر ہے، چنانچہ علامہ حمویؒ لکھتے ہیں:

"**وفی الخلاصة إذا تكلم بكلمة الكفر جاهلا. قال بعضهم لا يكفر . وعامتهم على أنه يكفر ولا يعذر .**

قوله: وفی الخلاصة إذا تكلم بكلمة الكفر جاهلاً الخ...قال البزازی فی شرح اللأمية: واعلم أن من تلفظ بلفظ الكفر عن اعتقاد لا شک أنه يكفر، وإن لم يعتقد أنها لفظ الكفر، إلا أنه أتى به عن اختيار يكفر عند عامة العلماء ولا يعذر بالجهل وقال بعضهم: لا يكفر والجهل عذر، وبه يفتی،

لأن المفتى مأمور أن يميل إلى القول الذى لا يوجب التكفير، ولولم يكن الجهل عذراً الحكم على الجهال أنهم كفار، لأنهم لا يعرفون ألفاظ الكفر ولو عرفوا لم يتكلما(انتهىٰ) . قال بعض الفضلاء: وهو حسن لطيف (انتهىٰ)"(غمز عیون البصائر: الفن الثالث الجمع والفرق، باب احکام الناسی والجاہل والمکرّہ، ۳/ ۳۰۴، ط: دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

اسی طرح طاہر بن عبدالرشید بخاریؒ نے بھی لکھا ہے (خلاصۃ الفتاوی: کتاب الفاظ الکفر، الفصل الثانی فی الفاظ الکفر ما یکون کفرا ومالا یکون، ۴/ ۳۸۲، ط: المکتبۃ الاشرفیہ، دیوبند)۔

طلاق وعتاق کے باب میں ہمارے فقہاء نے جہل کا اعتبار نہیں کیا ہے اور وقوع طلاق کا فیصلہ فرمایا ہے، البتہ بیع وشراء میں زبان سے ناواقفیت اور جہل کا اعتبار کیا ہے، اور بیع وشراء کے صحیح نہ ہونے کا فیصلہ دیا ہے، جیسا کہ علامہ فرید الدین دہلویؒ فرماتے ہیں:

"**وفى الذخيرة : فى الفصل الثانى فى بيان طلاق من يقع ومن لا يقع: المرأة إذا لقنت زوجها الطلاق بالعربية وهو لا يعلم يقع الطلاق ،وعلى هذا إذا أعتق عبده بالعربية أو دبره وهو لا يعلم معناه، وهذا بخلاف ما لو باع اواشترى بالعربية وهو لا يعلم حيث لا يصح، قال أبو الليث رحمه الله: إذا قال لامرأته، "انت طالق" ولا يعرف أن هذا اللفظ طلاق طلقت فى القضاء ولا تطلق فيما بينه وبين الله تعالى ، وكذا فى العتاق.**

وفى الجامع الأصغر، محمد بن سماعة قال: سمعت محمدا رحمه الله يقول فى رجل: قال لامرأته، وهو عربى السان:"أنت طالق" فسمع أعجمى وظن أنه لطف أو سب، فقال مثل ذلک لامرأته: طلقت امرأته"(الفتاوی التاتارخانیہ: کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقہ ومن لا یقع، رقم المسئلہ: ۱۲/ ۶۵۱۸، ۶۵۱۹، ص: ۳۹۸، ط: مکتبۃ زکریا دیوبند)۔

لیکن زوج اس زبان سے واقف نہیں ہے، جس زبان میں اس سے تلفظ کروایا جارہا ہے، اس کے باوجود اس پر عمل کیا جائے تو اس سے انسانی اموال اور دیگر بہت سی چیزوں میں نقصان ہوگا، دونوں طرف مشقت وتکلیف ہوگی، اسی لئے اوپر علامہ حمویؒ نے کفر کا فتوی نہ دیئے جانے کے بارے میں وجہ ذکر کی کہ یہ آدمی عواقب وانجام سے بے خبر تھا، اسی لئے زبان سے ناواقف ہونے کی حالت میں کلمات کفر کا تلفظ کرلیا، اگر یہ انجام سے واقف ہوتا تو اس کا تلفظ نہ کرتا، یہی صورت حال، طلاق کے باب میں بھی مدنظر رکھی جائے تو شاید اموال کا ضیاع نہ ہو۔

"**وحكى عن القاضى الإمام محمود الأوز جندى رحمه الله أنه سئل عمن لقنته امرأته طلاقا**

فطلقها وهو لا يعلم بذلک، قال: وقعت هذه المسألة بأوز جند ، فقال: شاورت أصحابى فى ذلک واتفقت آراؤنا أنه لا يفتى بوقوع الطلاق صيانة لأموال الناس عن الإبطال بنوع تلبيس ، ولو لقنها أن تختلع نفسها منه بمهرها ونفقة عدتها فاختلعت وخالعها الزوج، من المشائخ من قال: يصح؛ ولكن ما لم يقبل الزوج لا يصح، ومنهم من قال: لا يصح ما لم يعلم به، وبه يفتى، وكذا لو لقنها أن تبرئه من المهر ونفقة العدة" (الفتاوی التاتارخانیۃ: کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقہ ومن لایقع، رقم المسئلہ: ۶۵۱۹/۱۲ص:۳۹۸، ط: مکتبہ زکریا دیوبند)۔

اس سلسلہ میں فقہاء کا عام رجحان تو وقوع طلاق ہی کا ہے، لیکن مشائخ اوز جند کا فتوی اس صورت میں طلاق کے وقوع پزیر نہ ہونے کا ہے؛ تاکہ کوئی آدمی دوسرے شخص کو دھوکہ نہ دے سکے، راقم ضعیف کی رائے اس بارے میں مشائخ اوزجند کی طرح ہے، اوراسی پرفتوی دینا مناسب معلوم ہوتا ہے؛ تاکہ اموال کا ضیاع نہ ہو، مشکلات بھی پیدا نہ ہو، اس لئے کہ اگرزوج ان الفاظ کی حقیقت اورعواقب ونتائج سے واقف ہوتا تو وہ اس کا تلفظ ہی نہ کرتا۔

فقہ حنبلی کے مطابق ایسے آدمی کے تلفظ کا اعتبار نہ ہوگا، اوراحکام مرتب نہ ہوں گے، گویا اسے معفوعنہ سمجھا جائے گا، جیسا کہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں:

"فإن قال الأعجمى لامرته: انت طالق، ولا يفهم معناه لم تطلق ، لأنه ليس بمختار للطلاق، فلم يقع طلاقه كالمكره، فإن نوى موجبه عند أهل العربية لم يقع أيضا، لأنه لا يصح منه اختيار ما لا يعلمه، ولذلک لو نطق بكلمة الكفر من لا يعلمه معناها لم يكفر..." (المغني: کتاب الطلاق، باب تصریح الطلاق وغیرہ، ۳۵/۷ ۱، ط: مکتبۃ ابن تیمیۃ القاہرہ، الموسوعۃ الفقہیۃ: مادہ جہل: ۲۰۶/۱۶، مادہ: طلاق، ۲۳/۲۹، ط: وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ الکویت)۔

(جیم) فقہ شافعی کے مطابق ان دونوں گواہوں سے قصاص نہ لیا جائے گا، البتہ دیت خفیفہ لازم ہوگی، جیسا کہ علامہ زرکشی شافعی فرماتے ہیں:

"ولو شهدا بقتل ثم رجعا، وقالا: تعمدنا، ولكن ما عرفنا أنه يقتل بشهادتنا، فلا يجب القصاص فى الأصح، إذ لم يظهر تعمدهم للقتل.

"وفى هامشه: وانما تجب الدية ،مخففة ، وتكون فى مالهم ؛ لأن اقوالهم لايلزم العاقلة" (المنثور فی القواعد: حرف الجیم، الجہل یتعلق بہ مباحث، ص: ۲۷۴، ط: دار الکتب العلمیہ، بیروت)۔

احناف کے یہاں اس صورت میں وسعت رکھی گئی ہے، چنانچہ صورت مسئلہ میں گواہوں کی گواہی کی بناء پر کسی شخص

کو قصاصاً قتل کر دیا گیا، بعد میں ان گواہوں نے جھوٹی گواہی دینے کا اقرار کرلیا تو اس صورت میں احناف کے یہاں گواہ متسبب ہے، یعنی بالواسطہ ذریعہ بنا ہے، اس لئے وہ قصاصاً قتل نہیں کیا جائے گا، البتہ اس سے دیت وصول کی جائے گی، جیسا کہ ملک العلماء علامہ کاسانیؒ رقمطراز ہیں:

"وأما الذی یرجع إلی نفس القتل فنوع واحد، وهو أن یکون القتل مباشرة، فإن کان تسببیا لا یجب القصاص ، لأن القتل تسببیا لایساوی القتل مباشرة، والجزاء قتل بطریق المباشرة، ......وعلی هذا یخرج شهود القصاص إذا رجعوا بعد قتل المشهود علیه أو جاء المشهود بقتله حیا أنه لا قصاص علیهم عندنا خلافا للشافعی رحمه الله .

........ولنا ما ذکرنا أن القتل تسببیا لایساوی القتل مباشرة، لأن القتل تسببیا قتل معنی لا صورة، والقتل مباشرة قتل صورةً ومعنًی، والجزاء قتل مباشرة بخلاف الاکراه علی القتل؛ لأنه قتل مباشرة؟ لأنه یجعل المکره آلة المکره؛ کأنه أخذه وضربه علی المکره علی قتله، والفعل لمستعمل الآلة لا للآلة؛ فکان قتلا مباشرة ، ویضمنون الدیة لوجود القتل منهم" (بدائع الصنائع: کتاب الجنایات، فصل فیما یرجع الی المقتول، ۶/۲۸۲، طبع زکریا بکڈپو دیوبند)۔

شیخ وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں: **"اشترط الحنفیة فی القتل نفسه الموجب للقصاص : أن یکون مباشرة ، لا تسببیا، فإن کان تسببیا ففیه الدیة، کمن حفر بئرا علی قارعة الطریق ، فوقع فیه انسان ومات، فعلی الحافر الدیة ، وإذا رجع شهود القصاص عن شهادتهم بعد قتل المشهود علیه فتجب علیهم الدیة؛ لأنه لم یوجد منهم القتل مباشرة، وإنما وجد منهم سبب القتل"** (الفقہ الاسلامی وادلتہ: الباب الثالث الجنایات وعقوباتہا، القصاص والدیات، الفصل الاول، رابعا شروط القصاص، ۶/۲۵۶، ط: الہدی انٹرنیشنل)۔

☆☆☆

شریعت میں جہل کا اثر اور اس سے متعلقہ مسائل

مولانا محمد عثمان بستوی☆

۱- جہالت کے عذر ہونے اور نہ ہونے کے مواقع:

علامہ قرافی مالکیؒ نے اپنی کتاب ''الفروق'' میں ''**مالا یکون الجھل عذرا وما یکون الجھل عذرافیه**'' کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے، اس کی اور دیگر کتب عقائد واصول کی روشنی میں ان مواقع اور محل کے تعیین کی کوشش کی جاتی ہے جن میں جہالت عذر بنے گی اور جن میں عذر نہیں بنے گی۔

۱-وہ فروعی احکام جس میں باوجود کوشش اور جستجو کے جہالت وخطا سے بچنا عادۃً متعذر رہو، اس میں جہالت معفو عنہ ہے، ''**الضابط ما یعفی عنه من الجھالة الجھل الذی یتعذر الاحتراز عنه عادة**'' (کتاب الفروق ۲/۱۵۰)، ''**وأما الفروع دون الأصول فقد عفا صاحب الشرع عن ذلک، ومن بذل جھده فی الفروع فأخطأ، فله أجر**'' (کتاب الفروق ۲/۱۵۱)۔

۲-وہ فروعی احکام جن سے کوشش اور جستجو کے بعد بچنا ممکن ہو دشوار نہ ہو تو اس میں جہالت معفو عنہ نہیں، کیونکہ ہر انسان احکام شرعیہ کا مکلّف ہے، لہذا اس میں کوتاہی پر مواخذہ ہوگا، ''**الجھل الذی مالا یتعذر الاحتراز عنه ولا یشق لم یعف عنه**'' (کتاب الفروق ۲/۱۵۰)، ''**لا یجوز الشروع فی شئ حتی یعلم، فیکون طلب العلم واجبا فی کل حالة......فإذا کان العلم بما یقدم الإنسان علیه واجبا کان الجاھل فی الصلوة عاصیا بترک العلم فھو کالمتعمد، الترک بعد العلم بما وجب علیه، فھذا ھو قول مالکؒ ، إن الجھل فی الصلوة کالعمد والجاھل کالمتعمد لا کالناسی**'' (کتاب الفروق ۲/۱۴۹)، البتہ اگر کسی شخص کے لئے حصول علم کے مواقع اور اسباب مہیا نہ ہوں، مثلاً دار الکفر ہونا، رقیت یا اس جیسے دوسرے موانع موجود ہوں تو جہالت معفو عنہ ہوگی۔

۳-اہل اسلام کے درمیان رہنے والے کی اصول دین اور اعتقادیات سے جہالت اور خطا قابل عذر نہیں، اسی

☆ مدرسہ عربیہ، ریاض العلوم گورینی جونپور۔

وجہ سے توحید اور صفات سے واقفیت فرض ہے، ”الاعتقادات، فإن صاحب الشرع قد شددفی عقائد أصول الدین تشدید اعظیما بحیث أن الإنسان لو بذل جهده واستفرغ وسعه فی دفع الجهل عنه فی صفة من صفات الله تعالی أوفی شئ یجب اعتقاده من أصول الدیانات، ولم یرتفع ذلک الجهل، فإنه أثم کافر بترک ذلک الاعتقاد الذی هو من جملة الإیمان ویخلد فی النیران علی المشهور من المذاهب“ (کتاب الفروق ۲/ ۱۵۰، شرح فقہ اکبر ص ۲۴۷)۔

ذات باری تعالیٰ کی جو صفات تدبیر و تعمق کی محتاج ہیں ان میں جہالت معفو عنہ نہیں، لیکن باعث شبہ ہے اور صحیح مراد کو چھوڑ کر غلط اور باطل نظریہ قائم کرنے میں دلیل کا سہارا لینے والا معذور نہیں، لیکن ایسے شخص کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور اس کی ضلالت و گمراہی میں کوئی شبہ بھی نہیں ہوگا اور اس کے بارے میں متکلمین اور فقہاء کا اختلاف مذکور ہے۔

”جهل المبتدع کالمعتزلة ما نعی ثبوت الصفات الثبوتیة عن الحیاة والقدرة والعلم والارادة والکلام و غیرها الله تعالی زائدة وعذاب القبر والشفاعة والرؤئة لا یصلح عذرا ولا شبهة فی حق التفسیق لوضوح الأدلة من الکتاب والسنة لکن لا یکفر المبتدع به إذ تمسکه بالقرآن أو الحدیث أو العقل“ (تیسیر التحریر ۴/ ۲۱۷)، ”فاعلم أن أهل القبلة المتفقون علی ما ذکرنا من أصول العقیدة اختلفوا فی أصول أخر کمسألة الصفات وخلق الأعمال وعموم الإرادة وقدم الکلام وجواز الرؤیة ونحو ذلک مما لا نزاع فی أن الحق فیها واحد، واختلفوا أیضا هل یکفر المخالف للحق بذلک الاعتقاد، والقول به علی وجه الاعتماد لم لا، فذهب الأشعری وأکثر أصحابه إلی أنه لیس بکافر وبه یشعر ما قال الشافعیؒ......وقد اجیب عن الإشکال بأن عدم التکفیر مذهب المتکلمین والتکفیر مذهب الفقهاء، فلا یتحد القائل بالنقیضین فلا محذور“ (شرح فقہ اکبر ص ۲۵۸)۔

۵-ضروریات دین مثلاً عالم کا فنا ہونا، حشر کا قائم ہونا، اور ہر وہ چیز جس کو اسلام کا جز ہونا لوگوں میں مشہور و معروف ہو اس میں جہالت معتبر نہیں اور اس کی تکفیر میں اکثر محققین اور متکلمین اور فقہاء کا کوئی اختلاف بھی نہیں۔

”قال المصنف فی المسایرة: لا خلاف فی تکفیر المخالف فی ضروریات الإسلام من حدوث العالم وحشر الجساد ونفی العلم بالجزئیات، وإن کان من أهل القبلة المواظب طول العمر علی الطاعات“ (التحریر مع التیسیر ۴/ ۲۱۸)، ”أن المراد بعدم تکفیر أحد من أهل القبلة عند أهل السنة أنه لا یکفر مالم یوجد شئ من أمارات الکفر وعلاماته، ولم یصدر عنه، شئ من موجباته“ (شرح فقہ اکبر/ ۲۵۸)۔

نوٹ: ضروریات دین وغیرہ کے سلسلہ میں جہالت کے عذر نہ ہونے والا قول مشہور و معروف ہے اور اکثر علماء کے

نزدیک یہی راجح ہے، البتہ اس میں کچھ اختلاف بھی ہے جس کی پوری تفصیل انشاء اللہ سوال نمبر ۲ کے جواب میں ذکر کی جائے گی، جس کا خلاصہ وہی ہے جو علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے ''اکفار الملحدین'' کے حاشیہ میں نقل کردیا ہے، کہ جن مسائل ضروریہ میں جہل سے بچنا عادتاً دشوار ہے ان میں ناواقفیت معاف ہے اور وہ مسائل ضروریہ جن میں ناواقفیت سے بچنا عادتاً دشوار نہیں ہے، بآسانی ان کا علم حاصل کیا جاسکتا ہے، ان میں جہالت عذر نہیں، لہذا اگر کوئی شخص قسم اول کے مسائل ضروریہ کا جہالت کی بنا پر انکار کردے تو تکفیر نہیں کی جائے گی، اور قسم ثانی میں تکفیر کی جائے گی، اور تجدید ایمان دوسری صورت میں بہرحال لازم ہوگا، اور پہلی صورت میں احتیاطاً تجدید ایمان ونکاح لازم ہوگا۔

جہالت کے عذر ہونے اور نہ ہونے کے جو مواقع اور ضوابط ماقبل میں نقل کئے گئے ہیں انہیں کی صاحب ''مسلم الثبوت'' نے جہالت کے عذر ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے چند قسمیں کی ہیں جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱-وہ جہالت جو عقل کی ہٹ دھرمی اور دلائل قطعیہ کے ترک کی وجہ سے ہو، یہ کسی حال میں عذر نہیں، ''**الجهل الذی یکون من مکابرة العقل وترک البرهان القاطع، لا یکون عذرا بحال**'' (موسوعہ فقہیہ ۱۶/۲۰۰)۔

۲-وہ جہالت جو عقل کی ہٹ دھرمی اور دلائل ظاہرہ کے ترک کی وجہ سے ہو، لیکن اس میں ہٹ دھرمی کتاب وسنت کی طرف منسوب دلائل سے استدلال کی بنا پر پہلے کے مقابلہ کم ہوتی ہے، اس لئے جہالت عذر تو نہیں، لیکن شبہ کا سبب بن جاتی ہے، ''**الجهل الذی یکون عن مکابرة العقل وترک الحجة الجلیة أیضا، لکن المکابرة فیه أقل منها فی الأول، وهذا الجهل لا یکون عذرا**'' (حوالہ بالا)۔

۳-وہ جہالت جو کتاب سنت مشہورہ اور اجماع کے خلاف کسی دلیل شرعی اور اجتہاد کی وجہ سے پیدا ہوا ایسا شخص گنہگار نہیں، لیکن اس پر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، ''**جهل نشأ عن اجتهاد ودلیل شرعی لکن فیما لا یجوز فیه الاجتهاد، بأن یخالف الکتاب أو السنة المشهورة أو الإجماع**'' (حوالہ بالا)۔

۴-وہ جہالت جو اجتہادی مسائل کے قبیل سے ہو، یہ جہالت عذر کا بھی سبب ہے اور قضاء بھی نافذ ہوجاتی ہے، ''**جهل نشأعن اجتهاد فیه مساغ کالمجتهدات وهو عذر البتة، وینفذ القضاء علی حسبه**'' (حوالہ بالا)۔

۵-وہ جہالت جو شبہ کی وجہ سے پیدا ہو یہ حدود وغیرہ کے سقوط کا سبب ہوتی ہے، ''**جهل نشأعن شبهة وخطأ وهذا عذر یسقط الحد**'' (حوالہ بالا)۔

۶-وہ جہالت جو کسی مجبوری کی وجہ سے پیدا ہو یہ بھی معفو عنہ ہے، ''**جهل لزمه ضرورة بعذروهو أیضا عذر یسقط الحدبه**'' (موسوعہ فقہیہ ۱۶/۲۰۰)۔

۲-عقائد کے باب میں سبب کے اعتبار سے جہالت کی تین قسمیں بنتی ہیں:

۱-اصول اسلام سے جہالت دعوت کے نہ پہنچنے کے سبب سے ہو۔
۲-اصول اسلام اور ضروریات دین کے علاوہ دوسرے امور عقائد میں جہالت تاویل فاسد کے سبب سے ہو۔
۳-اصول اسلام اور ضروریات دین میں جہالت تاویل فاسد کے سبب سے ہو۔

احکام:

پہلی قسم، یعنی جب جہالت کا سبب دعوت کا نہ پہنچنا ہوتو اس وقت جہالت عذر بنے گی یا نہیں، یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، جو حضرات مدار تکلیف عقل کو مانتے ہیں ان کے نزدیک جہالت عذر نہیں، یہ مسلک معتزلہ اور حنفیہ کا ہے، "**القدرة شرط التكليف بالعقل عند الحنفية والمعتزلة لقبح التكليف مالا يطاق عقلا**" (التحریر مع التیسیر ۲/۱۳۷)، اور جو حضرات مدار تکلیف شریعت کو مانتے ہیں ان کے نزدیک دعوت کے نہ پہنچنے کی وجہ سے جو جہالت ہوگی وہ عذر بنے گی اور یہ مسلک اشاعرہ کا ہے، البتہ حنفیہ اور معتزلہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ معتزلہ نفس عقل کو موجب مانتے ہیں اور حنفیہ نفس عقل کو موجب نہیں مانتے، بلکہ اصل موجب تو اللہ تعالی کو مانتے ہیں اور عقل اللہ تعالی کے حکم کو پہنچانے کا واسطہ ہے تو حنفیہ کے یہاں عقل مدار تکلیف سبب ہونے کی وجہ سے ہے، بذات خود مدار تکلیف نہیں، پھر فقہاء احناف میں سے مشائخ سمرقند تو عقل کو مدار تکلیف مانتے ہیں، اور جہالت کو عذر نہیں مانتے اور مشائخ بخارا بعثت سے پہلے جہالت کو عذر مانتے ہیں، اور دعوت کے پہنچنے سے پہلے اشاعرہ کی طرح سے مکلّف یہ بھی نہیں مانتے۔

"**والفرق بيننا وبين المعتزلة القائلين بالحسن والقبح العقليين ما ذكره الاستاذ ابومنصور الماتريدى وعامة مشائخ سمر قند رحمهم الله أن العقل عندهم إذا أدرک الحسن والقبح يوجب بنفسه على الله، وعلى العباد مقتضى هما وعندنا الموجب هو الله تعالى يوجبه على عباده ولا يجب عليه سبحانه شئ باتفاق أهل السنة والجماعة، والعقل عندنا ألة يعرف بها ذلک الحكم بواسطة إطلاع الله تعالى على الحسن والقبح الكائنين فى الفعل، والفرق بيننا وبين الأشاعرة أنهم قائلون بأنه لايعرف حكم من أحكام الله إلا بعد بعثة نبي، ونحن نقول: قد يعرف بعض الأحكام قبل البعثة......وقال أئمة بخارى: عندنا لا يجب إيمان ولا يحرم كفر قبل البعثة كقول الأشاعرة**" (شرح فقہ اکبر/۱۸۰)۔

"**الحاكم لا خلاف انه الله رب العالمين، ثم الأشعريةقالوا: لا يتعلق له تعالى حكم قبل بعثة وبلوغ دعوة، فلا يحرم كفر ولا يجب إيمان والمعتزلة قالوا: يتعلق له تعالى حكم بما أدرک العقل فيه صفة حسن أوقبح لذاته......والحنفية قالوا: الفعل صفة حسن وقبح كما تقدم فلنفسه وغيره وبه يدرک العقل حكمه تعالى فيه فلا حكم له إنما استقل بدرک بعض أحكامه تعالى، ثم منهم كأبى**

منصور من أثبت وجوب الإيمان وحرمة الكفر......وجوب شكر المنعم وزاد أبومنصور إيجابه على الصبى العاقل ونقلوا عنه لو لم يبعث الله للناس رسولا لو جب عليهم معرفة بعقولهم والبخاريون قالوا: لا تعلق لحكم الله تعالى بفعل المكلف قبل بعثة رسول الله ﷺ وتبليغه حكم الله فى ذلك كالأشاعرة وهو المختار"(التحریر مع التیسیر ۲/۱۵۰-۱۵۱)،خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کوتوحید ورسالت کی دعوت نہ تو حقیقۃ پہنچی ہو نہ حکما تو اس کے اوپر عقل سے ایمان لانا واجب ہے یا نہیں، تو معتزلہ کے یہاں ایمان لانا واجب ہے، اشاعرہ کے یہاں واجب نہیں اور حنفیہ کا اختلاف ہے، راجح عدم وجوب ہے۔

ترجیح:

علامہ ابن ہمام نے اشاعرہ اور مشائخ بخارا کے قول کو ترجیح دی ہے اور حضرت امام صاحبؒ کے قول "لو لم يبعث الله رسولا لو جب على الخلق معرفته بعقولهم" کی تاویل کی ہے اور امام صاحب کے اس قول میں "وجب "کو" ينبغى "کے معنی پر محمول کیا ہے اور امام صاحب کا دوسرا قول کہ خالق سموات والارض کی جہالت میں کوئی عذر نہیں ہے، اس کو بعد البعثۃ کی قید سے مقید کیا ہے،"وما ذكرناه عن البخاريين نقله المحقق ابن عين الدولة عنهم غيرأنه قال: أئمة بخارى الذين شهدناهم كانوا على القول الأول: يعنى قول الأشاعرة و حكموا بأن المراد من رواية لا عذر لأ حد فى الجهل بخلافه لما يرى من خلق السموات والأرض وخلق نفسه بعد البعثة والرواية المذكورة فى المنتقى والميزان عن محمد بن سماعة عن أبى حنيفة، وفى غيره كجامع الاسرار عن أبى يوسف عن محمد وحيئنذ فيجب حمل الوجوب فى قول أبى حنيفة لوجب عليهم معرفته بعقولهم على ينبغى"(التحریر مع التیسیر ص ۱۵۲)،"وقال الملا على القارى بعد سرد الأقوال:وهو الأليق والأولى"(شرح فقہ اکبر/ ۱۸۰)۔

احناف کا راجح مذہب:

ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ نے "فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت" اور "احکام للآمدی" کے حوالہ سے اشاعرہ اور جمہور احناف اور متاخرین ماتریدیہ کا مذہب یہ نقل کیا ہے کہ جس کو دعوت نہ پہنچے وہ اسلام کا مکلّف نہیں، لہذا ایسا شخص مخلد فی النار نہیں ہوگا۔

"من لم تبلغه الدعوة كالبالغ فى شاهق الجبال –فعند الأشاعرة وجمهور الحنفية وهو رأى متأخرين الماتريدية غير مطالب وليس له ثواب كما أنه لا يعاقب، ولو اعتقد الكفر الصريح" (اصول الفقہ

لوہبہ زحیلی ۱؍۱۲۷)۔

جہالت کی دوسری قسم ان مسائل عقائد میں جوتدبر وتفکر کے محتاج ہیں تاویل فاسد کے سبب سے ہوتو یہ جہالت بھی شریعت میں عذر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی، البتہ شبہ ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے، اس لئے ایسے امور میں تاویل کرنے والے کی حضرات فقہاء کے نزدیک تکفیر نہیں کی جائے گی، البتہ بعض اس کو بھی کفر کے درجہ میں رکھتے ہیں، یہی وہ مسئلہ ہے جس میں فقہاء و متکلمین کا اختلاف نقل کیا گیا ہے۔

”واختلفوا أيضا هل يكفر المخالف للحق بذلك الاعتقاد والقول به على وجه الاعتماد أم لا، فذهب الأشعرى، وأكثر أصحابه إلى أنه ليس بكافر وبه يشعرما قاله الشافعیؒ لا ارد شهادة أهل الأهواء إلا الخطابية لاستحلا لهم الكذب، وفى المنتقى عن ابى حنيفةؒ: لم نكفر أحدا من أهل القبلة، وعليه أكثر الفقهاء، ومن أصحابنا من قال: يكفر المخالفين، وقال قدماء المعتزلة: يكفر القائل بالصفات القديمة وبخلق الأعمال، وقال الاستاذ أبواسحاق نكفر من يكفرنا ومن لا فلا،واختار الرازى أن لا يكفر أحد من أهل القبلة، وقد أجيب عن الإشكال بأن عدم التكفير مذهب المتكلمين والتكفير مذهب الفقهاء فلا نتحد القائل بالنقيضين فلا محذور، ولو سلم، فيجوز أن يكون الثانى للتغليط فى ردما ذهب إليه المخالفون، والأول لاحترام شأن أهل القبلة، فإنهم فى الجملة معنا موافقون“(شرح فقہ اکبر؍۲۵۸)۔

حاصل یہ ہے کہ ضروریات دین کے علاوہ دوسرے امور اعتقادی میں تاویل کرنے والے کی تکفیر کے سلسلہ میں حضرات فقہاء اور متکلمین کا راجح مذہب عدم تکفیر ہے اور فقہاء کی طرف جو تکفیر کا قول منسوب کیا گیا ہے وہ باقی بعض فقہاء میں یا تکفیر کا قول تغلیط پر محمول ہے اور عدم تکفیر کا قول اہل قبلہ کے احترام اور ان کی تکفیر کی ممانعت کی وجہ سے ہے، البتہ اگر ان سے کوئی علامہ کفر پائی جائے تو پھر ان کی بھی تکفیر میں کوئی شبہ نہیں، ”إن المراد بعدم تكفير أحد من أهل القبلة عند أهل السنة أنه لا يكفر مالم يوجد شئ من أمارات الكفر وعلاماته، ولم يصدر عنه شئ من موجباته“ (شرح فقہ اکبر ص ۲۵۸)۔

عقائد میں جہالت کی تیسری قسم:

جہالت کی تیسری قسم جو اصول دین اور ضروریات دین کے سلسلہ میں پائی جائے، خواہ تاویل سے ہو یا بغیر تاویل کے جہالت عذر نہیں بنے گی، اور ضروریات دین کے منکر کی تکفیر میں کوئی شبہ نہیں باتفاق فقہاء و متکلمین ایسے شخص کی تکفیر کی جائے گی۔

"جاحد المجمع علیه من الدین بالضرورة کافر قطعا، والتأویل فی ضروریات الدین لا یدفع الکفر، لأن الکفر هو جحد الضروریات من الدین أو تأویلها" (جواہر الفقہ ۱/۸۴-۸۵)، قال المصنف فی المسایرة: لاخلاف فی تکفیر المخالف فی ضروریات الإسلام من حدوث العالم وحشر الأجساد ونفی العلم بالجزئیات، وإن کان من أهل القبلة المواظب طول العمر علی الطاعات" (التحریر مع التیسیر ص ۲۱۸)، حاصل یہ کہ اصول ایمان جو تین ہیں ایمان باللہ، ایمان بالرسول اور ایمان بالیوم الآخرة (جواہر الفقہ ۱/۵۵)، اور ضروریات دین، یعنی جو چیزیں حضور ﷺ سے بذریعہ تواتر اس درجہ شہرت اور ہدایت کے ساتھ ثابت ہوں کہ ہر خاص و عام اس سے باخبر ہو، جیسے نماز، روزہ، زکوۃ، حج کا فرض ہونا، اذان کا سنت ہونا نبوت کا حضور ﷺ پر ختم ہوجانا وغیرہ اس کا انکار اور اس میں جہالت، خواہ تاویل سے ہو یا بلا تاویل کے موجب کفر ہے، ایسے شخص کے کفر میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہے، جیسا کہ ابن ہمام کے حوالہ سے نقل کردیا گیا، البتہ اگر کوئی شخص اس کو ضروریات دین میں سے ہونا نہ جانتا ہو اور اس کے انکار سے خروج اسلام کے حکم سے بھی واقف نہ ہو تو ایسے شخص کے بارے میں عام فقہاء یہی فرماتے ہیں کہ یہ جہالت اس کی تکفیر کے لئے عذر نہیں بنے گی، البتہ بعض فقہاء جہالت کو عذر مانتے ہوئے اس کی تکفیر نہیں کرتے ہیں اور اسی کو مفتی بہ بھی کہا گیا ہے۔

"واعلم أن من تلفظ بلفظ الکفر عن اعتقاد لاشک أنه یکفر، وإن لم یعتقد أنها لفظ الکفر إلا أنه أتی به عن اختیار یکفر عند عامة العلماء ولا یعذر بالجهل، وقال بعضهم: لا یکفر، والجهل عذر وبه یفتی؛ لأن المفتی مامور أن یمیل إلی القول الذی لا یوجب التکفیر، ولو لم یکن الجهل عذر الحکم علی الجهال أنهم کفار؛ لأنهم لا یعرفون ألفاظ الکفر، ولو عرفوا لم یتکلموا" (شرح الحموی علی الاشباہ والنظائر ۳/۱۶)۔

مسئلہ تکفیر میں فقہاء و متکلمین کا اختلاف:

علامہ انور شاہ کشمیریؒ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "شرح فقہ اکبر" کے بیان سے یہ متوہم ہوتا ہے کہ مسئلہ تکفیر میں فقہاء اور متکلمین کے درمیان اختلاف ہے، چنانچہ فقہاء تو امر ظنی کے انکار کی وجہ سے بھی کفر کا حکم لگا دیتے ہیں بخلاف متکلمین کے (کہ وہ صرف امر قطعی کے انکار پر ہی کفر کا حکم لگاتے ہیں) یہ محض توہم ہے، درحقیقت مسئلہ تکفیر میں فقہاء و متکلمین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، بلکہ یہ صرف ان کے فن اور موضوع کا اختلاف ہے، چنانچہ فقہاء کا موضوع بحث فعل مکلّف ہے اور ان کے بیشتر مسائل ظنی ہیں (اس لئے فقہاء دلائل ظنیہ کی بنا پر ہی کفر کا حکم لگا دیتے ہیں) اور متکلمین کا موضوع

بحث عقائد قطعیہ ہیں اور وہ سب دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں (اس لئے متکلمین دلائل کفریہ کی بنا پر ہی حکم کفر لگاتے ہیں)، یہی وہ نکتہ ہے جس کی بنا پر دونوں فریق کا دائرہ بحث اور طریق کار مختلف اور الگ الگ ہوجاتا ہے، ورنہ اصل مسئلہ تکفیر میں کوئی اختلاف نہیں اور بدون تردد تکفیر کی بنیاد ظن پر قائم کرنا جائز ہے، اس لئے کہ یہ ظن درحقیقت حکم کفر کا علم حاصل کرنے میں ہے نہ کہ اس امر میں جو کسی کی تکفیر کا موجب ہے (کہ وہ تو بے شک وشبہ سب کے نزدیک امر قطعی ویقینی ہی ہوسکتا ہے (اکفار الملحدین رص ۶۷)، اختصار کے لئے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا علامہ کی بحث کا حاصل یہ ہے کہ تکفیر کے سلسلہ میں فقہاء ومتکلمین کا جو اختلاف منقول ہے وہ اختلاف حقیقی نہیں، بلکہ صرف اصطلاحی اختلاف ہے جو صرف دونوں کے موضوع بحث کے مختلف ہونے کی وجہ سے اختلاف نظر آتا ہے، ورنہ حقیقت کے اعتبار سے کوئی اختلاف نہیں۔

ضروریات دین اور قطعیات دین کا مطلب:

اس سلسلہ میں بھی علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے تفصیلی گفتگو فرمائی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ دین واسلام کی جو چیزیں حضور ﷺ سے بذریعہ تواتر اس درجہ شہرت وبداہت کے ساتھ ثابت ہوں کہ ہر خاص وعام ان چیزوں کو دین واسلام کی چیز سمجھتا ہو اور تمام لوگ اس سے واقف بھی ہوں کہ یہ دین کی چیز ہے، اس کو فقہاء ومتکلمین کی اصطلاح میں ضروریات دین اور قطعیات دین سے تعبیر کیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ ضروریات دین وہ تمام قطعی اور یقینی امور ہیں جن کا رسول اللہ ﷺ سے دین ہونا ثابت ہے اور قطعی طور پر معلوم ہے اور حد تواتر وشہرت عام تک پہنچ چکا ہے حتی کہ عوام بھی ان کو دین رسول اللہ ﷺ جانتے اور مانتے ہیں، مثلاً توحید، نبوت، خاتم الانبیاء پر نبوت کا ختم ہونا، آپ ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت کا منقطع ہوجانا، حیات بعد الممات، جزاوسزائے اعمال، نماز اور زکوۃ کا فرض ہونا، شراب اور سود وغیرہ کا حرام ہونا، ضروریات دین کے لئے واجب العمل ہونا ضروری نہیں (اکفار الملحدین رص ۲-۳، جواہر الفقہ ۶۱/۱)۔

"والمراد بالضروريات على ما اشتهر في الكتب: ما علم كونه من دين محمد ﷺ بالضرورة، بأن تواتر عنه واستفاض وعلمته العامة كالواحدانية والنبوة وختمها بخاتم الأنبياء وانقطاعها بعده......وكالبعث والجزاء ووجوب الصلوة والزكاة وحرمة الخمر ونحوها، سمى: ضروريا، لأن كل أحد يعلم أن هذا الأمر مثلا من دين محمد ﷺ ولا بد، فكونها من الدين ضرورى وتدخل في الإيمان، لا يريدون أن الاتيان بها بالجوارح لا بدمنه، كما يتوهم، فقد يكون استحباب شئ أو إباحته ضروريا يكفر جاحده ولا يجب الاتيان به" (اکفار الملحدین رص ۳)۔

خواص وعوام کی واقفیت کا مطلب:

حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ "حاشیہ اکفار الملحدین" میں فرماتے ہیں کہ شہرت عام کا معیار یہ ہے کہ ہر ہر طبقہ

میں اس کا علم پہنچ جانا چاہئے، ہر ہر فرد عوام کا جاننا ضروری نہیں، اسی طرح عوام کے اس طبقہ کا جاننا بھی ضروری نہیں ہے، اسی طرح عوام کے اس طبقہ کا جاننا بھی ضروری نہیں جو دین اور دینی امور سے کوئی سروکار ہی نہیں رکھتا، بلکہ عوام کے ان طبقوں تک اس علم ضروری کا علم پہنچ جانا چاہئے جو دین سے علاقہ رکھتے ہیں، خواہ اہل علم ہوں، خواہ غیر اہل علم (حاشیہ اکفار الملحدین ص ۲)۔

ضروریات دین میں سے کسی امر کا ناواقفیت کی بنا پر انکار:

اگر کوئی شخص ضروریات دین میں سے کسی امر کا ناواقفیت کی بنا پر انکار کرتا ہے تو ناواقفیت عذر ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، اور اس سلسلہ میں تفصیلی گفتگو کی جا چکی ہے، علامہ قرافی علیہ الرحم فرماتے ہیں: "**لم یرتفع ذلک الجھل، فإنه أثم كافر بترک ذلک الاعتقاد، وهو من جملة الإيمان ويخلد فى النار على المشهور من المذاهب**" (الفروق ۲/۱۵۰)، اکثر علماء ضروریات دین سے جہالت کو عذر نہیں مانتے ہیں، اسی بنا پر ناواقفیت سے انکار کرنے والے کی تکفیر کے اقوال بکثرت موجود ہیں، لیکن اس کے برعکس جہالت کے عذر ہونے کا قول بھی منقول ہے، لہذا اگر کوئی شخص جہالت اور ناواقفیت کی بنا پر کسی امر ضروری اور قطعی کا انکار کرتا ہے تو اس کی تکفیر فی الفور نہیں کی جائے گی، بلکہ اس کی تعلیم کا اہتمام کیا جائے گا، البتہ اگر تعلیم کے بعد انکار کرے تو کفر میں کوئی شبہ بھی نہیں، چنانچہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ "اکفار الملحدین" کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض متواتر امور ایسے ہیں جن سے جاہل ہونے کی بنا پر انکار کر دینے پر تکفیر نہیں کی جاتی، ہاں بتلا دینے کے بعد بھی انکار پر اڑے رہنے پر ضرور تکفیر کی جائے گی، اسی طرح (موافقات ۲/۱۵۶) کے حاشیہ میں فرق نمبر ۹۴ کے تحت جہل کے عذر معتبر ہونے یا نہ ہونے کے متعلق ضابطہ بیان کیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جن مسائل میں عادۃً جہل سے بچنا دشوار ہے ان میں ناواقفیت معاف ہے، یعنی ناواقفیت کی بنا پر کوئی ضروریات دین میں سے کسی ایسے امر ضروری کا انکار کر دے تو اس کو کافر نہیں کہا جائے گا اور وہ مسائل ضروریہ جن کی نادانی اور ناواقفیت سے بچنا دشوار نہیں اور بآسانی ان کا علم حاصل کیا جا سکتا ہے ان میں ناواقفیت کا عذر معتبر نہیں اور ایسے شخص کو کافر کہا جائے گا (ترجمہ حاشیہ اکفار الملحدین از مولانا ادریس میرٹھی ص ۴۹)۔

"**وفى حاشية جوهرة التوحيد: أن بعض المتواترات لا يكفر بجحدها، نعم بجحود ها بعد التعليم، ومن قصره من المتكلمين على الضروريات فلان موضوع فنهم هو القطعى، لا أن المؤمن به هو القطعى فقط، نعم التكفير إنما يكون بجحوده فقط**" (حاشیہ اکفار الملحدین ص ۳-۴)، "**ومن اتى بلفظة الكفر مع علمه أنها لفظة الكفر عن اعتقاده فقد كفر ولو لم يعتقد أو لم يعلم أنها لفظة الكفر، ولكن اتى بها على اختيار فقد كفر عند عامة العلماء لا يعذر بالجهل وفى الخانية: وقال بعضهم: الجاهل إذا**

تكلف بكفر ولم يدرأنه كفر لا يكون كفرا،ويعذر بالجمل، وفى الينابيع: قال أبوحنيفةؒ لا يكون الكفر كفرا حتى يعقد عليه القلب"(فتاوی تاتارخانیہ ۷/۲۸۲)،**"قال البزازى فى شرح الأمية: واعلم أن من تلفظ بلفظ الكفر عن اعتقاد لا شک أنه يكفر، وإن لم يعتقد أنها لفظ الكفر إلا أنه اتى به عن اختيار يكفر عندعامة العلماء ولا يعذر بالجهل، وقال بعضهم: لا يكفر والجهل عذر، وبه يفتى: لأن المفتى مامور أن يميل إلى القول الذى لايوجب التكفير، ولولم يكن الجهل عذر الحكم على الجهل أنهم كفار؛ لأنهم لا يعرفون الفاظ الكفر، ولو عرفوا لم يتكلموا، وفى خزانة الأكمل روى أن امراة فى زمن محمد بن الحسن قيل لها: إن الله يعذب اليهود والنصارى يوم القيامة قالت: لا يفعل الله بهم ذلک، فإنهم عباده، فسئل محمد بن الحسن عن ذلک، فقال: ما كفرت فإنها جاهلة فعلموها حتى علمت"**(شرح الحموی علی الاشباہ والنظائر ۳/۱۶)۔

عبارات بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ اکثر فقہاء ضروریات دین میں جہالت کو عذر نہیں مانتے ہیں، لیکن کچھ اقوال جہالت کے عذر ہونے کے بھی منقول ہیں اور تکفیر میں حتی الامکان احتیاط برتی جاتی ہے، اس لئے جہالت کی بنا پر ضروریات دین میں سے کسی امر کے انکار کرنے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

ضروریات دین کا انکار کرنے والوں کے ساتھ اہل اسلام کے لئے راہ عمل:

اگر کوئی شخص علم کے باوجود ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے اور اس کے ساتھ اسلام کا مدعی بھی ہے تو ایسا شخص ملحد، زندیق، معاند اسلام ہے، ایسے شخص کے ساتھ اہل اسلام کے لئے (اگر قدرت ہو اور فتنہ وفساد وغیرہ کا کوئی خطرہ نہ ہو) تو اہل اسلام کے لئے حکم یہ ہے کہ ایسے شخص سے ہر قسم کے تعلقات ختم کر دیئے جائیں، ان کے ساتھ کسی قسم کا ربط وضبط باقی نہ رکھا جائے، کیونکہ اس کے ساتھ تعلقات برقرار رکھنے میں ضلالت وگمراہی اور تحریف دین میں عملی اعانت ہے، ملحدین وزنادقہ کے احکام کافر اصلی سے زیادہ سخت ہیں، تفصیل کے لئے "اکفار الملحدین، جواہر الفقہ، احسن الفتاوی" وغیرہ دیکھی جائیں اور اگر کسی امر ضروری کا انکار جہالت وعدم واقفیت کی بنا پر کرتا ہے تو اس کی فی الفور تکفیر نہیں کی جائے گی، بلکہ اس کو صحیح علم سے آگاہ کیا جائے، توبہ واستغفار کی تلقین کی جائے گی اور خیر خواہی اور حکمت عملی سے اس کو راہ اسلام پر لانے کی پوری کوشش کی جائے گی، **"وما كان فى كونه كفرا اختلافا، فإنه قائله، يؤمر بتحديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلک بطريق الاحتياط وما كان خطأ من الألفاظ ولا توجب الكفر فقائله مومن على حاله ولا يومر بتجديد النكاح ولكن يؤمر بالاستغفار والرجوع عن ذلک والله اعلم "**(فتاوی تاتارخانیہ ۷/۲۸۴)۔

اس زمانہ میں اختلاف وافتراق سے بچنے کے لئے راہ عمل:

جب مسلمانوں کے درمیان اختلاف وافتراق اپنی انتہاء کو پہنچا ہوا ہے اور ہر جماعت اپنی مزعومات کے خلاف کسی کی بات ماننے ، بلکہ سننے کے لئے تیار نہیں اور ایسی کوئی قوت نہیں جو کسی فریق کو مجبور کر سکے تو باہمی جنگ وجدال سے اہل اسلام کو بچانے کا صرف ایک راستہ ہے کہ فرقوں اور جماعتوں کے ذمہ دار اس پر غور کریں کہ جن مسائل میں ہمارا اختلاف ہے، کیا وہی اسلام کے بنیادی مسائل ہیں؟ جبکہ حالات اس نازک موڑ پر ہیں کہ غیر قومیں اپنی پوری قوت دنیاوی چمک دمک کے ساتھ اہل اسلام کو عیسائیت ، یہودیت دہریت کے خوشنما جال میں پھنسانے کی پوری کوشش کر رہی ہیں، اس لئے ایسے حالات میں درج ذیل اصولوں پر عمل کرتے ہوئے اہل اسلام کو اپنے اختلافات کو محدود کرنا لازم ہے، اصول درج ذیل ہیں:

۱-اہل علم، اہل زبان، اہل قلم اپنی اپنی صلاحیتوں کو اس محاذ پر لگائیں جس کی حفاظت کے لئے قرآن وحدیث آپ کو بلا رہے ہیں، یعنی تقریر وتحریم کا میدان اتفاقی مسائل ہوں نہ کہ اختلافی۔

۲- دوسرے یہ کہ آپس کے نظریاتی اور اجتہادی اختلاف کو صرف اپنے اپنے حلقہ درس اور تصنیف وتالیف اور فتوی تک محدود رکھیں گے، عوامی جلسوں، اخباروں، اشتہاروں، باہمی مناظروں اور جھگڑوں کے ذریعہ ان کو نہ اچھالیں گے، ان حلقوں میں بھی پیغمبرانہ اصول دعوت وتبلیغ کے تابع دلخراش عنوان اور طعن وتشنیع، استہزاء وتمسخر اور صحافیانہ فقرہ بازی سے گریز کریں گے۔

۳-تیسرے یہ کہ معاشرہ میں پھیلی ہوئی بیماریوں کی اصلاح کے لئے دلنشین عنوان اور مشفقانہ لب ولہجہ کے ساتھ کام شروع کر دیں گے۔

۴- چوتھے یہ کہ الحاد وبے دینی اور تحریف قرآن وسنت کے مقابلہ کے لئے پیغمبرانہ اصول دعوت کے تحت حکیمانہ تدبیروں، مشفقانہ وناصحانہ بیانوں اور دلنشین دلائل کے ذریعہ مجادلہ بالتی ہی احسن کے ساتھ انے زور زبان اور زور قلم کو وقف کر دیں گے (جواہر الفقہ ۱/ ۴۲۷)، اور پیغمبرانہ دعوت کے لئے: اخلاص، دعا، دعوت، حکمت، ارکان کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۳- ہندوستان کے تمام خطے اور علاقے کو نہ تو دار الاسلام کے حکم میں رکھا جا سکتا ہے اور نہ ہی دار الکفر کے حکم میں، کیونکہ جہالت کے عذر ہونے نہ ہونے کا مدار درحقیقت دار الاسلام یا دار الکفر ہونے پر نہیں، بلکہ اصل مدار علم کے اسباب اور وسائل اور احکام اسلام کی شہرت اور عدم شہرت پر ہے چونکہ دار الاسلام میں علم کے اسباب ووسائل مہیا ہوتے ہیں اور احکام اسلام عوام وخواص میں مشہور ومعروف ہوتے ہیں، جس کی بنا پر جہالت سے بچنا آسانی ممکن ہوتا ہے، ان حالات میں بھی احکام اسلام سے جاہل رہنا تو یہ اس کی اپنی کوتاہی اور غفلت کا نتیجہ ہوتی ہے، ایسے مواقع میں جہالت کو دور کرنے میں کوئی

مشقت نہیں، انہیں وجوہات کی بنا پر حضرات فقہاء، دارالاسلام میں جہالت کو عذر نہیں مانتے ہیں، البتہ دارالکفر میں نہ تو علم کے وہ اسباب ووسائل مہیا ہوتے ہیں جو دارالاسلام میں ہوتے ہیں اور نہ احکام اسلام دارالاسلام کی طرح سے معروف و مشہور ہوتے ہیں کہ بآسانی جہالت کو دور کرنا ممکن ہو، بلکہ حصول علم میں مشقت و دشواریاں سدراہ ہوتی ہیں، اسی بنا پر حضرات فقہاء نے دارالکفر میں جہالت کو عذر مانا ہے، تو حاصل یہ نکلا کہ جس ملک اور شہر میں خواہ وہ دارالاسلام ہو یا دارالکفر علم کے اسباب ووسائل موجود ہوں، احکام اسلام کا چرچا ہو وہاں جہالت عذر نہیں، اور جس ملک میں گرچہ وہ دارالاسلام ہی کیوں نہ ہو علم شریعت سے دوری وبے گانگی ہو، احکام اسلام سے بیزاری ہو تو اس میں جہالت عذر ہوگی گرچہ وہ دارالاسلام ہو، چنانچہ نصوص اور حضرات فقہاء کے کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر دارالاسلام میں بھی جہالت کے اسباب موجود ہیں اور جہالت کو دور کرنا باعث مشقت اور حرج ہے تو جہالت عذر بنے گی، اسی لئے تحویل قبلہ کے بعد جہالت اور نادانی میں بیت المقدس کی طرف ادا کی گئی نماز وارکان کے اعادہ کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ اس کو معفو عنہ رکھا گیا اور اسی طرح شراب کی حرمت کے بعد حرمت کو نہ جاننے والوں کے لئے جہالت کا عذر کا سبب مانا گیا، اسی طرح دارالاسلام میں اگر کوئی ذمہ مسلمان ہوجاتا ہے تو اس کو بھی اسلام کے بعد احکام اسلام کی جہالت کی وجہ سے حصول علم کے مواقع تک معذور قرار دیا جائے گا، نیز باندی کو خیار میں عتق ملنے کی صورت میں اگرچہ دارالاسلام میں ہو، جہالت کو عذر تسلیم کیا گیا ہے، تو ان سب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مدار دار پر نہیں، بلکہ حالات پر ہے۔

"یکون الجهل عذرا فی الشرائع حتی انها لا تلزمه، لأن الخطاب النازل خفي فیسیر الجهل به عذرا؛ لأنه غیر مقصر مثل قصة قباء، فإنهم کانوافی الصلوة حین علموا بتحویل القبلة ناستداروا کهیئتهم وقالوا للنبی علیه السلام: کیف صلوا بناک البیت المقدس؛ لأن الصلوة لا تکون إلا بالایمان وقصه تحریم الخمر، فإن قولی تعالی: لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا؛ لأنه نزل لی قوم شربوا الخمر بعد نزول آیة تحریم الخمر قبل بلوغ الخطاب إلیهم فعذروا" (کشف الاسرار ۲/ ۵۳۲)۔

"الذمی اسلم فشرب الخمر یحدلظهور الحکم فی دارالإسلام فجهله لتقصیره، ولا یخفی علیک إن هذا یصح إذا وجد فرصة أمکنة تحصیل العلم فیها، فاما فی بدء إسلامه فلا یحکم بتقصیره، وترک طلب معرفة الأحکام فی زمان الکفر لا یوجب التقصیر علی أن الإسلام یمحو ماقبله" (التحریر مع التیسیر ۱/ ۲۲۵)۔

صاحب تیسیر نے ایک جامع ضابطہ لکھا ہے کہ جن مقامات میں احکام اسلام مشہور ومعروف نہ ہوں تو ان مقامات میں شہرت ہی کو علم کے قائم مقام کر دیا جائے گا اور جن مقامات میں احکام اسلام مشہور ومعروف نہ ہوں تو ان مقامات میں دوسری جگہ کی شہرت کو علم کے قائم مقام نہیں کیا جائے گا، "**الجهل في دار الإسلام ليس بعذر لاستفاضة الأحكام وشيوعها فيها والاستفاضة فيها أقيمت مقام العلم......إذلاوجه لإقامة الاستفاضة في غير بلده مقام العلم، وإن كان بعيدا: اللهم إلا أن يواخذ بترک المهاجرة لطلب العلم مع قدرته عليها**" (تیسیر التحریر ۴؍۲۲۵)، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں: ہاں اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جانا چاہئے کہ جہل بھی ان امور میں سے ہے جن کو شریعت نے ایک عذر کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے......حضرت معاویہ بن حکم سلمیؓ کو یہ بات معلوم نہ تھی کہ نماز کی حالت میں گفتگو اور بات چیت حرام قرار دی گئی ہے، وہ حضور کے ساتھ جماعت سے نماز ادا کر رہے تھے، ایک شخص کو چھینک آئی، کہتے ہیں میں نے کہا: "**یرحمک الله**" دیکھا لوگ میرے طرف آنکھیں مار رہے ہیں، میں نے کہا ان کی مائیں ان کو نگل جائیں کیا بات ہے کہ تم لوگ میری طرف دیکھ رہے ہو؟ اب وہ رانوں پر ہاتھ مارنے لگے میں نے جو دیکھا تو وہ مجھے خاموش کر رہے ہیں، خیر میں چپ ہو گیا، جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے، میرے ماں باپ آپ پر قربان کہ میں نے نہ آپ سے پہلے آپ کا سا معلم دیکھا اور نہ آپ کے بعد خدا کی قسم نہ آپ نے مجھ پر غصہ کیا نہ مارا اور نہ برا بھلا کہا، پس یہ فرمایا کہ نماز میں انسانی گفتگو مناسب نہیں، اس میں تو تسبیح تکبیر اور قرآن مجید کی تلاوت ہونی چاہئے (صحیح مسلم ۱؍۲۰۳)۔

تفصیل مذکور سے یہ معلوم ہو گیا کہ جہالت کے عذر ہونے کا مدار نہ تو محض دار الاسلام پر ہے نہ تو دار الکفر پر بلکہ اس کا مدار اسباب علم اور وسائل کے موجود ہونے اور احکام اسلام کی شہرت وعدم شہرت پر ہے، حکومت اہل اسلام کے ہاتھ میں ہے، یا غیر اہل اسلام کے ہاتھ میں، اس پر مدار نہیں۔

ہندوستان کا حکم:

ہندوستان کی مطلقا تو دار الاسلام کے حکم میں رکھا جا سکتا ہے نہ ہی دار الکفر کے، بلکہ علم کے اسباب اور وسائل اور علم کی شہرت اور احکام کی شہرت وغیرہ سے، ہندوستان کے علاقوں کا حکم متعین ہو گا، لہٰذا جن علاقوں میں احکام اسلام معروف ومشہور ہوں اور علم کے اسباب ووسائل موجود ہوں، ان علاقوں کو دار الاسلام کے حکم میں رکھا جائے گا اور جن علاقوں میں احکام اسلام معروف وہ مشہور نہ ہوں اور علم کے اسباب ووسائل موجود نہ ہوں ان کو دار الکفر کے حکم میں رکھا جائے گا، جیسا کہ اس سلسلہ میں تفصیل سے عرض کیا چکا ہوں۔

موجودہ زمانہ میں فتوی:

زمانہ موجودہ میں جب علم شریعت کے رواج وعدم رواج اور احکام اسلام سے واقفیت اور عدم واقفیت کے سلسلہ میں سرحدوں کا فرق مٹ چکا ہے بلا امتیاز ممالک اسلامیہ، غیر اسلامیہ کے مادی وسائل اور دنیاوی علوم کو غلبہ حاصل ہو چکا ہے، اور احکام شریعت کی طرف سے غفلت و جہالت ایک وبا کی شکل اختیار کر چکی ہے، دانستہ ونادانستہ احکام اسلام سے جہالت اور معلومات شرعیہ پر عمل کا فقدان ایک عام ابتلاء ہے، اس لئے ان حالات میں اگر مدار ملک پر نہ رکھ کر کے احکام کی نوعیت پر رکھا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا، لہذا جن مسائل میں بے خبری عام ہو اور جو مسائل تحقیق طلب ہوں ان مسائل میں اگر کوئی شخص اپنی جہالت کی وجہ سے فعل کے کرنے کا دعوی کرتا ہے تو اس میں اس شخص کو معذور سمجھا جائے گا اور اس کی جہالت کو تسلیم کیا جائے گا اور جو مسائل واحکام عام طور سے لوگوں میں معروف ومشہور ہوتے ہیں اور ان میں کوئی باریکی اور تحقیق کی ضرورت نہیں ہوتی ہے ان مسائل میں اگر کوئی جہالت کا مدعی ہے تو اس کو عذر تسلیم نہ کیا جائے، ''**قال السیوطی: کل من جهل تحریم شئ مما یشترک فیه غالب الناس لم یقبل منه دعوی الجهل إلا أن یکون قریب عهد بالإسلام أو نشأببادیة بعیدة یخفی فیها مثلک ذلک**'' (الاشباہ والنظائر للسیوطی بحوالہ موسوعہ ۱۶/ ۱۹۹)، ''**قال القاضی حسین: کل مسألة تدق ویغمض معرفتها هل یعذرفیها العاصی؟ وجهان: أصحهما: نعم،هذا ما عندی ولعل عند غیری أحسن منه**'' (المنثور ۲/ ۱۴، بحوالہ موسوعہ فقہیہ ۱۶/ ۲۰۱)۔

۴-مس ونظر بالشہوۃ کے حکم کے جہالت:

۱-مس بالشہوۃ بلا قصد وارادہ کے خطا ہو جائے تو اس پر علم ہونے تک مواخذہ کا نہ ہونا مصرح ہے، چنانچہ علامہ قرافی لکھتے ہیں: ''**ضابط ما یعفی عنه من الجهالات الجهل الذی یتعذرالاحتراز عنه عادة.....ولذلک من وطی امرأة أجنبیة باللیل یظنها امرأته أوجاریته عفی عنه**'' (الفروق ۲/ ۱۵۰)۔

۲-اگر کوئی شخص مس بالشہوۃ کا ارتکاب بالقصد کرے اور اس کی حرمت سے بھی واقف ہو، لیکن اس پر مرتب ہونے والے حکم سے واقف نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کو معذور نہیں سمجھا جائے گا، بلکہ وہ شخص گنہگار بھی ہوگا، اور حرمت مصاہرت کے احکام بھی مرتب ہوں گے، '' **کل من علم تحریم شئ أو جهل یا یترتب علیه لم یفده ذلک کمن علم تحریم الزنی والخمر وجهل وجوب الحدیحد بالاتفاق**'' (الاشباہ والنظائر للسیوطی رص ۲۰۱، بحوالہ موسوعہ فقہیہ ۱۶/ ۲۰۲)۔

۳-اگر کوئی مس بالشہوۃ کی حرمت سے بھی واقف نہ ہو اور نہ ہی اس کے حکم سے واقف ہو یا مس بالشہوۃ کا تحقق خطا ہوا ہو اور وہ اس کے حکم سے واقف نہ ہو تو ایسی صورت میں حکم سے واقفیت کے بعد حرمت مصاہرت کے احکام مرتب ہوں

گے یا نہیں، بعض مسائل پر نظر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس پر حکم مرتب نہ ہو اور علم کے بعد بھی حرمت مصاہرت کا حکم نہ لگایا جائے جہالت کی وجہ سے ایسے شخص کو معذور قرار دیا جائے، مثلاً جو شخص نماز کی فرضیت سے واقف نہ ہو یا شراب وغیرہ کی حرمت سے جاہل ہو تو حضرات فقہاء ایسے لوگوں کو معذور قرار دیتے ہیں، اور نماز کی قضا کو لازم نہیں کرتے اسی طرح شراب وغیرہ پینے والے پر بعد میں حد جاری نہیں کرتے ہیں تو حاصل یہ نکلا کہ جب سب سے جہالت ہو تو اس پر ادا و قضا کا حکم مرتب نہ ہوگا، اسی طرح جب حرمت مصاہرت کے حکم سے جہالت ہوئی حرمت مصاہرت کا حکم جب سب کے پائے جانے کے وقت مرتب نہیں ہوا تو بعد میں بھی اس پر حرمت کا حکم مرتب نہیں ہونا چاہئے، "**جهل يصلح عذرا كمن أسلم فى دار الحرب فترک بها صلوات جهلا لزومها فى الإسلام لاقضاءً وكل خطاب ترک ولم ينتشر، فجهله عذر، قال زفر: لايسقط القضاء بعد تقرر السبب كالنائم إذا أشبه بعد مضى الوقت**" (التحریر مع التیسیر ۲۲۵/۴)، اس کے برعکس مسئلہ رضاعت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر چہ مس بالشہوۃ کے وقت حرمت کا علم نہ ہو، لیکن جب علم ہوگا تو حرمت کا حکم اپنی شرائط کے ساتھ مرتب ہوگا اور سبب کے پائے جانے کے وقت حکم سے جہالت حکم کے ترتب سے مانع نہ ہوگی، جیسا کہ نکاح کے وقت رضاعت کا علم نہ ہو، لیکن بعد میں رضاعت اور اس کے احکام سے واقفیت ہو جائے تو حرمت ثابت ہو جائے گی اور ایک ساتھ رہنا جائز نہ ہوگا، "**لو شهد عندها عدلان على الرضاع بينهما ......لا يسعها المقام معه؛ لأن هذه شهادة لو قامت عند القاضى يثبت الرضاع كذا إذا أقامت عندها**" (در مع الرد ۴۱۲/۴)۔

مس بالشہوۃ کے وقت اگر چہ حرمت کا علم نہ ہو، لیکن بعد میں علم ہونے پر حکم کا مرتب ہونا راجح معلوم ہوتا ہے، نماز اور مس کے درمیان واضح فرق موجود ہے، کیونکہ نماز کے لئے وقت سبب ہے اور سبب جب حکم سے خالی ہو گیا اور سبب ہونے کا علم نہیں ہوا تو اب بعد میں اس سبب پر حکم مرتب نہ ہوگا، اس لئے کہ سبب باقی نہیں رہا برعکس مس بالشہوۃ کے کہ اس میں سبب حرمت کے قائلین کے نزدیک جزئیت ہے اور وہ جزئیت جب پائی گئی تو اب ہمیشہ باقی رہے گی، جیسے کہ رضاعت سے جزئیت جب ثابت ہو جاتی ہے تو بعد میں بھی قائم رہتی ہے اور علم ہونے پر حرمت کا حکم مرتب ہوتا ہے اور اسی طرح مس بالشہوۃ میں حرمت کا حکم علم ہونے کے بعد مرتب ہوگا اگر چہ ابتداء سبب میں جہالت رہی ہو، لہذا ہمارے نزدیک اصول حنفیہ کے مطابق بعد میں علم ہونے پر حرمت کا پایا جانا راجح معلوم ہوتا ہے۔

زمانہ موجودہ میں فتوی:

مس بالشہوۃ کا حکم مجتہد فیہ مسائل میں سے ہے، حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک مس بالشہوۃ بالقصد موجب حرمت

نہیں تو بالخطأ اور بالجہل بدرجہ اولی حرمت کا باعث نہ ہوگا، لہذا اگر مفتی حالات اور مبتلا بہ کے احوال کے پیش نظر امام شافعیؒ کے قول پر عمل کرنے کا فتوی دینا چاہے تو شرعا اس میں کوئی حرج بھی نہیں خصوصا جب مس ونظر کا ارتکاب بلا قصد ہوا اور حکم سے بھی جہالت ہو، مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اس مسئلہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ''مسئلہ مجتہد فیہا ہے، دلائل دونوں جانب ہیں، حنفیہ کا مسلک احوط ہے، خاص طور پر دواعی بعد النکاح کی بعض صورتوں میں خاندان بھر کے لئے شدید مشکلات پیدا ہوجاتی ہیں، لیکن اس بنیاد پر عدم حرمت کا فتوی دینے کی ابھی تک ہمت نہیں ہوتی الا یہ کہ اہل افتاء کی ایک بڑی جماعت اس پر متفق ہوجائے، جیسا کہ مفقود وغیرہ کے مسئلہ میں متفق ہوئی تھی، کیونکہ معاملہ حرمت اور حلت نساء کا ہے، لہذا فی الحال تو میری سمجھ میں یہی آرہا ہے کہ عام فتوی دینے کے بجائے جہاں مفتی کسی خاص واقعہ میں دیکھے کہ حرمت پر فتوی دینے کے مفاسد وفتن مذہب غیر اختیار کرنے سے زیادہ ہیں، وہاں مذہب غیر پر عمل کا مشورہ دے دے اور وہ بھی زبانی طور پر جیسا کہ علامہ ابن عابدین نے ایسے موقع پر مرجوح قول پر عمل کرنے کا ذکر فرمایا ہے (الشاکل الحاضرۃ فی حرمۃ المصاہرۃ ص ۴۵۵)، خلاصہ یہ کہ مسئلہ مجتہد فیہا ہے اور ائمہ ثلاثہ عدم حرمت کے قائل ہیں اور حضرت امام صاحبؒ حرمت کے لہذا ائمہ ثلاثہ کے قول پر عمل کی گنجائش ہے۔

۵- عامۃ الناس میں طلاق دینے کا جو طریقہ رائج ہے اس کا خلاف شریعت ہونا اور طلاق کے مشروع طریقہ سے عامۃ الناس کی ناواقفیت مسلمات میں سے ہے، لیکن تین طلاق پر جو حکم مرتب ہوتا ہے اس حکم سے ناواقفیت مسلم نہیں، بلکہ تین طلاق کے بعد اس پر مرتب ہونے والے حکم سے واقفیت تقریبا تمام اہل شعور عاقل بالغ مسلمان کی ہوتی ہے اور تین طلاق دینے والوں کا مقصود بھی اس پر مرتب ہونے والا حکم ہوتا ہے، لہذا مسئلہ طلاق میں طلاق کے طریقہ سے جہالت ہوتی ہے، لیکن طلاق کے حکم سے جہالت نہیں ہوتی ہے، بلکہ تین طلاق سے تین مغلظ ہی سمجھی جاتی ہے، لہذا جب طلاق دینے والے تین طلاق کے حکم سے جاہل نہیں، بلکہ واقف ہیں تو جہالت کو کیسے عذر بنایا جاسکتا ہے، حضرات فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے کہ اگر کوئی شخص سب کی حرمت سے واقف ہو، لیکن اس پر مرتب ہونے والے حکم سے واقف نہ ہو تو باتفاق فقہاء یہ جہالت ترتب حکم سے مانع نہیں ہوگی، مثلاً کوئی شخص قتل ناحق کو حرام تو سمجھتا ہے، لیکن قصاص کے حکم سے واقف نہیں تو ایسی صورت میں بالاتفاق قصاص ساقط نہیں ہوگا، اور جہالت عذر نہیں بنے گی، لہذا جب حکم سے واقف ہو تو صرف طریقہ کی جہالت بدرجہ اولی عذر نہیں بنے گی، کیونکہ اصل احکام ہوتے ہیں نہ کہ اسباب تو جب اسباب کی واقفیت کی صورت میں حکم سے جہالت عذر نہیں بنتی ہے تو حکم کی واقفیت کی صورت میں سب سے جہالت بدرجہ اولی عذر نہیں بنے گی، **''کل من علم تحریم شئ وجهل ما يترتب عليه لم يفده ذلک كمن علم تحريم الزنى والخمر وجهل وجوب الحد يحد بالاتفاق''** (الاشباہ والنظائر للسیوطی ۲۰۱، موسوعہ فقہیہ ۱۶/ ۲۰۲)، نیز یہ مسئلہ کوئی نیا نہیں بلکہ غیر مشروع طریقہ سے طلاق کے واقعات خیر القرون

میں بھی پائے جاتے رہے ہیں، اس کے باوجود کسی فقیہ نے بھی طریقہ کی غیر مشروعیت اور اس سے عدم واقفیت کو عذر شمار نہیں کیا، اس لئے طلاق کو جو مشروع طریقہ رائج ہے، اس سے طلاق پڑے گی اور اس میں جہالت عذر نہیں بنے گی۔

”**لأنه قصد السبب عالما بأنه سبب فرتب الشرع حكمه عليه أراده أو لم يرده**“(ردالمحتار ۴/۶۲ ۴)، البتہ اگر کوئی شخص کسی ایسی جگہ آباد ہو جہاں پر طلاق کے مسائل میں اس قدر جہالت ہو کہ طلاق کے مطلب ومفہوم ہی سے واقف نہ ہو یا اس جگہ کے عرف ورواج میں تین طلاق سے ایک طلاق ہی مراد لی جاتی ہو تو ایسے حالات میں اگر کوئی شخص یہ بیان کرے کہ تین طلاق سے تین پڑنے کا مجھے علم نہیں تھا یا وہ دعوی کرے کہ میں طلاق کا لفظ بولنے کے وقت اس کے معنی مفہوم اور مقصود سے واقف نہیں تھا تو اگر قرائن سے اس کے دعوی کی تصدیق ہو تو ایسی صورت میں جہالت کو عذر مانا جائے گا، چنانچہ ”احسن الفتاوی“ میں ہے کہ ایک مولوی صاحب نے ایک جاہل شخص سے یہ الفاظ کہلوائے ”**طلقت إمراتي ثلاثا**“ یہ شخص ان الفاظ کے معانی اور مفہوم سے بالکل ناواقف ہے تو اس صورت میں عورت مطلقہ ہوگئی یا نہیں؟ اس کے جواب میں مفتی رشید صاحبؒ نے ”ہندیہ، شامی“ وغیرہ سے عبارت نقل کرنے کے بعد ”شامی“ کی عبارت درج کی ہے: ”**لو لقنته لفظ الطلاق فتلفظ به غير عالم، بمعناه فلايقع أصلا على ما افتى به مشائخ أوزجند صيانة عن التلبيس وغيرهم عليالوقوع قضاء فقط**“(ردالمحتار ۲/ ۵۹۳)، پھر فرمایا: ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مشائخ اوزجند رحمہم اللہ کے نزدیک تو طلاق بالکل نہ ہوگی نہ دیانۃ نہ قضاء اور دوسرے فقہاء کے نزدیک صرف قضا ہوگی دیانۃ نہیں، اور وجوہ ذیل کی بنا پر مائخ اوزجند کا مسلک راجح ہے، یعنی قضا بھی طلاق نہ ہوگی، پھر حضرت نے تفصیل کے بعد تحریر فرمایا: پس اگر زوج کے متعلق یقین ہو کہ اسے ان الفاظ سے وقوع طلاق کا قطعا کوئی علم نہیں تو قضا بھی وقوع طلاق کا حکم نہ دیا جائے گا، پورا مفصل ”فتوی احسن الفتاوی“ (۵/ ۱۳۲، ۱۳۴) پر ملاحظہ کیا جائے، خلاصہ یہ نکلا کہ طلاق کے الفاظ کے معنی ومفہوم سے جہالت عذر میں داخل ہے، اس لئے اگر الفاظ طلاق کے بغیر معنی ومفہوم کو سمجھے اور طلاق کا قصد کئے بغیر الفاظ طلاق چاہے جتنی مرتبہ کہے اور لکھے اس سے طلاق نہ پڑے گی اور جہالت ایسی صورت میں عذر بن جائے گی۔

”**لا يقع طلاق من يجهل معنى اللفظ الدال على الطلاق، قال في الغني: إن قال الأعجمي لامرأته انت طالق ولا يفهم معناه لم تطلق**“ (المغنی ۷/ ۱۳۵، بحوالہ موسوعہ فقہیہ ۱۶/ ۲۰۶)۔

۶- چند ایسی مسائل ذکر کئے جاتے ہیں جن میں جہالت عذر ہے، لیکن ان مسائل میں تمام مسالک کا موقف کی تعیین کے لئے فرصت نیز ان مسالک سے متعلق کتب کی حاجت ہے اور یہ دونوں چیزیں بسہولت میسر نہیں، لہذا ان مسائل میں صرف موقف احناف کی وضاحت پر اکتفا کیا گیا ہے۔

مسائل متفق علیہا:

۱-جہت قبلہ سے جہالت، یہ عذر ہے باتفاق فقہاء اگر کوئی بتلانے والا نہ ہو تو تحری سے نماز ادا کرنا واجب ہے۔

۲-چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا فراغ ذمہ کے یقینی ہونے تک باتفاق فقہاء لازم ہے (موسوعہ فقہیہ ۱۶/ ۲۰۳، ۲۰۴)۔

۳-مال غیر کے اتلاف کی صورت میں باتفاق فقہاء ضمان لازم ہوگا (ص ۲۰۵)۔

۴-الفاظ طلاق اوران کے معانی سے جاہل شخص کی طلاق باتفاق فقہاء واقع نہ ہوگی (۲۰۱-۲۰۵)۔

۵-خمر کا علم نہ ہوتے ہوئے اسے پی جانے سے باتفاق فقہاء حد جاری نہ ہوگی، البتہ خمر ہونے کا علم ہونے کے بعد پی جانا، تو اس صورت میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں جبکہ اسے حرمت خمر کا علم نہ ہو (۲۰۶)۔

چند مسائل مختلف فیہا:

۱-حائضہ جو اپنی عادت بھول جائے اسے محیرہ کہتے ہیں جس کا حکم حنفیہ کے یہاں یہ ہے کہ تحری کے ذریعہ ظن غالب پر عمل کرے (درس ترمذی ۱/ ۳۶)۔

۲-جہالت کی بنا پر نجاست کے ساتھ نماز کی ادائیگی کی صورت میں نماز واجب الاعادہ ہے، بخلاف مالکیہ کے (موسوعہ فقیہ ۱۶/ ۲۰۳)۔

۳-نجس اور پاک کپڑے پاک وناپاک برتن میں جہالت کی صورت میں جمہور کے نزدیک تحری واجب ہے بعدہ ظن غالب پر عمل کرے (۲۰۳)۔

۴-جس شخص کو سورہ فاتحہ یاد نہ ہو اور کسی طرح سے اس کو نماز میں پڑھنا ممکن نہ ہو تو جمہور کے نزدیک تسبیح وتہلیل سے نماز صحیح نہ ہوگی، بخلاف حنفیہ کے (۲۰۴)۔

۵-جمہور کے نزدیک نماز میں تکلم سے نماز باطل ہوجائے گی، شوافع کے نزدیک تکلم قلیل کی صورت میں معذور ہوگا (موسوعہ فقہیہ ۱۶/ ۲۰۴)۔

۶-محظورات احرام سے جہالت حنفیہ مالکیہ کے یہاں عذر نہیں، بقیہ ائمہ کے یہاں تفصیل (الجہل واثرہ فی الاحکام الشرعیہ ص ۴۸)۔

۷-صبح صادق جہالت جمہور کے نزدیک عذر نہیں، روزہ فاسد ہوجائے گا، البتہ بعض شوافع اور امام احمد اور حنابلہ کا ایک روایت میں عذر ہے (ص ۴۵)۔

اگر کوئی شخص کسی ایسی جگہ آباد ہو جہاں احکام اسلام کا دور دور تک کوئی پتہ نہ ہو اور نہ ہی کسی دوسری جگہ جا کر علم دین

حاصل کرنا ممکن ہواور علم کے دوسرے اسباب وذرائع بھی حاصل نہ ہوں ان حالت میں اگر کوئی شخص نماز روزہ کی فرضیت سے واقف نہ ہو تو عدم واقفیت اس کے حق میں عذر ہے اور علم ہونے کے بعد اس کے اوپر قضا لازم نہیں البتہ امام زفرؒ علم کے بعد قضا کو واجب کہتے ہیں۔

"الجهل فی دار الحرب من مسلم لم يهاجر، وأنه يكون عذرا حتى لو مكث فيها ولم يعلم أن عليه الصلاة والزكاة وغيرهما ولم يؤدها لا يلزم عليه قضاء ها خلافا لزفر لخفاء الدليل فی حقه وهو الخطاب لعدم بلوغه إليه حقيقة بالسماع وتقديرا بالشهوة فيصير جهله بالخطاب عذرا بخلاف الذمی إذا أسلم فی دارالإسلام لشيوع الأحكام والتمكن من السوال" (شرح حموی علی الاشباہ والنظائر ۳/۱۳، تیسیر التحریر ۴/۲۲۵)۔

حضرت امام زفرؒ کی طرح سے حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک بھی اگر کوئی نو مسلم شخص نماز کی فرضیت سے واقف نہ ہو تو اس کے ذریعہ علم ہونے کے بعد قضا لازم ہوگی، **"والجاهل لوجوبها فلا يجب عليهم الأداء لعدم تكليفهم ويجب عليهم القضاء لحديث من نسی صلاة أو نام عنها فكفارتها أن يصليها إذا ذكرها ويقاس على الناسی والنائم: الجاهل إذا كان قريب عهد بالاسلام"** (موسوعہ فقہیہ ۲۷/۵۷)، **"وقصر الحنابلة علم وجوب الصلوة على المجنون الذی لا يفيق لحديث عائشةؓ رفع القلم عن ثلاث"** (موسوعہ فقہیہ ۲۷/۵۷)۔

حاصل یہ کہ اگر جہالت کی وجہ سے فرائض کی ادائیگی نہیں کی گئی تو علم کے بعد قضاء لازم ہوگی یا نہیں امام شافعیؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک نائم کی طرح اس کے ذمہ قضاء لازم ہوگی، اور حضرت امام ابوحنیفہ سے صاحبین اگر جہالت معتبرۃ فی الشریعۃ کی بنا پر فرائض کی ادائیگی نہیں پائی گئی ہے، تو قضاء لازم نہ ہوگی۔

اگر کوئی شخص عربی زبان میں طلاق عتاق وغیرہ کے الفاظ سے بالکل واقف نہ ہو اور اس کے معنی ومفہوم وغیرہ کچھ نہ جانتا ہو ایسے شخص سے اگر طلاق عتاق یمین کے انفاظ کہلوائے جائیں تو حضرات حنفیہ کے راجح مذہب کے مطابق نیز ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی ان الفاظ پر کوئی حکم مرتب نہ ہوگا اور طلاق وغیرہ نہ پڑے گی البتہ حنفیہ کے یہاں قضاء طلاق کے پڑنے میں اختلاف ہے، مشائخ اور چند عدم وقوع کے قائل ہیں اور یہی راجح ہے۔

"إذا نطق الاعجمی بكلمة كفر أو أيمان أو طلاق أو اعتاق أو بيع أو شراء أو نحوه ولا يعرف معناه لا يواخذ بشئ منه لانه لم يلتزم بمقتضاه ولم يقصد اليه" (موسوعہ فقہیہ ۱۶/۲۰۱)، **"ولو لقنه لفظ الطلاق فتلفظ به غير عالم بمعناه، فلا يقع أصلا على ما افتى به مشائخ أوزجند صيانة عن التلبيس وغيرهم على الوقوع قضاء فقط"** (ردالمحتار ۴/۴۶۱)، **"قد رجح صاحب احسن الفتاوی سلك مشائخ أوزجند**

بعدة وجوه"(احسن الفتاوی ۵/ ۱۳۳)۔

مشائخ اوزجند کے علاوہ دوسرے فقہاء احناف ایسی صورت میں قضاء وقوع طلاق کے قائل ہیں، لیکن دیانۃ عدم وقوع پر فقہاء احناف کا بھی اتفاق ہے، "**یشترط بالاتفاق القصد فی الطلاق وهو أراده التلفظ به، ولو لم ینوه، فلا یقع طلاق فقیه یکرره......ولا طلاق أعجمی لقن لفظ الطلاق بلافهم منه لمعناه ولا یقع طلاق مر بلسان نائم أو من زال عقله**"(الفقہ الاسلامی ۷/ ۳۶۸،۳۶۹)۔

حاصل یہ کہ طلاق یمین وغیرہ کے الفاظ اور قصد سے جہالت کی صورت میں جمہور فقہاء بشمول حنفیہ کے طلاق نہیں پڑے گی، اور قسم کا انعقاد نہیں ہوگا۔

قتل کی جھوٹی گواہی کی بنا پر اگر کسی کو قتل کر دیا گیا، قتل ہوجانے کے بعد گواہوں نے رجوع کر لیا تو اس صورت میں حضرات احناف کے نزدیک قتل کی جھوٹی گواہی دینے والوں کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ اپنی گواہی کے انجام سے واقف ہوں، یا ناواقف کیونکہ حضرات احناف کے یہاں قتل کے مباشر کو قصاصاً قتل کیا جاتا ہے، لیکن مسبب کو قتل نہیں کیا جائے گا چاہے اس نے سبب کو بالقصد اختیار کیا ہو یا بلا قصد اور چاہے سبب کے انجام سے وہ واقف ہو یا جاہل امتسبب سے کسی صورت میں قصاص نہیں، البتہ حنابلہ وشوافع میں بعض کے نزدیک قتل کا مسبب اگر عامد ہے تو اس سے قصاص لیا جائے گا، لہٰذا اگر قتل کے جھوٹے گواہوں نے کسی کو قتل کرانے کی غرض سے جھوٹی گواہی دی تو ایسے جھوٹے گواہوں کو شوافع، حنابلہ بعض مالکیہ کے نزدیک قصاصاً قتل کر دیا جائے گا، لیکن اگر قتل کے جھوٹے گواہ مشہود علیہ کے قتل ہونے کے بعد جھوٹی گواہی کے نتیجے سے عدم واقفیت کا دعوی کریں، یعنی وہ دعوی کریں کہ ان کو اس کا علم نہیں تھا کہ ہماری گواہی کی بنا پر اس کو قتل کر دیا جائے گا تو حکم سے یہ جہالت ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عذر بنے گی، یا نہیں، تو فقہاء کے ظاہر کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عذر بنے گی، اور حکم سے جاہل جھوٹے گواہوں کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا، کیونکہ یہ شبہ عمد میں داخل ہے، اور شبہ عمد میں قائل پر دیت لازم ہوتی ہے، عبارات فقہاء درج ذیل ہیں:

"ذهب الشافعية والحنابلة واشهب من المالكية: إلى وجود القصاص على شهود الزور إذا شهدوا على رجل بما یوجب قتله کأن شهد واعلیه بقتل عمد عدوان أو بردة أو بزنی وهو محصن، فقتل الرجل الرجل بشهادتهما ثم رجعا واقرا بتعمد قتله، وقالا: تعمدنا الشهادة علیه بالزور لیقتل أو یقطع: فیجب القصاص علیهما لتعمد القتل، بتزویر الشهادة لما روی الشعبی أن رجلین شهدا عنه علی رضی اللہ عنہ علی رجل بالسرقة فقطعه ثم عادا نقالا: أخطأنا لیس هذا هو السارق، فقال علی : لو علمت انکما تعمدتما لقطعتکما ولا مخالف له فی الصحابة، فیکون إجماعا" (موسوعہ فقہیہ ۲۶/ ۲۵۸)، "**وتجب**

علیهما الدیة المغلظة إذا قالا: تعمدنا الشهادة علیه ولم نعلم أنه یقتل بهذا وکانا مما یحتمل أن یجهلا ذلک وتجب الدیة فی أموالهما؛ لأ نه شبه عمد ولا تحمله العاقلة؛ لأنه ثبت باعترافهما والعاقلة لا تحمل الاعتراف وذهب الحنفیة والمالکیة عدا أشهب: إلی أن الواجب هو الدیة لا القصاص؛ لأن القتل بشهادة الزور قتل بالسبب، والقتل تسببا لا یساوی القتل مباشرة، ولذا قصر اثره فوجبت به الدیة لا القصاص" (موسوعہ فقہیہ ۲۶/۲۵۸-۲۵۹)۔

حاصل:

سوال میں جوشکل درج ہے، یعنی قتل کی جھوٹی گواہی دینے والے اگرانجام سے ناواقفیت کا دعوی کریں تو ایسی صورت میں باتفاق فقہاء ان کوقصاص میں قتل نہیں کیاجائے گاحکم سے جہالت کم ازکم موجب شبہ تو ہوگی ہی اورشبہ سے حدود و کفارات کا ساقط ہوجانا مسلمات میں سے ہے، حضرات فقہاء کے مذاہب کے لئے (شامی ۸/۷ ۲۳،نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب ۱۹/۶۰،حواشی علی ملتقی الابحر،روضۃ الطالبین،نہایۃ المحتاج،المہذب،المغنی،شرح صغیر) وغیرہ کی طرف مراجعت کی جائے۔

"**إذا رجعا بعد القصاص کما یفهمه ما فی الدرر، یعنی إذا شهدا أن زیدا قتل بکرافاقتص من زید، ثم رجعا تجب الدیة عندنا ویفیده أیضا ما ذکره فی الفتاوی الهندیة بقوله ثلاثة شهدوا بالقتل العمد فقضی فقطع الولی یده، ثم رجع واحد، فقطع رجله فرجع أخر بطل القول علی عامة الروایات، وذکر المقدسی لوقطع الولی یده فرجع واحد فقطع رجله فرجع آخر لم یکن للوط قتله؛ لأنه عقوبة والامضاء فیه من القضاء کالحدوهی حادثة الفتوی أجبت فیها بذلک، وقدخالف فیها بعض علماء العصر ثم رجع**"(تقریرات الرافعی ملحق مع الشامیۃ ص ۲۱۴)۔

☆☆☆

احکام شرعیہ سے ناواقفیت-مسائل واحکام

مفتی سید باقر ارشد بنگلوری☆

۱-احکامِ شرعیہ میں جہل کا عذر شمار کیا جانا:

احکام شرعیہ میں جہل کے عذر شرعی ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے ’’جہل (ناواقفیت) کی دوقسمیں ہیں:

پہلی قسم جہل باطل کہلاتی ہے؛ یعنی یہ جہل (ناواقفیت) ایسا ہے کہ جس کو عندالشرع ’’عذر‘‘ نہیں شمار کیا جائے گا۔ حنفیہ کے نزدیک اس کی چار صورتیں بتائی گئی ہیں۔ جیسے ایک کافر کا اللہ تعالیٰ کی توحید، رسول اکرم ﷺ کی رسالت اور صفات باریٔ تعالیٰ سے ناواقفیت ہے، اب یہ آخرت میں عذر نہیں بن سکتا کہ وہ کہے میں ان امور کو جانتا نہیں تھا یا مجھے اس کی خبر یا اطلاع نہیں تھی، کیونکہ ہر انسان مکلّف ہے کہ وہ ان بنیادی امور کو جان رکھے، یا ان کو جاننے کی حتیٰ المقدور کوشش کرے، اور یہ وہ امور ہیں جو انسان کی فطرت میں موجود ہیں، حق تعالیٰ یا رب العالمین کی جستجو، اس کی یافت اور اس کی معرفت، نیز احکام الٰہی سے واقفیت کا انسانی ذریعہ ’’رسول اکرم ﷺ کی ذات اور ان کی رسالت‘‘ اور ختمِ نبوت پر علم اور ایمان رکھنا ایک انسانی کی فطری بنیاد ہے، اب ان جیسے امور سے ناواقفیت یا جہل کا دعویٰ بے بنیاد، بلکہ ناقابلِ قبول ہوگا، لہٰذا ان امور سے آخرت میں جہل کو عذر شرعی نہیں مانا جائے گا۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوا: **’’هو الله الذی لا إله إلا هو عالم الغیب و الشهادة هو الرحمن الرحیم، هو الله الذی لا إله إلا هو الملک القدوس السلام المؤمن المهیمن العزیز الجبار المتکبرسبحان الله عما یشرکون ،هو الله الخالق الباری المصور له الاسماء الحسنیٰ و یسبح له مافی السمٰوٰت و الأرض وهو العزیر الحکیم‘‘**(سورۃالحشر:۲۲-۲۴)۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوا: **’’وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ.....‘‘**(سورۃ آل عمران:۱۴۴)، **’’مَا کَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحدٍ مِّن رِّجَالِکُم وَ لٰکِن رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیین.....‘‘**(سورۃالاحزاب:۴۰)۔

☆ فاضلِ دارالعلوم وقف دیوبند، مدیر ’’المفتی ریسرچ، اسٹڈی سرکل اینڈ پبلی کیشنز‘‘، چن پٹن، بنگلور۔

یا یہ کہ توحید اور رسالت کا اقرار تو ہو، وہ مسلمان تو ہو مگر صفات باری تعالیٰ، غیب کی باتوں سے انکار ہو اور ان امور سے جہل کا دعویٰ ہو، یعنی صفات باری کو حادث تصور کرنا، یعنی صفات کو مخلوق جاننا، مغیبات سے انکار، یعنی عذاب قبر سے انکار کرنا، مراحل حشر، آخرت کے تمام امور جیسے سوال و جواب، عذاب قبر، پل صراط، حوض کوثر، شفاعت، سزا و جزا کا ترتب، وغیرہ جیسے امور کا انکار و دعویٰ جہل بھی آخرت میں شرعی عذر نہیں بن سکے گا۔

چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوا: ''**هدى للمتقين الذين يؤمنون بالغيب و يقيمون الصلوٰة و مما رزقنٰهم ينفقون...... والذين يومنون بما أنزل إليک وما أنزل من قبلک و بالآخرة هم يوقنون، أولٰئک علىٰ هدى من ربهم و اولٰئک هم المفلحون......**'' (سورۃ البقرۃ:۱-۵)۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہوا: "**النَّارُ يُعرَضُونَ عَلَيهَا غُدوّاً وَ عَشِيّاً وَ يَومَ تَقُومُ السَّاعَةُ ادخِلُوا الَ فِرعَونَ أَشَدَّ العَذَابِ**" (سورہ غافر:۴۶) (آگ (جہنم) کہ صبح و شام اس کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، اور جس روز قیامت برپا ہوگی (حکم ہوگا کہ) فرعون والوں کو نہایت سخت عذاب میں داخل کرو)

وقال اللہ تعالیٰ: "**مِمَّا خَطِيئَاتِهِم أُغرِقُوا فَأُدخِلُوا نَاراً......**" (سورۂ نوح:۲۵) (آخر وہ اپنے گناہوں کے سبب پہلے غرقاب کردئے گئے پھر آگ میں ڈال دئے گئے)۔

وفی الحدیث: "**قال النبی ﷺ استنزهوا عن البول، فإن عامة عذاب القبر منه**" (بیان الفوائد فی حل شرح العقائد، ج۲رص۹۰)۔

''شرح عقائد النسفی'' میں ہے: "**كل من هٰذه الأمور بالدلائل السمعيّة؛ لأنها أمور ممكنة أخبربها الصادق علىٰ ما نطقت به النصوص......**'' (بیان الفوائد فی حل شرح العقائد، تالیف مولانا مجیب اللہ قاسمی، حصہ دوم رص ۹۰)۔

(یہ ساری چیزیں دلائل سمعیہ سے ثابت ہیں، کیونکہ یہ سب باتیں (فی نفسہ) ممکن ہیں۔ مخبر صادق نے ان کی خبر دی ہے، جیسا کہ نصوص ناطق ہیں۔

وایضاً: "**والحوض حق لقوله تعالىٰ:'' إنا أعطيناک الكوثر''، ولقوله عليه السلام:"حوضى مسيرة شهر، و زوايا سواء، ماء ہ أبيض من اللبن، و ريحه أطيب من المسك و كيزانه الكثر من نجوم السماء ، من يشرب منها فلا يظمأ ابدا''، والأحاديث فيها كثيرة ......**'' (بیان الفوانی حل شرح العقائد، تالیف مولانا مجیب اللہ قاسمی، حصہ دوم رص ۱۰۳)۔

(یعنی؛ اور حوض کوثر حق ہے اللہ کے ارشاد: "**إنا اعطيناک الكوثر**" کی وجہ سے اور نبی کریم ﷺ کے ارشادِ فرمانے کی وجہ سے کہ میرا حوض ایک ماہ کی مسافت کا ہے اور اس کے سارے گوشے برابر ہیں، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید

ہے، اس کی بومشک سے زیادہ پاکیزہ ہے، اس کے کوزے آسمان کے ستاروں سے بھی زائد ہیں جو اس سے پی لے گا اس کو پھر کبھی پیاس نہ لگے گی، اور احادیث اس بارے میں کثرت سے ہیں)۔

چنانچہ ایسی تمام صورتیں جہل باطل میں شمار ہوتی ہیں جو شرعی عذر نہیں بن سکتیں۔

چنانچہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے ''القاموس الفقہ'' میں لکھا ہے: جہل باطل ایسا جہل ہے جو آخرت میں انسان کے لئے عذر شرعی نہ بن سکے، عام طور پر چار صورتوں کو اس زمرہ میں رکھا گیا ہے:

۱-کافر کا توحید، رسالت، آخرت اور اللہ تعالیٰ کی صفات سے جہل۔

۲-توحید و رسالت وغیرہ کا اقرار ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات یا آخرت وغیرہ کی بابت مبتدعانہ عقیدہ رکھتا ہو، مثلاً وہ لوگ جو خدا کی صفات کو بالکل مخلوق کی طرح فانی تصور کرتے ہوں یا عذابِ قبر، میزان و پل صراط اور حوض وشفاعت کے منکر ہوں۔

۳-باغی کا جہل، جو عادل امیر المسلمین کے خلاف ناواجبی بغاوت کرے، چنانچہ اگر وہ کسی کا مال تلف کر دے تو ضامن ہوگا، تاہم ان کا جہل پہلے طبقہ سے کمتر متصور ہوگا، کیونکہ مبتدعین پر تو بعض سلف کا کفر کا فتویٰ لگایا ہے، لیکن محض بغاوت کے باعث کفر نہ ہونے پر اتفاق ہے۔

۴-مجتہد کا صریحاً کتاب اللہ، سنت مشہورہ اور اجماع امت کے خلاف رائے قائم کرنا، مثلاً قرآن نے ذبیحہ کی حلت کے لئے بسم اللہ کہنے کو ضروری قرار دیا ہے، لیکن بعض فقہاء نے عمداً تارک تسمیہ کے ذبیحہ کو بھی حلال قرار دیا ہے، لیکن بعض فقہاء نے عمداً تارک تسمیہ کے ذبیحہ کو بھی حلال قرار دیا ہے، حدیث مشہور ہے کہ طلاق مغلظہ کے بعد عورت شوہر اول کے لئے جب ہی حلال ہوگی کہ شوہر ثانی اس سے جماع کر چکا ہو، مگر بعض حضرات نے اس کے خلاف شوہر ثانی کے محض نکاح کو کافی قرار دیا ہے، اجماع ہے کہ ''ام ولد باندی'' فروخت نہیں کی جاسکتی، اس کے باوجود بعضوں نے اس کی اجازت دی ہے...... (قاموس الفقہ: ۱۶۶/)۔

چنانچہ ''الموسوعۃ الفقہیۃ'' میں ہے: " **أقسام الجهل؛ ينقسم الجهل إلىٰ قسمين: اولاً الجهل الباطل الذى لا يصلح عذراً: وهٰذا القسم لا يصلح أن يكون عذراً فى الأخرة، وإن كان قد يصلح عذرا فى أحكام الدنيا كقبول عقد الذّمة من الذمى حتىٰ لا يتقل، ولكن لا يكون عذراً فى الأخرة حتىٰ أنه يعاقب فيها. ومن أمثلة ذلک جهل الكفار بصفات الله تعالىٰ و أحكام الآخرة؛فإنه لا يصلح عذراً أصلاً، لأنه مكابرة و عناد بعد و ضوح الدلائل على وحدانية الله تعالىٰ و ربوبية، بحث لا يخفى على أحد من حدوث العالم المحسوس، و كذا علىٰ حقّية الرسول من القرآن وغيره من المعجزات. و كذا**

جهل صاحب الهویٰ الذی یقول بحدوث صفات الله تعالیٰ،أو یقول بعدم إثبات صفة له سبحانه۔

هٰذا ما قاله الحموی، وقال الزرکشی: الجهل بالصفة هل هو جهل بالموصوف مطلقاً أو من بعض الوجوه ؟ المرجع الثانی، لأنه جاهل بالذات من حیث صفاتها لا مطلقا، و من ثم لا نکفّر أحداً من أهل القبلة۔ و من هٰذا القسم أیضاً جهل من خالف فی اجتهاده الکتاب أو السنة المشهورة أو الاجماع، أو عمل بالغریب علیٰ خلاف الکتاب أو السنة المشهورة فانه لیس بعذر اصلاً......"(الموسوعۃ الفقہیۃ؛مادہ''جہل'')۔

وایضاً: قال الحموی:

" أن من تلفظ بلفظ الکفر عن اعتقاد لا شک أنه یکفر؛ و إن لم یعتقد أنها لفظ الکفر إلا أنه أتی به عن اختیار، فیکفر عند عامة العلماء، ولا یعذر بالجهل ......"(الموسوعۃ الفقہیۃ،الماۃ''جہل''التلفظ بکلمۃ الکفر مع الجہل)۔

وہ جہل جواحکام شرعیہ میں عذرشرعی بن سکتا ہے:

جہل کی دوسری قسم؛جہل کی دوسری قسم وہ ہے جو احکام شرعیہ میں عذر بن سکتی ہے۔چنانچہ اس کی بنیادی طور پر تین اقسام ہیں؛اجتہادی مسائل میں جہل، دارالحرب میں جہل اور آدمی کے اپنے اختیارات کے استعمال یا ان اختیارات کے سلب ہوجانے کی شرائط کے سلسلہ میں ناواقفیت یعنی''جہل''ہے۔

اجتہادی مسائل میں جہل:

ایسے مواقع جن میں شبہ کی گنجائش موجود ہو،اورآدمی سے اس کی ناواقفیت کی بناء پر وہ فعل سرزد ہوجائے، چنانچہ ایسا ناواقفیت کی بناء پراجتہادی فعل''عذرِشرعی''بن سکتا ہے۔

مثلاً حجامۃ کے سلسلہ میں ہے کہ بہ حالت صوم حجامۃ کروانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، یہ جمہورفقہاء کا قول ہے۔لیکن اگر کسی نے بہ حالت صوم حجامہ کروایااور یہ سمجھ کرکہ حجامۃ منقصِ صوم،مفسدِصوم ہے ناواقفیت کی بناء پرروزہ توڑ دیااور کچھ کھالیا تو اس پرناواقفیت کی بناء پرایسا کرنے سے کفارہ لازم نہ ہوگا، بلکہ صرف قضاءواجب ہوگی۔

چنانچہ''الموسوعۃ الفقہیۃ''میں ہے:" الجهل الذی یصلح أن یکون عذرا هو الجهل الذین یکون فی موضع الاجتهاد الصحیح ، بأن لا یکون مخالفاً لکتاب أو السنة أو الإجماع، و ذٰلک کالمحتجم إذا أفطر علی ظنّ أن الحجامة مفطرة لا تلزمه الکفارة، ولأن جهله فی موضع الاجتهاد الصحیح ......"(الموسوعۃ الفقہیۃ؛مادہ''جہل'')۔

"تأثیر الحجامة علیٰ الصوم؛ ذهب الحنفیة إلیٰ أن الحجامة جائزة للصائم إذا کانت لا

تضعفه، و مكروهة إذا اثرت فيه و أضعفته، يقول ابن نجيم؛ الاحتجام غير مناف للصوم وهو مكروه للصائم۔ إذا كا يضعفه عن الصوم، أماإذا كان لايضعفه فلا بأس به۔ و ذهب المالكية إلىٰ أن المحتجم إمام أن يكون ضعيف البدل لمرض أو خلقه، و فى كل إما أن يغلط على ظنه أن الاحتجام لا يضره، أو يشك أو يغلب على طنه أنه إن احتجم لايقوى على مواصلة الصوم، فمن غلب على ظنّه أنه لا يتضرر بالحجامة جاز له أن يحتجم۔ ومن غلب على ظنه أنه سيعجز عن مواصلة الصوم إذا هو احتجم حرم عليه، إلاإذا خشى على نفسه هلاكلا أو شديد أذى يتركه، فيجب عليه أن يحتجم و يقضى إذا أفطر ولا كفارة عليه، ومن شك فى تأثير الحجامة على قدرته على مواصلة، الصوم فإن كان قوى البنية جاز له، و إن كان ضعيف البدن كره له۔

وذهب الشافعية إلى أنه لا يفطرالصائم بالفصد أو الحجامة يقول الخطيب الشربينى : أما القصد فلا خلاف فيه، و أما الحجامة فلأنه [ﷺاحتجم وهو صائم]۔ وهو ناسخ لحديث: [أفطر الحاجم و المحجوم] ۔ وذهب الحنابلة إلىٰ أن الحجامة تؤثر فى الحاجم و المحجوم و يفطر كان منهما''(الموسوعۃ الفقہیۃ، مادہ حجامۃ)۔

دارالحرب میں جہل:

دارالحرب میں کسی شخص نے اسلام قبول کیا، مگر وہ اس بات سے ناواقف تھا کہ بعد قبول اسلام نماز روزہ و دوسری عبادات کا ترتب بھی ہوتا، اس کوادا کرنا ہے، لہٰذا جب تک اس کوان کی واقفیت نہ ہوجائے یا وہ کسی ایسی جگہ نہ پہونچ جائے جہاں ان اعمال وعبادات پر عامۃ الناس کا عمل ہو یا جن کی تعمیل عام ہوتو اس کی ناواقفیت عذر شرعی میں شمار ہوگی۔

کما فی'' الموسوعۃ الفقہیۃ'':''و من الجهل الذى يصلح عذراً، الجهل بالشرائع فى دار الحرب يكون عذراً من مسلم أسلم فيها و لم يهاجر، حتىٰ لو مكث فيها، ولم يعلم أن عليه الصلاة و الزكاة و غيرها، ولم يؤدّها لا يلزمه قضاؤها خلافاً لزفر لخفاء الدليل فى حقه، وهو الخطاب لعدم بلوغه إليه حقيقة بالسماع و تقديراً بالشهرة، فيصير جهله بالخطاب عذراً بخلاف الذمى ّ إذا أسلم فى دارالإسلام لشيوع الأحكام والتمكّن من السّؤال''(الموسوعۃ الفقہیۃ؛المادہ''جہل''،أقسام الجہل)۔

دارالحرب میں کسی حربی نے اسلام قبول کیا، لیکن اس کو احکام وعبادات کے متعلق بتانے والا کوئی نہ ملا یا مواقع نہ ملےتو اب اس کی ناواقفیت'' عذر شرعی'' میں شمار ہوگی۔یعنی جب کبھی اس کو احکام وعبادت سے متعلق معلومات حاصل ہوں یا وہ دارالحرب سے نکل کر ایسی جگہ آیا ہو جہاں اسے اسلام وعبادت کے سلسلہ میں معلوم ہوتو اس پر ان ناواقفیت یا جہل کے

دنوں کی عبادات کی (نماز روزہ کی) قضاء واجب نہیں ہوگی۔

نیز ''شرح النقایۃ'' میں ہے: ''**ولو أسلم الحربی فی دارالحرب، ولم یھاجر إلینا فلذٰلک الحکم ...... عند أبی حنیفۃؒ.....**'' (شرح النقایۃ، ج۲،ص۵۹) یہ رائے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی ہے (عصر حاضر کے سلگتے مسائل؛ راقم الحروف (مفتی باقر ارشد)، طبع بار اول، مطبوعہ زم زم بک ڈپو ص ۷۸)۔

ناواقفیت یا جہل کے سلسلہ میں ایک اصول یہ بھی ہے کہ کسی امر یا کسی شئی کے حرام ہونے کے سلسلہ میں ناواقفیت یا جہل اس وقت عذر شرعی ہوگا، جبکہ اس کی تحریم عوام الناس میں یا اس مقام پر مشہور نہ ہو، لیکن اگر حرمت کی شہرت عوام میں ہو اور یہ انہی میں اٹھتا بیٹھتا ہو تو پھر اس کا دعویٰ جہل معتبر نہ ہوگا۔ جیسے تحریم الزنا، تحریم القتل، تحریم السرقہ، تحریم خمر وغیرہ ان کے سلسلہ میں عذر معتبر نہ ہوگا، کیونکہ ان کا دعویٰ کرنے والا ان امور کی حرمت کو جاننے والوں کے درمیان اٹھتا بیٹھا ہو۔ اور ذکر کردہ امور کی حرمت مشہور زمانہ ہے، لیکن اگر کوئی ایسی جگہ ہے جہاں اسلام کو جاننے یا سمجھانے والا موجود نہ ہو یا دارالحرب ہو تو ایسی مقامات پر ان امور کی تحریم کے سلسلہ میں ناواقفیت یا جہل معتبر ہوگا۔

''الموسوعۃ الفقہیۃ'' میں ہے: ''**قال السیوطیؒ : کل من جھل تحریم شئی مما یشترک فیہ غالب الناس لم یقبل منہ دعویٰ الجھل إلا أن یکون قریب عھد بالاسلام، أو نشاء ببادیۃ بعیدۃ یخفی فیھا مثل ذٰلک، کتحریم الزنیٰ، والقتل ، والسرقۃ، والخمر، والکلام فی الصلاۃ ، و الأکل فی الصوم.....**'' (الموسوعۃ الفقہیۃ، المادہ ''جہل''، ثانیاً: الجہل الذی یصلح عذراً)۔

ناواقفیت کی بنا پر کلمہ کفر کی ادائیگی:

اسی طرح کبھی کبھی ایسے افعال سرزد ہوجاتے ہیں جن میں کفر کا خوف موجود ہوتا ہے، یا ایسے کلمات کی ادائیگی جن میں فقہاء کے نزدیک کفر ہونے پر اتفاق ہوتا ہے، مگر ان کو کوئی نادانستگی میں، ناواقفیت کی بناء پر ادا کردے، جیسا کہ کلمۂ کفر فقہاء کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے، لیکن اگر کسی نے کلمۂ کفر کو ادا کردیا، مگر اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ کلمۂ کفر ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں بعض فقہاء سے اس آدمی کے کافر ہوجانے کا قول نقل کیا گیا، جبکہ بعض فقہاء نے اس سلسلہ میں آدمی کی ناواقفیت کو عذر تسلیم کیا اور اس کے کافر نہ ہونے کی رائے دی۔ چنانچہ اس مسئلہ میں ''جہل'' کو معتبر مانا جائے گا اور یہی قول مفتی بہ ہے۔

''الموسوعۃ الفقہیۃ'' میں ہے: ''**اذا نطق الأعجمیّ بکلمۃ کفر، أو ایمان أو طلاق أو إعتاق أو بیع أو شراء أو نحوہ، ولا یعرف معناہ لا یؤاخذ بشئی منہ ، لأنہ لم یلتزم بقتجاہ، ولم یقصد الیہ**'' (الموسوعۃ الفقہیۃ ؛ المادہ؛ جہل، الجہل بمعنی اللفظ مسقط لحکمہ)۔

وایضاً: قال الحموی: ''**أن من تلفظ بلفظ الکفر عن اعتقاد لا شک أنہ یکفر؛ و إن لم یعتقد أنھا لفظ**

الکفر، إلا أنه أتی به عن اختیار، فیکفر عند عامة العلماء، ولا یعذر بالجهل،وقال بعضهم: لایکفر، والجهل عذر و به یفتیٰ، لأن المفتی مأمور أن یمیل إلیٰ القول الذی لا یوجب التکفیر، ولو یکن الجهل عذراً لحکم علیٰ الجهال أنهم کفار، لأنهم لا یعفون ألفاظ الکفر، ولو عرفوا لم یتکلموا، قال بعض الفضلاء: وهو حسن لطیف۔ وروی أن امراة فی زمن محمد بن الحسن قیل لها: اِن الله یعذب الیهود و النصاری یوم القیامة، قالت : لا یفعل الله بهم ذلک، فأنهم عباده، فسئل محمد بن الحسن عن ذٰلک فقال: ما کفرت فأنها جاهلة، فعلّموها حتیٰ علمت۔......''(الموسوعۃ الفقہیۃ، المادہ''جہل''التلفظ بکلمۃ الکفر مع الجہل)۔

احقر کی رائے میں اگر کسی نے ناواقفیت کی بناء پر کلمۂ کفر کوادا کیا تو اس کی ناواقفیت عذر شرعی میں شمار ہوگا۔

ناواقفیت کی بنا پر منہیات کی ادائیگی:

اسی طرح کسی حربی نے دارالحرب میں اسلام قبول کیا اس یہ علم نہیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اس پر کچھ چیزیں حرام بھی ہوجاتی ہیں، جیسے شرب خمر، زنا، قتل، چوری وغیرہ تو اگر وہ کسی ایسی جگہ ہے جہاں پر ان تمام چیزوں کی حرمت مشہور نہ ہو اور اس کو معلوم کرنے کے ذرائع بھی موجود نہ ہوں تو ان چیزوں کی حرمت کی ناواقفیت عذر شرعی بن سکتی ہے، چنانچہ ان منہیات کے سرزد ہوجانے پر اس پر کوئی حد جاری نہیں ہوگی۔

اسی طرح اگر حالتِ احرام میں کسی نے ناواقفیت کی بناء پر وطی کر لی تو اس پر کوئی فدیہ نہ ہوگا۔

''الموسوعۃ الفقہیۃ''میں ہے:''**و احتج به الشافعی علی أن من وطئ فی الإحرام جاهلاً، فلا فدیة علیه......**''(الموسوعۃ الفقہیۃ؛مادہ''جہل''الجہل عذر فی المنہیات فی حقوق اللہ تعالیٰ'')۔

منہیات کی ادائیگی میں ناواقفیت کے عذر بننے کے سلسلہ میں ایک اصول یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ صرف حقوق اللہ میں معتبر ہوگا، لیکن حقوق العباد کے سلسلہ میں منہیات کی ادائیگی میں ناواقفیت شرعی عذر نہیں بن سکتی۔ جیسے کسی نے کسی مریض کو مارا جس سے وہ مرگیا، جبکہ اس کے مرض سے یہ قاتل ناواقف تھا تو صحیح قول کے مطابق اس قاتل پر قصاص واجب ہوتا ہے۔

''الموسوعہ الفقہیۃ''میں ہے:''**الجهل عذر فی حقوق الله تعالیٰ فی المنهیات دون المأمورات، والأصل فیه حدیث '' معاویة بن الحکم لمّا تکلّم فی الصلاة، ولم یؤمر بالإعادة لجهله بالنهی۔**

و حدیث یعلی بن أمیة: حیث '' أمر ﷺ أعرابیاً بنزع الجبة عنه وهو محرم، ولم یأمره بالفدیة لجهله'' و احتج به الشافعی علی أن من وطئ فی الإحرام جاهلاً، فلا فدیة علیه۔

والفرق بینهما من جهة المعنی أن المقصود من المأمورات اِقامة مصالحها۔ و ذلک لا یحصل إلا بفعلها، والمنهیّات مزجور عنها بسبب مفاسدها امتحانا للمکف بالإنکفاف عنها، و

ذلک، انّما یکون بالتعمد لارتکابها ، و مع الجهل لم یقصد المکلف ارتکاب المنهی، فعذر بالجهل فیه۔

أما فی حقوق الآدمیین فقد لا یعذر، کما لو ضرب مریضاً جهل مرضه ضرباً یقتل المریض یجب القصاص فی الأصح، بخلاف ما لو حبس من به جوع و عطش، ولم یعلم بحاله مدة لا یموت فیها الشبعان عند الحبس، فلا قصاص .....'' (الموسوعۃ الفقهیۃ،المادۃ:''جہل''،الجہل عذر فی المنہیات فی حقوق اللہ تعالیٰ'')۔

اختیارات کے استعمال یاان کے سلب ہوجانے کی شرائط کے سلسلہ میں ''جہل'':

جہل کی یہ قسم ان امور میں ہے جوآدمی کے اختیارات کے استعمالات یاان کے سلب ہوجانے کی شرائط کے سلسلہ میں ہے۔یعنی آدمی کا اپنے اختیارات سے ناواقف ہونا، یا پھر اپنے ان اختیارات کے سلب ہوجانے کی شرائط سے ناواقف ہونا یہ بھی عذر شرعی کوشمار ہوگا۔اس کے لئے کئی امثلہ موجود ہیں،فقہاء نے اس قسم کے جہل کی توضیح مثالوں کے ذریعہ فرمائی ہے۔

چنانچہ مولانا خالدسیف اللہ رحمانی'' قاموس الفقہ''میں رقم طراز ہیں:جہل کی چوتھی قسم کی فقہاء نے مختلف مثالوں سے توضیح کی ہے، ہم اگراس کی تحدید کرنا چاہیں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ اپنے اختیارات کا استعمال کرنے یا ان کے سلب ہوجانے کی جوشرطیں ہیں،آدمی ان شرطوں کے وقوع پزیر ہوجانے سے واقف نہ ہوتو یہ عذرمعتبر ہوگا۔

مثلاً ولی باکرہ بالغہ لڑکی کا نکاح ردکردے اورلڑکی کواس کی خبر نہ ہوتواس کی خاموشی نکاح پررضامندی متصورنہ ہوگی، بلکہ نکاح پر مطلع ہونے کے بعداس کونکاح ردکرنے کا اختیار باقی رہے گا۔

یا کسی شخص کوکسی چیز کی خریدی کا وکیل بنایا، پھراس شخص کووکالت سے معزول کردیااورخریدی کا اختیارسلب کرلیا،مگر وکیل کوابھی اس کی اطلاع نہ ہوسکی،ایسی صورت میں اگراس نے سامان خریدلیاتواس کی ذمہ داری وکیل پرنہ ہو، بلکہ خودوہ شخص اس کا ذمہ دارہوگا(قاموس الفقہ ۱۶۷/۳)۔

جہل کے معتبر ہونے نہ ہونے کے سلسلہ میں گفتگو کا ماحصل:

جہل کی بنیادی طور پر دوقسمیں ہیں؛ ایک جہل باطل اور دوسرا وہ جہل جس کے عندشرع عذر ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔جہل باطل کواحکام شرعیہ میں عذرشرعی تسلیم نہیں کیاجائے گا۔احناف کے یہاں اس کی چارقسمیں بتائی گئیں ہیں، چاروں صورتیں بھی جہل باطل میں شمار ہونگیں(ان چارصورتوں کی تفصیل اوپرگذرچکی ہے)۔

دوسرا جہل جس کے شرعاً عذر ہونے کا اعتبار ہوگا،اس میں ایسے مواقع جن میں شبہ کی گنجائش موجود ہواوران میں ''جہل''معتبر ہوگا یعنی اجتہادی مسائل میں جہل عذرِشرعی تسلیم کیا جائے گا۔اسی طرح اگرکوئی دارالحرب میں رہااوروہ احکام و

اعمال میں سے کسی سے ناواقف رہا اور بعد میں وہ کسی طرح سے ان امور سے واقف ہوا، چنانچہ دارالحرب میں ناواقفیت کی بناء پر جن افعال کو انجام نہ دے سکا، تو اب ان کی قضاء اس پر لازم نہیں ہوگی، یعنی دارالحرب میں ناواقفیت عذرِ شرعی اعتبار ہوگی۔

اسی طرح اگر کسی نے ناواقفیت کی بناء پر کلمۂ کفر ادا کردیا تو اس مسئلہ میں بھی ناواقفیت عذرِ شرعی شمار ہوگی۔

ایسے ہی ناواقفیت کی بنیاد پر منہیات سرزد ہوجائیں تو ان پر کوئی حد جاری نہیں ہوگی، یعنی ناواقفیت پر منہیات کی ادائیگی عذرِ شرعی کو شمار ہوگی، اسی طرح اختیارات کے استعمالات کی شرائط میں ناواقفیت اور اختیارات کے سلب ہوجانے کی شرائط سے ناواقفیت کے سلسلہ میں بھی ''جہل'' عذرِ شرعی شمار ہوگا۔

۲-عقائد کے باب میں ''جہل'' کو عذرِ شرعی تسلیم کرنے کا حکم: متکلمین اور فقہاء کا موقف:

جہاں تک عقائد کا باب ہے، اس سلسلہ میں دعوت پہونچ جانے کے بعد اگر کوئی جہل کا دعویٰ کرے تو ناقابلِ قبول ہوگا، لیکن بنیادی عقائد کو چھوڑ کر جزوی اعتقادی مسائل میں جہل تسلیم کیا جائے گا۔

چنانچہ رحمۃ اللہ الواسعۃ میں مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری صاحب اہل فترت اور پہاڑوں پر رہنے والوں کا حکم کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

اور سکان شواہق جبال: پہاڑوں پر بسنے والے لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن تک نبی کی دعوت نہیں پہنچی یعنی وہ کسی ایسے دور دراز خطے میں بستے ہیں کہ اللہ کے دین کے داعی وہاں تک نہیں پہونچ سکے نہ کسی اور ذریعہ سے اللہ کے دین کی بات ان کے کان میں پڑی...... (رحمۃ اللہ الواسعہ ۱/ ۱۱۴)۔

ان کے حکم کے سلسلہ میں آگے لکھتے ہیں: اصولیوں کی عام رائے یہ ہے کہ اعمال کا حسن وقبح من وجہ عقلی ہے، یعنی اعمال کی وضع ہی میں خوبیاں اور خرابیاں رکھی گئی ہیں مگر یہ فطری حسن وقبح انسان سمجھ نہیں سکتا اس لئے نزول شرع ضروری ہے۔ البتہ اللہ کی معرفت کا حسن اور اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے کی برائی انسان نزول شرع کے بغیر بھی اپنی خداداد عقل سے سمجھ سکتا ہے، باقی اعمال کے حسن وقبح کا عقل ادراک نہیں کرسکتی، شریعت نازل ہوکر جب احکام دیتی ہے تبھی اعمال کا حسن وقبح معلوم ہوتا ہے۔

پس وہ اعمال جن کا حسن وقبح انسان عقل سے نہیں سمجھ سکتا ان پر نزول شرع سے پہلے مؤاخذہ نہ ہوگا اور توحید وشرک پر جزا وسزا مرتب ہوگی۔ علامہ محبّ اللہ بہاریؒ نے مسلم الثبوت (ص ۱۶) میں امام اعظمؒ سے یہی روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے لکھا کہ: ''روی عن أبی حنیفةؒ : لا عذر لأحد فی الجهل بخالقه لما یری من الدلائل''، پھر علامہ نے اس

روایت میں ایک قیداور بڑھائی اور مذکورہ مسئلہ اس روایت پر متفرع کیا ہے، لکھتے ہیں:" **أقول : لعل المراد بعد مُضِیّ مدة التأمل،فإنه بمنزلة دعوة الرسل فی تنبیه القلب بذٰلک؛ و تلک المدة مختلفة، فإن العقول متفاوتة،و بما حررنا من المذاهب تفرع علیه مسألة البالغ فی شاهق الجبل......الخ**"(رحمۃ اللہ الواسعہ ۱/۱۱۶)۔

چنانچہ عقائد کے سلسلہ میں جہل من وجہِ عقلی ہوتو اس میں اس جہل کا اعتبار کیا جائے گا،یعنی عقائد کے ان اعمال میں اس کی عقل ادراک نہ کرسکتی ہوتو اس میں جہل کا اعتبار ہوگا،عقل کا ادراک،یعنی اپنے اطراف پر غور وفکر،فطری داعیہ کی بناء پر" حق کی تلاش وجستجو" نیز ایمان کے حصول کے بعد اس سے ملحق اعمال کے ترتب کے غور وخوض کرنا۔

لیکن اگر وہ ایسے ماحول کو نہ پائے، جیسے سکانِ شواہقِ جبال (پہاڑ پر بسنے والے) کا مسئلہ ہے، کہ کوئی داعی نہیں پہونچا تو پھر ایسے شخص کے لئے عقائد میں جہل تسلیم کیا جائے گا۔مگر فی الحال یہ صورت محال ہوگی، کیونکہ اگر موجودہ زمانے کی بات کرتے ہیں تو پھر اب عقائد کے باب میں ایسی جہالت ممکنات میں سے نہیں ہے، ذرائع ابلاغ،مواصلاتی وسائل،آن لائن روابط ومراسم، نیز چپہ چپہ میں انٹرنیٹ کی خدمات سے یہ ممکن ہوگیا ہے کہ آج ہر بات اور ہر مسئلہ کو جان سکیں۔

ہاں! لیکن اصولی بحث ہے اور اس سے دوسرے مسائل کا ترتب ہوسکتا ہے تو پھر عقائد میں " ضروریات دین" ایسے بدیہی امور کو کہا جاتا ہے جو مسلمان تو مسلمان کفار وعامۃ الناس تک ان سے واقف ہوتے ہیں،لہٰذا عام حالات میں تو ان امور میں جہل کو تسلیم نہیں کیا جائے گا،لیکن اگر کوئی ایسی جگہ ہے یا ایسی حالت میں ہے جہاں اسلام قبول کر لینے کے باوجود کسی داعی یا کسی اسکالر یا کسی کمونی کیشن کا ذریعہ نہ ہونے کی وجہ سے ناواقفیت سے ضروریات دین کا منکر ہے تو ایسی صورت میں اس کے جہل کو تسلیم کیا جائے گا۔

ضروریاتِ دین یا قطعیاتِ دین کا معنی ومفہوم:

ضروریاتِ دین اور قطعیاتِ دین کی تعریف:" **الضروریات : هی التی لا بد منها فی قیام مصالح الدین و الدنیا، بحیث إذا فقدت لم تجر مصالح الدنیا علیٰ استقامه، بل علیٰ فساد و تهارج و فوت حیاة ، و فی الأخری فوت النجاة و النعیم ، الرجوع بالخسران المبین**"(موافقات للشاطبیؒ:۲/۸)۔

ضروریات کا جن پر اطلاق ہوتا ہے؛وہ دنیا ودین کے مصالح کے قیام میں ضروری ہیں،اگر وہ مفقود ہوجائیں تو دنیا کے مصالح میں استقامت نہیں ہوگی، بلکہ مقصدِ حیات فوت ہوجاتا ہے اور فساد واقع ہوجاتا ہے۔

ضروریات کا جن پر اطلاق ہوتا ہے وہ پانچ امور ہیں؛ دین، جان،نسل، مال اور عقل۔

" موافقات للشاطبیؒ" میں ہے:"**مجموع الضروریا ت خمسة ، هی؛ الدین، والنفس، والنسل،**

و المال، و العقل......‘‘(الموافقات؛۲/۱۰)۔

وایضاً: ’’**ھٰذہ الضروریات تأصلت فی القرآن و تفصلت فی السنة**......‘‘(الموافقات؛۴/۲۷)۔

چنانچہ مقاصد شریعہ میں سے ضروریات الدین درجۂ اول پر ہیں، ان کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے، کیونکہ انسانیت کے مقاصد میں سب سے اعلیٰ وارفع امر’’دین‘‘ ہے۔ اور ضروریات دین میں؛ ایمان، اعتقاد، اسلام کے مسلمہ وقطعی عقائد کے اقرار، نیز فرائض کی ادائیگی اور اطاعت خداوندی کا حکم شامل ہے۔

ضروریات دین سے مراد اور ان کا مفہوم:

ضروریات دین وہ امور ہیں جن کا اسلام کے ساتھ ایسا تعلق ہو جس پر کسی واضح، بدیہی دلیل وثبوت کی حاجت نہ ہو۔ یعنی یہ مشہورِ خاص وعام ہوں بلکہ ان کا داخلِ اسلام وشاملِ اسلام ہونا بدیہی ہو۔ جیسے اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لانے کے بعد اس کی وحدانیت، نبی اکرم ﷺ کی نبوت وختمِ نبوت، مغیبات، جیسے عذابِ قبر، سوال وجواب، حساب وکتاب، جنت وجہنم وغیرہ یہ سب ضروریاتِ دین کو شامل ہیں۔ اور ان کا تعلق ایمان سے، اعتقاد سے ہے، اور ان سے تصدیق کا ترتب ہوتا ہے اور جہاں تک اسلام کا تعلق ہے وہ طاعات وعبادات کے مجموعہ کا نام ہے، اعمال اور احکام ان کو شامل ہیں، چنانچہ یہ بھی ضروریات دین کو اس حال میں شامل ہیں کہ ایمان لانے کے بعد تکمیل اسلام کے لئے ضروری ہیں، بلکہ ایمان لانے کے بعد اعمال واحکام لوازماتِ ایمان ہیں چنانچہ تصدیق ایمان ہے اور عمل اسلام۔ لہٰذا! حکماً اعمال بھی ضروریات دین کو شامل ہے جب کہ عملاً وہ ایمان کی تکمیل کے لئے ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث جبریلؑ پر نظر ڈالی جائے تو اندازہ ہوگا کہ اس میں ما الایمان...... ما الاسلام...... ما الاحسان؛ تینوں کو الگ الگ ذکر کر کے تینوں کی الگ الگ حیثیت کو واضح کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایمان کی تکمیل اعمال سے نہیں، بلکہ ایمان قلب سے ہے اور اعتقاداتِ صحیحہ کو ماننے کا نام ہے، جب اعتقادات کو جان لیا جائے تو اعمالِ صالحہ سے، معروفات کی ادائیگی کرتے ہوئے، نیز منہیات سے احتراز کرتے ہوئے اسلام کی تکمیل کی جائے۔

ایمان تصدیقِ قلبی ہی کا نام ہے اور اقرار باللسان ایمان کی شرط ہے احکام کے اجراء کے لئے، لیکن تارکِ عمل خارج از ایمان یا داخل فی الکفر نہیں، بلکہ فاسق ہے اور اعمال کمالِ ایمان کی شرط ہیں۔ یعنی بعد تصدیق ’’عمل‘‘ ایمان کے اظہار کا ذریعہ ہیں اور یہ بعد ایمان واجب ہونے والے لوازمات ہیں جن سے اسلام کی تکمیل ہوتی ہے۔

ایمان کے سلسلہ میں مذاہب کی تفصیل:

چنانچہ ’’تنظیم الاشتات‘‘ میں ہے: امام احمدؒ کے نزدیک حضور سے جمیع مامورات پر عمل کرنے اور تمام منہیات سے بچنے پر بیعت کرنے کا نام ’’ایمان‘‘ ہے کہ جس نے خلاف شرع کوئی کام کیا اس کا ایمان ناقص ہوگیا، یعنی امام احمدؒ بھی ایمان کی زیادتی ونقص کے قائل ہیں۔

قطان اشعری کے نزدیک اقرار بشرط التصدیق کا نام ایمان ہے۔

خوارج کے نزدیک ایمان ہو ''**التصدیق بالجنان و العمل بالأرکان و الإقرار باللسان**''، چونکہ یہ لوگ عمل کو ایمان کا جزءِ حقیقی مانتے ہیں اس لئے ترکِ عمل ''کفر'' ہے۔

معتزلہ کے نزدیک بھی ایمان اعتقاد و عمل و اقرار مجموعہ امور ثلاثہ سے مرکب ہے، لیکن ترکِ عمل سے حدِ ایمان سے تو خارج ہے لیکن حدِ کفر میں داخل نہیں، بلکہ وہ لوگ منزلۃ بین المنزلتین مانتے ہیں۔

حضرات اہل سنت والجماعۃ امت وسط کا مصداق ہوکر بین بین ہیں کہ اعمال کا تارک فاسق ہے نہ کہ کافر۔ پھر ان میں اختلاف ہے کہ جمہور محدثین و شافعیؒ کے نزدیک ایمان امور ثلاثہ مذکورہ سے مرکب ہے، لیکن تارکِ عمل خارج از ایمان یا داخل فی الکفر نہیں، بلکہ فاسق ہے اور اعمال کمالِ ایمان کی شرط ہے جس کا منکر اہل سنت میں سے کوئی بھی نہیں ہے (تنظیم الاشتات لحل عویصات المشکوٰۃ؛ کتاب الایمان؛ بحث المذاہب فی الایمان، ۱/ ۲۷)۔

ایمان کے سلسلہ میں متکلمین وفقہاء کے مذاہب کی تفصیل:

''تنظیم الاشتات'' میں ہے: علامہ عینی نے بواسطہ حافظ الدین النسفی نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ وشیخ ابوالحسن اشعریؒ (فی اصح الرّوایتین عنہ) وابو منصور ماتریدی وجمہور متکلمین کے نزدیک ایمان تصدیقِ قلبی ہی کا نام ہے اور اقرار باللسان ایمان کی شرط ہے، لاجراء الاحکام الدنیویۃ۔ اور علامہ عینی نے بواسطۂ امام فخر الاسلام مذہب فقہاء یہی نقل کیا کہ ایمان اصل میں تصدیق قلبی کا نام ہے اور اقرار بھی ایمان کا رکن ہے۔ لیکن ''**لیس بأصلّی کا لتصدیق بل رکن زائد۔ و لهٰذا یسقط حالة الإکراه و العجز** ......'' (تنظیم الاشتات لحل عویصات المشکوٰۃ؛ کتاب الایمان؛ بحث المذاہب فی الایمان، جلد۱، ص ۲۷)۔

لہٰذا! ضروریات دین، جیسے وحدانیت، نبوت، غیبی امور کا اقرار ہی ایمان و اعتقاد ہے، دانستہ ان امور میں سے کسی کا انکار کفر ہے، نادانستہ و ناواقفیت کی بناء پر اس کا منکر ''کافر'' کے حکم میں نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا وہ داخل جنت ہے یعنی وہ مومن ہے۔ اب جہل کی بنیاد پر کسی ضروریات دین کا انکار کرتا ہے تو پھر وہ جب تک کہ جان نہ لے معذور ہوگا۔ اس کی ناواقفیت کو عذر تسلیم کیا جائے گا جیسے حالتِ اضطرار میں یا حالت خوف میں جان بچانے کے لئے ''کلمۂ کفر کی ادائیگی کی اجازت فقہاء نے دی ہے، مشہور حدیث ہے؛ قال النبی ﷺ:

''**من قال لا إله إلا الله دخل الجنة** ......'' (الحدیث)۔

یہ بھی مشہور حدیث ہے: ''قال النبی ﷺ: **قولوا لا إله إلا الله تفلحوا** ......'' (الحدیث)۔

اور قیاس کا تقاضا ہے کہ اگر وہ کلمہ گو ہے تو جہالت کی بنا پر کسی ضرورتِ دین کا انکار قلباً نہیں کر رہا ہے، بلکہ واقعی جہالت کا اظہار ہے، کیونکہ کلمہ گو ہونے کی حیثیت سے اس سے یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی ضرورت دین کا انکار کرے گا۔

ایسے شخص کے ساتھ مسلمانوں کا رویہ ایسا ہو کہ اس کو اس کے جاہلانہ انکار کی طرف توجہ دلائی جائے اور اس کی تعلیم دی جائے، اس کے ساتھ کافر جیسا سلوک یا اس پر کفر کے احکام کو جاری کرنا جائز نہ ہوگا۔

وایضاً: قال الحموی: ''أن من تلفظ بلفظ الکفر عن اعتقاد لا شک أنه یکفر؛ و إن لم یعتقد أنها لفظ الکفر إلا أنه أتی به عن اختیار، فیکفر عند عامة العلماء، ولا یعذر بالجهل،وقال بعضهم: لایکفر، والجهل عذر و به یفتیٰ، لأن المفتی مأمور أن یمیل الیٰ القول الذی لا یوجب التکفیر، ولو یکن الجهل عذراً لحکم علیٰ الجهال أنهم کفار، لأنهم لا یعفون ألفاظ الکفر، ولو عرفوا لم یتکلموا، قال بعض الفضلاء: وهو حسن لطیف۔ وروی أن امراة فی زمن محمد بن الحسن قیل لها: إن الله یعذب الیهود و النصاری یوم القیامة، قالت : لا یفعل الله بهم ذلک، فإنهم عباده، فسئل محمد بن الحسن عن ذٰلک، فقال: ما کفرت، فإنها جاهلة، فعلّموها حتیٰ علمت۔......'' (الموسوعۃ الفقہیۃ، المادہ'' جہل'' التلفظ بکلمۃ الکفر مع الجہل)۔

جیسا کہ'' المغنی'' میں ہے:'' (فصل) والإسلام شهادة أن لا إله إلا الله و أن محمداً رسول الله و إقام الصلوات الخمس، و إیتاء الزکاة، وصوم رمضان، و حج البیت، فمن أقر بهٰذا، فهو مسلم و تجری علیه أحکام الاسلام و من أنکر هٰذا أو شیئاً منه کفر؛ لأن الإقرار بالجمیع واجب بالاتفاق ولا یکون مسلماً إلا بذٰلک فمن أنکر ذلک لم یکن مسلماً و من أنکر البعض کان کمن أنکر الجمیع؛ لأنه إذا أنکر البعض کان البعض الآخر کالمعدوم ......'' (المغنی، کتاب المرتد، فصل وجوب استتابہ المرتد، ج۱۰، ص۷۷)۔

نوادرات امام کشمیریؒ میں حضرت علامہ السید انظر شاہ الکشمیریؒ رقم طراز ہیں:

''فرمایا کہ ضروریات وہ امور ہیں، جن کا اسلام سے تعلق بلا دلیل معلوم ہوتا ہو۔ جس کی صورت یہ ہوگی کہ اس امر کا دین سے متعلق ہونا عوام وخواص سب جانتے ہوں۔ بشرط یہ کہ دین کی بنیادی چیزوں کا علم حاصل ہو۔ اگر کسی بدنصیب نے دین کی طرف توجہ نہ کی اور اسے امور دین کا علم نہیں تو یہ اور بات ہے، لیکن عوام جنہوں نے دین کو پڑھا یا سن سنا کر اس پر مطلع ہوگئے کہ یہ امورِ دین سے متعلق ہیں، تو پھر اگر کچھ ایسے بھی مسلمان ہیں جو دین سے بے رغبتی کی بناء پر ان امور کو جانتے نہیں اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ وہ بہر حال'' ضروریاتِ دین'' میں سے ہوں گے اور ان کی وہی تعریف ہوگی جو میں نے کی۔ خدا تعالیٰ کی وحدانیت، نبوت، ختم نبوت اس تفصیل سے کہ ہر قسم کی نبوت و رسالت آپ پر ختم ہوگئی اور اب کوئی نبی و رسول آنے والا نہیں۔ عذابِ قبر، حشر ونشر، جنت وجہنم وغیرہ یہ سب ضروریات کی فہرست میں آتے ہیں۔ کیونکہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ ان کا تعلق براہِ راست دین سے ہے، اگر چہ کہ ان کی تفصیلات غور وفکر پر مبنی ہوں اور ثبوت کے لئے دلائل کی ضرورت

پیش آئے جیسا کہ خدا کا ایک ہونا غور وفکر ودلائل پر مبنی ہے ایسے ہی نبوت اور حشر ونشر وغیرہ بھی۔ تاہم اتنا سب جانتے ہیں کہ یہ دینی امور ہیں۔ یہاں اس غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کے ضروری ہونے کا مطلب زیرِ عمل لانا نہیں ہے۔ یہ اس لئے کہتا ہوں کہ کسی چیز کا مباح یا مستحب ہونا ضروریات میں سے ہے اور اس کی اباحت واستحباب کا انکار کفر ہے، حالانکہ اس پر عمل واجب نہیں۔ جیسا کہ مسواک، کہ اس کا استحباب تواتر سے ثابت ہے، منکر کافر ہوگا، لیکن کوئی عمر بھر مسواک نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ تو ضروری ہونے کا مطلب اس پر عمل ہونا ضروری نہیں، بلکہ صرف اتنا ہے کہ آں حضور ﷺ سے اس کا ثبوت اور اس کا امر دین ہونا معلوم ہو، عذابِ قبر کو لیجئے بتواتر ثابت ہے، لیکن عذاب کس طرح ہوگا اسے معلوم کرنا مشکل ہے مجرد عذاب قبر پر ایمان ضروری، مگر اس کی کیفیت کو جاننا غیر ضروری'' (نوادراتِ امام کشمیریؒ، مرتب؛ حضرت الاستاذ علامہ مولانا انظر شاہ کشمیریؒ؛ ص ۱۰۰، ۱۰۱)۔

اور ''ترجمان السنۃ'' میں مولانا بدر عالم میرٹھیؒ رقم طراز ہیں: ''اصول دین؛ دین کی بنیاد ہوتے ہیں، اگر ظنی ہوں تو بے شک دین کی بنیاد ظنی امور پر قائم ہونا لازم آتا ہے، لیکن فروع پر دین کی بنیاد قائم نہیں ہوتی، بلکہ وہ اصولِ دین کے ماتحت پیدا ہوتے ہیں، اس لئے قطعیت کا مسئلہ صرف اصول کے ساتھ خاص ہے، فروع میں اگر ظنیت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اس کی مثال بالکل قانونی دفعات کی سمجھئے قانون کے الفاظ اپنے اجمال کے ساتھ قطعی ہوتے ہیں اور اس کی ضمنی دفعات و تشریحات بسا اوقات ظنی ہوتی ہیں، اسی لئے ان میں ہر عدالت کو اختلاف کرنے کی گنجائش مل جاتی ہے۔ امام شاطبیؒ نے مقدماتِ کتاب کے پہلے مقدمہ میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے، پس فروعی مسائل کے ظنی ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے نہ ان مسائل کے تسلیم کرنے سے دین کی بنیاد کا ظنی ہونا ثابت ہوتا ہے، یہاں امام شاطبیؒ کی ایک اور تحقیق بھی نہایت قابل قدر ہے......۔

دلائل شرعیہ کی چار قسمیں ہیں (۱) قطعی (۲) ظنی۔ مگر وہ ظنی جو کسی قطعی اصل کے ماتحت ہے، جیسے وہ اخبار آحاد جو قرآن کریم کا بیان واقع ہوئی ہوں مثلاً وضو، غسل، نماز اور حج وغیرہ کی تفصیلات اگر تمام تفصیلات اپنی جگہ ظنی ہوں، مگر چونکہ یہ ایک قطعی نص قرآنی کا بیان ہیں، اس لئے ان کا اعتبار کرنا بھی ضروری ہے'' (ترجمان السنہ ۱/ ۱۸۵)۔

وایضاً: ''حضرت مجاہد وقتادہؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مسلمانوں کو شریعت کے ہر ہر جزء پر التزام طاعت کی دعوت دیتی ہیں خواہ وہ فرائض ہوں یا مستحبات، واجب علی الکفایۃ ہوں یا علی الاعیان۔ اگر اسلام کے فرائض علی الاعیان ہیں تو اعتقادِ فرضیت کے ساتھ ہر ہر شخص پر اس کا ادا کرنا بھی فرض ہوگا اور اگر واجب علی الکفایۃ ہیں تو اس کے وجود کا اعتقاد ضروری ہوگا اور اگر مستحبات ہیں تو اس کے استحباب کا اعتقاد لازم ہوگا۔ غرض یہ کہ جس چیز کا دینِ محمدی میں داخل ہونا بداہۃً معلوم ہو چکا ہے وہ سب ایمانیات میں داخل ہیں۔

اسی لئے علمائے نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ جس چیز کا دین محمدی میں ہونا اتنا روشن ہوجائے کہ محتاج دلیل نہ رہے ان سب کا ماننا ایمان کے لئے ضروری ہے، اسی کو ضروریات دین کہا جاتا ہے، مثلاً فرائض خمسہ زکوٰۃ، حج، روزہ، آنحضرت ﷺ کا خاتم النبیین ہونا، آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہ ہونا، عذابِ قبر، قیامت، قرآن کریم وغیرہ یہ سب وہ چیزیں ہیں جس کے ثبوت میں دلائل کی حاجت نہیں، بلکہ کفار بھی ان چیزوں کا دین میں داخل ہونا جانتے پہچانتے ہیں، اس لئے اس کا انکار اسی طرح کفر ہوگا جیسا کہ توحید یا رسالت کا......'' (ترجمان السنہ ۱/۴۸۱)۔

اسی طرح سے ''رحمۃ اللہ الواسعہ'' میں حضرت الشاہ ولی اللہ الدہلوی علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے لکھا ہے: ''اس کی تفصیل یہ ہے کہ اہل قبلہ یعنی مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ تمام ضروریات دین کو بلا تامل تسلیم کرے، جو شخص ان میں سے کسی بھی بات کو نہیں مانتا یا تاویل کرتا ہے وہ اہل قبلہ میں شامل نہیں ہے، مثلاً کوئی نماز کو بہ ہیئتِ کذائی فرض نہیں مانتا، یا یہ کہتا ہے کہ صلوٰۃ کے معنی دعا کے ہیں، بس دعا کرنا فرض ہے تو وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

اسی طرح عقیدۂ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے، پس جو شخص اس عقیدہ کا قائل نہیں ہے، یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو آخری پیغمبر نہیں مانتا، یعنی آپ کے بعد ہر قسم کی نبوت کے بند ہونے کا قائل نہیں ہے، بلکہ آپ کے بعد بھی نبوت کے جاری رہنے کا قائل ہے یا یہ کہتا ہے کہ ختم کے معنی مہر کرنے کے آتے ہیں اور آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے مہر یعنی اتباع سے آپ کے بعد بھی نیا نبی آسکتا ہے تو ایسا شخص کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

اور ضروریات دین کے معنی ہیں ''دین کی بدیہی باتیں'' یعنی دین اسلام کی وہ موٹی موٹی باتین جن کو دین سے واقف ایک عام مسلمان بھی جانتا ہے جیسے نماز کی ہیئت کذائی، پانچ نمازین، نمازوں کا فرض ہونا، زکوٰۃ، روزے، اور حج کی فرضیت، قرآن کا کتاب اللہ ہونا، رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہونا وغیرہ دین کی بدیہی باتین ہیں، یہ ضروریات دین کہلاتی ہیں'' (رحمۃ اللہ الواسعہ ۱/۱۴۳)۔

۳- ہندوستان اور اس جیسے مما لک میں بسنے والے مسلمانوں کے لئے ''جہل'' عذر شمار ہوگا یا نہیں، ہندوستان اور اس جیسے مما لک کیا دار الحرب کو شمار ہونگے؟

ہندوستان اور اس جیسے مما لک کی حیثیت مسلمانوں کے لئے دار الامن کی ہے۔ چونکہ یہاں مسلم آبادی کو اب تک دستوری حق حاصل ہے، ان کی شہریت کو تسلیم کیا جاتا ہے، ان کو مذہبی آزادی میسر ہے، مسجد وعیدگاہ کو، قبرستانوں کو قائم کرنے کی اجازت ہے، حکومت میں باضابطہ ایک ادارہ ''اوقاف'' کا موجود ہے، نیز مسلمانوں کو نمازِ باجماعت، اذان، جمعہ وعیدین کی ادائیگی میں آزادی ہے، یہی نہیں، بلکہ ان کو اپنے دین کی تبلیغ کی اجازت اور اپنی تہذیب کی ترویج کی اجازت حاصل

ہے، مزید یہ کہ مسلمان یہاں کی سیاست میں اور حکومت میں حصہ دار بھی بن سکتے ہیں اور اگر باضابطہ شعور اور اجتماعی کوششوں سے حکومت میں مؤثر رول بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ان تمام اجازتوں اور سہولتوں کے پیش نظر اپنے ملک ہندوستان یا اس جیسے ممالک کو دارالحرب نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ ''دارالامن'' ہے۔

لیکن حالات و ماحول اور مسلمانوں کی بے حسی اور خود پروری، اسراف، تضیع اوقات، مستقبل کے سلسلہ میں غیر سنجیدگی برقرار رہی تو پھر اس ملک میں ایک طبقہ جو ایک مخصوص آئیڈیالوجی کے قوانین کو لاگو کر کے اس کے دستور کو بدلنا چاہ رہا ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ کامیاب ہوجائے۔ ہندوستان کے سیاسی حالات تشویشناک ہیں، صدر ہند کے آرڈیننس سے طلاقِ ثلاثہ کو ممنوع قرار دے دیا گیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ کئی ایک مسائل پر زور لگایا جارہا ہے۔مخصوص طبقہ بلکہ طبقہ میں مزید طبقات کی شمولیت اور ان کی مکر وفریبیوں، ان کی گہری سازشوں، نیز طویل مدتی منصوبوں اور ان کو تکمیل تک پہونچانے کی لگن اور ادھر مسلمانوں کا آپسی اختلاف، ایک دوسرے سے تنفر، متلون مزاجی، عدمِ اعتمادی کیفیت نیز خود پرستی وشخصیت پرستی کی وبائیں ہوسکتا ہے کہ مستقبل قریب میں اس ملک کا ماحول امن وامان ختم ہوکر حرب وجدال میں تبدیل ہوجائے۔

ہندوستان میں بعض ایسے مقامات ہیں جو بہت کم ہیں جہاں پر قانوناً لوگوں کو، اقلیتوں کو مذہبی آزادی دی گئی ہے، مگر عملاً ان کو اس سلسلہ میں رکاوٹ ہے، یہ مخصوص مقامات کی بات ہے جن کی بناء پر عموم پر حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے، بلکہ اس مخصوص قطعہ کو اس حکم سے الگ کر کے وہاں ''جہل'' کو عذرِ شرعی تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

ایک ہی ملک میں موجود بعض مقامات کو دارالامن اور بعض کو دارالحرب قرار دیا جاسکتا ہے، کیونکہ یہ ممالک کی جغرافیائی تقسیم شرعاً نہیں بلکہ انسان قانون کے مطابق ہوئی ہے، شرعاً اس کا جواز ہے کہ ایک ملک کے بعض حصوں کو حالات کی بناء پر دارالحرب تسلیم کیا جائے تاکہ مسائل اور مسلمانوں کی بود وباش میں آسانی اور سہولت ہو۔

لیکن فی الوقت جو حالت ملک کی ہے اس بناء پر یہ دارالامن ہے، یہاں پر دارالامن کے احکام جاری ہونگے۔

دارالامن کی حیثیت میں ہندوستان میں احکامِ شرعیہ میں ''جہل'' کو عذر نہیں مانا جائے گا:

دارالامن کا مطلب وہ مسائل واحکام میں اور حیثیت میں ''دارالاسلام'' سے قریب ہے جب کہ دارالحرب سے بعید۔ کیونکہ دارالامن میں مسلمانوں کو معاہدہ کی بنیاد پر یا پھر ان کی حیثیت یا دبدبہ کی بنیاد پر وہ تمام حقوق مل جاتے ہیں جو حزب مخالف یا اکثریت کو ملتے ہیں۔ دین کی آزادی، اعمال شرعیہ کی ادائیگی میں آزادی، دین کی تبلیغ واشاعت میں آزادی، رہن سہن وتہذیب کی آزادی، بود وباش میں کوئی رکاوٹ نہیں، بلکہ آزادانہ ماحول، تعلیم وتربیت کے مواقع، حکومت وسیاست میں شراکت داری، تجارت واقتصادیات میں حصہ داری، نیز تمام امور میں مسلمانوں کو دارالامن میں آزادی ملی ہوئی ہے، لہٰذا یہ دارالاسلام سے قریب ہوا نہ کہ یہ دارالحرب جہاں سے ایک مسلمان کے لئے جنگ کا سا ماحول ہو، کسی امر میں آزادی نہ ہو،

بلکہ ان کے لئے حکم شرعی ہے کہ وہ جلد از جلد دار الحرب سے ہجرت کر جائیں، لہٰذا یہ دار الامن سے بعید تر ہوا۔

چنانچہ دار الامن میں احکام شرعیہ میں عموماً جہل کو عذر نہیں مانا جائے گا۔ عام حالات میں ناواقفیت کو، جہل کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ بالخصوص عملی احکام کے سلسلہ میں ناواقفیت کا، جہل کا فی زمانہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ ہندوستان جیسے ملک میں جواب مسلمانوں کے لئے دار الامن ہے؛ تعلیم وتربیت کا ماحول عام ہو چکا ہے۔ اب یہ شکایت نہ ہوگی کہ کوئی حصہ یا کوئی چپہ ایسا ہے جہاں پر تعلیم وتعلم میں دشواری ہے اور احکام شرع خصوصاً عملی احکام میں جہالتِ عامہ ہے۔ ہاں البتہ ہندوستان کے بعض علاقوں میں interior علاقوں میں جہالت عام ہے، تعلیم وتعلم کا کوئی انتظام نہیں نیز ہنگامی حالات میں کچھ مخصوص علاقوں میں عملی احکام شرعیہ کی تعمیل میں دشواری پیش آتی ہے، اس عدم تعمیل کو البتہ شرعی عذر ان علاقوں کے لئے مانا جائے گا۔ جیسے کرفیو یا فسادات کی وجہ سے نمازِ جمعہ کی عدم ادائیگی، حکومت کا بعض حساس ومخصوص علاقوں میں سکیوریٹی کے نام سے لوگوں کو جمعہ کی ادائیگی سے روک دینا، دینی و مذہبی شعائر پر بعض مقامات پر پابندی چنانچہ ان سب صورتوں میں ''عدم تعمیل'' کو عذر شرعی تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ یہاں اس کا موقع نہیں ہے، یہ موضوع سے اعراض ہے، مگر تجربہ ومشاہدہ کی بنیاد پر ہندوستان یا ہندوستان جیسے ممالک میں احکام شرعیہ میں جہل کو عذر تسلیم نہیں کیا جا سکتا ہے۔

یعنی عدم تعمیل بالجہل کا جواز نہیں ہے، البتہ عدم تعمیل بالجبر کا جواز موجود ہے، بالجبر عدم تعمیل کو عذر شرعی مانا جائے گا۔

آج ذرائع ابلاغ، الیکٹرانک میڈیا، کمیونی کیشن ریسورسیز (Communication Reasorses)، تعلیم و تعلم کے جدید ذرائع جیسے کمپیوٹر، سی ڈی، ڈی وی ڈی، بلکہ آن لائن تعلیم، نیز سوشل میڈیا کے ذریعہ سے تعلیم جیسی سہولیات کی موجودگی میں اب ملک کے کسی بھی حصہ میں جہالت کا باقی رہنا مشکل بلکہ محال ہو گیا ہے۔ مواقع ہیں، سہولیتیں ہیں لہٰذا جہل کا ناواقفیت کا عذر خصوصاً عملی احکام میں جائز نہیں ہے۔

لیکن بعض خصوصی حالتوں میں اگر سیاسی یا حکومت کی جانب سے ملک کے کسی علاقہ پر پابندی عائد کر دی جائے، اور وہاں مذہبی آزادی، دین کی تبلیغ کی آزادی نیز عملی احکام پر پابندی عائد کر دی جائے اور مسلمان مجبور ومعذور ہو تو ایسی صورت میں صرف اس علاقہ کو'' دار الحرب'' تصور کیا جائے گا اور یہاں احکام شرعیہ میں'' جہل'' کو شرعی عذر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

جیسے ایک نیا مسئلہ طلاق ثلاثہ کے سلسلہ میں حکومت نے آرڈیننس سے ممنوع قرار دیا ہے، یہ جبراً کیا گیا ہے چنانچہ جبر کی صورت میں ہندوستانی مسلمانوں کے لئے یہ حکم عذر شرعی شمار ہوگا۔

چنانچہ ہندوستان کو اس جیسے مسائل سے کلی طور پر دار الحرب نہیں کہا جا سکتا، بلکہ جزوی طور پر دار الحرب کا حکم لگایا جا سکتا ہے کہ بعض مسائل میں یہ دار الحرب کے مماثل ہے اور وہ بھی ان علاقوں کے لئے جہاں جبر وتنگی کی جا رہی ہو، ویسے

مجموعی طور پر یہ دارالامن ہے۔

چنانچہ علامہ سرخسیؒ نے لکھا ہے:"**إذا أظهروا أحكام الشرک فيها فقد صارت دارهم دار حرب، لأن البقعة إنما تنسب إلينا أو إليهم باعتبار القوة و الغلبة، فكل موضع ظهر فيها حكم الشرک فالقوة فی ذٰلک الموضع للمشركين فكانت دارحرب، و كل موضع كان الظاهر فيه حكم الإسلام فالقوة فيه للمسلين**"(المبسوط للسرخسی ۱۰؍۱۱۴)۔

(اگر دارالاسلام کے کسی علاقہ میں احکامِ شرک کو علی الاعلان نافذ کردیں، تو ان کا دار، دارالحرب ہوگا۔ اس لئے کہ کوئی بھی علاقہ ہماری یا ان کی جانب، قوت اور غلبہ ہی کی بنیاد پر منسوب ہوتا ہے، جس جگہ احکامِ شرک نافذ ہوجائیں تو اس کے معنٰی یہ ہیں کہ اس جگہ مشرکین کو اقتدار اور قوت حاصل ہے، اس لحاظ سے وہ دارالحرب ہے۔ اس کے برعکس جس جگہ حکمِ اسلام ظاہر اور غالب ہو تو وہاں گویا مسلمانوں کو اقتدار حاصل ہے) یہ رائے امام ابویوسفؒ وامام محمدؒ کی ہے۔

جیسا کہ" الموسوعۃ الفقہیۃ" میں ہے:"**وقال المالكية، والحنابلة و صاحبا أبی حنيفة ـ" أبو يوسف و محمد: تصير دارالإسلام دار كفر بظهور أحكام الكفر فيها، و ذهب أبو حنيفة إلیٰ أنه لا تصير دار كفر إلا بثلاث شرائط؛ أظهور أحكام الكفر فيها، ب- أن تكون متاخمة لدار الكفر، ج- أن لا يبقى فيها مسلم، ولا ذمی آمناً بالأمان الولی، وهو أمان المسلمين**" (الموسوعۃ الفقہیۃ:المادۃ: دارالاسلام")۔

عام جہل کو ختم کرنے اور عملی احکام میں جہل کو روکنے نیز تعلیمی، دینی بیداری وشعور کو جگانے کی غرض سے مسلم اداروں اور تنظیموں کو بھی چاہیئے کہ وہ حکومت کی جانب سے ملی ہوئی اس سہولت سے فائدہ اٹھا کر جدید ٹکنالوجی سے استفادہ کرتے ہوئے تعلیم کو عام کرنے اور ملک کے کونے کونے میں پہونچانے کی کوشش کریں۔

مزید یہ کہ تحفظ شریعتِ اسلامی کے لئے بھی" علم" کو عام کرنے اور جہل کو دور کرنے کی ضرورت ہے، خصوصاً اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد اس جہل کا شکار ہیں یا تجاہل عارفانہ برت رہے ہیں، انہیں سمجھانے کی ضرورت ہے کہ حالات کس رخ پر جارہے ہیں اور مستقبل میں کیا رخ اختیار کرنے والے ہیں، اور ہم ہی کہ اپنے ہی مسائل واحکام سے ناواقف ہیں، موضوع سے ہٹ کر بات ہے، مگر جس جہل کی اس مقالہ میں یا سمینار میں بات ہوگی وہ اصول گفتگو ہے اور یہ افراد وامم کے معاملہ میں پیش آنے والا عام مسئلہ ہے مگر وہ جہل جو آج پڑھا لکھا طبقہ شریعتِ اسلامی، قانون اسلامی، نیز احکامات کے تعلق سے اختیار کررہا ہے اور ملکی وعالمی حالات سے دب کر خود اپنی بنیاد کو اپنے جہل کی بنا پر کمزور کررہا ہے، اس کی اصلاح کے لئے کام کرنے کی ضرورت ہے جو اداروں اور تنظیموں کا کام ہے۔ طلاق، خلع، وراثت، حرمت مصاہرت، وغیرہ جیسے کئی مسائل ہیں جن میں خود اپنوں میں تعلیم یافتہ افراد کو اشکال ہے، بلکہ ان مسائل کے تئیں اپنے جہل کو انکار اور اختلاف کی چادر میں چھپادینے کی

کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ ہماری یہ اجتماعی فریضہ ہے کہ اس طبقہ میں افہام وتفہیم کی کوشش کی جائے یہ صرف علماء کا کام نہیں بلکہ ہر دانش وبینش فرد کا کام ہے۔

۴-مس بالشہوۃ اور نظر بالشہوۃ سے حرمتِ مصاہرت کے ثبوت میں ''جہل'' کا حکم:

مس بالشہوۃ اور نظر بالشہوۃ سے حرمتِ مصاہرت کے ثبوت:

مقاصد شریعت میں حفظ النسل بھی ایک مقصد ومصلحت ہے، لہٰذا شریعت نے اس سلسلہ میں بڑی احتیاط برتی ہے، چنانچہ اسی بناء پر زنا کو حرام قرار دیا، بلکہ حلال عورت سے جماع یا وطی کے بعد اس کے احکام کو مرتب کرتے ہوئے شریعت نے حرمت مصاہرت کے مسائل کو بیان کیا تا کہ نسل کی حفاظت ہو سکے، عصمت وآبرو کا تحفظ ہو سکے۔ اسی لئے فقہاء نے مس بالشہوۃ ونظر بالشہوۃ، بلکہ جماع کے ساتھ ساتھ دواعی جماع اور مفضی الی الجماع ذرائع پر بھی احکام مرتب کئے، تا کہ مزید احتیاط ہو سکے۔

مس بالشہوۃ اور نظر بالشہوۃ سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے، کیونکہ یہ ''مفضی الی الجماع'' یا مفضی الی الزنیٰ'' ہوتے ہیں۔ چونکہ جو حکم امور کا ہوتا ہے وہی حکم ذرائع ودواعی کا بھی ہوتا ہے، چنانچہ جماع سے حرمت ثابت ہوجاتی ہے تو اسی طرح مفضی الی الجماع یعنی ''مس بالشہوۃ'' اور ''نظر بالشہوۃ'' سے بھی حرمت ثابت ہوجاتی ہے۔

اور ''فتح القدیر'' میں ہے: ''**وقد روی فی الغایة السمعانیة حدیث أم ھانی عنه ﷺ أنه قال من نظر إلیٰ فرج لم تحل له أمھا و بنتھا.....**'' (فتح القدیر ۱۳۱/۳)۔

وایضاً: ''**وعن ابن عمر** رضی اللہ عنہ **قال: إذا جامع الرجل امراۃ أو قبلھا أو مسھا بشھوۃ أو نظر إلیٰ فرجھا بشھوۃ حرمت علیٰ أبیه و ابنه وحرمت علیه أمھا و ابنتھا**'' (فتح القدیر ۱۳۱/۳)۔

(یعنی؛ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مرد جس عورت سے جماع کرے یا اس کا بوسہ لے یا شہوت کے ساتھ چھوئے یا شہوت کے ساتھ اس کی شرم گاہ کو دیکھے وہ خاتون اس مرد کے باپ اور بیٹے پر حرام ہوجائے گی اور خود اس عورت کی ماں، بیٹی اس مرد پر حرام ہوجائیں گی)۔

اس سلسلہ میں فقہاء حنابلہ کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے:

'' ومن نظر إلیٰ فرج امراۃ بشھوۃ فھو کلمسھا بشھوۃ، فیه أیضاً روایتان(احداھما) ینشر الحرمة فی الموضع الذی ینشرھا اللمس، روی عن عمرو بن عمرو عامر بن ربیعة و کان بدویا و عبدالله ابن عمرو فیمن یشتری الخادم ثم یجردھا أو قبلھا لا یحل لإبنه وطؤھا، و ھو قول القاسم و الحسن و مجاھد و مکحول و حماد بن أبی سلیمان و أبی حنیفة لما روی عبدالله بن

مسعود عن النبی ﷺ أنه قال: " من نظر إلیٰ فرج امراۃ لم تحل له أمها و ابنتها " و فی لفظ " لا ینظر الله إلیٰ رجل نظر إلیٰ فرج امرأۃ و ابنتها" الخ......(المغنی لابن قدامہ ۷/۴۸۷)۔

وایضاً:"**فإن نظرت المرأۃ إلیٰ فرج رجل بشهوۃ، فحکمه فی التحریم حکم نظره إلیها نص علیه أحمد؛ لأنه معنی یوجب التحریم فاستوی فیه الرجل و المرأۃ کالجماع، و کذٰلک ینبغی أن یکون حکم لمسها له و قبلتها إیاه لشهوۃ لما ذکرنا**"(المغنی،ج۷/۴۸۸)۔

لیکن خصوصاً حرمت مصاہرت کے سلسلہ میں عام تو عام خواص کو بھی مسائل کی جانکاری نہیں ہوتی اور مستزاد یہ کہ معاشرہ وسماج میں بھی ایسی احتیاط نہیں پائی جاتی ،لہٰذا اس مسئلہ میں جہل کے ہونے ،عموماً ان مسائل میں ناواقف ہونے کا اوسط زیادہ ہے،اسی طور سے ان مسائل میں جہل کو شرعی عذر تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

لیکن اس میں فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ: البتہ اگر مساس اور دوسرے دواعی جماع کی وجہ سے انزال ہو گیا تو اب حرمت ثابت نہیں ہوگی، کیونکہ ان دواعی کے باعث جماع ہونے کا اب احتمال باقی نہ رہا۔

اور" حاشیۂ فتح القدیر" میں ہے:" **المس بشهوۃ لایوجب الحرمة بالانزال هو أن الحرمة عند ابتداء المس بشهوۃ**......الخ"(فتح القدیر ۳/۱۳۱،قاموس الفقہ:۵/۲۳۰)۔

اور" فتاوی ہندیہ" میں ہے: "**ثم المس إنما یوجب حرمة المصاهرۃ إذا لم یکن بینهما ثوبٌ ، أما إذا بینهما ثوب، فإن کان صفیقاً لا یجد الماس حرارۃ الممسوس لا تثبت حرمة المصاهرۃ، و إن انتشرت آلته بذٰلک ، وإن کان رقیقاً بحیث اتصال حرارۃ الممسوس إلیٰ یده تثبت**....."(الفتاویٰ الہندیۃ ۱/۲۷۵)۔

۵-طلاق کے سلسلہ میں ناواقفیت کیا شرعی عذر بن سکتی ہے؟

عام طور سے طلاق کے مسائل کے سلسلہ میں عوام، بلکہ غیر علماء جہالت کا شکار ہیں۔طلاق کے طریقے،اس کے احکام اوراس کے وقوع کے سلسلہ میں لاعلمی کا شکار ہیں، اورشریعت کے ایسے ابواب کے مسائل واحکام کے عوام کو واقف کرانے کے سلسلہ میں کوئی منظم اور مربوط کوشش کا بھی نظم نہیں ہے تو ایسی صورت میں سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی ایک طلاق دینے کی نیت رکھتا ہو،مگر ناواقفیت کی بناء پر سمجھتا ہو کہ تین مرتبہ طلاق کا لفظ کہنے ہی سے طلاق واقع ہوتی ہے چاہے وہ ایک ہی کیوں نہ ہو۔

عدد کی صراحت سے دی جانیوالی تین طلاق سے تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔اسی طرح تکرارِ لفظ طلاق یا تکرار جملہ طلاق سے بھی تین ہی طلاقیں واقع ہوجائیں گی،لیکن عموماً اس طلاق میں مرد اگر اقرار کرتا ہے کہ میرا ارادہ تین ہی طلاق

دینے کا تھا تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی ،لیکن اگر مرد کہتا ہے میں میرا مقصد ایک ہی طلاق دینے کا تھا، دوسری اور تیسری میں نے تاکیداً کہا تو بعض فقہاء کے نزدیک اس کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور احناف کے یہاں قول دیانت (یعنی مرد کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا) اور قول قضاء (یعنی نیت کچھ بھی ہو تکرار لفظ طلاق وتکرار جملہ طلاق سے تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی) کا فرق ہے۔ ان دونوں نقاطِ نظر میں قول قضاء زیادہ درست ہے۔ مگر ایسے حالات میں جہاں ان مسائل کے سلسلہ میں جبر واکراہ، زور زبردستی، نیز ''جہل'' عام ہو اور اکثر جہالت کی وجہ سے ایسے واقعات پیش آتے ہوں تو ایسی صورت میں ''قولِ دیانت'' پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

چنانچہ کوئی تکرار لفظ سے یعنی الگ الگ تین الفاظ (طلاق طلاق طلاق) کہہ کر ایک طلاق دیتا ہے یا پھر عدد کی تحدید کے ساتھ یعنی ''تجھ پر تین طلاق'' کہہ کر طلاق دیتا ہے تو ایسی صورت میں عدد کی تحدید کے ساتھ دی جانے والی طلاق تین ہی شمار ہونگی چہ جائیکہ وہ ناواقفیت ہی کی بنیاد پر کیوں نہ دی جائیں۔

لیکن تکرار لفظ سے دی جانے والی طلاق ،یعنی طلاق طلاق طلاق کہہ کر دی جانے والی طلاق میں اس کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا اور یہ دیکھا جائے گا کہ وہ نیت کے اظہار کے سلسلہ میں دیانت سے کام لے رہا ہے، اگر اس کی نیت ایک ہی طلاق کی تھی تو پھر وہ ایک ہی شمار ہوگی۔ لیکن اگر اس کی نیت تین ہی تھی تو تین طلاق واقع ہونگیں۔

نیز تین طلاقوں کی قانونی ممانعت کے سلسلہ میں حکومتی آرڈیننس کے پیش نظر اس مسئلہ میں ''جبر وظلم'' کی بناء پر مسلمانوں کو اس سے اعراض کرنے کی گنجائش ہوگی، مگر وہ قانوناً جدوجہد جاری رکھیں اور اپنے تدبر وحکمت سے اس مسئلہ کا حل نکالیں۔

اور ''سنن ابی داؤد'' میں ہے: **"عن سهل بن سعد فى هٰذا الحديث قال: فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله ﷺ فأنفذه رسول الله ......"** (سنن أبي داود: ج ۱ ص ۳۰۶، رقم: ۲۲۵۰)۔

عن انسؓ قال: **"سمعت معاذ بن جبلؓ يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول: يا معاذ من طلق لبدعة واحدة أو اثنتين أو ثلاثا ألزمناه بدعته......"** (سنن الدار القطني ۴/ ۳۰، رقم: ۳۹۷۵)۔

ہاں ایسا شخص جس کو معلوم ہی نہیں کہ لفظ طلاق کیا ہے، نکاح کیا ہے، عمومی جاہل ہے اور وہ اگر ناواقفیت کی بناء پر ان الفاظ کو دہرا دے تو اس کی نیت پوچھی جائے گی اور اس کی نیت کے اعتبار سے حکم جاری ہوگا۔

جیسا کہ ''الموسوعۃ الفقہیۃ'' میں ہے: **"لايقع طلاق من يجهل معنى اللفظ الدّال علىٰ الطلاق۔ قال في المغني: إن قال الأعجمي لامرأته: أنت طالق ولا يفهم معناه لم تطلق ، لأنه ليس بمختار للطلاق فلم يقع طلاقه كالمكره......"** (الموسوعۃ الفقہیۃ؛ المادۃ ''جہل''، طلاق من جہل معنی الطلاق)۔

نیز"الموسوعۃ الفقہیۃ" میں یہ بھی ہے:"إذا نطق الأعجمی بکلمة کفر، أو إیمان أو طلاق أو إعتاق أو بیع أو شراء أو نحوہ، ولا یعرف معناہ لا یؤاخذ بشیء منه ، لأنه لم یلتزم بمقتضاہ، ولم یقصد إلیه......الخ ...... ولو نطق العربی بکلمات عربیة لکنّه لا یعرف معانیها فی الشرع، مثل قوله لزوجته: أنت طالق للسنة أو البدعة، وهو جاهل بمعنی اللفظ، أو نطق بلفظ الخلع أو النکاح، ففی قواعد للشیخ عزّ الدین بن عبدالسلام أنه لا یؤاخذ بشئی، إذ لا شعور له بمدلوله حتیٰ یقصدہ باللفظ، قال: وکثیرا ما یخالع الجهال من الذین لا یعرفون مدلول لفظ الخلع و یحکمون بصحته للجهل بهٰذہ القاعدة" (الموسوعۃ الفقہیۃ؛المادہ"جہل"،الجہل بمعنی اللفظ مسقط للحکم)۔

۶-جہل کے عذر ہونے سے متعلق فقہی مسالک کے موقف اور رجحان کی توضیح

ا۔دارالحرب میں قبول اسلام کرنے والے کے احکام واعمال سے ناواقفیت کا حکم:

دارالحرب میں اسلام قبول کرنے والے کے لئے جب تک کہ وہ دارالاسلام نہ آجائے اس کا جہل اعمال واحکام کے تئیں عذر شرعی رہے گا۔ کیونکہ عمل کے شرط اس عمل کا علم ہے، جب تک کہ اس کو معلوم نہ ہو کہ کیا شئی ہے جو اس پر واجب ہوئی ہو یا اس کو یہ تک علم نہیں کہ اس کے ایمان لانے سے کچھ چیزیں اس پر واجب ہوتی ہیں تو پھر وہ کیسے عمل کر سکے گا،لہٰذا وہ احکام واعمال کے وجوب کے سلسلہ میں ناواقف ہے تو اس کی یہ ناواقفیت اس کے لئے عذر شرعی معتبر ہوگی۔

حذیفۃ بن الیمانؓ کی روایت کے مطابق ایک زمانہ یہ بھی آنے والا ہے جس میں لوگوں کو اعمال کے سلسلہ میں کوئی علم نہ ہوگا،محض کلمہ پر ان کا ایمان ہوگا اور پھر اس وقت جو بڑے بوڑھے ہونگے وہ کہا کریں گے کہ ہم نے اپنے آباء کو اس کلمہ پر پایا،لہٰذا ہم بھی اس پر ہیں،لیکن اس روایت میں جو اہم بات ہے وہ یہ کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا؛ کہ کلمہ نے انہیں جہنم سے نجات دلائی۔

اور"سنن ابن ماجۃ" میں ہے:"عن حذیفة بن الیمان، قال: قال رسول الله ﷺ : یُدرسُ الاسلام کما یدرس و شی الثوب حتیٰ لا یُدری ما صیام و لا صلاة ولا نسک ولا صدقة ولَیُسری علیٰ کتاب الله عزو جل فی لیلة، فلا یبقی فک الأرض منه آیة، وتبقی طوائف من الناس، الشیخ الکبیر ، والعجوز یقولون : أدرکنا آباء نا علیٰ هٰذہ الکلمة: لا اِلٰه الّا الله ، فنحن نقولها فقال له صلة: ما تغنی عنهم لا اِلٰه الّا الله ، وهم لا یدرون ما صلاة و لا صیام ولا نسک ولا صدقة؟ فأعرض عنه حذیفةُ ثم ردها علیه ثلاثاً، کل ذٰلک یُعرض عنه حذیفة ، أقبل علیه فی الثالثة، فقال : یا صِلَةُ ! تُنجِیهم من النّار؛ ثلاثاً[الصحیحة] ......" (سنن ابن ماجۃ؛کتاب الفتن؛باب أشراط الساعۃ،رقم ۴۰۴۹)۔

چنانچہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے ایمان لایا اور کلمہ پر قائم رہا، لیکن ناواقفیت کی وجہ سے یا اپنے جہل کی بناء پر اعمال نہ ادا کرسکا، احکام بجانہ لاسکا تو پھر جب تک وہ اعمال واحکام کے بارے میں جان نہ جائے، اس کی ناواقفیت عذر شرعی میں شمار ہوگی اور اعمال واحکام کے وجوب کا علم ہونے پر (ناواقفیت کے زمانے کے) احکام واعمال کی قضاء لازم نہ ہوگی۔

چنانچہ "الموسوعۃ الفقہیۃ" میں ہے: "و من الجهل الذى يصلح عذراً، الجهل بالشرائع فى دار الحرب يكون عذراً من مسلم أسلم فيها و لم يهاجر، حتىٰ لو مكث فيها ولم يعلم أن عليه الصلاة و الزكاة و غيرها ولم يؤدّها لا يلزمه قضاؤها خلافاً لزفر لخفاء الدليل فى حقه، وهو الخطاب لعدم بلوغه إليه حقيقة بالسماع و تقديراً بالشهرة، فيصير جهله بالخطاب عذراً بخلاف الذمیّ إذا أسلم فى دارالاسلام لشيوع الأحكام والتمكّن من السّؤال" (الموسوعۃ الفقہیۃ؛المادہ "جہل"، أقسام الجہل)۔

نیز جیسا کہ سوال نامے ہی میں علامہ سیوطیؒ کی عبارت مرقوم ہے؛ دیکھئے: "الموسوعہ الفقہیۃ": "قال السيوطیؒ: كل من جهل تحريم شئى مما يشترک فيه غالب الناس، لم يقبل منه دعوىٰ الجهل، إلا أن يكون قريب عهد بالاسلام، أو نشاء ببادية بعيدة يخفى فيها مثل ذٰلک، كتحريم الزنىٰ، والقتل، والسرقة، والخمر، ولكلام فى الصلاة، و الأكل فى الصوم......" (الموسوعۃ الفقہیۃ، المادہ "جہل"، ثانیاً؛ الجہل الذی یصلح عذراً)۔

اور "صحیح المسلم: وعن أبی ہریرةؓ" میں ہے: "أنّ رسول الله ﷺ قال: قال رجل: لم يعمل حسنة قط لأهله إذا مات فحرقوه، ثم اذروا نصفه فى البر و نصفه فى البحر فوالله لئن قدر الله عليه ليُعذِّبنَّه عذابا لا يُعَذِّبُهُ أحداً من العالمين فلما مات الرجل فعلوا ما أمرهم فامر الله البر فجمع ما فيه و أمر البحر فجمع ما فيه، ثم قال: لِمَ فَعَلتَ هٰذا؟ قال: مِن خشيتک يا رب و أنت أعلم فغفر الله له....." (صحیح المسلم؛ کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وأنہا سبقت غضبہُ؛ رقم ۲۷۵۶)۔

"سنن ابن ماجۃ" میں ہے: "عن حذيفة بن اليمان، قال: قال رسول الله ﷺ: يُندرسُ الاسلام كما يندرس و شى الثوب حتىٰ لا يُدرى ما صيام و لا صلاة ولا نسک ولا صدقة ولَيُسرى علىٰ كتاب الله عزو جل فى ليلة فلا يبقى فک الأرض منه آية، وتبقى طوائف من الناس، الشيخ الكبير، والعجوز يقولون: أدركنا آباء نا علىٰ هٰذه الكلمة: لا اِلٰه الّا الله، فنحن نقولها فقال له صلة: ما تغنى عنهم لا اِلٰه الّا الله، وهم لا يدرون ما صلاة و لا صيام ولا نسک ولا صدقة؟ فأعرض عنه حذيفةُ ثم ردها عليه ثلاثاً، كل ذٰلک يُعرض عنه حذيفة، أقبل عليه فى الثالثة، فقال: يا صِلَةُ! تُنجيهم من النّار؛ ثلاثاً[الصحيحة] ...... (سنن ابن ماجۃ؛ کتاب الفتن؛ باب أشراط الساعۃ، رقم ۴۰۴۹)۔

اسی طرح اگر کوئی دار الحرب میں ہے یا ایسے ملک میں جہاں اسلامی تعلیمات کی اشاعت عام نہ ہو؛ اور وہ شراب کی حرمت کو نہ جانتا ہو تو اس کی یہ ناواقفیت عند الشرع عذر میں شمار ہوگی۔

اسی طرح کوئی دار الحرب یا ایسے ملک میں ہے جہاں اسلامی تعلیم عام نہ ہو یا نیا نیا مسلمان ہو تو اگر وہ ناواقفیت کی بنیاد پر نماز میں کلام کر لیتا ہو تو یہ بھی عذر شرعی شمار ہوگا۔

نیز کوئی دار الحرب میں ہو اور یا ایسے ملک میں جہاں تعلیم اسلام عام نہ ہو اور وہ ناواقفیت کی بناء پر روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا ہو تو یہاں بھی اس کی ناواقفیت عذر شرعی میں شمار ہوگی۔

اسی طرح فرائض کی ادائیگی، اعمال واجبہ کی ادائیگی اگر کوئی ناواقفیت کی بناء پر نہ کر سکے تو اس کی ناواقفیت عذر شرعی شمار ہوگی۔

"**قال السيوطیؒ : کل من جهل تحريم شئی مما يشترک فيه غالب الناس لم يقبل منه دعویٰ الجهل إلّا أن يکون قريب عهد بالاسلام، أو نشأ ببادية بعيدة يخفی فيها مثل ذٰلک، کتحريم الزنی، و القتل، و السرقة و الخمر، والکلام فی الصلاة و الأکل فی الصوم.....**" (الموسوعۃ الفقہیۃ؛ المادۃ ''جہل'')۔

وایضاً: "**السادس: جهل لزمه ضرورة بعذر وهو أيضاً عذر يسقط به الحد، کجهل المسلم فی دار الحرب أحکام الإسلام، فلا يحد بالشرب.....**" (الموسوعۃ الفقہیۃ؛ المادۃ: جہل)۔

۲-کسی عجمی شخص کا شرعی اصطلاحی الفاظ کے معنی سے ناواقفیت کا حکم:

کسی عجمی شخص سے عربی زبان میں طلاق، عتاق، یمین وغیرہ کے الفاظ کہلائے گئے جن کا معنی وہ نہیں جانتا تو اس کا شرعاً اعتبار ہوگا یا نہیں:

چنانچہ کوئی عجمی ناواقفیت کی بناء پر شرعی اصطلاحات کے الفاظ کو کہہ دے یا اس سے کوئی کہلوائے تو اس سلسلہ میں اس کی معنی کے تئیں ''ناواقفیت'' کا شرعاً اعتبار ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی عربی ایسی غیر عربی عبارت پڑھ دے جس کے معنی وہ نہیں جانتا تو اس سلسلہ میں اس کی ناواقفیت بھی عند الشرع عذر شمار ہوگی۔

اسی طرح اگر کوئی طلاق، عتاق اور یمین، جیسے عربی الفاظ کو کہہ دے یا ان کے معنی نہ جانتا ہو ان کو استعمال کر بیٹھے تو اس کی اس ناواقفیت کو شرعی عذر شمار کیا جائے گا، جیسے کہ کوئی عجمی شخص عربی نہ جانتا ہو اور عربی الفاظ وعبارتوں کے معنی ومطالب نہ جانتا ہو اپنی بیوی سے کہہ دے '' **أنت طالق للسنة أو للبدعة** '' جبکہ وہ جاہل ہو اور ان کہے ہوئے الفاظ کے معنی نہ جانتا ہو یا خلع کے معنی نہ جانتا ہو یا نکاح کے معنی سے ناواقف ہو پھر بھی ان کو استعمال کر دے تو ایسی صورت میں اس کا ''جہل'' یا

اس کی ''ناواقفیت'' عذر شرعی شمار ہوگی۔ کیونکہ وہ وہ نہیں جانتا جس کو وہ کہہ رہا ہے، لہٰذا یہ الفاظ اس کے لئے مہمل سے ہیں، ان کے بلامفہوم معنیٰ کہہ دینے سے کوئی حکم لاحق نہیں ہوتا۔

اور ''الموسوعۃ الفقہیۃ'' ہے: ''**إذا نطق الأعجميّ بكلمة كفر، أو أيمان أو طلاق أو اِعتاق أو بيع أو شراء أو نحوه، ولا يعرف معناه لا يؤاخذ بشئى منه ، لأنه لم يلتزم بقتجاه، ولم يقصد إليه۔ وكذٰلك إذا نطق العربى بما يدل على هٰذه العبارة بلفظ أعجمى لا يعرف معناه، فإنه لا يؤاخذ۔ .... ولو نطق العربى بكلمات عربية لكنه لا يعرف معانيها فى الشرع، مثل قوله لزوجته؛ أنت طالق للسنة أو للبدعة، وهو جاهل بمعنى اللفظ، أو نطق بلفظ الخلع أو النكاح، ففى القوعد للشيك عزّ الدين بن عبد السلام أنه لا يؤاخذ بشئى، إذ لا شعور له بمدلوله حتىٰ يقصده باللفظ، قال: وكثيراً ما يخالع الجهال من الذين لا يعرفون مدلول لفظ الخلع و يحكمون بصحته للجهل بهٰذه القاعدة .....**'' (الموسوعۃ الفقہیۃ: المادہ؛ جہل، الجہل بمعنی اللفظ مسقط لحکمہ)۔

۳- دانستہ جھوٹی گواہی سے قتل پر گواہوں سے قصاص لینے کا حکم:

صورت مسئلہ کہ دو آدمیوں نے ایک شخص کے سلسلہ میں جھوٹی گواہی دی جس کی بناء پر حاکم یا قاضی نے اس کو قتل کی سزا دی، اب یہ دونوں حاکم کے پاس اور کہا کہ ہم نے جھوٹی گواہی دی تھی، لیکن ہمیں معلوم نہیں تھا کہ ہماری گواہی کی بناء پر وہ قتل کر دیا جائے گا (اگر معلوم ہوتا تو پھر ہم جھوٹی گواہی نہ دیتے)۔ ایسی صورت میں ان دونوں سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔

اسی طرح **تنحنح فى صلاة جهلا** یا قرأت کے لئے آواز کو صاف کرنے کے لئے کیا جائے تو وہ عذر شرعی تسلیم کیا جائے گا۔

ایسے امور میں جہل عذر شرعی تسلیم کیا جائے جن کو عوام نہ جانتی ہو سوائے خواص کے۔

اور ایسے امور میں جہل عذرِ شرعی تسلیم کیا جائے گا جو بہت کم پیش آتے ہیں۔

وفی ''الموسوعۃ الفقہیۃ'': ''**وقال الزركشي: لو شهداً بقتل ثم رجعا وقالا تعمّدنا، لكن ما عرفنا أنه يقتل بشهادتنا، فلا يجب القصاص فى الأصح، إذ لم يظهر تعمدّهما للقتل، لأن ذٰلك مما يخفى على العوام، ومن هٰذا القبيل أعنى الذى يقبل فيه دعوى الجهل مطلقا لخفائه كون التنحنح مبطلاً للصلاة، أو كون القدر الذى أتى به من الكلام مهرماً أو النوع الذى تناوله مفطراً، فالأصح فى الصور الثلاث عدم البطلان، ولا تقبل دعوىٰ الجهل فى الأمور المشتهرة بين الناس كثبوت الرّدّ بالعيب، والأخذ بالشفعة من رجل قديم الإسلام، بخلاف ما لا يعرفه إلا الخواص** ......'' (الموسوعۃ الفقہیۃ؛ المادہ ''جہل'' أقسام الجہل)۔

حکم شرعی سے ناواقفیت (جہل) کے اصول وضوابط اور احکام

ڈاکٹر مولانا محمد مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی☆

حکم شرعی سے ناواقفیت سے متعلق اصول وضوابط:

اسلامی نقطہ نظر سے جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں: اول قسم ایسی جہالت جس کو شریعت اسلامی میں عذر مانا گیا ہے، دوسری قسم ایسی جہالت کی ہے جس کو شریعت اسلامی میں عذر نہیں مانا گیا ہے، پھر ان دونوں میں سے ہر ایک کی مختلف صورتیں اور قسمیں ہوتی ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

۱-جہل کو عذر تصور کئے جانے کی مختلف صورتیں:

شریعت اسلامی میں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کو جہاں عذر تصور کیا گیا ہے، وہ مقامات یہ ہیں:

۱-جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) صحیح اجتہاد کی جگہ پر واقع ہو، کتاب اللہ، یا حدیث مشہور یا اجماع کے خلاف نہ ہو، جیسے کسی روزہ دار شخص نے پچھنا لگوایا، اس کے بعد اس نے گمان کیا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور کھانا کھالیا، ایسی صورت میں اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا؛ بلکہ صرف اس پر قضا لازم ہوگی؛ کیونکہ یہاں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) صحیح اجتہاد کی جگہ پر واقع ہوا ہے؛ اس لئے کہ امام اوزاعیؒ کے نزدیک پچھنا مفسد صوم ہے، دلیل آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”**أفطر الحاجم والمحجوم**“ (پچھنا لگانے والا اور لگوانے والا دونوں کا توزہ ٹوٹ گیا) (بخاری ، صیام، باب الحجامہ والقی للصائم، ابوداؤد، حدیث: ۲۳۶۷، ۲۳۶۹، ۲۳۷۰، ۲۳۷۱، ترمذی، حدیث)، ایسا جبکہ اس نے کسی مفتی کے فتوی کی وجہ سے کیا ہو یا کسی حدیث کے سننے کی وجہ سے، اور اگر اس کا عمل ان دو وجہوں میں سے کسی پر نہ ہو تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے، اس پر سب کا اتفاق ہے (التقریر والتحبیر ۳/ ۳۲۵، کشف الأسرار ۴/ ۳۴۴، الأشباه والنظائر لابن نجیم المصری وغمز عیون البصائر للحموی ۲/ ۱۳۷)۔

۲-جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) صحیح اجتہاد کی جگہ پر واقع نہ ہو؛ البتہ موضع شبہ ہو، جیسے کسی شخص نے اپنی بیوی، یا اپنے والد کی باندی سے ہم بستری کی یہ سمجھ کر کہ یہ میرے لئے حلال ہے، اس پر حد زنا جاری نہیں ہوگی؛ کیونکہ موضع اشتباہ

☆ استاذ جامعہ اسلامیہ کیرالا۔

میں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) حدود کے اجراء میں شبہ پیدا کرتا ہے، البتہ اس سے ثبوت نسب میں شبہ پیدا نہیں ہوتا ہے (کشف الأسرار ۴/۳۴۵)، فقہی قاعدہ ہے: "الحدود تدرأ بالشبهات" (الاشباہ والنظائر لابن نجیم المصری ۱/۱۲۷) (شبہات کی وجہ سے حدود ٹل جاتی ہیں)، یہاں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کی وجہ سے شبہ یہ پیدا ہوا کہ عرف وسماج میں ماں باپ اور اپنی بیوی کے دیگر سامانوں کے استعمال میں توسع پایا جاتا ہے، کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی اس کو برا سمجھا جاتا ہے، جس کی وجہ سے انسان ان حضرات کی باندی کو بھی اپنے لئے حلال سمجھ بیٹھتا ہے اور اس شبہ کی وجہ سے اس سے ہمبستری کر لیتا ہے، اور شبہ کی وجہ سے حد ٹل جاتی ہے (التقریر والتحبیر ۳/۳۲۶)۔

۳- دار الحرب میں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) اس شخص کے حق میں عذر ہوگا جس نے وہاں اسلام قبول کیا اور کسی مسلم ملک کی طرف ہجرت نہیں کر سکا، یہاں تک کہ وہ ایک زمانہ تک رہائش پذیر رہا اور وہ ایمان لانے کے بعد اپنے اوپر عائد ہونے والے فرائض وواجبات سے نابلد رہا، اس کو یہ معلوم نہیں کہ اس پر نماز فرض ہے اور رمضان کا روزہ فرض ہے، اس لئے وہ نہ نماز پڑھا اور نہ روزہ رکھا، تو اس پر ان دونوں کی قضا لازم نہیں ہوگی؛ اس لئے کہ اس کے حق میں دلیل شرع پوشیدہ رہی، اور وہ خطاب الٰہی ہے، خطاب الٰہی اس تک تعلیم وتعلم کے ذریعہ نہ ہی حقیقۃً پہنچا اور نہ ہی شہرت واستفاضہ کے ذریعہ تقدیرا؛ کیونکہ دار الحرب اسلامی احکام کی اشاعت وتبلیغ اور رواج پذیر ہونے اور شہرت پانے کا مقام نہیں ہے؛ لہذا دار الحرب میں خطاب الٰہی سے ناواقفیت عذر تصور کیا جائے گا؛ اس وجہ سے کہ وہ نو مسلم دلیل (خطاب الٰہی) کے طلب میں اور شرعی احکام کی معرفت میں کوتاہ نہیں ہے، یہاں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) بذات خود دلیل (خطاب الٰہی) کا اس کے حق میں پوشیدہ ہونا ہے؛ کیونکہ دار الحرب میں اسلامی احکام کی اشاعت وتبلیغ اور اس کا اشتہار ناممکن ہے اور نہ ہی وہاں کوئی اس کا ذمہ دار ہے اور نہ اس کے بارے میں کوئی جوابدہ ہے۔

۴- جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) حقوق اللہ کے بابت منہیات الٰہی میں عذر ہے اوامر الٰہی میں عذر نہیں ہے، اس سلسلہ میں اصل حضرت معاویہ بن حکمؓ کی حدیث ہے، اس میں ذکر ہے کہ جب انہوں نے نماز میں بات کی تو ان کو نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا گیا؛ اس لئے کہ وہ نماز میں کلام کی ممانعت کے حکم سے ناواقف تھے (صحیح ابن خزیمہ، باب ایجاب سجدتي السهو، حدیث: ۱۰۴۰)، ایک دوسری حدیث: جس کے راوی حضرت یعلی بن امیہؓ ہیں، اس حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دیہاتی کو حج کے موقع سے جبہ اتارنے کا حکم فرمایا حالانکہ وہ حالات احرام میں تھے، اور اس کے جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کی وجہ سے فدیہ نکالنے کا حکم نہیں فرمایا (مسلم، باب ما یباح للمحرم بحج ۲/۷۱۳، حدیث: ۱۱۸۰)۔

۵- جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کفارات کے باب میں عذر ہے، اسی پر فتوی ہے (غمز عیون البصائر للحموی ۲/۲۰۶)۔

۲-جہل کو عذر تصور نہ کئے جانے کی مختلف صورتیں:

شریعت اسلامی میں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کو جہاں عذر تصور نہیں کیا گیا ہے، وہ مقامات یہ ہیں:

۱-اللہ تعالی کی صفات، وحدانیت اور آخرت کے احکام سے کافروں کا جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں باطل اور ناقابل قبول ہے؛ اس لئے کہ جب اللہ تعالی کی وحدانیت، ربوبیت اور دوسری صفات کی حقانیت پر کھلے طور پر دلائل و براہین قائم ہو چکے ہیں، ان باتوں کی سچائی میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، اسی طرح رسول اللہ علیہ ﷺ کی رسالت کی صداقت پر قرآن اور معجزات کے شہادتیں کھلے طور پر موجود ہیں، اس کے بعد اللہ اور اس کے رسول کا انکار سوائے عناد، تکبر اور ہٹ دھرمی کے کچھ نہیں ہے (غمز عیون البصائر للحموی ۲/۱۳۶-۱۳۷، موسوعہ فقہیہ کویت ۱۶/۱۹۹)۔

۲-اس شخص کا جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) معتبر عذر نہیں ہے جس نے اپنے اجتہاد میں کتاب اللہ، یا حدیث مشہور، یا اجماع کی مخالفت کی ہو یا اس نے قرآن کریم یا سنت مشہور کے خلاف حدیث غریب پر عمل کیا ہو۔

قرآن کی مخالفت کی مثال: اس ذبیحہ کے گوشت کو حلال سمجھنا ہے جس پر جان بوجھ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو؛ کیونکہ یہ اللہ تعالی کے ارشاد کے خلاف ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''ولا تأكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه وإنه لفسق'' (سورۂ انعام: ۱۲۱) (اور ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اور یہ یقیناً گناہ ہے)۔

حدیث مشہور کی مثال: ام ولد باندی کی بیع کے درست ہونے کا فتوی ہے؛ اس لئے کہ یہ حدیث مشہور کیخلاف ہے، اور وہ حدیث یہ ہے: ''اس باندی کو اس کے بچے نے آزاد کردیا'' (اخرجہ ابن ماجہ عن ابن عباس، فی العتق، باب امہات الأولاد، برقم: ۲۵۱۶، والبیہقی فی السنن الکبری، باب الرجل یطأ أمتہ بالملک، برقم: ۲۱۷۸۴، وقال: علی: تفرد بحدیث بن أبي زیاد بن ابي أیوب، ویا دثقۃ، ولحدیث عکرمۃ علۃ عجیبۃ باسناد صحیح عنہ)۔

اجماع کی مخالفت کی مثال: کسی نے ظہر کی نماز بغیر وضو کی ادا کی اس طور پر کہ اسے وضو ہونے کا گمان ہے، البتہ وضو نہ ہونے کا یاد نہیں، اس کے بعد اس نے عصر کی نماز وضو سے پڑھی، اس صورت مسئلہ میں اس نمازی کے گمان کے مطابق اس کی ظہر کی نماز ادا ہو گئی؛ لیکن ظہر کی نماز ادا ہونے کا گمان وخیال جہل ہے، جو کہ اجماع کے خلاف ہے؛ اس لئے کہ اس شخص کی نماز بلا اختلاف فاسد ہے (کشف الأسرار ۴/۳۴۲، شرح التلویح ۲/۳۶۷)۔

۳-جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کو عذر تصور نہ کئے جانے کی صورتوں میں ایک یہ ہے کہ اللہ تعالی کی صفات کی بابت اہل ہوی کا جہل، جیسے معتزلہ کا جہل صفات باری تعالی کے بارے میں، کہ ان لوگوں نے حقیقی معنوں میں صفات باری تعالی کا انکار کیا، وہ کہتے ہیں: اللہ تعالی بلا علم عالم ہے، بغیر قدرت کے قادر ہے، بغیر قوت سماعت کے سننے والا ہے اور بغیر قوت بصارت کے دیکھنے والا ہے وغیرہ بقیہ صفات باری تعالی کے بارے میں اسی طرح کا نظریہ معتزلہ رکھتے ہیں (کشف

الأسرار ۴/۳۳۶، الأشباہ والنظائر لابن نجیم المصری/۲۶۱)۔

۴-انسانی حقوق کے معاملے میں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کو عذر تصور نہیں کیا گیا؛ کیونکہ جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) گناہ کو ساقط کرتا ہے ضمان کو نہیں (المنثور فی القواعد الفقہیہ للزرکشی ۲/۱۹-۲۰، تحفۃ المحتاج ۷/۱۰۸، ۹/۳۵۵)، محقق علامہ ابن ہمامؒ کا بیان ہے: ''جہل کا اعتبار فساد و شر کے قصد- جو کہ از روئے شرع ناپسندیدہ اور ممنوع عمل ہے- کے دفع کے لئے ہے، نہ کہ حکم کے دفع کے لئے، اور وہ وجوب ضمان ہے'' (فتح القدیر ۳/۴۶۰)، موسوعہ فقہیہ کویت (۱۶/۲۵۰) میں لکھا ہے: ''فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دوسرے کے مال تلف کرنے کی صورت میں وجوب ضمان کے حکم سے ناواقفیت (جہل) اس کو ضمان سے بری نہیں کرے گی''، اسی بناء پر باغی اگر عادل کے مال کو تلف کردے تو وہ ضامن ہوگا (الأشباہ والنظائر لابن نجیم المصری/۲۶۱)۔

۵-شرعی احکام کے علم و معرفت کے حصول پر قدرت کے باوجود-خواہ یہ قدرت حقیقۃً تعلیم و تعلم اور سماع کے ذریعہ ہو یا تقدیرا دار الاسلام میں ہونے کی وجہ سے شرعی احکام کی شہرت کے ذریعہ ہو-جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) شرعی احکام کی تکلیف سے جاہل کو چھٹکارا نہیں دلا سکتا اور نہ ہی اس کے ذمہ سے اس کے وجوب کو ساقط کر سکتا ہے، کوئی مسلمان قرآن کریم، یا متواتر یا مشہور حدیث، یا اجماع سے ثابت شدہ عام، واضح اور مشہور فقہی مسائل و احکام سے ناواقفیت کی وجہ سے اسلامی شریعت کی نگاہ میں معذور متصور نہیں ہوگا، جیسے: کوئی شخص پنج وقتہ فرض نمازوں اور رمضان کے روزے کی فرضیت سے ناواقف ہو، اسی طرح کوئی آدمی شراب نوشی، زنا، ناحق قتل نفس، ظلم و زیادتی، روزہ کی حالت میں کھانے پینے کی حرمت اور ان جیسے دوسرے مسائل سے جاہل ہو (التجرید للقدوری ۴/۱۷۹۶، شرح منتہی الإرادات ۱/۱۴۶)۔

جہل سے متعلق بعض اصول وضوابط:

۱-شرعی قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) جس کا ازالہ دور کرنا ایک مکلّف کے لئے ممکن ہو تو اس کے حق میں وہ جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) حجت و دلیل نہیں ہوگا؛ کیونکہ اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ کو اپنی مخلوق انس و جن کی طرف اپنے پیغامات کو لے کر بھیجا اور ان پر لازم قرار دیا کہ وہ ضرور ان پیغامات کو سیکھیں اور ان پر عمل کریں، گویا علم اور عمل دونوں کو واجب قرار دیا؛ پس اگر کوئی مسلمان علم اور عمل دونوں کو چھوڑتا ہے اور جاہل رہتا ہے تو اس سے دو گناہ سرزد ہوئے؛ کیونکہ اس نے دو واجب کو چھوڑا، اور اگر علم حاصل کرلیا، لیکن اس پر عمل نہیں کیا تو اس نے ایک گناہ کیا، اور وہ ترک عمل ہے، جس نے علم حاصل کیا اور اس پر عمل بھی کیا تو وہ نجات پایا (الفروق للقرافی ۴/۲۶۴)۔

۲-ہر وہ جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) جس کا ازالہ دور کرنا عادۃً مکلّف کے لئے ممکن نہ ہو، تو وہ جہل عذر بنے گا،

جیسے: کسی نے اپنی بہن سے یہ گمان کرتے ہوئے شادی کی کہ وہ اجنبی عورت ہے، یا کسی نے شراب کو سرکہ سمجھ کر پی لیا، یا کسی نے ناپاک کھانے کو پاک تصور کر کے کھالیا، تو یہ وہ جہالتیں ہیں جن میں مبتلا شخص معذور متصور ہوگا؛ اس لئے کہ ان میں اور ان جیسی صورتوں میں یقین کے حصول کو ضروری اور شرط قرار دیا جائے تو مکلفین بڑی مشقت میں پڑ جائیں گے؛ اس لئے وہ ان صورتوں میں معذور متصور ہوں گے (الفروق للقرافی ۴/ ۲۶۴)۔

۳-اس سلسلہ میں ایک قاعدہ یہ ہے کہ کوئی شخص کی شئ کی حرمت سے ناواقف رہا، جس کی جانکاری اکثر لوگوں کو ہے تو اس کے حکم شرعی سے جہالت کا دعوی مقبول نہیں ہوگا، ہاں جبکہ وہ نومسلم ہو، یعنی اس کا اسلام نیا ہوا بھی قریب ہی مدت میں اسلام قبول کیا ہو اور علمی مراکز اور علماء سے دور دراز علاقے میں رہائش پذیر ہو، جیسے زنا، ناحق قتل، چوری، شراب نوشی، نماز میں بات کرنا اور روزہ میں کھانا اور اس جیسے مسائل (الأشباہ والنظائر للسیوطی رص ۲۰۰، موسوعہ فقہیہ کویت ۱۴/ ۲۳۰)۔

اسی اساس پر شوافع فقہاء کا بیان ہے کہ کبھی شرعی حکم سے جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کا تحقق عام مسلمان کے حق میں ہوگا عالم کے حق میں نہیں ہوگا، تو ایسی صورت میں عام مسلمان کی طرف سے جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کا دعوی قبول ہوگا عالم کی طرف سے جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کا دعوی قبول نہیں ہوگا، جیسے نماز میں فساد کے بقدر کوئی عام مسلمان سے انسانی کلام صادر ہوتا ہے، تو اس سلسلہ میں اس کا جہل عذر ہوگا اور اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی، اگر اس کی جگہ پر کوئی عالم ہو تو اس کا جہل عذر نہیں ہوگا اور اس کی نماز فاسد ہو جائے گی (موسوعہ فقہیہ کویت ۱۴/ ۲۳۰)۔

۴-انسان میں اصل جہل ہے یعنی کسی شئ سے ناواقف ہونا یہاں تک اس کے خلاف کوئی دلیل قائم ہو جائے یعنی اس کے علم کا ظہور ہو جائے (موسوعہ فقہیہ کویت ۲۰/ ۲۷۴)۔

۵-تبرعات یعنی عطیات وخیرات میں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) نظر انداز ومعاف کر دیا جاتا ہے (الشرح الکبیر للشیخ الدردیر المالکی ۱/ ۳۷۴)۔

۶-علامہ قرافیؒ کا بیان ہے: وہ جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) جس سے بچنا اکثر اوقات دشوار ہو، یا اس میں بڑی مشقت ہو، تو اس میں مبتلا شخص کے حق میں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کو شریعت اسلامیہ نے عذر تسلیم کیا ہے...... اور اگر ایسا نہ ہو تو جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) عذر متصور نہیں ہوگا''۔

۷-علامہ زرکشیؒ رقم طراز ہیں: ''لفظ کے معنی سے جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) اس کے حکم کے سقوط کا باعث ہے؛ اسی وجہ سے عجمی اگر کلمہ کفر، یا ایمان، یا طلاق، یا غلام کی آزادی، یا بیع، یا خریدنے، یا اسکے مانند دوسرے الفاظ بولے اور درآنحالیکہ وہ اس کے معنی ومفہوم سے ناواقف ہے، تو وہ ان الفاظ کے احکام کا پابند نہیں ہوگا اور اس سے ان میں کسی کے بارے میں مواخذہ نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس نے ان الفاظ کے تقاضے کا اپنے آپ کو پابند نہیں بنایا اور نہ وہ اس کا قصد وارادہ ہی

کیا۔اسی طرح اگر عربی شخص نے اس جیسے عجمی الفاظ بولے اور وہ ان الفاظ کے معنی ومطلب سے آگاہ نہیں ہے تو وہ اس کے بارے میں ماخوذ نہیں ہوگا (المنثور في القواعد الفقهیہ للزرکشی ۲/ ۱۳، نیز دیکھئے: قواعد الأحکام في مصالح الأنام للعز بن عبد السلام ۲/ ۱۰۲)۔

۸-جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) سے قریب ''جہالت'' ہے، جہالت کی بابت اصول یہ ہے کہ مطلق جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کوئی عذر نہیں ہے اور نہ ہی شریعت اسلامیہ میں اس کی کوئی حیثیت ہے، اس سلسلہ میں اصول وضابطہ یہ ہے کہ عقود ومعاملات میں وہ جہالت مفسد عقد ہے جو فریقین کے درمیان نزاع کا باعث بنے، اسی کو جہالت فاحشہ کہا جاتا ہے، یہ جہالت فاحشہ اس وقت مرتفع ہوجاتی ہے یا دوسے الفاظ میں یہ جہالت اس وقت فاحشہ باقی نہیں رہتی ہے، جبکہ وہ لوگوں کے درمیان اس طور پر مشہور ومعروف ہوجائے کہ اس کی وجہ سے فریقین کے درمیان نزاع پیدا نہ ہوتی ہو، ایسی صورت میں یہ جہالت مفسد عقد نہیں ہوگی (فتح القدیر ۶/ ۲۶۶، ۶/ ۹۵، ۱۵۱)۔

۲- اگر کوئی کلمہ گو شخص ناواقفیت کی وجہ سے ضروریات دین یا قطعیات دین میں کسی چیز کا انکار کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس کے بارے میں مسلمانوں کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟

ضروریات دین اور قطعیات دین سے مراد:

قطعیات دین: وہ امور واشیاء ہیں جو کتاب اللہ، یا حدیث صحیح جس کی صحت میں کوئی شک نہیں، سے قطعی ویقینی طور پر ثابت ہوں اور ان پر علماء مسلمین کا بلا اختلاف اجماع ہو، ان کے معنی دوٹوک واضح ہوں، ان میں کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو (دیکھئے: المستصفی للغزالی، ص ۳۴۸، المنخول لہ ص ۵۳۴، المقاصد الشرعیۃ لابن عاشور الطاہر ص ۸، الثوابت والمتغیرات في مسیرۃ العمل الإسلامي المعاصر ص ۳۳، سبع مسائل في علم الخلاف ص ۷۰)۔

قطعیات دین کی قسمیں اور مثالیں: قطعیات دین کی تین قسمیں ہیں: عقائد، اصولی قواعد اور احکام شرعیہ۔

عقیدہ سے متعلق قطعیات یہ ہیں: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان، اللہ اور اس کے رسول کے واسطے سے جو غیبی امور ثابت ہیں ان پر ایمان، جیسے: جنت وجہنم، فرشتے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرکے اٹھایا جانا اور قیامت، اسی طرح انبیاء ورسل کی نبوت ورسالت، اللہ تعالی کی طرف سے نازل کردہ آسمانی کتابیں، معجزات انبیاء ورسل، جن وشیاطین اور اچھی بری تقدیر وغیرہ پر ایمان، جو کہ قطعی ویقینی طور پر ثابت ہیں (المستصفی للغزالی ص ۳۴۸، سبع مسائل في علم الخلاف ص ۷۰)۔

جہاں تک اصولی قواعد کی بات ہے تو اس سے مراد اجماع کا حجت ہونا، قیاس کا حج ہونا اور اسی طرح خبر واحد کا حجت ہونا، ''الحدود تدرأ بالشبہات''، یعنی حدود شبہات سے ٹل جاتی ہیں ''الحرج مدفوع شرعا''، یعنی حرج شرعا مدفوع ہے، ''المشقۃ تجلب التیسیر''، یعنی مشقت آسانی پیدا کرتی ہے وغیرہ (سابق حوالہ جات)۔

فقہی احکام شرعیہ میں سے بعض یہ ہیں: پنج وقتہ فرض نمازیں، زکاۃ کی فرضیت، رمضان کے روزے کی فرضیت، حج کی فرضیت، زنا، ناحق قتل، چوری، شراب نوشی اور سود وغیرہ کی حرمت (سابق حوالہ جات)۔

ضروریات دین: ضروریات دین مجموعی عقائد، شرعی فروعی واضح ظاہر بدیہی احکام، جو متواتر طریقہ سے قطعی طور پر ثابت ہوں، ان میں کسی کا اختلاف نہ ہو، لوگوں کے درمیان اتنا مشہور ہو کہ عام خاص سب لوگ جانتے ہوں، ان کا دین سے جدا ہونا ناممکنات میں سے ہو، سے عبارت ہے (دیکھئے: شرح مختصر خلیل للخرشی ۸/ ۶۵، منح الجلیل شرح مختصر الخلیل ۹/ ۲۰۶، المنہاج القویم لابن حجر الہیتمی رص ۲۰۱، نہایۃ المحتاج ۲/ ۴۲۸، غایۃ الوصول في شرح لب الأصول، المحصول للرازي ۱/ ۱۱۵، الأشباہ والنظائر للسیوطی رص ۴۸۸، مناہل العرفان للزرقانی ۱/ ۳۲۸، مختصر الروضۃ وشرح ۳/ ۶۵۶)۔

ضروریات دین کی مثالیں: ضروریات دین کی بعض مثالیں جن کا تعلق عقائد وایمانیات سے ہے وہ اوپر گذر چکی ہیں، احکام سے متعلق مثالیں یہ ہیں: پانچوں اوقات کی فرض نمازیں، ان کی رکعات کی تعداد، اذان، رمضان کے روزے، حج، شراب، زنا، چوری اور ناحق قتل کی حرمت، اسی طرح لواطت کا عمل، جوا، ناجائز طریقے پر دوسروں کا مال کھانا، دھوکا، خیانت، ناپ تول میں کمی، دوسروں کی عزت ناموس کے ساتھ زیادتی وغیرہ کی حرمت (دیکھئے: شرح مختصر خلیل للخرشی ۸/ ۶۵، غایۃ الوصول فی شرح لب الأصول ۱/ ۱۱۵، الأشباہ والنظائر للسیوطی رص ۴۸۸، مختصر الروضۃ وشرح ۳/ ۶۵۶، غمز عیون البصائر للحموی ۲/ ۱۹۶، تحفۃ المحتاج ۳/ ۳۰۹، الفقہ علی المذاہب الاربعۃ للجزری ۴/ ۲۰۲)۔

ضروریات قطعیات دین کا حکم:

ضروریات دین اور قطعیات دین کے درمیان کوئی زیادہ فرق نہیں ہے، جیسا کہ اوپر تصریحات اور مثالوں سے واضح ہے سوائے اس کے کہ قطعیات میں اصولی قواعد بھی آتے ہیں یہ ضروریت میں داخل نہیں ہیں، جہاں تک حکم کی بات ہے تو ایک سے زائد علماء نے صراحت کی ہے، اور وہ یہ ہے: ضروریات دین میں کسی امر یا کس حکم کا زبان سے انکار کرنے والا کافر ہے، اسی طرح جس نے قطعی حرام کردہ چیزوں میں کسی کا ارتکاب اسے حلال سمجھ کر کیا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا (دیکھئے: شرح مختصر خلیل للخرشی ۸/ ۶۵، غایۃ الوصول فی شرح لب الأصول ۱/ ۱۱۵، مختصر الروضۃ وشرح ۳/ ۶۵۶، غمز عیون البصائر للحموی ۲/ ۱۹۶، تحفۃ المحتاج ۳/ ۳۰۹، الفقہ علی المذاہب الأربعۃ للجزری ۴/ ۲۰۲، موسوعہ فقہیہ کویت ۲/ ۲۳۱، ۴/ ۲۷۰، ۴۰/ ۳۹)، جہاں تک قطعیات کے حکم کی بات ہے تو قطعیات دین میں سے جو ضروریات دین کے زمرے میں داخل ہیں، ان کا حکم وہی ہوگا جو ضروریات دین کا حکم ہے۔

ضروریات دین اور قطعیات دین کا منکر کافر ہے، جیسا کہ اوپر گزرا، اس پر دلیل یہ ہے کہ اس انکار سے پوری شریعت کا انکار وجھٹلانا لازم آتا ہے (المستصفی للغزالی رص ۳۴۸)، پھر یہ انکار اللہ تعالی پر افترا اور جھوٹ گھڑنے کے الزام کو مستلزم

ہے، ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر کون ظالم اور اس سے بڑا کون مجرم ہوگا جس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا ہو، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "ومن أظلم ممن افترى على الله كذبا أو كذب بآياته إنه لا يفلح الظالمين" (أنعام:۲۱) (اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا ہو یا اس کی آیتوں کو جھٹلا دیا ہو؟ بے شک ظلم کرنے والے کامیاب نہیں ہوں گے)۔

"فمن أظلم ممن أفترى على الله كذبا أو كذب بآياته إنه لا يفلح المجرمون" (یونس:۱۲) (اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑے، یا اللہ کے احکام کو جھٹلائے، یقیناً ایسے مجرموں کا بھلا نہیں ہوگا)۔

زبان سے اقرار و دل سے تصدیق کا نام ایمان ہے، اور یہ انکار تکذیب (جھٹلانا) اور جحود و ناشکری ہے، اور یہ ایمان کے منافی ہے؛ اس لئے کہ ضروریات دین کے قطعی معلوم امور کے حکم کا انکار دراصل اللہ تعالی کی آیات کو جھٹلانا ہے؛ اسی وجہ سے اللہ تعالی نے ان لوگوں پر کفر کا فیصلہ صادر فرمایا، جن لوگوں نے اللہ تعالی کی آیات کو جھٹلایا اور انکار کیا، اور ان لوگوں کو اہانت آمیز اور دردناک عذاب دینے کی دھمکی دی اور ڈرایا اور بتایا کہ ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے (دیکھئے: اعراف: ۴۰، حج: ۵۷، عنکبوت ۴۷، فصلت ۲۷-۲۸)۔

یہ انکار ان تمام صحیح صریح احادیث کی تکذیب کو بھی مستلزم ہے جو مذکورہ بالا ضروریات دین اور قطعیات دین سے متعلق وارد ہوئی ہیں، اور یہ انجام کار مقام رسالت اور شان رسول اللہ علیہ میں گستاخی وطعن ہے۔

ضروریات دین یا قطعیات دین میں سے کسی چیز سے انکار کا حکم:

اس کی مختلف نوعیتیں اور صورتیں ہوں گی، اور اسی اعتبار سے ہر نوع وصورت مسئلہ کا حکم ہوگا؛ چنانچہ اس کی تفصیل پیش خدمت ہے، ملاحظہ ہو:

نومسلم جس نے دار الحرب میں اسلام قبول کیا، اور وہ وہاں سے ہجرت نہیں کر سکا، جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کی وجہ سے اس نے اسلام کی قطعیات اور ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کیا تو وہ معذور متصور ہوگا، اس کا جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) شرعاً معتبر سمجھا جائے گا، اور بالاتفاق اس کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا؛ کیونکہ وہ ضروریات دین اور قطعیات دین امور سے واقفیت حقیقۃ بذریعہ تعلیم وتعلم اور تقدیراً بسبب شہرت حاصل کرنے سے قاصر ہے؛ اس لئے کہ دار الحرب اسلامی احکام ومسائل کی شہرت کی جگہ نہیں ہے؛ پس معلوم ہوا کہ یہاں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) اس کے حق میں دلیل (خطاب الٰہی) کا پوشیدہ رہنا ہے؛ کیونکہ یہاں اسلامی احکام کی نشر واشاعت اور تعارف کا نہ کوئی ذمہ دار ہے اور نہ ہی ممکن ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالی بندے کو اس کی طاقت وبس کے مطابق ہی احکام شرعی کا مکلّف بناتا ہے، جیسا کہ قرآن میں اللہ کا بیان ہے: "لا تكلف نفس إلا وسعها" (بقرہ: ۲۳۳) (کسی بھی شخص کو اس کی طاقت کے لحاظ سے ہی

مکلّف بنایا جائے)، "**لایکلف الله نفسا إلا وسعها**" (بقرہ:۲۸۶) (اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص کو اس کی طاقت کے بہ قدر ہی ذمہ دار ٹھہراتے ہیں، "**لا نکلف نفسا إلا وسعها**" (اعراف:۴۲، مؤمنون:۶۲) (واضح رہے کہ ہم کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر عمل کا پابند نہیں بناتے)۔

جو مسلمان دارالاسلام یا اس جیسے ممالک جیسے دارالامن والسلامۃ اور دارالمعاہدہ اور ہندوستان اور اس جیسے جمہوری ممالک، جہاں قانونی طور پر تمام شہریوں کو اپنے مذہب کے مطابق زندگی گذارنے کا حق حاصل ہوتا ہے وہ اپنے مذہبی معاملے میں آزاد ہوتے ہیں اور انہیں اپنے مذہبی تعلیم کے حصول میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی عمل کرنے میں کوئی رخنہ ہوتا ہے، اس کے باوجود اگر یہاں کے مسلمانوں میں سے کوئی نماز، یا زکاۃ، یا روزہ، یا حج یا ان کے علاوہ قطعیات و ضروریات دین میں سے کسی حکم کا انکار کرے تو اس کا جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) شرعا معتبر ومقبول اور عذر تسلیم نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ وہ کافر گردانا جائے گا؛ کیونکہ یہ وہ احکام ہیں جو عام اور مشہور ہیں، ان احکام سے جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کا مطلب یہ ہے کہ اس کی طرف سے جانکاری حاصل کرنے میں کوتاہی پائی گئی، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، اختلاف اس صورت میں ہے، جبکہ کوئی نومسلم ہو، اس اسلام قبول کرنے پر زیادہ عرصہ نہ گذرا ہو، یا کوئی مسلمان علم دین کے مراکز اور علماء اسلام سے دور دراز ملک کے کسی ایسے گوشہ میں قیام پذیر ہو، جہاں علم دین حاصل کرنے اور شرعی احکام سے واقفیت کے ذرائع واسباب اور مواقع موجود نہیں ہیں، ایسی صورت میں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کا دعوی شوافع اور حنابلہ کے یہاں مقبول ہے، نماز، یا زکاۃ، یا روزہ، یا حج کی فرضیت یا ان کے علاوہ قطعیات وضروریات دین میں سے کسی حکم کا انکار کرے تو وہ کافر قرار نہیں پائے گا، ہاں! اگر واقفیت کے بعد بھی اپنے انکار پر مصر رہے تو وہ دین اسلام سے خارج ہوجائے گا اور مرتد تصور کیا جائے گا (أسنی المطالب فی شرح روض الطالب ۱/۲۳۶، حاشیۃ الجمل علی شرح المنہج ۲/۱۲۹، موسوعہ فقہیہ ۲۷/۵۳، الشرح الممتع علی زاد المستقنع للعثیمین ۶/۱۹۳، ۱۹۴)۔

ضروریات دین یا قطعیات دین میں سے کسی چیز سے انکار کے بارے میں مسلمانوں کا رویہ:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کسی کو کافر قرار دینا اور کسی کے بارے میں کفر کا فتوی جاری کرنا کوئی کھیل نہیں ہے؛ بلکہ بڑا ہی سنگین معاملہ ہے، اس میں خوب احتیاط اور پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے، مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ کسی کو کافر قرار دینے میں عجلت نہ کریں، خاص طور پر دور حاضر میں کفر کا فتوی دینے سے احتراز کریں، اگر کسی کے بارے میں کفر کا فتوی دینا ناگزیر ہوجائے تو سو بار پہلے غور وفکر کریں، وجوہ کفر اور اس کے اسباب پر بار بار نظر ڈالیں، اس سلسلہ میں اکابر کا اسوہ اپناتے ہوئے اگر کسی میں ننانوے وجوہ کفر پائے جارہے ہوں اور ایک وجہ ایمان کا ہو تو اس کو کافر قرار نہ دیا جائے، واضح رہے موجودہ دور میں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کا غلبہ ہے، یہ مذہب بیزاری کا دور ہے، لوگ دین سے کافی دور ہیں

اور اکثر لوگوں میں دین اور علم دین سے دلچسپی نہیں ہے، ایسی صورت حال میں جہاں تک ممکن ہو کفر کے فتوی سے باز رہا جائے، غور وفکر کا مقام ہے کہ اللہ تعالی نے ہمیں لوگوں میں اسباب کفر تلاش کرنے کا مکلّف نہیں بنانا ہے اور نہ ہی ہم سے سوال ہوگا کہ فلاں فلاں کو کافر قرار کیوں نہیں دیا تھا، ہاں! یہ سوال ہوسکتا ہے کہ تم نے فلاں کو کافر کیوں کہا تھا؟ اسی طرح سے اللہ تعالی ہمیں لوگوں میں اسباب فسق و فجور اور عیوب کو ڈھونڈنے کا مکلّف نہیں بنایا؛ بلکہ اس کے برعکس کا حکم فرمایا، حتی کہ بدگمانیوں سے دور رہنے کا حکم فرمایا، ارشاد باری تعالی ہے: "**يأيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن إن بعض الظن إثم ولا تجسسوا ولا يغتب بعضكم بعضا أيحب أحدكم أن يأكل لحم أخيه ميتا فكرهتموه واتقوا الله إن الله تواب رحيم**" (حجرات:۱۲) (اے ایمان والو! بہت سارے گمانوں سے بچو؛ کیونکہ بعض گمان (یعنی بدگمانی) گناہ ہوتے ہیں اور ٹوہ میں نہ پڑا کرو اور نہ ہی ایک دوسرے کی غیبت کیا کرو، کیا تم میں سے کسی کو یہ بات اچھی لگے گی کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تم نفرت کرتے ہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ توبہ قبول کرنے والا اور بڑا مہربان ہے)۔

"**ولا تقف ما ليس لک به علم إن السمع والبصر والفؤاد كل أولئک كان عنه مسئولا**" (اسراء:۳٦) (اور تم کو جس بات کی تحقیق نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑ جایا کرو، یقیناً کان، آنکھ اور دل، انسان سے ان سب بارے میں پوچھ ہوگی)۔

اور اللہ تعالی انسان کو اس کے طاقت وقوت کے مطابق ہی مکلّف بناتا ہے، اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلّف نہیں بناتا ہے (بقرہ:۲۸٦، اعراف:۴۲، المومنون:٦۲)؛ لہذا فقہاء مجتہدین کے اختلاف سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ ان لوگوں کے حق میں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) عذر تسلیم کیا جائے، جنہوں نے ابھی اسلام قبول کیا ہو، یا وہ علم دین کے مراکز اور علماء اسلام سے دور دراز ملک کے کسی ایسے گوشے میں قیام پذیر ہوں، جہاں علم دین حاصل کرنے اور شرعی احکام سے واقفیت کے ذرائع واسباب اور مواقع فراہم نہیں ہیں، اور قطعیات دین اور ضروریات دین میں سے کسی حکم کا انکار کریں تو ان کو کافر قرار نہ دیا جائے بلکہ ان کو معذور سمجھا جائے؛ کیونکہ وہ ان حالات میں شرعی احکام کی معرفت سے قاصر ہیں، اور ان حالات میں علم دین کے حصول میں ان کے لئے بڑی مشقت اور عظیم حرج ہے (أسنی المطالب فی شرح روض الطالب ۱/۴٦، الذخیرۃ للقرافی ٦/۲۹)۔

اسی طرح اگر مسلمان کسی علم دین کے مراکز اور علماء سے دور کسی علاقہ میں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کی بناء پر قبر پرستی میں مبتلا ہیں یا کسی ولی کی عبادت کرتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا اور ان کو یہ معلوم نہیں کہ یہ عمل شرک ہے تو صحیح قول کے مطابق ان کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا، جیسا کہ ماضی قریب

کے مفتی عثیمینؒ سعودیہ عرب نے ایسا ہی فتوی دیا ہے (الشرح الممتع علی زاد المستقنع للعثیمین ۶ / ۱۹۳)۔

۳- ہندوستان اور اس جیسے ممالک میں احکام شرعی سے جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کا حکم:

پیچھے بات دلیل کے ساتھ آ چکی ہے کہ نومسلم جس نے دار الحرب میں اسلام قبول کیا، اور وہ وہاں ہجرت نہیں کر سکا، جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کی وجہ سے اس نے اسلام کی قطعیات اور ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کیا تو وہ معذور متصور ہوگا، اس کا جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) شرعا معتبر سمجھا جائے گا اور بالاتفاق اس کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔

ہندوستان اور اس جیسے جمہوری یا جمہوری نوعیت کے جو ممالک ہیں وہ دار الاسلام کے حکم میں ہیں، جن کو اصطلاح میں دار الامن یا دار المعاہدہ کہا جاتا ہے؛ پس ہندوستان اور اس جیسے جمہوری یا جمہوری نوعیت کے ممالک جہل کے حوالہ کے سے دار الاسلام کے زمرہ میں آئیں گے، جس کی بنیاد پر اگر یہاں کے مسلمانوں میں سے کوئی نماز، یا زکاۃ، یا روزہ، یا حج یا ان کے علاوہ قطعیات وضروریات دین میں سے کسی حکم کا انکار کرے تو اس کا جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) شرعا معتبر ومقبول اور عذر تسلیم نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ وہ کافر گردانا جائے گا؛ کیونکہ یہ وہ احکام ہیں جو عام اور مشہور ہیں، ان احکام سے جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کا مطلب یہ ہے کہ اس کی طرف سے جانکاری حاصل کرنے میں کوتاہی پائی گئی، ہاں! البتہ ان لوگوں کے حق میں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) عذر تسلیم کیا جائے، جنہوں نے ابھی اسلام قبول کیا ہو، یا وہ علم دین کے مراکز اور علماء اسلام سے دور دراز ملک کے کسی ایسے گوشے میں قیام پذیر ہوں، جہاں علم دین حاصل کرنے اور شرعی احکام سے واقفیت کے ذرائع واسباب اور مواقع فراہم نہیں ہیں، اور قطعیات دین اور ضروریات دین میں کسی حکم کا انکار کریں تو ان کو کافر قرار نہ دیا جائے بلکہ ان کو معذور سمجھا جائے؛ کیونکہ وہ ان حالات میں شرعی احکام کی معرفت سے قاصر ہیں، اور ان حالات میں علم دین کے حصول میں ان کے بڑی مشقت اور عظیم حرج ہے (اسنی المطالب في شرح روض الطالب ۱/ ۴۶، الذخیرة للقرافي ۶/ ۲۹)۔

زیر بحث مسئلہ میں حاصل کلام یہ ہے کہ پورے ملک کے مسلمانوں کا یکساں حکم نہیں ہوگا بلکہ مختلف علاقوں کا وہاں کے حالات کے اعتبار سے الگ الگ حکم ہوگا، مثلاً جن علاقوں میں مسلمانوں کے دینی تعلیم کے ادارے وافر مقدار میں موجود ہوں اور وہاں احکام کا سیکھنا سہولت کے ساتھ ممکن ہو، وہاں جہل کو عذر نہیں مانا جائے گا اور جہاں صورت حال اس سے بالکل مختلف ہو وہاں جہل کو عذر مانا جائے گا۔

۴- حرمت مصاہرت کے ثبوت پر جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کا اثر:

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ حلال نکاح شرعی سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے، جہاں تک زنا سے حرمت

مصاہرت کے ثبوت کا مسئلہ ہے تو اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، بنیادی طور پر دو قول ہیں: اول: زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی ہے، یہ شوافع اور مالکیہ کا مذہب ہے، ظاہریہ میں سے ابن حزم اندلسیؒ کی رائے یہی ہے، اور امام احمد بن حنبلؒ سے بھی ایک روایت ایسا ہی منقول ہے۔

دوسرا قول: زنا سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے، جیسا کہ حلال نکاح شرعی سے ثابت ہوتی ہے، اور حرمت نکاح زانی اور زانیہ کے اصول وفروع اور زانیہ اور زانی کے اصول وفروع کے درمیان عام ہوجاتی ہے، پس زنا کار مرد پر زنا کار عورت کی ماں اور اس کی بیٹی اور زنا کار عورت زنا کار مرد کے باپ اور اس کے بیٹے پر حرام ہوگی (دیکھئے: تفسیر بغوی ۱/ ۵۹۳)، یہ احناف اور حنابلہ کا مذہب ہے، اسی کے قائل امام ثوریؒ اور امام اوزاعیؒ ہیں، دلیل اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''**ولا تنکحوا مانکح آباؤکم من النساء إلا ما قد سلف إنه کان فاحشة ومقتا وساء سبیلا**'' (نساء: ۲۲) (اور جن عورتوں کو تمہارے باپ نکاح میں لا چکے، تم ان کو نکاح میں نہ لاؤ، مگر جو کچھ ہو چکا (وہ ہو چکا، بے شک یہ بے حیائی اور نہایت قابل نفرت بات تھی، اور یہ بہت ہی برا طریقہ تھا)۔

یہاں سے نکاح سے مراد وطی ہے، جیسا کہ اسی آیت میں آگے چل کر اس پر قرینہ موجود ہے، اور وہ یہ ہے: ''**إنه کان فاحشة ومقتا ساء سبیلا**'' (نساء: ۲۲) (بے شک یہ بے حیائی اور نہایت قابل نفرت بات تھی، اور بہت ہی برا طریقہ تھا)، اور یہ شدت وغلظت وطی ہی میں ہوسکتی ہے، اور وطی نکاح کا حقیقی لغوی معنی ہے؛ پس باپ کی موطوءہ عورت بیٹے پر حرام ہوگی، یہ حرمت کتاب اللہ کی صریح نص سے ثابت ہے، اس پر دلیل یہ ہے کہ اسی آیت کی وجہ سے برہناء ملکیت باپ کی موطوءہ عورت بیٹے پر حرام ہوتی ہے، اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے، جبکہ یہاں نکاح سے ''وطی'' مراد ہو؛ پس معلوم ہوا کہ آیت میں نکاح سے مراد ''وطی'' ہے نہ کہ عقد نکاح۔ ایسا ہی حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عمران بن حصینؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے، اسی کے قائل جابر بن زیدؒ اور حضرت حسن بصریؒ ہیں (دیکھئے: مبسوط سرخسی ۴/ ۲۰٦، تفسیر بغوی ۱/ ۵۹۳)۔

واضح رہے کہ حنابلہ کے یہاں حرمت مصاہرت صرف زنا سے ثابت ہوتی ہے، مقدمات زنا اور دواعی وطی سے نہیں، مقدمات زنا اور دواعی وطی سے حرمت مصاہرت کے قائل صرف احناف ہیں اور ان کا یہی راجح قول ومذہب ہے، اسی بنیاد پر ''مس بالشہوۃ'' اور ''نظر بالشہوۃ'' یعنی خواہش نفس کے ساتھ چھونے اور شرمگاہ کے اندرون حصہ کو دیکھنے سے بھی حرمت مصاہرت حنفیہ کے یہاں ثابت ہوجائے گی (دیکھئے: بدایۃ المجتہد ۲/ ۵۸، شرح مختصر خلیل الخرشی ۳/ ۲۰۹، المجموع شرح المہذب للنووی ۱٦/ ۲۲۰، مجموع الفتاوی لابن تیمیہ ۳۲/ ٦۷، اعلام الموقعین لابن القیم ۳/ ۱۹۱، المبسوط للسرخسی ۵/ ۱۴۸، تبیین الحقائق للزیلعی ۲/ ۱۰۷، تحفۃ الفقہاء للسمرقندی ۲/ ۱۲۴، بدائع الصنائع للکاسانی ۲/ ۲٦۰، مجمع الأنہر فی ملتقی الأبہر ۱/ ۳۲٦، الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ۴/ ۳۱٦، ۲٦/ ۲۷۰)۔

شہوت سے مراد یہ ہے کہ دل میں ہم بستری کی خواہش پیدا ہو، یہ صاحب معاملہ کے اقرار سے معلوم ہوگا، صحیح قول کے مطابق شہوت کے تحقق وو جود کے لئے آلہ تناسل کا حرمت میں آنا اور کھڑا ہونا شرط نہیں ہے (بدائع الصنائع للکاسانی ۲/ ۲۶۰، وصحہ فی المحیط والتحفۃ، وفی غایۃ البیان: وعلیہ الاعتماد' (البحر الرائق لابن نجیم ۳/ ۱۰۸)، واضح رہے کہ چھوتے اور دیکھتے وقت شہوت کا اعتبار ہے، اگر چھونے یا دیکھنے کا عمل بغیر شہوت کے پایا گیا تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی، نیز معلوم ہونا چاہئے کہ حرمت مصاہرت اقرار سے ثابت ہوگی، اور یہ بھی واضح رہے کہ چھوتے یا دیکھتے وقت انزال نہ ہوا ہو، اگر انزال ہو گیا تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی، اسی پر فتوی ہے (بدائع الصنائع للکاسانی ۲/ ۲۶۰، مجمع الأنہر فی ملتقی الابحر ۱/ ۳۲۷، الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ۳۲/ ۹۱، الفتاوی الہندیہ ۱/ ۲۷۵)۔

جہاں تک زیر بحث مسئلہ میں ''مس بالشہوۃ'' اور ''نظر بالشہوۃ'' یعنی خواہش نفس کے ساتھ چھونے اور شرمگاہ کے اندرون حصہ کو دیکھنے سے حرمت مصاہرت کے ثبوت اور عدم ثبوت کے بارے میں کہ جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) اثر انداز ہوگا یا نہیں، اس سلسلہ میں میری ناقص سمجھ اور فہم اور علم ورائے کے مطابق اثر انداز ہوگا، یعنی حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی، اس لئے کہ ''نظر بالشہوۃ'' یعنی خواہش نفس کے ساتھ چھونے اور شرمگاہ کے اندرون حصہ کو دیکھنے سے حرمت مصاہرت کا ثبوت منصوص محکم نہیں ہے، یہ کوئی فقہی اجماعی مسئلہ بھی نہیں ہے؛ بلکہ ایک مختلف یہ مسئلہ ہے، جمہور فقہاء مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ''مس بالشہوۃ'' اور ''نظر بالشہوۃ'' یعنی خواہش نفس کے ساتھ چھونے اور شرمگاہ کے اندرون حصہ کو دیکھنے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی ہے، صرف احناف اس سے حرمت مصاہرت کے ثبوت کے قائل ہیں، دلیل نص نہیں ہے بلکہ قیاس ہے، اور وہ احتیاط ہے، وہ کہتے ہیں کہ ''مس بالشہوۃ'' اور ''نظر بالشہوۃ'' یعنی خواہش نفس کے ساتھ چھونے اور شرمگاہ کے اندرون حصہ کو دیکھنا اصل وطی کی طرف راغب اور اس کا سبب بنتا ہے اور نتیجہ کے طور پر جماع تک پہنچے کا ذریعہ بنتا ہے، اور ذریعہ وسبب اصل شئ کے قائم مقام خاص طور پر احتیاط کی جگہوں پر ہوتا ہے (دیکھئے: المبسوط للسرخسی ۹/ ۱۱۷، بدائع الصنائع للکاسانی ۵/ ۲۶۹)، زیر بحث مسئلہ احتیاط کا متقاضی اور احتیاط کی جگہوں میں سے ہے؛ اس لئے کہ فقہی ضابطہ ''ابضاع میں اصل تحریم ہے''، الأصل في الأبضاع التحريم'' (الأشباہ للسیوطی ۱/ ۶۱، والنظائر لابن نجیم المصری ۱/ ۵۴ طبع اول، دار الکتب العلمیہ)۔

مذکورہ بالا تحریر سے معلوم ہوا کہ مسئلہ ''مس بالشہوۃ'' اور ''نظر بالشہوۃ'' یعنی خواہش نفس کے ساتھ چھونے اور شرمگاہ کے اندرون حصہ کو دیکھنے سے حرمت مصاہرت کا ثبوت ایک امر اجتہادی اور مختلف فیہ مسئلہ ہے، اور جب فقہاء مجتہدین کے درمیان کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو اس میں زیادہ شدت وغلظت باقی نہیں رہتی ہے، بلکہ اس میں خفت آ جاتی ہے، نیز جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کے باوجود مسئلہ میں ''مس بالشہوۃ'' اور ''نظر بالشہوۃ'' یعنی خواہش نفس کے ساتھ چھونے اور شرمگاہ کے اندرون حصہ کو دیکھنے سے حرمت مصاہرت کی ثبوت کی صورت میں بڑی مشقت ہے، جس کا تقاضا ہے کہ حکم

میں خفت پیدا ہو،مشہور فقہی قاعدہ "**المشقة تجلب التيسير**" (الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۱/۷۷)، یعنی مشقت آسانیاں پیدا کرتی ہیں، اور نیز عملی طور پر اس میں بڑی زحمت اور حرج عظیم ہے، اور فقہ کا قاعدہ ہے: "**الحرج مدفوع شرعا**" (فتاوی غیاثیہ ص ۵۳، بنایہ شرح ہدایہ ۱/۲/۴۰۵، ردالمحتار ۳/۴۴۵، کتاب الصوم)، یعنی شریعت اسلامیہ میں حرج کو دور کیا جاتا ہے، خاص طور پر اس وقت مشقت وزحمت اور حرج میں کچھ زیادہ ہی اضافہ ہوجاتا ہے، جب پوری فیملی ایک ہی کمرہ میں رہائش پذیر ہو، شہروں میں تو اور بھی دشواریاں ہوتی ہیں، ایک ہی کمرہ ہوتا ہے، اس میں بھی بعض دفعہ ایک ہی پلنگ ہے اس میں کئی منزل بنے ہوتے ہیں، اس میں سوتے ہیں، یا پوری فیملی ایک ساتھ سفر پر ہے تو اس میں بھی بعض مرتبہ پریشانیاں اور دشواریاں پیش آتی ہیں، اور اصول یہ ہے کہ جب شریعت کے کسی حکم پر عمل کرنے میں بڑی تنگیوں کا سامنا ہو تو کشائش پیدا ہوتی ہے اور آسانیاں اور گنجائشیں نکلتی ہیں "**إذا ضاق الأمر اتسع**" (الأشباہ والنظائر لابن نجیم المصری ۱/۸۵)۔

"مس بالشہوۃ" اور "نظر بالشہوۃ" یعنی خواہش نفس کے ساتھ چھونا اور مس ہونا اور دیکھنا آج کل عموم بلوی ہو چکا ہے؛ کیونکہ دونوں صنفوں کے درمیان گھروں، گھروں سے باہر ہوٹلوں، چائے خانوں، پارٹیوں، تقریبات، مظاہروں، پروگراموں، کانفرنسوں، ورک آفسوں، تفریح گاہوں، پارکوں، میلوں، اسکول کالج، یونیورسٹی، چلتے ہوئے راستے، سڑک اور گلیوں وغیرہ میں اختلاط عام ہے، جیسا کہ سر کی آنکھوں سے دیکھنے والوں پر مخفی نہیں۔

اس مسئلہ میں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کا دفع بسا اوقات مکلفین کے لئے مشکل ہے، جیسا کہ ابھی بیان آچکا ہے، اور اس قسم کے جہل کو عذر تسلیم کیا جاتا ہے (دیکھئے: الفروق للقرافی ۵۴/۲۶۴)۔

بات پیچھے آچکی ہے کہ بعض مرتبہ بعض احکام شرعیہ سے خاص لوگ ہی واقف ہوتے ہیں، ان میں بھی متخصص علماء ہی جانتے ہیں، ان ہی بعض احکام میں سے یہ بھی ہے، یعنی "مس بالشہوۃ" اور "نظر بالشہوۃ" یعنی خواہش نفس کے ساتھ چھونے اور شرمگاہ کے اندرون حصہ کو دیکھنے سے حرمت مصاہرت کا ثبوت، ایسی صورت میں ایک عالم سے دعوی جہل عذر شمار نہیں ہوگا، البتہ جاہل سے جہل کا عذر تسلیم کیا جائے گا (موسوعہ فقہیہ کویت ۱۴/۲۳۰)۔

"مس بالشہوۃ" اور "نظر بالشہوۃ" یعنی خواہش نفس کے ساتھ چھونے اور شرمگاہ کے اندرون حصہ کو دیکھنے سے حرمت مصاہرت کے ثبوت کا مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن سے جہل ناگزیر ہے، اور اس جہل سے بچنا دشوار ہے، اور اس طرح کے جہل کو شریعت اسلامیہ نے عذر مانا ہے، "**ما يتعذر الاحتراز منه غالبا، أو في مشقة، فجعله الشرع عذرا لمن ابتلي به**" (الذخیرۃ للقرافی ۶/۲۹)۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ "مس بالشہوۃ" اور "نظر بالشہوۃ" یعنی خواہش نفس کے ساتھ چھونے اور شرمگاہ کے اندرون حصہ کو دیکھنے سے حرمت مصاہرت کے ثبوت سے جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) بالکل بے خبر لوگوں کے حق میں حرمت

مصاہرت کا حکم ثابت نہ ہو؛البتہ اپنے طور پر فیصلہ کر لینے کے بجائے کسی معتبر مفتی کے پاس لے جایا جائے،مفتی جائزہ لے کہ واقعہ میں اس سے یہ عمل جہالت میں ہوا،مفتی مناسب سمجھے تو اس سے اس پر قسم بھی لے سکتا ہے؛ تاکہ مکمل طور پر اطمینان حاصل ہو جائے کہ یہ عمل جہالت میں ہی ہوا ہے۔

۵-طلاق کے مسئلہ میں حکم شرع سے جہل کا حکم:

جیسا کہ پیچھے بات آ چکی ہے اور سوال میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ لوگوں میں طلاق کے تعلق سے جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) عام ہے، ایک المیہ یہ ہے کہ عام طور پر لوگ شرعی احکام سے واقفیت حاصل کرنا بھی نہیں چاہتے ہیں، ان میں دینی معلومات کی رغبت نہ کہ برابر ہے، مادیت کے غلبہ نے ان کو اندھا کر دیا ہے اور ان کو آخرت اور دین اسلام سے دور کر دیا ہے اور دوسرے مادی لوگوں کی طرح وہ بھی ان ہی کی طرح مادیت میں کھو گئے ہیں، جس کے نتیجہ میں دین بیزاری ان میں آنے لگی ہے اور احکام شرعیہ سے آگاہی کا جذبہ مردہ نہیں تو ماند ضرور پڑ گیا ہے، صورت حال یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ مسلم اکثریت طلاق کے ضروری مسائل سے بھی جاہل ہے؛ اسی وجہ سے بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تین بار طلاق کے الفاظ دہرائے بغیر یا تین طلاق دیئے بغیر طلاق واقع نہیں ہوتی، انہیں طلاق دینے کا احسن، حسن اور سنت طریقہ کا علم ہی نہیں ہے، اور مسائل طلاق اور دیگر احکام شرعیہ سے جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کا تناسب دن بدن بڑھتا ہی جا رہا ہے اور دین اور علم دین سے دوری اور جہالت کے نتیجہ میں مزید دین اور اس کے احکام کے تعلق سے شکوک وشبہات دلوں میں جنم لے رہے ہیں، جو مسلمانوں کو الحاد اور ارتداد کی طرف بڑی تیزی سے لے جا رہے ہیں، موجودہ صورت پر حضور ﷺ کا فرمان صادق آ رہا ہے اور قیامت کی قربت کی دلیل فراہم ہو رہی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھا یا جائے گا، جہل کی کثرت ہوگی، بدکاری کی کثرت ہوگی اور شراب نوشی کی کثرت ہوگی‘‘ (بخاری، نکاح، باب مایقل الرجال ویکثر النساء، حدیث: ۵۲۳۱)، مسلم کی روایت میں ہے کہ ’’جہل کا غلبہ ہوگا‘‘ (مسلم، علم، باب رفع العلم وقبضہ وظہور الجہل، حدیث ۹-۲۶۷۱)۔

بہر حال جو کچھ اوپر گذرا خاص طور پر جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کی بابت جو باتیں قارئین کے سامنے آ چکی ہیں، اس کی روشنی میں کوتاہ علم بندہ کے نزدیک طلاق کے باب میں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کو عذر تسلیم کیا جائے گا، اور بظاہر الفاظ وتعبیرات کے اعتبار سے تین طلاق کو ایک طلاق درج ذیل صورتوں میں حسب ذیل شرائط کے ساتھ مانا جائے گا:

۱-ایک ہی مجلس میں لفظ طلاق کو مکرر یا بیوی سے مخاطب ہو کر یوں کہا: تم کو طلاق، طلاق، طلاق، یا اس نے اپنی بیوی کا نام لے کر مثلاً یوں کہا: زینب کو طلاق، طلاق، طلاق، یا جملہ طلاق کو دہرایا: میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی۔

۲-اللہ کی قسم لی جائے گی کہ اس نے لفظ طلاق یا جملہ طلاق مکرر بار بولا ضرور ہے؛ لیکن اس کا ارادہ ایک ہی کی تھی، وہ جہالت میں یہ سمجھا تھا کہ تین بار بولے بغیر طلاق ہی نہیں پڑتی ہے۔

۳-لفظ طلاق کو عدد کے ساتھ ملا کر نہ بولا ہو، ورنہ عدد کے اعتبار سے طلاق پڑے گی نہ کہ لفظ طلاق کے اعتبار سے، کیونکہ اس وقت معدود عدد کے تابع ہوجاتا ہے، جیسے کسی نے اپنی بیوی سے کہا: میں نے تم کو تین طلاق دی، یا یوں کہا: تمہیں تین طلاق ہے، یا کہا: میں نے تم کو دو طلاق دی، یا یوں کہا: تم کو دو طلاق ہے، ان تمام صورتوں میں ایک نہیں پڑے گی بلکہ گنتی کے حساب سے جتنا اس نے کہا ہے اتنی پڑے گی، یعنی تین کہا تو تین پڑیں گی، دو کہا تو دو پڑیں گی۔

۴-زبان سے نکالے ہوئے الفاظ طلاق (خواہ مفرد کی صورت میں ہو یا جملہ کی شکل میں) کے بارے میں صاحب معاملہ کا دعوی جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کا اعتبار مفتی کے پاس ہوگا، قاضی شریعت کے پاس نہیں ہوگا؛ کیونکہ مفتی دیانت پر فتوی دیتا ہے اس لئے وہ صاحب معاملہ، یعنی طلاق دینے والے کی دیانت پر فتوی دے سکتا ہے، جہاں تک قاضی کی بات ہے تو چونکہ وہ ظاہر پر فیصلہ کرنے کا مکلّف ہے، باطن پر نہیں، باطن وہ دیانت ہے، یہ اللہ کے حوالہ؛ پس ظاہر الفاظ جو بتائے گا اس کے مطابق وہ فیصلہ کرے گا، نہ کہ صاحب معاملہ یعنی طلاق دینے والے کے جہل کا اعتبار کرتے ہوئے اس کی نیت ودیانت اور اس کے قصد وارادہ کے مطابق فیصلہ کرے گا۔

اس سلسلہ میں اصل اور بنیادی بات یہ ہے کہ طلاق دیانۃً بغیر قصد وارادہ کے واقع نہیں ہوتی ہے، جبکہ قضاءً الفاظ طلاق سے طلاق دینے کے قصد وارادہ اور بغیر قصد وارادہ کے محض الفاظ طلاق کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے بھی واقع ہوتی ہے؛ اس لئے کہ قاضی کے پاس صاحب معاملہ، یعنی طلاق دینے والے کی نیت وارادہ اس کے ظاہر الفاظ کے خلاف سامنے آنے کی صورت میں وہ اپنی نیت وقصد اور جہل کے دعوی میں جھٹلا دیا جائے گا، علامہ ابن عابدین شامیؒ اسی اصول پر ایک مسئلہ بیان کیا ہے، اور وہ یہ ہے: ''اگر کسی مسلمان مرد سے سبقت لسانی ہوگئی اس طور پر کہ وہ اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر کہنا چاہتا تھا کہ تم حائضہ ہو؛ لیکن سبقت لسانی سے نکل گیا کہ تم طلاق والی ہو، تو صرف قضاءً طلاق واقع ہوگی'' (ردالمحتار ۴/۴۴۱)، دیانۃً نہیں، علامہ ابن نجیم مصریؒ نے لکھا ہے: ''اگر کسی نے لفظ طلاق کو ایک سے زائد بار دہرایا، تو اگر ہر بار بولنے سے مقصود انشاء طلاق تھا تو کل طلاق واقع ہوں گی، اور اگر تاکید کا ارادہ تھا تو دیانۃً ایک واقع ہوگی اور قضاءً کل واقع ہوں گی، اسی طرح کچھ بھی نیت تھی تو کل واقع ہوں گی (الأشباہ والنظائر لابن نجیم المصری ۱/۵۷)۔

جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کی صورت میں مفرد طلاق یا جملہ طلاق کو ایک مجلس میں دہرانے سے مقصود طلاق دینی ہے، تین مقصود نہیں ہے، اس اعتبار سے دیکھا جائے تو تین طلاق کے وقوع میں شک واقعہ ہوگیا، اور ایک یقینی ہے، اور شک سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، کیونکہ ایقاع طلاق میں اصل عدم طلاق ہے؛ لہذا شک سے طلاق واقع ہوگی ''الأصل

العدم"(الأشباہ والنظائر لابن نجیم المصری ۱/ ۶۵)،"**الأصل في إيقاع الطلاق هو عدم الطلاق؛فلا يقع بالشک**"(اصول الفقہ الاسلامی لوہبۃ الزحیلی ۲/ ۴۱۲)، علامہ ابن نجیم مصریؒ نے لکھا ہے: اگر کسی کو شک ہوگیا کہ آیا اس نے ایک طلاق دی یا اس سے زائد، تو اس کا کلام ایقاع طلاق کمتر طلاق پر محمول ہوگا، اور وہ ایک طلاق ہے، یہاں تک کہ اس کو ایک سے زائد کا یقین ہوجائے (الأشباہ والنظائر لابن نجیم المصری ۱/ ۶۴)، مشہور قاعدہ ہے: "**اليقين لا يزول بالشک**" (حوالہ سابق ۱/ ۶۰)، نیز کلام اس وقت تک بامعنی کلام نہیں ہوتا ہے جب تک کہ اس میں انسان کی طرف سے قصد نہ پایا جائے: "**سيبويه والجمهور اشترطوا القصد في الكلام**" (حوالہ سابق ۱/ ۵۸)، اور جہل کی وجہ سے تین کا قصد نہیں پایا گیا، "**ولم يقصد إليه**" (قواعد الاحکام فی مصالح الأنام للعز بن عبدالسلام ۲/ ۱۰۲، نیز دیکھئے: المنثور فی القواعد الفقہیہ للزرکشی ۲/ ۱۳)۔

۶- طلاق کے معنی سے جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کا حکم:

ایسے الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوگی جن کا معنی بولنے والا نہ جانتا ہو؛ اس لئے کہ جب وہ معنی نہ جانتا ہو تو اس کا کلام بامعنی کلام نہیں ہوا؛ کیونکہ بولتے وقت اس کی طرف سے قصد نہیں پایا گیا" (الأشباہ والنظائر لابن نجیم المصری ۱/ ۵۸)، اور بے معنی لغو کلام سے طلاق نہیں پڑتی ہے، نیز معنی نہ جاننے کی وجہ سے طلاق کی نسبت اس کی بیوی کی طرف نہیں پائی گئی اور بغیر نسبت طلاق سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، علامہ ابن عابدین شامیؒ کا بیان ہے:

"**لأنه لابد في وقوعه قضاءً وديانةً من قصد إضافة لفظ الطلاق إليها عالما بمعناه......لو لقنه لفظ الطلاق، فتلفظ به غير عالم بمعناه، فلا يقع أصلا**" (ردالمحتار ۴/ ۴۴۱) (قضاء ودیانۃ وقوع طلاق کے لئے ضروری ہے کہ لفظ طلاق کی نسبت عورت کی طرف ہو درانحالیکہ بولنے والا شخص اس کا معنی طلاق جانتا ہو...... اگر کسی شخص سے طلاق کا لفظ کہلایا گیا، اور اس نے اس کا معنی طلاق جانے بغیر دہرادیا تو اصلا طلاق نہیں واقع ہوگی)۔

دبستان فقہ شافعی کے ایک بڑے ترجمان علامہ زرکشیؒ کا بیان ہے: "لفظ کے معنی سے ناواقفیت اس کے لفظ کے حکم کو ساقط کردیتی ہے، چنانچہ اسی بناء پر اگر کوئی عجمی شخص کلمہ کفر، یا ایمان، یا طلاق، یا اعتاق، یا بیع، یا شراء، یا اسی کے مانند کے الفاظ بولتا ہے اور وہ اس کا معنی نہیں جانتا ہے، تو ان مذکورہ بالا الفاظ میں سے کسی (بھی لفظ کے مدلول) کے بارے میں ماخوذ نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس نے اس لفظ کے مقتضی ومدلول کو اپنے اوپر لازم نہیں کیا، اور نہ اس کی طرف اس کی جانب سے قصد ہی پایا (المنثور في القواعد الفقہیہ للزرکشی ۲/ ۱۳، نیز دیکھئے: قواعد الأحکام فی مصالح الأنام للعز بن عبدالسلام ۲/ ۱۰۲)۔

نیز انہوں نے لکھا ہے: "اگر کوئی عربی شخص عربی کلمات بولتا ہے؛ لیکن وہ ان کے شرعی معنی سے ناواقف ہے، مثال کے طور پر کسی عربین نے اپنی بیوی سے کہا: "أنت طالق للسنة أو للبدعة" اور ان الفاظ کے شرعی معنی سے ناواقف ہے، اسی طرح اس نے خلع، یا نکاح کا لفظ بولا اور اس کے شرعی معنی سے ناواقف ہے، ایسی صورت کے بارے میں "قواعد الأحکام

في مصالح الأنام للعز بن عبد السلام' (۲/ ۱۰۲) میں لکھا ہے: اس سے کچھ بھی مواخذہ نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس کو اس کے مدلول کا علم وشعور نہیں ہے کہ وہ اس لفظ کے ذریعہ اس کا قصد کرے (المنثور في القواعد الفقهية للزرکشي ۲/ ۱۳، ۱۴)۔

دبستان فقہ حنبلی کے ایک مایہ ناز فقیہ علامہ ابن قدامہ رقم طراز ہیں: ''اگر کسی عجمی نے اپنی بیوی سے کہا: ''أنت طالق''، اور وہ اس کے معنی ومفہوم سے ناواقف ہے، طلاق واقع نہیں ہوگی؛ اس لئے کہ وہ طلاق دینے کے ارادہ سے یہ جملہ نہیں بولا اور نہ وہ اس میں خود مختار ہے؛ لہذا اس کی طرف سے طلاق واقع نہیں ہوئی وہ مکرہ کی طرح ہوگیا'' (المغنی لابن قدامہ ۷/ ۱۳۵)۔

☆☆☆

ضروریات اور قطعیات دین سے ناواقفیت-احکام ومسائل

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی☆

اسلام جہل وشریعت سے ناواقفیت کو بالکل پسند نہیں کرتا، اسلام سے بیشتر ہر قسم کی برائیوں سے دنیا اٹی تھی، مگر اس کو "جاہلیت" سے تعبیر کیا جانا اس بات کا سراغ دیتا ہے کہ ہر برائی کسی نہ کسی طرح جہالت سے وابستہ تھی علم کی نشر واشاعت اسلام کے بنیادی نصب العین میں سے ہے؛ کیونکہ اس پر ہی سارے احکام حتی کہ ایمانیات تک موقوف ہیں، پہلی وحی "اقرا" سے شروع ہوکر اس امر کو اور بھی مؤکد کررہی ہے، قیامت کی علامات میں سے رفع علم اور شیوع جہل کو گردانا گیا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "**إن من أشراط الساعة أن يرفع العلم ويثبت الجهل وتشرب الخمر ويظهر الزنا**" (بخاری ۱/۱۸، کتاب العلم، باب رفع العلم وظہور الجہل) (علامات قیامت سے یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا، جہل جڑ پکڑے گا، شراب نوشی عام ہوگی اور زنا کا ارتکاب علی الاعلان ہوا کرے گا)۔

اس حدیث سے جہاں اس بات کا پتا چلا ہے کہ رفع علم، شرب خمر اور ظہور زنا کی بنیاد ہے اس سے اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے جس میں علم کے چرچے کے بجائے جہل دراندازہوجائے گا، اور اس جہل کی بنیاد پر بہت سے کبائر کا ارتکاب ہوتا رہے گا، یہاں تک کہ قیامت آجائے گی، اب بڑا نازک سوال یہ ہے کہ "جہل" کی بنیاد پر جن اعمال کا ارتکاب ہوگا ان کی حیثیت کیا ہوگی، کیا جہالت وناواقفیت احکام شرعیہ میں تخفیف کا باعث بن سکتی ہے یا نہیں؟ اصولیین نے خاص طور پر اس پر بحث کی ہے، مندرجہ ذیل سطور میں اس تعلق سے چند گزارشات پیش کی جاتی ہیں:

۱- جہالت کے سلسلہ میں بنیادی ضابطہ:

جہالت کب تخفیف کی متقاضی ہوتی ہے اور کب نہیں، اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ بعض احکام وہ ہیں جن کا مدار عقل وخرد پر ہے، بعض احکام وہ ہیں جن کا مدار عقل پر نہیں، بلکہ شریعت کے نزول پر ہے، جن کا مدار عقل پر ہے، ان میں جہل مؤثر نہیں ہوتا، لیکن جن کا مدار شریعت کے نزول پر ہے اگر اس کا دین ہونا مشہور ومعروف ہے تو اس میں بھی جہل مؤثر نہیں ہوا

☆ استاذ حدیث وفقہ جامعہ حسینیہ کایم کلم کیرالا۔

کرتا ہے، الا یہ کہ اس سے احتراز بس سے باہر ہو، ہاں جن امور کا باب دین سے ہونا معروف ومشہور نہ ہو، خواہ اس کے وجوہات کچھ بھی ہوں، یا معروف ومشہور ہونے کے باوجود احتراز ممکن نہ ہوتو جہل وناواقفیت کی بنا پر تخفیف ہوجاتی ہے۔

علامہ قرافی ابوالعباس احمد بن ادریس نے اس کو ضابطہ میں لانے کی کوشش کی ہے ان کے الفاظ یہ ہیں:

”وضابط ما يعفى عنه من الجهالات: الجهل الذي يتعذر الاحتراز منه عادة، ومالا يتعذر منه ولا يشق لم يعف عنه ولذلک صور:

أحدها من وطي امرأة أجنبية بالليل يظنها امرأته أو جاريته عفي عنه؛ لأن الفحص عن ذلک مما يشق من الناس“

ثانیا:”من أكل طعاما نجسا يظنه طاهرا، فهذا جهل يعفى عنه لما في تكرر الفحص عن ذلک من المشقة والكلفة، وكذلک المياه النجسة والأشربة النجسة لا إثم على الجاهل بها“

ثالثا:”من شرب خمرا يظنه جلابا، فإنه لا إثم عليه في جهله بذلک“۔

رابعا:”من قتل مسلما في صف الكفار يظنه حربيا، فإنه لا إثم عليه في جهله به لتعذر الاحتراز عن ذلک في تلک الحالة، ولو قتله في حالة السعة من غير كشف عن ذلک أثم“۔

خامسا:”الحاكم يقضي بشهود الزور مع جهله بحاجاهلهم لا إثم عليه في ذلک لتعذر الاحتراز من ذلک“(کتاب الفروق:۲/۵۹۶ الفرق بين قاعدة مالا يكون الجهل عذرا فيه وبين قاعدة ما يكون الجهل عذرا فيه)۔

(کون سی جہالت معاف ہے اس کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ ایسی جہالت ہے جس سے عموما بچنا دشوار ہو اور جس سے بچنا متعذر ودشوار نہ ہو معاف نہیں ہوگا، اور اس کی مختلف صورتیں ہیں:

۱- رات میں کسی نے اجنبی عورت سے اپنی بیوی یا باندی سمجھ کر وطی کرلیا تو معاف ہوگا، اس لئے کہ اس کی تحقیق کا مکلّف بنانے میں لوگوں کو مشقت میں مبتلا کرنا ہوگا۔

۲- کسی نے ناپاک کھانا پاک سمجھ کر کھالیا تو معاف ہوگا؛ اس لئے کہ بار بار تحقیق میں مشقت وکلفت ہے، اسی طرح ناپاک پانی اور ناپاک مشروب کے استعمال کرنے میں جاہل پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

۳- جس نے شراب جلاب، یعنی شربت سمجھ کر پیا تو جہالت کی وجہ سے گناہ نہیں ہوگا۔

۴- جس نے کافروں کی صف میں موجود کسی مسلمان کو قتل کردیا، جبکہ اس کو کافر سمجھ رہا تھا تو گناہ نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس حالت میں اس سے احتراز مشکل ہے، ہاں وسعت کی حالت میں بلا تحقیق قتل کیا تو گنہ گار ہوگا۔

۵- قاضی گواہوں کے احوال نہ جاننے کی وجہ سے جھوٹی گواہیوں پر فیصلہ کردیا تو اس پر اس میں گناہ نہیں ہے، اس

لئے کہ اس سے بچنا دشوار ہے)۔

جس جہالت کی بنا پر کوئی خاص مشقت نہیں ہوتی ہے اس کی مثال میں علامہ قرافی نے خاص طور پر ''ایمانیات'' کو پیش کیا ہے۔

''وخصوصا في الاعتقادات، فإن صاحب الشرع قد شدد في عقائد أصول الدين تشديدا عظيما بحيث أن الإنسان لو بذل جهده واستفرغ وسعه في رفع الجهل عنه في صفة من صفات الله تعالى أو في شئ يجب اعتقاده من أصول الديانات، ولم يرتفع ذلک الجهل، فإنه آثم کافر بترک ذلک الاعتقاد الذي هو من جملة الإيمان'' (کتاب الفروق ۲/۵۹۶، الفرق بین قاعدۃ مالا یکون الجہل عذرا فیہ الخ)۔

(خصوصا اعتقادی مسائل میں؛ اس لئے کہ صاحب شرع نے عقائد کے باب میں بہت زیادہ شدت اختیار کی ہے، اس طور پر کہ انسان نے اگر اپنی امکانی کوشش صفات باری کے بارے میں یا کسی بھی اعتقادی مسئلہ کے بارے میں صرف کی اور جہالت مرتفع نہیں ہوسکی تو بھی گنہگار اور اس اعتقاد کا منکر سمجھا جائے گا جن پر ایمان لانا ضروری ہے)۔

اللہ پر ایمان لانا انزال کتب وارسال رسل پر موقوف نہیں ہے، بلکہ اللہ نے ہر انسان کو ایسی عقل وخرد سے سرفراز کیا ہے جن پر معمولی غور وفکر بھی ایمان باللہ پر آمادہ کرنے والا ہے۔

''وجب الإيمان على من لم تبلغه الدعوة بدون ورود السمع، قال أبو حنيفة: لو لم يبعث الله رسولا لوجب على العقلاء معرفته بقولهم'' (اصول الشاسی ص ۳۴، بحث الأمر)۔

(ایمان ایسے لوگوں پر واجب ہے جن تک دعوت نہیں پہنچی ہے بغیر سمعی ونقلی دلائل کے وارد ہوئے، امام ابوحنیفہ نے فرمایا: اگر اللہ کسی رسول کو مبعوث نہ کرتا تو بھی اس کی معرفت عقلاء پر اپنی عقلوں کے ذریعہ واجب تھی)۔

اس لئے ذات باری کا انکار خواہ جہالت کی بنا پر ہی کیوں نہ ہو کفر میں داخل ہونے سے بچا نہیں سکتا ہے، لیکن صفات باری کے تئیں علماء واصولیین کے کلام سے ایسا لگتا ہے کہ کچھ وسعت پائی جاتی ہے، اگر صفات سے نادانی وعدم واقفیت کی بنا پر انکار پایا جاتا ہو تو اس کی وجہ سے وہ ایمان سے خارج تصور نہیں کیا جائے گا، حموی نے امام محمد کے زمانے کا قصہ نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

ایک عورت کو جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالی یہود ونصاری کو بروز قیامت عذاب دے گا تو اس خاتون نے کہا: اللہ ایسا نہیں کرے گا؛ کیونکہ وہ بھی تو ان کے ہی بندے ہیں، جب امام محمد سے اس عورت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: **''ما کفرت، فإنها جاهلة فعلموها حتى علمت''** (حموی علی الاشباہ ۲/۱۳۹) (وہ کافرہ نہیں ہے کیونکہ جاہل ہے، پس اس کو بتاؤ یہاں تک کہ جان لے)۔

اسی طرح باختیار کلمہ کفر کے تلفظ پر حموی کا فتویٰ اس طرح ہے:

"**وإن لم يعتقد أنها لفظ الكفر إلا أنه أتى به على اختيار، فيكفر عند عامة العلماء ولا يعذر بالجهل،وقال بعضهم: لا يكفر والجهل عذر، وبه يفتى**" (حموی علی الأشباہ ۱۳۹/۲)۔

(اگر چہ کسی نے اس اعتقاد سے کلمہ کفر کا تلفظ نہیں کیا کہ یہ کفر یہ کلمہ ہے، مگر اس نے اپنے اختیار سے اس کا تلفظ کیا تو جمہور کے نزدیک کافر ہوگا، جہل کی وجہ سے معذور نہیں ہوگا، بعض نے کہا: تکفیر نہیں کی جائے گی اور جہل عذر ہوگا یہی مفتی بہ ہے)۔

"**فوالله لئن قدر الله عليه ليعذ بني عذابا ما عذبه أحدا**" (بخاری ۴۹۵/۱ کتاب الانبیاء، باب بعد باب حدیث الغار)۔

بنی اسرائیل کے ایک کفن چور کا قصہ ہے کہ جب موت کا وقت قریب ہوا تو اپنی اولاد کو جمع کر کے وصیت کی کہ جب اس کا انتقال ہوجائے تو اس کے جسم کو آگ میں جلا کر راکھ بنالینا اور جب تیز ہوا چلنے لگے تو اس راکھ کو سمندر میں اڑا دینا؛ اس لئے کہ اگر اللہ تعالی میرے اوپر قادر ہوجائے گا تو بہت سخت عذاب دے گا، بالآخر ان کی اولاد نے وصیت کے مطابق عمل کیا اور باپ کی راکھ کو سمندر میں اڑا دیا، اللہ پاک نے اپنی قدرت سے اس کو جمع کیا پھر پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا تو اس نے کہا: "**مخافتک يا رب فغفرله**" (اے پروردگار تیرے خوف نے اس کے کرنے پر مجبور کیا)، چنانچہ اللہ نے اسے معاف کردیا۔

یہ شخص بظاہر اللہ کی صفت قدرت کا منکر لگ رہا ہے، اس لئے شارحین نے خاص طور پر اس کو حل کرنے کی طرف توجہ دی ہے، چنانچہ علامہ عینی وحافظ ابن حجر دونوں نے مختلف توجیہات ذکر کرنے کے ساتھ اس پر اتفاق کیا ہے کہ وہ شخص مومن جاہل تھا، اللہ نے اس کو جہالت کی وجہ سے دارو گیر سے محفوظ رکھا۔

"**إنما هو رجل جاهل ظن أنه صنع به هذا الصنع ترک، فلم ينشر ولم يعذب**" (عمدۃ القاری ۹۶/۱۶، حدیث ۳۴۷۹)۔

(وہ جاہل شخص تھا، اس نے سمجھا کہ ایسا کرنے سے چھوڑ دیا جائے گا اور عذاب نہیں ہوگا)۔

"**والجواب أنه لم ينكر البعث، وإنما جهل فظن أنه إذا فعل به ذلک لا يعاد، فلا يعذب...... قال ابن قتيبة: قد يغلط في بعض الصفات قوم من المسلمين، فلا يكفرون بذلک، ورده ابن الجوزي، قال: جحده صفة القدرة كفر اتفاقا**" (فتح الباری ۱۳۸/۸ کتاب احادیث الأنبیاء)۔

(جواب یہ ہے کہ اس نے بعث کا انکار نہیں کیا، بلکہ جاہل ہے، پس اس نے سمجھا کہ جب اس کے ساتھ ایسا

کیا جائے گا تو روح نہیں لوٹائی جائے گی پس عذاب نہ ہوگا)۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں: بعض صفات میں کچھ مسلمان غلطی کرتے ہیں، لہذا اس کی وجہ سے ان کو کافر نہیں کہا جائے گا، ابن الجوزی نے اس کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ صفت قدرت کا انکار بالاتفاق کفر ہے)۔

حافظ کا رجحان اس واقعہ کی بابت تو یہ ہے کہ یہ شخص مغلوب الحال تھا جو حد تکلیف سے خارج تھا، قاضی عیاض نے شفاء میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''**انعقد الإجما ع على تكفير من جحد أن الله تعالى عالم أو متكلم أو غير ذلک صفاته الذاتية،فإن جهل الصفة ولم ينفها كفره الطبري وغيره، وقيل: لا يكفر،و إليه رجع الأشعري؛ لأنه لم يصم على اعتقاد ذلک ويعضده حديث القائل: لئن قدر الله علي ليعذبني، الحديث، وحديث السوداء، قال لها الرسول ﷺ: أين الله؟ قالت: في السماء**''(کتاب الفروق: ۴/ ۱۲۸۲ الفرق الحادی والأربعون والمائتان بین قاعدة المعصیة)۔

(ایسے شخص کی تکفیر پر اجماع ہے جس نے انکار کیا کہ اللہ تعالی عالم ہے یا متکلم ہے وغیرہ اللہ کی صفات ذاتیہ کا، پس صفت سے ناواقف ہو، اور انکار نہیں کیا تو طبری نے اس کی تکفیر کی، اور کہا گیا ہے: تکفیر نہیں کی جائے گی، اسی کی طرف اشعری نے رجوع کیا ہے، اس لئے کہ اس نے اس اعتقاد پر اصرار نہیں کیا اس کی تائید ہوتی ہے اس قائل کی حدیث سے جس نے کہا تھا: اگر اللہ میرے اوپر قادر ہو جائے تو عذاب دے گا، اور سوداء کی حدیث سے جس سے اللہ کے رسول نے پوچھا تھا کہ اللہ کہاں ہے؟ تو اس نے کہا تھا: آسمان میں)۔

اس تفصیل سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کو ماننا چونکہ عقل پر موقوف ہے، انزال کتب وارسال رسل پر موقوف نہیں ہے، لہذا اللہ پر ایمان لانے کی بابت جہل کی وجہ سے تخفیف نہیں ہوگی، لیکن صفات باری کا اثبات چونکہ ہر شخص پر واضح نہیں ہوتا ہے، اس لئے اگر نادانی میں ایسے صفات کا انکار کر دیا تو معذور سمجھا جائے گا، اسی طرح جن امور کا تعلق ہے تو ارسال رسل سے، مگر اس کا دین ہونا معروف ومشہور بھی ہے، مگر احتراز مشکل و دشوار ہو تو اس شخص کو معذور سمجھا جائے گا، مگر احتراز ممکن ہے، پھر ایسے معروف ومشہور امور سے نادانی برتتا ہے تو اس کو معذور نہیں سمجھا جائے گا۔

۲-عقائد کے باب میں جہالت کا اثر:

عقائد کا باب چونکہ بہت ہی حساس ہے، اسی لئے تمام انبیاء ورسول کی دعوت وتبلیغ کا اولین مقصد عقائد ہی رہے ہیں، ان میں معمولی چوک بھی گوارہ نہیں کی گئی، کیونکہ عقائد کا معاملہ نقل سے زیادہ عقل پر منحصر رہتا ہے، اس لئے عقائد کے باب میں عام طور پر جہالت کی وجہ سے معذور نہیں مانا گیا ہے، بشرطیکہ ان کا تعلق ضروریات دین اور قطعیات دین سے ہو، امام فخر الاسلام بزدوی لکھتے ہیں:

"**فالكفر من الكافر لايصلح عذراً؛ لأنه مكابرة وجحود بعد وضوح الدليل**"(اصول البزدوی/ص ۲۴۷،فصل فی الجہل)(پس کافر کا کفر عذر نہیں بن سکتا؛اس لئے کہ دلیل کے واضح ہونے کے بعد مکابرہ وانکار ہے)۔

"**الجهل الذي يكون من مكابرة العقل وترك البرهان القاطع وهو جهل الكافر لا يكون عذرا بحال ،بل يؤاخذ به في الدنيا والآخرة**"(موسوعہ فقہیہ ۲۰۰/۱۶)۔

(وہ جہل جو عقل کے ساتھ مکابرہ اور دلیل قاطع کے ترک سے پیدا ہوا وہ کافر کا جہل ہے کسی بھی حال میں عذر نہیں ہوگا، بلکہ دنیا وآخرت میں پکڑا جائے گا)۔

عبدالعزیز بخاری لکھتے ہیں:"**فالكفر جحود بعد وضوح الدليل، لأن الآيات الدالة على وحدانية الصانع جل جلاله، وكمال قدرته وعظمة ألوهيته لا تعد كثرة ولا تخفى على من له أونى لب، كما قال أبو العتاهية:**

فياعجما كيف يعصى الا له ام كيف يجحده جاحد

وفي كل شئ له آية تدل على أنه واحد(کشف الأسرار ۴۵۱/۴)۔

(پس کفر دلیل کے واضح ہونے کے بعد انکار کا نام ہے،اس لئے کہ صانع جل جلالہ کی وحدانیت،اس کے کمال قدرت اور عظمت الوہیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں بے شمار ہیں،جن کو بھی تھوڑی عقل ہوگی ان پر مخفی نہیں رہیں گی،جیسا کہ ابوالعتاہیہ شاعر کہتا ہے:تعجب ہے اللہ کی نافرمانی کیسے کی جاتی ہے، یا منکر کس طرح اس کا انکار کرتا ہے،حالانکہ اس کی ہر شئی میں نشانی موجود ہے جو اس کے ایک ہونے پر دلالت کرتی ہے)۔

قرآن کریم نے بھی بار بار لوگوں کو آفاق وانفس میں تدبر،تفکر اور عقل کو کام میں لانے کی اپیل کی ہے جس سے مذکورہ بالا نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے۔

البتہ صفات باری پر ایمان وایقان کے تعلق سے علماء ومحققین کے کلام میں اختلاف پایا جاتا ہے،بعض نے صفات باری سے جہالت کو بھی عذر نہیں مانا ہے، جبکہ بعض نے عذر تسلیم کیا ہے؛ کیونکہ صفت سے ناواقفیت مکمل طور پر یہ موصوف کی ناواقفیت کی دلیل نہیں ہے،علامہ زرکشی لکھتے ہیں:

"**الجهل بالصفة هل هو جهل بالموصوف مطلقا أو من بعض الوجوه؟الظاهر:الثاني، و من ثم لا يكفر أحد من أهل القبلة**" (البحر المحیط ۸۵/۱ مسألۃ الجہل)(صفت کو نہ جاننا مطلقا موصوف کو نہ جاننا ہے یا بعض اعتبار سے یہ جاننا ہے؟ ظاہر ثانی صورت ہے،اسی لئے اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جاتی ہے)۔

جبکہ صاحب"فواتح الرحموت"نے اس کو عذر نہیں مانا ہے:

"الجهل الذي يكون عن مكابرة العقل وترک الحجة الجلية أيضا لكن المكابرة فيه أقل منها في الأول لكون هذا الجهل ناشئا عن شبهة منسوبة إلى الكتاب أو السنة، وهذا الجهل للفرق الضالة من أهل الأهواء، وهذا الجهل لا يكون عذرا، ولا نتركهم على جهلهم، فإن لنا أن نأخذهم بالحجة لقبولهم التدين بالإسلام" (موسوعہ فقہیہ ۱۶/۲۰۰)۔

(وہ جہالت جو عقل کے خلاف کرنے اور واضح حجت کو چھوڑنے کی وجہ سے ہو، لیکن اس میں عقل کی خلاف ورزی پہلے کے مقابلہ میں کم ہو، اس لئے کہ اس صورت میں ایسے شبہ کی وجہ سے جہل آتا ہے جو کتاب وسنت کی طرف منسوب ہے، یہ جہل ہوا پرست فرق ضالہ میں ہوتا ہے، نیز یہ جہل عذر نہیں ہے، ان کو جہالت پر چھوڑا نہیں جاسکتا ہے، بس ہمارے لئے روا ہے کہ ان کو حجت ودلیل سے قائم کریں، اس لئے کہ وہ بھی اسلام کے ساتھ وابستہ ہیں)۔

علامہ ابن الجوزی نے بھی صفات سے ناواقفیت کو عذر تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے، "ورده ابن الجوزی وقال: جحده صفة القدرة كفرا تفاقا" (فتح الباری ۸/۱۳۸ کتاب احادیث الأنبیاء) (ابن الجوزی جہالت والی بات کو رد کردیا ہے اور کہا: صفت قدرت کا انکار بالاتفاق کفر ہے)۔

لیکن صواب ودرستگی کے لائق وہ رائے معلوم ہوتی ہے جس میں صفات کی جہالت کو عذر تسلیم کیا گیا ہے، اس لئے کہ صفات کا اثبات بھی ہر چند کے من وجہ عقل سے ہوتا ہے، مگر تفصیل وتشریح کے لئے بہرحال کتاب وسنت کی مراجعت، یا نظر وفکر کی ضرورت پڑتی ہے، سارے لوگ اس باب میں مساوی نہیں ہوسکتے ہیں، اس لئے جو حضرات واقف نہیں ہونے کی بنا پر ان پر ایمان نہیں لاسکے تو یہ موجب طعن نہیں ہوگا، اعتقادی فرقے صفات باری کی تشریح وتبیین میں اختلاف ہی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں حالانکہ ان کی تکفیر نہیں کی جاتی ہے، بلکہ اہل قبلہ کا معزز لقب ان کے لئے استعمال ہوتا ہے، اسی طرح بنی اسرائیل کے کفن چور کا اللہ کی صفت قدرت میں مذبذب ہونا، پھر اس کی مختلف تاویلات میں سے ایک تاویل جہالت کو قرار دینا بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ صفات سے ناواقفیت ایمان نہ لانے کے لئے عذر معقول ہے جس کو قبول کیا جائے گا۔

ضروریات دین وقطعیات دین سے مراد:

ایمان کے لئے ضروریات دین وقطعیات دین کا اعتراف واعتقاد لازم ہے، اگر کسی ضروری امر وقطعی شئ کا انکار لازم آیا تو دائرہ اسلام سے خارج ہوکر کفر میں داخل ہوجاتا ہے، علامہ قرافی نے کفر کا تعارف ان الفاظ میں کروایا ہے:

"أصل الكفر إنما هوانتهاک خاص لحرمة الربوبية إما بالجهل بوجود الصانع أو صفاته العلي، ويكون الكفر بفعل كرمي المصحف في القاذورات أو السجود للصنم......أو جحد ما علم من الدين بالضرورة" (کتاب الفروق ۴/۱۱۲۷ الفرق الحادی والأربعون والمأتان بین قاعدۃ المعصیۃ التی ہی کفر وقاعدۃ مالیس بکفر)۔

(کفر کی اصل، حرمت ربوبیت کی مخصوص قسم کی پامالی ہے یا تو صانع کے وجود یا اس کے عالی صفات سے ناواقفیت کی وجہ کر، نیز کفر کسی فعل سے بھی ہوتا ہے، جیسے قرآن کریم کو گندی جگہ ڈال دینے، یا بت کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی وجہ سے، کبھی ضروریات دین کے انکار کی وجہ سے)۔

''ضروریات دین'' سے مراد اسلام کے ایسے امور ہیں جن کا دین ہونا ظاہر وباہر ہے، عامۃ الناس کو پتہ ہو کہ اس طرح کے امور دین اسلام کے امور کہلاتے ہیں، ہر فرد کا واقف ہونا ضروری نہیں ہے، نیز ضروریات سے مراد براہین قطعیہ سے ثابت ہونے والے امور نہیں ہیں، علامہ قرافی تصریح فرماتے ہیں:

''وجحد ما علم من الدين بالضرورة كجحد الصلاة والصوم، ولا يختص ذلك بالواجبات والقربات، بل لو جحد بعض الإباحات المعلومة بالضرورة كفر......بل لا بد أن يكون المجمع عليه مشتهرا في الدين حتى صار ضروريا فكم من المسائل المجمع عليها إجماعا لا يعلمه إلا خواص الفقهاء، فجحد مثل هذه المسائل التي يخفى الإجماع فيها ليس كفرا'' (کتاب الفروق ۴/۱۲۷۸، الفرق الحادی والأربعون والمأتان الخ)۔

(ضروریات دین کا انکار جیسے نماز وروزہ کا انکار ہے، واجبات وعبادات کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ اگر ایسی مباحات کا بھی انکار کرے جن کا مباح ہونا سب کو معلوم ہو تو کفر ہوگا...... بلکہ ضروری ہے کہ ''مجمع علیہ'' دین میں مشہور ہو، تاکہ صفت ضرورت کے ساتھ متصف ہوجائے؛ کیونکہ بہت سے اجماعی مسائل ہیں جن کو مخصوص فقہاء ہی جانتے ہیں پس ان مسائل کا انکار جن میں اجماع مخفی ہے کفر نہیں ہوگا)۔

علامہ کشمیریؒ نے اس پر تفصیلی کلام کیا ہے، اس کا حاصل بھی یہی ہے، ان کے خیال کا خلاصہ مندرجہ ذیل عبارت سے عیاں ہے:

''والمراد بالضرورة ما يعرف كونها من دين النبي ﷺ بلا دليل بأن تواتر عنه واستفاض حتى وصل إلى دائرة العوام وعلمه الكواف منهم لا أن كلّا منهم يعلمه، وإن لم يرفع لتعليم الدين رأسا، فإن جهله لعدم رغبته في تعليم الدين ، وعلمته العامة فهو ضروري كالواحدنية والنبوة وختمها بخاتم الأنبياء وانقطاعها بعده، والبعث والجزاء وعذاب القبر، سمي ضروريا؛ لأن كل واحد يعلم أن هذا الأمر مثلا من الدين'' (فیض الباری ۱/۶۹ بحث في معنى الضرورة وما يتعلق بها)۔

(ضرورت سے مراد یہ ہے کہ اس کا رسول ﷺ کے دین سے ہونا بلا دلیل معلوم ہو، بایں طور کہ آپ سے تواتر یا شہرت کے ساتھ دائرہ عوام میں پہنچا ہو، اور عام آدمی کو معلوم ہو، نہ کہ سب کو معلوم ہو، خواہ دین سیکھنے کی طرف کبھی توجہ بھی نہ کی

ہو، پس دین کی عدم رغبت کی وجہ سے ناواقف ہو اور عامۃ الناس اس کو جانتے ہوں تو وہ ضروری ہے، جیسے وحدانیت، نبوۃ، رسول اللہ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا اور اس سلسلہ کا آپ کے بعد بند ہوجانا، بعث وجزاء اور عذاب قبر، اس کو ضروری اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہر انسان جانتا ہے کہ یہ دینی امر ہے)۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں: ایسے تمام دینی امور جن کا ثبوت حضور ﷺ سے قطعی تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور جن کا دین محمد میں داخل ہونا ہر خاص وعام کو معلوم ہے ان کو ضروریات دین کہا جاتا ہے، ان تمام امور کو بغیر تاویل کے ماننا شرط اسلام ہے ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا یا اس میں تاویل کرنا کفر ہے (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱/۴۹)۔

اگر ایسے ضروری امور میں سے کسی کا کوئی شخص انکار کرتا ہے تو ایسے شخص کو واقف کرانا چاہئے کہ یہ دینی امر ہے، اس کا انکار کفر ہوتا ہے پھر بھی وہ نہیں مانتا ہے تو اس کو معذور نہیں سمجھا جائے گا۔

”**ولكنه لما كان من المسلمين أو ممن ينتحل الإسلام لزمنا مناظرته وإلزامه، فلم نعمل بتاويله الفاسد**“ (کشف الأسرار عن اصول البزدوی ۴/۲۶۴) (لیکن جب کہ وہ مسلمان ہے یا مدعی اسلام ہے تو ہمارے اوپر اس سے مناظرہ کرنا اور اس کو لاجواب کرنا لازم ہے، ہم اس کے تاویل فاسد کو قبول نہیں کریں گے)۔

۳-عملی احکام کی بابت جہالت اور ملک ہندوستان کا حکم:

فقہاء اسلام نے عملی احکام کی بابت دار الاسلام اور دار الحرب کا فرق ملحوظ رکھا ہے، دار الاسلام میں چونکہ علم کے ذریعہ وافر ہوتے ہیں، اس لئے اس دار کی جہالت قابل عفو نہیں سمجھی جاتی، مگر دار الحرب جہاں زمام اقتدار غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے، انتظام وانصرام سے لے کر طرز معیشت وطریقہ تعلیم پر غیر اسلامی نظام حاوی رہتا ہے، وہاں کے بسنے والے مسلمانوں کے لئے احکام سے ناواقفیت ایک مجبوری ہوتی ہے، اس لئے بہت سے احکام میں ان مسلمانوں کو چھوٹ دی جاتی ہے، نیز بہت سی مرتبہ دار وگیر سے محفوظ رہتے ہیں۔

ہمارا ملک ہندوستان اس بابت دار الحرب کا درجہ رکھتا ہے یا دار الاسلام کا، پورے ہندوستان کا حال یکساں ہے یا علاقے علاقے کے مابین فرق بھی ہوسکتا ہے؟

یہ تو کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کو اپنے علمی سرمایہ کی جتنی معلومات ہے دوسرے بہت سے اسلامی ملکوں کو وہ نصیب بھی نہیں، علماء کی انتھک کوشش، خانقاہوں کی محنت، مدارس کی جانفشانی مختلف دینی، علمی وملی تحریکوں وتنظیموں کی پرخلوص کاوشوں نے اسلام کو ہندوستان کے کونے کونے میں متعارف کرادیا ہے، اسلام کے عمومی احکام یہاں ضروریات دین کے زمرے میں داخل ہو چکے ہیں، ناچیز سمجھتا ہے پورا ملک ہندوستان ضروریات دین کے سلسلے میں دار الاسلام سے کم درجہ کا حامل نہیں ہے، مگر ہوسکتا ہے، بعض ایسے علاقے بھی ہوں جہاں غیر مسلموں کی کثرت، اور غیر اسلامی نظام کے غلبہ کی

وجہ کر بہت سے احکام ابھی بھی مخفی ہوں ان کا سروے کرنے کی ضرورت ہے، گوشے گوشے میں پھر کر جائزہ لینے کی ضرورت ہے اگر رپورٹ میں ایسے کچھ علاقے آتے ہیں جہاں کے لوگ اسلامی احکام سے واقف نہیں تو یقیناً مکمل ہندوستان کا ایک حکم نہیں ہوسکتا ہے، جہل کے باب میں جونصوص متقدمین سے منقول ہیں ان سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے کہ امکنہ وازمنہ کے لحاظ سے اس میں فرق پڑتا ہے، کیونکہ اصل مدار واقفیت پر یا اسلامی احکام کی شہرت پر ہے اگر کوئی واقف ہے، پھر بھی ارتکاب کرتا ہے، یا وہ احکام مشہور ہیں، لیکن کچھ لوگوں کو محض دین سے عدم رغبت کی وجہ سے معلوم نہیں ہے جس کی وجہ سے مرتکب ہوجاتے ہیں تو مواخذہ سے بری نہیں رہ سکتے ہیں، امام سیوطی نے لکھا ہے:

"کل من جهل تحریم شئ مما یشترک فیه غالب الناس لم یقبل، إلا أن یکون قریب عهد بالإسلام أو نشأببادیة بعیدة یخفی فیها مثل لک" (الأشباہ للسیوطی: ص ۳۰۳ باب: من یقبل منہ دعوی الجہل ومن لا یقبل) (ہر وہ شخص جو کسی ایسی چیز کی تحریم سے ناواقف ہو جس کی تحریم عام لوگوں کو معلوم ہے تو اس کا دعوی جہل قبول نہیں ہوگا، الا یہ کہ وہ قریب الاسلام ہو یا ایسے دور دراز علاقے میں رہتا ہو جہاں اس قسم کے احکام مخفی رہتے ہوں)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں: **"إن الأمکنة والأزمنة التي تفتر فیها النبوة لا یکون حکم من خفیت علیه آثار النبوة، حتی أنکر ما جاء ت به خطأ کما یکون حکمه في الأمکنة والأزمنة التي ظهرت فیها آثار النبوة"** (بغیۃ المرتاب فی الرد علی المتفلسفۃ والقرامطۃ والباطنیۃ بحوالہ الرخص الشرعیہ ص ۲۸۹) (بے شک وہ مکان وزمان جہاں نبوت کی روشنی مدھم پڑ گئی اس کا حکم اس جگہ کی طرح نہیں ہوگا جہاں آثار نبوت مخفی ہو یہاں تک خطا اگر انکار بھی پایا جائے تو اس جگہ کے حکم کی طرح نہیں ہوگا جہاں آثار نبوت ظاہر و باہر ہیں)۔

ایک حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے: **"عن حذیفة قال: قال رسول الله ﷺ: یدرس الإسلام کما یدرس وشئ الثوب حتی لا یدری ما صیام ولا صلاة ولانسک ولا صدقة ویسری علی کتاب الله عزو جل فی لیلة، فلا یبقی فی الأرض منه آیة، وتبقی طوائف من الناس الشیخ الکبیر والعجوز یقولون: أدرکنا آبائنا علی هذه الکلمة: لا إله إلا الله، فنحن نقولها، فقال له صلة: ما یغني عنهم لا إله إلا الله؟ وهم لا یدرون ما صلاة ولا صیام ولا نسک ولاصدقة، فأعرض عنه حذیفة، ثم ردها علیه ثلاثا کل ذلک یعرض عنه حذیفة، ثم أقبل علیه في الثالثة فقال: یا صلة!تنجیهم من النار ثلاثا"** (ابن ماجہ ص ۲۹۳ کتاب الفتن، باب ذہاب القرآن والعلم، ولحاکم فی المستدرک ۴/ ۵۴۵، کتاب الفتن والملاحم، وقال: صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ ووفقہ الذہبی)۔

(حضرت حذیفہ فرماتے ہیں: اللہ کے رسول نے فرمایا: اسلام ختم ہوجائے گا جس طرح کپڑے کا نقش ونگار ختم

ہوجاتا ہے حتی کہ معلوم نہیں ہوگا روزہ کیا ہے؟ نماز کیا ہے؟ حج کیا ہے اور صدقہ کیا ہے؟ نیز ایک رات کتاب اللہ ختم ہوجائیگی، پس روئے زمین پر کوئی آیت باقی نہیں رہے گی، لوگوں کے بعض گروہ رہ جائیں گے جن میں بوڑھا مرد و بوڑھی عورت ہوں گے کہیں گے: ہم نے اپنے آباء کو اسی کلمہ پر پایا ہے، پس ہم وہ کہتے ہیں۔

حضرت صلہ نے فرمایا: لا إله إلا الله کیا کام آئے گا، جبکہ وہ نماز، روزہ، حج اور صدقہ کو جانتے نہ ہوں گے؟، حضرت حذیفہ نے منہ پھیر لیا، پھر حضرت صلہ نے تین مرتبہ اس کو دہرایا ہر مرتبہ حضرت حذیفہ منہ پھیر لیتے تھے پھر ان کی طرف تیسری مرتبہ متوجہ ہوئے اور کہا: صلہ! یہ کلمہ ہی ان کو جہنم سے نجات دے دے گا، یہ جملہ انہوں نے تین مرتبہ کہا)۔

اس حدیث میں "تنجیهم من النار" کا ایک مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کلمہ توحید کم از کم ان کے پاس ہوگا جس سے ان کا ایمان محفوظ رہے گا، اور جب وہ صاحب ایمان ہوں گے تو یقیناً بعد میں ہی سہی، مگر جہنم سے استگاری ہوجائے گی۔

لیکن اس کا ایک واضح سا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جہنم سے خلاصی کے لئے ایسے لوگوں کے لئے صرف ایمان کافی ہے، اعمال کے تئیں چونکہ وہ ناواقف ہیں، اس لئے ان سے اعمال کی بابت کوئی مواخذہ نہیں ہوگا، اس سے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ جو لوگ اعمال کو بعض حالات کی بنا پر نہیں جانتے ہیں وہ ان اعمال کی بابت معذور ہوتے ہیں، اس کی نظیر کے طور پر تحویل قبلہ کے واقعہ کو پیش کیا جاسکتا ہے، تحویل قبلہ ظہر کی نماز میں مسجد بنوسلمہ میں ہوئی، مسجد بنو حارثہ کے لوگوں کو عصر میں پتا چلا، جبکہ مسجد قبا میں خبر اگلے دن فجر میں پہنچی، دو تین نمازوں تک وہ لوگ اس حکم سے غافل رہے، مگر نہ تو ان نمازوں کے لوٹانے کا حکم دیا گیا اور نہ ہی اللہ کی طرف سے کسی دارو گیر کی اطلاع ہی بھیجی گئی، نیز جس وقت تحویل قبلہ ہوئی اس وقت مسلمانوں کی ایک اچھی تعداد حبشہ میں مقیم تھی، حبشہ سے سارا قافلہ فتح خیبر کے موقع پر ۷ھ میں مدینہ آیا ہے، جو تبدیلیاں مدینہ میں ہورہی تھیں یا جو نئے احکام نازل ہورہے تھے ان سے وہ حضرات قطعاً ناواقف تھے، یہی وجہ ہے حضرت ابن مسعود غزوہ بدر سے تھوڑا پہلے مدینہ واپس آئے تھے، اس وقت تک تحریم الکلام فی الصلاۃ کا حکم آچکا تھا، حضرت ابن مسعودؓ کو معلوم نہیں تھا، انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو سلام کیا تھا جس کا جواب نہ پاکر بہت بے چین ہوئے تھے، مگر بعد میں جب علم ہوا کہ جواب نہ نوازے جانے کی اصلی وجہ نماز کی حالت میں سلام وکلام کی ممانعت ہے تو ان کو سکون ہوگیا، جو لوگ حبشہ میں تھے وہ لوگ بہت سے دینی احکام سے ناواقف تھے اور ان کو ادا بھی نہیں کررہے تھے، ان کو اس ناواقفیت کی وجہ سے معذور سمجھا گیا، "اصول البزدوی" میں ہے:

"وكذلك الخطاب في أول ما ينزل، فإن من لم يبلغه كان معذورا مثل ما روينا في قصة أهل قبا وقصة تحريم الخمر، قال الله تعالى: "وما كان الله ليضيع إيمانكم"، وقال تعالى: "ليس على الذين آمنوا وعملوا الصالحات جناح فيما طعموا" (اصول البزدوی رص ۲۵۷)۔

(اسی طرح اول نزول کے وقت میں خطاب جن لوگوں تک نہیں پہنچ سکا وہ معذور تھے، مثلاً اہل قبا کے قصے میں، اور تحریم خمر کے قصہ میں جو ہم نے روایت کیا ہے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: اللہ تمہارے نماز کو ضائع نہیں کرتا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے کوئی گناہ نہیں ہے اس میں جو کچھ کہ انہوں نے کھایا)۔

۴- ہندوستان جیسے ملکوں میں حرمت مصاہرت کے بعض مسائل سے ناواقفیت:

مس بالشہوۃ ونظر بالشہوۃ وغیرہ سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے، یہ بات بالکل سچ ہے کہ ہندوستان جیسے ملکوں میں عام انسانوں کو یہ معلوم نہیں ہے، بلکہ بہت سے خواص بھی نہیں جانتے ہیں، لیکن مس بالشہوۃ ونظر بالشہوۃ کا حرام ہونا شاید و باید ہی کسی سے مخفی ہو، ہر ذی عقل مسلمان کیا انسان بھی اتنی بات تو ضرور ہی جانتا ہے کہ یہ فعل دراصل زنا کا پیش خیمہ ہے اور زنا و دواعی زنا بشرطیکہ شہوت کے ساتھ ہو ان کی شناعت وقباحت ہر شخص پر آشکارا ہے، اور ضابطہ یہ ہے کہ اگر کسی حرام کی حرمت کا علم ہو مگر نتائج سے ناواقف ہو تو ایسی صورت میں معذور نہیں باور کیا جائے گا، حضرات شافعیہ جن کے یہاں اس باب میں توسع ہے ان کے یہاں تصریح موجود ہے۔

"کل من علم تحریم شئ وجهل ما یترتب علیه لم یفده ذلک کمن علم تحریم الزنا والخمر وجهل وجوب الحد یحد بالاتفاق؛ لأنه کان حقه الامتناع، وکذا لو علم تحریم القتل وجهل وجوب القصاص یجب القصاص، أو علم تحریم الکلام وجهل کونه مبطلا یبطل، وتحریم الطیب و جهل وجوب الفدیة تجب" (الأشباہ للسیوطی ۱؍۳۰۴)۔

(جس شخص کو شئ کی حرمت کا علم اور اس پر مرتب ہونے والے احکام کا علم نہ ہو تو عدم علم سے (چھٹکارے کا) فائدہ نہ ہوگا، جیسے زنا وشراب کی حرمت کا علم ہو، مگر وجوب حد سے ناآشنا ہو تو بالاتفاق حد جاری ہوگی، اس لئے کہ اس پر اس سے اجتناب کرنا واجب تھا؛ اسی طرح قتل کی حرمت کا علم ہو اور وجوب قصاص کو نہیں جانتا تو قصاص واجب ہوگا، یا نماز میں کلام کے حرام ہونے کو جانتا ہے، مگر مفید نماز ہونے سے بے خبر ہے تو نماز کو فاسد کردے گا، حالت احرام میں خوشبو کی حرمت معلوم ہے، وجوب فدیہ معلوم نہیں ہے تو فدیہ واجب ہوگا)۔

اس لئے مس بالشہوۃ ونظر بالشہوۃ جن سے حرمت مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے، کا ارتکاب ہوتا ہے تو مرتب ہونے والا حکم، یعنی حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی، ویسے بھی حرمت مصاہرت کا مسئلہ حساس ہے، فروج و ابضاع سے متعلق ہے، اور فروج و ابضاع میں اصل حرمت ہے، نیز جہاں اصل تحریم ہوتی ہے، وہاں شبہ سے بھی حرمت ثابت ہوجاتی ہے، جیسا کہ حدیث میں حضرت عدی بن حاتمؓ کی روایت میں شکاری وغیر شکاری کتے سے کئے ہوئے شکار کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے کھانے سے منع کردیا: **"لاتأکل إنما سمیت علی کلبک ولم تسم علی الآخر"** (بخاری ۱؍۲۷۶

کتاب البیوع، باب تفسیر المشبہات)۔

حیوانات میں بھی اصل تحریم ہوتی ہے، غیر شکاری کتے کی شمولیت سے شبہ پایا گیا، اس لئے حرام قرار دیا گیا، اسی طرح ابضاع وفروج کا حال ہے، علامہ کاسانی لکھتے ہیں: "**فالأخذ بالمحرم أولى عند التعارض احتياطا للحرمة؛ لأنه يلحقه المأثم بارتكاب المحرم ولا مأثم في شرح المباح؛ لأن الأصل في الأبضاع هو الحرمة والإباحة بدليل**"(بدائع ۲/ ۵۴۲ باب المحرمات: أن تجمعوا بین الاختین طبع زکریا)۔

(پس حرمت کا قائل ہونا تعارض کے وقت احتیاطا اولی ہے، اس لئے کہ حرام کے ارتکاب سے گناہ ہوگا، مباح کے چھوڑنے میں کوئی گناہ نہیں ہے؛ اور اس لئے کہ ابضاع میں اصل حرمت ہے، اباحت تو کسی دلیل کی وجہ سے آئے گی)۔

۵-موجودحالات میں تین طلاق سے بےخبری، واقعی یا فرضی؟

نکاح وطلاق ہر انسان کی ضرورت کے مثل ہیں، نکاح اس طرح ہوتا ہے، اس کو ختم اس طرح کیا جاتا ہے ہر خاص و عام کے ذہن میں ہے بالخصوص موجودہ حالات نے تو طلاق کے مسئلہ کو اور بھی آشکارا کر دیا ہے، اب تو تقریبا ہر شخص جانتا ہے کہ مسلمانوں کے یہاں تین طلاق کا تصور ہے، تین مرتبہ بولنے سے تین طلاق ہی پڑتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت مسلمانوں کے نظام طلاق سے متصادم نظریہ رکھتی ہے، اس کا اتنا چرچہ کیا گیا کہ ''تین طلاق'' بدیہی بن گئی، اس لئے موجودہ حالات میں طلاق کے مسئلہ میں جہل کا بہانہ بنانا فرضی سا معلوم ہوتا ہے، نیز جب اصل حکم معلوم ہو صرف اس پر مرتب ہونے والے حکم سے لاعلمی ہو تب تو جہالت مرتب حکم پر اثر انداز نہیں ہوا کرتی ہے، اس لئے مسئلہ میں بھی ہر شخص اصل حکم سے واقف ہے، اس لئے ''تین طلاق'' کو ایک کر دینا، یا جہل کو موثر مان کر وقوع طلاق کا حکم نہ کرنا جرات بے جا ہے، تین کو تین نہ سمجھنا یہ تو عقل صریح کے بھی خلاف ہے، جہل کا اعتبار عقل صریح کے خلاف میں نہیں ہوتا ہے، نیز طلاق بھی فروج وابضاع کی حلت و حرمت سے متعلق ہے جہاں اصل حرمت ہوتی ہے، لہذا محض شبہ حرمت بھی موثر ہونا چاہئے، اس کا تقاضا ہے کہ تین طلاق کو تین ہی ماننا چاہئے۔

"**اعلم أنه لم يثبت عن أحد من الصحابة ولا من التابعين ولا من أئمة السلف المعتد بقولهم في الفتاوى في الحلال والحرام شئ صريح في أن الطلاق الثلاث بعد الدخول يحسب واحدة إذا سبق بلفظ واحد**"(احکام القرآن لابن العربی ۱/ ۸۱)۔

(جان لو کہ صحابہ، تابعین اور ائمہ سلف جن کا قول حلال وحرام میں معتبر ہے ان میں سے کسی سے صراحتا ثابت نہیں کہ مدخول بہا کو تین طلاق اگر ایک لفظ سے دی جائے تو وہ ایک سمجھی جائے گی)۔

البتہ عدد کی تصریح نہ ہو، صرف طلاق کا تکرار ہو اور شوہر کی نیت محض تاکید ہو تو اس بابت قضاو دیانت کا فرق فقہاء

کرتے ہیں، دیانتاً اس کی نیت کا اعتبار کیا جاتا ہے، جبکہ قضاءً اس کی نیت معتبر نہیں ہوتی ہے۔

"دین، أي: تصح نيته في ما بينه وبين ربه تعالى: لأنه نوى ما يحتمله لفظه فيفتيه المفتي بعدم الوقوع، أما القاضي فلا يصدقه ويقضي عليه بالوقوع؛ لأنه خلاف الظاهر بلاقرينة" (ردالمحتار ۳/۲۵۱ کتاب الطلاق، باب صریح الطلاق)۔

(دیانتاً قبول کرنے کا مطلب ہے کہ اس کی نیت فی مابینہ وبین اللہ صحیح ہے؛ اس لئے کہ ایسی چیز کی نیت کی ہے جس کا لفظ احتمال رکھتا ہے پس مفتی (متن کے) عدم وقوع کا فتوی دے گا، بہرحال قاضی تو اس کی تصدیق نہیں کرے گا اور وقوع کا فیصلہ کرے گا؛ اس لئے کہ خلاف ظاہر ہے اور قرینہ نہیں ہے)۔

دیانت وقضاء کے فرق کے ساتھ تقریباً تمام کتب فتاوی میں مسئلہ مرقوم ہے، یہ مسئلہ اپنی جگہ بہت اہم ہے کہ اس دور میں فتوی دیانت پر دینا چاہئے یا قضاء پر؛ کیونکہ جس وجہ سے قرن اول میں حضرت عمرؓ نے تین طلاق کو تین باقی رکھا تھا وہ دیانت وامانت کا نقصان تھا، آج تو امانت ودیانت کی جو صورت حال ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، لیکن پھر بھی اگر دیانت پر فتوی دیا جائے اور لفظ طلاق کے تکرار ہونے کی صورت میں مفتی ایک طلاق کا فتوے دے دے تو اس کے لئے جائز ہے، اگر شوہر اپنی نیت میں جھوٹا ہوگا تو اس کا وبال اس کو خود بھگتنا پڑے گا، مفتی صاف صاف مسئلہ بتادے گا اور بس۔

۶-جہل کی بابت فقہی مسالک کا موقف:

حضرات شافعیہ نے جہل کو عذر ماننے میں توسع سے کام لیا ہے، اگر علم نہ ہو اور وہ تحقیق وتفتیش کا شرعاً مکلّف بھی نہ ہو تو معذور سمجھا جائے گا، اسی لئے کسی مسلمان کو دار الحرب میں کافر سمجھ کر قتل کردیا تو نہ قصاص ہے اور نہ قول اظہر میں دیت (الاشباہ للسیوطی ۱/۳۰۲)۔

اسی طرح مشرکوں نے مسلمانوں کو ڈھال بنا رکھا ہے، ان کا مسلمان ہونا معلوم نہیں ہے اور وہ مسلم فوج کے ہاتھوں قتل ہوگئے تو دیت نہیں ہے (الأشباہ للسیوطی ۱/۳۰۲)۔

کیونکہ مشرکوں کے ساتھ ہونا یا دار الحرب میں رہنا اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ کافر ہیں مزید تحقیق وتفتیش کی حاجت نہیں ہے۔

"ولا باشر القتل جلاد الإمام فإن جهل فلا ضمان عليه بحال؛ لأنه آلة الإمام وليس عليه البحث عما بأمره به" (الأشباہ للسیوطی: ۱/۳۰۲)۔

(اگر امام کے جلاد نے قتل کو انجام دیا اس کو کچھ معلوم نہیں تھا تو اس پر ضمان نہیں ہے اس لئے کہ وہ امام کا آلہ کار ہے اس پر اس حکم کی تحقیق کرنا نہیں ہے)۔

الف: خلاصہ نکلا کہ جہاں تفتیش وتحقیق کا حکم نہ ہواور وہاں جہالت ونادانی میں کسی فعل کا صدور ہوجائے تو معاف ہوتا ہے۔

ب- حقوق اللہ میں صرف منہیات کے باب میں عذر ہوگا، مامورات میں نہیں، اسی وجہ سے نماز کی حالت میں کلام منہی عنہ ہے، مگر کوئی شخص نہ جانتا ہو کہ مبطل ہے اور بات کرلی تو نماز باطل نہیں ہوگی، حج کے حالت احرام میں کوئی نہ جانتے ہوئے جماع کرلے تو فدیہ واجب نہیں (موسوعہ فقہیہ ۱۶/ ۲۰۲)۔

البتہ حقوق العباد میں سے کسی کا کوئی حق ناواقفیت میں ضائع ہورہا ہے اگر ادنی تامل سے جہل فرو ہوسکتا تھا، مگر اس نے غور نہیں کیا تو ایسے وقت جہل کو عذر نہیں مانا جاتا ہے، مگر ایسا نہیں ہے تو جہل عذر ہوگا، اسی وجہ سے ایک مریض انسان کو کسی نے مارا، مارنے والے کو معلوم نہیں تھا کہ مضروب مریض ہے، نیز بیماری کی تاب نہ لاکر وہ مرگیا تو اس پر اصح قول میں قصاص ہوگا، لیکن ایک بھوکے شخص کو اتنی دیر قید کرکے رکھا جتنی دیر میں انسان کی موت نہیں ہوتی ہے اور وہ بھوک کی وجہ سے مرگیا تو نہ جاننے کو عذر سمجھا جائے گا، کیونکہ مرض کی حالت عام طور پر پنہا نہیں رہ سکتی ہے، جبکہ بھوک وپیاس کا اثر جسم پر عام طور پر ظاہر نہیں رہتا ہے۔

"**وکأن الفرق أن امارات المرض لا تخفی بخلاف الجوع**" (المنثور للزرکشی ۲/ ۲۱ بحوالہ موسوعہ فقہیہ ۱۶/ ۲۰۲) (فرق شاید یہ ہے کہ مرض کی علامات مخفی نہیں رہتی ہیں، بھوک کے برخلاف)۔

چنانچہ طلاق، عتاق، یمین وغیرہ کا اگر مفہوم معلوم نہ ہو تو ان کے احکام بھی مرتب نہیں ہوتے ہیں۔

"**لو نطق العربی بکلمات عربیة لکنه لا یعرف معانیها في الشرع مثل قوله لزوجته: انت طالق للسنة أو للبدعة، وهو جاهل بمعنی اللفظ، أو نطق بلفظ الخلع أو النکاح، ففي القواعد للشیخ عز الدین بن عبد السلام أنه لا یؤاخذ بشئ، إذا لا شعور له بمدلوله حتی یقصد باللفظ**" (موسوعہ فقہیہ ۱۶/ ۲۰۲)۔

(اگر عربی الفاظ کا تکلم کرے، مگر ان کے شرعی معانی معلوم نہیں ہے مثلاً اپنی بیوی سے کہے: تم کو طلاق سنت یا طلاق بدعت ہے حالانکہ اس کا معنی معلوم نہیں ہے، یا لفظ خلع یا نکاح کا تکلم کرے تو قواعد لعز بن عبد السلام میں ہے: مواخذہ نہیں ہوگا؛ اس لئے کہ اس کے مفہوم کا اس کو ادراک نہیں ہے تو لفظ سے اس معنی کا قصد کیسے کرے گا)۔

ج- اگر معنی معلوم ہو اور اس معنی کے رو سے اس کو بچنا واجب تھا، البتہ انجام سے بے خبر ہو تو چونکہ ایسے امر کا ارتکاب کیا جو اس کو نہیں کرنا چاہئے تھا اس لئے انجام سے وہ بچ نہیں سکے گا، اور ایسے موقع پر جہل کی بنیاد پر معذور نہیں سمجھا جائے گا۔

"**کل من علم تحریم شئ وجهل ما تترتب علیه لم یفده ذلک کمن علم تحریم الزنا**

والخمر، وجهل وجوب الحد يحد بالاتفاق، لأنه كان حقه الامتناع"(الاشباہ للسیوطی ۱/ ۳۰۴)۔

(اگر کسی شئ کی تحریم کا علم ہو، مگر اس پر مرتب ہونے والے احکام کا علم نہ ہو تو جہل مفید نہیں ہے، جیسے زنا، شراب کی حرمت سے واقف ہو، اور حد کے واجب ہونے سے ناواقف تو بالاتفاق حد جاری ہوگی، اس لئے کہ اس پر حق تھا کہ اس سے احتراز کرتا)۔

مگر لفظ کا معنی معلوم تھا، لیکن اس سے احتراز ضروری نہیں تھا، چنانچہ اس نے اس کا ارتکاب کرلیا تو اب جہالت کی وجہ سے معذور متصور ہوگا، علامہ زرکشی نے لکھا ہے:

"**لو شهدا بقتل ثم رجعا وقالا: تعمدنا لكن ماعرفنا أنه يقتل بشهادتنا، فلا يجب القصاص في الأصح إذ لم يظهر تعمدهاللقتل**"(موسوعہ فقہیہ ۱۶/ ۲۰۰)۔

(اگر دو شاہد قتل کی شہادت دیں پھر رجوع کرلیں اور کہیں کہ ہم نے عمداً کیا، لیکن ہم کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ہماری شہادت سے قتل ہوجائے گا تو اصح قول میں قصاص واجب نہیں ہوگا، جبکہ قتل کا تعمد نہ پایا جائے)۔

د- جن امور کو عام وخاص سب جانتے ہوں، محض کچھ افراد امت سے اوجھل ہیں تو اس ناواقفیت کا کچھ اثر نہیں ہوگا، الا یہ کہ علم کے ذرائع ان کے پاس نہ ہو، مثلاً قریب الاسلام ہو، یا ایسے علاقے میں رہتا ہو جہاں اسی قسم کے احکام مخفی رہتے ہیں تو پھر ان کو معذور سمجھا جائے گا، چنانچہ جن لوگوں نے دارالحرب میں اسلام قبول کیا ان کو احکام اسلام کا علم نہیں ہوسکا تو وہ معذور ہوں گے، ان پر ان کی ادائیگی لازم نہیں ہوگی، اس کے برخلاف ایک مرتد ہے جس کو احکام کا علم ہے اور ارتداد سے توبہ کرکے اسلام میں داخل ہوگیا تو شافعی نقطہ نظر میں اس مرتد پر نماز وروزہ کی قضا لازم ہوگی۔

"**أما المرتد إذا أسلم، فيلزمة قضاء الصلاة؛ لأنها وجبت عليه واعتقد وجوبها وقدر على التسبب إلى أوائها فهو كالمحدث**"(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/ ۱۱۵۰)۔

(مرتد جب مسلمان ہوجائے تو نماز کی قضا لازم ہے، اس لئے کہ اس پر واجب ہے، نیز وجوب کا اعتقاد بھی ہے اور ادا کرنے کا سبب اختیار کرنے پر قادر ہے پس وہ محدث کی طرح ہے)۔

احناف کا موقف:

احناف کے یہاں بھی مکلّف ہونے کے لئے علم ضروری ہے، یا کم ازکم دلیل علم کا ثبوت ضروری ہے، دلیل علم سے مراد ایسی کیفیت وحالت کا تحقق ہے، جس میں ادنی تامل سے جہل ختم کیا جاسکتا ہے، چنانچہ دارالاسلام میں رہنا اس کیفیت کے تحقق کے لئے کافی سمجھا گیا ہے، لہذا جو لوگ دارالحرب میں رہتے ہیں جس کی بنا پر احکام کا علم نہیں ہوسکا تو ان کے ادا کرنے سے یقیناً معذور ہوں گے، لیکن دارالحرب میں ہوتے ہوئے کسی بھی طرح علم ہوجاتا ہے، تو عذر ختم سمجھا جائے گا۔

”یعذر بالجهل، حربي أسلم تمة ومكث مدة، فلا قضاء عليه؛لأن الخطاب إنما يلزم بالعلم أ ودليله ولم يوجدا“(الدرالمختار۲/۵۳۶ کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوات،طبع زکریا)۔

(دارالحرب میں رہنے والا حربی وہیں مسلمان ہوجائے اور ایک مدت دارالحرب میں قیام کرے تو جہل کی وجہ سے معذور ہوگا، پس اس پر قضا نہیں ہے، اس لئے کہ خطاب علم یا دلیل علم کی وجہ سے لازم آتا ہے اور یہاں دونوں نہیں پائے گئے)۔

”(ودليله) أي: دليل العلم وهو الكون في دارالإسلام لاشتهار الفرائض فيها؛فمن أسلم فيها لزمه قضاء ماترك“(ردالمحتار۲/۵۳۶ کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوات طبع زکریا)(دلیل علم یہ ہے کہ دارالاسلام میں ہو؛اس لئے کہ فرائض واحکام وہاں مشہور ہوتے ہیں، پس جو وہاں مسلمان ہوا تو اس پر اس کی قضاء لازم ہے جس کو اس نے ترک کردیا ہے)۔

”(بالعلم) فإذا بلغه في دار الحرب رجل واحد، فعليه قضا ء ما تركه بعده عندهما، وهوإحدى الروايتين عن الإمام، وفي رواية الحسن عنه: لا يلزمه حتى يخبره رجلان عدلان مسلمان، أو رجل وامرأتان“(ردالمحتار۲/۵۳۶ کتاب الصلاۃ باب قضاء الفوات)۔

(پس جب دارالحرب میں ایک شخص نے اس کو خبر دی تو اس پر اس کی قضا لازم ہے صاحبین کے نزدیک یہی ایک روایت امام اعظم سے ہے، حسن بن زیاد کی روایت میں اس وقت تک لازم نہیں ہوگا جب تک دو مسلمان عادل مرد، یا ایک مرد اور دو عورتیں نہ خبر دیں)۔

موضع شبہ وموضع اجتہاد میں ”جہل“ کو عذر مانا گیا ہے، چنانچہ حدود وقصاص چونکہ شبہ کی وجہ سے ساقط ہوجاتے ہیں، اس لئے اگر کسی سے ایسے جرم کا ارتکاب ہو بھی جائے تو حدود وقصاص کی تنفیذ نہیں ہوسکتی ہے۔

ابن نجیم لکھتے ہیں:”الجهل في موضع الاجتهاد الصحيح أو فى موضع الشبهة، وأنه يصلح عذرا وشبهة كالمحتجم إذا افطر على ظن أنها فطرته، وكمن زنى بجارية والده أو زوجته على ظن أنها تحل له“(الأشباہ لابن نجیم الفن الثالث ص/۳۳۷)۔

(اجتہاد صحیح کے مقام پر یا شبہ کے مقام پر جہل عذر وشبہ ہوتا ہے، جیسے پچھنا لگوانے والے نے یہ سمجھ کر افطار کرلیا کہ اس کا روزہ ٹوٹ چکا ہے، اور کسی نے اپنے والد یا بیوی کی باندی سے حلال سمجھ کر زنا کیا تو عذر ہوگا)۔

شبہ اس لئے پیدا ہورہا ہے کہ ان حضرات کے املاک آپس میں ملے جلے ہوتے ہیں، مگر املاک الگ الگ ہوں تو پھر جہل موضع شبہ میں نہیں ہوگا، اس لئے عذر بھی نہیں بن سکے گا۔

"لا يحد الحربى الذي أسلم ودخل دارنا فشرب الخمر إذا لم يعلم بالحرمة يصير جهله شبهة في سقوطه بخلاف ما إذا زنى ظانا أنه ليس بحرام، وبخلاف الذمي الذي أسلم وشرب الخمر ظانا أنها حلال حيث يحدان جميعا" (کشف الاسرار ۴/۴۷۱)۔

(حربی مسلمان ہوکر دارالاسلام آ گیا، پس اس نے شراب پی، جبکہ اس کو حرمت کا علم نہیں تھا تو جہالت سقوط حد میں شبہ پیدا کرے گی، اور حد جاری نہیں کی جائے گی، برخلاف اس صورت کے کہ زنا کیا یہ سمجھ کر کہ حرام نہیں ہے، اور برخلاف اس ذمی کے جو مسلمان ہوا اور شرب خمر کیا یہ سمجھ کر کہ حلال ہے ان دونوں پر حد جاری کی جائے گی)۔

اگر کسی لفظ کا معنی معلوم نہ ہو تو بھی "جہل" کو عذر مانا جائے گا۔

"أو تلفظ به غير عالم معناه، كما لو قالت لزوجها: اقرأعلي اعتدي انت طالق ثلاثا، ففعل طلقت ثلاثا في القضاء لا فيما بينه وبين الله إذالم يعلم الزوج ولم ينو" (الردمع الدر ۲/۴۶۱ کتاب الطلاق، رشیدیہ)۔

(یا طلاق کا تلفظ کیا، مگر اس کا معنی معلوم نہیں ہے، مثلاً بیوی نے شوہر سے کہا: اعتدی انت طالق ثلاثا کہو، اس نے کہا تو قضاء تینوں طلاق پڑ جائے گی مگر دیانتا واقع نہیں ہوگی، جبکہ شوہر کو معلوم نہ ہو اور نیت نہ ہو)۔

اسی طرح دفع فساد میں بھی جہل کا اعتبار ہوتا ہے۔

"إن الجهل معتبر عندنا لدفع الفساد فلا ضمان على الكبيرة لو جهلت إن إلا رضاع مفسد إن الجهل معتبر عندنا لدفع الفساد، فلا ضمان على الكبيرة لو جهلت إن الإرضاع مفسد، كما فى الهداية" (الاشباہ/ ۳۳۸ الفن الثالث، الجمع والفرق)۔

(ہمارے نزدیک جہل دفع فساد کے لئے معتبر ہے، پس کبیرہ بیوی پر ضمان نہیں ہوگا اگر اس کو معلوم نہ ہو کہ صغیرہ کو دودھ پلانے سے نکاح ختم ہوجاتا ہے)۔

خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ بے غیر علم مکلّف نہیں ہوگا، جس علم کا تعلق عامۃ الناس سے ہے اس کا عامۃ الناس تک پہنچ جانا کافی ہے، ہر شخص کا واقف ہونا ضروری نہیں ہے، ہاں جس علم کا تعلق اشخاص وافراد سے ہے اس کا ان اشخاص کو معلوم ہونا ضروری ہوگا، چنانچہ عزل الوکیل، حجر الماذون، شفعۃ الشفیع میں مبتلا بہ افراد کا علم ضروری ہے اس کے علاوہ جو بھی موضع خفا یا موضع شبہ ہے یا دفع فساد مطلوب ہے، وہاں جہالت کو عذر تصور کیا جائے گا۔

فقہاء مالکیہ وحنابلہ:

فقہاء مالکیہ کے یہاں اصل ضابطہ یہ ہے کہ جہاں تخص وتحیص میں عرفا وعادتا مشقت ہو وہاں جہل عذر ہوتا ہے، اور جہاں مشقت وکلفت لاحق نہ ہو وہاں جہل نہیں، بلکہ تخص وتحیص کر کے جہل کو ختم کرنا ضروری ہے، چنانچہ علامہ قرافی نے

اسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے متعدد مسائل کی نشاندہی کی ہے، ان کی طرف یہاں اشارہ کیا جارہا ہے۔

الف- اگر کسی نے رات تاریکی میں اجنبی عورت سے بیوی سمجھ کر وطی کرلیا تو معاف ہے۔

ب- نجس کھانے کو پاک سمجھ کر کھالیا یا نجس پانی کو پاک سمجھ کر استعمال کرلیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔

ج- شراب کو شربت سمجھ کر پی لیا تو گناہ نہیں ہے۔

د- کافروں کے صف میں کوئی مسلمان ہے جس کو کافر سمجھ کر قتل کیا تو معذور ہے۔

ھ- قاضی نے جھوٹے گواہوں کی شہادت پر جبکہ ان کو عادل سمجھ رہا تھا فیصلہ کردیا تو معذور ہے (کتاب الفروق ۲/ ۱۵۹ الفرق الرابع والتسعون بین قاعدۃ مالا یکون الجہل عذرا فیہ)۔

حنابلہ کے یہاں مامور بہ کا علم اور اس کا مامور بہ ہونا دونوں معلوم ہو تب ہی مکلّف ہوتا ہے۔

”**وشرط لصحة التكليف بالفعل علم مكلف حقيقته أي حقيقة الفعل الذي كلف به، وإلا لم يتوجه قصده إليه لعدم قصد ما لايعلم حقيقته**“ (شرح الکوکب المنیر لابن النجار الحنبلی ۱/ ۴۹۰)۔

(فعل کا مکلّف بنانے کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس مکلّف بہ فعل کی حقیقت اس انسان کو معلوم ہو، ورنہ قصد و ارادہ نہیں ہوگا، کیونکہ جس کی حقیقت معلوم نہیں ہے اس کا قصد بھی متصور نہیں)۔

”**ومن شرطه أيضا أن يعلم المكلف أنه أي الفعل مأمور به، وأنه من الله تعالى، وإلا لم يتصور منه قصد الطاعة والامتثال بفعله**“ (شرح الکوکب المنیر لابن النجار الحنبلی ۱/ ۴۹۱)۔

(اس کی یہ بھی شرط ہے کہ مکلّف اس بات کو جانتا ہو کہ وہ فعل مامور بہ ہے اور یہ کہ اللہ کی جانب سے ہے ورنہ طاعت وامتثال کا قصد متصور نہ ہوگا)۔

اسی سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر طلاق وعتاق کا مفہوم معلوم نہ ہو تو ایسے الفاظ کے تکلم سے ان کے مقتضاء کا لزوم بھی نہیں ہوگا۔

”**فلو تلفظ بلفظ ناقل للملک وهو لا يعلم مقتضاه لكونه أعجميا بين العرب أو عربيا بين العجم أو أكره على ذلک لم يلزمه مقتضاه**“ (شرح الکوکب المنیر ۱/ ۴۳۸)۔

(پس اگر ایسے لفظ کا لفظ کرے جو ملکیت کو منتقل کرنے والا ہو حالانکہ وہ اس کے مقتضاء سے واقف نہیں ہے، اس لئے کہ عربوں کے مابین عجمی شخص ہے، یا عجمیوں کے مابین عربی شخص ہے، یا اس پر اکراہ کیا گیا تو اس کا مقتضاء لازم نہیں ہوگا)۔

”إن قال الأعجمي لا مرأته: انت طالق ولا يفهم معناه لم تطلق ؛لأنه ليس بمختار للطلاق، فلم يقع طلاقه كالمكرة“(المغنی ۱۳۵/۷)۔

(اگر عجمی شخص نے اپنی بیوے سے انت طالق کہا جس کا معنی اس کو معلوم نہیں ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لئے کہ اس میں اس کا اختیار وقصد نہیں ہوگا، پس طلاق واقع نہیں ہوگی جیسے مکرہ)۔

☆☆☆

جہل کی تعریف، مصداق اور دلائل ووجوہ

مولانا عبدالرشید قاسمی☆

جہل کی تعریف:

"**عدم العلم عما من شانه أن يعلم وهو قول الأحناف، و من وافقهم كابن السبكي وغيره**" (**الجهل و اثره فى الأحكام الشرعية العملية**) (تیسیر التحریر ۲۱۱/۴، الاشباہ والنظائر لابن نجیم مع الغمز ۲۹۶/۳)۔

(علم کی صلاحیت کے باوجود علم سے محروم ہونا جہل ہے یہی احناف وغیرہ کا قول ہے)۔

''جہل''، علم کی ضد ہے، جہل کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں، مذکورہ تعریف ان میں سب سے بہتر ہے، کیونکہ جانور اور پتھر کو جاہل نہیں کہا جاتا۔

جہل وناواقفیت اصلاً ان امور میں سے ہے جس کو شریعت عذر تصور کرتی ہے اور اکثر اوقات اس کی وجہ سے حکم میں تخفیف پیدا ہوتی ہے، اسی لئے فقہاء احناف نے عموماً ''عوارض اہلیت'' کے ذیل میں اس کا ذکر کیا ہے، علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں:

" **المجهول فى الشريعة كالمعدوم والمعجوز عنه** "(مجموع فتاوی شیخ الاسلام۔ ۳۲۲/۲۹)(**شریعت میں مجہول کسی چیز کے غیر موجود اور اس سے معذور ہونے کے حکم میں ہے**)۔

احکام شرعیہ سے جہل کسی نہ کسی عوارض کی وجہ سے ہوتا ہے عوارض کی دوقسمیں ہیں: سماویہ ومکتسبہ، سماویہ کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کا اس میں اختیار نہ ہو، جیسے صغر، جنون، کم عقلی، نسیان، نوم، بے ہوشی، مرض، حیض، نفاس وغیرہ۔

اور مکتسبہ کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کے اختیار میں ہو، پھر مکتسبہ کی بھی دوقسمیں ہیں:

مکتسبہ من نفسہ: جیسے جہل، سکر، ہزل، خطا، سفر، اور مکتسب من غیرہ: جیسے اکراہ ملجی وغیر ملجی۔

''جہل'' کو عوارض مکتسبہ میں شمار کیا گیا ہے، حالانکہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:''**والله أخرجكم من بطون**

☆ (مفتی) مدرسہ جامع العلوم جامع مسجد، پٹکاپور، کانپور۔

أمھٰتکم لاتعلمون شیئاً" (النحل ۷۸)(اور اللہ نے تمکو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے)۔

بظاہر اس سے معلوم ہوا کہ جہل کسبی نہیں فطری ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ جہل کو عوارض مکتسبہ میں اس اعتبار سے شمار کیا گیا ہے کہ بندہ اپنی قدرت سے علم حاصل کر کے جہل کو دور کر سکتا ہے۔

عذر بالجهل کے دلائل:

" وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً " (الاسراء۱۵)(اور یہ ہماری سنت ہی نہیں ہے کہ رسول بھیجنے سے پہلے ہی عذاب دیں)۔

" وماکان اللہ لیضل قوماً بعد إذ ھداھم حتی یبین لھم مایتقون "(التوبہ:۱۱۵)(اور اللہ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت دے کر بعد میں گمراہ کردے، جب تک کہ ان کو وہ چیزیں واضح کر کے نہ بتلادے کہ جن سے وہ بچیں)۔

یعنی اللہ تعالی کا اصول ہے کہ جب تک لوگوں کو علم نہ ہوجائے اس وقت تک اللہ تعالی اپنے بندوں کو عذاب نہیں دیتے۔

" وأوحی إلیّ ھذا القرآن لأنذرکم بہ و من بلغ" (الانعام۱۹)(اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے، تاکہ میں اس کے ذریعہ تم کو اور جن کو بھی یہ پہنچے سب کو ڈراؤں)۔

"لئَلا یکو ن للناس علی اللہ حجة بعد الرسل"(النساء ۱۶۵)(تاکہ لوگوں کے لئے اللہ کے سامنے پیغمبروں کے آجانے کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہ جائے)۔

"ھذا بلٰغ للناس ولینذروا بہ"(سورہ ابراہیم:۵۲)(یہ قرآن لوگوں کے لئے ایک پیغام ہے اور تاکہ اس کے ذریعہ وہ ڈرائے جائیں)۔

" لایؤاخذکم اللہ باللغو فی أیمانکم ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الأیمان" (المائدہ ۸۹)(اللہ تمہاری لغو قسموں پر تمہاری پکڑ نہیں کرتا، لیکن ایسی قسموں پر پکڑ کرتا ہے جن کو تم مضبوط کردو)۔

"ربنا لاتواخذنا إن نسینا أو أخطأ نا"(البقرہ۲۸۶)(اے ہمارے پروردگار ہماری پکڑ نہ کیجئے اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں)۔

حدیث نبوی میں بھی جہالت کے عذر ہونے کا ثبوت موجود ہے:

سیدنا معاذؓ شام سے واپس آئے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کو سجدہ کرنے کی اجازت طلب کی تو نبی کریم ﷺ نے ان کی تکفیر نہیں کی، بلکہ ان کو سمجھایا کہ سجدہ صرف اور صرف اللہ کے لئے ہے، غیر اللہ کے لئے سجدہ جائز نہیں ہے۔

''عبداللہ بن اوفی سے روایت ہے انہوں نے کہا: جب معاذؓ شام سے واپس آئے تو نبی کریم ﷺ کو سجدہ کیا آپ نے فرمایا: اے معاذ! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں شام گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ لوگ اپنے پادریوں اور رؤسا کو سجدہ کرتے ہیں مجھے اپنے دل میں یہ بات اچھی لگی کہ ہم لوگ آپ کے ساتھ ایسا کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو، اگر میں کسی کو اللہ کے سوا کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے عورت اپنے رب کا حق تب تک ادا نہیں کرسکتی جب تک وہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے، اور اگر شوہر اس سے خواہش کا اظہار کرے اور وہ اونٹ کے کجاوے پر بیٹھی ہو تو بھی انکار نہ کرے۔''

یہاں چونکہ حضرت معاذ سے سجدہ کا ظہور لاعلمی میں ہوا، اس لئے مؤاخذہ نہ ہوا (سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۳)۔

اسی طرح ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''**والذی نفس محمد بیده، لایسمع بی أحد من هذه الأمة یهودی، ولانصرانی، ثم یموت، ولم یومن بالذی أرسلت به إلا کان من أصحاب النار**'' (صحیح مسلم: ۱۵۳)۔

(اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اس امت میں سے کوئی بھی، خواہ وہ یہودی ہے یا عیسائی، میرے بارے میں سن لے پھر جو کچھ مجھے دے کر بھیجا گیا اس پر ایمان نہ لائے تو وہ یقیناً آگ والوں میں سے ہی ہوگا)۔

آپ نے ''سننے'' کی قید لگائی، معلوم ہوا کہ اگر پتہ نہ چل سکے تو وہ معذور ہونگے۔

ربیع بنت معوذ بن عفراء کہتی ہیں: ''میرے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے جب مجھے میرے شوہر کے ہاں پیش کیا گیا سو آپ میرے بستر پر بیٹھ گئے، جس طرح تم میرے قریب بیٹھے ہو، اس وقت لڑکیاں دف بجا رہی تھیں اور بدر میں انکے آباء واجداد جو قتل ہوئے ان پر اشعار کہہ رہی تھیں۔ کہ ان میں سے ایک کہنے لگی: ہمارے اندر ایسے نبی موجود ہیں جو آنے والے کل میں ہونے والے حالات جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: یہ کہنا چھوڑ دے اور وہی کہہ جو پہلے کہہ رہی تھی'' (صحیح البخاری: ۴۰۰۱)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک لڑکی نے اپنے آباء اجداد کی مدح سرائی کرتے ہوئے آپ ﷺ کی شان میں مبالغہ آمیزی کرتے ہوئے آپ کے بارے میں دعوی کردیا کہ آپ آنے والے کل کی باتیں جانتے ہیں، حالانکہ اللہ کے سوا کسی کے بارے میں علم غیب کا دعوی کرنا کفر ہے، لیکن آپ ﷺ نے اس کی جہالت کی وجہ سے اس کی تکفیر نہیں کی، صرف ممانعت پر ہی اکتفاء کرلیا۔

عذر بالجہل کے اصول وضوابط:

اس سلسلے میں کتب فقہیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ:

۱۔شریعت اسلامی میں جہل اسباب تخفیف میں سے ہے۔اور اصل اس سلسلے میں یہ آیات ہیں:

" لایؤاخذکم الله باللغو فی أیمانکم، ولکن یواخذکم بما عقدتم الأیمان" (المائدہ:۸۵)۔

"لایکلف الله نفساً إلاوسعها" (البقرہ:۲۸۶)۔

" ربنا لاتؤاخذنا إن نسینا أو اخطأ نا " (البقرہ:۲۸۶)۔

مفسرین نے ''خطأ'' کی تشریح یہ کی ہے کہ'' حکم شرعی سے ناواقفیت کی وجہ سے کوئی ایسا کام کرلینا جوشرعاً درست نہ ہو(تفسیر ابن کثیر ۱/ ۶۷۳ بتصرف)۔

۲۔جمہور علماء کے نزدیک بندے کے مکلّف ہونے کی شرط یہ ہے کہ بندہ ان چیزوں کو جانتا ہوجن کا اسے مکلّف بنایا گیا(القواعد لابن اللحام ص: ۹۳،القاعدہ الثامنہ)۔

۳۔شرعی احکام سے ناواقفیت کی وجہ سے (بعض حالات میں) گناہ اور اخروی عقوبت ساقط ہوجاتی ہے (الجامع الاحکام للقرطبی۔ ۳/ ۴۱۱،الاشباہ والنظائر للسیوطی ص: ۱۲۵)۔

۴۔علماء کااس پر اتفاق ہے کہ: جہل تمام احکام کے لئے مسقط نہیں ہے(حوالہ بالا)۔

۵-ماموارت کو مطلقاً ترک کرنے کے لئے جہل عذر نہیں بنتا،یعنی اگر وہ جہل کی وجہ سے ماموارت پر عمل نہیں کرسکا تھا اور بعد میں علم ہوا تو اب چھوٹے ہوئے مأمورات بقدر مقدور ادا کرنا لازم ہے، کیونکہ مأمورات ادا کرنے سے ہی ذمہ سے ساقط ہوتے ہیں (الاشباہ والنظائر للسیوطی ص: ۱۲۵،اعلام الموقعین۔۱/ ۲۵)۔

۶۔اگر کسی چیز کی حرمت کا علم ہے، لیکن اس کی سزا سے ناواقف ہے تو یہ عذر نہ بنے گا مثلاً یہ جانتا ہے کہ شریعت اسلامی میں زنا حرام ہے، لیکن اس کی سزا سے ناواقف ہے تو یہ عذر تسلیم نہ کیا جائیگا(القواعد لابن اللحام ص: ۹۳ القاعدۃ الثامنۃ۔التقریر والتحریر۔ ۳/ ۴۱۶)۔

۷۔ناواقفیت کی وجہ سے انسانی حقوق معاف نہیں ہوتے (القواعد الفقہیۃ فی ظلال کتاب المغنی۔ص: ۳۶۰)۔

۸-کسی لفظ کے معنی سے ناواقفیت اس کے حکم کو ساقط کردیتا ہے، مثلاً لفظ طلاق کا معنی ومفہوم نہیں جانتا یا کسی شخص نے ایسی زبان میں کسی سے اس کی بیوی کو طلاق دلوادی جس زبان سے وہ واقف نہیں ہے تو اس سے طلاق نہ پڑے گی(المنثور فی القواعد ص: ۱۳،الاشباہ والنظائر ص: ۱۲۶،مستفاد از'' الجہل واثرہ'' ص: ۳۹ تا ۴۱)۔

ایسی چیزیں جن کی حرمت سے عام طور پر لوگ واقف ہوتے ہیں، اگر کوئی شخص اس سے ناواقفیت اور جہل کا عذر

کرے تو اسی وقت معتبر ہوگا، جبکہ وہ نومسلم ہو یا ایسے دور دراز دیہات اور صحراء کا باشندہ ہو کہ وہاں تک علم کی روشنی نہ پہونچی ہو۔

زنا، قتل، چوری، شراب، نماز میں گفتگو اور روزہ میں کھانا وغیرہ کا شمار اسی قسم کے احکام میں ہے (الاشباہ والنظائر للسیوطی ص:۵۸۔۳۳۷)۔

وہ حالات جہاں جہل کی وجہ سے انسان معذور قرار دیا جائے گا:

۱- دارالحرب میں اسلام لائے اور کوئی دین سکھانے والا نہ ملے تو اس کو جہالت کی بنا پر معذور سمجھا جائے گا۔ کیونکہ دارالحرب دارالجہل ہے لہذا جاہل شریعت پر عمل کرنے سے عاجز ہوگا۔ اس لئے کہ عمل تب ہی کرے گا جب علم ہوگا۔ اور علم مفقود ہے۔ علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ:

'' خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کے مابین اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص دارالحرب میں رہتا ہو اور وہ اسلام قبول کرے جبکہ وہ ہجرت پر قادر نہ ہو تو شرعی احکام پر عمل کرنا اس پر واجب نہیں ہے'' (مجموع الفتاوی۔۱۹/ ۲۲۵)۔

علامہ کاسانیؒ رقمطراز ہیں: '' اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جس شخص نے دارالحرب میں اسلام قبول کیا وہ حصول علم کے اسباب موجود نہ ہونے کی وجہ سے علم حاصل نہیں کرسکا اور جو اس عذر کی وجہ سے علم حاصل نہ کرسکے اس میں وجوب نہیں ہوتا، جیسے اس شخص پر وجوب نہیں ہوتا جس کو اسباب قدرت نہ ہونے کی وجہ سے قدرت حاصل نہ ہو'' (بدائع الصنائع ۔۱/ ۳۴۳)۔

شیخ احمد زرقاء کہتے ہیں: " **من أسلم فی دارالحرب ولم تبلغه أحكام الشريعة، فتناول الحرمات جاهلا حرمتها، فهو معذور**'' (شرح القواعد الفقہیۃ: ص:۱۶۱)۔

(دارالحرب کے اندر اسلام قبول کرنے والے کو اگر شریعت کے احکام نہ پہنچ پائیں اور وہ محرمات کا ارتکاب جہالت کی وجہ سے کرلے تو وہ معذور ہے)۔

البتہ اگر کوئی کافر دارالاسلام میں اسلام قبول کرے اور اس کو احکام شرعیہ کا علم نہ ہو تو اس پر احکام شرعیہ کا علم حاصل کرنا واجب ہے اور اگر اس نے حصول علم کو ترک کردیا تو اس کو معذور نہ سمجھا جائے گا، کیونکہ وہ حصول علم اور ازالۂ جہالت پر قادر ہے، چنانچہ علامہ کاسانیؒ رقمطراز ہیں:

"**بخلاف الذی أسلم فی دارالإسلام؛ لأنه ضيع العلم حيث لم يسأل المسلمين عن شرائع الدين مع تمكنه من السوال، والوجوب متحقق فی حق من ضيع العلم الخ**'' (بدائع الصنائع ۱/ ۳۴۳)۔

''برخلاف اس شخص کے جس نے دارالاسلام میں رہ کر اسلام کو قبول کیا (تو اس کی ناواقفیت لائق عذر نہیں ہے) اس لئے کہ اس نے علم کے ضیاع کا ارتکاب کیا ہے، کیونکہ اس نے دینی احکام کے بارے میں مسلمانوں سے دریافت نہیں کیا حالانکہ وہ دریافت کرسکتا تھا اور جو شخص علم حاصل نہ کرے تو اس کے حق میں وجوب متحقق ہوتا ہے''۔

اسی طرح اگر کوئی مسلمان دارالاسلام میں رہتے ہوئے دینی احکام سے واقفیت حاصل نہیں کررہا ہے۔ تو اس کو بھی جہالت کی بناء پر معذور نہ سمجھا جائے گا، چنانچہ اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ابن رجب حنبلی رقمطراز ہیں:

"إذا زنا من نشأ في دار الإسلام بين المسلمين وادعى الجهل بتحريم الزنا لم يقبل قوله؛ لأن الظاهر يكذبه، و إن كان الأصل عدم علمه بذلك" (القواعد فی الفقہ الاسلامی لابن رجب ص:۳۳۱)۔

''جس کی نشو ونما مسلمانوں کے درمیان دارالاسلام میں ہوئی ہو اور وہ زنا کا ارتکاب کرکے حرمت زنا سے ناواقفیت کا دعوی کرے تو اس کا یہ دعوی نہیں مانا جائے گا، کیونکہ ظاہر حال اس کی تکذیب کررہا ہے اگرچہ اصلاً اس کو حرمتِ زنا کا علم نہ ہو''۔

اسی کی مزید وضاحت شیخ ناصر الدین ابوالقاسم سمرقندیؒ نے اپنی کتاب'' **رياضة الأخلاق**'' میں فرمائی ہے، چنانچہ شیخ سمرقندی رقمطراز ہیں:

''بہرحال دارالاسلام میں پیغام اسلام پھیل گیا تو صاحب شریعت کی طرف سے تبلیغ کا کام مکمل ہوگیا، کیونکہ ہر ہر فرد تک تبلیغ ان کے ذمہ نہیں ہے۔ ان کے بس میں تو اشاعت اسلام ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ ﷺ نے اطراف وجوانب کے بادشاہوں کے پاس قاصدین اور خطوط بھیج کر اپنے آپ کو تمام لوگوں کے لئے مبلغ بنا کر پیش کیا حتی کہ آپ فرماتے تھے سنو: کیا میں نے تبلیغ کا حق ادا کردیا (اور صحابہ کے جواب کے بعد فرمایا) اے اللہ گواہ رہ۔

تو معلوم ہوا کہ پیغام اسلام اور تعلیمات اسلام کے پھیل جانے اور مشہور ہوجانے سے تبلیغ مکمل ہوجاتی ہے تو جو شخص اسلام احکام کے مشہور ہوجانے کے باوجود ناواقف رہ گیا تو یہ کوتاہی اس کی ہے، کیونکہ اسلامی تعلیمات کے مشہور بین الناس ہونے کی بناء پر ان تک رسائی آسان ہے اور اس کی جہالت دلیل کے خفاء کی بناء پر مبنی نہیں ہے (کہ اس کی جہالت لائق عذر ہو)'' (بحوالہ الجہل بالاحکام الشرعیۃ ص: ۷۳)۔

شیخ ابوزہرہ نقل فرماتے ہیں: ''اسلامی دیار میں بسنے والے کسی بھی مسلمان کے لئے یہ گنجائش نہیں ہے کہ وہ شراب کی حرمت یا زنا کی حرمت سے ناواقفیت کا دعوی کرے، کیونکہ شریعت اور اس کے احکام کے علم کا فریضہ ایسا ثابت شدہ امر ہے کہ جس سے ناواقفیت کی مسلم ملکوں کے باشندے کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے'' (الجریمۃ والعقوبۃ فی الفقہ الاسلامی ص: ۳۵۴)۔

۲- اگر کسی شخص کی ایسی جگہ نشو ونما ہوئی جہاں علم اور اہل علم کا فقدان ہے تو اس کو بھی جہالت کی بنا پر معذور سمجھا جائے گا۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: ''ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کسی شخص کی ایسی جگہ نشو ونما ہوئی جو اہل علم اور اہل اسلام سے دور ہے اور وہ نیا نیا مسلمان ہے پھر وہ اسلام کے ظاہری اور متواتر احکام کا انکار کر دے تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا جب تک کہ اس کو ما جاء بہ النبی ﷺ کا علم نہ حاصل ہو جائے'' (مجموع الفتاوی۔۱۱/۴۰۷)۔

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں: ''جس کو دین کے فرائض و واجبات نہ پہنچ سکیں تو وہ معذور ہے اس پر کوئی ملامت نہیں، دیکھیئے حضرت جعفر بن ابی طالب وغیرہ متعدد صحابہ کرام حبشہ میں تھے اور نبی ﷺ مدینہ طیبہ میں اور یقیناً قرآن نازل ہو رہا ہوگا، احکام آرہے ہونگے، لیکن ان احکام کا علم حضرت جعفر وغیرہ کو نہ ہوگا، کیونکہ اتنی دور تک احکام کی رسائی کا کوئی ذریعہ نہ تھا اور پھر بھی حضرت جعفر وغیرہ پر کوئی حکم نہ لگا، حالانکہ ممکن ہے کہ اس چھ سال کے عرصہ میں انہوں نے کوئی حرام کا ارتکاب کیا ہو یا کسی فرض کے تارک ہوئے ہوں'' (الفصل فی الملل والنحل ۴/۱۰۵)۔

البتہ اگر انسان اہل علم کے درمیان ہو تو اس کی احکام شرعیہ سے جہالت عذر نہ ہوگی۔ علامہ ابن قدامہ منکر نماز کے بارے میں فرماتے ہیں:

" وأما إذا كان الجاحد لها ناشئافى الأمصار بين أهل العلم، فإنه يكفر بمجرد جحدها و كذلک الحكم فی مبانی الإسلام كلها" (المغنی ۹/۲۱)۔

(اگر نماز کے منکر کی نشو ونما شہری علاقوں میں علماء کے درمیان ہوئی ہے تو محض نماز کے انکار سے ہی وہ کافر ہو جائے گا اور یہی حکم اسلام کے تمام بنیادی احکام کا ہے)۔

استاذ عبد القادر عودہ فرماتے ہیں:

"أما إذا كان مدعى الجهل ناشئا بين المسلمين أو أهل العلم، فلا يقبل معه الإدعاء بالجهل "

(اگر جہالت کا دعویٰ کرنے والے کی نشو ونما مسلمانوں یا اہل علم کے درمیان ہوتی ہے تو اسکا دعوی جہالت قابل قبول نہ ہوگا) (التشریع الجنائی الإسلامی مقارنا بالقانون الوضعی۔۱/۴۳۱)۔

۳- اگر ناواقف شخص نیا نیا مسلمان ہے اور اس کو احکام کا علم حاصل کرنے کی مہلت نہ ملی ہو تو وہ بھی معذور ہے اور اگر مہلت کے باوجود علم حاصل نہ کیا تو وہ معذور نہ سمجھا جائے گا۔ چنانچہ امام غزالی فرماتے ہیں:

"والمقصود أن من قصدالخير بمعصية عن جهل، فهو غير معذور، إلا إذا كان قريب العهد بالإسلام، ولم يجد بعد مهلة التعليم ۔" (إحیاء علوم الدین۔۴/۳۸۹)۔

(مطلب یہ ہے کہ جس نے ناواقفیت کی بنا پر معصیت کا ارتکاب کر کے خیر و بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو وہ معذور نہیں ہے، الا یہ کہ وہ نیا نیا مسلمان ہوا ہو اور اس کو ابھی تعلیم کی مہلت نہ ملی ہو)۔

ابن قدامہ حنبلی رقم طراز ہیں: ’’ **لاخلاف بين أهل العلم فى كفر من تركها (الصلاة) جاحدا لوجوبها إذا كان ممن لايجهل مثله ذلک، فإن كان ممن لايعرف الوجوب كحديث العهد بالإسلام والناشئ بغير دار الإسلام أو بادية بعيدة عن الأمصار، و أهل العلم لم يحكم بكفره.** ‘‘(المغنی ۹/۲۱)۔

(اہل علم کے درمیان اس شخص کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں ہے جس نے نماز کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے نماز کو ترک کیا ہو بشرطیکہ اس جیسا شخص اس سے ناواقف نہ رہ سکتا ہو، کیونکہ اگر وہ ایسا ہو کہ وجوب نماز کا اس کو علم ہی نہ ہو مثلاً نیا نیا مسلمان ہوا ہو اور دارالاسلام کے علاوہ کہیں اور اسکی نشوونما ہوئی ہو یا شہر اور اہل علم سے دور کسی دور دراز دیہات میں اسکی نشوونما ہوئی ہو تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا)۔

۴- اگر کوئی شخص مسائل خفیہ سے ناواقف وجاہل ہے کہ جن کا علم بہت سے مسلمانوں کو نہیں ہے تو بھی وہ معذور سمجھا جائے گا۔ اور اگر ایسے مسائل سے ناواقفیت کا دعوی کرے جن کا تعلق ضروریات دین سے ہے اور ان کے مسائل کے بارے میں سب ہی واقف ہوں تو اس کی ناواقفیت لائق عذر نہ ہوگی۔ مثلاً:

’’اگر دو گواہوں کی گواہی کی وجہ سے کسی کو قتل کر دیا گیا بعد میں گواہوں نے گواہی سے رجوع کیا اور کہا کہ ہم نے قصداً جھوٹی گواہی دی تھی، لیکن ہم کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ہماری گواہی کی وجہ سے اس کو قتل کر دیا جائے گا تو ان گواہوں سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ کیونکہ اس کا علم بہت سے لوگوں کو نہیں ہے‘‘(الأشباہ والنظائر:ص:۴۱۲)۔

علامہ نووی رقم طراز ہیں: ’’جہاں تک ان اجماعی امور کا تعلق ہے کہ جن کا علم صرف خواص کو ہے مثلاً پھوپھی کے یا خالہ کے نکاح میں رہتے ہوئے اس کی بھتیجی یا اس کی بھانجی سے نکاح کرنا، عمداً قتل کرنے والے کو وراثت میں حصہ نہ ملنا اور جدہ کے لئے چھٹا حصہ ہونا اور اس جیسے دوسرے احکام تو ان کا منکر کافر نہ ہوگا، بلکہ ان احکام، کے سلسلے میں وہ معذور ہوگا، کیونکہ ان جیسے احکام عوام کے درمیان مشہور نہیں ہیں‘‘(شرح النووی علی مسلم۔۱/۲۰۵)۔

ہاں! اگر جہالت ایسے مسائل سے ہے جو ظاہر ہیں جن کا علم عوام الناس کو ہے تو یہ جہالت لائق عذر نہ ہوگی۔

امام سیوطی رقمطراز ہیں: ’’ جو شخص بھی کسی ایسی چیز کی حرمت سے ناواقف رہا جو اکثر لوگوں کے علم میں ہے تو اس کی ناواقفیت قابل قبول نہیں ہوگی۔ الا یہ کہ وہ نیا نیا مسلمان ہوا ہو یا کسی دور دراز گاؤں دیہات کا باسی ہو کہ جہاں لوگوں پر یہ چیز پوشیدہ ہے مثلاً حرمت زنا، حرمت سرقہ، حرمت شراب، نماز کے اندر بات کرنے کی حرمت اور روزہ کی حالت میں کھانے پینے کی حرمت‘‘(الاشباہ والنظائر ص:۳۵۷-۳۵۸)۔

۵- اگر جہالت کسی ایسے معاملہ میں ہے جس سے بچنا عام طور پر متعذر رہے تو بھی وہ معذور سمجھا جائے گا۔

علامہ قرافی نے اس سلسلے میں ایک ضابطہ تحریر فرمایا ہے کہ لائق عذر وہ جہالت ہے جس سے بچنا متعذر رہے اور جس سے احتراز متعذر نہیں ہے تو وہ لائق عذر نہیں ہے (الفروق للقرافی۔ ۲/ ۱۵۵)۔

اس کے بعد علامہ قرافی نے اس کی کچھ صورتیں ذکر فرمائی ہیں کہ مثلاً کسی نے اجنبیہ سے اپنی بیوی یا باندی سمجھ کر وطی کر لی۔ یا مثلاً نجس کھانے کو پاک سمجھ کر کھا لیا یا مثلاً کسی نے شراب کو جلاب سمجھ کر پی لیا یا مثلاً کسی نے ایسے مسلمان کو حربی سمجھ کر قتل کر دیا جو کفار کی صف میں تھا تو ان سب صورتوں میں اس کی جہالت لائق عذر ہے (الفروق للقرافیی۔ ۲/ ۱۵۵)۔

۶- اگر جہالت اجتہاد صحیح کے موقع پر یا شبہ کے موقع پر واقع ہو تو یہ جہالت بھی لائق عذر ہے۔

علامہ حموی فرماتے ہیں: ''مطلب یہ ہے کہ جہالت کتاب اللہ یا سنت یا اجماع کے مخالف نہ ہو، لہذا یہ جہالت جو مخالف نہیں ہے، لائق عذر ہے مثلاً پچھنا لگانے والے نے روزہ توڑ دیا یہ سمجھتے ہوئے کہ پچھنا لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو اس پر کفارہ نہیں ہے، کیونکہ اس کی جہالت اجتہاد صحیح کے موقع پر واقع ہوتی ہے اور یہ اس لئے کہ پچھنا لگانا امام اوزاعی کے نزدیک مفسد صوم ہے جس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا فرمان: ''أفطر الحاجم والمحجوم'' ہے اور یہ لائق عذر اس وقت ہے، جبکہ اس کا گمان کسی مفتی کے فتوے یا حدیث شریف کے سننے پر مبنی ہو اور اگر کسی ایک پر بھی مبنی نہیں ہے تو بالاتفاق اس پر قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں'' (غمز عیون البصائر۔ ۳/ ۲۹۹)۔

''اور اگر اس کا اجتہاد کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے خلاف ہے تو اس کی جہالت لائق عذر نہ ہوگی، مثلاً بغیر وطی کے عورت کا شوہر اول کے لئے حلال ہونا حضرت سعید بن المسیب کا مذہب ہے، لیکن یہ سنت مشہورہ ''حدیث عسیلہ'' کے مخالف ہے، لہذا یہ لائق عذر نہیں ہے حتی کہ اگر قاضی اس جیسے مسئلہ میں فیصلہ کر دے تب بھی اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا'' (التوضیح مع شرح التلویح۔ ۲/ ۳۹۲)۔

اگر جہالت شبہ کے موقع پر ہے تو یہ بھی لائق عذر ہے چنانچہ علامہ ابن نجیم رقمطراز ہیں:

''اشتباہ کی دو قسمیں ہیں (۱) شبہ فی الفعل جس کو شبہ اشتباہ کہا جاتا ہے (۲) شبہ فی المحل جس کو شبہۃ الدلیل کہا جاتا ہے۔

شبہ فی الفعل کی مثال جیسے کسی نے باپ یا ماں کی باندی سے وطی کر لی تو اگر شبہ کا دعوی کرتے ہوئے یہ کہا کہ میں اپنے لئے حلال سمجھ رہا تھا تو اس پر حد نہ لگے گی، کیونکہ آدمی اپنے والدین کے مال سے بغیر اجازت کے بلا تکلف نفع اٹھاتا ہے تو اس نے خیال کیا کہ اس قسم کے انتفاع کی بھی شریعت کی طرف سے اجازت ہے اور یہ ظن اگرچہ حقیقۃ دلیل نہیں بن سکتا، مگر جب اس نے اس کو دلیل سمجھ لیا ہے تو اس کے حق میں شبہات سے دفع ہونے والی چیزوں کو ساقط کرنے کیلئے اس کا اعتبار

کیا جائے گا اور اگر اس نے یہ دعوی نہ کیا تو اسکا عملِ وطی شبہ سے خالی ہوگا اور حرام محض ہوگا۔ چنانچہ اس پر حد لگے گی۔

شبہ فی المحل کی مثال جیسے کسی نے اپنی اولاد کے مال میں سے سرقہ کیا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ اس کی اولاد کے مال میں اس شخص کے لئے ملکیت یا شبہ ملک کی تاویل کی گنجائش ہے اور دلیل رسول اللہ ﷺ کا فرمان: ''أنت و مالک لابیک'' ہے، کیونکہ لام تملیک کے ذریعہ 'اب' کی طرف اضافت متقاضی ہے کہ باپ کے لئے ملکیت من کل وجہ ثابت ہو'' (غمز عیون البصائر (۳/۳۰۰)۔

یہ ساری تفصیل زہران بن ابراہیم کادہ کی کتاب (الجهل بالاحكام الشرعية و اثره فى الفقه الاسلامى، از ص: ۲۷ تا ۸۵) سے لی گئی ہے

۷- ایسا شخص جو ممالک اسلامیہ یا مسلمانوں کے آس پاس نہ رہتا ہو اور اسلامی تعلیمات اس کو برعکس پہونچی ہوں۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں: ''ایک قسم تو ان لوگوں کی ہے جن کو محمد ﷺ کا نام نہ پہنچا ہو تو وہ لوگ معذور ہیں۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن کو حضور ﷺ کے احوال کا پتہ چلا، نیز وہ لوگ ممالک اسلامیہ کے آس پاس رہنے والے ہیں اور ان کا مسلمانوں کے ساتھ رہن سہن ہے یہ کفار ملحدین ہیں۔

تیسری قسم ان دونوں کے درمیان کی ہے جن کو محمد ﷺ کا نام پہونچا، لیکن آپ ﷺ کی صفات اس تک نہ پہنچیں بلکہ مزید انہوں نے بچپنے سے یہ سنا کہ ایک کذاب ہے تلبیس کرنے والا ہے جس کا نام محمد (ﷺ) ہے اور اس نے نبوت کا دعوی کیا ہے، جیسا کہ ہمارے (مسلم) بچوں نے سنا ہے کہ ایک کذاب ہے جس کو مقفع کہا جاتا ہے جس نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا ہے تو یہ لوگ میرے نزدیک پہلی قسم کے حکم میں ہیں کیونکہ انہوں نے محمد ﷺ کا نام سننے کے باوجود محمد ﷺ کے اوصاف کے خلاف سنا اور یہ ایسی چیز ہے جو طلب حق کے سلسلے میں غور وفکر کے جذبہ کو مہمیز نہیں کرتا'' (فیصل التفرقة بین الاسلام والزندقة ص: ۸۴)۔

متکلمین اور فقہاء کا موقف:

''صاحب ''عین الہدایہ'' مقدمہ ہدایہ میں ''فقہ اکبر'' کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: ''مسئلہ سی و ششم: عقل آلہ معرفت ہے اور موجب درحقیقت اللہ تعالی ہے اور عقل سے ایمان واجب ہونا امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے چنانچہ حاکم شہیدؒ نے منتقی میں ذکر کیا کہ ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اپنے خالق کو نہ پہچاننے میں کسی کو عذر نہیں بوجہ اس کے کہ وہ آسمان و زمین و اپنی ذات وغیرہ کو مخلوق دیکھتا ہے، حاکم شہید نے کہا ہمارے مشائخ اہل سنت و جماعت اسی پر ہیں حتی کہ شیخ امام ابومنصور ماتریدی نے کہا کہ طفل عاقل پر اللہ تعالی کی معرفت واجب ہے اور یہی بہت سے مشائخ عراق کا قول ہے اور بہت سے مشائخ نے اس

میں خلاف کیا ہے بدلیل عموم قولہ علیہ السلام ”رفع القلم عن ثلث الصبی حتی یبلغ الخ“(الحدیث)،یعنی تین سے قلم مرفوع ہے طفل سے یہاں تک کہ بالغ ہوکر۔۔۔آخر حدیث تک اور شیخ ابومنصور نے کہا کہ اس پر تو اتفاق ہے کہ طفل عاقل کا ایمان لانا صحیح ہے پھر یہ حدیث سوائے ایمان کے شرائع پر محمول ہے اور بالاتفاق طفل عاقل مثل بالغ کے ایمان کی طرف دعوت کیا جاوے۔شیخ ابن الہمامؒ نے کہا کہ یہی مختار ہے اور شیخ ابوالیسر بزدری اسی پر ہے۔ذکرہ الدہلوی۔اور شیخ امام اشعریؒ نے کہا کہ نہیں واجب ہے بدلیل قولہ تعالیٰ ”و ماکنا معذبین حتی نبعث رسولا“(سورۂ اسراء:۱۵)،(پس رسالت پہونچنے سے پہلے عذاب نہ ہوگا)(مقدمہ عین الہدایہ۔ص:۴۶)۔

اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء اور متکلمین کے درمیان جو ہلکا پھلکا اختلاف ہے وہ تو ہے ہی لیکن خود متکلمین کے درمیان بھی آپس میں قدرے اختلاف ہے،جیسا کہ امام ابومنصور ماتریدی اور امام اشعری کے مابین اختلاف گذرا پھر چونکہ احناف علم کلام میں امام ابومنصور ماتر دیدی کے متبع ہیں لہٰذا ادھر چلے گئے اور شوافع امام اشعری کے متبع ہیں،اسی لئے اس طرف چلے گئے۔

آگے صاحب ”عین الہدایہ“ لکھتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء ظاہر پر حکم لگاتے ہیں اور متکلمین باطن پر، فرماتے ہیں:

”پس مترجم کے نزدیک ائمہ مجتہدین وفقہاء ومتکلمین سب میں اتفاق ہے اور متکلمین چونکہ باطنی عقائد سے بحث کرتے ہیں،لہذا اُنہوں نے کہا کہ ہم اہل قبلہ میں سے جبکہ وہ اہل درحقیقت ہو کسی تکفیر نہیں کرتے ہیں جب تک کہ وہ صریح کفر نہ کرے،اور یہی ائمہ مجتہدین کی مراد باب عقائد میں ہے،کیونکہ عدم تکفیر کا قول مثلاً امام ابوحنیفہؒ سے فقہ اکبر میں مروی ہے،پس اعتقاد باطنی کی راہ سے تکفیر نہیں کرتے ہیں اِلا آنکہ صریح واضح کفر ہو اور حدیث صحیح میں اگرچہ از قسم آحاد مروی ہے وارد ہے ”إلا أن یرو اکفر ابو احاً عند کم“ یعنی اس صورت میں تکفیر کرو کہ جب کھلا ہوا ظاہر کفر اپنے نزدیک اعتقاد کرو۔پس معلوم ہوا کہ تکفیر ایک از راہ ظاہری ہے تو وہی جو فتاوی میں فقہاء سے مذکور ہے اور تکفیر ایک براہ باطنی ہے اور یہی جو اعتقاد میں ائمہ مجتہدین ومتکلمین سے مروی ہے،پس یہ انتہاء کلام ہے جو مترجم کو ظاہر ہوا(مقدمہ عین الہدایہ:ص:۷۹)۔

۲-ضروریات دین:

اسلام کی تعریف عموماً یہ کی جاتی ہے!”والإسلام هو: توحید الله وعبادته وحده لاشریک له، والإیمان بالله ورسوله، واتباعه فیما جاء به، فما لم یأت به العبد، فلیس بمسلم “(طریق الہجرتین،ص:۶۰۸)۔

(اسلام ہے:اللہ کی توحید،اور عبادت کرنا تنہا اُسی کی بلاشرکت غیرے،اور ایمان لانا اللہ پر اور اس کے رسول پر

اور رسول کی اتباع اختیار کر لینا اس چیز میں جس کو لے کر رسول مبعوث ہوا، پس جب تک کسی شخص نے یہ چیز ہی اختیار نہیں کی، تو وہ مسلم ہی نہیں)۔

''ضروریات دین'' اور ''قطعیات دین'' اسی چیز کو ''معلوم من الدین بالضرورۃ'' بھی کہا جاتا ہے۔

یعنی وہ چیز جس کی بابت یہ معلوم ہونا کہ وہ دین اسلام سے ہے قطعی ویقینی ہو۔ ''معلوم من الدین بالضرورۃ'' اسلامی کی وہ قطعیات ہیں جن کا منکر دین سے خارج ہوجاتا ہے، اردو کے اسلامی لٹریچر میں اس کیلئے ''ضروریات دین'' کا لفظ بھی مستعمل ہے۔

جو چیز قرآن کریم یا احادیث متواترہ سے ثابت ہو یا اجماع امت سے اور دلالت بھی قطعی ہو تو وہ سب ضروریات دین میں داخل ہیں ''ضروریات دین'' کے معنی یہ ہیں کہ ان کا دین اسلام سے ہونا بالکل بدیہی ہو، خواص سے گذر کر عوام تک اس کا علم پہنچ گیا ہو۔ یہ نہیں کہ ہر عامی کو اس کا علم ہو۔ کیونکہ بسا اوقات تعلیم دین نہ ہونے سے بعض ''ضروریات دین'' کا علم عوام کو نہیں ہوتا، لیکن تعلیم کے بعد اور جان لینے کے بعد اس پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے علماء نے تصریح فرمادی ہے کہ ''بعض متواترات شرعیہ'' کے جہل سے تو کفر لازم نہیں آتا، لیکن معلوم ہونے کے بعد جحود وانکار سے آدمی کافر ہوجاتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ''جواہر التوحید'' کی شرح وحاشیہ ''الموافقات للشاطبی'' واکفار الملحدین (حاشیۃ اکفار الملحدین۔ تفسر ضروریات الدین۔ ص: ۳۔ ط: دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔

''ضروریات دین تین قسم کے ہیں پہلی قسم یہ کہ تصریح نص قرآنی سے ثابت ہو، جیسے ماں بیٹی سے نکاح کا حرام ہونا، دوسری قسم یہ کہ سنت مواترہ سے ثابت ہو، تواتر خواہ لفظی ہو، خواہ معنوی، عقائد میں ہو یا اعمال میں ہو، فرض ہو یا نفل ہو۔ تیسری قسم یہ ہے کہ اجماع قطعی سے ثابت ہو، جیسے صدیق اکبرؓ وفاروق اعظمؓ کی خلافت وغیرہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس قسم کے امور سے اگر انکار کیا جائے تو اس شخص کا ایمان قرآن اور انبیاء پر صحیح نہیں ہے'' (اکفار الحدین بحوالہ فتاویٰ بینات: ص: ۵۰)۔

ضروریات دین کا دائرہ یوں تو کافی وسیع ہے، لیکن وہ ضروریات دین جن کے بغیر بندہ مسلمان ہو ہی نہیں سکتا ہے وہ شہادتین اور تصور آخرت ہے گویا ایمان کے لئے یہ شرط اولین ہے شہادتین کا مفہوم تو واضح ہے۔ آخرت کا یقین، اس لئے ضروری ہے کہ بغیر آخرت کے یقین کے اللہ پر ایمان لانا اور رسول کی اطاعت بے معنی ہے، کیونکہ شہادتین کے اعتراف کے ساتھ کسی شخص کا یہ اعتقاد کہ مرنے کے بعد مٹی ہوجانا ہے، دوبارہ حساب وکتاب کا کوئی مسئلہ نہیں ہے تو اس کے ایمان لانے سے فائدہ ہی کیا ہوا۔ اور وہ ایمان لائے گا ہی کیوں؟ وہ تو حلال حرام کی پرواہ کئے بغیر آزادانہ زندگی گذارے گا۔ حساب و کتاب کے تصور کے بغیر صرف شہادتین پر ایمان لانے سے بندے پر حلال حرام اور شرعی احکام پر عمل کی نکیل نہیں ڈالی جاسکتی ہے۔

اس لئے بنیادی طور پر ضروریات دین تین چیزیں ہیں شہادتین اور آخرت کا یقین، باقی ضروریات دین ان ہی کے توابعات میں سے ہیں۔ ہماری بحث سے وہ شخص خارج ہے جس تک رسالۃ ہی نہ پہنچی ہو، کیونکہ اب شاید مہذب دنیا میں ایسے لوگ نہ ہوں جہاں دعوۃ نہ پہنچی ہو۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ''ضروریات دین'' سے متعلق چند ''قواعد کلیہ'' ذکر کر دیئے جائیں۔ کتب حدیث، اصول حدیث، کتب کلامیہ، کتب فقہ، اور کتب اصول فقہ میں یہ ''قواعد کلیۃ'' مفصل مل جاتے ہیں چند قواعد یہاں پر ذکر کئے جا رہے ہیں۔

(۱) ''**و من اعترف بكون شئ من الشرع ثم جحده كان منكرا للشرع وإنكار جزء من الشرع كإنكار كله**'' (شرح التحریر ۳، ۱۳)۔

(جو شخص یہ مانے کہ یہ چیز شریعت میں ہے اور باوجود اس کے انکار کرے تو یہ کل شریعت کا انکار ہے)۔

(۲) ''**وصح الإجماع على كل من جحد شيئا صح عندنا بالإجماع أن رسول الله ﷺ أتى به فقد كفر، أو جحد شيئاً صح عنده، بأن النبى ﷺ قاله، فهو كافر**'' (الملل) (کتاب الفصل فی الملل والأھواء والنحل للإمام ابی عبداللہ محمد علی بن حزالاندلسی الظاھری) کتاب الایمان۔ ۳/ ۲۵۵۔ ط: بغداد)۔

(اس پر اجماع ہے کہ جس چیز کے متعلق یہ اتفاق ہو کہ نبی کریم ﷺ فرما چکے ہیں، اس کا انکار کفر ہے یا یہ مانتا ہو کہ آپ فرما چکے ہیں، باوجود اس کے انکار کرے تو یہ کفر ہے)۔

(۳) ''**من أنكر الأخبار المتواترة فى الشريعة مثل حرمة لبس الحرير على الرجال كفر**'' (شرح الفقہ الاکبر) (شرح کتاب الفقہ للإمام الأعظم۔ مطلب فی ایراد الألفاظ المکفرۃ التی جمعہا العلامۃ۔ ص:۲۷۶۔ ط۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔

(کسی شرعی حکم کی حدیث متواتر ہو اور اس سے انکار کیا جاوے تو کافر ہوگا، جیسے ریشمی لباس مردوں کے لئے)۔

(۴) ''**فصار منكرا لمتواتر ومخالفه كافراً**'' (اصول فخر الاسلام) (کشف الأسرار عن اصول فخر الاسلام البزدوی للإمام علاء الدین عبدالعزیز احود (المتوفی: ۷۳۰)۔ ۲/ ۵۳۳۔ ط۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔

''متواتر کا انکار یا مخالفت دونوں کفر ہیں''۔

(۵) ''**الصحيح أن كل قطعى من الشرع فهو ضرورى**'' (المحصول للرازی) (اکفار الملحدین فی ضروریات الدین۔ ص: ۸۴۔ ط۔ دار الکتب العلمیۃ پشاور)۔

(دین میں جو چیز قطعیات کو پہنچ چکی ہو وہ ضروریات دین میں داخل ہے)۔

(۶) ''**شروط القطع فى النقليات التواتر الضرورى فى النقل والتجلى الضرورى فى المعنى**

(ایضا) ’’(المرجع السابق۔ص:۸۵)۔

(شرعی امور جب تواتر سے ثابت ہوں اور معنی بھی واضح ہوں یہی قطعیت ہے)۔

(۷) ’’کل مالم یحتمل التأویل فی نفسه وتواتر نقله، ولم یتصور أن یقوم برهان علی خلافه، فمخالفته تکذیب محض ‘‘(التفرقۃ للغزالی ص ۱۴)۔

(جس چیز کی نقل متواتر ہو اور تاویل کی گنجائش نہ ہو اور کوئی دلیل خلاف پر قائم نہ ہو تو ایسی چیز کی مخالفت رسول اللہ کی تکذیب ہے)۔

(۸)’’ بل إنکار المتواتر عدم قبول إطاعة الشار ع، ورد علی الشریعة، وإن لم یکذب، وهو کفر بواح بنفسه ‘‘(شرح الاشباہ للحموی ردالمحتار،طحطاوی)(اکفارالملحدین فی ضروریات الدین۔تحقیق أن تکذیب الشارع کفر سواء کان بنسبۃ الکذب۔ص:۱۹۔ط دارالکتب العلمیۃ بشاور)۔

(بلکہ حقیقت میں تو متواتر کا انکار شارع کی عدم اطاعت ہے اور شریعت اسلام کا رد ہے جو خود کھلا ہوا کفر ہے اگر چہ تکذیب نہ کرے)۔

(۹) ’’ ومن أنکر شیئا من شرائع الإسلام فقد أبطل قول لاإله إلا الله ‘‘ (السیر الکبیر للإمام محمد)(مستفاد از اکفارالملحدین ص:۱۷)۔

(شریعت اسلامیہ کی کسی چیز سے انکار کرنا کلمہ اسلام سے انکار کرنا ہے)۔

(۱۰)’’فلاخلاف بین المسلمین أن الرجل لو أظهر إنکار الواجبات الظاهرة المتواترة والمحرمات الظاهرة المتواتر ة، و نحو ذلک، فإنه یستتاب، فإن تاب، وإلاقتل کافرا مرتداً. ‘‘(مھب شرح العقیدۃ الطحاویۃ للإمام ابن ابی العز الدمشقی۔قضیۃ التکفیر۔ص:۲۳۲۔ط۔مکتبۃ الغرباء)۔

(امت مسلمہ میں کوئی خلاف اس بارے میں نہیں کہ جو کوئی متواترات سے انکار کرے چاہے اس کا کرنا فرض ہو یا ترک حرام ہو اس سے توبہ نہ کرے تو کافر ہے اور واجب القتل ہے)۔

(۱۱)’’لایکفر أهل القبلة إلا فیما فیه إنکار ما علم مجیئه بالضرورة أو أجمع علیه کاستحلال المحرمات‘‘ (المواقف ومثلہ فی الھندیۃ،اکفارالملحدین۔بیان وجوہ تکفیر أہل القبلۃ۔ص:۵۴۔۵۵۔)۔

(اہل قبلہ کی اس وقت تک تکفیر نہیں کی جاتی جب تک ضروریات دین کا یا کسی ایسی چیز کا جس پر اجماع منعقد ہوا انکار نہ کرے مثلاً حرام کو حلال سمجھنا)۔

(۱۲) ’’وکذلک یقطع بتکفیر من کذب أو أنکر قاعدة من قواعد الشریعة وماعرف ویقینًا

بالنقل المتواتر من فعل رسول الله ﷺ‘‘(المرجع السابق۔۵٦)۔

(جو شخص تکذیب کرے یا کلیات شریعت میں سے کسی قاعدہ سے انکار کرے یا جو چیز نبی کریم ﷺ سے متواتر ثابت ہے اس سے انکار کرے اس کی تکفیر قطعی ویقینی ہے)۔

(۱۳)’’ **و خرق الإجماع القطعی الذی صار من ضروریات الدین کفر** ‘‘ (کلیات ابی البقاء)(اکفار الملحدین النقل عن الأئمة وغیرہم من ائمة الدین)۔

(قطعی اجماع جو ضروریات دین میں داخل ہے اس کا خلاف کرنا کفر ہے)۔

مذکورہ بالا عبارتوں سے من جملہ جو’’ضروریات دین‘‘ اور’’قطعیات دین‘‘ مستفاد ہوئے وہ حسب ذیل ہیں:

’’اثبات علم الٰہی، قدرت محیط، ارادۂ کاملہ، صفت کلام، قرآن کریم، قدم قرآن، قدم صفات باری، حدوث عالم، حشر اجساد، عذاب قبر، جزاء وسزا، رویت باری، قیامت میں شفاعت کبریٰ، حوض کوثر، وجود ملائکہ، وجود کراماً کاتبین، ختم نبوت کا وہبی ہونا، مہاجرین وانصار کی اہانت کا عدم جواز، اہل بیت کی محبت، خلافت شیخین، پانچ نمازیں، فرض رکعات کی تعداد، تعداد سجدات، رمضان کے روزے، زکوٰۃ، مقادیر زکوٰۃ، حج، وقوف عرفات، تعداد طواف، جہاد، نماز میں استقبال قبلہ، جمعہ، جماعت، اذان، عیدین، جواز مسح خفین، عدم جواز سب رسول، عدم جواز سب شیخین، انکار جسم، انکار حلول اللہ، عدم استحلال محرمات، رجم زانی، حرمت لبس حریر، (ریشم پہننا) جواز بیع، غسل جنابت، تحریم نکاح امہات، تحریم نکاح بنات، تحریم نکاح ذوی المحارم، حرمت خمر، حرمت قمار وغیرہ‘‘۔

یہ تقریباً اکیاون (۵۱) مثالیں ہیں، لیکن یہ حصر نہیں ہے (ماخوذ از فتاویٰ بینات کتاب العقائد ص:۵۰ تا ۵۲)۔

عقائد کے باب میں لاعلمی کے سبب کسی چیز کے منکر کا حکم:

’’**وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا**‘‘ (الاسراء۱۵)۔

سوال نمبر:(۱) کے ضمن میں یہ بات آچکی ہے کہ جب تک بندہ پر حجت قائم نہیں ہوجاتی تب تک وہ مکلّف نہیں ہوتا اور اسکو عذاب نہیں دیا جائے گا۔

’’معلوم من الدین بالضرورۃ‘‘ کی ذیل میں آنے والے امور ایک ماحول اور معاشرے کی نسبت کسی دوسرے ماحول اور معاشرے میں ایک حد تک مختلف ہوسکتے ہیں یعنی یہ ہوسکتا ہے کہ دین اور عقیدہ کے کچھ مسئلے کہیں پر غیر واضح ہوں یا بہت زیادہ الجھا دیئے گئے ہوں۔ جس کے باعث ان مسائل کا صحیح فہم پانے کے امکانات وہاں پر بہت کم پائے گئے ہو۔ اور اس وجہ سے وہاں پر خاص ان مسائل میں جہالت کا عذر اتنا ہی زیادہ قابل اعتبار ہو، جبکہ کسی اور جگہ پر ایسی علمی شخصیات و مراجع پائے جاتے ہوں کہ ان امکانات کے ہوتے ہوئے عین انہیں مسائل میں جہالت اور لاعلمی نہ صرف یہ کہ ہرگز کوئی عذر

نہ ہو، بلکہ آدمی کی جہالت ولاعلمی وہاں پر بجائے خود ایک قابل مواخذہ جرم ہو۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: " **وأیضافکون الشی معلوما من الدین ضرورة أمر إضافی، فحدیث العهد بالإسلام ،ومن نشأ ببادیة بعیدة قد لایعلم هذا بالکلیة فضلا عن کونه یعلمه بالضرورة**"(مجموع الفتاویٰ، ج ۱۳، ص:۱۱۸)۔

(نیز ایک چیز کا معلوم من الدین بالضرورة ہونا ایک اضافتی relative چیز ہے۔ چنانچہ ایک نومسلم، اور وہ شخص جو کسی دور دراز کے دیہاتی علاقہ میں پلا بڑھا ہے اس کو ان مسائل کا قطعی طور پر دین میں سے معلوم ہونا تو درکنار، ہوسکتا ہے سرے سے ہی معلوم نہ ہو)۔

چنانچہ اگر کوئی کلمہ گو شخص ناواقفیت کی وجہ سے ضروریات دین یا قطعیات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے تو جب تک اس سے شبہات زائل کرکے اور رفع جہل کرکے اتمام حجت قائم نہ کردی جائے اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔

فقہاء نے جہالت کے بارے میں یہی اصول متعین فرمایا ہے کہ جاہل شخص کی تکفیر معین نہیں کی جائے گی جب تک اسکی جہالت رفع نہ ہوجائے۔

صحیح بخاری کی حدیث (۶۴۸۱) جس میں ہے کہ ایک شخص نے مرنے سے قبل وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو مجھکو جلادینا اور میری راکھ آدھی دریا میں اور آدھی خشکی میں بکھیر دینا، کیونکہ اگر اللہ نے مجھ پر قابو پالیا تو ایسا سخت عذاب دے گا جو اس نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"**فهٰذا إنسان جهل إلی أن مات أن الله عزوجل یقدر علی جمع رماده وإحیائه، وقد غفرله لاقرار ه وخوفه وجهله۔**"(الفصل فی الملل والأهواء والنحل:۱۴۰/۳)۔

(یہ وہ انسان ہے جو اپنے مرنے تک اس بات سے جاہل اور ناواقف رہا کہ اللہ تعالیٰ اس کی راکھ جمع کرنے اور اس کو زندہ کرنے پر قادر ہے اور اللہ نے اس کے اقرار، خوف اور جہالت کی وجہ سے اسے معاف کردیا)۔'

ابن حزم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:"**ولاخلاف فی أن لو أسلم ولم یعلم شرائع الإسلام فاعتقد أن الخمر حلال۔ وأن لیس علی الإنسان صلاة۔ وهولم یبلغه حکم الله تعالی لم یکن کافراً بلا خلاف یعتدبه۔ حتی إذا قامت علیه الحجة، فتمادی حینئذ بإجماع الأمة فهو کافر۔**"(المحلی:۱۳۵:۱۲:۵)۔

(اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ اگر کوئی شخص اسلام قبول کرلے اور وہ اسلام کے مقرر کردہ راستے نہیں جانتا، چنانچہ اس نے عقیدہ بنالیا کہ شراب حلال ہے اور انسان کے ذمہ نماز نہیں ہے، اور حال یہ ہے کہ اس تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں پہونچا تو وہ کافر نہیں ہوگا اور یہ ایسا مسئلہ ہے جس میں کوئی قادر اختلاف نہیں ہے، البتہ اگر اس پر حجت قائم ہوجائے اور پھر وہ

سرکشی کرے تو اس بات پر اجماع ہے کہ وہ کافر ہے)۔

ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:" **وکذٰلک کل جاهل بشئی یمکن أن یجهله لایحکم بکفره، حتی یعرف ذٰلک۔ وتزول عنه الشبهة ویستحله بعد ذٰلک**"(المغنی لابن قدامة: ۱۲/۹)۔

(اسی طرح ہر وہ جاہل جس کا کسی چیز سے جاہل ہونا ممکن ہو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا یہاں تک کہ وہ اسے پہچان لے اور اس سے شبہ زائل ہو جائے اور اس کے بعد وہ اسکو حلال جانے تو پھر کافر ہو جائے گا)۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس موضوع پر بڑا تفصیلی کلام کیا ہے فرماتے ہیں:

"ان جاہلوں اور ان جیسے دیگر لوگوں کی طرف سے کسی معین فرد کی تکفیر کرنا اور کہنا کہ وہ کافروں میں سے ہے جائز نہیں ہے، الا یہ کہ ان میں سے ہر کسی پر رسالت کی وہ حجت قائم کی جائے جس سے کھل کر واضح ہو جائے کہ وہ رسول کی مخالفت کرنے والے ہیں اگر چہ وہ بات بلا ریب کفریہ ہو۔ اسی طرح تمام معین افراد کا حکم ہے، جبکہ بعض بدعات بعض سے زیادہ سنگین نوعیت کی ہوتی ہے اور بعض بدعتیوں میں وہ ایمان ہوتا ہے جو بعض میں نہیں ہوتا، کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ مسلمانوں میں سے کسی کی تکفیر کرے، خواہ وہ خطا کرے یا غلطی کا مرتکب ہو، یہاں تک کہ اس پر حجت قائم کی جائے۔ اور دلیل اس کے لئے کھل کر واضح ہو جائے۔ اور جس کا ایمان یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہو، اس سے شک کی بناء پر ایمان کی نفی نہیں کی جائے گی بلکہ ایمان حجت کے قیام اور شبہ کے ازالہ کے بعد ہی زائل ہوگا"(مجموع الفتاوی لابن تیمیہ: ۵۰۰/۱۲/۵۰۱)۔

ایک اور مقام پر قمطراز ہیں:" جو شخص مطلق طور پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہو اور اس کے پاس وہ علم نہیں پہنچا جو اس کے لئے راہِ صواب کو کھول کر واضح کر دے، اس پر اس وقت تک کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا جب تک کہ اس پر وہ حجت قائم ہو جائے جس کی مخالفت کرنے والا کافر ہوتا ہے، جبکہ بہت سارے لوگ قرآن کی تاویل میں خطا کر جاتے ہیں اور کتاب وسنت کے بہت سارے معانی سے جاہل ہوتے ہیں اور خطا ونسیان دونوں اس امت سے معاف کر دیئے گئے ہیں اور کفر کا حکم بیان وتوضیح کے بعد ہی ہوتا ہے"(مجموع الفتاوی لابن تیمیہ: ۵۲۳/۱۲-۵۲۴)۔

ایک مقام پر لکھتے ہیں:" تکفیر امور وعیدیہ میں سے ہے چاہے اس کا قول نبی کریم ﷺ کے قول کی تکذیب کرتا ہو، لیکن ہو سکتا ہے اس نے اسلام حال ہی میں قبول کیا ہو یا پھر وہ کسی دور دراز جگہ میں رہائش پذیر ہو جہاں اسلام کی تعلیمات مکمل طور پر نہ پہنچ سکیں ہوں تو ایسے شخص کی تکفیر نہ کی جائے گی سوائے حجت کے قائم کرنے کے بعد اور بعض اوقات ہوتا ہے کہ کسی نے کسی مسئلہ میں متعلقہ نصوص نہیں سنی ہوتی اور یا پھر سنی ہوتی ہیں لیکن اس کے نزدیک درست ثابت نہیں ہوتی یا پھر اس کے نزدیک معارض نصوص بھی ہوتی ہیں تو باوجود اس کے وہ غلطی پر ہے لیکن ہم اس کی تکفیر نہیں کر سکتے"(مجموع الفتاوی لابن تیمیہ: ۲۳۱/۳)۔

۳- ہندوستان جیسے ملکوں میں جہل کا حکم:

دارالحرب اور دارالاسلام کی تعریف سے صرف نظر کرتے ہوئے ہندوستان کو دارالحرب میں شمار کرنا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ دارالحرب میں حکومت کی طرف سے مسلمانوں کو بحیثیت مسلمان شرعی امور سیکھنے کی پابندیاں ہوسکتی ہیں، جبکہ ہندوستان میں ایسا نہیں ہے۔ دینی علوم سیکھنے کی مکمل آزادی ہے اگر کوتاہی ہے تو صرف اپنی غفلت کی وجہ سے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی دیہی علاقوں میں جب کسی مسلمان کو اعلی تعلیم حاصل کرنا ہوتا ہے تو اس کے لئے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی اور اسے اس کی سمجھ بھی ہوتی کہ کون سی اعلی تعلیم ہمارے اور ہمارے بچوں کا مستقبل سنوارے گی، لیکن دین کے تعلق سے غفلت ہوتی ہے۔

لہٰذا یہاں کے مسلمانوں کو جہل کے حوالہ سے دارالحرب کے زمرہ میں نہیں رکھا جاسکتا اور عام حالات میں یہاں کے مسلمانوں کے لئے جہل (حکم شرع سے ناواقفیت) عذر شمار نہ ہوگا۔ البتہ اس تعمیم کے باوجود پورے ملک کے مسلمانوں کا یکساں حکم نہ ہوگا، بلکہ وہ علاقے جہاں اسلام اور احکام اسلام سے واقفیت کے مواقع وامکانات نادر یا معدوم ہوں وہاں جہل کو عذر مانا جائے گا۔ اور جن علاقوں میں مسلمانوں کے دینی تعلیم کے ادارے ہوں اور وہاں احکام شرع سیکھنا ممکن بھی ہو وہاں جہل عذر نہ مانا جائے گا۔

یہ بات بڑی عجیب لگ سکتی ہے کہ ایک طرف ہندوستان جیسے ممالک پر دینی تعلیم سیکھنے کے تعلق سے دارالحرب کا حکم نہ لگے۔ اور دوسری طرف اس کے جہل کو عذر مانا جائے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج بھی بہت سے ایسے دیہی اور پسماندہ علاقے ہیں جہاں نماز جنازہ پڑھانے والا کوئی نہیں، بلکہ وہ اس بات سے ہی واقف نہیں کہ ایک مسلمان پر اس کے مرنے کے بعد نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے؟

مسلمانوں کے دینی احوال کے تعلق سے مفتی تقی صاحب مدظلہ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

''۱۹۷۸ء میں بعض مسلم تنظیموں نے مجھے برطانیہ بلایا وہاں بہت سے مسلم مرد وعورتیں جمع کی گئیں۔ میرا بیان ہوا پھر جب بیان ختم ہوا تو کھانا ہوا۔ مجھے بتایا گیا کہ مرد وعورت سب نے مل کر ایک ساتھ کھانا کھایا اور رقص وسرور بھی ہوا۔ میں نے اپنے میزبان سے پوچھا بھئی یہ کیا کیا؟ انہوں نے روتے ہوئے جواب دیا کہ حضرت اسلام کی بنیاد پر انکو جمع کر لیتے ہیں اگر زیادہ پابندی لگائی گئی تو کوئی آئے گا نہیں اور ان کے مرتد ہونے کا خوف ہے''۔

اگر یہ کہا جائے کہ بحیثیت مسلم اس پر ضرورت بھر دین کا سیکھنا فرض ہے، تو یہ بھی اسی وقت ممکن ہوگا، جبکہ اس کو یہ حکم معلوم ہو کہ مجھے بحیثیت مسلم دینی ضروری مسائل سیکھنا فرض ہے، اگر وہ یہ بات بھی نہیں جانتا کہ بحیثیت مسلم مجھے شرعی احکام سیکھنا ضروری ہیں تو وہ اس حکم پر عمل کیسے کرے، اور وہ مکلّف کیسے ہوگا؟ وہ تو گویا اس شخص کی طرح ہو گیا جس شخص تک ابھی رسالت ہی نہ پہنچی ہو۔

شرعی مسائل سیکھنے کا لزوم تو دور، بسا اوقات ان کے ایمان کو بچانے کے لئے بتقاضائے مصلحت خلاف شرع امور پر انہیں جمایا جاتا ہے تا کہ ان کا ایمان بچا رہے۔ حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کے واقعات میں یہ بات مشہور ہے کہ جب کانپور کے اطراف میں (شدھی سنگٹھن کا فتنہ) ارتداد پھیلا تو حضرت نے علماء کو بھیجا کہ جاؤ جا کر معلوم کرو کہ کوئی ایسی چیز ان میں ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہوں بتایا گیا کہ وہ لوگ بحیثیت مسلمان تعزیہ کا جلوس اٹھاتے ہیں۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ جاؤ جا کر کہو کہ تعزیہ ضرور اٹھاتے رہنا۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک حکیمانہ تدبیر تھی ورنہ تو یہ بدعت کی تبلیغ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ موقع اور محل کے اعتبار سے حکم لگانا ہوگا۔

نیز جب عقیدہ کے تعلق سے جہل کو عذر مانا جاتا ہے تو عمل کے تعلق سے بھی اسے معذور قرار دیا جانا چاہئے۔
باندی کے تعلق سے عقیدہ اور عمل دونوں میں رعایت کی مثالیں ملتی ہیں حضور ﷺ نے ایک باندی سے پوچھا میں کون ہوں اس نے جواب دیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: "أين الله" اس نے جواب دیا: "في السماء" آپ ﷺ نے اس کے مالک سے کہا کہ جاؤ اسے آزاد کردو یہ مسلمان ہے۔

ظاہر ہے عقیدے میں اور بھی چیزیں شامل ہیں، لیکن آپ نے باندی کی طرف سے بس اتنا اجمالی عقیدے کو کافی قرار دیا ہے۔ باندی کو خیار بلوغ ملنا یہ اس کے فروعی مسائل میں معذور ہونے کی دلیل ہے۔

اب یہاں غور کرنے کی بات ہے کہ باندی کو یہ رعایت کیوں ملی؟ اس لئے کہ وہ باندی ہے یا اس لئے کہ دینی علوم سیکھنا اس کے لئے متعذر ہے؟ یہی کہنا پڑے گا کہ رخصت کی اصل وجہ اسکا باندی ہونے کی وجہ سے دینی علوم سیکھنے سے محروم رہنا ہے۔ ٹھیک اسی طرح ہندوستان جیسے ممالک میں بہت سے ایسے علاقے ہیں جہاں وہاں کے مسلمانوں کے لئے دینی مسائل سیکھنا مشکل ہے۔

لہٰذا اعتدال کی راہ یہی ہے کہ ہندوستان جیسے ممالک کو دارالحرب کے زمرہ میں تو نہ رکھا جائے، لیکن چونکہ اس طرح کے ممالک دارالاسلام بھی نہیں ہیں اس لئے علم اور علماء سے دور بسنے والوں کے حق میں حکم شرع سے ناواقفیت کو عذر مانا جانا چاہئے۔

۴- نکاح، طلاق اور حرمت مصاہرت میں حکم شرع سے ناواقفیت کا اثر:

عقائد کے تعلق سے یہ بات گذری کہ حجت قائم ہونے سے پہلے جہل عذر ہے اور ظاہر ہے کہ عقائد کا معاملہ بنسبت دیگر احکام کے زیادہ نازک اور سنجیدہ ہے، لہٰذا جب عقائد میں جہل عذر بن سکتا ہے تو دیگر احکام میں بھی جہل عذر قرار پائے گا، کیونکہ وہ لوگ جو دینی احکام سیکھنے سے محروم ہیں اور انہیں یہ بھی علم نہیں کہ دینی احکام سیکھنا ہمارے ذمہ فرض ہے تو وہ

مکلّف کیسے ہوسکتے ہیں؟" **لایکلف الله نفساً إلا وسعھا**" (سورۂ بقرہ:۲۸۶)،اگر یہ کہا جائے کہ پھر تو سارے ہی دینی احکام ایک ایک کرکے جہل کی نذر ہوجائیں گے جب بھی بندے سے کوئی چیز خلاف شرع سرزد ہوگی فوراً یہ تاویل کرلی جائے گی کہ یہ بندہ اس حکم سے ناواقف تھااور اس طرح شرعی احکام پر عمل نہ کرنے کا دروازہ کھل جائے گا۔اس لئے احکام شرع سے ناواقفیت کو عذر قرار دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ نومسلم ہو یا علم اور علماء سے دور ایسے دیہی اور پسماندہ علاقے کا رہنے والا ہو جہاں احکام شرع سیکھنا ممکن نہ ہو۔

اس اعتبار سے اب عوام کی دو قسمیں ہوں گی ایک وہ جن کے لئے احکام شرع سیکھنا بسہولت ممکن ہو اور دوسرے وہ نومسلم یا علم اور علماء سے دور بچھڑے علاقے کے رہنے والے جن کے لئے احکام شرع سیکھنا ممکن نہ ہو۔ثانی الذکر لوگوں کے لئے "مس بالشہوۃ" اور "نظر بالشہوۃ" میں تخفیف ہوگی۔

اب اگر اصول دین اور ضروریات دین میں تو ناواقفیت کی وجہ سے بندے کو معذور قرار دیا جائے اور فروعات میں اسے معذور قرار نہ دیا جائے تو یہ قلب موضوع ہوگا۔

۵-لاعلمی میں الفاظ طلاق کے تکرار کی صورت میں وقوع طلاق؟

اس مسئلے میں ناواقفیت کے ساتھ غلط فہمی کا بھی دخل ہے کہ جب تک تین بار طلاق نہ بولا جائے طلاق نہیں پڑتی اس پر مستزاد یہ کہ اردو محاورے میں دوران گفتگو کسی بات پر زور دینے کے لئے تین بار بولنے کا رواج بھی ہے،ان جملہ وجوہ اور ہندوستان کے موجودہ مخصوص حالات کے پیش نظر اگر ناواقفیت کو عذر مان لیا جائے تو بہتر ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی اس سلسلے میں حالات کا رونا روتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

" **والذی یظھر لی رجحان رأی الجمھور وھو وقوع الطلاق ثلاثا إذا طلق الرجل امرأته دفعة واحدة ، لکن إذا رجح الحاکم رأیا ضعیفا صار ھوالحکم الأقوی، فإن صدر قانون کما ھو الشان فی بعض البلاد العربیة بجعل ھذا الطلاق واحدة، فلا مانع من اعتمادہ والافتاء به، تیسرا علی الناس، وصونا للرابطة الزوجیة وحمایة لمصلحة الأولادخصوصاً۔ ونحن فی وقت قل فیه الورع والاحتیاط، وتھاون الناس فی التلفظ بھذہ الصیغة من الطلاق ، وھم یقصدون غالباً التھدید والزجر** " (الفقہ الاسلامی۔۶۹۳۵۔جلد۹)۔

(میرے نزدیک جمہور کی رائے راجح ہے اور وہ یہ کہ اگر کوئی شخص بیوی کو دفعتاً تین طلاق دیدے تو تین ہی واقع ہوں گی،لیکن حاکم اگر کسی ضعیف رائے کو راجح قرار دے تو پھر حکم،حکم قوی کا درجہ لے لیگا،چنانچہ اگر اس طرح کی طلاق کو ایک

طلاق قرار دینے کا قانون جاری ہو، جیسا کہ بعض عربی ممالک میں ایسا ہی ہوا ہے تو پھر لوگوں کی آسانی کے لئے، رشتہ زوجیت کے تحفظ کے لئے اور خصوصاً بچوں کی خیر خواہی کے پیش نظر شوہر کی بات پر اعتماد کرنے اور اسی کے مطابق فتوی دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ بلا شبہ ہم ایسے وقت میں جی رہے ہیں جس میں ورع وتقوی کی کمی ہے اور لوگ اس طرح ''تکرار طلاق'' کے ذریعہ طلاق دینے کے عادی ہو چکے ہیں حالانکہ ان کا مقصد تنبیہ ہوتا ہے)۔

غالباً ان ہی وجوہات کے پیش نظر ''اسلامی قانون مسلم پرسنل لاء بورڈ'' کی دفعہ ۲۸۰ ص:۱۸۵'' میں ہے:

''اگر کسی شخص نے طلاق دیتے ہوئے عدد کی صراحت نہیں کی، مگر بار بار طلاق دینے کا جملہ دہرایا، مثلاً تجھے طلاق دی، تجھے طلاق دی، تجھے طلاق دی، یا یوں کہے تجھے طلاق، طلاق طلاق، تو۔۔۔اگر طلاق دینے والا یہ کہتا ہے کہ اس کی نیت ایک ہی طلاق کی تھی اور اس نے محض زور پیدا کرنے کے لئے الفاظ طلاق دہرائے ہیں اس کا مقصد ایک سے زائد طلاق دینا نہیں تھا تو اس کا یہ بیان حلف کے ساتھ تسلیم کیا جائے گا اور ایک ہی طلاق واقع ہوگی''۔

طلاق کے مسئلہ پر ایک سمینار احمد آباد ۴ رنومبر ۱۹۷۳ء میں ہوا تھا، جس کی صدارت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب نے کی تھی اس سمینار میں جن نکات پر اتفاق رائے ہوا ان میں ایک مسئلہ یہ بھی تھا۔

''اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے تجھے تین طلاق، مگر وہ حلفیہ بیان دیتا ہے کہ میری نیت تین طلاق دینے کی نہیں تھی میں تو یہ سمجھتا تھا کہ تین طلاق کا لفظ کہے بغیر طلاق واقع نہیں ہوتی، اس لئے میں نے تین طلاق کے الفاظ استعمال کئے تھے، تو اس کی بات باور کی جائے گی اور یہ طلاق، طلاق مغلظہ بائنہ شمار نہ کی جائے گی (منتخب نظام الفتاوی ص:۱۶۸، جلد ۲)۔

کہتے ہیں کہ پڑوسی ملک پاکستان میں ایک انگریز جوڑے نے اسلام قبول کیا کسی وجہ سے میاں و بیوی کے درمیان جھگڑا ہوا اور غصے میں آکر شوہر نے اپنی بیوی کو متعدد بار طلاق دیدی۔ علماء کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا اور ڈر ہوا کہ ''حلالہ'' سے بچک کر کہیں یہ جوڑا مرتد نہ ہوجائے، چنانچہ اس کے بعد جو ہوا وہ ''مکاتبت سلیمان'' ص:۱۲۵ ص: میں اس طرح مذکور ہے:

''مخصوص علماء جن میں مفتی محمد حسن امرتسری، مولانا ادریس کاندھلوی اور خود مفتی شفیع صاحب تھے، چائے نوشی کے لئے ایک کمرہ میں بیٹھ گئے، تو علامہ (سلیمان ندوی) نے ان صاحب سے استفتاء لے کر ایک ایک کو دکھلایا، متفقہ جواب تھا کہ طلاق واقع ہوگئی پھر علامہ نے اس پر اپنے قلم سے یہ فتویٰ تحریر فرمادیا کہ اہل سنت والجماعۃ میں مسلک اہل حدیث کی رو سے طلاق واقع نہیں ہوئی، رجوع کرادیا جائے، پھر علماء کرام کو یہ دکھلاتے ہوئے فرمایا کہ وہ نومسلم بے چارے تو ابھی نہ حنفی ہیں نہ شافعی، لہٰذا قانون میں کوئی بھی گنجائش نکلتی ہو اسکا فائدہ انہیں ملنا چاہئے، اس پر حضرت مفتی صاحب نے برملا فرمایا کہ یہ جواب حضرت ہی لکھ سکتے ہیں، پھر مفتی اعظم پاکستان نے بھی اس کی تائید فرمادی ''(مکاتبت سلمان۔ص:۱۳۵)۔

۶-فقہی مسالک کا اختلاف اور ترجیح:

شریعت سے ناواقفیت کی وجہ سے بندے کے معذور ہونے نہ ہونے کے تعلق سے فقہاء کے درمیان اختلاف کی دو جہتیں ہیں عقائد میں اور فروع میں۔ جہاں تک عقائد کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں فقہاء کے درمیان الفاظ اور تعبیرات کے فرق کے علاوہ کوئی خاص قابل قدر اختلاف نہیں ملتا، اور فروعی مسائل نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ میں تھوڑا اختلاف ملتا ہے مثلاً:

''نماز میں بات کرلی اور اسے نہیں معلوم تھا کہ نماز میں گفتگو نماز کو فاسد کردیتی ہے تو بعض ائمہ (احناف) کے نزدیک فاسد ہوجاتی ہے۔ اور بعض (شوافع) کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی، یا مثلاً طلوع فجر کے وقت کچھ کھاپی لیا اس گمان سے کہ ابھی طلوع فجر نہیں ہوئی تو بعض ائمہ (احناف) کے نزدیک روزے کی قضا ہے اور بعض ائمہ (ایک قول امام احمد اور ایک قول امام شافعی) کے نزدیک قضا نہیں ہے یا مثلاً ناواقفیت کی وجہ سے ممنوعات احرام کا ارتکاب کرلیا، اب بعض ائمہ (احناف مالکیہ) کے نزدیک معذور نہ ہوگا اور بعض ائمہ کے نزدیک معذور ہوگا اور اس پر دم وغیرہ لازم نہ آئے گا۔'' (مستفاد از: الجهل و اثره فی الإحكام الشرعية العملية ص: ۴۲ تا ۵۲ مختصراً) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حوالہ بالا۔

اس سلسلے میں فقہی کتب میں تفصیلات اور ترجیحات موجود ہیں، لیکن شاید یہ سمینار کا اصل موضوع نہیں اور مقالہ بھی طویل ہورہا ہے، اس لئے اس سے صرف نظر کرتے ہیں۔ باقی مس بالشہوہ اور طلاق وغیرہ عائلی مسائل میں (اور غالباً یہی مسائل سمینار کے پیش نظر ہیں) جہل کے سبب کیا ثمرات ہوں گے اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلافات کی تفصیل احقر کو نہیں مل سکی۔

کسی عجمی شخص سے عربی زبان میں۔ طلاق، عتاق، یمین وغیرہ کے الفاظ کہلانے سے طلاق، عتاق، یمین کا حکم نہ لگنا، اسکا تعلق مسئلہ کی جہالت سے نہیں، بلکہ زبان کی جہالت سے ہے۔ اور اس نوعیت کی جہالت مسائل پر عبور رکھنے والے علماء و محققین کو بھی ہوسکتی ہے، لہٰذا ان مثالوں کو زبان ولغت کے تعلق سے تو جہل بالعذر میں شمار کرسکتے ہیں، لیکن احکام شرعیہ سے ناواقفیت کے سبب بندے کو معذور قرار دینے میں ان مثالوں کا شمار کرنا اشکال سے خالی نہیں۔

☆☆☆

شریعت میں اعتبار وعدم اعتبار جہل کے اصول وقواعد

مفتی محمد الیاس قاسمی☆

جہل کے معنی ومفہوم:

لغت میں جہل لاعلمی وناواقفیت کو کہتے ہیں۔

اصطلاح میں جہل کسی چیز کے بارے میں اس کی حقیقت کے برخلاف اعتقاد کو کہتے ہیں، چنانچہ ''موسوعۂ فقہیہ کویتیہ''میں ہے کہ جہل علم کی ضد ہے۔

اصطلاح میں کسی چیز کے بارے میں اس کی حقیقت کے برخلاف اعتقاد رکھنے کو جہل کہتے ہیں۔

''الجهل لغة نقيض العلم يقال: جهلت الشيء جهلا و جهالة بخلاف علمته۔وفی الاصطلاح : هو اعتقاد الشيء على خلاف ما هو عليه''(موسوعہ فقہیہ ۱۶/۱۹۷)۔

علامہ ابن نجیم کے نزدیک علم کی صلاحیت کے باوجود علم سے محروم ہونا جہل ہے۔

''عدم العلم عما من شأنه العلم''(الاشباہ والنظائر ۱/۲۶۱)۔

احکام شریعت میں اعتبار وعدم اعتبار جہل کے اصول وقواعد:

۱-ایسی چیزیں جن کی حرمت سے عام طور پر لوگ واقف ہوتے ہیں، اگر کوئی شخص ناواقفیت اور جہل کا عذر کرے تو اس کا عذر اسی وقت معتبر ہوگا جب کہ وہ نومسلم ہو یا کسی دور دراز علاقے کا باشندہ ہو۔ جہاں اس چیز کے احکام لوگوں پر واضح نہ ہوں، مثلاً: زنا، قتل، چوری، شراب اور نماز میں بات چیت کی حرمت، روزہ میں کھانا، شہادت کی بنیاد پر قتل کیا جانا، جبکہ دونوں گواہ گواہی سے رجوع کرلیں اور کہیں کہ ہم نے قصداً جھوٹی گواہی دی تھی، لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ ہماری اس گواہی کی بنا پر اسے قتل کیا جائے گا۔ مغصوبہ عورت سے جہل کی بنیاد پر وطی کرنا، راہن کی اجازت کے بغیر مرہونہ عورت سے وطی کرنا، اگر راہن کی اجازت سے وطی ہو تو مطلقاً جہالت کے عذر کو قبول کیا جائے گا، کیونکہ یہ بات عوام پر مخفی ہوتی ہے۔

☆ خادم افتاء دارالافتاء''دارارقم، پونہ، مہاراشٹرا۔

”کل من جهل تحریم شیء مما یشترک به غالب الناس لم یقبل، إلا أن یکون قریب عهد بالإسلام أونشأ ببادیة بعیدة،یخفی فیها مثل ذلک کتحریم الزنا، والقتل، والسرقة، والخمر، والکلام فی الصلاة، والأکل فی الصوم، والقتل بالشهادة إذا رجعا وقالا: تعمدنا، ولم نعمل أنه یقتل بشهادتنا ووطئ المغصوبة والمرهونة بدون إذن الراهن، فإن کان بإذنه قبل مطلقاً، لأن ذلک یخفی علی العوام۔“(الاشباہ والنظائر للسیوطی ۱/۲۰۰)۔

۲-کسی فعل کی حرمت سے واقف ہو،لیکن اس پر مرتب ہونے والے احکام سے ناواقف ہوتو یہ ناواقفیت معتبر نہیں ،جیسے کوئی شخص زنا اور شراب کی حرمت سے واقف ہو،لیکن حد لگائے جانے کے حکم سے ناواقف ہوتو اس پر بالاتفاق حد لگائی جائے گی۔اسی طرح اگر قتل کی حرمت سے واقف ہواور وجوب قصاص کے حکم سے لاعلم ہوتو اس سے قصاص لیا جائے گا۔نماز میں بات چیت کی حرمت سے واقف ہو،لیکن ابطال صلوۃ کے حکم سے ناواقف ہوتو بھی نماز باطل ہوجائے گی۔احرام میں خوشبو کی حرمت سے واقف ہو،لیکن وجوب فدیہ کے حکم سے ناواقف ہوتو بھی خوشبو کے استعمال پر فدیہ واجب ہوگا۔چنانچہ علامہ سیوطی تحریر فرماتے ہیں:

”قاعدة : کل من علم تحریم شیء وجهل ما یترتب علیه لم یفده ذلک کمن علم تحریم الزنا والخمر وجهل وجوب الحد یحد بالاتفاق؛ لأنه کان حقه الامتناع، وکذا لو علم تحریم القتل وجهل وجوب القصاص یجب القصاص أو علم تحریم الکلام وجهل کونه مبطلا یقتل وتحریم الطیب وجهل وجوب الفدیة تجب۔“(الاشباہ والنظائر للسیوطی ۱/۲۰۱)۔

(قاعدہ:ہر وہ شخص جو کسی چیز کی حرمت سے واقف ہو،لیکن اس پر مرتب ہونے والے احکام سے ناواقف ہوتو اس کی یہ جہالت اسے کوئی فائدہ نہ دے گی،جیسے وہ شخص جو زنا اور شراب کی حرمت سے واقف ہو،لیکن اس پر حد کے وجوب سے ناواقف ہوتو اس پر بالاتفاق حد لگائی جائے گی،اس لئے کہ زنا اور شراب کی حرمت کا حق اس سے رک جانا تھا،اسی طرح اگر قتل کی حرمت معلوم ہواور قصاص کے وجوب کے حکم سے لاعلم ہوتو قصاص واجب ہوگا۔یا گفتگو کی حرمت سے واقف ہواور اس کے مبطلۂ صلوۃ کے حکم سے ناواقف ہوتو نماز باطل ہوجائے گی۔خوشبو کی حرمت سے واقف ہواور فدیہ کے وجوب کے حکم سے لاعلم ہوتو فدیہ واجب ہوگا)۔

علامہ سبکی تحریر فرماتے ہیں کہ جس شخص کو شراب کی حرمت کا علم ہو،لیکن اس پر حد لگائے جانے کا علم نہ ہوتو شراب پینے کے بعد اس کی ناواقفیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اسے حد لگائی جائے گی۔

”وإن علم الحرمة وجهل الحد والعقوبة حداو عوقب، ومن ثم وجب الحد علی من شرب

الخمر عالما بتحريمها جاهلا وجوب الحد"(الاشباہ والنظائر للسبکی ۱/۳۸۱)۔

(اگر حرمت معلوم ہو اور حد یا سزا سے لاعلم ہو تو حد لگائی جائے گی، یا سزا دی جائے گی۔ اسی وجہ سے اس شخص پر حد واجب ہوگی جو شراب کی حرمت معلوم ہونے اور وجوب حد سے لاعلم ہونے کی حالت میں شراب پیئے)۔

۳- جو لوگ حصول علم پر قادر ہوں ان کے حق میں احکام شریعت سے ناواقفیت معتبر نہ ہوگی اور جو لوگ حصول علم پر قادر نہ ہوں ان کے حق میں احکام شریعت سے ناواقفیت شرعاً معتبر ہوگی۔ ابن قدامہؒ تحریر فرماتے ہیں:

"**ولا يعذر فی ترک الترتيب بالجهل بوجوبه، وقال زفر: يعذر بذلک، ولنا أنه ترتيب واجب فی الصلوة فلم يسقط بالجهل كالترتيب فی المجموعتين والركوع والسجود؛ ولأن الجهل بأحكام الشرع مع التمكن من العلم لا يسقط أحكامه كالجهل بتحريم الأكل فی الصوم.**" (المغنی ۱/۴۳۹)۔

(نماز میں ترتیب کے وجوب سے لاعلم ہونے کی صورت میں ترتیب چھوڑنے کے سلسلے میں معذور نہیں قرار دیا جائے گا، امام زفرؒ فرماتے ہیں اس سلسلے میں معذور قرار دیا جائے گا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ ایسی ترتیب ہے جو نماز میں واجب ہے، لہٰذا ناواقفیت کی وجہ سے یہ ساقط نہ ہوگی، جیسے دونوں مجموعہ میں ترتیب اور رکوع اور سجدہ کے درمیان ترتیب اور اس لئے کہ حصول علم پر قادر ہونے کے باوجود احکام شریعت سے لاعلمی اس کے احکام کو ساقط نہیں کرتی۔ جیسا کہ روزہ میں کھانے کی حرمت سے ناواقف ہونا)۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: "**والصواب فی هذا الباب كله أن الحكم لا يثبت، إلا مع التمكن من العلم، وأنه لا يقضی مالم يعلم وجوبه.**" (منہاج السنۃ النبویۃ ۵/۱۲۴)۔

(ان جیسے تمام ابواب میں درست بات یہ ہے کہ حکم ثابت نہیں ہوتا ہے، مگر حصول علم پر قدرت حاصل ہونے کی صورت میں اور جس کے وجوب کا علم نہ ہو تو اس کی قضا واجب نہ ہوگی)۔

علامہ نوویؒ لکھتے ہیں کہ اگر کسی کو معلوم نہ ہو کہ نماز میں کھنکارنا مبطل صلوۃ ہے، حالانکہ اس کو مسلمان ہوئے کافی عرصہ ہو چکا ہو تو اس کی اس لاعلمی کو عذر قرار دیا جائے گا یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں: ایک قول کے مطابق اس کی لاعلمی کا عذر قابل قبول نہ ہوگا، کیونکہ اس نے حصول علم میں خود کوتاہی کی ہے۔

"**ولو جهل كون التنحنح مبطلا وهو طويل عهد بالإسلام فهل يعذر وجهان؛ أحدهما لا لتقصيره فی التعلم**"(المجموع ۴/۸۰)۔

شیخ محمد مصطفیٰ زحیلیؒ تحریر فرماتے ہیں: "**التكليف مشروط بالتمكن من العلم والقدرة على الفعل.....والتكليف الشرعی مشروط بالممكن من العلم والقدرة، فلا تجب الشريعة على من لا**

یمکنه العلم کالمجنون و الطفل۔"(القواعدالفقہیہ وتطبیقاتھافی المذاہب الاربعۃ ۲/ ۸۰۲،۸۰۱)۔

(عمل کا مکلّف ہونا حصول علم پر قدرت اور عمل پر قدرت سے مشروط ہے، اور تکلیف شرعی علم اور قدرت کے ممکن ہونے سے مشروط ہے،لہذا وہ جس کے لئے علم حاصل کرنا ممکن نہ ہوتو اس پر شریعت واجب نہ ہوگی، جیسے پاگل اور بچہ)۔

فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر کسی باندی کا نکاح حالت غلامی میں ہوا ہوتو اسے آزادی کے بعد خیار عتق حاصل ہوتا ہے آزادی کے بعد اگر ناواقفیت کی وجہ سے وہ اپنے اختیار کا استعمال نہ کرے تو اپنے حق سے واقفیت کے بعد بھی وہ اپنے حق کا استعمال کرسکتی ہے، کیونکہ آقا کی خدمت میں مشغولی کے سبب وہ خیار عتق سے واقفیت حاصل نہ کرسکی۔" درمختار" اور" ردالمحتار" میں ہے:

"**والجهل بهذاالخيار خيار العتق عذر۔**"(الدرالمختار علی ردالمحتار ۴/ ۳۳۸)۔

"**قوله عذر أى لاشغالها بخدمة المولىٰ، فلا تتفرغ للتعلم** "(شامی ۴/ ۳۳۸ط: زکریا)۔

جس شخص کو حصول علم ومعرفت کا موقع نہ مل سکا ہو اور اس پر اتمام حجت نہ ہوئی ہوتو آخرت میں اسے عذاب نہیں دیا جائے گا، علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

" **وأما كفر الجهل مع عدم قيام الحجة، وعدم التمكن من معرفتها، فهذا الذى نفى الله التعذيب عنه حتى تقوم حجة الرسل**"(التکفیر وضوابطہ ۱/ ۶۹)۔

(رہا قیامت حجت کے نہ ہوتے ہوئے اور اس کی معرفت کے حصول پر قادر نہ ہوتے ہوئے لاعلمی کے باعث کفر تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو عذاب دیئے جانے کی نفی فرمائی ہے، یہاں تک کہ رسولوں کی حجت پوری ہوجائے)۔

۴-جہل و ناواقفیت دفع فساد کے لئے معتبر ہے چنانچہ اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہوں اور ایک بیوی چھوٹی (شیرخوار) ہو۔ جسے بڑی بیوی ناواقفیت کی بنا پر دودھ پلا دے تو اس کے اس عمل کی وجہ سے دونوں بیویاں شوہر کے لئے حرام ہوجائیں گی، لیکن شوہر پر بغیر کسی استمتاع کے چھوٹی بیوی کا نصف مہر بھی لازم ہوگا۔ اگر بڑی بیوی کو اس بات کا علم نہ ہوتو اس چھوٹی بیوی کے نصف مہر کا ضمان اس پر لازم نہ آئے گا، چنانچہ علامہ ابن نجیم مصریؒ تحریر فرماتے ہیں:

"**فى البحر من باب المتفرقات أن الجهل معتبر عندنا لدفع الفساد، فلا ضمان على الكبيرة لو جهلت أن الإرضاع مفسد، كما فى الهداية۔**"(الاشباہ والنظائر ۱/ ۲۰۷)۔

غررالاحکام میں اس مسئلہ کو یوں بیان کیا گیا ہے:"**ارضعت ضرتها حرمتا يعنى إذا كانت تحت رجل صغيرة و كبيرة فارضعت الكبيرة الصغيرة حرمتا عليه، لأنه يصير جامعا بين الأم والبنت رضاعا........وللصغيرة نصفه أى نصف المهر؛ لأن الفرقة قبل الدخول لامن قبلها إذ لا عبرة**

لارتضاعها ويرجع أى الزوج به أى بنصف المهر على المرضعة، إن تعدمت الفساد، وإلا فلا۔" (غرر الاحکام علی درر الحکام ۱/ ۳۵۸، ۳۵۷)۔

اسی طرح اگر ورثاء مورث کی وصیت کے نفاذ کی اجازت دے دیں اور انہیں معلوم نہ ہو کہ میت نے کیا وصیت کی تھی تو ان کی اجازت درست نہ ہوگی۔

"**لو أجاز الورثة الوصية ولم يعلموا ماأوصى به الميت لا تصح إجازتهم**" (القواعد الفقہیہ وتطبیقاتہا فی المذاہب الاربعۃ ۱/ ۲۶۴)۔

مبیع میں اگر کوئی ایسا عیب موجود ہو جس کا عیب ہونا لوگوں پر مشتبہ ہو اور مشتری کو وہ عیب معلوم ہونے کے باوجود اسے خرید لے، لیکن اسے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ بات عیب کے قبیل سے ہے پھر اسے بعد میں معلوم ہو کہ اس کا شمار عیوب میں ہوتا ہے تو اس صورت میں اسے مبیع لوٹانے کا حق حاصل ہوگا، اور خریداری کے وقت اس کا عیب پر مطلع ہونا عیب پر رضامندی کا اظہار نہیں قرار دیا جائے گا۔

"**لو كان فى المبيع ما يشتبه على الناس كونه عيبا واشتراه المشترى عالما به، و لم يعلم أنه عيب، ثم علم أنه عيب، فإنه لو رده ولا يعد إطلاعه عليه حين الشراء رضا بالعيب**" (القواعد الفقہیہ وتطبیقاتہا فی المذاہب الاربعۃ ۱/ ۲۶۴)۔

اگر شفیع کو بیع کا علم نہ ہوسکے تو لاعلمی کے باعث طلب شفعہ میں تاخیر پر اس کو معذور قرار دیا جائے گا۔

"**لو جهل الشفيع بالبيع، فإنه يعذر فى تأخير طلب الشفعة**" (القواعد الفقہیہ وتطبیقاتہا فی المذاہب الاربعۃ ۱/ ۲۶۳)۔

۵- ایسے تمام مسائل جو عام لوگوں سے مخفی ہوں اور علماء وفقہاء ہی ان سے واقف ہوں تو ان میں عوام کی ناواقفیت کا اعتبار ہوگا چنانچہ علامہ سیوطیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"**كل مسئلة تدق ويغمض معرفتها هل يعذر فيها العامى؟ وجهان، أصحهما : نعم**" (الاشباہ والنظائر للسیوطی ۱/ ۱۹۱)۔

(ہر وہ مسئلہ جو دقیق ودشوار ہو تو کیا عام شخص کو اس میں معذور قرار دیا جائیگا؟ اس سلسلے میں دو رائے ہیں، ان میں صحیح قول کے مطابق معذور قرار دیا جائے گا)۔

علامہ حمویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر حرمت کی دلیل مخفی ہو تو دار الاسلام میں بھی جہل ولاعلمی عذر قرار پائے گی۔

"**ومنه يعلم أن الجهل عذر فى دارالإسلام إذا كان دليل الحرمة خفياً فليحفظ۔**" (غمز عیون

البصائر ۳/ ۳۰۸)۔

(اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دارالاسلام میں لاعلمی عذر ہے جب کہ حرمت کی دلیل مخفی ہو، لہٰذا اس کو ذہن نشین کرنا چاہئے)۔

امام سیوطیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو خیار کے ثابت ہونے کا علم ہو، لیکن وہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ خیار علی الفور ثابت ہوتا ہے تو خیار عیب اور حق شفعہ میں اس شخص کا قول معتبر ہوگا، بشرطیکہ وہ ایسا شخص ہو جس پر اس قسم کے مسائل واقعتاً مخفی ہونے کا امکان ہو۔

" **علم بثبوت الخيار وقال: لم أعلم أنه على الفور، قالوا: في الرد بالعيب، والأخذ بالشفعة يقبل؛ لأن ذالک مما يخفى، كذا أطلقه الرافعي واستدركه النووي فقال: شرطه أن يكون مثله ممن يخفى عليه**" (الاشباہ والنظائر للسیوطی ۲/ ۲۰۱)۔

۶- ایسے مسائل جن میں جہل وناواقفیت کے عدم اعتبار سے حرج لازم آتا ہو ان مسائل میں لاعلمی وناواقفیت معتبر ہوگی، چنانچہ صاحبین کے نزدیک اگر کنویں میں کوئی دموی حیوان گر کر پھول پھٹ جائے تو پانی کی ناپاکی کا حکم وقوع نجاست کے علم کے وقت سے ہوگا، لہٰذا لوگوں کو اپنی نمازوں کا اعادہ نہیں کرنا پڑے گا اور نہ ہی اس پانی سے دھلے ہوئے کپڑوں کو دوبارہ دھونے کا حکم دیا جائے گا۔ درمختار میں ہے:

"**وقالا: من وقت العلم، فلا يلزمهم شيء قبله، قيل: وبه يفتى.**" (الدر المختار علی رد المحتار ۱/ ۳۷۸ ط: زکریا)۔

"**قوله: فلا يلزمهم أي أصحاب البئر شيء من إعادة الصلوة أو غسل ما أصابه ماء ها**" (رد المحتار ۱/ ۳۷۸)۔

اگر کوئی شخص بغیر وضو عید کی نماز پڑھادے اور نماز کے بعد بے وضو ہونے کا علم ہو تو اگر مجمع موجود ہو تو وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھادے، اور لوگ منتشر ہو چکے ہوں تو اعادہ کی حاجت نہیں۔ علامہ شامیؒ رقمطراز ہیں:

"**إمام صلى العيد على غير وضوء ثم علم بذلک قبل أن يتفرق الناس توضا و يعيدون، وأن تفرق الناس لم يعد بهم وجازت صلوتهم صيانة للمسلمين وأعمالهم**" (شامی ۳/ ۵۹ ط: زکریا)۔

(ایک امام نے عید کی نماز بغیر وضو کے پڑھادی پھر لوگوں کے منتشر ہونے سے پہلے اس کا علم ہو جائے تو وہ وضو کرلے اور تمام لوگ نماز کا اعادہ کرلیں اور اگر لوگ منتشر ہو چکے ہوں تو ان کو دوبارہ نماز نہ پڑھائے اور مسلمانوں اور ان کے اعمال کی حفاظت کی خاطر ان کی نماز درست ہو جائے گی)۔

امام ابو یوسفؒ نے حمام میں غسل کر کے جمعہ کی نماز پڑھائی، نماز کے بعد حمام کے کنویں کی ناپاکی کا علم ہوا، جبکہ

لوگ منتشر ہو چکے تھے تو آپ نے فرمایا کہ آج ہم اپنے مدنی بھائیوں کے مسلک پر عمل کر لیتے ہیں۔

"روی عن أبی یوسفؒ أنه صلی الجمعة مغتسلا من الحمام، ثم أخبر بفارة میتة فی بئر الحمام، فقال: نأخذ بقول إخواننا من أهل المدینة: "إذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثا"(شامی ۱/۱۷۷ط: زکریا) (امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ انہوں نے حمام میں غسل کر کے جمعہ کی نماز پڑھائی، پھر آپ کو بتایا گیا کہ حمام کے کنویں میں ایک مردہ چوہا گرا ہوا ہے، تو آپ نے فرمایا ہم اپنے مدنی بھائیوں کے قول پر عمل کر لیتے ہیں کہ جب پانی دو قلہ کو پہنچ جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا)۔

تکفیر مسلم میں احتیاط:

کسی مسلمان کو کافر کہنے سے حتی الامکان گریز کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ولا تقولوا لمن القی إلیکم السلام لست مومنا" (النساء: ۹۴) (جس شخص نے تم کو سلام کیا اس کو مت کہو تو مومن نہیں ہے)۔

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: **" لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیه بالکفر إلا ارتدت علیه، إن لم یکن صاحبه کذلک۔"** (صحیح البخاری برقم ۶۰۴۵) (کوئی آدمی کسی شخص پر فسق اور کفر کے تیر نہ چلائے کیونکہ اگر مذکورہ شخص ویسا نہیں ہے تو اس کفر و فسق کا گناہ کہنے والے کی طرف لوٹ جائے گا)۔

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: **"إذا قال الرجل لأخیه: یا کافر! فقد باء به أحدهما"** (صحیح البخاری برقم ۶۱۰۳) (جب کوئی اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے تو دونوں میں ایک کافر ہوتا ہے)۔

"لعن المومن کقتله ومن رمی مومنا بکفره فهو قتله" (صحیح البخاری برقم ۶۱۰۵) (اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ مومن پر لعن طعن کرنا اور اسے کافر کہنا اس کے قتل کے مانند ہے)۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ کسی گناہ کی وجہ سے مسلمان کی ہرگز تکفیر نہ کی جائے۔

" قال رسول الله ﷺ: ثلاث من أصل الإیمان: الکف عمن قال: لا إله إلا الله، ولا تکفر بذنب، ولا تخرجه من الإسلام بعمل" (سنن ابی داؤد برقم ۲۵۳۲) (تین چیزیں اصل ایمان میں سے ہیں: جو کوئی لا الہ الا اللہ کہے تو اس کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار نہ دینا، اور نہ ہی کسی کام کی وجہ سے اس کو اسلام سے خارج سمجھنا)۔

صحابہ کرام بھی تکفیر کے باب میں بہت احتیاط کرتے تھے، چنانچہ حضرت علیؓ نے خوارج کی تکفیر نہیں فرمائی۔

" لم قاتل علیؓ الحروریة، قالوا: من هؤلاء یا أمیر المومنین أکفارهم ؟ قال: من الکفر فروا، قیل: فمنافقون؟ قال: إن المنافقین لا یذکرون الله إلا قلیلا، وهؤلاء یذکرون الله کثیرا، قیل :فماهم؟

قال: قوم أصابتهم فتنة فعموا و أصموا"(مصنف عبدالرزاق برقم ۱۸۶۵۶)۔

(جب حضرت علیؓ حروریہ (خوارج) سے قتال کر رہے تھے لوگوں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ کیا کافر ہیں؟ آپؓ نے فرمایا کہ کفر ہی سے تو یہ بھاگے ہیں، کہا گیا کہ پھر کیا وہ منافق ہیں؟ آپؓ نے فرمایا: منافقین تو اللہ کو تھوڑا ہی یاد کرتے ہیں، جبکہ یہ لوگ اللہ کو زیادہ یاد کرتے ہیں، پھر کہا گیا کہ آخر ہیں کون؟ آپ نے جواب میں فرمایا: کہ کچھ لوگ ہیں جو فتنے میں مبتلا ہوئے ہیں، اور اس میں اندھے اور بہرے ہو گئے ہیں)۔

عقائد کے باب میں جہل عذر ہے یا نہیں؟

متکلمین اور فقہائے کرام نے جہل ولاعلمی کو عقائد کے باب میں عذر تسلیم کیا ہے۔ اور ناواقفیت کی بنا پر کلمۂ کفر کے قائل کی بھی تکفیر سے احتراز فرمایا ہے، چنانچہ اس سلسلے میں علامہ ابن تیمیہؒ تحریر فرماتے ہیں:

" لا يلزم إذا كان القول كفرا أن يكفر كل من قاله مع الجهل، والتأويل، فإن ثبوت الكفر في حق الشخص المعين كثبوت الوعيد في الآخرة في حقه، وذلك له شروط وموانع."(منهاج السنة النبوية ، فصل كلام الرافضي على دلالة العقل عنده على الأفعال الاختيارية والرد عليه(۲۴۰/۵)۔

(کسی قول کے کفریہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے ہر کہنے والے کو کافر بھی قرار دیا جائے اگرچہ وہ اس سے ناواقف ہو یا تاویل کر رہا ہو، کیونکہ خاص آدمی کے حق میں کفر کا ثابت ہونا ایسا ہی ہے، جیسا کہ آخرت میں اس کے لئے سزا ثابت کرنا، ان دونوں باتوں کے لئے کچھ شرائط اور کچھ موانع ہیں)۔

حضرات متکلمین اور فقہاء نے لزوم اور التزام کفر میں فرق کیا ہے۔ اگر کسی شخص سے کوئی ایسا کلمہ صادر ہو جائے جو بذاتِ خود تو موجب کفر نہ ہو لیکن اس سے کفر لازم آ رہا ہو یا کوئی ایسا کام کر لے جس کی وجہ سے اسے کافر نہ قرار دیا جا سکتا ہو، لیکن اس کے اس فعل کا لازمی نتیجہ کفر ہو تو اس شخص کی تکفیر نہیں کی جائے گی، چنانچہ اس سلسلے میں امام شاطبیؒ رقمطراز ہیں:

"الذي كنا نسمعه من الشيوخ أن مذهب المحققين من أهل الأصول أن الكفر بالمآل ليس بكفر في الحال كيف والكافر ينكر ذالك المآل أشد الإنكار ويرمي مخالفه به، ولو تبين له وجه لزوم الكفر من مقالته لم يقل بها على حال"(الاعتصام للشاطبی مسائل فی افتراق الأمة علی ثلاث وسبعین فرقة ۷۰۸/۲)۔

(ہم شیوخ سے ہی سنتے رہے ہیں کہ محققین اصولیین کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی قول کا مآل، یعنی لازم کفر ہو تو ابھی اس کو کفر کہنا درست نہیں، اس کو کافر کیونکر کہا جا سکتا ہے، حالانکہ وہ اس لازم کا شدید انکار بھی کرتا ہے اور اگر اس کو واضح ہو جائے کہ اس قول سے کفر لازم آ رہا ہے تو کبھی ایسا قول اختیار نہ کرتا۔)

فقہ کا مشہور قاعدہ ہے: **" اليقين لا يزول بالشك"** (الاشباہ والنظائر ۴۷/۱)۔

جب کوئی شخص کلمہ طیبہ پڑھ کر احکام اسلام کو قبول کر لیتا ہے تو وہ یقیناً دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے، اس کے بعد اس پر مسلمانوں ہی کے احکامات جاری ہوں گے، جب تک اس کے خلاف کوئی کام سرزد نہ ہو اس کو مسلم ہی قرار دیا جائے گا۔ اگر اس سے کوئی ایسا قول و فعل صادر ہو جائے جس میں کفر و اسلام دونوں کا احتمال ہو تو بھی محض احتمال کی بنیاد پر اس کو کافر قرار دینا درست نہ ہوگا۔ علامہ محمود بن اسرائیل ابن قاضی سماوہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"روی الطحاوی عن أبی حنیفةؒ و أصحابنا أنه لا یخرج الرجل من الإیمان الا جحود ما أدخله فیه ثم ما یتیقن، بأنه ردة یحکم بها له وما یشک، بأنه ردة لا یحکم بها إذالإسلام الثابت لا یزول بالشک مع أن الإسلام یعلو۔" (جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون فی مسائل الکلمات الکفریہ، ۲/۱۶۳)۔

(امام طحاویؒ نے امام ابو حنیفہ اور ہمارے دیگر احناف سے نقل کیا ہے کہ انسان ایمان سے انہیں چیزوں کے انکار کی وجہ سے نکلتا جن پر ایمان لانے کی وجہ سے وہ ایمان میں داخل ہوا تھا پھر (تکفیر کا اصول یہ ہے کہ) جن چیزوں کے کفر ہونے کا یقین ہو اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا اور جن امور کے بارے میں شک ہو تو اس کو بنیاد بنا کر کفر کا فیصلہ نہ کیا جائے، کیونکہ ثابت شدہ اسلام شک کی وجہ سے ختم نہیں ہوتا مزید برآں (اصول یہ ہے کہ) اسلام ہی غالب ہوتا ہے)۔

شیخ منقذ السقار نے اپنی کتاب "التکفیر وضوابطہ" میں عقائد کے سلسلے میں جہل کے عذر شرعی ہونے کے مسئلے پر متعدد دلائل بیان کئے ہیں۔ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے خدا کے خوف سے اپنی وفات کے بعد جلا دینے اور راکھ کو بکھیر دینے کی وصیت کی تھی، کہ اگر اللہ اسے دوبارہ اٹھانے پر قادر ہو گیا تو اسے سخت عذاب دے گا، اس کے باوجود اللہ نے اس کی مغفرت فرما دی، اس شخص نے اللہ کی صفات میں سے ایک صفت کی نفی کی لیکن اس کی نادانی و لاعلمی کو معاف فرماتے ہوئے اللہ نے اس کی مغفرت فرما دی۔ ان قتیبہؒ فرماتے ہیں:

" هذا رجل مومن بالله مقر به خائف له إلا أنه جهل صفة من صفاته فظن أنه إذا أحرق وذری فی الریح أنه یفوت الله تعالیٰ فغفر الله تعالیٰ له بمعرفته مع بنیته وبمخافته من عذابه جهله بهذه الصفة من صفاته۔" (تاویل مختلف الحدیث ص ۱۱۹)۔

اس شخص کے طرز عمل کے بارے میں علامہ ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں: **"فهذا رجل شک فی قدرة الله، وفی إعادته إذا ذری بل اعتقد أنه لا یعاد، وهذا کفر باتفاق المسلمین لکن کان جاهلا لا یعلم ذلک، وکان مومنا یخاف الله أن یعاقبه فغفر له بذلک"** (مجموع الفتاوی ۳/۲۳۱)۔

(پس یہ وہ شخص ہے جس نے اللہ کی قدرت اور جب اسے منتشر کر دیا جائے گا تو اس کے دوبارہ اٹھائے جانے کے بارے میں شک کیا، بلکہ اس کا اعتقاد یہ تھا کہ اسے دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا، مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ کفریہ عمل ہے، لیکن وہ

جاہل تھا اسے نہیں جانتا تھا اور وہ مومن تھا اللہ سے اس بات سے ڈرتا تھا کہ وہ اسے سزا دے گا اللہ نے اس کے اس خوف کے سبب اس کی مغفرت فرما دی)۔

آپ مزید تحریر فرماتے ہیں:" **وهذة الرحمة من الله ليست خاصة بذلك الرجل، بل كثير من المومنين قد يجهل مثل ذلك، فلا يكون كافرا**"(مجموع الفتاوی ۴۱۱/۱۱)۔

(اللہ یہ رحمت اس شخص کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ بہت سے مسلمان ان جیسی باتوں سے ناواقف ہوتے ہیں، لہٰذا وہ کافر نہ ہوگا)۔

ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ آخری زمانے میں ایسے لوگ دنیا میں باقی رہ جائیں گے جنہیں صرف توحید کی معرفت ہوگی اور وہ اس کے اقراری ہوں گے انہیں نماز روزہ، قربانی وصدقہ کا کوئی علم نہ ہوگا، لیکن اسی کلمہ توحید کی بنا پر وہ جہنم سے نجات پا جائیں گے۔

" **كما حكم رسول الله ﷺ قوم يأتون فى آخر الزمان حين يندرس الإسلام لا يعرفون من الدين إلا كلمة التوحيد قال ﷺ: يدرس الاسلام كما يدرس وشي الثوب حتى لا يدرى ما صيام ولا صلوة ولا نسك ولا صدقة۔ وليسرى على كتاب الله عز وجل فى ليلة، فلا يبقى فى الأرض منها آية۔ وتبقى طوائف من الناس الشيخ الكبير والعجوز يقولون: أدركنا آبائنا على هذه الكلمة :لا اله الا الله فنحن نقولها ،فقال له صلة:ما تغنى عنهم لا إله إلا الله وهم لا يدرون ماصلوة ولا صيام ولا نسك ولا صدقة؟.........فقال: ياصلة! تنجيهم من النار۔**"(التکفیر وضوابطہ ۶۷/۱، وھذا الحدیث رواہ ابن ماجہ فی سننہ برقم ۴۰۴۹)۔

(جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بیان فرمایا کہ کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو آخری زمانے میں آئیں گے جب کہ علم مٹ چکا ہوگا انہیں دین میں سے صرف کلمہ توحید کا علم ہوگا، آپ ﷺ نے فرمایا: (دین اس طرح مٹ جائے گا جس طرح کپڑے کے نقش ونگار مٹ جاتے ہیں یہاں تک کہ لوگوں کو معلوم نہیں ہوگا کہ روزے، نماز، قربانی اور صدقہ کیا ہوتے ہیں، اللہ عزوجل کی کتاب پاک ایک ہی رات میں مٹا دی جائے گی چنانچہ زمین پر اس میں سے ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتوں کے چند گروہ باقی رہ جائیں گے جو کہیں گے: ''ہم نے اپنے باپ دادا کو اس کلمہ لا الہ الا اللہ پر پایا ہے تو ہم بھی اسے کہتے ہیں، تو صلہ (راوی) نے ان سے (حذیفہؓ سے) پوچھا: لا الہ الا اللہ سے ان کو کیا فائدہ ہوگا؟ حالانکہ وہ جانتے ہی نہیں کہ نماز روزہ، قربانی اور صدقہ کیا ہیں؟.....تو آپؓ نے فرمایا اے صلہ! یہ کلمہ انہیں جہنم سے بچا لے گا)۔

اگر عقائد کے باب میں جہل وناواقفیت کو عذر نہ قرار دیا جائے تو بہت سی احادیث کی بنا پر نعوذ باللہ صحابہ کرام کے ایمان پر بھی اعتراضات کے احتمالات پیدا ہو سکتے ہیں، چنانچہ شیخ السقار قمطراز ہیں:

”بعد فتح مكة خرج رسول الله ﷺ إلى حنين ومعه مسلمة الفتح فمروابشجرة للمشركين يقال لها: ذات أنواط يعلقون عليها أسلحتهم فقالوا: يا رسول الله اجعل لنا ذات أنواط، كما لهم ذات أنواط ،فقال النبی ﷺ "سبحان الله، هذا كما قال قوم موسى :"اجعل لنا إلها كما لهم الهة“ والذی نفس محمد بيده لتركبن سنة من كان قبلكم ...... هكذا تبين أن العذر بالجهل دلت على وجوبه النصوص وعدم اعتباره مود إلى تكفير أصحاب النبی ﷺ فيما جهلوه، وإذا كان الجهل عذرا فی الصدر الأول فهو من باب أولى مما يعذر به الناس فی عصور طغت عليه الجهالة وعز فيها العلماء۔“(التکفیر وضوابطہ ۱/۶۹،۶۸)۔

(فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ حنین کی جانب روانہ ہوئے ،اور آپ کے ساتھ فتح مکہ کے نومسلم صحابہ تھے، وہ مشرکین کے ایک درخت کے پاس سے گزرے، جسے ذات الانواط (لٹکائی ہوئی چیزوں کا درخت) کہا جاتا تھا، وہ اس پر اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے، انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا، کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے لئے بھی ایک ذات الانواط طے کردیجئے جیسا کہ مشرکین کے پاس ایک ذات الانواط ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”سبحان اللہ! یہ تو ایسا ہی ہے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا کہ ہمارے لئے ایک معبود بنادیجئے، جیسا کہ ان کے پاس بہت سے معبود ہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے تم ضرور بالضرور تم سے پہلے کے لوگوں کے طریقے پر چلو گے ------اس طرح یہ بات واضح ہوگئی کہ جہل کے عذر ہونے پر نصوص دلالت کرتے ہیں۔ اور اس کو عدم اعتبار نبی ﷺ کے صحابہ کی نادانیوں کے باعث ان کی تکفیر تک پہنچا سکتی ہے، پھر جب جہل عہد اول میں عذر بن سکتا ہے تو یہ اس زمانے میں بدرجہ اولی عذر بننا چاہئے ،جس میں جہالت حد سے زیادہ بڑھ چکی ہے اور اس میں علماء کم ہو چکے ہیں)۔

چنانچہ علامہ حمویؒ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی عورت یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے تو اگر وہ جہالت کی بنا پر یہ کلمہ کہے اور اسے معلوم نہ ہو کہ یہ کلمہ کفریہ ہے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی ،اس لئے کہ تکفیر کے باب میں ناواقفیت اور لاعلمی عذر ہے۔

”قوله: قال: كنت ظننت أن الله تعالىٰ فی السماء كفر الخ، يعنی إن كانت تعلم أن قولها هذا كفر، وإلا فالصحيح أنها لا تكفر؛ لأن الجهل عذر فی باب المكفرات، وإن كانت العامة على التكفير“(غمز عیون البصار ۲/۲۰۰)۔

فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص لاعلمی کی بنا پر کلمہ کفر کہے اور اسے معلوم نہیں کہ یہ الفاظِ الفاظِ کفر میں سے ہیں تو بعض فقہاء اسے کافر قرار دیتے ہیں اور جہل کو عذر قرار نہیں دیتے ،لیکن مفتی بہ قول کے مطابق اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا ،اس لئے کہ مفتی پر لازم ہے کہ اس قول کو اختیار کرے جس کی بنا پر تکفیر مسلم سے بچنا ممکن ہو، چنانچہ امام محمدؒ کے زمانے میں ایک

عورت سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ یہود ونصاری کو عذاب دیں گے تو اس نے اس سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ "عذاب نہیں دیں گے کیونکہ وہ بھی تو اسی کے بندے ہیں۔" امام محمدؒ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا گیا تو آپ نے اس کی تکفیر نہیں فرمائی اور اسے تعلیم دینے کا حکم فرمایا۔

" اعلم أن من تلفظ بلفظ الكفر عن اعتقاد لا شک أنه يكفر، وإن لم يعتقد أنها لفظ الكفر، إلا أنه أتى به عن اختيار يكفر عندعامة العلماء، ولا يعذر بالجهل، وقال بعضهم؛ لا يكفر والجهل عذر وبه يفتي؛ لأن المفتى مامور أن يميل إلى القول الذى لا يوجب التكفير ولو لم يكن الجهل عذرالحكم على الجهال إنهم كفار؛ لأنهم لا يعرفون ألفاظ الكفر، ولو عرفوالم يتكلموا......وفى خزانة الأكمل روى أن امراة فى زمن محمد ابن الحسن قيل لها: إن الله يعذب اليهود والنصارىٰ يوم القيامة قالت: لا يفعل الله بهم ذلک، فإنهم عبادهم فسئل محمد ابن حسن عن ذلک فقال: ماكفرت فإنها جاهلة فعلموها حتى علمت"(غمز عیون البصار ۳/ ۲۰۴)۔

فقہاء احناف کی تعبیرات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی باتیں جن سے اللہ کی شان میں گستاخی لازم آتی ہے اگر ایسے شخص سے صادر ہوں جو ان کے معنی سے واقف ہوں تو اس کی تکفیر کی جائے گی، ورنہ نہیں۔"فتاوی عالمگیری" میں ہے:

"يكفر بإدخال الكاف فى آخر الله عندنداء من اسمه عبدالله إن كان عالما على الأصح وبتصغير الخالق عمدا إن كان عالما، هكذا فى البحر الرائق۔"(فتاوی عالمگیری ۲/ ۲۶۲)۔

(صحیح قول کے مطابق جس کا نام عبداللہ ہو اس کو پکارتے وقت اللہ کے آخر میں کاف داخل کرنے سے وہ کافر ہوجائے گا، جب کہ وہ معنی کو جاننے والا ہو، اسی طرح اگر وہ معنی کو جاننے والا ہو تو عمداً خالق کی تصغیر سے وہ کافر ہوجائے گا۔ اسی طرح "البحر الرائق" میں ہے)۔

کسی شخص سے ایسے الفاظ کا صدر ہو جن سے اللہ کے کلام کی توہین لازم آتی ہو تو اگر وہ شخص عالم ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اگر ناواقف و لاعلم ہے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، چنانچہ "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے:

"وإذا قال لغيره: خانه جنان پاک کرده که جوں والسماء والطارق، قيل: يكفر، وقال الإمام، أبو بكر ابن اسحاقؒ: إن كان القائل جاهلا لا يكفر، وإن كان عالما يكفر" (فتاوی عالمگیری ۲/ ۲۶۷)۔

(اگر دوسرے سے کہے کہ تونے گھر کو اس طرح صاف کیا ہے، جیسے والسماء والطارق کہا جاتا ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے گی، امام ابوبکر ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ اگر کہنے والا ناواقف ہو تو اس کو کافر نہیں قرار دیا جائے گا، اور اگر وہ جاننے والا ہے تو اس کو کافر قرار دیا جائے گا)۔

ضروریات دین سے مراد دین کی وہ بدیہی وضروری باتیں ہیں جو قرآن وسنت سے ثابت ہوں، اور قرآن و حدیث کی دلالت اس پر بالکل واضح اور یقینی ہو، دوسرے معنی کا احتمال نہ ہو، عام مسلمانوں میں ان باتوں کی خوب شہرت ہو ''شرح العقائد النسفیہ'' کی شرح ''نبراس'' میں ہے:

''أهل القبلة فی اصطلاح المتكلمين من يصدق بضروريات الدين أی الأمور التی ثبوتها فی الشرع واشتهر فمن أنكر شيئا من الضروريات كحدوث العالم وحشر الجساد وعلم الله سبحانه بالجزئيات وفرضية الصلوة والصوم لم يكن من أهل القبلة'' (نبراس ص ۳۴۲ ط: مکتبہ امدادیہ پاکستان)۔

(متکلمین کی اصطلاح میں اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین کی تصدیق کرتے ہیں، یعنی وہ امور جن کا ثبوت شریعت میں معلوم ہے اور وہ مشہور ہیں پس جو شخص ضروریات دین، جیسے عالم کا حادث ہونا، جسموں کا اٹھایا جانا، اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم ہونا اور نماز روزے کی فرضیت میں سے کسی بات کا انکار کرے تو وہ اہل قبلہ میں سے نہ ہوگا)۔

ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں: ''اعلم أن المراد بأهل القبلة الذين اتفقوا على ماهو من ضروريات الدين كحدوث العالم وحشر الأجساد وعلم الله تعالىٰ بالكليات والجزئيات، وما أشبه ذلک من المسائل المهمات، فمن واظب طول عمره على الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم ونفى الحشر أونفى علمه سبحانه و تعالى بالجزئيات لا يكون من أهل القبلة، وإن المراد بعدم تكفيرأحد من أهل القبلة عند أهل السنة أنه لا يكفر أحد مالم يوجد شیء من إمارات الكفر وعلاماته ولم يصدر منه شیء من موجباته۔'' (شرح الفقہ الاکبر بحوالہ احسن الفتاوی ۱/۱۷)۔

(جان لو کہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا دین کی ضروریات پر اتفاق ہے، جیسے عالم کا حادث ہونا، جسموں کا اٹھایا جانا، اللہ تعالیٰ کو کلیات و جزئیات کا علم ہونا اور ان جیسے اہم مسائل، پس جو شخص زندگی بھر نیک کاموں اور عبادات کی پابندی کرتا رہا ہے، لیکن ساتھ ہی اس کا یہ اعتقاد ہو کہ عالم قدیم ہے، حشر کا انکار کرے اور اس بات کا انکار کرے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو جزئیات کا علم ہے تو وہ اہل قبلہ میں سے نہ ہوگا۔ اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہ کئے جانے سے مراد یہ ہے کہ کسی کی تکفیر اس وقت نہ کی جائے گی جب تک کہ کفر کی نشانیوں اور اس کی علامات میں سے کوئی بھی نشانی یا علامت نہ پائی جائے، اور اس سے موجبات کفر میں سے کوئی بھی عمل صادر نہ ہو)۔

''الموسوعۃ الفقہیہ'' میں ہے: ''الكفر شرعا هو إنكار ماعلم ضرورة أنه من دين محمد ﷺ كإنكار وجود الصانع ونبوته عليه الصلاة والسلام وحرمة الزنا، ونحوذلک'' (الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ۱۴/۳۵)۔

(شرعاً کفر اس بات کا انکار کرنا ہے جس کا محمد ﷺ سے دین سے ہونا ضروری طور پر معلوم ہو، جیسے صانع کے وجود کا انکار کرنا، نبی ﷺ کی نبوت کا انکار، زنا کی حرمت اور اس جیسی چیزیں)۔

ضروریات دین کے انکار سے انسان کافر ہوجاتا ہے اور دائرۂ ایمان سے خارج ہوجاتا ہے، علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

" لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الإسلام من حدوث العالم وحشر الأجساد ونفی العلم بالجزئیات، وإن کان من أهل القبلة المواظب طول عمره علی الطاعات"(شامی ۳۰۰/۲ ط:زکریا)۔

(اسلام کی ضروریات یعنی عالم کا حادث ہونا، جسموں کا اٹھایا جانا کے مخالف کے کافر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، اسی طرح وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے جزئیات کے علم کی نفی کرے اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو، زندگی بھر نیک کاموں کی پابندی کرنے والا ہی کیوں نہ ہو)۔

''شرح مقاصد'' میں ہے:**"فلا نزاع فی کفر أهل القبلة المواظب طول العمر علی الطاعات باعتقاد قدم العالم ونفی الحشر ونفی العلم بالجزئیات، ونحو ذلک، وکذلک بصدور شیء من موجبات الکفر عنه۔"**(شرح المقاصد البحث السابع بحوالہ احسن الفتاوی ۱۷/۱)(پس اس اہل قبلہ کے کفر میں کوئی نزاع نہیں ہے جو زندگی بھر نیک کاموں کی پابندی کرنے والا ہو، مگر ساتھ ہی اس کا اعتقاد ہو کہ عالم قدیم ہے، حشر کا انکار کرے، اللہ تعالیٰ کے علم جزئیات اور ان جیسی باتوں کا انکار کرے اسی طرح اس کی جانب سے موجبات کفر میں سے کسی عمل کا صدور ہو)۔

قطعیات دین سے مراد دین کی ایسی باتیں ہیں جو قطعی دلائل سے ثابت ہوں اور ان میں کسی دوسرے معنی کا احتمال نہ ہو۔

دین کی ایسی قطعی باتیں جسے صرف خواص جانتے ہوں عوام تک اس کی شہرت نہ ہوئی ہو اس کا انکار عوام کے لئے تو موجب کفر نہیں، اس لئے یہ ان کے حق میں قطعی نہیں، البتہ وہ خواص جو اس کے تواتر وقطعیت کا علم رکھتے ہوں ان کے لئے اس کا انکار موجب کفر ہے۔علامہ ابن ہمامؒ تحریر فرماتے ہیں:

"أما ما ثبت قطعا ولم یبلغ حد الضرورة کاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت الصلبیة بإجماع المسلمین، فظاهر کلام الحنفیة الإکفار بجحده، بأنهم لم یشترطوا فی الأکفار سوی القطع فی الثبوت..... ویجب حمله علی ما إذا علم المنکر ثبوته قطعا۔"(مسامرہ بحوالہ احسن الفتاوی ۲۷/۱)۔

اگر کوئی شخص ناواقفیت کی وجہ سے ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے، مسلمانوں کو چاہئے کہ اسے تعلیم

دیں اور سمجھائیں، اسے فوری طور پر کافر نہ قرار دیا جائے، بلکہ اس کو سمجھایا جائے، اس کی ذہن سازی کی جائے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ لوگ جن باتوں کو چھپا لیتے ہیں تو کیا اللہ ان کو جانتا ہے؟ آپ ﷺ نے اس کو اثبات میں جواب دیا، علامہ ابن تیمیہؒ تحریر فرماتے ہیں:

''فهذه أم المومنين عائشةؓ جهلت امرا لا يسع المومن جهله، فأبانه لها رسول الله ﷺ وما كفرها ولا عاقبها؛ لأن الجهل عذر يقبله الله فقد سالت رسول الله فقالت: مهما يكتم الناس يعلم الله؟ قال: نعم۔۔

قال ابن تيميه : وهذا يدل على أنها لم تكن تعلم ذلک، ولم تكن قبل معرفتها بأن الله عالم كل شيء يكتمه الناس كافرة ،وإن كان الإقرار عند قيام الحجة من أصول الإيمان، وإنكار علمه بكل شيء كإنكار قدرته على كل شيء ----- فقد تبين أن هذاالقول كفر، ولكن تكفير قائله لا يحكم به حتى يكون قد بلغه من العلم ماتقوم به عليه الحجة التى يكفر تاريكها ودلائل فساد هذاالقول كثيرة فى الكتاب والسنة۔''(التکفیر وضوابطہ ۱/ ۶۴)۔

(پس یہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ ہیں جنہیں ایسی بات کا علم نہیں تھا جس کی بابت اس بات کی گنجائش نہیں کہ مومن کو اس کا علم نہ ہو، اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے سامنے اس بات کو واضح کر دیا نہ تو ان کی تکفیر کی اور نہ ہی ان کو سزا دی، اس لئے کہ یہ جہل ایسا عذر ہے جو اللہ کے یہاں مقبول ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا اور کہا جو باتیں بھی لوگ چھپا لیتے ہیں اللہ ان کو جانتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں یہ واقعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپؓ اس کو نہیں جانتی تھیں، اور وہ اس بات کو کہ لوگ جو باتیں چھپا لیتے ہیں اللہ ان کو جانتا ہے، اس کو جاننے سے قبل کافر نہیں تھیں، اگر چہ قیام حجت کے وقت اقرار ایمان کے اصولوں میں سے ہے، اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے اس کا انکار ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے انکار کی طرح ہے، یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ قول کفر ہے، لیکن اس کے قائل کی تکفیر کا فیصلہ اس وقت تک نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ اس تک اس قدر علم پہنچ چکا ہو کہ اس پر وہ حجت پوری ہو جائے۔ جس کے چھوڑنے والے کی تکفیر کی جاتی ہے اور اس قول کے فاسد ہونے کے دلائل قرآن وسنت میں بہت زیادہ ہیں)۔

''مغنی المحتاج''، میں ہے کہ اگر کوئی شخص ناواقفیت اور جہل کے باعث ضروریاتِ دین کا انکار کرے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

''يكفر من نسب الأمة إلى الضلال أو الصحابة إلى الكفر أو أنكر اعجاز القرآن أو غير شيئا منه أو أنكر الدلالة على الله فى خلق السموات والأرض بأن قال ليس فى خلقهما دلالة عليه تعالىٰ أو

أنكر بعث الله الموتى من قبورهم بأن يجمع أجزائهم الأصلية ويعيد الأرواح إليها أو أنكر الجنة أو النار أو الحساب أو الثواب أو العقاب أو أقر بها، لكن قال: المراد بها غير معانيها أو قال: إني دخلت الجنة و أكلت من ثمارها وعانقت حورها أو قال: الأئمة أفضل من الأنبياء ،هذا إن علم ما قاله ، لا أن جهل ذلک لقرب إسلامه أو بعده عن المسلمين، فلا يكفر لعذره"(مغنی المحتاج ۴/۱۳۶)۔

(اس شخص کی تکفیر کی جائے گی جوامت کی نسبت گمراہی کی طرف یا صحابہ کی نسبت کفر کی طرف کرے، یا قرآن کے اعجاز کا انکار کرے یا اس میں سے کسی چیز کو تبدیل کردے، یا آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر دلالت ہونے کا انکار کرے ،اس طور سے وہ کہے کہ ان کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی ذات میں دلالت نہیں ہے یا وہ اس بات کا انکار کرے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو ان کی قبروں سے زندہ کرے گا، اس طور سے کہ وہ ان کے اصلی اجزاء کو جمع کرے گا، اوران میں روحوں کو دوبارہ ڈالے گا یا جنت، جہنم، حساب، ثواب یا سزا کا انکار کرے یا ان کا اقرار کرے، لیکن کہے کہ ان سے ان کے حقیقی معنی کے علاوہ کچھ اور مراد ہے، یا کہے کہ میں جنت میں داخل ہوا ہوں اور اس کے پھلوں کو کھایا ہوں اور اس کی حوروں سے معانقہ کیا ہوں یا کہے کہ ائمہ انبیاء سے افضل ہیں، یہ حکم اس وقت ہے، جبکہ اس نے جو کہا ہے اس کو جانتا ہو، نہ کہ اس وقت جب کہ وہ اپنے قرب اسلام یا مسلمانوں سے دور ہونے کی وجہ سے ان باتوں سے ناواقف ہو تو اس صورت میں اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ وہ معذور ہے)۔

جہل کے عذر شرعی ہونے یا نہ ہونے کے سلسلے میں دارالاسلام اوردارالحرب کا فرق:

دارالاسلام:

دارالاسلام وہ ملک ہے جہاں مسلمان سیاسی طور پر مضبوط ہوں، اور وہ تمام اسلامی احکام کے نفاذ پر قادر ہوں، چنانچہ "فتاوی عالمگیری" میں ہے:"**اعلم أن دارالحرب تصير دارالإسلام بشرط واحد وهو إظهار حكم الإسلام فيها**" (فتاوی عالمگیری ۲/۲۳۲)۔

(جان لو کہ دارالحرب ایک ہی شرط سے دارالاسلام بن جاتا ہے اور وہ اس میں اسلام کے احکام کا نفاذ ہے)۔

علامہ کاسانیؒ تحریر فرماتے ہیں:" **لا خلاف بين أصحابنا في أن دار الكفر تصير دارإسلام بظهور أحكام الإسلام فيها**"(بدائع الصنائع ۷/۱۳۰ط: بیروت)۔

(ہمارے اصحاب کے درمیان اس بابت کوئی اختلاف نہیں ہے کہ دارالکفر اسلام کے احکام کے ظہور کے سبب دارالاسلام بن جاتا ہے)۔

دارالحرب: وہ ملک ہے جہاں مسلمان امن سے محروم ہو اور کفار امن سے ہوں، مسلمان مذہبی حقوق سے محروم

ہوں، غرر الاحکام میں ہے:

"یصر دارالإسلام دارالحرب بأمور ثلاثة ذکر الأول بقوله إجراء أحکام الشرک فیها والثانی واتصالها بدارالحرب بحیث لا یکون بینهما مصر للمسلمین، والثالث بقوله، وإن لم یبق فیها مسلم أو ذمی اٰمنا بالأمان الأول علی نفسه" (غرر الاحکام علی درر الحکام ۱/ ۲۹۵)۔

علامہ کاسانیؒ نے دارالحرب اور دارالاسلام کی تعیین میں حصول امن کو خصوصی اہمیت دی ہے، آپ رقمطراز ہیں:

" معناه أن الأمان إن کان للمسلمین فیها علی الإطلاق والخوف للکفرة علی الإطلاق فهی دارالاسلام، وإن کان الأمان للکفرة علی الإطلاق والخوف للمسلمین علی الإطلاق فهی دارالکفر والأحکام مبنیة علی الأمان والخوف لا علی الإسلام والکفر" (بدائع الصنائع ۷/ ۱۳۱)۔

(مسلمانوں کو علی الاطلاق امن حاصل ہو اور کافروں کو خوف تو دارالاسلام ہے اور کافروں کو علی الاطلاق امن اور مسلمانوں کو خوف ہو تو دارالکفر ہے اور احکام امن اور خوف پر مبنی ہوتے ہیں نہ کہ اسلام اور کفر پر)۔

عام حالات میں فقہاء کے نزدیک دارالاسلام میں جہالت معتبر نہیں ہے، علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

" فإن الجهل بالأحکام فی دار الإسلام لیس بمعتبر ۔" (ردالمحتار ۳/ ۳۴۶)۔

فقہاء کے نزدیک دارالحرب میں جہالت معتبر ہے، چنانچہ "القواعد الفقہیہ" میں ہے:

"من أسلم فی دارالحرب ولم تبلغ أحکام الشرعیة فتناول المحرمات جاهلا حرمتها فهو معذور" (القواعد الفقہیہ وتطبیقاتہا فی المذاہب الاربعۃ ۱/ ۲۶۴)۔

(پس جو شخص دارالحرب میں اسلام لائے اور شریعت کے احکام اس تک نہ پہنچے ہوں اور وہ حرام چیزوں کی حرمت سے ناواقف ہونے کی حالت میں انہیں استعمال کرلے تو وہ معذور ہوگا)۔

ہندوستان میں مسلمان صدیوں سے آباد ہیں، ایک عرصے تک یہاں کی حکومت بھی ان کے ہاتھوں میں تھی، ہندوستان ایک وسیع وعریض ملک ہے، اس کے بعض علاقوں میں مسلمان دینی وتعلیمی اعتبار سے انتہائی پسماندہ ہیں تو بعض علاقے دینی وتعلیمی اعتبار سے کافی اچھی حیثیت کے حامل ہیں، لہٰذا پورے ہندوستان کو نہ تو دارالحرب قرار دیا جائے گا اور نہ دارالاسلام۔ بلکہ جس علاقے میں مسلمانوں کی دینی وتعلیمی حالت بہتر ہو اور وہاں مدارس علوم اسلامیہ کی کثرت ہو، لوگ مسائل سے واقف ہوں تو ایسے علاقوں میں جہل کا اعتبار نہیں ہوگا۔ ایسے علاقے جو دینی وتعلیمی اعتبار سے پسماندہ ہوں جہاں مدارس اسلامیہ اور اسلامی درس گاہیں معدوم ہوں تو ایسے علاقوں میں جہل کو عذر شرعی قرار دیا جائے گا، احادیث وفقہ کی کتابوں میں جابجا اس جانب اشارہ کیا گیا ہے، فقہ شافعی کی کتاب "المجموع شرح المہذب" میں ہے:

''وإن ادعى أنه لم يعلم بالولادة، فإن كان في موضع لا يجوز أن يخفى عليه ذلك من طريق العادة، بأن كان معها في دار أو محلة صغيرة لم يقبل؛ لأنه يدعى خلاف الظاهر...... وإن قال: علمت بالولادة إلا أني لم اعلم إن لي النفي، فإن كان ممن يخالط أهل العلم لم يقبل قوله؛ لأنه يدعى خلاف الظاهر، وإن كان قريب عهد بالإسلام أو نشأ في موضع بعيد من أهل العلم قبل قوله؛ لأن الظاهر أنه صادق فيما يدعى''(المجموع ۱۷/۴۱۹)۔

(اگر وہ دعوی کرے کہ اسے ولادت کا علم نہیں تھا، پس اگر وہ ایسے مقام پر ہو جہاں عادتاً اس پر اس چیز کا مخفی ہونا ممکن نہ ہو اس طور پر کہ وہ اس کے ساتھ ایک ہی مکان میں ہو، یا کسی چھوٹے محلے میں ہو تو اس کا دعویٰ قابل قبول نہ ہوگا ، کیونکہ وہ خلاف ظاہر بات کا دعوی کر رہا ہے، اگر وہ کہے کہ مجھے ولادت کا علم تھا، لیکن مجھے علم نہیں تھا کہ مجھے نسب کے انکار کا حق ہے تو اس صورت میں اگر وہ اہل علم سے میل جول رکھنے والا شخص ہو تو اس کا قول نا قابل قبول ہوگا، اس لئے کہ وہ خلاف ظاہر بات کا دعوی کر رہا ہے اگر اسلام میں قریب العہد ہو یا اہل علم سے دور کسی مقام پر اس کی پرورش ہوئی ہو تو اس کا قول قبول کیا جائے گا اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ وہ اپنے دعوی میں سچا ہے)۔

شہروں سے دور دراز علاقوں کے لوگ عموماً علم سے نابلد ہوتے ہیں اور ان میں جہالت کا غلبہ ہوتا ہے، چنانچہ ''شرح مسلم'' میں ہے:

''لأن أهل البادية هم الأعراب، ويغلب فيهم الجهل والجفاء والبادية والبدو بمعنى، وهو ما عداالحاضرة والعمران''(شرح مسلم لمحمد فواد عبدالباقی ۱/۴۱ برقم ۱۲)۔

(اس لئے کہ خانہ بدوش لوگ دیہاتی ہوتے ہیں اور ان میں جہالت وظلم کا غلبہ ہوتا ہے بادیہ اور بدو کے ایک ہی معنی ہیں اور یہ شہر اور آبادی کے علاوہ دیگر علاقے کو کہتے ہیں)۔

''المجموع'' میں ہے:''فإن زنى رجل بامراة وادعى أنه لم يعلم بتحريمه، فإن كان قد نها فيما بين المسلمين لم يقبل قوله؛ لأنا نعلم كذبه، وإن كان قريب العهد في الإسلام أو نشا في بادية بعيدة من المسلمين أو كان مجنونا، فافاق وزنى قبل أن يعلم الأحكام قبل قوله؛ لأنه يحتمل ما يدعى فلم يجب الحد''(المجموع شرح المہذب ۲۰/۱۹)۔

(اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے اور دعوی کرے کہ اسے اس کی حرمت کا علم نہیں تھا، پس اگر مسلمانوں کے درمیان اس کی حرمت معلوم ہو تو اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ ہم اس کا جھوٹ جانتے ہیں، اور اگر اسلام میں قریب العہد ہو یا مسلمانوں سے دور کسی دیہات میں اس کی پرورش ہوئی ہو یا وہ پاگل تھا پھر صحتیاب ہو گیا ہو اور احکام کے

جاننے سے قبل زنا کرے تو اس کا قول قبول کیا جائے گا، اس لئے کہ وہ جو دعوی کر رہا ہے اس کا احتمال ہے، اس لئے اس پر حد واجب نہ ہوگی)۔

ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے ابوجہم بن حذیفہ کو زکوۃ کا عامل بنا کر بھیجا تو قبیلہ لیث کے ایک شخص نے اپنی زکوۃ کے سلسلے میں جھگڑا کیا جس پر ابوجہمؓ نے اس شخص کو مارا تو وہ لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے قصاص کا مطالبہ کیا، آپ ﷺ نے ان کو کچھ مال دے کر دیت پر راضی فرمالیا، اور آپ نے صحابہ کرام کے سامنے دیت کے عوض ان کی رضامندی کا اظہار فرمایا، تو ان لوگوں نے عدم رضامندی کا اظہار کیا جس پر آپ ﷺ نے دیت میں مزید اضافہ فرمایا یہاں تک کہ وہ راضی ہو گئے، اس سے معلوم ہوا کہ لاعلمی و ناواقفیت کے سبب اگر کسی شخص سے کفریہ اعمال واقوال کا صدور ہو تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ شیخ السقار تحریر فرماتے ہیں:

" ودليل آخر على عذر الجاهل فى قصة الليثين الذين أكذبوا النبى ﷺ فعذرهم ﷺ لفرط جهلهم وبداوتهم، والقصة أن النبى ﷺ بعث أبا جهم ابن حذيفة مصدقا فلاجه رجل فى الصدقه فضربه أبو جهم فشجع فاتوا النبى ﷺ فقالوا: القود يا رسول الله، فقال النبى ﷺ: لكم كذا، و كذا فلم يرضوا فقال : لم كذ او كذا فلم يرضوا فقال: لكم كذا و كذا فرضوا فقال النبى ﷺ: إنى خاطب العشية على الناس ومخبرهم برضاكم فقالوا: نعم فخطب رسول الله ﷺ : إن هولاء اليثيين أتونى يريدون القود فعرضت عليهم كذا و كذا فرضوا، أرضيتم؟ قالوا: لا، فهمّ المهاجرون بهم فامرهم رسول الله ﷺ أن يكفوا عنهم فكفوا ثم دعاهم، فزادهم فقال: أرضيتم؟ فقالوا؛ نعم۔

قال: إنى خاطب على الناس ومخبرهم برضاكم قالوا: نعم، فخطب النبى ﷺ فقال: أرضيتم؟ قالوا: نعم" (التکفیر وضوابطہ ۱/۲۶)۔

اس واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے علامہ ابن حزم تحریر فرماتے ہیں کہ ان کی لاعلمی اور دیہاتیت کے سبب انہیں معذور قرار دیا اور ان کی تکفیر نہیں فرمائی۔

" وفى هذاالخبر عذر الجاهل، وأنه لا يخرج من الإسلام بما لو فعله العالم الذى قامت عليه الحجة لكان كافرا؛لأن هولاء الليثيين كذبواالنبى ﷺ وتكذيبه كفرمجرد بلا خلاف لكنهم بجهلهم وإعرابيتهم عذروا بالجهالة، فلم يكفروا" (المحلی بالآثار ۱۱/۱۹)۔

(اس حدیث سے جاہل کو معذور قرار دینے کا حکم معلوم ہوتا ہے، اور وہ اس عمل کی وجہ سے اسلام سے خارج نہ ہوگا

کہ اگر اسی عمل کو ایسا جان کار شخص کرتا جس پر حجت قائم ہوگئی ہوتو وہ کافر ہوجاتا، اس لئے کہ قبیلہ لیث کے ان لوگوں نے نبی ﷺ کی تکذیب کی تھی اور آپ ﷺ کی تکذیب کرنا کفر محض ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں، لیکن ان کی جہالت اور دیہاتیت کی وجہ سے انہیں معذور قرار دیا گیا اور ان کی تکفیر نہیں کی گئی)۔

امام سیوطیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کی پرورش کسی دور دراز علاقے میں ہوئی ہو جہاں منہیات کا ممنوع ہونا لوگوں پر ظاہر و باہر نہ ہو تو منہیات کے مرتکب ایسے شخص کا جہل قابل قبول ہوگا۔

”کل من جهل تحريم شيء مما يشترک فيه غالب الناس لم يقبل، إلا أن يکون قريب عهد بالإسلام أو نشأ ببادية بعيدة يخفى فيها مثل ذلک کتحريم الزنى والقتل والسرقة والخمر والکلام فى الصلوة، والأکل فى الصوم“(الاشباہ والنظائر للسیوطی ۱/۲۰۰)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں جو شخص نومسلم ہو یا علما سے دور دراز کسی علاقے میں اس کی پرورش ہوئی ہو اور وہ روزہ کی حالت میں کچھ کھا پی لے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

”فمن أکل أو شرب ناسيا أو مکرها أو جاهلا، بأن ذلک مفطر بسبب قرب عهده بالإسلام أو نشا ببادية بعيدة عن العلماء لم يفطر“(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳/۱۷۱۹)۔

(پس جو شخص بھول کر حالت اکراہ میں یا اس بات سے ناواقف ہو کر کہ یہ چیز روزہ توڑنے والی ہے، یا کچھ کھا لے یا پی لے نومسلم ہونے کے سبب سے یا علماء سے دور کسی دور دراز دیہات میں اس کی پرورش ہونے کے سبب تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا)۔

علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ اگر نومسلم حضرات حرمت شراب سے ناواقف ہوں تو شراب پینے پر انہیں حد نہیں لگائی جائے گی، یہی حکم ان لوگوں کا ہے جن کی پرورش کسی علم سے نابلد جہالت والے علاقے میں ہوئی ہو۔

”وفى زماننا لو أسلم قوم فى بعض الأطراف ولم يعلموا وجوب الحج أولم يعلموا تحريم الخمر لم يحدوا على ذلک، وکذلک لو نشأ بمکان جهل ۔“(منہاج السنۃ النبویۃ ۵/۹۰)۔

نکاح کے باب میں جہل عذر ہے یا نہیں؟

عصر حاضر میں ہندوستان کے مسلمان نکاح وطلاق کے بہت سے مسائل سے نابلد ہیں ان ہی میں سے ایک مسئلہ خیار بلوغ کا ہے، اسلام نے بچوں کے سرپرستوں کو حق دیا ہے کہ وہ چاہیں تو اپنے بچوں کا نکاح نابالغی کی حالت میں کر سکتے ہیں، البتہ لڑکی کے بلوغ کے بعد وہ نابالغی کے زمانے میں کئے گئے نکاح کو فسخ کر سکتی ہے، اسے خیار بلوغ کہتے ہیں، احناف

کے نزدیک یہ خیار بلوغ اس وقت حاصل ہوگا جب باپ اور دادا کے علاوہ کسی اور سرپرست نے نکاح کرایا ہو۔ ''ہدایہ'' میں ہے:

''فإن زوجهما الأب والجد فلا خيار لهما؛ لأنهما كاملا الراى، وافراالشفقة، فيلزم العقد بمباشرتهما، فإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح، وإن شاء فسخ'' (ہدایہ علی الفتح ۳/ ۲۶۸)۔

(اگر ان کی شادی باپ یا دادا کرادے تو ان دونوں کو اختیار نہ ملے گا، اس لئے کہ یہ دونوں کامل رائے والے اور بھرپور شفقت کرنے والے ہیں، لہٰذا ان دونوں کے عقد کو انجام دینے سے وہ لازم ہوجائے گا، اگر ان دونوں کی شادی باپ یا دادا کے علاوہ کسی اور نے کرائی ہو تو ان دونوں میں ہر ایک کو بالغ ہونے پر اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو نکاح کو باقی رکھے اور چاہے تو فسخ کردے)۔

البتہ اگر باپ دادا اپنے حق کا غلط استعمال کرے تو ان کے ذریعہ کئے گئے نکاح کو بھی فسخ کرنے کا اختیار لڑکی کو حاصل ہوگا، شامی میں ہے:

'' حتى لو عرف من الأب سوء الاختيار لسفهه أو لطمعه لا يجوز عقده إجماعا۔'' (شامی ۴/ ۱۷۲)۔

(یہاں تک کہ اگر باپ کی جانب سے سوء اختیار اس کی نادانی یا لالچ کی وجہ سے معلوم ہوجائے تو اس کا عقد بالاجماع جائز نہ ہوگا)۔

البتہ قاضی شریح مطلقاً بیٹے اور بیٹی کو بالغ ہونے کے بعد فسخ نکاح کا حق دیتے ہیں، خواہ والد ہی نے نکاح کروایا ہو۔

'' إذا زوج الرجل ابنه أو ابنته، فالخيار لهما إذا شبا'' (مصنف ابن ابی شیبہ برقم ۱۶۰۱۱)۔

(اگر کوئی شخص اپنے بیٹے یا بیٹی کا نکاح کرائے تو بالغ ہونے پر ان دونوں کو اختیار حاصل ہوگا)۔

فقہاء احناف کے نزدیک لڑکی کو یہ اختیار اسی وقت حاصل ہوگا، جبکہ وہ بلوغ کے بعد فوراً نابالغی کے زمانے میں کئے گئے نکاح کو فسخ کردے، اگر وہ دوسرے کسی کام میں مشغول ہوگئی تو اس کا یہ خیار ختم ہوجائے گا، بلوغ کے وقت اگر اسے خیار بلوغ کا علم نہ ہو تو بھی اس کا خیار باطل ہوجائے گا۔

''ويبطل خيار البكر بالسكوت لو مختارة عالمة بأصل النكاح ولا يمتد إلى آخر المجلس؛ لأنه كالشفعة، وإن جهلت به لتفرغها للعلم'' (الدر المختار علی رد المحتار ۴/ ۱۸۹، ۱۸۸)۔

(باکرہ عورت کا خیار بلوغ باطل ہوجائے گا خاموشی اختیار کرنے کی صورت میں جبکہ وہ مختار ہو، اصل نکاح سے واقف ہو، اور یہ خیار مجلس کے آخر تک باقی نہ رہے گا۔ اس لئے کہ یہ حق شفعہ کی طرح ہے اگر چہ اسے اس کا علم نہ ہو، اس لئے کہ وہ حصول علم کے لئے فارغ تھی)۔

" وإذا بلغت و سالت عن اسم الزوج أو عن المهر المسمى أو سلمت على الشهود بطل خيار البلوغ كذا في المحيط" (عالمگیری ۱/۲۸۶)۔

(محیط میں ہے کہ جب وہ بالغ ہوجائے اور شوہر کے نام یا طے کردہ مہر کے بارے میں پوچھے یا گواہوں کو سلام کرے تو خیار بلوغ باطل ہوجائے گا)۔

فقہاء احناف جہالت کی بنا پر اس کے خیار بلوغ کے ختم ہوجانے کے قائل ہیں، لیکن ان کی طرز تعبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں لڑکیوں کو خیار بلوغ حاصل ہونا چاہئے، کیونکہ ہندوستان علی الاطلاق دارالاسلام اور دار العلم نہیں ہے، تو جس طرح باندی کی لاعلمی کی بنا پر اس کا خیار عتق باطل نہیں ہوتا اسی طرح باکرہ کا خیار بلوغ بھی باطل نہیں ہونا چاہئے۔

"قوله: (لتفرغها للعلم)اى: لأنها تتفرغ لمعرفة أحكام الشرع والدار داراالعلم، ولم يعذر بالجهل" (شامی ۴/۱۸۹)۔

"علامہ حصکفی کا قول (حصول علم کے لئے اس کے فارغ ہونے کی وجہ سے) اس لئے کہ وہ شریعت کے احکام سے واقفیت کے لئے فارغ ہوتی ہے اور یہ دار دار العلم ہے لہذا لاعلمی کی بنا پر اس کو معذور نہیں قرار دیا جائے گا"۔

عقد نکاح چونکہ زندگی بھر کا رشتہ ہوتا ہے اس لئے اس میں جہالت کا اعتبار ہونا چاہئے، اور بالغ ہونے کے حق سے لاعلمی و ناواقفیت کے باعث اس کا اختیار سلب نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ شریعت اسلامیہ نے جہل و لاعلمی کو اسباب تخفیفات میں سے ایک سبب قرار دیا ہے۔

"اعلم أن أسباب التخفيف فى العبادات وغيرهاسبعة الأول السفر .... الخامس الجهل۔" (الاشباہ والنظائر ۱/۶۵)۔

اگر باکرہ کے لئے خیار بلوغ سے جہالت کو عذر نہ قرار دیا جائے تو اس کے لئے سخت مشقت اور تکلیف کا باعث ہوسکتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **"يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر..."** (البقرہ: ۱۸۵) (اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر دشواری)۔

ارشاد باری ہے: **"وما جعل عليكم فى الدين من حرج"** (الحج: ۷۸) (اس نے دین میں تم پر کوئی مشکل نہیں رکھی)۔

اگر بالغہ کولاعلمی کے باعث خیار بلوغ حاصل نہ ہوتو اس کے لئے تنگیاں پیدا ہوں گی، جب کہ اللہ تعالیٰ نے تنگی و حرج کودور کرنے کا حکم فرمایا ہے، تفسیر رازی میں ہے:

"عن عائشةؓ سألت رسول الله ﷺ عن ذلک، فقال: الضیق"(تفسیر رازی ۲۳/۲۵۵)۔

(حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے حرج کے بارے میں سوال کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تنگی ہے)۔

مس بالشہوہ اور نظر بالشہوہ میں جہالت معتبر ہے یا نہیں؟

فقہائے احناف نے مس بالشہوہ اور نظر بالشہوہ میں لاعلمی اور جہالت کو عذر تسلیم نہیں کیا ہے، چنانچہ علامہ حصکفیؒ تحریر فرماتے ہیں: " **ولا فرق فيما ذكر بين اللمس والنظر بشهوة بين عمد و نسيان وخطأ و إكراه، فلو أيقظ زوجته أو أيقظته هي لجماعها فمست يده بنتها المشتهاة أو يدها ابنه حرمت الأم أبداً**"(الدر المختار علی رد المحتار ۴/۱۱۲)۔

(شہوت سے چھونے اور شہوت سے دیکھنے سے متعلق جو ذکر کیا گیا ہے اس میں عمداً، بھول چوک سے، غلطی سے اور حالت اکراہ میں کوئی فرق نہیں ہے، پس اگر کوئی شخص جماع کے لئے اپنی بیوی کو جگائے یا بیوی شوہر کو جگائے اور شوہر کا ہاتھ اس کی مشتہاۃ بیٹی کو لگ جائے یا بیوی کا ہاتھ اس کے بیٹے کو لگ جائے تو ماں ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی)۔

لیکن چونکہ عصر حاضر میں ان مسائل میں جہالت ولاعلمی عام ہے، لہٰذا لاعلمی وناواقفیت کے وقت مس بالشہوہ اور نظر بالشہوہ سے حرمت مصاہرت کا ثبوت نہیں ہونا چاہئے۔ عرف اور زمانہ کی تبدیلی کا اثر چونکہ احکام کی تبدیلی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، اس لئے فقہائے کرام نے اس بات پر خصوصی زور دیا ہے کہ اصحاب فقہ وفتاویٰ کو زمانہ وماحول کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ علامہ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب " اعلام الموقعین " میں ایک مستقل باب اس عنوان سے قائم کیا ہے۔

"**تغير الفتوى واختلافها بحسب تغير الأزمنة والأمكنة والأحوال النيات والعوائد**"(اعلام الموقعین ۳/۱۵، ۱۴)(زمانہ ومکان، حالات، نیتوں اور عادتوں میں اختلاف کا فتوی میں تبدیلی پر اثر)۔

اس باب کی وضاحت کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں: " **وهذا فصل عظيم النفع جدا، وقد وقع بسبب الجهل به غلط عظيم على الشريعة أو حسب من الحرج والمشقة وتكلف مالا سبيل إليه**" (اعلام الموقعین ۳/۱۵، ۱۴)۔

(یہ بڑا ہی عظیم اور مفید باب ہے، اور جس سے جہل کی وجہ سے شریعت کے بارے میں بڑی غلطیاں ہوئی ہیں اور جو حرج ومشقت کا سبب بنی ہیں اور ایسی مشقت میں لوگوں کو ڈال دیا ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں تھی)۔

فقہ مالکی کے جلیل القدر فقیہ امام قرافی رقم طراز ہیں:" **لا تجمد علی المسطور فی الکتب طول عمرک بل إذا جاء ک رجل من غیر أھل إقلیمک لیستفتیک لا تجرہ علی عرف بلدک وأسألہ عن عرف بلدہ وأجرہ علیہ افتہ بہ دون بلدک والمقرر فی کتب، فھذا ھوا الحق، والأصح والجمود علی المنقولات أبدا ضلال فی الدین، وجھل بمقاصد علماء المسلمین والسلف الماضین**"(کتاب الفروق ۱/۱۷۶)۔

(محض کتابوں میں لکھی ہوئی کتابوں پر جمود اختیار مت کرو، بلکہ جب تمہارے پاس کسی دوسرے علاقے کا آدمی فتوی لینے آئے توتم اس کے مسئلہ کو اپنے شہر کے عرف پر مت محمول کرو، بلکہ اس کے یہاں کے عرف کے بارے میں دریافت کرواور اس کے مطابق اسے فتوی دو، صحیح اور حق بات یہی ہے، اور محض منقولات پر جمود دین میں ضلالت اور علمائے مسلمین کے مقاصد سے ناواقفیت اور سلف کے طریقے کے خلاف ہے)۔

ضرورت شدیدہ اور ابتلائے عام کے وقت علماء نے مذہب غیر پر افتاء کو جائز قرار دیا ہے، چنانچہ مولانا ظفر احمد عثمانی تحریر فرماتے ہیں:"**مذھب الحنفیة، وإن کان قویا روایة و درایة، ولکن المتأخرین منا قد أجازواالافتاء بمذھب مالک عند الضرورة نظرا إلی فساد الزمان** "(اعلاء السنن بحوالہ بحث ونظر پٹنہ شمارہ نمبر ۱۳/ ۵۳)۔

(اگرچہ روایت اور درایت کی رو سے احناف کا مذہب ہی قوی ہے، لیکن متاخرین احناف نے ضرورت کی بناء پر فساد زمان کے پیش نظر امام مالک کے مذہب پر فتوی دینے کی اجازت دی ہے)۔

مسئلہ مفقود پر بحث وتفصیل میں ایک خاص صورت میں مولانا نے امام احمد بن حنبلؒ کی رائے کو ترجیح دی ہے(اعلاء السنن ۱۳/ ۴۲)۔

مولانا عبدالحئ صاحب لکھنوی اپنے ایک فتوی میں فرماتے ہیں:" عندالضرورت بعض مسائل میں امام شافعی وامام مالک کی تقلید کرنا درست ہے(مجموعۃ الفتاوی ۲/ ۹۰)۔

البلاغ (کراچی) کے مفتی اعظم نمبر میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے افادات وارشادات نقل کئے گئے ہیں، ایک ملفوظ میں آیا ہے:" چونکہ چاروں مذاہب بلاشبہ برحق ہیں اور ہرایک کے پاس دلائل موجود ہیں، اس لئے اگر مسلمانوں کی کوئی شدید اجتماعی ضرورت داعی ہوتو اس موقع پر کسی دوسرے مجتہد کے مسلک پر فتوی دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے"۔

اس کے بعد حضرت گنگوہیؒ کی وصیت اور حضرت تھانویؒ کا ارشاد ذکر کیا گیا ہے(بحث ونظر شمارہ نمبر ۱۰)۔

امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مس بالشھوہ کی صورت میں حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی ہے، اسی طرح اصح قول

کے مطابق شہوت سے کسی عورت کی شرمگاہ دیکھنے پر بھی حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔ چنانچہ ''الاقناع'' میں ہے:

''ویثبت تحریم المصاهرة بوط ء حلال وحرام وشبهة، ولو فی دبر ولا یثبت إن کانت میتة أو صغیرة لا یوطأ مثلها ولا بمباشرتها ولا بنظر إلی فرجها أو غیره'' (الاقناع ۱۸۲/۳)۔

(حرمت مصاہرت حلال وحرام وطی اور وطی بالشبہ سے ثابت ہوتی ہے، اگرچہ دبر میں ہو، اور حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی اگر عورت مردہ ہو یا نابالغہ ہو کہ اس جیسی عورت سے صحبت نہ کی جا سکتی ہو، نہ ہی عورت کی شرمگاہ یا کسی اور حصے کو دیکھنے سے حرمت مصاہرت ثابت ہوگی)۔

علامہ ابن قدامہ تحریر فرماتے ہیں کہ مس بالشہوۃ کی صورتوں میں سے کسی صورت میں بھی حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔

'' فأما المباشرة فیما دون الفرج، فإن کانت لغیر شهوة لم تنشر الحرمة بغیر خلاف نعلمه، وإن کانت لشهوة وکانت فی أجنبیة لم تنشر الحرمة أیضاً قال الجوزجانی سالت: أحمد عن رجل نظر إلی أم امراته فی شهوة أوقبلها أو باشرها فقال :انا أقول لا یحرمه شیء من ذلک إلا الجماع '' (المغنی ۱۲۰/۷)۔

(رہا فرج کے علاوہ میں مباشرت پس اگر یہ بغیر شہوت کے ہو تو حرمت ثابت نہ ہوگی، اس میں ایسا کوئی قابل ذکر اختلاف نہیں ہے، جو ہمیں معلوم ہو، اگر یہ مباشرت شہوت سے ہو اور اجنبی عورت سے ہو تو بھی حرمت ثابت نہ ہوگی، شیخ جوزجانی فرماتے ہیں میں نے امام احمد سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو اپنی ساس کی جانب شہوت سے دیکھے یا اس کا بوسہ لے یا اس سے مباشرت کرے تو آپؒ نے جواب دیا اس میں سے کوئی کام عورت کو حرام نہیں کرے گا، سوائے جماع کے)۔

نظر بالشہوۃ الی فرج المراۃ کے متعلق ''المغنی'' میں ہے کہ اصح قول کے مطابق اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔

'' من نظر إلی فرج امراة بشهوة فهو کلمسها بشهوة، فیه أیضا روایتان: أحدهما تنشر الحرمة فی الموضع الذی ینشرها اللمس، روی عن عمر وابن عمر وعامر ابن ربیعة، وکان بدریا وعبدالله ابن عمرو فیمن یشتر ی الخادم، ثم یجردها أو یقبلها لا یحل لابنه وطؤها وهو قول القاسم والحسن ومجاهد و مکحول و حماد ابن ابی سلیمان وابی حنیفة........ والثانیة لا یتعلق بالتحلیل وهو قول الشافعی وأکثر أهل العلم لقوله تعالی: ''وأحل لکم ماوراء ذالکم''(النساء:۲۴)**،ولأنه نظر من غیر مباشرة فلم یوجب التحریم کالنظر إلی الوجه، والخبر ضعیف، قاله الدار قطنی، وقیل: وهو**

موقوف علی ابن مسعود، ثم یحتمل أنه کنی بذالک عن الوطی"(المغنی ۷/۱۲۱)۔

ہمارے بزرگوں میں سے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بعض احوال میں فقہ حنبلی کے قول پر فتوی دیا ہے، چنانچہ جانوروں کو ادھیاو بٹائی پر دینے کا جو رواج ہے وہ اصول اجارہ پر منطبق نہ ہونے کی وجہ سے منع ہے، لیکن مولانا تھانویؒ نے جواز کا فتوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی نقل کے مطابق فقہ حنبلی کی ایک روایت پر دیا ہے اور بنیادضرورت وابتلاء کو قرار دیا ہے، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

"**کتب إلی بعض الأصحاب من فتاوی ابن تیمیة کتاب الاختیارات مانصه، ولو دفع دابة أو نخله إلی من یقوم به وله جزء من نمائه صح، وهو روایة عن أحمد**"(مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ الکبری ۴/۸۵، کتاب الاختیارات بحوالہ بحث ونظر پٹنہ شمارہ نمبر ۱۳ صفحہ نمبر ۵۵)۔

لہٰذا موجودہ حالات میں جہالت ولاعلمی کے عام ہونے اور لوگوں کی مسائل مصاہرت سے عدم واقفیت کے باعث فقہ حنبلی کے قول پر فتوی دینے کی گنجائش ہونی چاہئے۔

مسائل طلاق میں جہل عذر شرعی ہے یا نہیں؟

الفاظ طلاق سے لاعلمی وناواقفیت کے باوجود فقہائے احناف قضاءً طلاق واقع قرار دیتے ہیں البتہ دیانتاً طلاق واقع نہ ہوگی، فقہا لکھتے ہیں:

"**أو مخطأً بأن أراد التکلم بغیر الطلاق فجری علی لسانه الطلاق أو تلفظ به غیر عالم بمعناه**"(الدر المختار علی الشامی ۴/۴۴۸)۔

(یا غلطی سے طلاق دے اس طور سے کہ وہ طلاق کے علاوہ کچھ اور بولنا چاہتا تھا، لیکن اس کی زبان پر طلاق کے الفاظ جاری ہوگئے۔ یا الفاظ طلاق کے معنی معلوم نہ ہوتے ہوئے اس کو تلفظ کیا)۔

"**قوله:(غیر عالم بمعناه) کما لو قالت لزوجها: اقراء علی اعتدی انت طالق ثلاثاً، ففعل طلقت ثلاثا فی القضاء، لا فیما بینه و بین الله تعالی إذا لم یعلم الزوج ولم ینوه**" (ردالمختار ۴/۴۴۹)۔

(علامہ حصکفی کا قول (اس کے معنی نہ جانتے ہوئے) جیسا کہ اگر عورت اپنے شوہر سے کہے: "مجھ کو پڑھ کر سناؤ، تو عدت پوری کر تجھ کو تین طلاق، چنانچہ شوہر سے ایسا ہی کیا تو قضاءً تین طلاق واقع ہوجائے گی، لیکن اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واقع نہ ہوگی جب کہ شوہر اس کو نہ جانتا ہو اور نہ ہی اس کی نیت کی ہو")۔

البتہ احناف میں سے مسائخ اوزجند کے نزدیک دیانۃً بھی طلاق واقع نہ ہوگی۔

"**قوله :(او لم ینو شیئا) لو لقنته الطلاق فتلفظ به غیر عالم بمعناه، فلا یقع أصلا علی ما افتا**

به مشائخ أوزجند صیانة عن التلبیس وغیرهم علی الوقوع قضاءً فقط‘‘(شامی ۴/ ۴۶۱ط:زکریا)۔

(علامہ حصکفی کا قول (یا اس نے کوئی نیت نہ کی ہو) اگر بیوی شوہر کو طلاق کی تلقین کرے اور وہ اس کے معنی نہ جانتے ہوئے اس کا تلفظ کرے تو سرے سے طلاق واقع ہی نہ ہوگی، جیسا کہ مشائخ اوز جند نے فتوی دیا ہے، تلبیس سے حفاظت کی خاطر دوسرے فقہا کے نزدیک صرف قضاء طلاق واقع ہوگی)۔

لہٰذا بربنائے ضرورت مشائخ اوز جند کے قول کو اختیار کرنے کی گنجائش ہونی چاہئے۔

’’فتاوی عالمگیری‘‘ میں بھی الفاظ طلاق سے لاعلمی کی صورت میں دیانۃً طلاق کے عدم وقوع کا ذکر کیا گیا ہے۔

’’وإذا قال الرجل لامرته: انت طالق، ولا یعلم معنی قوله انت طالق، فإنه یقع الطلاق، وإذا قال لامراته: انت طالق ولا یعلم أنها هذا القول طلاق طلقت فی القضاء ولا تطلق فیما بینه وبین الله تعالی‘‘(فتاوی عالمگیری ۲/ ۴۸)۔

(جب مرد اپنی بیوی سے کہے انت طالق اور انت طالق کے قول کے معنی نہ جانتا ہو، تو طلاق واقع ہوجائے گی، اور جب وہ اپنی بیوی سے کہے انت طالق اور وہ یہ نہ جانتا ہو کہ یہ قول طلاق ہے تو قضاءً طلاق ہوجائے گی، اور اس کے درمیان اور اللہ کے درمیان طلاق واقع نہ ہوگی)۔

فقہائے شوافع میں سے علامہ سیوطی کے نزدیک لاعلمی و ناواقفیت کی بنا پر الفاظ طلاق سے عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی، چنانچہ علامہ لکھتے ہیں:

’’الجهل الذی یفقد معه القصد إلی اللفظ مع عدم فهم معناه والنسیان وذلک بأن یتلفظ بالطلاق من لا یعرف معناه أصلا أم عرفه، ثم نسیه فهذان نظیر المکره، فلا یقع بذلک طلاق‘‘ (الاشباہ والنظائر للسیوطی ۱/ ۱۹۳)۔

(وہ جہالت جس کے ساتھ الفاظ کا قصد مفقود ہوجائے ساتھ ہی اس کے معنی نہ سمجھتا ہو اور اسی طرح بھول چوک سے طلاق، اس طور سے جو شخص سرے سے طلاق کے معنی نہ جانتا ہو وہ الفاظ طلاق کا تلفظ کرے، یا اس کے معنی معلوم ہو پھر اس کو بھول جائے تو یہ دونوں مکرہ کی نظیریں ہیں، لہٰذا ان صورتوں میں طلاق واقع نہ ہوگی)۔

علامہ سبکی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک قول کے مطابق حالت جہل میں طلاق واقع نہ ہوگی۔

’’إذا قال لامراته: انت طالق وهو یجهل أنها امراته، فإن له بحثاً فی الطلاق لا یقع بنزع إلی هذا المأخذ‘‘(الاشباہ والنظائر للسبکی ۱/ ۴۱۰)۔

’’مغنی‘‘ میں ہے: ’’إن قال الأعجمی لامراته: انت طالق فلا یفهم معناه لم یتطلق؛ لأنه لیس

بمختار للطلاق ، فلا يقع طلاقه كالمكره''(المغنی ۳۹۷/۷)۔

(اگر عجمی اپنی بیوی سے کہے، تجھ کو طلاق اور وہ اس کے معنی نہ سمجھتا ہو تو اس کو طلاق نہ واقع ہوگی، اس لئے کہ وہ مختار نہیں ہے، لہذا مکرہ کی طرح اس کی طلاق بھی واقع نہ ہوگی)۔

فقہا نے لکھا ہے کہ الفاظ کی تکرار کے ساتھ تین طلاق دینے پر دیانۃ ایک ہی طلاق واقع ہوگی، علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

''كرر لفظ الطلاق وقع الكل، وإن نو ى التأكيد دين''(الدرالمختار علی ردالمحتار ۵۲۱/۴)۔

(الفاظ طلاق کو مکرر کہے تو سب طلاق واقع ہوجائے گی، اور اگر تاکید کی نیت کرے تو دیانۃ اس کا قول قابل قبول ہوگا)۔

''فتاوی تاتارخانیہ'' میں ہے کہ ہر عطف یا بغیر حرف عطف کے الفاظ طلاق کو مکرر کہے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔

'' إذا كرر لفظ الطلاق بحرف العطف أوبغير العطف فقال لها: أنت طالق وطالق أو طالق فطالق تقع واحدة''(فتاوی تاتارخانیہ ۴۲۸/۴)۔

اگر الفاظ طلاق کی تکرار میں شوہر تاکید کی نیت کرے یا بیوی کو سمجھانے کی نیت کرے تو بھی ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے۔

رجل قال لامرأته أنت طالق ،أنت طالق ،انت طالق، وقال: عنيت بالأولى الطلاق وبالثانية والثالثة إفهامها صدق ديانة''(فتاوی تاتارخانیہ ۴۳۹/۴)۔

(کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے تجھ کو طلاق تجھ کو طلاق تجھ کو طلاق اور کہے کہ پہلے الفاظ سے میری مراد طلاق کی تھی اور دوسرے وتیسرے الفاظ سے بیوی کو سمجھانے کی نیت تھی۔تو دیانۃ اس کی تصدیق کی جائے گی)۔

فقہاء لکھتے ہیں کہ مفتی شوہر کی نیت پر فتوی دے گا۔

''إذا قال رجل: قلت لزوجته: أنت طالق قاصد بذالک الإخبار كاذبا، فإن المفتي يفتيه بعدم الوقوع ''(شامی ۳۹/۸،کتاب القضاء،ط:زکریا)۔

(جب کوئی شخص کہے کہ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھ کو طلاق اس سے میری نیت جھوٹ بولنے کی تھی تو مفتی عدم وقوع طلاق کا فتوی دے گا)۔

تغیر احکام بسبب تغیر زمان فقہ حنفی کی ایک نمایاں خصوصیت ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

''كثير من الأحكام تختلف باختلاف الزمان لتغير عر ف أهله أو لحدوث ضرورة أو لفساد

أهل الزمان بحيث له بقي الحكم على ما كان عليه أو أولاً، لزم منه المشقة والضرر بالناس ولا خالف قواعد الشرعية المبنية على التخفيف والتيسير ودفع الضرر والفساد، لهذا ترى مشائخ المذهب خالفوا مع نص عليه المجتهد فى مواضع كثيرة بناها على ما كان فى زمنه لعلمهم لو كان فى زمنهم لقال بما قالوا به أخذا من قواعد مذهبه"(مجموعہ رسائل ابن عابدین ۲/ ۱۲۵)۔

(بہت سے احکام زمانہ کے اختلاف سے بدل جایا کرتے ہیں لوگوں کا عرف بدل جانے یا ضرورت کے پیش آنے یا اہل زمانہ میں فساد پھیل جانے کی وجہ سے، کیونکہ اگران امور میں تبدیلی کے باوجود حکم کو جوں کا توں رکھا جائے تو لوگ سخت تنگی اور مشقت میں مبتلا ہوجائیں گے، اور یہ بات شریعت کے اصولوں کے خلاف ہے، جس کی بنیاد تیسیر اور دفع ضرر و فساد پر ہے، اسی وجہ سے تم دیکھتے ہو کہ مذہب کے مشائخ نے اپنے امام سے بہت سے ایسے مسائل میں اختلاف کیا ہے جو اس زمانے کے احوال پر مبنی تھے، کیونکہ ان کو یقین تھا کہ اگر امام خود اب موجود ہوتے تو اپنے مذہب کے اصول کے پیش نظر وہی کہتے جس کو ان مشائخ نے اختیار کیا ہے)۔

لہٰذا موجودہ حالات میں جبکہ مسائل طلاق سے جہالت عام ہے، اگر شوہر تکرار کے ساتھ لاعلمی کے سبب تین طلاق دے، یا وکلاء تین طلاق لکھیں، تو اس کو ایک ہی سمجھنا چاہئے، اور جہالت کو عذر قرار دینا چاہئے، البتہ اگر لفظ تین کی صراحت کے ساتھ شوہر تین طلاق دے تو تینوں واقع ہوجائیں گی۔

"**المذهب الأول أن رجلا إذا طلق زوجته ثلاثا بلفظ واحد وقعت ثلاثا دخل بها أولا**"(مجلۃ البحوث الاسلامیۃ ۳/ ۵۳)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی طلاق ثلاثہ پر اپنی رائے کا اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"**والذی يظهر لی رجحان رأی الجمهور وهو وقوع الطلاق ثلاثا إذا طلق الرجل امرأته دفعة واحدة لكن إذا رجح حاكم رايا ضعيفا صار هو الحكم الأقوی، فإن صدر قانون، كما هو الشأن فی بعض البلاد العربية يجعل هذا الطلاق واحدة، فلا مانع من اعتماده والافتاء به، تيسيرا على الناس وصونا للرابطة الزوجية وحماية لمصلحة الأولاد خصوصاً، ونحن فی وقتٍ قل فيه الورع والاحتياط وتهاون الناس فی التلفظ بهذه الصيغة،وهم يقصدون غالباً التحديد والزجر، ويعلمون أن فی الفقه منفذا للحل ومراجعة الزوجة**"(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹/ ۶۹۳۵، ۶۹۳۴)۔

(میرے نزدیک جمہور علماء کی رائے راجح ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر شوہر نے ایک ہی مرتبہ میں تین طلاق دے دی ہو تو تینوں واقع ہوجائیں گی، لیکن اگر حاکم ضعیف رائے کو ترجیح دیدے تو یہی قوی حکم بن جائیگا، لہٰذا اگر اس طلاق کو ایک قرار

دینے کا کوئی قانون جاری ہوجائے، جیسا کہ بعض عربی ملکوں میں ہے تو لوگوں کو آسانی فراہم کرنے، رشتہ ازدواج کو بچانے اور خاص طور پر اولاد کے مفاد کی حفاظت کی خاطر اس پر اعتماد کرنے اور اس پر فتوی دینے میں کوئی حرج نہیں۔ ہم ایسے زمانے میں ہیں جہاں پرہیزگاری اور احتیاط کم ہوگئی ہے۔ اور لوگ طلاق کے اس صیغہ کے تلفظ کو ہلکا سمجھنے لگے ہیں، غالبًا ان کا ارادہ ڈرانے، دھمکانے اور زجر توبیخ کا ہوتا ہے، اور وہ سمجھتے ہیں کہ فقہ میں حلت اور بیوی سے رجعت کا موجود ہے)۔

ڈاکٹر صاحب نے یہ بات عرب ملکوں کے بارے میں لکھی ہے جہاں عورتوں کا نکاح ثانی آسانی سے ہوجاتا ہے، لہٰذا ہندوستان میں اس پر بدرجہ اولیٰ غور کرنا چاہئے۔

جہل کی بابت ائمہ اربعہ کا موقف:

جہل فقہائے احناف کی نظر میں:

احناف کے نزدیک جہل کی چار قسمیں ہیں، بعض قسموں میں جہل کو بطور عذر تسلیم کیا جاتا اور بعض میں نہیں، ان کی تفصیل اور ان سے متعلق احکام درج ذیل ہیں:

(۱) جہل باطل: ایسا جہل ہے جو آخرت میں عذر نہ بن سکے، جیسے کافر کا اللہ تعالیٰ کی صفات اور احکام آخرت سے جہل، بدعتی اور باغی کا جہل یہاں تک کہ اگر باغی عادل شخص کا مال ضائع کردے تو وہ ضامن ہوگا۔ اسی طرح کتاب وسنت کے برخلاف جہل کی بنا پر کوئی اجتہاد مثلاً امہات الاولاد کی بیع کا فتوی۔

(۲) موقع اجتہاد میں جہل: اجتہادی مسائل میں یا ایسے مواقع پر جہاں شبہ کی گنجائش ہو انسان لاعلمی کے باعث کوئی غلط کام کر گزرے، یہ جہل عذر شرعی بن سکتا ہے۔ مثلاً کسی شخص نے پچھنہ لگوایا اس شخص نے یہ سمجھ کر کے روزہ ٹوٹ چکا ہے کھا پی لیا، تو صرف قضا واجب ہوگی کفارہ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ ایک حدیث سے بظاہر پچھنہ لگانا ناقض صوم معلوم ہوتا ہے۔

(۳) دارالحرب میں جہل: کوئی غیر اسلامی ملک میں اسلام قبول کرے، مگر اسے احکام شرعیہ معلوم نہ ہوسکیں اور اسے نماز روزہ، زکوۃ وغیرہ کا علم نہ ہوسکا تو ناواقفیت کے باعث عبادات کو انجام نہ دینے سے وہ معذور سمجھا جائے گا اور اس کی قضا اس پر واجب نہ ہوگی۔

(۴) حق شفعہ وغیرہ میں جہل: شفیع کو پڑوس کی زمین کے فروخت ہونے کا علم نہ ہوسکا تو معلوم ہونے کے بعد وہ حق شفعہ کا دعوی کرسکتا ہے، ولی باکرہ یا باکرہ بالغہ کا نکاح کردے اور اور باکرہ بالغہ کو علم نہ ہوسکے تو معلوم ہونے کے بعد اسے نکاح کو رد کرنے کا اختیار ہوگا، موکل کی جانب سے معزول کردیئے جانے کے بعد وکیل کسی معاملے میں تصرف کرے، جب کہ وکیل کو معزولی کا علم نہ ہوسکے تو اس کے تصرفات نافذ ہوں گے۔

" وأقسامه علی ما ذکره الأصولیون، کما فی المنار أربعة : الأول جهل باطل لا یصلح عذرا فی الآخرة کجهل الکافر بصفات الله تعالیٰ وأحکام الآخرة، وجهل صاحب الهوی وجهل الباغی حتی یضمن مال العدل إذا اتلفه وجهل من خالف فی اجتهاده الکتاب أو السنة المشهورة والإجماع کالفتوی ببیع أمهات الأولاد الثانی الجهل فی الموضع الاجتهاد الصحیح أو فی موضع الشبهة، وأنه یصلح عذرا شبهة کالمحتجم إذا أفطر علی ظن أنها فطرته وکمن زنی بجاریة والده أو زوجته علی ظن انها تحل له، والثالث الجهل فی دارالحرب من مسلم لم یهاجر، وأنه یکون عذرا ویلحق به ،الرابع وهو جهل الشفیع، وجهل الأمة بالاعتاق، وجهل البکر بنکاح الولی وجهل الوکیل والمأذون بالاطلاق وضده ۔"(الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۱/۲۶۱)۔

فقہ شافعی کی نظر میں جہل کی حیثیت:

فقہ شافعی میں سب سے زیادہ مسائل میں جہل کو عذر مانا گیا ہے، ایسے مسائل جن سے عموماً لوگ ناواقف ہوتے ہیں، ان میں جہل کو عذر مانا گیا ہے، چنانچہ مجموع میں ہے:

" ولو جهل کون التنحنح مبطلا وهو طویل عهد بالإسلام، فهل یعذر وجهان أحدهما لا، لتقصیره فی التعلم وأصحهمایعذر؛ لأنه یخفی علی العوام مع علمهم بتحریم الکلام "(المجموع ۴/۸۰)۔

اسی طرح وہ مسائل جن میں انسان کی کوتاہی کے بعد کوئی غلطی سرزد ہوجائے تو اس میں جہل کو بطور عذر تسلیم کرلیا جاتا ہے، امام نوویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر مقتدی کو علم نہ ہو تو محدث وجنبی کے پیچھے ادا کی گئی نماز درست ہوجائے گی۔

" قد ذکرنا أن الصلاة خلف المحدث والجنبی صحیحة إذا جهل المأموم حدثه"(المجموع ۴/۲۵۸)۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:''الناس فی الإمامة اقسام.......... الثانی من یجوز مع الجهل دون العلم وهم الجنب والمحدث ومن علیها نجاسة لا یعفی عنها'' (الاشباہ والنظائر للسیوطی ۱/۴۴۰)۔

(امامت کے سلسلے میں لوگوں کی کچھ اقسام ہیں...... دوسرے وہ لوگ جن کی امامت لاعلمی میں درست ہوجاتی ہے، لیکن واقفیت کے ساتھ نہیں اور یہ جنبی، محدث اور وہ لوگ ہیں جن کے جسم پر ایسی نجاست ہو جو معاف نہ ہو)۔

نومسلم حضرات سے جہل کی بنا پر ہونے والی غلطیوں سے درگزر کیا گیا ہے، اسی طرح جو شخص دوردراز علاقے کا ہو لاعلمی کے سبب ان سے ہونے والی غلطیوں میں انہیں معذور سمجھا گیا ہے، علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں:

" کل من جهل تحریم شیء مما یشترک فیه غالب الناس لم یقبل۔إلا أن یکون قریب عهد

بالإسلام أو نشأ ببادية بعيدة يخفى فيها مثل ذالک کتحريم الزنا والقتل والسرقة والخمر والكلام في الصلاة۔"(الاشباہ والنظائر للسیوطی ۱/۲۰۰)۔

جہل کی بابت فقہائے مالکیہ کا موقف:

فقہائے مالکیہ نے بھی جہل کو ایک عذر شرعی قرار دیا ہے، ایسے حضرات جو شریعت کے احکام سے ناواقف ہوتے ہیں ان کے جہل اور ناواقفیت کو بطور عذر تسلیم کیا گیا ہے، چنانچہ افطار صوم رمضان میں وجوب کفارہ کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ روزہ توڑنے والا شخص جانتا ہو کہ روزہ توڑنا حرام ہے، چنانچہ شیخ خرشی تحریر فرماتے ہیں:

"**ورابعها أن يكون عالما بحرمة الموجب الذي فعله فلا كفارة على جاهل وهو من لم يستند بشيء كحديث عهد بالاسلام يظن أن الصوم لا يحرم الجماع وجامع، فإنه لا كفارة عليه۔**" (شرح مختصر خلیل للخرشی ۲/۲۵۲)۔

ایسے مسائل جن میں جہل ولاعلمی کو عذر نہ قرار دینے سے حرج وتنگی لازم آتی ہو ان میں جہل کو عذر مانا گیا ہے، مثلاً: کوئی شخص بطور کفارہ مسلسل دو مہینے کے روزے رکھ رہا ہو، کسی ابر آلود موسم کے روز وہ لاعلمی سے غروب آفتاب سے پہلے افطار کرلے پھر معلوم ہو کہ ابھی غروب آفتاب نہیں ہوا تھا تو اس صورت میں اسے چاہئے کہ وہ اس کے بدلے میں ایک دن اور روزہ رکھ لے، لیکن اس کے روزوں کا تسلسل ختم نہیں ہوگا بلکہ اس کو جاری مانا جائے گا۔ شیخ سحنون لکھتے ہیں:

"**ابن وهب عن ابن جريج عن عطاء ابن أبي رباح وعمرو ابن دينار في الرجل يفطر في اليوم المغيم يظن أن الليل قد دخل عليه في الشهرين المتتابعين قالا: نرى أن يبدله ولا يستانف شهرين آخرين**"(المدونۃ ۲/۳۳۱)۔

جہل کی بابت فقہائے حنابلہ کا موقف:

فقہ حنبلی میں بھی بے شمار مسائل میں جہل کو ایک عذر شرعی قرار دیا گیا ہے، فقہ حنبلی کے مطابق انسان میں اصل جہل وناواقفیت ہے، الاقناع میں ہے:

"**من قال: إن الأصل في الإنسان العدالة فقد أخطأ، وإنما الأصل الجهل الظلم لقوله تعالىٰ: إنه كان ظلوما جهولا**"(الاحزاب:۷۲)۔

(جولوگ اس بات کے قائل ہیں کہ انسان میں اصل جہالت ہے، تو اس نے غلطی کی ہے، اصل تو جہالت وظلم ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک وہ بے ترس اور نادان ہے)۔

اسی وجہ سے فقہاء حنابلہ نے لکھا ہے کہ تارک صلاۃ اگر نو مسلم ہو یا کسی دور دراز علاقے میں پرورش یافتہ ہونے کے سبب نماز کی فرضیت کے حکم سے ناواقف ہو تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، بلکہ اسے سمجھایا جائے گا۔

" وجملة ذلک أن تارک الصلوة لا يخلوإما أن يكون جاحدا لوجوبها أوغير جاحد، فإن كان جاحدا لوجوبها نظر فيه، فإن كان جاهلا به وهو من يجهل ذلک كالحديث الإسلام، والناشى ببادية عرف وجوبها، وعلم ذالک، ولم يحكم بكفره، لأنه معذور" (المغنی لابن قدامہ ۲/۳۲۹)۔

اگر کوئی شخص زنا وغیرہ کی حرمت سے ناواقف ہو تو اس کے ارتکاب سے اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔

"فإن لم يعلم تحريم ذالک فلا حد عليه لعذر الجهل" (المغنی ۹/۵۷)۔

اگر کسی شخص کو شراب کی حرمت کا علم نہ ہو اب وہ شراب پی لے تو اس کے جہل کو عذر قرار دیتے ہوئے اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔

" فأما من شربها غير عالم بتحريمها فلا حد عليه أيضا، لأن عمر و عثمان قالا: لا حد إلا على من علمه " (المغنی ۹/۱۶۲)۔

(پس جو شخص شراب کی حرمت کو جانے بغیر اسے پی لے تو اس کو بھی حد نہیں لگائی جائے گی، اس لئے حضرت عمر اور عثمانؓ فرماتے ہیں حد اسی کو لگائی جائے گی جو اس کو جانتا ہو)

☆☆☆

جہل کے عذر ہونے میں دارالاسلام اور دارالحرب کا فرق

مولانا رحمت اللہ ندوی☆

آغاز گفتگو:

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہے کہ علم کی ضد جہل ہے، علم روشنی ہے اور جہل تاریکی، جب آدمی کا کنکشن علم سے جڑتا ہے تو اس کا قلب ونظر روشن اور ظاہر وباطن منور ہوجاتا ہے، ورنہ وہ ظلمت جہل میں بھٹکتا اور ٹامک ٹوئیاں مارتا رہتا ہے، الحاد ودہریت اور شرک وبدعت وغیرہ کی تہہ میں یہی جہل پوشیدہ ہے، جہالت، ضلالت کے راستہ پر ڈال دیتی ہے، پھر انسان حماقت کے ایسے گل کھلاتا اور نمونے پیش کرتا ہے کہ عقل انسانی حیران وششدر رہ جاتی ہے، اور سلیم العقل شخص محوحیرت ہوجاتا ہے۔

بہرحال شریعت کی بنیاد تیسیر اور دفع حرج پر ہے، اس کے باوجود اس نے عوارض سماویہ اور غیر سماویہ کی وجہ سے تسہیل کی رخصت بھی دی ہے، اور فقہاء نے اسباب تخفیف کو جن سات بنیادی اسباب میں محدود کیا ہے، ان میں ایک سبب جہل ہے (تفصیل کے لئے ''الوجیز'' ص ۱۳۷، ۱۳۸ دیکھیں)۔

اس وقت اس کا سراغ لگانا مقصود ہے کہ جہل (ناواقفیت) احکام شرعیہ میں کب اور کس وقت عذر ہے اور کب اور کس کے لئے عذر نہیں ہے۔

جہل کی تعریف:

لغت میں جہل علم کی ضد ہے، ''**نقیض العلم**'' اور اصطلاح شریعت میں مختلف تعریف کی گئی ہے، ''موسوعہ فقہیہ'' میں ہے: ''**هو اعتقاد الشئ علی خلاف ماهو علیه**'' (الموسوعة الفقهیه ۱۶/۱۹۷، نیز دیکھئے: الجہل وأثرہ ص ۱۴)، اسی طرح ''قواعد الفقہ'' میں بھی ہے (قواعد الفقہ/۲۵۶، مزید دیکھیں: لسان العرب ودیگر کتب لغت واصول فقہ)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں: ''جہل'' علم کی ضد ہے، جہل کی مختلف تعریف کی گئی ہے، تاہم اس

☆ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔

کی سب سے صحیح تعریف وہ ہے جو ابن ہمام اور ابن نجیم وغیرہ نے کی ہے کہ علم کی صلاحیت کے باوجود علم سے محروم ہونا جہل ہے، ’’**عدم العلم عما من شأنه العلم**‘‘ (قاموس الفقہ ۳/ ۱۶۵، بحوالہ الأشباہ مع الغمز ۳/ ۲۹۶)۔

اگر آدمی کو اپنے جہل کا احساس بھی ہو تو یہ ’’جہل بسیط‘‘ ہے، اور اگر جہل کے باوجود اس کو اپنے بارے میں ’’علم‘‘ کا خیال پیدا ہو جائے تو اس دوگانہ جہالت کا نام اہل فن کی زبان میں ’’جہل مرکب‘‘ ہے (ایضا)۔

موسوعہ میں جہل کی دونوں قسمیں: بسیط اور مرکب، کی یہ تعریف ہے:

۱-’’**الجهل البسيط: هو عدم العلم ممن شأنه أن يكون عالما**‘‘ (الموسوعۃ الفقہیہ ۱۶/ ۱۹۷) (جس کو واقف کار ہونا چاہئے، اس کا ناواقف ہونا)۔

۲-الجہل المرکب (ناواقف ہونا) ’’**عبارة عن اعتقاد جازم غير مطابق للمواقع**‘‘ (الموسوعۃ الفقہیہ ۱۶/ ۱۹۷) (ایسا مستحکم اعتقاد جو حقیقت کے خلاف ہو)۔

جہل کے مرادف الفاظ، نسیان اور سہو ہیں (تفصیل کے لئے الموسوعۃ الفقہیہ ۱۶/ ۱۹۷، اور احکام القرآن للجصاص ۱/ ۶۵۲، ۶۵۳ دیکھیں، جہل بسیط اور مرکب کی تفصیل کے لئے دیکھیں: الجہل وأثرہ علی الأحکام العملیہ ص ۱۸ تا ۳۱)۔

جہل کی قسمیں:

بنیادی طور پر جہل کی دو قسمیں ہیں: جہل باطل، جہل غیر باطل۔

الف-جہل باطل وہ ہے جو عذر نہ بن سکے، جیسے کفار کا اللہ کی صفات اور احکام آخرت سے جہل۔

ب-جہل غیر باطل، یا جہل مقبول، جو عذر بن سکے، وہ اجتہادی مسائل ہیں، جہاں اجتہاد صحیح ہو اور وہ اجتہاد، کتاب وسنت اور اجماع کے خلاف نہ ہو، جیسے حجامہ (پچھنا) کو مفطر صوم سمجھ کر روزہ توڑ دینے والے پر کفارہ لازم نہ ہونا، اسی طرح دار الحرب میں نو مسلم کا احکام شرعیہ سے جہل عذر بن سکتا ہے۔

صاحب ’’مسلم الثبوت‘‘ نے جہل کی درج ذیل قسمیں کی ہیں:

۱-وہ جہل جو عقل پرستی اور ضرورت سے زیادہ عقل پر اعتماد کر کے قطعی دلیل کو ترک کر دینے سے ہو، جیسے کافر کا جہل، کسی بھی حال میں عذر نہیں، بلکہ دنیا وآخرت میں مواخذہ ہوگا۔

۲-وہ جہل جو عقل پرستی سے ہو اور واضح دلیل کا ترک بھی ہو لیکن عقلی مکابرہ پہلے سے کم ہو، کیونکہ یہ جہل، کتاب یا سنت کی طرف منسوب شبہ کی وجہ سے پیدا ہو رہا ہے، یہ جہل خواہش پرست، گمراہ فرقوں کا ہے، یہ بھی عذر نہیں۔

۳-وہ جہل جو اجتہاد اور دلیل شرعی سے لاحق ہو، لیکن ان امور میں ہو جن میں اجتہاد، کتاب یا سنت یا حدیث مشہور یا اجماع کی مخالفت لازم آنے کی وجہ سے جائز نہ ہو، تو اگر چہ یہ گناہ میں عذر ہے، لیکن حکم میں عذر نہیں، یعنی گناہ اگر چہ

نہ ہوگا، لیکن حکم لگے گا، اس کے مطابق فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔

۴- مجتہد فیہ امور میں اجتہاد کی وجہ سے پیدا ہونے والا عذر، عذر ہے۔ اور اس کے مطابقہ فیصلہ نافذ ہوگا۔

۵- شبہ یا خطا سے پیدا ہونے والا جہل، جیسے اجنبیہ کو اپنی بیوی سمجھ کر وطی کرنے والا، تو یہ ایسا عذر ہے کہ حد ساقط ہوجائے گی۔

۶- ایسا جہل جو کسی عذر کی وجہ سے ضرورۃ لازم آئے وہ عذر بھی حد کو ساقط کرنے والا ہے، جیسے مسلمان کا دار الحرب میں احکام سے ناواقفیت، تو شرب خمر پر حد نہ ہوگی (الموسوعۃ الفقہیہ ۱۶/۲۰۰)۔

باعتبار عذر اور شبہ جہل کی قسمیں:

عذر اور شبہ کے اعتبار سے جہل کی تین یا چار قسمیں ہیں: اجمال یہ ہے:

۱- وہ جہل، جو عذر اور شبہ نہ بن سکے، ۲- وہ جہل جو شبہ بن سکے، ۳- وہ جہل جو عذر ہو سکے۔

یہ تقسیم مؤلف ''المنار'' کی ہے، اور علامہ ابن ہمام نے ''التحریر'' میں ان کی پیروی کی ہے، بعض نے چوتھی قسم کا اضافہ کیا ہے اور ترتیب میں اول کے بعد رکھا ہے، مذکورہ بالا قسموں کے اجمالی کی تفصیل یہ ہے:

۱- جو جہل نہ عذر ہو اور نہ شبہ، اس کی چار قسمیں ہیں:

الف- اللہ کی ذات وصفات سے جہل۔

ب- مبتدع کا جہل: جیسے معتزلہ، جو اللہ کی صفات، عذاب قبر، شفاعت اور آخرت میں رؤیت باری تعالی کے ثبوت کے منکر ہیں، حالانکہ ان پر دلائل ظاہر اور واضح طور پر موجود ہیں۔

ج- باغی کا جہل: یہ وہ مسلمان ہے جو امام برحق مثلاً خلفاء راشدین اور ان کے راستہ پر گامزن، کے خلاف خروج کرے، اور تاویل فاسد کے ذریعہ خود کو حق پر سمجھے اور امام کو باطل پر (مزید تفصیل ''تیسیر التحریر شرح کتاب التحریر'' ۴/۲۱۱ تا ۲۱۹ پر دیکھیں)۔

د- اس شخص کا جہل جس کا اجتہاد، ظاہری نص اور واضح دلائل کے خلاف اور معارض ہو۔

۲- وہ جہل جو شبہ بن سکے:

اس جہل سے حدود وکفارات ساقط ہوجاتے ہیں اور وہ ان کے علاوہ میں عذر ہوتا ہے، جیسے: صحیح اجتہاد کی جگہ جہل، جس میں مجتہد ادلہ ظاہرہ کی مخالفت نہ کرے۔

اسی قبیل سے شبہ کی جگہ میں جہل ہے، جیسے: اپنی بیوی یا اپنے لڑکے کی باندی کو حلال سمجھ کر زنا کرنے والے کا جہل، تو شبہ کی بنیاد پر اسے حد نہیں لگائی جائے گی۔

۳- وہ جہل جو عذر ہوتا ہے:

فقہاء کہتے ہیں: وہ شخص جو دارالحرب میں اسلام قبول کرے اور شعائر اسلام سے ناواقفیت کی وجہ سے ان کو انجام نہ دے سکے، تو اس کا مواخذہ نہ ہوگا، اور نہ اس پر نماز وغیرہ کی قضا ہے، کیونکہ وہ طلب دلیل میں کوتاہ نہیں، اس لئے کہ اس کے دار میں مشہور نہیں، لیکن اگر مشہور ہو تو عذر قبول نہیں، فقہاء نے اس کی مثال، وکیل کا معزولی سے ناواقفیت سے بھی دی ہے، کہ اس کا تصرف درست ہے اور معزولی کے علم سے پہلے نافذ ہوگا، اسی طرح شفیع بالبیع کا جہل ہے کہ اس کو علم ہونے تک شفعہ کا حق رہے گا۔

حنفیہ کے علاوہ حضرات کے نزدیک جہل کی دو صورتیں ہیں:

۱- جہل مقبول: یہ عذر ہے اور شرعی مواخذہ نہ ہوگا، ۲- جہل غیر مقبول، جس کا حامل، معذور نہ قرار دیا جائے۔

اس کو احناف کی سابقہ تقسیم کا مختصر خلاصہ بھی کہا جاسکتا ہے (الجہل وأثرہ علی الأحکام العملیہ ۲۵-۲۷)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں: احناف کے نزدیک جہل کی چار قسمیں ہیں:

جہل باطل، موقع اجتہاد میں جہل، دارالحرب میں جہل، جلب اختیار یا سلب اختیار سے جہل۔

اول الذکر تین قسموں کی وضاحت آچکی ہے، آخر الذکر کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اختیارات یا سلب اختیار کی شرطوں سے واقف نہ ہونا، یہ عذر معتبر ہوگا، جیسے خیار بلوغ یا خیار عتق یا وکیل کا معزولی سے واقف نہ ہونا (تفصیل قاموس الفقہ ۱۶۶/۳-۱۶۷ پر دیکھیں)۔

شوافع کے یہاں کئی قسمیں ہیں:

۱- شریعت کے حکم کی عدم تعمیل سے فرض معاف نہ ہوگا، بلکہ اس کا تدارک واجب ہے، جیسے بدن یا لباس پر اتنی مقدار میں نجاست، جو مانع جواز صلاۃ ہو، معلوم ہونے پر قضا واجب ہوگی، یا مالدار کو محتاج سمجھ کر زکوۃ دی تو زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

۲- شریعت کی ممانعت کا ناواقفیت میں ارتکاب، جیسے ناواقفیت میں شراب نوشی، یا نماز میں کلام، اعتکاف کی حالت میں جماع وغیرہ تو عبادت فاسد نہ ہوگی اور کفارہ یا فدیہ واجب نہ ہوگا، بشرطیکہ اس کی وجہ سے کسی اور کا حق تلف نہ ہو۔

۳- ممانعت کا ارتکاب اس طرح کہ خود کا یا کسی اور کا حق تلف ہو، مثلاً غاصب نے مغصوبہ کھانا پیش کیا اور ناواقفیت میں اس نے کھالیا تو اگر یہ کسی اور کا غصب شدہ سامان ہے تو کھانے والے پر تاوان ہے، ورنہ نہیں۔

۴- کسی ایسے ممنوع بات کا حکم شرعی سے ناواقفیت یا خود اس شئی کے بارے میں ناآگہی کی وجہ سے ارتکاب کرے جو شرعاً عقوبت و سزا کا موجب ہو تو اس پر سزا جاری نہ ہوگی، مثلاً قتل کی حرمت سے واقف نہ ہو اور قتل کردے تو قصاص واجب نہ ہوگا (قاموس الفقہ ۱۶۸/۳ ملخصا)۔

جہل کے اصول وضوابط:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے اعتبار جہل کے دو بنیادی اصول یہ تحریر فرمائے ہیں:

۱-ایسی چیزیں جن کی حرمت سے عام طور پر لوگ واقف ہوتے ہیں، اگر کوئی شخص ناواقفیت اور جہل کا عذر کرے تو اسی وقت معتبر ہوگا جبکہ وہ نومسلم ہو یا ایسے دور دراز دیہات اور صحراء کا باشندہ ہو کہ وہاں تک علم کی روشنی نہ پہنچی ہو، زنا، قتل، چوری، شراب، نماز میں گفتگو اور روزہ میں کھانا وغیرہ کا شمار اسی قسم کے احکام میں ہے۔

۲-کسی فعل کی حرمت سے آگاہ ہو، مگر اس پر احکام مرتب ہوتے ہیں، ان سے ناواقف ہو، تو یہ ناواقفیت اس کے لئے چنداں مفید نہ ہوگی، مثلاً: شراب وزنا کی حرمت سے واقف ہو، لیکن ان کے سزا سے ناواقف ہو تو ان جرائم کے ارتکاب کی صورت میں شرعی سزا (حد) نافذ کی جائے گی، قتل کی حرمت سے واقف ہو، مگر یہ معلوم نہ ہو کہ قاتل بطور قصاص قتل کر دیا جاتا ہے، تب بھی قتل کی وجہ سے قصاص اس پر جاری ہوگا، یہ جانتا ہو کہ حالت احرام میں خوشبو کا استعمال ممنوع ہے، مگر یہ معلوم نہ ہو کہ اس پر فدیہ بھی واجب ہوتا ہے، تب بھی خوشبو لگانے پر فدیہ واجب ہوگا (قاموس الفقہ ۳/۱۶۹، موسوعہ فقہیہ ۱۶/۱۹۹، پہلا اصول، امام سیوطی کا قول ہے)۔

ایک جگہ ایک اصول اور لکھا ہے کہ ''دفع فساد'' کے لئے جہل کا اعتبار ہوگا، جیسے بڑی بیوی کا اپنے شوہر کی شیر خوار بیوی کو دودھ پلا دینے سے نصف مہر کی ذمہ دار نہ ہونا۔

کلمہ کفر کہہ دیا، لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ اس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے تو بعض فقہاء نے اسے معذور مانا ہے (قاموس الفقہ ۳/۱۶۷)۔

شیخ بدر بن محمد بن عبدالعزیز الحمود اپنے ماجستر کے رسالہ ''الجهل وأثره في الأحكام الشرعية العملية'' میں جہل کے عذر ہونے میں فقہی قواعد وضوابط لکھے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے:

۱-یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جہل اسلامی شریعت میں عفو وتخفیف کے اسباب میں سے ہے۔

دلیل اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **''لا يؤاخذكم الله باللغو في أيمانكم ولكن يؤاخذكم بما عقدتم الأيمان''** (مائدہ:۸۹)۔

اور اللہ تعالی کا قول: **''ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا''** (بقرہ:۲۸۶)۔

اس آیت میں خطأ کی تفسیر ''حکم شرعی سے ناواقفیت کی وجہ سے درست عمل نہ کرنے'' سے کی گئی ہے، حدیث قدسی: **''قد فعلت''** (مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان ما جاء أنہ سبحانہ لم یکلف إلا ما یطاق:۱۲۶)۔

۲-جمہور اہل علم کے نزدیک صحت تکلیف کے لئے مکلّف کا اس چیز کو جاننا شرط ہے جس کا وہ مکلّف بنایا گیا ہے۔

۳-چند اہم شبہات، بلکہ بعض جزئیات کا آغاز:

الف-اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جہل، آخرت میں گناہ اور سزا دونوں کو ساقط کردیتا ہے۔

ب-اسی طرح ان کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ جہل تمام احکام کے لئے مسقط نہیں ہے۔

ج-اس پر بھی اتفاق ہے کہ جہل مامورات کے ترک میں مطلق عذر نہیں ہے، کیونکہ مامور ترک کرنے والے نے اس کی ادائیگی نہ کی جس کا اسے حکم دیا گیا تھا، تو وہ امر کے دائرہ میں ہے، جب تک اسے انجام نہ دے دے، جہاں تک ممنوع کی بات ہے تو اس فعل کے وقت جہاں کا وجود اسے معدوم کے حکم میں کردے گا۔

۴-فقہاء اس پر متفق ہیں کہ کسی چیز کی حرمت کا علم اور اس کی سزا سے ناواقفیت، عذر نہیں ہے، جیسے کوئی شخص زنا کی حرمت کا علم رکھتا ہو لیکن اس کی سزا کا علم نہ ہو تو اس کی وجہ سے وہ معذور نہ ہوگا۔

۵-اس پر اتفاق ہے کہ آدمیوں کے حقوق، جہل، خطا اور نسیان کی وجہ سے بالکلیہ ساقط نہیں ہوتے۔

۶-"**الجهل بمعنى اللفظ مسقط لحكمه**" (تلفظ سے ناواقفیت، حکم کو ساقط کردے گا)۔

یہ قاعدہ زرکشی نے بیان کیا ہے اور سیوطی نے "اشباہ" میں ان کی پیروی کی ہے، اور اس کی مثال یہ دی ہے کہ عجمی، اگر طلاق، عتاق، بیع، شراء وغیرہ کے الفاظ بولے تو ان میں سے کسی چیز سے اس کا مواخذہ نہ ہوگا، کیونکہ اس نے حکم اور مقتضی کا التزام نہیں کیا ہے (الجہل وأثرہ، ص۲۹ تا ۳۱)۔

دو اہم تنبیہ:

علامہ زرکشیؒ نے دو اہم تنبیہ نقل کی ہے:

۱-جہل، حقوق اللہ کے ساتھ مختص نہ ہو، بلکہ دو آدمیوں کے حقوق میں جاری ہو۔

"**قال القاضي حسين: لو أن رجلاً قتل رجلاً وادعى الجهل بتحريم القتل، وكان مثله يخفى عليه ذلک، يقبل قوله في إسقاط القصاص، وعليه الدية مغلظة، قال الزركشي: وفيما قاله (القاضي) نظر قوي**" (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۰۱/۱۶)۔

(قاضی حسینؒ فرماتے ہیں: اگر کوئی آدمی، کسی آدمی کو قتل کردے اور حرمت قتل کی جہالت کا دعوی کرے، اور اس جیسے شخص پر یہ بات مخفی ہوسکتی ہو، تو قصاص کو ساقط کرنے میں اس کی بات مان لی جائے گی، اور اس پر دیت مغلظہ ہوگی، علامہ زرکشی فرماتے ہیں: قاضی کی بات میں قوی غور وفکر ہے)۔

۲-دوسری تنبیہ: جاہل کو معذور قرار دیئے جانے کا حکم تخفیف کے قبیل سے ہے، من حیث الجہل، جہل کو عذر نہیں مانا گیا ہے، اسی لئے امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

”لو عذر الجاهل لأجل جهله لكان الجهل خيرا من العلم، إذ كان يحط عن العبد أعباء التكليف، ويريح قلبه من ضروب التعنيف، فلا حجة للعبد في جهله بالحكم بعد التبليغ والتمكين، لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل“(نساء:۱۶۵)(اگر جاہل کو جہل کی وجہ سے معذور سمجھا جائے تو جہل، علم سے بہتر ہوگا، کیونکہ وہ بندہ سے تکلیف کو بوجھ اتار دے گا، اور تشدد و مشقت کی قسموں سے اس کے دل کو راحت بخشے گا، لہذا تبلیغ و تمکین کے بعد بندہ کے لئے اس کا جہل، حکم میں حجت نہیں، تاکہ رسولوں کی بعثت کے بعد لوگوں کے لئے اللہ کے خلاف کوئی حجت نہ رہ جائے (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۰۱/۱۶)۔

ایمان کی تعریف:

ایمان کی تعریف جمہور امت کے نزدیک یہ ہے:”تصدیق النبی ﷺ فیما علم مجیئہ بہ ضرورۃ“(نبی کریم ﷺ کی تصدیق کرنا، ان امور میں جن کا بیان کرنا اور حکم کرنا رسول اللہ ﷺ سے ضرورۃ ثابت ہو، یعنی ایسا یقین ثابت ہو کہ علماء کے سوا عوام بھی اس کو جانتے ہوں)۔

کفر کی تعریف:

کفر کی تعریف اس کے بالمقابل یہ ہوگی کہ جن چیزوں کا لانا رسول اللہ ﷺ سے ضروری اور قطعی طور پر ثابت ہو، ان میں سے کسی کا انکار کفر ہے، تو جو شخص ایسی ضروریات دین میں تاویل کر کے اس حکم کو بدلے وہ آپ کی لائی ہوئی تعلیم کا انکار کرتا ہے (دین وشریعت کی بنیادی:۲۲۲)۔

ضروریات دین:

ضروریات دین سے مراد وہ احکام ومسائل ہیں جو اسلام اور مسلمانوں میں اتنے متواتر اور مشہور ہوں کہ مسلمانوں کے ان پڑھ جاہلوں تک کو بھی ان سے واقفیت ہو، جیسے پانچ نمازوں کا فرض ہونا، صبح کی دو، ظہر کی چار رکعت کا فرض ہونا، رمضان کے روزے فرض ہونا، سود، شراب، خنزیر کا حرام ہونا وغیرہ، اگر کوئی شخص ان مسائل سے متعلق آیات قرآن میں ایسی تاویل کرے جس سے مسلمانوں کا متواتر اور مشہور مفہوم الٹ جائے، وہ بلا شبہ باجماع امت، کافر ہے، کیونکہ وہ درحقیقت رسول اللہ ﷺ کے تعلیم سے انکار ہے (دین وشریعت کی بنیادی:۲۲۱)۔

قطعیات اور ضروریات دین کا فرق:

حضرت مفتی شفیع عثمانیؒ دونوں کا فرق واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:......احکام قطعیہ اگر مسلمانوں کے ہر طبقہ خاص وعام میں اس طرح مشہور ومعروف ہو جائیں کہ ان کا حاصل کرنا کسی خاص اہتمام اور تعلیم وتعلم پر موقوف نہ رہے، بلکہ

عام طور پر مسلمانوں کو وراثۃً وہ باتیں معلوم ہوجاتی ہوں، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ کا فرض ہونا، چوری، شراب خوری، کا گناہ ہونا، حضور ﷺ کا خاتم الانبیاء ہونا وغیرہ، تو ایسے احکام قطعیہ کو ضروریات دین کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور جو اس درجہ مشہور نہ ہوں، وہ صرف ''قطعیات'' کہلاتے ہیں، ضروریات نہیں (ایضا:۲۳۹)۔

اور ضروریات اور قطعیات کے حکم میں یہ فرق ہے کہ ضروریات دین کا انکار باجماع امت مطلقا کفر ہے، ناواقفیت و جہالت کو اس میں عذر نہ قرار دیا جائے گا، اور نہ کسی کی تاویل سنی جائے گی۔

اور قطعیات محصنہ جو شہرت میں اس درجہ کو نہیں پہنچتے تو حنفیہ کے نزدیک اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کوئی عامی آدمی بوجہ ناواقفیت و جہالت کے ان کا انکار کر بیٹھے تو ابھی اس کے کفر وارتداد کا حکم نہ کیا جائے گا، بلکہ پہلے اس کو تبلیغ کی جائے گی کہ یہ حکم، اسلام کے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت احکام میں سے ہے، اس کا انکار کفر ہے، اس کے بعد بھی اگر وہ اپنے انکار پر قائم رہے، تب کفر کا حکم کیا جائے گا (یہاں مسامرہ ص ۱۴۹، کی عبارت نقل کی ہے)، اس کے بعد لکھتے ہیں:

اور جو حکم قطعی الثبوت تو ہو، مگر ضرورت کی حد کو نہ پہنچا ہو، جیسے (میراث میں) اگر پوتی اور بیٹی حقیقی جمع ہوں تو پوتی کو چھٹا حصہ ملنے کا حکم، اجماع امت سے ثابت ہے، سو ظاہر کلام حنفیہ کا یہ ہے کہ اس کے انکار کی وجہ سے کفر کا حکم کیا جائے، کیونکہ انہوں نے قطعی الثبوت ہونے کے سوا اور کوئی شرط نہیں لگائی (الی قولہ) مگر واجب ہے کہ حنفیہ کے اس کلام کو اس صورت پر محمول کیا جائے کہ جب منکر کو اس کا علم ہو کہ یہ حکم قطعی الثبوت ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس طرح کفر و ارتداد کی ایک قسم تبدیل مذہب ہے، اسی طرح دوسری قسم یہ بھی ہے کہ ضروریات دین اور قطعیات اسلام میں سے کسی چیز کا انکار کردیا جائے، یا ضروریات دین میں سے کوئی ایسی تاویل کی جائے جس سے ان کے معروف معانی کے خلاف معنی پیدا ہوجائیں اور غرض معروف بدل جائے اور ارتداد کی اس قسم دوم کا نام قرآن کی اصطلاح میں الحاد ہے (دین وشریعت کی بنیادی ۲۳۹-۲۴۱)۔

اقسام کفر:

شرح مقاصد میں علامہ تفتازانی، اقسام کفر کی تفصیل اس طرح نقل فرماتے ہیں: یہ بات ظاہر ہوچکی ہے کہ کافر اس شخص کا نام ہے جو مومن نہ ہو، پھر اگر وہ ظاہر میں ایمان کا مدعی ہو تو اس کو منافق کہیں گے، اور اگر مسلمان ہونے کے بعد کفر میں مبتلا ہوا ہے تو اس کا نام مرتد رکھا جائے گا، کیونکہ وہ اسلام سے پھر گیا ہے، اور اگر دو یا دو سے زیادہ معبودوں کی پرستش کا قائل ہو تو اس کو مشرک کہا جائے گا، اور اگر ادیان منسوخہ یہودیت وعیسائیت وغیرہ میں کسی مذہب کا پابند ہو تو اس کو کتابی کہیں گے، اور اگر عالم کے قدیم ہونے کا قائل ہو اور تمام واقعات وحوادث کو زمانہ کی طرف منسوب کرتا ہو تو اس کو دہریہ کہا جائے گا، اور اگر وجود باری تعالی ہی کا قائل نہ ہو تو اس کو معطل کہتے ہیں، اور اگر نبی کریم ﷺ کی نبوت کے اقرار اور

شعائر اسلام نماز، روزہ وغیرہ کے اظہار کے ساتھ کچھ ایسے عقائد رکھتا ہو جو بالاتفاق کفر ہیں تو اس کو زندیق کہا جاتا ہے (دین و شریعت کی بنیادیں ۲۴۱، ۲۴۲)۔

ضابطہ تکفیر:

تکفیر مسلم کے بارے میں ضابطہ شرعیہ یہ ہے کہ جب تک کسی شخص کے کام میں تاویل صحیح کی گنجائش ہو اور اس کے خلاف کی تصریح متکلم کے کلام میں نہ ہو یا اس عقیدہ کے کفر ہونے میں ادنی سے ادنی اختلاف ائمہ اجتہاد میں واقع ہو، اس وقت تک اس کے کہنے والے کو کافر نہ کہا جائے، لیکن اگر کوئی شخص ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے یا کوئی ایسی ہی تاویل وتحریف کرے جو اس کے اجماعی معانی کے خلاف معنی پیدا کردے تو اس شخص کے کفر میں کوئی تأمل نہ کیا جائے (ایضا:۲۴۹)۔

ناواقفیت میں کلمہ کفر کا تلفظ:

اگر کوئی شخص کلمہ کفر اعتقاد کے ساتھ ادا کرتا ہے تو اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں، اور اگر یہ نہیں سمجھتا ہے کہ یہ لفظ کفر ہے، مگر اختیار سے ادا کیا ہے تب بھی عام علماء کے نزدیک کافر ہوجائے گا، اور جہل کی وجہ سے معذور نہ قرار دیا جائے گا، بعض علماء کہتے ہیں کہ کافر نہیں ہوگا۔ اور جہل عذر ہے، یہی مفتی بہ قول ہے، "**قال الحموي: إن تلفظ بلفظ الكفر عن اعتقاد،لاشک أنه يكفر، وإن لم يعتقد أنها لفظ الكفر، إلا أنه أتى به عن اختيار ،فيكفر عند عامة العلماء، ولا يعذر بالجهل، وقال بعضهم: لا يكفر، والجهل عذر، وبه يفتى**" (الموسوعۃ الفقہیہ ۱۶/۲۰۶)۔

علامہ یوسف القرضاوی تحریر فرماتے ہیں: "......**فأما من لم تبين له الهدى، بأن لم تبلغها الدعوة أصلاً، أو بلغته بلوغا مشوها لا يحمل على النظر والبحث فيها، فهو معذور، وقد قال تعالى:وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا**" (اسراء ۱۵، فی فقہ الأولیات/ ۱۴۳) (جس پر ہدایت واضح نہ ہوسکی، اس طور پر کہ یا تو سرے سے دعوت ہی نہ پہنچی ہو، یا پہنچی، لیکن بگڑی ہوئی شکل میں جو اسے غور وخوض اور تلاش وجستجو پر آمادہ نہ کرسکے، تو وہ معذور ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: اور ہم سزا دینے والے نہیں جب تک کہ کوئی رسول نہ بھیج دیں)۔

دارالاسلام اور دارالحرب کا فرق:

فقہاء نے احکام عملیہ میں دارالحرب اور دارالاسلام کا فرق کیا ہے، کیونکہ دارالاسلام میں احکام ومسائل سیکھنے کے مواقع ہوتے ہیں اور دارالحرب میں یا تو ہوتے ہی نہیں یا کم ہوتے ہیں، اس لئے دارالحرب میں جہل بعض احکام اور صورتوں میں عذر ہے، جبکہ دارالاسلام میں عذر نہیں، مؤلف "الوجیز" نے وہ عوارض جو احکام میں تخفیف وتسہیل کا باعث ہوتے ہیں،

ان کی دو قسمیں، عوارض سماویہ اور عوارض غیر سماویہ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"أما العوارض المكتسبة: فمنها الجهل بالشريعة في دار الحرب من مسلم لم يهاجر إلينا، فيعذر بالجهل بالأحكام" (الوجیز ص ۱۳۷)۔

شہوت کے ساتھ نظر اور مس کا حکم:

"مس بالشہوۃ" اور "نظر بالشہوۃ" سے حرمت مصاہرت کا ثبوت صرف مالکیہ اور حنفیہ کے یہاں ہے، بقیہ کے نزدیک یہ دونوں موجب حرمت مصاہرت نہیں ہیں، حنفیہ کے یہاں مرد کا عورت کو مس کرنے میں حد شہوت یہ ہے کہ عضو مخصوص میں حرکت پیدا ہو جائے، یا اگر مس سے پہلے ہی آلہ منتشر ہے تو یہ انتشار بڑھ جائے، اور عورت کا آدمی کو مس کرنے میں حد شہوت یہ ہے کہ اس کے دل میں حرکت پیدا ہو جائے اور وہ لذت محسوس کرے، اور آدمی کو ظن غالب ہو کہ عورت اس اطلاع میں سچی ہے کہ اسے چھونے میں تلذذ محسوس ہوا ہے، پھر یہ بھی شرط ہے کہ لذت، مس سے ملی ہوئی ہو، اگر مس تو لذت کے بغیر ہوا، لیکن بعد میں لذت محسوس ہوئی تو عورت حرام نہ ہوگی، یہ بھی شرط ہے کہ مس سے انزال نہ ہو، اور ممسوسہ نو سال کی عمر سے کم نہ ہو، اور ماس کو شہوت ہو۔

اور نظر بالشہوۃ سے حرمت مصاہرت کے لئے یہ شرطیں ہیں:

۱- راجح قول کے مطابق مدور (گول) فرج کے اندر ہو، اور یہ صورت صرف اسی وقت ممکن ہے جب عورت ٹیک لگائے بیٹھی ہو، کھڑے یا بغیر ٹیک لگائے، پڑے کی شکل میں ممکن نہیں، اور اگر عورت دیکھنے والی ہو تو یہ شرط ہے کہ ذکر کو خاص طور سے دیکھے۔

۲- مس کی طرح نظر کے ساتھ بھی شہوت شامل ہو۔

۳- نفس فرج کو دیکھے، آئینہ یا پانی میں عکس نہ دیکھے، فلمی تصویریں عکس کے حکم میں ہوں گی، لہذا برہنہ تصویر دیکھنے سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔

۴- انزال نہ ہو۔

۵- منظورہ (جس عورت کو دیکھا جائے) صغیرہ، غیر مشتہاۃ یا مردہ نہ ہو، اور ناظر (دیکھنے والا شخص) مراہق نہ ہو، ورنہ حرمت ثابت نہ ہوگی (کتاب الفقہ علی المذاہب الأربعۃ ص ۸۴ کا حاشیہ نمبر ۱ دیکھیں)۔

حنفیہ کے علاوہ مالکیہ اور دیگر ائمہ کے نزدیک مس بالشہوۃ اور نظر بالشہوۃ موجب حرمت نہیں ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: "...... **كما لا يحرم الزنا، لا يحرم المس ولا النظر بشهوة على أي حال**"

(ایضاص ۸۴۸) (جس طرح زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، اسی طرح مس اور نظر بالشہوۃ سے کسی حال میں ثابت نہ ہوگی)۔

مالکیہ: "**ولا يحرم النظر إلى وجهها ويديها، وإنما يحرم تقبيل الوجه أو اليد أو الضم أو لمسها بشهوة**" (عورت کے چہرے، اوراس کے دونوں ہاتھوں کو دیکھنا موجب حرمت نہیں، بلکہ چہرہ، یا ہاتھ یا منہ کا بوسہ لینے یا عورت کوشہوت سے چھونے سے حرمت ہوگی)۔

معلوم ہوا کہ مالکیہ کے یہاں نظر کسی صورت میں موجب حرمت نہیں، البتہ لمس بالشہوۃ ہے۔

حنابلہ: "**ولا تحرم بالخلوة، ولا لتلذذ فيما دون الفرج، فلا يحرم النظر بشهوة ولا اللمس، ولا القبلة، ولا مقدمات الجماع كلها، وإنما يحرم نفس الوطء**" (ایضاص ۸۵۰، ہدایہ ثانی ص ۳۰۹)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حنابلہ کے یہاں صرف وطی محرم ہے، مس ونظر بالشہوۃ اور دواعی جماع نہیں۔

نکاح وطلاق وغیرہ کے دقیق مسائل میں جہل:

نکاح وطلاق، اور بیع وشراء وغیرہ کے بعض پیچیدہ اور دقیق مسائل میں عوام الناس کے لئے جہل، عذر ہے، قاضی حسین فرماتے ہیں:

"**كل مسألة تدق ويغمض معرفتها، هل يعذر فيها العامي؟وجهان: أصحهما: نعم**" (موسوعہ فقہیہ ۲۰۱/۱۶) (ہر دقیق اور پیچیدہ مسئلہ میں کیا عام آدمی معذور ہوگا؟ اس میں دو وجہیں ہیں، صحیح ترین وجہ یہ ہے کہ ہاں! معذور ہوگا)۔

جب عجمی کفر یا ایمان یا طلاق یا عتاق یا بیع یا شراء وغیرہ کا ایسا لفظ بولے جس کا مفہوم نہیں سمجھتا تو اس کا کچھ مواخذہ نہ ہوگا، کیونکہ اس نے حکم کا التزام اور ارادہ نہیں کیا ہے۔

"**إذا نطق الأعجمي بكلمة كفر أو أيمان أو طلاق أو اعتاق أو بيع أو شراء أو نحوه، ولا يعرف معناه، لا يؤاخذ بشئ فيه، لأنه لم يلتزم بمقتضاه ولم يقصد إليه**" (ایضا ۲۰۵)۔

اسی طرح عربی شخص کا عجمی الفاظ ادا کرنے کا حکم ہے یا عربی ہی ہے، لیکن اس عربی لفظ کا مفہوم نہیں سمجھتا جیسے: "**أنت طالق للسنة أو للبدعة**" ہے، اور مفہوم سے ناواقف ہو تو قواعد الشیخ عزالدین بن سلام میں ہے کہ مواخذہ نہ ہوگا۔

طلاق پر دلالت کرنے والے لفظ سے ناواقف شخص کی طلاق نہیں پڑتی، "**لا يقع طلاق من يجهل معنى اللفظ الدال على الطلاق**" (ایضا ۲۰۵، قواعد الأحکام فی مصالح الأنام ۲۷۶/۲)۔

''فتاوی تاتارخانیہ'' میں ابواللیث کا قول نقل کیا ہے کہ جب آدمی اپنی عورت کو''انت طالق'' کہے اور یہ نہ جانتا ہو کہ یہ طلاق کا لفظ ہے تو قضاءً طلاق ہوجائے گی اور دیانۃً نہیں ہوگی۔

"إذا قال لامرأته"أنت طالق"ولا يعرف أن هذا اللفظ طلاق، طلقت في القضاء ولا تطلق فيما بينه وبين الله تعالى"(الفتاوی التاتارخانیہ ۱۲/کتاب الطلاق/۳۹۸،نقلاعن الذخیرۃ)۔

قاضی محمود اوزجندیؒ سے جب ایک آدمی کے متعلق سوال کیا گیا جس کی بیوی نے اسے طلاق کے الفاظ سکھائے اور وہ نادانستہ کہہ دیا، تو کیا حکم ہے؟ تو وہ فرماتے ہیں، یہ مسئلہ ہمارے یہاں پیش آیا تو میں نے اہل علم سے مشورہ کیا سب نے متفقہ طور پر عدم وقوع طلاق کا فتوی دیا، تاکہ لوگوں کے اموال، باطل کرنے سے محفوظ رہیں، کسی بھی قسم کی تلبیس ہے:

"حكى عن القاضى الإمام محمود الأوزجندیؒ أنه سئل عمن لقنته امرأته طلاقا فطلقها وهو لا يعلم بذلک؟ قال: وقعت هذه المسألة بأوزجند، فقال: شاورت أصحابى في ذلک واتفقت آراؤنا أنه لا يفتى بوقوع الطلاق صيانة لأموال الناس عن الإبطال بنوع تلبيس" (ایضا،نقلاعن الجامع الأصغر)۔

چند متفرق باتیں:

علامہ سیوطی فرماتے ہیں: اگر کوئی ایسی چیز کی حرمت سے ناواقف ہے جو عموما لوگوں میں مشہور اور مشترک ہے تو دعوی جہل کا اعتبار صرف دوشکلوں میں ہوگا، یا وہ نومسلم ہو، یا کسی دور دراز دیہات میں پلا بڑھا ہو، جیسے زنا، قتل، سرقہ، شراب، نماز میں کلام اور روزہ کی حالت میں کھانے پینے کی حرمت۔

"قال السيوطی: من جهل تحريم شئ مما يشترک فيه غالب الناس لم يقبل منه دعوى الجهل، إلا أن يكون قريب عهد بالإسلام، أو نشأ ببادية بعيدة يخفى فيها مثل ذلک، كتحريم الزنى، والقتل، والسرقة، والخمر، والكلام في الصلاة، والأكل في الصوم"(موسوعہ فقہیہ ۱۶/۱۹۹)۔

علامہ زرکشیؒ فرماتے ہیں: اگر دو آدمی قتل کی گواہی دیں، پھر رجوع کرلیں اور کہیں کہ ہم نے ایسا دانستہ کیا تھا، لیکن ہمیں یہ معلوم نہ تھا کہ وہ ہماری گواہی پر قتل کردیا جائے گا، تو اس صورت میں صحیح ترین قول کے مطابق قصاص واجب نہ ہوگا، کیونکہ قتل کے لئے ان دونوں کا عمد ظاہر نہیں، اس لئے کہ یہ عوام پر مخفی رہنے والی چیز ہے۔

"قال الزركشی:لو شهدا بقتل ، ثم رجعا وقالا:تمدنا ولكن ما عرفنا أنه يقتل بشهادتنا، فلا يجب القصاص في الأصح، إذ لم يظهر تعمدهما للقتل، لأن ذلک مما يخفى على العوام"(ایضا:۲۰۰)۔

اسی طرح یہ بھی مطلق عذر ہے کہ کوئی یہ کہے کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ کھانسنے اور کھنکھارنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے یا

اتنی مقدار میں گفتگو نماز میں حرام ہے۔

خلاصہ یہ کہ جو امور لوگوں میں مشہور ہوں ان میں جہل عذر نہیں ہے، ایسے آدمی کا جو قدیم الاسلام ہو، برخلاف وہ امور جو خواص ہی جانتے ہوں۔

وہ جہل، جو حقوق اللہ سے متعلق منہیات میں ہو، عذر ہے، لیکن مامورات میں عذر نہیں۔

دلیل: حضرت معاویہ بن حکمؓ کا نماز میں گفتگو کرنے والی حدیث ہے کہ ممانعت سے ناواقفیت کی وجہ سے ان کو نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا گیا، اسی طرح حضرت یعلی بن امیہؓ کی حدیث کہ حضور نے ایک اعرابی کو جبہ نکالنے کا حکم حالت احرام میں دیا اور اس کو ناواقفیت کی وجہ سے فدیہ کا حکم نہیں دیا۔

آدمی کے حقوق میں جہاں عذر نہیں ہے، جیسے کسی شخص نے کسی بیمار شخص کو مارا، اور وہ بیماری سے ناواقف تھا اور وہ مار جان لیوا ثابت ہوگئی تو ضارب پر قصاص واجب ہوگا (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: موسوعہ فقہیہ ۱۶/ ۲۲۲)۔

☆☆☆

احکام شرعیہ پر ناواقفیت (جہل) کا اثر

مولانا ولی اللہ مجید قاسمی☆

اسلام کا دوسرا نام علم ہے، اس لئے اسلام سے پہلے کے دور کو جاہلیت کا زمانہ کہا جاتا ہے، لہذا وہ ہر طرح کی جہالت کو مٹانا اور انسانیت کو زیور علم سے آراستہ کرنا چاہتا ہے اور اس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ کوئی بھی انسانی معاشرہ اس روشنی سے محروم نہ رہے، وہ یہ تصور دیتا ہے کہ ناواقفیت ایک عارضی چیز ہے، کوئی مستقل اور دائمی صفت نہیں ہے، اور اسے ختم کرنا ہر شخص کی قوت واختیار میں ہے۔

لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ بہت سے لوگ حالات اور ماحول کی وجہ سے علم حاصل نہیں کر پاتے، وہ ایسے علاقے میں رہتے ہیں، جہاں حصول علم کے اسباب اور ذرائع میسر نہیں، یا ذمہ داریوں اور مصروفیات کی وجہ سے انہیں اس کی فرصت نہ مل سکی، اور ظاہر ہے کہ اگر اسمیں ان کی سستی اور کوتاہی کو دخل نہ ہو تو انہیں معذور قرار دینا چاہئے، کیونکہ اس کے باوجود مواخذہ کا مطلب ہوگا کہ انہیں ایک ایسے فعل پر سزا دی جارہی ہے جس کے کرنے میں ان کے قصد واختیار کو دخل نہیں، اور یہ اسلام کے تصور عدل کے خلاف ہوگا، اس لئے قرآن حکیم میں بصراحت یہ ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ:

”لا يواخذكم الله باللغو فى أيمانكم ولكن يواخذكم بما كسبت قلوبكم والله غفور حليم“

(سورۂ بقرہ:۲۲۵) (اللہ تعالی لغو قسم میں تمہاری پکڑ نہیں فرمائیں گے، لیکن تمہارے دلوں نے جس کا ارادہ کیا ہو اس میں گرفت فرمائیں گے اور اللہ بہت درگزر کرنیوالے اور بردبار ہیں)۔

اس آیت میں کہا گیا ہے کہ لغو قسم پر کوئی گرفت نہیں ہوگی، اور لغو قسم کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص لاعلمی کی وجہ سے کسی بات پر قسم کھالے حالانکہ وہ واقعہ اور حقیقت کے برخلاف تھا تو اس کی ناواقفیت کی وجہ سے اسے معذور سمجھا جائے گا اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، چنانچہ امام مالک کہتے ہیں کہ: لغو کی تفسیر کے سلسلہ میں سب سے بہتر بات میں نے یہ سنی ہے کہ انسان کسی بات پر قسم کھالے اور اسے یقین ہو کہ وہ بات اس کی قسم کے مطابق ہے، لیکن حقیقت اس کے برخلاف ہو تو اسمیں کوئی کفارہ

☆ جامعۃ الفلاح بلریا گنج، اعظم گڑھ۔

نہیں ہے(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۴/ ۱۸)۔

اور انسان کی کمزوری اور بشری تقاضے کو دیکھتے ہوئے خود اللہ تعالی نے اس دعا کی تلقین فرمائی ہے:"**ربنا لا تواخذ نا إن نسينا أو اخطانا، ربنا ولا تحمل علينا إصرا كما حملته على الذين من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لاطاقة لنا به**"(سورۂ بقرہ:۲۸۶)۔

اور حدیثوں میں ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے فضل وکرم سے اس دعا کو قبول بھی فرمالیا، چنانچہ امام ابن کثیر لکھتے ہیں:"**أو أخطأنا أى الصواب فى العمل جهلا منا بوجه الشرعى، وقد تقدم فى صحيح مسلم من حديث أبى هريرة قال الله: نعم، ولحديث ابن عباس قال الله: قد فعلت**"(تفسیر ابن کثیر ۱/ ۳۸۷)۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"**قال رجل لم يعمل خيرا قط إذا مات فاحرقوه، ثم ذروا نصفه فى البر ونصفه فى البحر فهوالله لئن قدرالله عليه ليعذبنه عذابا لا يعذبه أحدا من العالمين، فلما مات الرجل فعلوا به ما أمرهم، فأمر الله البر فجمع ما فيه وأمر البحر فجمع ما فيه، فاذا هو قائم بين يديه، ثم قال: لم فعلت هذا، قال: من خشيتک يا رب وأنت اعلم، فغفرالله له**"(صحیح بخاری ۷۵۰۶، صحیح مسلم ۲۷۵۶ وغیرہ)۔

علامہ ابن تیمیہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: اس شخص کو اللہ کی قدرت اور اس کو جلا کر اس کی راکھ کر بکھیر دینے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے میں شک تھا، بلکہ اس کا اعتقاد تھا کہ ایسا کرنے کے بعد اسے دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا، اور اس طرح کا عقیدہ رکھنا بہ اتفاق تمام لوگوں کے نزدیک کفر ہے، لیکن وہ جاہل تھا، اسے اس کے بارے معلوم نہیں تھا، البتہ صاحب ایمان اور اللہ کی پکڑ اور سزا سے خوف زدہ تھا اس لئے اسے معاف کر دیا گیا(مجموع الفتاوی ۳/ ۲۳۱)۔

اور علامہ ابن حزم کہتے ہیں کہ: یہ شخص اس بات سے ناواقف تھا کہ اللہ تعالی اس کی راکھ کو جمع کر کے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہیں، اور اس کے اعتراف، خوف اور ناواقفیت کی وجہ سے اسے معاف کر دیا گیا(الفصل ۳/ ۲۵۲)۔

اور ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ: وہ دوبارہ زندہ کئے جانے کا منکر نہیں تھا، البتہ جہالت کی وجہ سے یہ گمان کر بیٹھا کہ اگر اسے جلا کر اس کی راکھ کو اڑا دیا جائے تو اسے دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا اور عذاب نہیں دیا جائے گا، اور اس کا صاحب ایمان ہونا اس کے اس اعتراف سے ظاہر ہو چکا ہے کہ اس نے ایسا اللہ کے خوف کی وجہ سے کیا ہے اور ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ صفات باری کے سلسلے میں بعض مسلمان غلطی کر جاتے ہیں تو اس کی وجہ سے انہیں کافر قرار نہیں دیا جائے گا، یا وہ اس بات کا قائل تھا کہ اس کا کوئی خالق ومالک ہے، لیکن وہ فترت کے زمانے میں تھا اس لئے ایمان کی شرطیں اس تک نہیں پہنچ سکی تھیں(فتح الباری ۱۳/ ۲۹۰)۔

اورحضرت حذیفہ بن یمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:”**يدرس الإسلام كما يدرس وشئ الثوب حتى لا يدرى ما صيام ولاصلاة ولا نسک ولا صدقة ويسرى على كتاب الله عزوجل فى ليلة، فلا يبقى فى الأرض منه آية وتبقى طوائف من الناس الشيخ والكبير والعجوز يقولون أدركنا آباء نا على هذه الكلمة لا إله إلا الله فنحن نقولها فقال له صلة: ما تغنى عنهم لا إله إلا الله وهم لا يدرون ماصلاة ولا صيام ولا نسک ولاصدقة؟ فأعرض عنه حذيفة ثمرردها عليه ثلاثا كل ذلک يعرض عنه حذيفة، ثم أقبل عليه فى الثالثة فقال: ياصلة! تنجيهم من النار ثلاثا**“(ابن ماجہ ۴۰۴۹، وفی الزوائد اسانده صحیح، وقال الحاکم صحیح علی شرط مسلم)۔

علامہ ابن تیمیہ اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بہت سے لوگ ایسے زمانے اور ایسے علاقے میں پیدا ہوتے ہیں جہاں شرعی علوم کی روشنی نہیں پہنچ پاتی ہے، ایسے حالات میں وہاں کے لوگوں کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا ہے، اوراسی لئے تمام اماموں کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی دور دراز کے علاقے میں رہتا ہو جہاں علم وایمان کی بات نہ پہنچی ہو اور وہ شریعت کے واضح اور قطعی احکام کا انکار کردے جو تواتر کے ساتھ منقول ہیں تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا، یہاں تک کہ اسے اسلامی احکام سے آگاہ کردیا جائے (مجموع الفتاوی ۱۱/۴۰۸)۔

اورحضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ:”**إن النبى ﷺ بعث أباجهم بن حذيفة مصدقا فلاجه رجل فى صدقته فضربه أبوجهم فشجه فأتوا النبي ﷺ، فقالوا: القوديارسول الله!فقال النبى ﷺ لكم كذا وكذا فلم يرضوا، فقال: لكم كذا وكذا فلم يرضوا، فقال لكم كذا وكذا فرضوا، فقال النبىﷺ: إنى خاطب العشية على الناس ومخبرهم برضاكم فقالوا: نعم، فخطب رسول الله ﷺ فقال: إن هولاء الليثيين أتونى يريدون القود فعرضت عليهم كذا وكذا فرضوا، أرضيتم؟قالوا:لا،فهم المهاجرون بهم فأمرهم رسول الله ﷺ أن يكفوا عنهم فكفوا ثم دعاهم فزادهم فقال أرضيتم؟ فقالوا: نعم، قال إنى خاطب الناس ومخبرهم برضاكم قالوا: نعم فخطب النبى ﷺ فقال أرضيتم؟ قالوا: نعم** “(ابوداؤد: ۴۵۳۴،نسائی: ۴۷۷۸،ابن ماجہ: ۲۶۳۸)۔

اس حدیث میں کہا گیا ہے کہ دیہاتیوں نے سب لوگوں کے سامنے اللہ کے رسول ﷺ کو جھوٹا قرار دیا، لیکن اس کے باوجود انہیں مسلمان سمجھا گیا، حالانکہ حضور ﷺ کی تکذیب کفر ہے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں:

”**ولاينافى ذلک ما وقع عن بعض جفاة الأعراب مما يقرب ذلک؛ لأنهم كانوا معذورين لقرب إسلامهم**“(الاعلام بقواطع الاسلام لابن حجر ہیتمی/ ۲۳)۔

اور بعض دیہاتیوں کی طرف سے جو سلوک کیا گیا وہ اس ضابطے کے خلاف نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کفر ہے، اگرچہ انہوں نے ایک طرح سے تکذیب کا ارتکاب کیا، لیکن نومسلم ہونے کی وجہ سے انہیں معذور سمجھا گیا۔

اور علامہ ابن حزم فرماتے ہیں: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہل کو معذور سمجھا جائے گا، اور اسے اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جائے گا، لیکن اگر اس طرح کی حرکت کسی عالم سے سرزد ہو جائے گی تو وہ کافر ہوگا، اس لئے کہ قبیلہ لیث سے تعلق رکھنے والے ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو جھوٹا قرار دیا، اور نبی ﷺ کی تکذیب بہ اتفاق کفر ہے، لیکن ان کی جہالت کی وجہ سے انہیں معذور سمجھا گیا (المحلی ۱۰/ ۴۱۱)۔

اور جمہور کے یہاں یہ فقہی ضابطہ ہے کہ: "**إن من شروط صحة التكليف أن يكون المكلف عالما بما كلف**" (القواعد لابن اللحام/ ۹۳ القاعدة الثامنة)۔

اور نقل کیا گیا ہے کہ ایک خاتون سے کہا گیا کہ اللہ تعالی قیامت کے دن یہود ونصاری کو عذاب دیں گے، اس نے کہا اللہ تعالی ایسا نہیں کریں گے، کیونکہ وہ بھی اس کے بندے ہیں، امام محمد سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا، کیونکہ وہ ناواقف ہے، پھر لوگوں نے اسے اس مسئلہ کی حقیقت سے آگاہ کیا وہ سمجھ گئی، اور محقق بزازی نے لکھا ہے کہ اگر کوئی جان بوجھ کر اور سوچ سمجھ کر کفریہ بات کہے تو یقینی طور پر وہ کافر ہے، لیکن اگر اسے معلوم نہ ہو کہ وہ کفریہ جملہ ہے، البتہ اپنے ارادہ واختیار سے اسے ادا کرے تو بیشتر علماء کے نزدیک اسے کافر قرار دیا جائے گا اور جہالت کی وجہ سے معذور نہیں سمجھا جائے گا، اور بعض علماء کے یہاں اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا، کیونکہ ناواقفیت ایک عذر ہے اور اسی پر فتوی ہے، اس لئے کہ مفتی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس قول کو اختیار کرے جس سے کفر ثابت نہ ہو اور اگر ناواقفیت کو عذر قرار نہ دیا جائے تو تمام جاہلوں کو کافر شمار کرنا ہوگا، کیونکہ وہ کفریہ الفاظ نہیں جانتے اور اگر جانتے تو اپنی زبان پر ہرگز نہ لے آتے (غمز عیون البصائر ۳/ ۳۰۴)۔

علم کے ذرائع:

دینی امور اور شرعی معاملہ کو جاننے کا ذریعہ صرف وحی الہی اور شریعت ہے یا عقل کا بھی اس میں کچھ عمل دخل ہے؟ معتزلہ کا خیال ہے کہ جس معاملہ میں شریعت موجود نہ ہو اس میں عقل کے ذریعہ بھی رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے، اس لئے اگر کوئی جنگل، صحرا، پہاڑ کی چوٹی یا دور افتادہ جزیرہ میں رہتا ہو جہاں اسلام کی دعوت نہ پہنچ سکی ہو تو اسے ناواقفیت کی وجہ سے معذور نہیں سمجھا جائے گا، بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ عقل کو استعمال کر کے اللہ کی وحدانیت اور آخرت وغیرہ پر ایمان لے آئے اور شرک وکفر سے اجتناب کرے اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا، بلکہ غفلت کی حالت میں زندگی گذار دی یا شرک وکفر میں مبتلا ہو گیا تو وہ ہمیشہ کے لئے جہنمی ہوگا، ان کے دلائل یہ ہیں:

"إنی اراک وقومک فی ضلال مبین" (انعام: ۷۴)۔

انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ میرے پاس وحی آئی ہے، بلکہ کہا کہ میرا خیال ہے کہ تم اور تمہاری قوم کھلی گمراہی میں مبتلا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ بات ہی بنائے جانے سے پہلے فرمائی ہے، نیز اگر عقل کو دلیل قرار نہ دیا جائے تو پھر انہیں کھلی گمراہی میں مبتلا قرار دینا درست نہ ہوگا، کیونکہ شریعت کی رہنمائی موجود نہ ہونے کی وجہ سے وہ معذور تھے۔

۲-حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے واقعہ میں بھی یہ مذکور ہے کہ انہوں نے سورج، چاند اور ستاروں کو دیکھ کر اللہ کی معرفت حاصل کی، اور اللہ تعالی نے ان کے اس غور وفکر کی تعریف کی اور اسے ان کی قوم کے خلاف دلیل قرار دیا، "وتلک حجتنا آتیناها ابراهیم علی قومه" (انعام: ۸۳)۔

۳-اللہ تعالی نے قرآن مجید میں متعدد جگہوں پر کافروں کو اس بات پر سرزنش کی ہے کہ وہ کیوں نہیں روئے زمین پر چل پھر کے دیکھتے کہ ان سے پہلے کے لوگوں کا کیا انجام ہوا اور کہا کہ غور وفکر نہ کرنے کی وجہ سے ان کا دل اندھا ہوگیا ہے، تو اگر وہ معذور ہوتے تو غور وفکر کے ترک پر ان کی سرزنش نہ کی جاتی۔

۴-اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "سنریهم آیاتنا فی الآفاق وفی أنفسهم حتی یتبین لهم أنه الحق" (فصلت/ ۵۳)۔

۵-"أولم یتفکروا فی أنفسهم" (روم: ۸)۔

۶-"أولم ینظروا فی ملکوت السموات والأرض" (اعراف: ۱۸۵)۔

۷-"وفی الأرض آیات للموقنین وفی أنفسکم أفلا تبصرون" (الذاریات: ۲۰، ۲۱)۔

ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی معرفت کے لئے وحی ضروری نہیں ہے، بلکہ عقل بھی ایک دلیل ہے جس کے ذریعہ رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے، اور عاقل وباشعور انسان کو معذور نہیں سمجھا جائے گا (کشف الاسرار ۴/ ۳۲۶)۔

بعض تفصیلات میں فرق کے ساتھ معتزلہ کی طرح سے ماتریدیہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ عقل علم ومعرفت کا ایک ذریعہ عقل بھی ہے، اور اس کے ذریعہ سے بعض احکام کا ادراک کیا جاسکتا ہے، جیسے کہ اللہ پر ایمان کا وجوب اور کفر کی حرمت وغیرہ، اس لئے کسی جزیرے میں الگ تھلگ رہنے والے کے پاس اگر اسلام کی دعوت نہ پہنچ سکی، یا بالغ ہونے کے بعد اسے اتنا موقع نہ مل سکا کہ وہ غور وفکر کے ذریعہ اسے خالق ومالک کو پہچان سکے اور کفر وشرک اختیار کئے بغیر انتقال کر جائے تو وہ معذور ہوگا، لیکن اگر غور وفکر کی مہلت میسر ہوگئی، لیکن اس کے باوجود وہ ایمان نہ لا سکا تو وہ کافر سمجھا جائے گا، اور ہمیشہ کے لئے جہنمی ہوگا، کیونکہ غور وفکر کا موقع رسولوں کی دعوت کی طرح سے ہے جو عقل اور دل کو غفلت کی نیند سے بیدار کرنے کے لئے کافی ہے، کیونکہ ہر شخص کسی عاریت کو دیکھ کر یہ جان سکتا ہے کہ یہ خود بخود نہیں بن گئی ہے، بلکہ کوئی اس کا بنانے والا ہے،

لہذا اس کے لئے ضروری ہے کہ کائنات میں غور وفکر کرکے اپنے خالق ومالک کو پہچانے اور اگر اس کا موقع ملنے کے باوجود ایسا نہ کرسکتا تو وہ معذور نہیں ہوگا، اسی بنیاد پر امام ابوحنیفہؒ کہا کرتے تھے:

"**لا عذر لأحد فی الجهل بالخالق لما یری فی العالم من آثار الخلق**" (کشف الاسرار ۴/۲۳۱)۔

اس کے برخلاف اشاعرہ کہتے ہیں کہ شرعی احکام کے جاننے میں عقل کا کوئی کردار نہیں ہے، اس لئے اگر کوئی شخص ایسی جگہ رہتا ہو جہاں تک اسلام کی دعوت نہ پہنچ سکی ہو تو وہ معذور سمجھا جائے گا، اور گرچہ وہ شرک وکفر میں مبتلا رہے، مگر جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے وہ عذاب کا مستحق نہیں ہوگا، متاخرین ماتریدیہ اور جمہور حنفیہ اسی کے قائل ہیں (اصول الفقہ الاسلامی للزحیلی ۱/۱۲۷)، اور علامہ ابن ہمام نے اسی کو راجح قرار دیا ہے (التقریر والتحبیر لابن امیر ۲/۹۰، فواتح الرحموت ۱/۲٦)، اور شافعیہ (کتاب القواعد تقی الدین الشافعی ۲/۲۸٦)، اور حنابلہ (شرح الکوکب المنیر لابن نجار ۱/۳۰۸، الفروع ٦/۱۸۵)، اور ظاہریہ (الاحکام لابن حزم ۱/٦۰) کا مسلک بھی یہی ہے، ان کے دلائل یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**وما كنّا معذبين حتى نبعث رسولا**" (الاسراء:۱۵)۔

علامہ ابن عطیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: جمہور کہتے ہیں کہ اس آیت میں دنیاوی حکم کا بیان ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کسی بھی قوم کو اسی وقت عذاب میں مبتلا کرکے ہلاک کرتے ہیں، جبکہ ان کے پاس رسولوں کی دعوت پہنچ چکی ہوتی ہے اور حجت تمام کردی جاتی ہے، اور اگرچہ اس میں دنیاوی حکم کا بیان ہے، مگر قرآن حکیم کی متعدد آیتوں سے بظاہر معلوم ہوتا ہے اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت کا عذاب بھی رسولوں کے بھیجنے کے بعد ہی دیں گے، جیسا کہ ایک آیت میں ہے: "**كلما ألقى فيها فوج سألهم خزنتها ألم يأتكم نذير قالوا بلى**" (سورۂ ملک:۸-۹)۔

اس آیت میں "کلما" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو ہر کا تقاضا کرتا ہے اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قوم میں ڈرانے والا بھیجا گیا ہے (المحرر الوجیز ۷/۲۷)، اور رسولوں کے بھیجنے کے بعد ہی عذاب دیا جاتا ہے، اور امام ابن کثیر کہتے ہیں کہ: مذکورہ آیت میں اللہ کے عدل کو بیان کیا گیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب میں مبتلا اسی وقت کرتے ہیں جب رسولوں کو بھیج کر کے ان پر حجت تمام کردی جاتی ہے (تفسیر ابن کثیر ۳/۱۳۵)۔

۲-"**لئلا يكون للناس حجة بعد الرسل**" (سورۂ نساء:۱٦۵)۔

یعنی رسولوں کے آنے کے بعد لوگوں کے لئے یہ کہنے کا موقع نہیں رہ جائے گا کہ ہمارے پاس نہ کوئی رسول آیا اور نہ کوئی کتاب نازل ہوئی، اس کا مطلب یہ ہے کہ رسولوں کی آمد سے پہلے لوگوں کے لئے یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ ہمارے پاس اسلام کی دعوت نہیں پہنچی، اس لئے کفر کرنے میں ہم معذور تھے، اور اگر عقل بھی شرعی دلیل ہوتی تو رسولوں کے بغیر بھی ان پر حجت تمام ہوجاتی، علامہ قرطبی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”**وفي هذا كله دليل واضح أنه لا يجب شئ من ناحية العقل**“ (الجامع للاحکام القرآن ۷/۲۲۶)۔

”**وأوحي إلى هذا القرآن لأنذركم به ومن بلغ**“(انعام:۱۹)۔

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس قرآن کی تعلیمات نہ پہنچی ہوں تو اس کے بارے میں کوئی حکم نہیں لگایا جائے گا، نیز شریعت کو یہ حق ہے کہ وہ جو چاہے فیصلہ کرے، اور یہ کہ عقل کے ذریعہ کسی چیز کے واجب ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ نہیں کہا جا سکتا ہے، اورع قل کا کام تو صرف یہ ہے کہ شریعت کی روشنی میں شرعی معاملات کو اس کی حقیقی شکل میں دیکھ لے (الجامع لاحکام القرآن ۱/۳۷۸)۔

اور علامہ ابن حزم کہتے ہیں کہ: صحیح یہی ہے کہ ڈرانا اور تنبیہ کرنا اسی وقت پایا جائے گا، جبکہ اس تک شریعت پہنچ جائے، اور کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلّف نہیں بنایا جاتا ہے، اور غیب کو جان لینا کسی کے بس میں نہیں ہے، یعنی شریعت پہنچنے سے پہلے ہی اس کے بارے میں جان لینا (الاحکام ۱/۶۰)۔

دارالحرب اور دارالاسلام:

گذر چکا ہے کہ شرعی امور کو جاننے کا ذریعہ صرف وحی الٰہی ہے، اور جہاں پر اسلامی احکام وتعلیمات کی روشنی نہ پہنچی ہو وہاں کے لوگ معذور سمجھے جائیں گے، اور یہ کہ متعدد آیتوں اور روایتوں سے اس نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے، جیسے کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت حذیفہ بن یمان کی مذکورہ احادیث۔

دارالحرب بھی ایک طرح سے انہیں علاقوں میں شامل ہے، کیونکہ وہاں حکومت غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے، جنہیں مسلمانوں کا وجود بھی گوارا نہیں ہوتا، اور پورا سماج اسلام دشمن اور ماحول الحاد پرور ہوتا ہے، اور اسلامی احکام کے واقفیت کے مواقع بہت کم ہوتے ہیں، اس لئے وہاں کے رہنے والوں کے لئے عمومی احکام اور ضروریات دین سے ناواقفیت عذر ہے۔

”**لأنه غير مقصر فى طلب الدليل، وإنما جاء الجهل من قبل خفاء الدليل فى نفسه لعدم اشتهاره فى دار الحرب لانقطاع ولاية التبليغ عنهم**“(التقریر للبابرتی ۸/۱۶۸)۔

اس لئے دارالحرب میں قیام کی وجہ سے اسے نماز، روزہ وغیرہ کی فرضیت کا علم نہ ہو سکا تو بعد میں معلوم ہونے پر اس کے ذمے قضاء نہیں ہے (غمز عیون البصائر ۳/۳۰۴)۔

اور علامہ سیوطی لکھتے ہیں: جو شخص کسی ایسی چیز کی حرمت سے ناواقف رہا جس کا تعلق عام لوگوں سے ہے تو اس کے بارے میں جہاں کے دعوے کو قبول نہیں کیا جائے گا، مگر یہ کہ وہ جلد ہی مسلمان ہوا ہو یا کسی دور دراز کے علاقے میں پلا بڑھا ہو جہاں پر اس طرح کی چیزیں پوشیدہ رہ سکتی ہیں، جیسے کہ زنا، قتل، چوری اور شراب کی حرمت اور نماز میں گفتگو اور روزہ

میں کھانے کی ممانعت (الاشباہ والنظائر/ ۲۰۰)۔

اور فقہ شافعی کی کتاب ''مغنی المحتاج'' میں ہے کہ: ''**یکفر من نسب الأمة إلی الضلال أو الصحابة إلی الکفر أو أنکر إعجاز القرآن أو غیر شیئا منه......أو أنکر بعث الموتی من قبورهم، بأن یجمع أجزاء هم الأصلیة ویعید الأرواح إلیها أو أنکر الجنة أو النار أو الحساب والثواب......هذا إن علم ماقاله لا إن جهل ذلک لقرب إسلامه أو بعده عن المسلمین، فلا یکفر لعذره**'' (مغنی المحتاج ۴/ ۱۳۶، موسوعہ ۱۶/ ۲۰۷)۔

اس کے برخلاف دارالاسلام میں اسلامی تعلیمات رائج اور لوگوں کی زندگیوں میں شامل ہوتی ہیں اور شرعی احکام سے واقفیت کے تمام راستے کھلے ہوئے اور آسان ہوتے ہیں، اس لئے ہر شخص اپنی ضرورت کے بقدر مسائل سے آگاہ ہوتا ہے، اور اگر اس کے باوجود لاعلم ہے تو اس میں اس کی کوتاہی کا دخل ہے۔

''**فأما إذا أفشوا فی دار الإسلام فقدتم التبلیغ من صاحب الشرع إذ لیس فی وسعه التبلیغ إلی کل أحد إنما الذی فی وسعه الاشاعة، ألاتری أن النبی ﷺ جعل نفسه مبلغا إلی الکافة ببعث الکتب والرسل إلی ملوک الأعراف حتی کان یقول ألاهل بلغت! اللهم فاشهد، فعلم أن التبلیغ یتم باشتهار الخطاب واستفاضة**'' (کشف الاسرار ۴/ ۴۸۱)۔

اس لئے مسلم مملکت میں رہنے والا غیر مسلم اگر اسلام قبول کرلے، مگر ایک مدت تک اسے نماز کی فرضیت کا علم نہ ہوسکا جس کی وجہ سے وہ نماز سے غافل رہا تو معلوم ہونے کے بعد اس کے ذمے گزشتہ نمازوں کی قضا بھی ہے، کیونکہ وہ ایک ایسی جگہ پر ہے جہاں اسلامی تعلیمات کا رواج ہے وہ لوگوں کو مسجدوں میں آگے جاتے دیکھ رہا ہے اور اس کے لئے احکام و مسائل کے بارے میں لوگوں سے دریافت کرنا ممکن ہے، لیکن اس کے باوجود معلومات حاصل نہ کرسکا تو اسمیں اس کی غلطی اور کوتاہی کو دخل ہے، لہذا اسے معذور قرار نہیں دیا جائے گا اور یہ شخص ایسے ہی ہوگا، جیسے کہ کوئی شخص آبادی میں رہتے ہوئے یہ خیال کرتے ہوئے کہ پانی موجود نہیں ہے کسی شخص سے پانی نہ مانگے اور تیمّم کرکے نماز پڑھ لے حالانکہ پانی موجود ہے تو اس کی نماز نہیں ہوگی، کیونکہ اس نے ایسی جگہ پر پانی طلب کرنے میں کوتاہی کی ہے جہاں عام طور پر پانی دستیاب ہوتا ہے (دیکھئے: کشف الاسرار ۴/ ۴۸۱، التقریر ۸/ ۱۷۰)۔

اور علامہ علاء الدین حنبلی کہتے ہیں: ''**فإذا قلنا یعذر فإنما محله إذا لم یقصر ویفرط فی تعلم العلم، أما إذا قصر وفرط فلا یعذر جزما**'' (القواعد والفوائد الاصولیہ/ ۵۲)۔

اور ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں: ''**إذا زنا من نشأفی دار الإسلام بین المسلمین وادعی الجهل بتحریم الزنا لم یقبل قوله، لأن ظاهر الحال یکذبه، وإن کان الأصل عدم علمه بذلک**'' (قواعد لابن رجب/ ۳۲۳)۔

عمومی اور خصوصی علم:

امام شافعی کہتے ہیں کہ علم کی دو قسمیں ہیں: علم عامہ اور علم خاصہ، اور کسی کے لئے علم عامہ سے ناواقفیت کی گنجائش نہیں ہے، جیسے کہ پانچ وقت کی نمازوں اور روزہ وغیرہ کی فرضیت اور زنا، قتل اور چوری وغیرہ کی حرمت کا علم، اور علم عامہ، جیسے فرائض سے متعلق فروعات کا علم جس کے بارے میں کتاب وسنت میں کوئی صراحت نہیں ہے اور اگر اس کے تعلق سے کوئی روایت موجود ہے تو اس کی حیثیت خبر واحد کی ہے، خبر متواتر کی نہیں (الرسالہ ۳۵۷)۔

بعض لوگوں نے اسی حقیقت کو ضروریات دین یا اصول دین اور فروع دین کے لفظ سے اور بعض لوگوں نے مسائل ظاہرہ اور خفیہ کے لفظ سے بیان کیا ہے۔

مسائل ظاہرہ یا ضروریات دین میں درج ذیل چیزیں داخل ہوں گی۔

الف- وہ تواتر کے ذریعہ منقول ہو۔

ب- اس کے دلائل بالکل واضح ہوں جس میں اشتباہ اور تاویل کی گنجائش نہ ہو۔

ج- کوئی اجماعی مسئلہ ہو جس کی پشت پر کتاب وسنت کی صراحت ہو اور تواتر کے ساتھ ایک نسل نے دوسری نسل سے نقل کیا ہو جس میں غلطی، خلط ملط اور تاویل کی گنجائش نہ ہو۔

د- وہ ایسے بنیادی مساء ہوں جن کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں مکلّف کو دشواری نہ ہو دارالاسلام میں مسائل ظاہرہ سے ناواقفیت عذر نہیں ہے، اور اس کا منکر کافر ہوگا اور اس سے توبہ کرنے کے لئے کہا جائے گا اور اگر دارالحرب وغیرہ میں رہنے کی وجہ سے ناواقف رہا تو اس کے سامنے کتاب وسنت کے دلائل بیان کردیئے جائیں گے، اور قیام حجت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ دلائل اس کے سمجھ میں آجائیں، بلکہ اس کے بغیر بھی حجت پوری ہوسکتی ہے، اور ہر واقف شخص یہ کام کرسکتا ہے۔

مسائل خفیہ یا فروع دین میں درج ذیل صورتیں شامل ہوں گی۔

الف- وہ تواتر کے ذریعہ منقول نہ ہوں۔

ب- ناواقفیت کی وجہ کوئی اشتباہ ہو جس کی وجہ کتاب وسنت میں موجود ہو، جیسے معتزلہ وغیرہ کے بعض عقائد۔

ج- مکلّف کے لئے اس مسئلہ کی اصل حقیقت کو معلوم کرنا دشوار ہو، کیونکہ اس کے دلائل غیر واضح اور خود اہل سنت کے درمیان اس میں اختلاف ہے۔

د- وہ فروعی مسائل جو عوام کے درمیان مشہور نہ ہوں، جیسے کہ کسی عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی خاطر سے نکاح کرلینا۔

اس طرح کے مسائل سے ناواقفیت دارالاسلام میں بھی عذر شمار ہوگا اور اس کے منکر کو کافر نہیں کہا جائے گا، بلکہ اتمام حجت کے لئے کتاب وسنت کے دلائل ذکر کئے جائیں، ان کی اس طرح سے وضاحت کی جائے کہ مخاطب اسے سمجھ جائے اور اس کے جو شبہات ہیں اسے دور کرنے کی کوشش کی جائے اور ظاہر ہے کہ یہ کام کوئی ماہر عالم دین ہی کرسکتا ہے، جیسے کہ کسی خاتون نے کہا کہ اللہ تعالی قیامت کے دن یہود ونصاری کو عذاب نہیں دیں گے، کیونکہ وہ بھی اس کے بندے ہیں، امام محمد سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ناواقف ہے، اس لئے اسے کافر نہیں کہا جاسکتا ہے پھر لوگوں نے اس مسئلہ کی حقیقت سے اسے آگاہ کیا اور وہ اسے اچھی طرح سے سمجھ گئی (غمز عیون البصائر ۳/ ۳۰۴)۔

اور شیخ جہاد الدین مقدسی کہتے ہیں:"**إلا أن يكون ممن تخفى عليه الواجبات والمحرمات فيعرف ذلک، فإن لم يقبل كفر والذى يخفى عليه ذلک ممن يكون نشأ ببلاد بعيدة عن المسلمين، فيعرف ذلک، فإن رجع وإلاقتل، وأما من كان ناشئاً بين المسلمين فهو كافر يستتاب، فإن تاب، وإلاقتل**" (العدة شرح العمدة ۲/ ۳۱۷)۔

اور ملا علی قاری لکھتے ہیں:"**قال القاضى عياض: وكذلک أجمع المسلمون على تكفير من استحل القتل أى ظالما أو شرب الخمر أى طوعا أو الزنا، وفى معناه العرباوالعرياء او أشياء أخرى مما حرمه الله بعد علمه بتحريمه، وفيه إيماء إلى أن جهله عذر ولعل هذا بالنسبة إلى الحديث العهد بالإسلام أو البلوغ فإن إنكار ما علم من الدين بالضرورة كفرإجماعا**" (شرح الشفا ۲/ ۴۲۹، نیز دیکھئے: شرح فقہ الاکبر/ ۲۴۴، غمز عیون البصائر ۳/ ۳۰۴)۔

اور علامہ قرافی مالکی کہتے ہیں:"**ولذلک لم يعذره بالجهل فى أصول الدين إجماعا**" (شرح تنقیح الفصول/ ۴۳۹)۔

اور امام نووی شافعی لکھتے ہیں:"**وكذلک الأمر فى كل من أنكر شيئا مما أجمعت عليه الأمة من أمور الدين إذا كان عمله منتشر اكالصلاة الخمس وصوم شهر رمضان والاغتسال من الجنابة وتحريم الزنا والخمر و نكاح ذوات المحارم و نحوها من الأحكام إلا أن يكون رجلا حديث عهد بالاسلام ولايعرف حدوده، فإنه إذا أنكر شيئا منها جهلا به لم يكفر......فأما ما كان الإجماع فيه معلوما من طريق علم الخاصة كتحريم نكاح المرئة على خالتها وعمتها، وإن القاتل عمدا لا يرث، وأن للجدة السدس، وما أشبه ذلک من الأحكام، فإن من أنكرها لا يكفر، بل يعذر لعدم استفاضة علمها فى العامة**" (شرح مسلم للنووی ۱/ ۲۰۵)۔

اور علامہ ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں: "وفی الجملة فما ترک الله ورسوله حلالا إلا مبينا ولا حراما إلا مبينا لكن بعضه كان أظهر بيانا من بعض فما ظهر بيانه واشتهر وعلم من الدين بالضرورة من ذلک لم يبق فيه شک ولا يعذر أحد بجمله فی بلديظهر فيه الإسلام، وما كان بيانه دون ذلک فمنه ما اشتهر بين حملة الشريعة خاصة، فأجمع العلماء على حله أوحرمته وقد يخفى على بعض من ليس منهم، ومنه مالم يشتهربين حملة الشريعة أيضا،فاختلفوا فی تحليله وتحريمه" (جامع العلوم والحکم ر ۱۶۷)۔

حاصل یہ ہے کہ دارالحرب میں ضروریات دین اور مسائل ظاہرہ سے ناواقفیت بھی عذر ہے، اور جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے وہاں کے باشندوں پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا، اور پہلے ان کے سامنے اتمام حجت کیا جائے گا، یعنی کتاب وسنت کے واضح دلائل ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے اور اس کے بعد نہ ماننے پر کوئی حکم لگایا جائے گا۔

اور دارالاسلام میں ضروریات دین کے سلسلہ میں لاعلمی عذر نہیں ہے اور اس کا منکر کافر ہوگا اور اس سے توبہ کرنے کے لئے کہا جائے گا اور فروعی احکام اور مسائل غیر ظاہرہ میں دارالاسلام کے اندر بھی جہالت عذر ہے، اور لاعلمی کی وجہ سے کسی چیز کے ارتکاب پر مواخذہ نہیں ہوگا، بلکہ پہلے اسے بتانا اور سمجھانا ضروری ہوگا۔

اور کسی بھی جگہ پر جہالت کے عذر ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے لئے تعلیم کے مواقع میسر نہ ہوں، اس لئے کسی جگہ پر تعلیم کے مواقع اور امکانات موجود ہوں، لیکن کوئی شخص غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے تعلیم حاصل نہ کرسکا تو یہ اس کے لئے عذر نہیں ہے، چنانچہ علامہ علاء الدین سمرقندی لکھتے ہیں:

"كون المأمور به معلوما للمأمور أو ممكن العلم به باعتبار سبب قيام العلم شرط لصحة التكليف، وفی الحاصل حقيقة العلم ليس بشرط ولكن التمكن من العلم باعتباره سبب كان" (میزان الاصول ر ۱۷۱)۔

اور قرآن حکیم کی اس آیت کی تفسیر میں: "فلا تجعلوا لله اندادا وأنتم تعلمون" (سورۂ بقرہ: ۲۲)۔

علامہ بیضاوی لکھتے ہیں: "وعلى هذا فالمقصود منه التوبيخ والتثريب لا تقييد الحكم وقصره، فإن العالم والجاهل المتمكن من العلم سواء فی التكليف" (تفسیر بیضاوی ۱ ر ۴۷)۔

اور شیخ مقری مالکی لکھتے ہیں: "أمر الله العلماء أن يبينوا ومن لا يعلم ليسأل فلا عذر بالجهل ما أمكن التعلم" (القواعد ۲ ر ۴۰۲)۔

اور علامہ علاء الدین حنبلی کہتے ہیں کہ: "فإذا قلنا يعذر فإنما محله إذا لم يقصرويفرط فی تعلم العلم، أما إذا قصروفرط، فلا يعذر جزما" (القواعد والفوائد الاصولیہ ر ۵۲)۔

اور ہندوستان جیسے ملکوں کو دارالاسلام کے زمرے میں رکھا جائے گا، کیونکہ یہاں علم کے مواقع اور امکانات کسی بھی طرح سے دارالاسلام سے کم نہیں ہیں، بلکہ بہت سے مسلمان ممالک سے زیادہ مواقع یہاں میسر ہیں اور علما اور دینی ادارے وافر مقدار میں موجود ہیں، البتہ بعض علاقوں کو اس سے مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے، جہاں کے لوگ آج بھی شرعی احکام سے ناواقف ہیں اور وہاں دینی علم کا سیکھنا بہ سہولت ممکن نہیں ہے، فروعی احکام سے ناواقفیت کو دارالاسلام میں بھی عذر شمار کیا گیا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نکاح وطلاق کے بعض مسائل سے بے خبری ایک عام بات ہے، جیسے کہ حرمت ومصاہرت کے بعض مسائل وجزئیات مثلاً شہوت کے ذریعہ دیکھنے اور چھونے کی وجہ سے حرمت مصاہرت کا ثابت ہونا یا طلاق کے بارے میں یہ تصور بالکل عام ہے کہ تین طلاق دیئے بغیر طلاق واقع ہی نہیں ہوتی ہے اور لوگوں کو عام طور پر طلاق سنت کا طریقہ معلوم نہیں ہے، اس لئے جو لوگ حرمت مصاہرت کے مسائل سے بالکل بے خبر ہوں تو ان کے حق میں ناواقفیت کی وجہ سے حرمت کا حکم ثابت نہیں ہونا چاہئے، اسی طرح سے جو لوگ طلاق کے طریقے سے واقف نہیں ہیں ان کے لئے بے خبری اور لاعلمی کو عذر مان کر تین طلاق کو ایک مانا جاسکتا ہے۔

ناواقفیت سے متعلق بعض اصول وضوابط:

جہالت کے عذر ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے فقہاء حنفیہ نے اس کی درج ذیل صورتیں بیان کی ہیں:

۱- واضح دلائل اور صریح ثبوت کے باوجود محض ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے نہ ماننا، جیسے کہ توحید رسالت اور آخرت وغیرہ کا انکار، اس طرح کی چیزوں کے سلسلے میں جہالت کو عذر شمار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اللہ کی وحدانیت اور کمال قدرت کے دلائل بالکل واضح ہیں، اور یہی حال رسالت وآخرت کا بھی ہے، اس لئے ان سے متعلق دلائل کو جان لینے کے باوجود انکار اور کفر کو عذر شمار نہیں کیا جائے گا۔

۲- وہ جہالت جو کتاب وسنت میں کسی تاویل کی وجہ سے پیدا ہو، جیسے کہ بدعتی فرقوں کے بعض عقائد، اس طرح کی جہالت بھی عذر شمار نہیں ہوگی، کیونکہ ان کی تاویل بالکل باطل ہے اور اس کے برخلاف واضح اور صریح دلائل موجود ہیں۔

۳- باغی کا جہل، یعنی کوئی شخص کسی فاسد تاویل کے ذریعہ یہ خیال کرے کہ حکمراں باطل پرست ہے اس کے خلاف بغاوت کردے، حالانکہ حکمراں عادل اور دیندار ہے، تو اس کی فاسد تاویل کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ عادل حکمراں کے خلاف بغاوت جائز نہیں ہے، اس لئے اگر وہ بغاوت کے دوران کسی کے مال کو ضائع کردے تو اس سے اس کا تاوان لیا جائے گا۔

۴- وہ اجتہاد جو واضح آیات اور روایات اور اجماع قطعی کے خلاف ہو اسے بھی عذر شمار نہیں کیا جائے گا، جیسے کہ کوئی شخص یہ فتوی دے دے کہ تین طلاق کے بعد دوسرے مرد سے محض نکاح کر لینے کی وجہ سے عورت پہلے شوہر کے لئے

حلال ہوجائے گی تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، اور عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی۔

۵- وہ اجتہاد جو صحیح شرعی دلیل پر مبنی ہو اور کتاب وسنت اور اجماع کے خلاف نہ ہو، جیسے کہ کوئی شخص روزہ کی حالت میں پچھنہ لگائے اور پھر اسے خیال ہو کہ اس کی وجہ سے میرا روزہ ٹوٹ گیا اور وہ کھا پی لے تو اس پر صرف قضا ہے، کفارہ نہیں، کیونکہ ایک حدیث میں ہے: ''أفطر الحاجم والمحجوم'' (دیکھئے: ترمذی ۷۷۴، وقال حدیث حسن صحیح، ابوداؤد: ۲۳۶۷، ابن ماجہ ۱۶۷۹ وغیرہ)۔

اور اس حدیث کی بنیاد پر امام اوزاعی پچھنہ کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جانے کے قائل ہیں، اور جمہور علماء دوسری احادیث کی وجہ سے جس میں اس عمل کی وجہ سے روزہ کا نہ ٹوٹنا مذکور ہے اس کی تاویل کرتے ہیں، لہذا اگر کسی کو یہ حدیث معلوم ہو اور اس کی تاویل کا علم نہ ہو اور اس کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے وہ کھا پی لے تو اس کے ذمہ کفارہ نہیں ہوگا، کیونکہ اس کی لاعلمی ایک صحیح اجتہاد کی وجہ سے ہے جس کی وجہ سے وہ معذور شمار ہوگا، اور شبہ کا فائدہ دے کر کفارہ کو ساقط کردیا جائے گا، کیونکہ کفارہ شبہ کی وجہ سے ساقط ہوجاتا ہے۔

۶- وہ ناواقفیت جو کسی اشتباہ اور غلطی کی وجہ سے ہو، جیسے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کی باندی کو اپنے لئے حلال سمجھ کر اس سے صحبت کرلے تو اس پر زنا کی حد نہیں لگائی جائے گی، کیونکہ میاں بیوی عام طور پر ایک دوسرے کی ملکیت کی چیز کو استعمال کرتے رہتے ہیں، اس لئے اگر کوئی بیوی کی باندی کو اپنی ملکیت سمجھ لے تو اس کی گنجائش ہے اور اس کی وجہ سے شبہ کا فائدہ دے کر اس پر سے حد ساقط کردی جائے گی، جیسے کہ کسی کو لاعلمی میں شراب پلادی جائے تو اسے شراب پینے کی سزا نہیں دی جائے گی، یا شادی کے موقع پر دلہن بدل جائے اور کوئی دوسرے کی بیوی کو اپنی بیوی سمجھ کر اس سے صحبت کرلے تو اسے زنا کی سزا نہیں دی جائے گی۔

۷- دارالحرب میں رہنے کی وجہ سے ناواقفیت بھی عذر ہے، اس لئے اگر کوئی وہاں رہنے کی وجہ سے نماز وغیرہ کی فرضیت سے واقف نہ ہوسکا تو وہ معذور شمار ہوگا اور واقف ہونے کے بعد قضا لازم نہ ہوگی۔

۸- کسی پر کوئی چیز لازم کی جارہی ہے تو اسے معلوم ہونا ضروری ہے، اور اس کے علم کے بغیر لزوم ثابت نہیں ہوگا، جیسے کہ کسی شخص کو کسی معاملہ میں وکیل بنایا جارہا ہو یا کسی کو وکالت سے معزول کیا جارہا ہو تو اسے اس کے متعلق معلوم ہونا ضروری ہے، اور اس کے بغیر نہ تو وہ وکیل بن سکتا ہے اور نہ وکالت سے معزول ہوسکتا ہے، اسی طرح سے سرپرست نے کسی کنواری لڑکی کا نکاح اس کے علم واطلاع کے بغیر کردیا، اور لاعلمی کی وجہ سے وہ خاموش رہی تو یہ خاموشی رضامندی کی دلیل نہیں ہوگی بلکہ ناواقفیت عذر شمار ہوگی اور معلوم ہونے کے بعد اسے نکاح قبول نہ کرنے کا اختیار ہوگا (دیکھئے: کشف الاسرار ۴/ ۴۵۷، التقریر ۸/ ۱۵۷، غمز مع الاشباہ ۳/ ۲۹۹، فواتح الرحموت ۱/ ۱۳۹)۔

اور شافعیہ کہتے ہیں کہ ناواقفیت کی وجہ سے کسی تفصیل کے بغیر اس فعل پر مرتب ہونے والا گناہ معاف ہوجاتا ہے اور ان کے یہاں لاعلمی کی وجہ سے دی گئی سہولت یا عدم سہولت کی متعدد صورتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے:

۱- ناواقفیت کی وجہ سے شریعت کا کوئی حکم چھوٹ جائے یا عدم سہولت ہو تو وہ معاف نہیں ہوگا، بلکہ اس کی قضا ضروری ہے جیسے کہ کوئی شخص بے خبری میں ایسے کپڑے میں نماز پڑھ لے جس میں اتنی نجاست لگی ہے جسے شریعت کی طرف سے نظر انداز نہیں کیا گیا ہے، تو معلوم ہونے پر اس کی قضا ضروری ہے اور حکم کی تعمیل نہ کرنے کی وجہ سے پہلی نماز پر کوئی ثواب نہیں ہے۔

۲- ناواقفیت کی وجہ سے ممنوعات کے ارتکاب کی وجہ سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا بشرطیکہ اس کی وجہ سے دوسرے کا کوئی حق ضائع نہ ہو، جیسے کہ کوئی شخص بے خبری میں شراب پی لے تو اس پر حد نافذ نہیں کی جائے گی یا عبادت کو فاسد کرنے والی کوئی حرکت کر بیٹھے تو اس کی وجہ سے عبادت فاسد نہیں ہوگی، جیسے کہ روزہ کی حالت میں جماع یا نماز کے دوران گفتگو کرے، جیسے کہ معاویہ بن حکم سے روایت ہے کہ:

"بینما أنا أصلی مع رسول الله ﷺ إذعطس رجل من القوم فقلت: یرحمک الله فرمانی القوم بأبصارهم فقلت: واثکل أمیاه ماشأنکم فنظرون إلّی، فجعلوا یضربون بأیدیهم علی أفخاذهم، فلما رأیتهم یصمتوننی لکنی سکت، فلما صلی رسول الله ﷺ فبأبی وأمی مارأیت معلما قبله ولا بعده أحسن تعلیما منه، فوالله ما کهرنی ولا ضربنی ولا شتمنی، قال: إن هذه الصلاة لا یصلح فیها شئ من کلام الناس، إنما هو التسبیح والتکبیر وقرآت القرآن" (صحیح مسلم ۷/ ۵۳۷، ابوداؤد ۱/ ۹۳۰، نسائی ۱۲۱۸)۔

چونکہ وہ نماز کے دوران بات چیت کی ممانعت سے ناواقف تھے، اس لئے انہیں معذور سمجھ کر دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا، اور حضرت یعلی بن امیہ سے روایت ہے کہ: **"ان رجلا أتی النبی ﷺ وهو بالجعرانة وعلیه جبة، وعلیه أثر الخلوف أو قال صفرة: فقال: کیف تأمرنی أن أصنع فی عمرتی......قال:......اخلع عنک الجبة واغسل أثر الخلوف عنک وأنق الصفرة واصنع فی عمرتک کما تصنع فی حجک"** (بخاری: ۱۷۸۹)۔

یہی روایت جامع ترمذی میں ان الفاظ کے ساتھ ہے: **"روی النبی ﷺ اعرابیا قد احرم وعلیه جبة فأمره أن ینزعها"** (ترمذی: ۸۳۵)۔

مذکورہ صحابی ممنوعات احرام سے ناواقف تھے، اس لئے انہیں فدیہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، غرضیکہ مامورات میں ناواقفیت عذر نہیں اور منہیات میں عذر ہے، اس فرق کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ زرکشی لکھتے ہیں:

"إن المقصود من المأمورات إقامة مصالحها وذلک لا یحصل إلا یفعلها والمنهیات مزجور

عنها بسبب مفاسدها امتحانا للمكلف بالانكفاف عنها، وذلک إنما يكون بالتعمد لارتكابها ومع النسيان والجهالة لم يقصد المكلف ارتكاب المنهي، فعذر بالجهل''(المنثور فی القواعد ۲/۱۹)۔

۳-ممنوعات کے ارتکاب کی وجہ سے کسی چیز کا تلف کرنا پایا جائے تو اس کا تاوان واجب ہوگا، جیسے کہ کوئی شخص مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے حالت احرام میں کسی شکار کو مار دے تو ناواقفیت کی وجہ سے فدیہ ساقط نہیں ہوگا، بلکہ اس کا شکار کا تاوان دینا ہوگا۔

۴-کسی ایسی ممنوع چیز کے ارتکاب میں جس میں شریعت کی طرف سے سزا مقرر ہے ناواقفیت کو عذر مانا جائے گا اور اس کی وجہ سے شبہ کا فائدہ دے کر سزا کو ساقط کر دیا جائے گا، جیسے کہ کوئی شخص کسی عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر اس سے صحبت کر لے تو اسے زنا کی سزا نہیں دی جائے گی، البتہ مہر مثل واجب ہوگا۔

۵-کسی چیز کی حرمت وممانعت کا علم ہونا اور اس پر مرتب ہونے والے حکم اور سزا سے لاعلم ہونا عذر شمار نہیں ہوگا اور اس کا حکم نافذ ہوگا، جیسے کسی کو معلوم ہے کہ زنا اور شراب حرام ہے، مگر اس کی سزا سے ناواقف ہے تو اس کے ارتکاب پر مقررہ سزا دی جائیگی، یا کسی کو علم ہے کہ نماز میں بات چیت کرنا حرام ہے، البتہ یہ نہیں جانتا کہ اس کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی تو اس لاعلمی کے باوجود گفتگو کر لینے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

۶-وہ دینی امور جو عام طور پر لوگوں کے درمیان معروف ومشہور ہوتے ہیں اور عام لوگ بھی جن سے واقف ہوتے ہیں ان میں لاعلمی کا اعتبار نہیں ہوگا، الا یہ کہ کوئی جلد ہی مسلما ہوا ہو یا کسی دور دراز علاقے میں رہتا ہو، جیسے کہ نماز اور روزہ وغیرہ کی فرضیت اور قتل، زنا اور چوری وغیرہ کی حرمت کا علم۔

۷-کسی لفظ کے معنی سے ناواقفیت عذر شمار ہوگا اور بے سمجھے بوجھے کسی اجنبی زبان کے لفظ کو استعمال کرنے سے کوئی حکم مرتب نہ ہوگا جیسے کہ کسی کو خلع کا مفہوم معلوم نہیں اور وہ کہہ دے کہ میں اپنی بیوی کو خلع دے دیا تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اسی طرح سے کسی ایسی زبان میں کلمہ کفر ادا کر دے جس سے وہ ناواقف ہے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا (دیکھئے: الاشباہ للسیوطی/۱۸۸، المنثور فی القواعد للزرکشی ۲/۱۲، کتاب الفوائد ۲/۲۸۶، التقی الدین الشافعی)۔

مالکیہ اور حنابلہ کے یہاں اصولی طور پر اس موضوع سے متعلق بڑا اختصار پایا جاتا ہے، امام قرافی وغیرہ نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے:

ناواقفیت کی دو قسمیں ہیں:

۱-وہ ناواقفیت جسے شریعت نے معاف قرار دیا ہے، اس کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس سے احتراز دشوار ہو تو وہ معاف ہے، جیسے کہ کوئی ناپاک کھانے یا پانی کو پاک سمجھ کر اسے استعمال کر لے یا شراب کو سرکہ سمجھ کر پی لے۔

۲-وہ جہالت جسے شریعت نے معاف قرار نہیں دیا ہے اس سلسلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس سے احتراز دشوار نہ ہوتو وہ معاف نہیں، اس کے دائرے میں دین کی بنیادی اور ضروری چیزیں داخل ہیں جن سے ناواقفیت عذر نہیں ہے، کیونکہ شریعت نے عقائد کے معاملہ میں بہت سختی برتی ہے اور اس لئے ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسے جاننے کے لئے اپنی پوری کوشش اور طاقت صرف کردے (الفروق ۲/ ۱۴۹، القواعد السنیۃ علی ہامش الفروق ۲/ ۱۶۳)۔

اور علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی طرف سے دی گئی کسی خبر یا حکم کو قبول نہ کرے تو وہ کافر ہے، خواہ وہ کوئی چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا، لیکن کبھی اس لئے معاف کردیا جاتا ہے کہ اس کے جاننے کے راستے پوشیدہ ہوتے ہیں اور اس کا تعلق کسی فروعی مسئلہ سے ہوتا ہے، رہے دین سے متعلق بنیادی امور جو بالکل عام اور ظاہر ہوتے ہیں تو ان کے بارے میں ناواقفیت معاف نہیں ہے (البیان الاظہر/ ۱۰، لعبد اللہ بن عبد الرحمن ابوبطین)۔

☆☆☆

عقائد کے باب میں جہل کے عذر ہونے کا تصور

مولانا عبید اللہ ندوی☆

جہل کی تعریف:

لغۃ:"**نقیض العلم، وقدجهله فلان جهلا وجهالة، وجهل عليه، وتجاهل أظهر الجهل، وتجاهل أرى من نفسه الجهل وليس به، واستجهله عده جاهلا، وجهل الحق أضاعه فهو جاهل**"(لسان العرب ۱۱/ ۱۲۹، حرف الجیم، مختار الصحاح حرف الجیم، القاموس المحیط ۱/ ۱۲۶۷، تاج العروس ۱/ ۶۹۵۹)(جہل علم کی ضد ہے، کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں چیز سے جاہل (ناواقف) ہے، جہل علی: اس نے بے وقوفی دکھلائی، تجاہل: اس نے جہالت ظاہر کی، تجاہل: وہ بتکلف جاہل بنا، یعنی لاعلمی ظاہر کی، حالانکہ وہ لاعلم اور جاہل نہیں تھا، استجہل: اس نے کسی کو جاہل سمجھا، جہل الحق: اس نے حق کو نہ پہچانا، یعنی اسے ضائع کر دیا، پس وہ جاہل ہے"۔

اصطلاحا:

"**هو اعتقاد الشئ على خلاف ما هو عليه**"(التعریفات ص ۱۴۲)(کسی چیز کے بارے میں اس کی حقیقت کے برعکس کا یقین رکھنا)۔

نوٹ: جہل کی تعریفات علماء نے مختلف الفاظ میں کی ہیں، مگر تقریبا سب الفاظ متقارب ہیں۔

جہل کی اقسام:

جہل کے دو اقسام ہیں: مرکب اور بسیط۔

جہل مرکب:

"**عبارة عن اعتقاد جازم غير مطابق للواقع**"(جہل مرکب نام ہے اس اعتقاد جازم کا جو مطابق واقعہ نہ ہو)۔

☆ استاد حدیث و ادب دار العلوم ماٹلی والا بھروچ، گجرات۔

جہل بسیط:

”هو عدم العلم عما من شأنه أن يعلم“ (ایسی چیز سے ناواقفیت جس سے واقف ہونا چاہئے)۔

جہل کی تقسیم باعتبار عذر وشبہ:

یہ ان مباحث میں سے ہے جس کی تحقیق میں حنفیہ کو خصوصیت کا درجہ حاصل ہے، چنانچہ انہوں نے باعتبار عذر وشبہ اس کے تین اقسام بیان کئے ہیں:

۱-”جهل لا يصلح عذرا ولا شبهة“ (وہ جہل جو نہ عذر بن سکتا ہے نہ شبہ)۔

۲-”جهل يصلح شبهة“ (یعنی وہ جہل جو شبہ بن سکتا ہے، عذر نہیں)۔

۳-”جهل يصلح عذرا“ (یعنی وہ جہل جو عذر بن سکتا ہے اور اس کی وجہ سے احکام میں تخفیف یا تغییر ہوسکتی ہے)۔

یہ تقسیم صاحب ”متن المنار“ نے کی ہے اور علامہ ابن الہمام نے ”التحریر فی اصول الفقہ“ میں ان کی اتباع کی ہے، بعض علماء نے ایک چوتھی قسم بھی بیان کی ہے اور اس کو قسم اول کے بعد دوسرے نمبر پر رکھا ہے اور وہ ہے: ”جهل لا يصلح عذرا ولا شبهة، وهو دون الأول“، اور اس کی مثال جہل مبتدع، جہل باغی، اور اس مجتہد کے جہل سے دی ہے جس کا اجتہاد ادلہ کے خلاف ہو، اس کو اختیار کیا ہے صدر الشریعۃ وغیرہ نے علامہ فخر الاسلام کی موافقت میں، اور بعض علماء نے اس کی تفصیل بیان کی ہے اور اس کی چھ اقسام بیان کی ہیں، جیسے علامہ عبد العلی انصاری ہندی نے ”فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت“ میں بہر حال جہل ان اقسام کے دائرہ سے باہر نہیں نکلتا ہے (فواتح الرحموت ۱/ ۱۳۳ تا ۱۳۵)۔

اقسام ثلاثہ مذکورہ کی وضاحت وتفصیل:

۱-”الجهل الذي لا يصلح عذراً ولا شبهة“، اس کی چار صورتیں ہیں:

الف-کافر کی اللہ کی ذات وصفات سے ناواقفیت، یہ عذر نہیں بن سکتا ہے شرعی احکام میں تخفیف یا تغییر کے لئے، کیونکہ وہ حق کی پیروی سے ترفع اور تکبر کی وجہ سے مخالف ہے، مقتضائے عقل کا معاند ہے، اس کا ماحول اور گرد وپیش کے واقعات وحالات وجود باری اس کی ذات وصفات پر دلالت کرتے ہیں، پس جو لوگ خدا کے منکر ہیں ان کو کفر پر عذاب ہوگا اگرچہ ان کو کسی نبی ورسول کی دعوت نہ پہنچی ہو۔

ب-جہل مبتدع: مثلاً معتزلہ جو صفات خداوندی، ثبوت عذاب قبر، شفاعت اور آخرت میں دیدار خداوندی کے منکر ہیں، جن پر قرآن واحادیث کے واضح دلائل موجود ہیں، پس یہ ناواقفیت عذر نہیں بن سکتی ہے۔

ج- جہل باغی: مثلاً وہ مسلمان جو امام برحق خلفاء وراشدین اوران کے نہج پر چلنے والے، کے خلاف خروج کرے اوراپنی فاسد تاویلات کے ذریعہ اپنے کوحق پراورامام کو باطل پر سمجھے،تو اس کا جہل (عدم واقفیت) عذرشمار نہ ہوگا۔

د- وہ مجتہد جس کا اجتہاد نصوص ظاہرہ اور دلائل واضح کے خلاف ہو،تو یہ بھی عذر شمار نہ ہوگا۔

۲-''الجهل الذي يصلح شبهة'':

وہ جہل جو عذر تو نہیں بن سکتا ہے، البتہ شبہ ہوسکتا ہے، پس اس کی وجہ سے حدود وکفارات دور ہوجائیں گے، جیسے اجتہاد صحیح کے محل میں جہل (شرعی حکم سے عدم واقفیت) جس میں مجتہد نے دلائل ظاہرہ واضحہ کی مخالفت نہ کی ہو، نیز شبہ کے مقام میں جہل، مثلاً کسی شخص نے اپنی بیوی کی باندی سے زنا کرلیا اسے حلال سمجھ کر تو شبہ کی وجہ سے حد تو جاری نہیں ہوگی، لیکن یہ عدم واقفیت عذر بھی شمار نہ ہوگی۔

۳-''الجهل الذي يصلح عذرا'':

مثلاً کوئی شخص دارالحرب میں اسلام لایا، لیکن شعائر اسلام سے ناواقف ہے اور اسی ناواقفیت کی وجہ سے شعائر کی ادائیگی کا فریضہ انجام نہیں دیا، تو اس کا یہ جہل عذر مانا جائے گا اور ترک شعائر پر نہ اس کا مواخذہ ہوگا اور نہ ہی اس پر نماز ودیگر عبادات کی قضا لازم ہوگی، کیونکہ وہ طلب دلیل میں کوتاہی کرنیوالا نہیں ہے اور نہ ہی اس کے دیار (دارالحرب) میں ان شعائر کا اشتہار ہوا ہے، البتہ اگر اشتہار ہوچکا ہے تو اس کا جہل (شعائر اسلام سے ناواقفیت) عذر شمار نہ ہوگا۔

اسی طرح اگر وکیل اپنی معزولی سے ناواقف ہو تو یہ ناواقفیت عذر مانی جائے گی اور اس کا تصرف صحیح ہوگا اور معزولی کا علم ہونے سے پہلے نافذ بھی ہوگا (ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع ۶/ ۳۷، کتاب الوکالۃ فصل: بیان مایخرج بہ الوکیل عن الوکالۃ)۔

نیز شفیع بالبیع کی جہالت عذر شمار کی جائے گی اور علم ہونے تک وہ اپنے شفعہ پر باقی رہے گا۔

وہ جہل عذر بن سکتا ہے جو اجتہاد صحیح کے مقام میں ہو، یعنی کتاب وسنت یا اجماع امت کے خلاف نہ ہو، اس کی مثال جیسے محتجم (پچھنا لگوانے والا) جبکہ وہ روزہ توڑ دے یہ سمجھ کر کہ حجامہ مفطر صوم ہے، تو اس پر کفارہ نہیں ہوگا، کیونکہ اس کا جہل (شریعت سے ناواقفیت) اجتہاد صحیح کے مقام میں ہے۔

عذر بالجہل کے اصول وضوابط:

اولا: یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اس شریعت اسلامیہ میں جہل اسباب عفو وتخفیف میں سے ہے (الموافقات ۱/ ۲۶۳، الاشباہ والنظائر ۱/ ۷)۔

فرمان باری ہے: ''لا يؤاخذكم الله باللغو في أيمانكم ولكن يؤاخذكم بما عقدتم الأيمان'' (مائدہ: ۸۹) (اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری بیہودی قسموں پر نہیں پکڑتا، لیکن اس پر پکڑتا ہے جس قسم کو تم نے مضبوط باندھا ہے)۔

''ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا'' (بقرہ:۲۸۶)(اے ہمارے رب ہم کو نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں)، اصل کا درجہ رکھتی ہیں، اور خطا سے مراد اس آیت کریمہ میں حکم شرعی سے عدم واقفیت کی بنا پر عمل میں عدم درستگی ہے، چنانچہ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:''أي إن تركنا فرضا على جهة النسيان أو فعلنا حراما كذلك، أو أخطأنا أي الصواب في العمل جهلا منا بوجهه الشرعي''(تفسیر ابن کثیر ۱/ ۲۰۹)(یعنی اگر ہم نے بھول سے کوئی فرض ترک کر دیا یا اسی طرح بھولے سے حرام کا ارتکاب کرلیا یا ہم سے چوک ہوئی، یعنی حکم شرعی سے عدم واقفیت کیوجہ سے عمل میں درستگی سے چوک گئے)۔

ثانیا: جمہور اہل علم کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ تکلیف (یعنی حکم شرعی کے مکلّف ہونے) کی صحت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ مکلّف کو جس چیز کا مکلّف بنایا گیا ہے وہ اس سے واقف ہو (القواعد لابن اللحام رص ۹۳، القاعدہ الثامنہ)۔

ثالثا: بعض فروعات کے ذکر سے قبل چند اہم تنبیہات ہیں:

۱- اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جہل (حکم شریعت سے ناواقفیت) آخرت میں گناہ اور عقوبت کو ساقط کرنے والا ہے (الاشباہ والنظائر للسیوطی رص ۱۲۵، الجامع لأحکام القرآن ۳/ ۴۱۱)۔

۲- اس پر بھی اہل علم کا اتفاق ہے کہ جہل تمام احکام کے لئے مسقط نہیں ہے (حوالہ سابق)۔

۳- اس پر بھی اہل علم کا اتفاق ہے کہ ترک مامورات جہل مطلقا عذر نہیں شمار کیا جائے گا (الاشباہ والنظائر للسیوطی رص ۱۲۵)۔

کیونکہ جس نے مامور بہ کو ترک کیا اس نے اس حکم کو ادا نہیں کیا جس کا اسے حکم دیا گیا تھا، لہذا وہ اب بھی حکم کی ذمہ داری ونگرانی میں ہے، اور اس پر اس حکم کو بجالانا لازم ہے (اعلام الموقعین ۱/ ۲۵)۔

۴- اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی شئی کی حرمت سے واقفیت اور اس پر مرتب ہونے والی سزاؤں سے ناواقفیت کی وجہ سے آدمی کو معذور تصور نہیں کیا جائے گا، مثال کے طور پر کوئی زنا کی حرمت سے تو واقف ہو، لیکن اس کی سزا سے ناواقف ہو تو وہ اس جہل (ناواقفیت) کی وجہ سے معذور نہیں مانا جائے گا (القواعد لابن اللحام رص ۹۳، التقریر والتحبیر ۳/ ۴۱۶، ۴۱۷)۔

۵- علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حقوق العباد فی الجملہ جہل، نسیان اور خطا سے ساقط نہیں ہوں گے (القواعد والضوابط الفقہیہ من کتاب المغنی رص ۳۶۰)۔

۶- الفاظ کے معانی سے جہل (ناواقفیت) حکم کو ساقط کردیتا ہے (الاشباہ والنظائر للسیوطی رص ۱۲۶، المنثور فی القواعد رص ۱۳)۔

اس قاعدہ شرعیہ کو علامہ زرکشی نے بیان کیا ہے اور امام سیوطی نے ''الاشباہ'' میں اس کی اتباع کی ہے مثال میں اس

عجمی کو پیش کیا ہے، جو طلاق، عتاق، بیع وشراء وغیرہ کے کلمات بولے تو اس کو معتبر نہیں مانا جائے گا، کیونکہ اس نے ان کلمات کے مقتضا و معانی کا التزام نہیں کیا ہے اور نہ ہی ان سے واقف ہے۔

جہالت کو عقائد کے باب میں عذر تصور کیا جائے گا یا نہیں؟

آیت کریمہ ''**وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا**''(بنی اسرائیل:۱۵)(اور ہم کبھی سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو اس کی ہدایت کے لئے نہیں بھیج دیتے)، کی بنا پر ان لوگوں کو کفر کے باوجود کوئی عذاب نہیں ہوگا، جن کے پاس کسی نبی اور رسول کی دعوت نہیں پہنچی اور بعض ائمہ کے نزدیک جو اسلامی عقائد عقل سے سمجھے جا سکتے ہیں، مثلاً خدا کا وجود اس کی توحید وغیرہ پس جو لوگ اس کے منکر ہوں گے ان کو کفر پر عذاب ہوگا اگر چہ ان کو کسی نبی و رسول کی دعوت نہ پہنچی ہو، البتہ عام معاصی اور گناہوں پر سزا بغیر دعوت و تبلیغ انبیاء کے نہیں ہوگی، راقم الحروف کے ناقص رجحان میں عقائد کے مسائل میں جہالت کو درج ذیل دلائل کی بناء پر عذر تصور کیا جائے گا:

الف- وہ نصوص شرعیہ جو مخطی کے معذور ہونے پر دلالت کرتے ہیں، مثلاً:

۱-''**ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا**''(بقرہ:۲۸۶)(اے ہمارے رب ہم کو نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں)، صحیح مسلم میں ہے کہ اللہ نے جواباً فرمایا: ''**قد فعلت**''(مسلم:۱۲۶)(میں نے کر لیا)۔

۲-''**ليس عليكم جناح فيما أخطأتم به، ولكن ما تعمدت قلوبكم**''(احزاب:۵)(اور تم پر گناہ نہیں جس چیز میں چوک جاؤ پر وہ جو دل سے ارادہ کرو)(یعنی اس پر مواخذہ ہوگا)۔

۳-''**إن الله قدتجاوز عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه**''(ابن ماجہ:۲۰۴۳)(بے شک اللہ تعالی نے میری امت سے بھول چوک اور جس پر اس کو مجبور کیا جائے معاف کر دیا ہے)۔

یہ نصوص دلالت کرتے ہیں کہ اگر کوئی انسان اس امر کی مخالفت کا رے جس کا وہ مکلّف بنایا گیا ہے بھول سے یا ناواقفیت میں تو وہ معفو عنہ ہے اور خطأ جہل کو بھی شامل ہے، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: ''**وقول الله تعالى في القرآن: ربنا لا تواخذنا......قال تعالى: قد فعلت-لم يفرق بين الخطأ القطعي في مسئلة قطعية أو ظنية......فمن قال:إن المخطئ في مسئلة قطعية أو ظنية يأثم، فقد خالف الكتاب والسنة والإجماع القديم**''(مجموع الفتاوی ۲۲۹/۳)(اللہ تعالی کا ارشاد قرآن کریم میں؛ **ربنا لا تواخذنا** ......نے کسی مسئلہ میں خواہ قطعی ہو یا ظنی خطأ قطعی کے درمیان فرق نہیں کیا، سو جس نے یہ کہا کہ مخطی مسئلہ قطعیہ یا ظنیہ میں گنہگار رہوگا تو اس نے کتاب وسنت اور اجماع قدیم کی مخالفت کی)۔

”وقال ابن العربي: فالجاهل والمخطئ من هذه الأمة، ولو عمل من الكفر والشرک ما يكون صاحبه كافراً أو مشركاً، فإنه يعذر بالجهل والخطأ حتى تتبين له الحجة التي يكفر تاركها، بيانا واضحاما يلتبس على مثله“(نقلہ عنہ القاسمی فی محاسن التاویل ۱۶۱/۳)(ابن العربی فرماتے ہیں: اس امت کا جاہل اور مخطئ اگر ایسا کفریہ اور شرکیہ عمل کرے جس کی وجہ سے ارتکاب کرنے والا کافر ہوجاتا ہے تو بھی وہ جہل وخطأ کی وجہ سے معذور سمجھا جائے گا، جب تک کہ وہ دلیل جس کے تارک پر کفر کا فتوی لگایا جاتا ہے، اس کے سامنے ایسی واضح نہ ہوجائے کہ اس کے مثل پر ایسی دلیل مشتبہ نہیں ہوا کرتی ہے)۔

ب-وہ نصوص جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ بندے پر اللہ کی حجت علم کے بعد ہی قائم اور تمام ہوتی ہے، مثلاً سورۂ نساء آیت ۱۶۵، توبہ آیت: ۱۱۵، اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مکلّف سے تکالیف شرعیہ کا مطالبہ اس کے علم کے بعد ہی ہوگا، اگر وہ نہیں جانتا ہے تو معذور ہے۔

ج-وہ نصوص جن میں انسان کے کفر وشرک میں مبتلا ہونے کے باوجود اس کو معذور سمجھا گیا، اس میں سے چند یہ ہیں:

۱-اس آدمی کا واقعہ جس نے مرنے کے بعد اپنے آپ کو جلانے کا حکم دیا تھا، اور اللہ کی قدرت کا انکار کیا تھا، چنانچہ ”صحیحین“میں ہے:”كان رجل يسرف على نفسه ،فلما حضرته الموت قال لبنيه: إذا أنامت فأحرقوني، ثم اطحنوني، ثم ذروني في الريح، فوالله لئن قدر علي ربي ليعذ بني عذابا ما عذبه أحدا، فلما مات فعل به ذلک، فأمر الله الأرض فقال: إجمعي ما فيک منه، ففعلت فإذاهو قائم، فقال: ما حملک على ما صنعت؟ قال: يا رب خشيتک فغفر له“(بخاری رقم:۳۴۸۱)(ایک آدمی اپنے نفس پر زیادتی کرتا تھا، جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا دینا پھر مجھے پیس کر راکھ بنا دینا پھر ہواؤں میں اڑا دینا، خدا کی قسم اگر میرا رب مجھ پر قادر ہوگا تو مجھے ایسی سزا دے گا کہ کسی کو نہیں دیا ہوگا، چنانچہ جب وہ مرگیا تو اس کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا، پھر اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ تمہارے اندر اس کے جو اجزاء ہیں اس کو جمع کرو، اور اس نے جمع کیا تو وہ انسان بن کر کھڑا ہوگیا، اللہ نے اس سے پوچھا تمہاری اس حرکت پر کس چیز نے آمادہ کیا، کہا اے میرے رب آپ کے خوف نے، تو اللہ نے اسے معاف کردیا)، یہ حدیث سوالنامے میں فرق کے ساتھ مذکور ہے۔

اس شخص سے جو قول صادر ہوا وہ سب سے بڑا کفر ہے اور ملت سے خارج کرنے والا ہے، کیونکہ وہ بعد الموت دوبارہ زندہ کئے جانے پر اللہ کی قدرت کا منکر ہے، حالانکہ ”صفات قدرت“ سب سے واضح اور ظاہر صفات میں سے ہے اور اللہ تعالی کی ربوبیت والوہیت کے لوازم میں سے ہے، بلکہ خدا کے مخصوص اوصاف میں سے ایک رخص وصف ہے اس کے

باوجود اس کو کافر نہیں مانا گیا، بلکہ اس کی مغفرت کردی گئی، کیونکہ وہ اپنے جہل ولاعلمی کی وجہ سے معذور تھا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: ''**فهذا رجل شک في قدرة الله، وفي اعادته إذا ذري ، بل اعتقد أنه لا يعاد، وهذا كفر باتفاق المسلمين لكن كان جاهلا لا يعلم ذلک، وكان مؤمنا يخاف الله أن يعاقبه، فغفر له بذلک**'' (مجموع الفتاوی ۲۳۱/۳) (اس آدمی نے اللہ کی قدرت اور ہواؤں میں ذرات اڑائے جانے کے بعد اعادہ میں شک کیا، بلکہ یہ عقیدہ رکھا کہ وہ دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا، اور یہ باتفاق مسلمین کفر ہے، لیکن وہ جاہل تھا نہیں جانتا تھا اور وہ مومن تھا اللہ سے ڈرتا تھا کہ اسے سزا دے گا تو اللہ نے معاف کردیا)۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ''**لله أسماء وصفات جاء بها كتابه وأخبر بها نبيه ﷺ أمته لا يسع أحدا قامت عليه الحجة ردها، لأن القرآن نزل بها، وصح عن رسول الله ﷺ القول بها، فإن خالف بعد ثبوت الحجة عليه، فهو كافر، فأما قبل ثبوت الحجة، فمعذور بالجهل، لأن علم ذلک لا يدرک بالعقل ولا بالروية والفكر، ولا نكفر بالجهل بها أحدا إلا بعد انتهاء الخير إليه بها**'' (سیر أعلام النبلاء ۷۹/۱۰) (اللہ کے کچھ اسماء وصفات ہیں جن کو قرآن نے بیان کیا ہے اور اس کے نبی ﷺ نے اپنی امت کو بتایا ہے کسی کے لئے جس پر حجت قائم ہو چکی ہے اس کو رد کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ ان کے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے، اور آپ ﷺ سے صحیح احادیث ثابت ہیں، اگر حجت ثابت وقائم ہونے کے بعد کسی نے اس کی مخالفت کی تو وہ کافر ہے، اور ثبوت حجت سے قبل وہ جہل کی وجہ سے معذور تصور کیا جائے گا، اس لئے کہ اس کا علم عقل سے حاصل نہیں ہوسکتا ہے، اور نہ ہی غور وفکر سے، اور ہم جہالت کی وجہ سے کسی پر کفر کا فتویٰ نہیں لگائیں گے جب تک کہ خبر اس تک پہنچ نہ جائے)۔

۲-حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کا واقعہ: ''**وجاوزنا ببني اسرائيل البحر......على العالمين**'' (اعراف: ۱۳۸ تا ۱۴۱)، بنی اسرائیل نے حضرت موسی علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کے لئے ایک بت بنائیں جس کی عبادت سے وہ اللہ کا قرب حاصل کریں، جیسا کہ مشرکین نے بنایا تھا اور اس کی عبادت کرتے تھے، علامہ ابن الجوزی تحریر فرماتے ہیں: ''**وهذا إخبار عن عظيم جهلهم حيث توهموا جواز عبادة غير الله، بعد مارأوا الآيات**'' (زاد المسیر ۱۵۰/۲) (یہ ان کی بڑی جہالت کی خبر دینا ہے، کیونکہ انہوں نے غیر اللہ کی عبادت کے جواز کا خیال کیا نشانیاں دیکھ لینے کے بعد)۔

۳-''**قصة ذات أنواط: إن رسول الله ﷺ لما خرج إلى حنين مر بشجرة للمشركين يقال لها: ذات أنواط، يعلقون عليها أسلحتهم، فقالوا: يا رسول الله!اجعل لنا ذات أنواط، كما لهم ذات أنواط، فقال النبي ﷺ: سبحان الله، هذا كما قال قوم موسى: اجعل لنا إلاها كما لهم آلهة**''**والذي**

نفسی بیده لترکبن سنة من کان قبلکم"(ترمذی رقم:۲۱۸۰،احمد رقم:۲۱۹۰۰)(رسول اللہ ﷺ جب غزوہ حنین کے لئے نکلے تو آپ کا گذر مشرکین کے ایک درخت کے پاس سے ہوا جس کو" ذات انواط" کہا جاتا تھا، جس پر وہ اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جیسا ان کے لئے" ذات انواط" ہے، ویسا ہی ہمارے لئے متعین فرما دیجئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! یہ تو ایسا ہی مطالبہ ہے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کیا تھا کہ" ہمارے لئے ایک معبود بنا دیجئے جیسا کہ ان کے لئے معبود"، قسم ہے، اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم اپنے سے پہلے لوگوں (بنی اسرائیل) کے راستہ پر ضرور چلوگے)۔

"**قال محمد رشید رضا في تعليقه: إن الذين قالوا للنبي ما ذكر، كانوا حد يثي عهد بالشرك فظنوا أن ما يجعله لهم النبي من ذلک يکون مشروعا، لا ینا في الإسلام**"(مجموع الرسائل والمسائل ۲۹/۴)(علامہ رشید رضا مصری" مجموع الرسائل والمسائل" پر اپنی تعلیق میں لکھتے ہیں: جن لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ بات کی تھی وہ شرک سے نکل کر نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے، پس انہوں نے یہ خیال کیا کہ جو چیز نبی کریم ﷺ ان کے لئے متعین فرما دیں گے وہ مشروع ہوگی، اسلام کے منافی نہیں ہوگی)۔

۴-"**عن حذيفة ابن اليمان قال: قال رسول الله ﷺ: يندرس الإسلام كما يندرس وشئ الثوب، حتى لا يدری ما صيام ولا صلاة ولا نسک ولا صدقة، وليسری على كتاب الله عزوجل في ليلة، فلا يبقى في الأرض منه آية، وتبقى طوائف من الناس: الشيخ الكبير والعجوز يقولون: أدركنا آباء نا على هذه الكلمة: لا إله إلا الله، فنحن نقولها، فقال له صلة: ما تعنئ عنهم "لا إله إلا الله' وهم لا يدرون ما صلاة ولا صيام ولا نسک ولا صدقة؟ فأعرض عنه حذيفة، ثم ردها عليه ثلاثا، كل ذلک يعرض عنه حذيفة، أقبل عليه في الثالثة، فقال: يا صلة! تنجيهم من النار، ثلاثا**"(ابن ماجہ رقم:۴۰۴۹، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۱۷۱/۱)(حضرت حذیفہ بن الیمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخری زمانہ میں اسلام اس طرح مٹے گا جیسے کپڑے کے نقش ونگار مٹتے ہیں، یہاں تک کہ یہ بھی معلوم نہیں ہوگا کہ نماز کیا ہے، روزہ کیا ہے، حج قربانی کیا ہے، صدقہ کیا ہے؟ اور کتاب اللہ پر ایک وقت ایسا بھی گزرے گا کہ روئے زمین پر اس کی ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی، اور لوگوں کے کچھ گروہ بڑے بوڑھے مرد وعورتیں باقی رہیں گے جو کہیں گے کہ ہم اپنے آباء واجداد کو اسی کلمہ" لاإلہ إلا اللہ" پر پایا ہے تو ہم بھی وہی کہتے ہیں، حضرت صلہؒ نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا:" لاإلہ إلا اللہ" سے آپ کی مراد کیا ہے؟ جبکہ وہ نہیں جانتے ہیں کہ نماز کیا ہے؟ روزہ کیا ہے؟ حج وقربانی کیا ہے؟ صدقہ کیا ہے؟ حضرت حذیفہ نے جواب دینے سے اعراض کیا، پھر انہوں نے تین بار یہی سوال دہرایا، حضرت حذیفہؓ ہر بار اعراض کرتے رہے، تیسری بار متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اے صلہ! کلمہ ان کو جہنم سے نجات دلائے گا، تین بار فرمایا)۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان لوگوں کے پاس سوائے ایمان مجمل کے اقرار کے اور کچھ علم نہیں تھا، اور وہ اسلام کے بارے میں مجرد اقرار کے سوا اور کچھ نہیں جانتے تھے جس پر انہوں نے اپنے آباء واجداد کو دیکھا تھا۔

علامہ ابن تیمیہ تحریر فرماتے ہیں: ''**وكثير من الناس قد ينشأ في الأمكنة والأزمنة يندرس فيها كثير من علوم النبوات حتى لا يبقى من يبلغ ما بعث الله به رسوله من الكتاب والحكمة فلا يعلم كثيرا مما يبعث الله به رسوله، ولا يكون هناك من يبلغه ذلك ومثل هذا لا يكفر، ولهذا اتفق الأئمة على أن من نشأ ببادية بعيدة عن أهل العلم والإيمان أو كان حديث العهد بالإسلام، فأنكر شيئا من هذه الأحكام الظاهرة المتواترة، فإنه لايحكم بكفره حتى يعرف ما جاء به الرسول الله ﷺ**''(مجموع الفتاوی ۱۱/ ۴۰۷) (اور بہت سے لوگ کبھی کبھی ایسے مقامات اور زمانہ میں پرورش پاتے ہیں جہاں علوم نبوت میں سے بہت سے علوم مٹ چکے ہوتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ کو جو علم وحکمت دے کر بھیجا تھا اس کو پہنچانے والا بھی باقی نہیں ہوتا ہے، پس جب لوگ بہت سے ان علوم واحکام سے ناواقف ہوں جن کو دے کر اللہ نے اپنے نبی کو مبعوث کیا تھا اور ان تک یہ علوم واحکام پہنچانے والے بھی نہ ہوں تو ایسے لوگوں کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اسی وجہ سے ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص کسی ایسے علاقہ میں پروان چڑھا ہو جو اہل علم وایمان سے دور ہو یا وہ نیا نیا اسلام میں داخل ہوا ہو پھر ان احکام ظاہرہ متواترہ میں سے کسی حکم کا انکار کردے تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا جب تک کہ وہ ان احکامات کو جان نے لے جس کو لے کر آپ ﷺ آئے تھے)۔

خلاصہ یہ کہ وہ جہل جس سے انسان معذور تصور کیا جاتا ہے، بایں طور کہ وہ حق نہ جانے اور نہ اس کا تذکرہ ہو تو وہ (جہل) گناہ اور اس حکم (کفر کا حکم) کو ساقط کردے گا جس کا تقاضہ اس انسان کا عمل کرتا ہے، پھر اگر وہ اپنے آپ کو مسلمانوں کی طرف منسوب کرتا ہو اور کلمہ گو ہو تو انہیں میں شمار ہوگا، اور اگر وہ غیر مسلمین میں سے ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ دنیا میں وہ اس دین کے ماننے والوں میں شمار ہوگا جس کی طرف وہ منسوب ہے اور آخرت میں اس کا معاملہ اہل فترت جیسا ہوگا اور قیامت میں اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا اور صحیح یہ کہ وہ آزمایا جائے گا)۔

ضروریات دین سے کیا مراد ہے؟

ضروریات دین سے مراد وہ احکام ومسائل ہیں جو اسلام اور مسلمانوں میں اتنے متواتر اور مشہور ہوں کہ مسلمانوں کے ان پڑھ جاہلوں تک کو بھی ان سے واقفیت ہو، جیسے پانچ نمازوں کا فرض ہونا، فجر کی دو اور ظہر کی چار رکعت کا فرض ہونا،

رمضان کے روزے فرض ہونا، سود، شراب اور خنزیر کا حرام ہونا وغیرہ، اگر کوئی شخص ان مسائل سے متعلق آیات قرآنی میں ایسی تاویل کرے جس سے مسلمانوں کا متواتر ومشہور مفہوم الٹ جائے تو وہ بلا شبہ باجماع امت کافر ہے، کیونکہ وہ درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی تعلیم سے انکار رہے (دین وشریعت کی بنیادیں ص۲۲۱)۔

قطعیات دین سے مراد:

ثبوت کے اعتبار سے احکام اسلامی کی کئی قسمیں ہیں تمام اقسام کا اس بارے میں یکساں حکم نہیں ہے، کفر وارتداد صرف ان احکام کیا نکار سے عائد ہوتا ہے جو قطعی الثبوت بھی ہوں اور قطعی الدلالت بھی۔

قطعی الثبوت ہونے کا مطلب تو یہ ہے کہ ان کا ثبوت قرآن مجید یا ایسی احادیث سے ہو جن کے روایت کرنے والے حضور ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر آج تک ہر زمانہ اور ہر قرن میں مختلف طبقات اور مختلف شہروں کے لوگ اس کثرت سے رہے ہوں کہ ان سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا یا عادۃ جھوٹ کا صدور ہونا محال ہو (اسی کو اصطلاح حدیث میں تواتر اور ایسی احادیث کو احادیث متواترہ کہتے ہیں)۔

اور قطعی الدلالۃ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو آیت قرآن مجید میں اس حکم کے متعلق واقع ہوئی ہے یا حدیث متواتر سے ثابت ہوئی ہے وہ اپنے مفہوم ومراد کو صاف صاف ظاہر کرتی ہو اس میں کسی قسم کی الجھن نہ ہو کہ جس میں کسی کی تاویل چل سکے۔

پھر اس قسم کے احکام قطعیہ اگر مسلمانوں کے ہر طبقہ خاص وعام میں اس طرح معروف ومشہور ہو جائیں کہ ان کا حاصل کرنا کسی خاص اہتمام اور تعلیم وتعلم پر موقوف نہ رہے، بلکہ عام طور پر مسلمانوں کو وراثۃً وہ باتیں معلوم ہو جاتی ہوں، جیسے نماز، روزہ، حج وزکوۃ کا فرض ہونا، شراب نوشی کا گناہ ہونا، حضور ﷺ کا خاتم الانبیاء ہونا وغیرہ تو ایسے احکام قطعیہ کو 'ضروریات دین' کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور جو اس درجہ مشہور نہ ہوں وہ صرف 'قطعیات' کہلاتے ہیں 'ضروریات' نہیں۔

دونوں کا حکم:

'ضروریات' اور 'قطعیات' کے حکم میں فرق یہ ہے کہ 'ضروریات دین' کا انکار باجماع امت مطلقا کفر ہے، ناواقفیت اور جہالت کو اس میں عذر قرار نہیں دیا جائے گا اور نہ کسی کی تاویل سنی جائے گی۔

اور 'قطعیات محضہ' جو شہرت میں اس درجہ کو نہیں پہنچتے تو احناف کے نزدیک اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کوئی عامی آدمی بوجہ ناواقفیت وجہالت کے ان کا انکار کر بیٹھے تو ابھی اس کے کفر وارتداد کا فیصلہ نہ کیا جائے گا، بلکہ پہلے اس کو تبلیغ کی

جائے گی کہ یہ حکم اسلام کے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ احکام میں سے ہے اس کا انکار کفر ہے اس کے بعد بھی اگر وہ اپنے انکار پر قائم رہے تب کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

جیسا کہ علامہ ابن الہمام کی کتاب ''المسایرۃ والمسامرۃ'' میں ہے:''**وأما ما ثبت قطعا ولم يبلغ حد الضرورة كاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت الصلبية بإجماع المسلمين، فظاهر كلام الحنفية الإكفار بجحده، بأنهم لم يشترطوا في الإكفار سوى القطع......ويجب حمله على ما إذا علم المنكر ثبوته قطعا**''(المسایرۃ والمسامرۃ رص۱۴۹)(اور جو حکم قطعی الثبوت تو ہو، مگر ضرورت کی حد کو نہ پہنچا ہو، جیسے میراث اگر بیٹی اور پوتی جمع ہوجائیں تو پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا اور یہ حکم اجماع امت سے ثابت ہے، سو ظاہر کلام حنفیہ کا یہ ہے کہ اس کے انکار کی وجہ سے کفر کا حکم لگایا جائے گا، کیونکہ انہوں نے قطعی الثبوت ہونے کے سوا اور کوئی شرط نہیں لگائی ہے......مگر واجب ہے کہ حنفیہ کے اس کلام کو اس صورت پر محمول کیا جائے کہ جب منکر کو اس کا علم ہو کہ یہ حکم قطعی الثبوت ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جس طرح کفر وارتداد کی ایک قسم تبدیل مذہب ہے اسی طرح دوسری قسم یہ بھی ہے کہ ضروریات دین اور قطعیات اسلام سے کسی چیز کا انکار کردیا جائے یا ضروریات دین میں کوئی ایسی تاویل کی جائے جس سے اس کے معروف معانی کے خلاف معنی پیدا ہوجائیں اور غرض معروف بدل جائے، اور ارتداد کی اس قسم دوم کا نام قرآن کی اصطلاح میں الحاد ہے(دین وشریعت کی بنیادی رص ۲۴۰،۲۴۱)۔

کلمہ کفر کا تلفظ:

اگر کلمہ کفر کا تلفظ پورے یقین واعتقاد سے کیا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ کافر ہوگا، لیکن اگر کلمہ کفر کا تلفظ بغیر علم و اعتقاد کے کیا تو اس سلسلے میں فقہاء کی دو آراء ہیں:

۱-وہ کافر ہوگا اور اس کا جہل معتبر نہیں مانا جائے گا۔

۲-اس کا جہل عذر شمار کیا جائے گا اور اس کی تکفیر نہیں کی جائیگی۔

چنانچہ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:''**وفي الخلاصة إذا تكلم بكلمة الكفر جا هلا، قال بعضهم: لا يكفر، وعامتهم على أنه يكفر ولا يعذر، قال البزازي في شرح اللأمية: أن من تلفظ بلفظ الكفر عن اعتقاد لا شک أنه يكفر، وإن لم يعتقد أنها لفظ الكفر إلا أنه أتى به عن اختيار يكفر عند عامة العلماء ولا يعذر بالجهل، وقال بعضهم: لا يكفر، والجهل عذر وبه يفتى، لأن المفتي مأمورأن يميل إلى القول الذي لا يوجب التكفير، ولولم يكن الجهل عذرا ليحكم على الجهال أنهم كفار؛ لأنهم لا يعرفون ألفاظ الكفر، ولوعرفوا لم يتكلموا، قال بعض الفضلاء: هو حسن لطيف.**

وفي خزانة الأكمل روي أن امرأة في زمن محمد بن الحسن قيل لها:من الله يعذب اليهود والنصارى يوم القيامة قالت: لا يفعل الله بهم ذلک، فإنهم عباده، فسئل محمد بن الحسن عن ذلک فقال: ما كفرت،فإنها جاهلة، فعلموها حتى علمت"(الاشباہ والنظائر ۱/ ۳۰۴، الموسوعۃ الفقہیہ ۱۶/ ۲۰۶، ۲۰۷)(اور خلاصہ میں ہے اگر کسی نے کلمہ کفر ناواقفیت میں کہا تو بعض علماء کے نزدیک اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے گی اور ناواقفیت اس کے حق میں عذر تصور نہیں کیا جائے گا، بزازی ''شرح اللامیۃ'' میں فرماتے ہیں کہ جس نے کلمہ کفر علم واعتقاد کے ساتھ بولا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کو کافر قرار دیا جائے گا، اور اگر اس نے اعتقاد نہیں رکھا کہ یہ کلمہ کفر ہے، مگر زبان سے اپنے اختیار سے ادا کیا تو بھی اکثر علماء کے نزدیک اس کو کافر قرار دیا جائے گا اور جہل کو عذر نہیں مانا جائے گا، اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، بلکہ اس کا جہل عذر شمار کیا جائے گا اور اسی پر فتوی ہے، کیونکہ مفتی کو اس کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس قول کی طرف مائل ہو جو تکفیر کو واجب نہیں کرتا ہے، اس لئے کہ اگر جہل کو عذر نہیں مانا گیا تو جاہلوں پر یہ حکم لگے گا کہ وہ کافر ہیں، کیونکہ وہ الفاظ کفر جانتے ہی نہیں اگر وہ جانتے ہوتے تو اپنی زبان سے نہ بولتے، بعض افاضل علماء فرماتے ہیں کہ یہ رائے عمدہ وبہترین ہے۔

اور ''خزانۃ الأکمل'' میں ہے: روایت کیا جاتا ہے کہ امام محمد بن الحسن کے زمانہ میں ایک عورت سے کہا گیا کہ بے شک قیامت کے دن اللہ تعالی یہود ونصاری کو عذاب دیں گے، تو اس نے کہا: اللہ تعالی ان کے ساتھ ایسا نہیں کریں گے کہ وہ اس کے بندے ہیں، پس امام محمد سے اس کے متعلق سوال پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اس نے کفر نہیں کیا، کیونکہ وہ علم نہیں رکھتی ہے، جاہل ہے، اس کو سکھاؤ، یہاں تک کہ وہ سیکھ لے''۔

"قال في مغنى المحتاج: يكفر من نسب الأمة إلى الضلال، أو الصحابة إلى الكفر، أو أنكر إعجاز القرآن أو غيّر شيئا منه، أو أنكر الدلالة على الله فى خلق السموات والأرض، بأن قال: ليس في خلقهما دلالة عليه تعالى، أو أنكر بعث الله الموتى من قبورهم، بأن يجمع أجزاء هم الأصلية وعيد الأرواح إليها، أو أنكر الجنة والنار أو الحساب أو العقاب أو الثواب أو أقرّبها لكن قال: المراد بها غير معانيها أو قال: إني دخلت الجنة وأكلت من ثمارها وعانقت حورها، أو قال: الأئمة أفضل من الأنبياء، هذا إن علم ما قاله، لا إن جهل ذلک لقرب إسلامه أو بعده عن المسلمين، فلا يكفر لعذره"(مغنی المحتاج ۴/ ۱۷۶، کتاب الردۃ، موسوعہ فقہیہ ۱۶/ ۲۰۷)(اور ''مغنی المحتاج'' میں ہے: جو شخص پوری امت کو گمراہی یا صحابہ کرامؓ کو کفر کی طرف منسوب کرے، یا قرآن کریم کے اعجاز کا انکار کرے یا اس کے کسی حکم یا آیت میں تبدیلی کرے یا زمین

وآسمان میں موجود اللہ کی ذات پر دلالت کرنے والی نشانیوں کا انکار کرے، مثلاً یوں کہے: کہ آسمان وزمین کی پیدائش میں اللہ تعالی کی ذات پر کوئی دلالت موجود نہیں ہے، یا قبروں سے دوبارہ مردوں کے زندہ کئے جانے کا منکر ہو اور یوں کہے کہ اللہ ان کے اجزاء اصلیہ کو جمع نہیں کرسکتا ہے اور نہ دوبارہ روحیں واپس لوٹا سکتا ہے، یا جنت وجہنم کا انکار کرے، یا حساب وکتاب سزاوثواب کا انکار کرے یا ان تمام چیزوں کا اقرار تو کرے لیکن یوں کہے کہ اس سے مراد کچھ اور ہیں، یا یوں کہے کہ میں جنت میں داخل ہوا، اس کے پھلوں میں سے کھایا اور جنت کی حوروں سے معانقہ کیا، یہ کہ کہے کہ ائمہ کرام صحابہ کرامؓ سے افضل ہیں تو ایسا شخص کافر قرار دیا جائے گا بشرطیکہ جو وہ کہہ رہا ہے، اس کا اسے علم ہو، لیکن اگر وہ ان تمام باتوں سے جاہل ہے قریب الاسلام ہونے کی وجہ سے یا مسلمانوں سے دور ہونے کی وجہ سے تو وہ کافر نہیں قرار دیا جائے گا بلکہ اس کی جہالت عذر متصور ہوگی)۔

ایسے شخص کے بارے میں مسلمانوں کا رویہ یہ ہونا چاہئے کہ اچھے انداز میں اسے دین کی تعلیم دیں، سمجھائیں اور کافر قرار دینے سے اجتناب کریں۔

جہالت کو کہاں عذر تصور کیا جائے گا اور کہاں نہیں:

فقہاء نے عموماً تین چیزوں کو عملی احکام میں عذر بالجہل مانا ہے:

۱-حدیث الاسلام: یعنی کسی شخص کا نیا نیا اسلام قبول کرنا، جس کی وجہ شرع کے بہت سے احکام کا اسے علم نہیں ہو پاتا ہے۔

۲-ناشئ بغیر دار الاسلام: یعنی دار الاسلام کے علاوہ کسی دوسری جگہ مثلاً دار الحرب میں اس کی پرورش ہوئی جس کی وجہ سے وہ علم دین سے واقف نہ ہوسکا۔

۳-"**ناشئ ببادية بعيدة عن الأمصار وأهل العلم**" یعنی شہر اور اہل علم سے دور دراز علاقہ میں اس کی پرورش ہوئی، جہاں ایسے علماء دستیاب نہ ہوں جو اسے تنبیہ کریں اور احکام شرعیہ سے واقف کرائیں تو وہ معذور مانا جائے گا۔

چنانچہ "المغنی" میں ہے: "**فإن كان ممن لا يعرف الوجوب كحديث الإسلام والناشئ بغير دار الإسلام أو ببادية بعيدة عن الأمصار، وأهل العلم لم يحكم بكفره**" (المغنی ۸/۱۳۱) (اگر وہ شخص ان لوگوں میں سے ہو جو وجوب کو نہیں جانتے ہیں، جیسے حدیث الاسلام، یا دار الحرب میں پرورش پانے والا، یا وہ شخص جو شہر اور اہل علم سے دور کسی دیہات میں پروان چڑھا ہو تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "**إني دائما –ومن جالسني يعلم ذلک مني– من أعظم الناس نهيا**

عن أن ينسب معين إلى تكفير وتفسيق ومعصية إلا اذا علم أنه قد قامت عليه الحجة الرسالية التي من خالفها كان كافرا تارة وفاسقا أخره، وعاصيا أخرى، وإني أقرر أن الله غفر لهذه الأمة خطأها، وذلك يعم في المسائل الخبرية القولية والمسائل العلمية، ومازال السلف يتنازعون في كثير من المسائل، ولم يشهد أحد منهم على أحد بكفر ولا بفسق ولا بمعصية

إلى أن قال: التكفير هو من الوعيد، فإنه وإن كان القول تكذيبا لما قاله الرسول ﷺ لكن الرجل قد يكون حديث عهد بالسلام أو نشأببادية بعيدة، ومثل هذا لا يكفر بجحدما يجحده حتى تقوم عليه الحجة، وقد يكون الرجل لم يسمع تلك النصوص أو سمهما ولم تثبت عنده، أو عارضها عنده معارض آخر ٠ و جب تأويلها، وإن كان مخطئا"(مجموع الفتاوی ۳/۲۲۹)۔

(جولوگ میری مجالست وصحبت اختیار کرتے ہیں وہ میرے بارے میں جانتے ہیں کہ میں لوگوں میں سب سے زیادہ اس بات سے روکنے والا ہوں کہ کسی متعین شخص کی طرف کفر،فسق یا معصیت انتساب کیا جائے اِلا یہ کہ جب یہ معلوم ہوجائے کہ اس پر نبوت ورسالت کی وہ حجت قائم ہوچکی ہے جس کی خلاف ورزی کرنے والا کبھی کافر کبھی فاسق اور کبھی گنہگار ہوتا ہے،اور میں پر زور انداز میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالی نے اس امت سے اس کی خطا کو معاف کردیا ہے اور یہ تمام قولی خبری علمی مسائل کو عام ہے،اور سلف صالحین بہت سے مسائل میں اختلاف کرتے رہے لیکن ان میں سے کسی نے کسی کے خلاف کفر فسق اور معصیت کی گواہی نہیں دی۔

نیز فرمایا: تکفیر وعید میں سے ہے اگرچہ کسی انسان کا قول حضور پاک ﷺ کے اقوال کی تکذیب کرتا ہو،لیکن آدمی بسا اوقات نیا نیا اسلام میں داخل ہوا ہوتا ہے یا اہل علم اور شہر سے دور کسی دیہات میں پرورش پاتا ہے اور اس طرح کے لوگوں کی تکفیر نہیں کی جائے گی اس کے انکار کی وجہ سے جب تک کہ اس پر حجت قائم نہ ہوجائے،اور کبھی آدمی نے ان نصوص ودلائل کو سنا نہیں ہوتا ہے یا سنا ہوتا ہے،مگر اس کے نزدیک صحیح وثابت نہیں ہوتے ہیں، یا کسی دوسرے معارض نے اس کے برعکس دلائل پیش کردیئے ہوتے ہیں جس سے تاویل کی گنجائش نکل جاتی ہو اگرچہ وہ خطا پر ہی کیوں نہ ہو)۔

جہاں تک بات ہے ہندوستان اور ان ممالک کی جہاں مسلمان صدیوں سے بڑی تعداد میں آباد چلے آرہے ہیں، لیکن وہاں زمام اقتدار غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہے ان کا حکم کیا ہوگا انہیں جہل کے حوالہ سے دارالحرب کے زمرہ میں رکھا جائے گا یا دارالاسلام کے زمرہ میں، یعنی یہاں کے مسلمانوں کے لئے جہل (حکم شرع سے عدم واقفیت) عذر شمار ہوگا یا نہیں؟ نیز پورے ملک کا حکم یکساں ہوگا یا مختلف علاقوں کا وہاں کے حالات کے اعتبار سے الگ الگ حکم ہوگا؟

اس بابت راقم الحروف کی ناقص رائے یہ ہے کہ مختلف علاقوں کا وہاں کے حالات کے اعتبار سے الگ الگ حکم ہونا چاہئے، مثلاً جن علاقوں میں مسلمانوں کے دینی تعلیم کے ادارے کثیر مقدار میں ہوں اور وہاں احکام شرع سیکھنا، بسہولت ممکن ہوں، بتانے والے علماء اور ارباب افتاء موجود ہوں وہاں جہل کو عذر نہ تصور کیا جائے اور جہاں صورت حال اس سے مختلف ہو وہاں جہل کو عذر مانا جائے، دلیل اس کی یہ ہے:

"عن السائب بن يزيد قال: كنت قائما في المسجد فحصبني رجل فنظرت، فإذا عمر بن الخطاب، فقال: إذهب فأتني بهذين فجئته بهما، قال: من أنتما؟ أو من أين أنتما؟قالا: من أهل الطائف، قال: لو كنتما من أهل البلد لأوجعتكما ترفعان أصواتكما في مسجد رسول الله ﷺ" (بخاری ۱/۱۰۱، رقم: ۴۷۰) (حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے فرماتے ہیں: میں مسجد (نبوی) میں کھڑا تھا کہ ایک آدمی نے مجھے کنکر مارا، پس میں نے دیکھا کہ وہ حضرت عمرؓ ہیں، انہوں نے فرمایا: جاؤ اور ان دو آدمیوں کو پکڑ کر لے آؤ، چنانچہ میں ان دونوں کو لے کر آیا، آپ نے پوچھا، تم کون ہو؟ یا یہ پوچھا کہ تم دونوں کہاں کے ہو؟ دونوں نے کہا کہ طائف کے ہیں، فرمایا: اگر تم دونوں اس شہر (مدینہ منورہ) کے ہوتے تو میں تمہیں تکلیف دہ مار مارتا، تم دونوں رسول اللہ ﷺ کی مسجد مبارک میں آواز بلند کرتے ہو)، حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: **"لو كنتما" يدل على أنه تقدم نهيه عن ذلك، وفيه المعذرة لأهل الجهل بالحكم إذاكان مما يخفى مثله"** (فتح الباری، کتاب الصلاۃ، باب رفع الصوت في المسجد) ("لوکنتما" (اگر تم دونوں) کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نہی کا حکم اس سے پہلے ہو چکا ہے، اور اس میں حکم شرع سے ناواقف لوگوں کے لئے عذر ہے، جبکہ حکم ایسا ہو جو ان جیسے افراد سے پوشیدہ رہ سکتا ہو)۔

معلوم ہوا کہ طائف کے مدینہ منورہ سے دور ہونے کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ ان لوگوں کو **"لاترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي"** (سورۂ حجرات: ۲) کا حکم معلوم نہ ہوسکا ہو، اس لئے حضرت عمرؓ نے ان کے جہل بالحکم کو عذر مانا اور سزا کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

کیا حرمت مصاہرت کے مسائل وجزئیات سے عدم واقفیت عذر تصور کیا جائے گا؟

حرمت مصاہرت کے مسائل بالخصوص "مس بالشہوۃ" اور "نظر بالشہوۃ" سے حرمت مصاہرت کا ثبوت ہوگا یا نہیں اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ کسی اجنبیہ کو مس کرنا خواہ شہوت سے ہو یا بغیر شہوت اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی، لیکن حنفیہ کے نزدیک مس، تقبیل اور شہوت کے ساتھ فرج کی طرف دیکھنے سے حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی جیسے کہ وطی سے ہوتی ہے، اور اس ثبوت حرمت میں احناف کے یہاں کوئی فرق نہیں ہے، خواہ عمداً ہو یا

نسیاناً،مکرہاً ہو یا خطاً ،چنانچہ ہدایہ میں ہے:

”ومن مسته امرأة بشهوة حرمت عليه أمها وبنتها، وقال الشافعي رحمه الله: لا تحرم، وعلى هذا الخلاف مسه امرأة بشهوة ونظره إلى فرجها، ونظرها إلى ذكره عن شهوة له: أن المس والنظر ليسا في معنى الدخول، ولهذا لا يتعلق بهما فساد الصوم والإحرام ووجوب الاغتسال ، فلا يلحقان به، ولنا: أن المس والنظر سبب داع إلى الوطئ، فيقام مقامه في موضع الاحتياط“(ہدایہ،کتاب النکاح،فصل في بيان المحرمات)(اگر کسی آدمی کو کسی عورت نے شہوت کے ساتھ چھولیا تو اس پر اس عورت کی بیٹی حرام ہوجائے گی،اور حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں؛حرام نہیں ہوں گی،اور یہی اختلاف اس صورت میں بھی ہوگا،جبکہ مرد نے کسی عورت کو شہوت کے ساتھ چھولیا ہو یا اس کے فرج (داخل) کی طرف دیکھ لیا ہو،اور عورت نے مرد کے ذکر کو اگر شہوت سے دیکھ لیا تو بھی یہ مسئلہ ہوگا،حضرت امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ ”مس بالشہوۃ“اور ”نظر بالشہوۃ“دخول کے معنی میں نہیں ہیں،یہی وجہ ہے کہ ان سے فسادروزہ واحرام اور وجوب غسل لازم نہیں آتا ہے(اگر یہ دخول کے معنی میں ہوتے تو روزہ ٹوٹ جاتا،احرام ٹوٹ جاتا، اور غسل واجب ہوتا)،لہذا ان دونوں کو دخول کے ساتھ ملحق نہیں کیا جائے گا۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ”مس بالشہوۃ“اور ”نظر بالشہوۃ“وطی کا سبب ہے،لہذا احتیاط کی جگہوں میں ان کو وطی کے قائم مقام مانا جائے گا۔

ترجیح:

ہر فریق کے دلائل (زنا،مس بالشہوۃ،نظر بالشہوۃ اور تقبیل وغیرہ سے حرمت مصاہرت کے ثبوت وعدم ثبوت کے بارے میں)اعتراض سے خالی نہیں ہیں،لیکن درج ذیل وجوہات سے راقم الحروف کی رائے یہ ہے کہ امام شافعی وغیرہم کے مسلک کو اختیار کرکے ان لوگوں کے حق میں جو مسائل واحکام،جزئیات وفروعات سے ناواقف ہیں اسے عذر مانا جائے:

۱-”مس بالشہوۃ“اور ”نظر بالشہوۃ“وغیرہ کو نکاح پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے،کیونکہ دونوں میں کئی فرق ہیں۔

۲-نکاح کے احکام جو اللہ نے مرتب فرمائے ہیں مثلاً عدت،شوہر کے انتقال پر سوگ منانا،میراث،حلت و حرمت،لحوق نسب،وجوب نفقہ ومہر،خلع،طلاق،ظہار اور ایلاء وغیرہ درست ہونا،چار بیویوں پر اکتفاء کرنا،قسم (باری کی تقسیم) کا واجب ہونا،زوجات کے درمیان عدل کرنا،رجعت کا حق،ثبوت اِحصان اور شوہر اول کے لئے حلالہ شرعی کے حلال ہونا وغیرہ،ان سے میں کوئی بھی اس میں نہیں پائی جاتی ہے۔

۳-نیز یہ ان مسائل میں سے جنہیں عوام ہی کیا،عام علماء کو بھی معلوم نہیں ہوتے ہیں،جیسا کہ سوالنامہ میں درج

ہے، پھران کو عذر ماننے میں حرج نہیں خصوصا ایسے علاقوں میں جہاں جہالت عام، دینی مدارس کی قلت ہے، بلکہ بعض علاقوں میں معصوم ہے، اور تعلیم وتعلم کے اسباب مہیا نہیں ہیں، نیز تنبیہ کرنے والے علماء موجود نہیں ہیں۔

جہالت کو عذر مان کر تین طلاق کو ایک تصور کیا جاسکتا ہے؟

غالبا اسلامک فقہ اکیڈمی کے پچیسویں فقہی سمینار منعقد آسام کے موقع پر میں نے ایک مقالہ عربی زبان میں طلاق ثلاثہ کے وقوع کے متعلق ارسال کیا تھا، بعد میں اکیڈمی کے حکم پر اس کا اردو ترجمہ بھی روانہ کیا تھا، اس میں تفصیل سے دونوں فریق (تین کو ایک اور تین کو تین ماننے والے) کے دلائل کا جائزہ لے کر اپنی رائے تحریر کی تھی وہی رائے آج بھی میری ہے اور وہ یہ کہ جمہور علماء کی رائے ہی میرے نزدیک راجح ہے اور وہ یہ کہ اگر کسی نے دفعتا تین طلاق دے دی تو تین پڑ جائیں گی، لیکن اگر کہیں حاکم یا قاضی یا مفتی ضعیف رائے پر فتوی دے دے تو اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہوگی، لوگوں کی سہولت اور ازدواجی تعلقات اور خاندانی خوشگواری اور اولاد کی حفاظت وتربیت کی خاطر خصوصا جن حالات میں ہم زندگی گزار رہے ہیں جس میں ورع واحتیاط کی شدید کمی ہے، لوگ لاعلمی کی وجہ سے الفاظ طلاق کے استعمال میں تہاون، سستی وغفلت سے کام لیتے ہیں، طلاق کے مائل میں بھی بے خبری عام ہے حتی کہ بہت سے پڑھے لکھے افراد بھی یہ سمجھتے ہیں کہ تین سے کم کوئی طلاق ہو ہی نہیں سکتی انہیں طلاق کے احسن اور حسن طریقہ کا بھی علم نہیں ہوتا ہے، ایسے حالات میں ناواقفیت کو عذر مان کر ان کے حق میں تین طلاق کو ایک مانا جاسکتا ہے اور یہ کام اس علاقہ کے علماء وارباب افتاء کے اوپر چھوڑ دیا جائے وہ علاقہ، حالات اور مبتلی بہ کے حالات کا بغور جائزہ لے کر ایسی راہ اختیار کریں جو اس کے حق میں بہتر ہو، مگر عمومی فتوی نہ دیا جائے اور ساتھ ہی نوجوان نسلوں کو نکاح وطلاق کے ضروری مسائل سے واقف کرانے کی کوئی منظر اور مربوط کوشش کی جائے، بلکہ تحریر چلائی جائے۔

جہل کے تعلق سے مختلف فقہی مسالک ورجحان کی وضاحت:

دارالحرب میں شرائع اسلام سے عدم واقفیت ایسے مسلمان کے حق میں عذر بن سکتا ہے، جو دارالحرب میں اسلام لایا مگر دارالاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی، حتی کہ اگر دارالحرب میں قیام کیا اور اسے یہ علم نہ ہوسکا کہ اس پر نماز، روزہ اور زکوۃ وغیرہ فرض ہے اور اسے ادا بھی نہیں کیا تو اس پر ان کی قضا لازم نہیں ہے، برخلاف امام زفرؒ کے، کیونکہ دلیل اس کے حق میں مخفی ہے اور وہ خطاب شرع ہے جو اس تک پہنچا ہی نہیں، نہ حقیقتا، یعنی سماع کے ذریعہ اور نہ تقدیرا، یعنی شہرت کے ذریعہ، تو اس کا خطاب شرع سے ناواقفیت عذر شمار ہوگا، برخلاف ذمی کے جب وہ دارالاسلام میں اسلام لائے تو اس کے لئے جہالت عذر نہیں ہوگا، کیونکہ وہاں احکام شرع کا شیوع ہے اور سوال پر قدرت بھی۔

”قال السيوطي: كل من جهل تحريم شئ مما يشترك فيه غالب الناس لم يقبل منه دعوى

الجهل، إلا أن يكون قريب عهد بالإسلام أو نشأببادية بعيدة عن العلماء، ويخفى فيها مثل ذلك كتحريم الزنا والقتل والسرقة والخمر والكلام في الصلاة والأكل في الصوم"(الاشباہ والنظائر للسیوطی رص ۱۳۳) (امام سیوطی فرماتے ہیں: ہر وہ شخص جو کسی ایسی چیز کی حرمت سے ناواقف ہو جس میں لوگوں کی کثیر تعداد شریک ہو تو اس کا دعوی جہل قبول نہیں کیا جائے گا، الا یہ کہ وہ قریب العہد الاسلام ہو یا علماء سے دور کسی علاقہ میں پرورش پائی ہو اور اس طرح کے احکام اس پر مخفی ہوں جیسے زنا کی حرمت، شراب، چوری وغیرہ کی حرمت، نماز میں کلام کرنے اور روزہ میں کھانے کی حرمت وغیرہ۔

امام نووی فرماتے ہیں:"**إذا أسلم في دار الحرب ولم يها جروجبت عليه الصلاة ،كما لوهاجر، فإن تركها لزمه القضاء سواء علم وجوبها أو جهله، هذا مذهبنا، وقال أبو حنيفة رحمه الله: لا يلزمه مالم يعلم وجوبها**"(المجموع شرح المہذب، کتاب الصلاۃ فرع فی وجوب الصلاۃ) (اگر کسی آدمی نے دارالحرب میں اسلام قبول کیا اور ہجرت نہیں کی تو اس پر نماز واجب ہوگی، بعینہ اسی طرح جیسے ہجرت کرنے پر واجب ہوتی، اگر اس نے نماز ترک کردی تو قضا لازم ہوگی چاہے اس کو نماز کی فرضیت کا علم ہو یا نہ ہو، یہ ہمارا (شوافع) کا مسلک ہے، اور حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: اس پر ان ایام کی نمازوں کی قضا لازم نہیں ہے جب تک کہ وجوب کا علم نہ ہو)۔

"موسوعہ فقہیہ" میں ہے:"**ومن الجهل الذي يصلح عذرا، الجهل بالشرائع في دارالحرب يكون عذرا من مسلم أسلم فيها ولم يهاجر، حتى لو مكث فيها ولم يعلم أن عليه الصلاة والزكاة وغيرهما ولم يؤدها لا يلزمه قضاء ها، لخفاء الدليل في حقه، وهو الخطاب لعدم بلوغه إليه حقيقة بالسماع و تقديرا بالشهرة، فيصير جهله بالخطاب عذرا، بخلاف الذمي إذا اسلم في دارالإسلام لشيوع الأحكام والتمكن من السؤال**"(موسوعہ فقہیہ:۱۶/۱۹۹) (اور وہ جہل (احکام شرع سے ناواقفیت) جو عذر مانا جاسکتا ہے اس میں سے دارالحرب میں شریعت کے احکام سے ناواقفیت ہے اس مسلمان کے لئے جو دارالحرب ہی میں اسلام لایا ہو لیکن دارالاسلام کی طرف ہجرت نہ کی ہو، حتی کہ اگر دارالحرب ہی میں رہا اور یہ نہ جان سکا کہ اس پر نماز، زکوۃ وغیرہ فرض ہے، اور انہیں ادا بھی نہیں کیا تو ان قضا اس پر لازم نہیں ہوگی، کیونکہ دلیل اس کے حق میں مخفی ہے اور خطاب شرع ہے، اس لئے کہ خطاب شرع اس تک نہیں پہنچا، نہ حقیقۃ یعنی سماع کے ذریعہ، اور نہ تقدیرا، یعنی شہرت واستفاضہ کے ذریعہ، لہذا خطاب شرع سے ناواقفیت اس کے لئے عذر ہوگا، برخلاف اس ذمی کے جو دارالاسلام میں اسلام لایا (اور احکام شرع سے ناواقف رہا، تو اس کا جہل اس کے لئے عذر نہ ہوگا) اس لئے کہ دارالاسلام میں احکام کا شیوع، شہرت و چرچا ہے، نیز وہ سوال کرنے اور مسائل معلوم کرنے پر قادر ہے)۔

۲-اگر کسی عجمی سے عربی زبان میں طلاق، عتاق، یمین وغیرہ کے الفاظ کہلائے گئے جن کے معنی وہ نہیں جانتا ہے تو حنابلہ وشوافع کے نزدیک اس کا اعتبار نہیں ہوگا اور حنفیہ کے یہاں اعتبار ہوگا، چنانچہ فتاوی تاتارخانیہ میں ہے: ''**وفي الذخيرة فى الفصل الثاني في بيان طلاق من يقع ومن لا يقع: المرأة إذالقنت زوجها الطلاق بالعربية وهو لايعلم يقع الطلاق، وعلى هذا إذا أعتق عبده بالعربية أو دبره وهو لا يعلم معناه، وهذا بخلاف ما لوباع أو اشترى بالعربية وهو لا يعلم حيث لا يصح، قال ابو الليث رحمه الله: إذا قال لا مرأته: أنت طالق ولا يعرف أن هذا اللفظ طلاق طلقت في القضاء ولا تطلق فيما بينه وبين الله وكذا في العتاق'' وفي الجامع الأصغر: محمد بن سماعة قال: سمعت محمداً رحمه الله يقول في رجل قال لا مرأته وهو عربي اللسان: أن طالق''، فسمع أعجمى وظن أنه لطف أو سب، فقال: مثل ذلک لامرأته، طلقت امرأته''** (فتاوی تاتارخانیہ ۳۹۸/۴، کتاب الطلاق، فصل: من یقع طلاقہ ومن لا یقع) (اور'' ذخیرہ'' فصل ثانی: ''**بیان طلاق من يقع ومن لا يقع**'' میں ہے: عورت جب اپنے شوہر کو عربی زبان میں طلاق کی تلقین کرے حالانکہ وہ عربی نہیں جانتا ہے تو طلاق واقع ہوجائے گی، اور یہی مسئلہ ہوگا جب کوئی شخص عربی زبان میں اپنے غلام کو آزاد کرے یا مدبر بنائے حالانکہ وہ اس کے مفہوم سے ناواقف ہے، برخلاف اس کے کہ اگر وہ خریدے یا بیچے عربی زبان میں اور عربی نہیں جانتا ہے تو خرید و فروخت درست نہ ہوں گے، امام ابولیثؒ فرماتے ہیں: اگر مرد اپنی بیوی سے کہے: ''أنت طالق'' حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ یہ لفظ طلاق ہے تو قضاء طلاق پڑ جائے گی اور دیانۃ فیما بینہ وبین اللہ نہیں پڑے گی اور ایسا ہی مسئلہ ہوگا عتاق میں بھی، اور ''الجامع الأصغر'' میں ہے: محمد بن سماعہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمدؒ کو فرماتے ہوئے سنا اس آدمی کے بارے میں جو اپنی بیوی سے کہے'' أنت طالق'' اور وہ عربی اللسان ہو (عربی زبان جانتا ہو) پھر کسی عجمی نے اس کا یہ جملہ سنا اور یہ سمجھا کہ وہ اظہار محبت کر رہا ہے یا گالی دے رہا ہے، پھر اس نے بھی اپنی بیوی کو ایسا ہی کہہ دیا تو اس کی بیوی کو طلاق پڑ جائے گی)۔

''**وفي المغني: إن قال الأعجمي لامرأته: أنت طالق، ولا يفهم معناه لم تطلق، لأنه ليس بمختار للطلاق فلم يقع طلاقه كالمكره**'' (المغنی ۳۰۴/۷، کتاب الطلاق، باب تصریح الطلاق وغیرہ، الموسوعۃ الفقہیہ ۲۰۶/۱۶) (اور'' المغنی'' میں ہے: اگر عجمی نے اپنی بیوی سے کہا: '' أنت طالق'' اور اس کے معنی نہیں سمجھتا ہے تو طلاق نہیں پڑے گی، کیونکہ وہ طلاق میں مختار نہیں ہے، سو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی جیسا کہ مکرہ کی نہیں ہوتی ہے)۔

قواعد الأحکام میں ہے: ''**إذا نطق الأعجمي بكلمة كفر أوأيمان أو طلاق أو اعتاق أو بيع أو شراء أو صلح أو براء لم يؤاخذ بشئ من ذلک، لأنه لم يلتزم مقتضاه ولم يقصد إليه**'' (قواعد الأحکام ۲۱۸/۲، فصل فیمن أطلق لفظا لا یعرف معناہ) (اگر کسی عجمی نے کفر، ایمان، طلاق، اعتاق، بیع وشرا اور صلح وابراء کے کلمات زبان سے بول دیئے تو

ان میں سے کسی پر بھی مواخذہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس نے ان کے مقتضاء معانی کا التزام نہیں کیا ہے اور نہ ہی اس کا قصد ہے)۔

"وقال النفراوي في الفواكه الدواني: إذا نطق الأعجمي بكلمة كفر، أوأيمان، أوطلاق أو عتاق أو بيع أو شراء أو نحوه ولا يعرف معناه لا يؤاخذ بشئ منه، لأنه لم يلتزم بمقتضاه، ولم يقصد إليه" (الفواكہ الدوانی، کتاب الطلاق)۔

علامہ احمد بن غانم نفراوی ازہری مالکی (متوفی ۱۱۲۶ھ) نے بھی یہی لکھا ہے، ترجمہ اوپر کیا جا چکا ہے۔

۳- دو اشخاص نے کسی کے خلاف قتل کی گواہی دی اور اس گواہی کی بنا پر اس شخص کو قصاص میں قتل کر دیا گیا، پھر دونوں گواہوں نے گواہی سے رجوع کر لیا اور کہا کہ ہم دونوں نے دانستہ جھوٹی گواہی دی تھی، لیکن ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ ہماری گواہی کی بنا پر اس کو قتل کر دیا جائے گا تو ان گواہوں سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟۔ اس بارے میں علماء کی دو رائیں ہیں، بعض کے نزدیک قتل نہیں کیا جائے گا اور بعضوں کے نزدیک قصاص لیا جائے گا، چنانچہ "الأشباہ والنظائر للسیوطی" میں ہے:

"قال الزركشي: لو شهدا بقتل ثم رجعا وقالا: تعمدنا، ولكن ما عرفنا أنه يقتل بشهادتنا، فلا يجب القصاص في الأصح، إذ لم يظهر تعمدهما للقتل، لأن ذلك مما يخفى على العوام، ومن هذا القبيل أعني الذي يقبل فيه دعوى الجهل مطلقا لخفائه كون التنحح مبطلا للصلاة أو كون القدر الذي أتى به من الكلام محرما، أو النوع الذي تناوله مفطرا، فالأصح عدم البطلان في الصور الثلاث" (موسوعہ فقہیہ ۱۶/ ۲۰۰) (علامہ زرکشی فرماتے ہیں: اگر دو لوگوں نے قتل کی گواہی دی پھر رجوع کر لیا اور کہا کہ ہم نے جان بوجھ کر جھوٹی گواہی دی تھی لیکن ہم نہیں جانتے تھے کہ ہماری گواہی سے اس کو قتل کر دیا جائے گا، تو صحیح قول کے مطابق ان دونوں پر قصاص واجب نہیں ہوگا، اس لئے کہ قتل میں ان دونوں تعمد ظاہر نہیں ہوا اور یہ ان مسائل میں سے جو عوام الناس سے پوشیدہ ہوتا ہے، اور اسی قبیل سے، یعنی جس میں دعوی جہل مطلقا قبول ہوگا پوشیدہ ہونے کی وجہ سے کھانسی کا مفسد صلاۃ ہونا، یا اتنی مقدار میں نماز میں کلام کرنا جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا یہ سمجھ کر ہمارا روزہ ٹوٹ گیا ہے کھا پی لینا وغیرہ ہے، تو صحیح قول کے مطابق ان تینوں صورتوں میں نماز و روزہ فاسد نہیں ہوگا)، یعنی ان تمام مسائل میں جہل کو عذر مانا جائے گا۔

"الأشباہ والنظائر للسیوطی" میں ہے: **"كل من علم تحريم شئ وجهل ما يترتب عليه لم يفده ذلك، كمن علم تحريم الزنا والخمر، وجهل وجوب الحد، يحد بالاتفاق، لأنه كان حقه الامتناع، وكذلك**

لو علم تحريم القتل وجهل وجوب القصاص يجب القصاص أو علم تحريم الكلام في الصلاة وجهل كونه مبطلا، يبطل، أو علم تحريم الطيب على المحرم وجهل وجوب الفدية، تجب"(الاشباہ والنظائر للسیوطی ص ۱۳۳) (جو شخص کسی چیز کی حرمت سے تو واقف ہو لیکن اس پر مرتب ہونے والے اثرات سے ناواقف ہو تو یہ اس کو فائدہ نہیں پہنچائے گا (یعنی اس کے حق میں عذر نہیں شمار ہوگا) جیسے کوئی شخص زنا اور شراب کی حرمت سے واقف ہو، لیکن یہ نہ جانتا ہو کہ اس پر حد ہوتی ہے تو بالاتفاق اس پر حد جاری کی جائے گی، اس لئے کہ اس کا حق تھا کہ وہ اس سے باز رہے، نیز اس طرح کوئی شخص قتل کی حرمت سے واقف ہو، لیکن قصاص کے وجوب سے ناواقف ہو تو اس پر قصاص واجب ہوگا، یا نماز میں کلام کی حرمت سے واقف ہو، لیکن یہ نہ جانتا ہو کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی، یا محرم کے لئے خوشبو لگانے کی حرمت جانتا ہو، لیکن فدیہ کے وجوب سے ناواقف ہے تو بھی فدیہ واجب ہوگا)۔

☆☆☆

احکام شرعیہ پر جہالت و ناواقفیت کا اثر

مولانا محمد رمضان علی فرقانی ☆

اسلام میں علم کی بہت اہمیت ہے، اس کی ابتداء ہی لفظ ''اقرأ'' سے ہوئی، اس لئے اسلام نے حصول علم کو فرض قرار دیا۔ اسلام، جہالت کو ختم کردینا چاہتا ہے، لیکن علم کی اشاعت وترویج کی تمام تر کوششوں کے باوجود کثیر افراد عقائد واحکام سے ناواقف ہیں، اس کے کئی اسباب ہیں، ایک تو یہ کہ کچھ لوگ ایسے علاقوں میں رہتے ہیں جہاں علم کے اسباب وذرائع میسر نہیں ہیں، علم سکھانے والے افراد موجود نہیں ہیں یا کم ہیں، اور بہت سے افراد تمام تر اسباب وذرائع میسر ہونے کے باوجود عقائد واحکام سے واقفیت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے، اور لاپرواہی وکوتاہی کرتے ہیں، کچھ لوگ سیکھنا چاہتے ہیں، لیکن مصروفیات کی بناء پر وہ بھی دینی علوم سے ناواقف رہ جاتے ہیں۔ ایسے میں غور وفکر کا مقام ہے کہ عقائد واحکام سے ناواقفیت کن مقامات پر عذر شمار کی جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے حکم شرع تبدیل ہوجاتا ہے، یا اس میں تخفیف ہوجاتی ہے، اور کن مقامات پر جہالت کو عذر تسلیم نہیں کیا جاتا ہے کہ ناواقفیت کے باوجود مکلّف پر حکم شرع لازم رہتا ہے اور اس کے لئے کوئی تخفیف نہیں ہوتی۔ اس پس منظر میں درج ذیل کچھ سوالات اور ان کے جوابات رقم کیے جارہے ہیں:

۱- شریعت اسلامی میں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کو کہاں عذر تصور کیا جائے گا؟

احناف کے اصول وضوابط:

احناف کے نزدیک جہل کو عذر ماننے اور نہ ماننے کے اصول وضوابط مقرر ہیں۔ اصولیین نے عوارض کی دو قسمیں ہیں: سماوی اور مکتسب۔ سماوی، جیسے پاگل پن، نسیان، نیند، بیہوشی، موت وغیرہ میں انسان کا کوئی دخل نہیں ہے، یہ سب قدرت کی جانب سے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی عذر انسان کو لاحق ہوجائے تو اس پر حکم شرع لازم نہیں ہوتا ہے۔

عوارض مکتسبہ، یہ وہ عوارض ہیں جو کبھی انسان کو اس کی ذات کی وجہ سے پیش آتے ہیں، جیسے جہل، سکر، خطاء، سفر

☆ نائب مفتی دارالافتاء خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف، پٹنہ (بہار)۔

وغیرہ، اور کبھی کسی دوسرے انسان کی وجہ سے پیش آتے ہیں، جیسے جبر واکراہ۔

جہل کی متعدد قسمیں ہیں، علامہ ابن نجیم کے نزدیک تین قسمیں ہیں، امام فخر الاسلام علی بن محمد بزدویؒ کے مطابق جہل کی چار قسمیں ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں :

"**أما الجهل فأربعة أنواع: جهل باطل بلاشبهة لا يصلح عذرا أصلا فى الاٰخرة، وجهل هو دونه لكنه باطل لا يصلح عذرا أيضا فى الأخرة، وجهل يصلح شبهة، وجهل يصلح عذرا**" (اصول البزدوی، باب العوارض المکتسبۃ: ۳۳۸)۔

(جہل کی چار قسمیں ہیں، جہل باطل بلاشبہہ جو آخرت میں بالکل عذر نہیں ہوگا، اس سے کم درجہ کا جہل، لیکن وہ باطل ہے، اور وہ بھی آخرت میں عذر نہیں ہوگا، وہ جہل جو شبہہ کی صلاحیت رکھتا ہے، وہ جہل جو قابل عذر ہوتا ہے)۔

(۱) جہل باطل:

کافر کا کفر جہل باطل بلاشبہہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر واضح دلیلیں موجود ہیں، اسی طرح رسالت مآب ﷺ کی رسالت پر دلائل موجود ہیں، دور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کثیر معجزات کا ظہور ہوا اور وہ معجزات آج بھی موجود ہیں، ان دلائل کے باوجود وحدانیت باری تعالیٰ اور رسالت رسول خدا کا انکار ایسا ہی ہے، جیسا کہ کسی محسوس شئے کا انکار کرنا، اسی لئے یہ جہل آخرت میں قابل عذر نہیں مانا جائے گا۔

"**أما الأول :وهو الجهل الباطل بلا شبهة الذى لم يصلح أن يكون عذرا فى الآخرة أصلا فالكفر من الكافر؛ لأنه مكابرة وجحود بعد وضوح الدليل، فإن الدلائل الدالة على وحدانية الله تعالى، وكمال قدرته ظاهرة باهرة لا خفاء بها.وكذا الدليل الدال على صحة الرسالة من المعجزات ظاهر محسوس فى زمانهم، وقدنقلت المعجزات بعدهم إلى يومنا هذا بالتواتر، فكان إنكارها كإنكار المحسوس**" (التقریر للبابرتی ۸/۱۲۰)۔

(۲) صاحب ہوی اور باغی کا جہل:

جہل کے دوسری قسم جیسے کہ معتزلہ کا جہل کہ انہوں نے عذاب قبر کا انکار کیا، گناہ کبیرہ کے مرتکب کے لئے شفاعت کا انکار کیا، حالانکہ یہ چیزیں قران وحدیث سے ثابت ہیں، اس لیے ان کے جہل کو عذر نہیں مانا جائے گا۔

"**أما القسم الثانى وهو الجهل الذى دون جهل الكافر، ولكنه لا يصلح عذرا أيضا**" (کشف الاسرار، باب العوارض المکتسبۃ: ۴/۳۳۶)۔

"کجهل المعتزلة بسؤال منکر ونکیر عذاب القبر والمیزان والشفاعة لأهل الکبائر...جهل باطل"(التقریر للبابرتی ۸/۱۴۴)۔

(۳)موقع اجتہاد صحیح اور موقع شبہہ میں جہل:

وہ جہل جو اجتہاد صحیح کی جگہ ہو، یعنی قرآن وحدیث اور اجماع کے مخالف نہ ہو، یا موضع اجتہاد میں نہ ہو، لیکن موضع شبہہ میں ہو، جیسے کہ کسی روزہ دار نے پچھنا لگوایا اور اس کے بعد یہ سوچ کر روزہ توڑ دیا کہ حجامہ سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے تو ایسے شخص پر قضاء لازم ہے، کفارہ لازم نہیں ہے۔ عدم کفارہ کی دو اسباب ہیں، ایک تو یہ کہ اس کی ناواقفیت مجتہد فیہ مسئلہ میں ثابت ہوئی، کیونکہ امام اوزاعی کے مطابق حجامہ، یعنی پچھنا لگوانے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ کفارہ شبہہ سے ساقط ہوجاتا ہے۔

کسی نے اپنی بیوی کی باندی سے یا اپنے والد کی باندی سے یہ سوچ کر وطی کی کہ اس سے ہمبستری حلال ہے تو اس پر حد جاری نہیں ہوگا، کیونکہ بیوی کی دولت من وجہ شوہر کی دولت ہے، اور باپ، بیٹے کے درمیان املاک مشترک ہیں، بیٹا، باپ کا جزء ہے اور بسا اوقات اس میں شبہہ ہوجاتا ہے کہ جو املاک اصل کے لئے حلال ہیں وہ جزء کے لئے بھی حلال ہیں اسی لئے یہاں پر حد کے ساقط ہونے میں شبہہ کا اعتبار ہوگا اور یہ جہل شبہہ کا احتمال رکھے گا۔

"أما القسم الثالث وهو الجهل الذی یصلح شبهة، فهو الجهل فی موضع تحقق فیه الاجتهاد من غیر أن یکون مخالفا للکتاب أو السنة وهو المراد بالصحیح، أو فی غیر موضع الاجتهاد أی لم یوجد فیه اجتهاد، ولکنه موضع الاشتباه"(کشف الاسرار، باب العوارض المکتسبة: ۴/۳۴۲)۔

"صائم احتجم ثم أفطر علی ظن أن الحجامة فطرته وعلی ظن أن علی ذلک التقدیر، وهو أن الحجامة فطرته لم یلزمه الکفارة لما قلنا من أن جهله حصل فی موضع بالاجتهاد، وفی حکم یسقط بالشبهة۔وأما الأول فلأن الأوزاعی یقول بفساد الصوم بالحجامة لظاهر الحدیث ۔أما الثانی:فلأنه کفارة، وهی تسقط بالشبهات"(التقریر للبابرتی ۸/۱۶۱)۔

"هو أن یطأ الرجل جاریة أحد والدیه أو جاریة امرأته وظن أنها تحل له لم یجب الحد علیهما عندنا...قلنا:تمکنت فیه شبهة الاشتباه؛ لأن ملک المرأة من وجه مال الزوج...وکذافی جاریة الأب والأم قد یشتبه الحال؛ لأن الأملاک متصلة بینهم والولد جزؤهما، فربما یشتبه أنها لما کانت حلالا للأصل کانت حلالا للجزء ایضا، فتعتبر شبهة فی سقوط الحدود دون النسب والعدة" (التقریر للبابرتی: ۸/۱۶۵)۔

(۴) قابل عذر جہل:

جہل کی چوتھی قسم وہ ہے جو قابل عذر ہے، عموما اس جہالت وناواقفیت کے مندرجہ ذیل اسباب ہوتے ہیں:

الف: دار الحرب میں مسلمان ہونے کے بعد ہجرت نہ کرنا:

کسی نے دار الحرب میں اسلام قبول کیا اور اس کے بعد دار الاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی، اسے نماز، روزہ کے وجوب کا علم نہیں ہو جس کی وجہ سے اس نے نہ نماز پڑھی اور نہ روزہ رکھا تو واقفیت کے بعد ایسے شخص پر قضاء لازم نہیں ہے، کیونکہ اس کے حق میں احکام شرع حقیقۃ اور تقدیرا دونوں اعتبار سے پوشیدہ ہیں۔ حقیقۃ تو اس وجہ سے کہ حکام اسلامی کی تبلیغ اس شخص تک نہیں ہوئی اور وہ امور دینیہ سے واقف نہیں ہوا، اور تقدیرا اس وجہ سے کہ دار الحرب میں احکام شرع عام نہیں ہوتے ہیں۔ اس لئے ایسے شخص کی ناواقفیت قابل عذر ہے۔

ب- جدید حکم جو مشہور نہیں ہوا:

اللہ تعالیٰ کا وہ حکم جو پہلی مرتبہ نازل ہوا اور مشہور نہیں ہوا، جس شخص کو اس حکم کا علم نہیں ہوا تو اس کا جہل قابل عذر ہوگا، جیسا کہ تحویل قبلہ کا حکم جاری ہونے کے بعد اہل قبا ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد عصر کی نماز پڑھ رہے تھے، دوران نماز ان کو تحویل کی خبر دی گئی تو وہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور نماز مکمل کیں۔ حضور صلی اللہ علیہ سلم نے ان کی نماز کو جائز قرار دیا اور ان کو اعادہ نماز کا حکم نہیں دیا، اس لئے کہ وہ حکم ابھی ان تک پہنچا ہی نہیں تھا اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے متعلق فرمایا: ''وما كان الله ليضيع إيمانكم'' (سورۂ بقرہ: ۱۴۳)، یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو ضائع نہیں فرمائے گا۔ علماء نے فرمایا کہ اس آیت میں ''ایمان'' سے مراد ''نماز'' ہے، یعنی تحویل قبلہ کا حکم جاری ہونے کے بعد جنہوں نے جہل کی وجہ سے بیت المقدس کی طرف متوجہ ہو کر نماز ادا کی، اللہ تعالیٰ ان کی نمازوں کو ضائع نہیں فرمائے گا۔

جب شراب کی حرمت سے متعلق آیت نازل ہوئی اور شراب پینے کو حرام قرار دیا گیا تو صحابہ کرام نے شراب کے مٹکے پھوڑ دیئے اور شہر کی نالیوں میں شراب بہنے لگی، لیکن بعض صحابہ کرام جو اس وقت سفر میں تھے انہوں نے عدم واقفیت کی وجہ سے تحریم کے بعد بھی شراب نوشی کی، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: یا رسول اللہ! ہمارے ان بھائیوں کا کیا ہوگا جنہوں نے تحریم سے قبل شراب نوشی کی اور ان کا انتقال ہو گیا، اور جو اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں، غائب ہیں ان کا کیا ہوگا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ''ليس على الذين آمنوا وعملوا الصٰلحٰت جناح فيما طعموا'' (سورۂ مائدہ: ۹۳)۔

ج: لفظ کے معنی ومفہوم سے ناواقفیت:

''منثور'' میں ہے: ''فإذا نطق الأعجمي بكلمة كفر أو أيمان أو طلاق أو عتاق أو بيع أو شراء أو

نحوه ولایعرف معناه لا یواخذبشی منه؛ لأنه لم یلتزم مقتضاه...لونطق العربی بکلمات عربیةلکنه لا یعرف معانیها فی الشرع مثل قوله لزوجته: أنت طالق للسنة أو للبدعة وهو جاهل بمعنی اللفظ ... ففی القواعد للشیخ ابی محمد بن عبد السلام أنه لا یواخذ بشی إذ لاشعورله بمدلوله، حتی یقصده إلی اللفظ'' (المنثور للقواعد للعلامۃ بدرالدین الزرکشی:۱/۲۹۸)۔

(جب عجمی یعنی غیرعربی نے کلمہ کفر، ایمان، طلاق، عتاق، بیع، شراء وغیرہ کہا حالانکہ وہ اس کے معنی سے ناواقف ہے تو اس کا مواخذہ، یعنی اس کی گرفت نہیں ہوگی، اس لئے کہ اس نے اس کے مقتضی کا التزام نہیں کیا...کسی عربی شخص نے عربی جملوں کو (زبان سے) ادا کیا، لیکن وہ اس کے شرعی معانی سے ناواقف ہے، مثلاً اس نے اپنی بیوی سے کہا: ''انت طالق للسنة''، یا کہا: ''انت طالق للبدعة'' حالانکہ وہ لفظ کے معنی سے ناواقف ہے...شیخ ابومحمد بن عبدالسلام کے قواعد میں ہے کہ وہ شخص قابل مواخذہ نہیں ہے، اس لئے کہ اس آدمی کو اس کے مدلول کا علم نہیں ہے۔

د: نومسلم ہونا:

جو آدمی ایسی جگہ رہتا ہے جہاں اہل علم نہیں ہیں یا بہت کم ہیں کہ ان تک رسائی کافی مشکل ہو، اشاعت علم کے اسباب نہ ہوں یا بہت کم ہوں، اس علاقہ میں مسلمان نہ ہو تو اس کا جہل قابل عذر مانا جائے گا، اس لیے کہ مکلّف پر حکم کی تعمیل اسی وقت لازم ہے، جبکہ اسے حکم کے متعلق علم ہو، احکام کے متعلق انسان کی پکڑ اور اس سے مواخذہ اسی وقت ہوگا، جبکہ اس پر حجت قائم ہوگی، چنانچہ علامہ ابن تیمیہ نے فرمایا:

''من لم تقم علیه الحجة، مثل أن یکون حدیث عهد بالإسلام أو نشأ ببادیة بعیدةلم تبلغ فیها شرائع الإسلام ونحوذلک أو غلط فظن أن الذین آمنوا وعملوا الصالحات یستثنون من تحریم الخمر، کما غلط فی ذلک الذین استتابواعمر۔وأمثال ذلک فإنهم یستتابواوتقام الحجةعلیهم، فإن أصرواکفروا حینئذولایحکم بکفرهم قبل ذلک کما لم یحکم الصحابة بکفر قدامه بن مظعون وأصحابه لما غلطوافیماغلطوافیه من التأویل'' (مجموع الفتاوی:۷/۶۱۰)۔

''سنن ابن ماجہ'' میں ہے: ''عن حذیفة قال: قال رسول الله ﷺ: یدرس الإسلام کما یدرس وشی الثوب حتی لا یدری ما صیام ولاصلوة ولاصلوة ولا نسک ولاصدقة ولیسری علی کتاب الله عز وجل فی لیلة، فلا یبقی فی الأرض منه آیة وتبقی طوائف من الناس الشیخ الکبیر والعجوز یقولون: أدرکنا آباء نا علی هذه الکلمة لا اله الا الله فنحن نقولها، فقال له صلة: ما یغنی عنهم لا إله إلاالله، وهم لا یدرون ما صلوة ولا صیام ولا نسک ولا صدقة، فأعرض عنه حذیفة ثم رعها علیه ثلاثا کل

ذلک یعرض عنه حذیفة، ثم أقبل علیه فی الثالثة، فقال: یا صلة! تنجیهم من النار ثلثا"(ابن ماجہ، باب ذھاب القرآن والعلم: ۲۹۳)۔

محدثین کرام نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب ایسا زمانہ آئے گا کہ اس زمانہ میں لوگوں کلمہ طیبہ کے سوا نماز، روزہ، زکوۃ، حج کا کچھ علم نہیں ہوگا تو ایسے لوگوں کو کلمہ طیبہ کی وجہ جہنم سے نجات مل جائے گی، لیکن کو ان اعلیٰ درجات حاصل نہیں ہوں گے:

"**ولعله صلة بن زفر التابعی الکبیر من أهل الکوفة وغرضه أن کلمة التوحید لا تنفعهم مع ترک الأعمال فأجاب حذیفة أن نفعها النجاة من النار لاالفوز بالدرجات مع المقربین والأبرار، وهذا مذهب أهل النسة والجماعة شکرالله سعیهم بخلاف المعتزلة والخوارج** "(انجاح الحاجۃ حاشیہ سنن ابن ماجہ للشیخ عبدالغنی المجد دی الدھلوی)۔

معلوم ہوا کہ جو شخص مسلمان ہوا اور عدم واقفیت کی وجہ سے اس نے فرائض وواجبات میں سے کچھ ترک کر دیا تو اس کا جہل قابل عذر ہوگا اور اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا، اسی طرح وہ آدمی جو کسی ایسے دیہات میں ہے، یا ایسے مقام پر رہتا ہے جہاں اہل علم نہیں ہیں یا کم ہیں، علم کے وسائل نہیں ہیں یا کم ہیں تو اس کا جہل قابل عذر ہوگا۔ اس کے برخلاف وہ شخص جو ایسی جگہ رہتا ہے جہاں علماء کرام موجود ہیں، مدارس، دینی تعلم کے ادارے موجود ہیں، علم کے ذرائع ووسائل موجود ہیں، لیکن وہ ضروریات دین کو سیکھنے پر قدرت رکھنے کے باوجود علم حاصل نہیں کرتا ہے تو ایسے آدمی کا جہل قابل عذر نہیں مانا جائے گا، کیونکہ یہاں کوتاہی اور کمزوری اس کی جانب سے ہے، نیز تکلیف کے لئے بالفعل یعنی فی الحال علم ضروری نہیں ہے، بلکہ حصول علم پر قدرت کا ہونا کافی ہے، جیسا کہ کوئی ذمی دارالاسلام میں مسلمان ہوا اور کچھ مدت ٹھہرنے کے باوجود اس نے نماز نہیں پڑھی اور نہ روزہ رکھا، اور نہ اسے نماز وروزہ کے وجوب کا علم ہوا تو اس شخص پر قضاء لازم ہے، کیونکہ دارالاسلام میں احکام شریعت سے واقف ہونے کے تمام امکانات موجود ہوتے ہیں، اس کے باوجود اگر اسے نماز وروزہ کے وجوب کا علم نہیں ہوا تو اس میں اس کی کوتاہی مانی جائے گی۔ اسی طرح وہ شخص جس نے کسی آبادی والے علاقہ میں پانی طلب نہیں کیا اور تیمّم کر کے نماز ادا کر لی، حالانکہ پانی اس علاقہ میں موجود تھا تو اس کی نماز نہیں ہوگی، کیونکہ آباد علاقہ میں پانی طلب نہیں کرنا اس کی کوتاہی ہے، چنانچہ "التقریر" میں ہے:

"**لوأسلم ذمی فی دار الإسلام ومکث مدة لم یصل ولم یصم، ولم یعلم بوجوبهما، وجب علیه القضاء لأنه دار شیوع الأحکام فلا یکون معذورا کمن لم یطلب الماء فی العمران ولکنه تیمم وصلی علی ظن عدم الماء، والماء موجود لم یجزه، لأنه مقصر فی ترک الطلب فی موضعه غالبا بخلاف ما**

لو ترک الطلب فی المفازة علی ظن عدمه وتیمم وصلی حیث جازت صلاته؛ لأنه لم یلزمه الطلب" (التقریر للامام اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی الحنفی المتوفی ۷۸۶: ۸/۱۷۰)۔

مالکیہ کے اصول وضوابط:

شریعت میں جہل کو کہاں عذر تصور کیا جائے اور کہاں نہ کیا جائے ،اس سلسلے میں امام ابوالعباس احمد بن ادریس قرافی المتوفی ۶۸۴ھ نے اصول بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ جہل اور ناواقفیت جس سے عادۃ بچنااور پرہیز کرنا مشکل اور دشوار ہو، قابل عذر اور معاف ہے۔اور جس سے بچنا ممکن ہو اس جہل کو عذر تصور نہیں کیا جائے گا، نیز اس کی وجہ سے احکام میں کوئی تخفیف نہیں ہوگی۔

مندرجہ ذیل صورتوں میں جہل کو عذر تصور کیا جائے گا کیونکہ ان سے پرہیز کرنے میں مشقت وتکلیف ہے:

کسی نے رات میں یہ سوچ کر کسی اجنبی عورت سے وطی کر لی کہ وہ اس کی بیوی ہے یا باندی ہے، ناپاک کھانے کو پاک سمجھ کر کھالیا، ناپاک پانی یا دیگر مشروبات میں سے کسی چیز کو پاک سمجھ کر پی لیا، شراب کو گلاب کا عرق سمجھ کر پی لیا، جنگ میں کافروں کی صف میں حربی سمجھ کر کسی مسلمان کو قتل کر دیا، قاضی نے جھوٹے گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کر دیا۔

"وضابط ما یعفی عنه من الجهالات الجهل الذی یتعذرالاحتراز عنه عادة،ومالایتعذر الاحتراز عنه ولا یشق لم یعف عنه ولذلک صور: أحدهامن وطی امرأة أجنبیة باللیل یظنها امرأته أو جاریته عفی عنه، لأن الفحص عن ذلک مما یشق علی الناس۔وثانیها من أکل طعاما نجسایظنه طاهرا، فهذاجهل یعفی عنه لما فی تکرر الفحص عن ذلک من المشقة والکلفة، وکذلک المیاه النجسة والأشربة النجسة لا إثم علی الجاهل بها۔وثالثها من شرب خمرا یظنه جلابا، فإنه لا إثم علیه فی جهله بذلک ۔ورابعها من قتل مسلما فی صف الکفاریظنه حربیا،فإنه لا إثم علیه فی جهله به لتعذر الاحترازعن ذلک فی تلک الحالة" (الفروق للقرافی ۴/۲۷)۔

شوافع کے اصول:

شوافع کے اصول وضوابط کے مطابق نسیان اور جہل سے مطلقا گناہ ساقط ہوجاتا ہے البتہ اس کے حکم میں تفصیل ہے۔اگر کسی نے نسیان یا ناواقفیت کی وجہ سے ماموربہ، یعنی شریعت کے دئے گئے حکم کو پورا نہیں کیا تو اس کی وجہ سے حکم ساقط نہیں ہوگا، بلکہ اس کا تدارک ضروری ہوگا،تعمیل حکم نہ کرنے کی وجہ سے اجروثواب سے بھی محروم رہے گا، مثلا نسیان وبے خبری میں جس کی نماز، روزہ، حج، زکوۃ فوت ہوگئی تو یاد آنے پر قضاء کے ذریعہ ان کا تدارک ضروری ہے۔اسی طرح جس نے ناواقفیت کی وجہ سے عرفہ کو چھوڑ کر کسی اور جگہ وقوف کیا تو بالاتفاق اس کی قضاء لازم ہے۔

اگر نسیان وجہل کی وجہ سے کسی منہی عنہ کا مرتکب ہوا، یعنی جس بات سے شریعت نے روکا اسی کو کر بیٹھا، لیکن اس سے کسی کا حق تلف نہیں ہوا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے، مثلا کسی نے ناواقفیت کی وجہ سے شراب پی لی تو ایسے آدمی پر حد جاری نہیں ہوگی، اسی طرح جس آدمی نے روزہ کی حالت میں بیوی سے جماع کیا اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔ اگر اس سے کسی کا حق تلف ہوا تو اس پر ضمان لازم ہوگا، چنانچہ ''الاشباہ والنظائر'' میں ہے:

''اعلم أن قاعدة الفقه: أن النسيان والجهل مسقط للإثم مطلقا۔وأما الحكم، فإن وقعا فى ترک مأمور لم يسقط بل يجب تداركه ولا يحصى الثواب المترتب عليه لعدم الائتمار أو فعل منهى ليس من باب الاتلاف فلا شى ء فيه أو فيه الاتلاف لم يسقط الضمان، فإن كان يوجب عقوبه كان شبهة فى إسقاطها، وخرج عن ذلک صور نادرة فهذه الأقسام۔

فمن فروع القسم الأول:من نسى صلوة أو صوما أو حجااو زكاة أو كفارة أو نذرأوجب تداركه بالقضاء بلا خلاف، وكذا لو وقف بغير عرفه يجب القضاء اتفاقا ۔ ومنها:من نسى الترتيب فى الوضوء...ومن فروع القسم الثانى:من شرب خمرا جاهلا، فلا حد ولا تعزير۔ومنها: الاتيان بمفسدات العبادة ناسيا و جاهلا كالا،كل فى الصلوة والصوم وفعل ما ينافى الصلوة من كلام وغريه والجماع فى الصوم والاعتكاف والإحرام''(الاشباہ والنظائر للسیوطی ۱/۳۳۷)۔

۲-''ضروریات دین'' اور ''قطعیات دین'' سے کیا مراد ہے؟

عقائد وایمان سے مراد ان تمام چیزوں کی تصدیق اور اقرار کرنا ہے جنہیں نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی جانب لے کر آئے ''شرح عقائد نسفی'' میں ہے:

''الإيمان ...هو التصديق بما جاء به من عند الله تعالىٰ أى تصديق النبى بالقلب فى جميع ما علم بالضرورة مجيئبه به من عند الله تعالىٰ إجمالا...والإقرار به''(شرح عقائد نسفی:۱۲۰)۔

توحید باری تعالیٰ کہ جس میں توحید ربوبیت، توحید الوہیت، توحید اسماء و صفات شامل ہیں، فرشتے، آسمانی کتابیں، انبیاء کرام علیہم السلام، قیامت، تقدیر، جنت، جہنم وغیرہ ایمان وعقائد میں سے ہیں۔ جب حضرت جبریل امین علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے ایمان کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''أن تؤمن بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الأخر وتؤمن بالقدر خيره وشره''(مسلم، باب معرفۃ الایمان والاسلام:۱/۲۸)۔

عقائد سے ناواقفیت اوراس کے احکام:

''مسلم شریف''میں ہے:''**عن أبی هريرة أن رسول الله ﷺقال: قال رجل: لم يعمل حسنة قط لأهله إذا مات فحرقوه، ثم إذ روه نصفه فی البر ونصفه فی البحر فوالله لئن قدر الله عليه ليعذبنه عذابا لايعذبه أحدا من العالمين، فلما مات الرجل فعلوا ما أمرهم، فأمر الله البر فجمع مافيه وأمر البحر فجمع مافيه، ثم قال: لم فعلت هذا؟ قال:من خشيتک يا رب وأنت اعلم فغفر الله له**''(مسلم، باب سعۃ رحمۃ اللہ تعالی:۲/۳۵۶)۔

اس حدیث میں قابل غور اس آدمی کا یہ قول ہے:''**لئن قدر الله عليه ليعذبنه عذابا**''یعنی اگر اللہ تعالیٰ قدرت رکھے گا تو عذاب دے گا،اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی۔

بعض علماء کا قول ہے کہ اس نے یہ اعتقاداً اور عناداً نہیں کہا تھا، بلکہ ناواقفیت کی وجہ سے کہا تھا،اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی، اسی لئے حضرت ابوالحسن اشعری اور دیگر علماء صفات باری کے باب میں جہل کو عذر تصور کرتے ہیں اور فرماتے ہیں ناواقفیت کی بناء پر کوئی آدمی کسی صفت کا انکار کرے تو وہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا۔''شرح المسلم للنووی''میں ہے:

''**وقال آخرون: لا يكفر بجهل الصفة ولا يخرج به عن اسم الإيمان بخلاف جحدها وإليه رجع أبو الحسن الأشعری وعليه استقر قوله: لأنه لم يعتقد ذلک اعتقادا يقطع بصوابه ويراه دينا وشرعا، وإنما يكفر من اعتقدأن مقالته حق، قال هؤلاء: ولو سئل الناس عن الصفات لوجد العالم بها قليلا**''(شرح المسلم للنووی:۲/۳۵۶)۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں:''**وأما قوله:''لئن قدر الله علی''فقد اختلف العلماء فی معناه، فقال منهم قائلون: هذارجل جهل بعض صفات الله، وهی القدرة، فلم يعلم أن الله علی ما يشاء قدير،قالوا: ومن جهل صفة من صفات الله، وآمن بسائر صفاته وعرفها لم يكن بجهل بعض صفات الله كافرا،قالوا: وإنما الكافر من عاند الحق لا من جهله، وهذا قول المتقدمين من العلماء ومن سلک سبيلهم من المتأخرين**''(التمہید للعلامۃ ابن عبدالبر المتوفی ۴۶۳ھ:۱۸/۴۲)۔

(اس کے قول:''**لئن الله قدر الله علی**''میں علماء کا اختلاف ہے،بعض علماء نے فرمایا کہ اس آدمی کو اللہ تعالیٰ کے بعض صفات، یعنی قدرت کا علم نہیں تھا،اس کو معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ جس چیز پر چاہے قدرت رکھتا ہے۔علماء نے فرمایا جو آدمی اللہ تعالیٰ کی بعض صفات سے ناواقف ہو اور بقیہ تمام صفات پر اس کا ایمان ہو،اور ان صفات کی معرفت حاصل

ہوتو وہ شخص بعض صفات کی ناواقفیت کی وجہ سے کافر نہیں ہوگا۔علماء نے فرمایا کافر وہ آدمی ہے جس نے حق سے سرکشی کی، نہ کہ وہ شخص جو اس سے ناواقف ہے۔یہی علماء متقدمین ومتاخرین کا قول ہے۔

امام شافعیؒ کا قول ہے کہ صفات باری تعالیٰ کا منکر اس وقت تک کافر نہیں ہوگا، جب تک کہ اس پر حجت قائم نہ ہوجائے، چنانچہ ''فتح الباری'' میں ہے:

"عن يونس بن عبد الأعلى سمعت الشافعي يقول: لله أسماء وصفات لا يسع أحدا ردها، ومن خالف بعد ثبوت الحجة عليه فقد كفر، وأما قبل قيام الحجة، فلا يكفر، ويعذر بالجهل؛ لأن علم ذلک لا يدرک بالعقل ولا الرؤية والفكر" (فتح الباری لابن حجر ۱۳/۴۰۷)۔

''تاتارخانیہ'' میں ہے: **"ومن أتى بلفظة الكفر مع علمه أنها لفظة الكفر عن اعتقاده، فقد كفر ولو لم يعتقد أو لم يعلم أنها لفظة الكفر،ولكن اتى بها على اختيار فقد كفر عند عامة العلماء لا يعذر بالجهل ،وفى الخانية :قال بعضهم:الجاهل إذا تكلم بكفر ولم يدر أنه كفر لا يكون كفرا ويعذر بالجهل۔وفى الينابع:قال أبو حنيفةؓ:لا يكون الكفر كفرا حتى يعقد عليه القلب''** (التاتارخانیہ ۷/۲۸۲، رقم:۱۰۴۸۸)۔

مذکورہ بالا اقوال کی روشنی میں عقائد کے باب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی شخص اہل ایمان واہل علم سے دور ایسی جگہ میں زندگی بسر کرتا ہے جہاں اسلامی احکام عام نہ ہوں اور ان کو سیکھنا کافی مشکل ہو اور وہ ناواقفیت کی وجہ صفات باری میں سے کسی صفت کا انکار کرے تو اس کے جہل کو عذر تسلیم کیا جائے گا اور ایسے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اس کے برخلاف اگر کوئی شخص ایسی جگہ رہتا ہے جہاں اسلامی احکام عام ہیں، اہل علم کی کثرت ہے، تو اس کو معذور نہیں مانا جائے گا، یہاں اس کی کوتاہی وتقصیر کی وجہ سے جہالت کا ازالہ نہیں ہوا، ایسا شخص اگر منکر ہوگا تو کافر ہوجائے گا، جو عمداً، یعنی جان بوجھ کر منکر ہوگا تو بدرجہ اولی کافر ہوگا۔توحید الوہیت، توحید ربوبیت، فرشتے، رسول، آسمانی کتابیں وغیرہ کے سلسلے میں جہل کو عذر تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

ضروریات دین اور قطعیات دین کی تعریف اور اس کے احکام:

ضروریات دین وہ احکام ومسائل ہیں جو مسلمانوں میں اس قدر مشہور معروف ہوں کہ علماء کے علاوہ جاہلوں کو بھی اس کی واقفیت ہو، نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ کی فرضیت، شراب، جوا، زنا کی حرمت وغیرہ ضروریات دین میں سے ہیں۔قطعیات دین سے مراد وہ احکام ومسائل ہیں جن سے علماء وخواص واقف ہوں، عام مسلمانوں کو اس کا علم نہ ہو، جیسے کہ وقوف عرفہ سے قبل وطی کی وجہ فساد حج کا حکم، میراث میں حقیقی بیٹی کے ساتھ پوتی کو سدس ملنے کا حکم وغیرہ قطعیات دین میں ہیں۔

ضروریات دین کا منکر بالاجماع کافر ہے۔ جہالت کی وجہ سے اگر کوئی قطعیات دین کا انکار کرے تو اس کو واقف کرایا جائے گا کہ اس کا انکار کرنا شرعا کفر ہے، اس کے بعد بھی اگر وہ اپنے انکار پر مصر رہا تو علماء احناف کے نزدیک کافر ہوجائے گا:

”**وفی الیتیمة: سئل عن قول الرجل لآخر: لا تقل ھذا، فإنک تصیر کافرا، فقال: دعنی أصیر کافرا، فقال: ھو رضا بالکفر فیکفر**“ (التاتارخانیہ: ۷/۲۸۲، رقم: ۱۰۴۹۱)۔

”**ماکان من ضروریات الدین وھو ما یعرف الخواص والعوام أنه من الدین کوجوب اعتقاد التوحید والرسالة والصلوات الخمس وأخواتھا یکفر منکر ومالافلا، کفساد الحج بالوطء قبل الوقوف وإعطاء السدس الجدة و نحوه، أی مما لا یعرف کونه من الدین إلا الخواص**“ (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل ۵/۱۰۹)۔

”**فأما ما کان الإجماع فیه معلوما من طریق علم الخاصة کتحریم نکاح المرأةعلی عمتھا و خالتھا، وإن القاتل عمدا لا یرث، وأن للجدة السدس وما أشبه ذلک من الأحکام، فإن من أنکرھالا یکفر، بل یعذر فیھالعدم استفاضة علمھا فی العامة**“ (شرح المسلم للنووی ۱/۹۱)۔

علماء کرام نے کسی مسلمان کو کافر کہنے میں غیر معمولی احتیاط کیا ہے، اور ایک مسلمان کے کلام کو حتی الامکان اچھے محمل پر رکھ کر اسے کفر سے بچانے کی کوشش کی ہے، درمختار میں ہے: ”**لا یفتی بکفر مسلم أمکن حمل کلامه علی محمل حسن**“ (درمختار)۔

”**الأصل أن لا یکفر أحد بلفظ محتمل؛ لأن الکفر نھایة فی العقوبة، فیستدعی نھایة فی الجنایة، ومع الاحتمال لأنھایة**“ (التاتارخانیہ: ۷/۲۸۲، رقم: ۱۰۴۹۰)۔

اگر کوئی شخص شہر سے دور ایسے علاقہ میں رہتا ہے جہاں اسلامی ماحول نہیں ہے، مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے، ذی استعداد و صلاحیت علماء نہیں ہیں یا کم ہیں جس کی وجہ سے اسلامی احکام عام نہیں ہیں، اگر ایسا آدمی ناواقفیت کی وجہ سے ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے تو مناسب یہی ہے کہ اس کی تکفیر نہ کی جائے، اس کے جہل کو قابل عذر تسلیم کیا جائے، جہالت کی وجہ سے ضروریات دین کو اس کے حق میں قطعیات دین تصور کر لیا جائے، البتہ وہ آدمی توبہ و استغفار کے ساتھ اپنے ایمان کی تجدید کرے، شادی شدہ ہو تو نکاح کی تجدید بھی کرے تاکہ ایمان سے محروم ہونے کے خطرہ سے بھی محفوظ ہوجائے:

”**وأن من جحد ما یعلم من دین الإسلام ضرورة حکم بردته وکفره إلا أن یکون قریب عھد**

بالإسلام أو نشأ ببادية بعيدة،ونحوه ممن يخفى عليه، فيعرف ذلک، فإن استمر حكم بكفره "(شرح المسلم للنووی:۱/۶۹)۔

"من تكلم بكلمة الكفر هازلا أو لاعبا كفر عند الكل...ومن تكلم بها اختيارا جاهلا، بأنها كفرففيه اختلاف ، والذی تحرر أنه لا يفتی بتكفير مسلم أمكن حمل كلامه علی محمل حسن أو كان فی كفره اختلاف ، ولورواية ضعيفة،فعلی هذا فأكثر ألفاظ التكفيرالمذكورة لا يفتی بالتكفير بها، ولقدالزمت نفسی أن لا افتی بشیء منها" (البحرالرائق،باب احکام المرتدین:۱۳/۴۸۸)۔

"كل من جهل تحريم شی ء مما يشترک فيه غالب الناس لم يقبل منه دعوی الجهل إلا أن يكون قريب عهد بالإسلام أو نشأ ببادية بعيدة يخفی فيها مثل ذلک كتحريم الزنی والقتل والسرقة والخمر والكلام فی الصلوة والأكل فی الصوم"(الاشباہ والنظائر للسیوطی)۔

"لو قال لحرام هذا حلال لترويج السلعة أو بحكم الجهل لا يكفر" (شرح عقائد:۱۶۷)۔

"ولعمری هذا من أهم المهمات فی هذا الزمان، لأنک تسمع كثيرا من العوام يتكلمون بما يكفر وهم عنها غافلون،والاحتياط أن يجدد الجاهل إيمانه كل يوم ويجدد نكاح امرأته عند شاهدين فی كل شهرمرة أو مرتين"(ردالمحتار،مطلب فی فرض الکفایۃ وفرض العین:۱/۱۲۶)۔

"وما كان فی كونه كفرا اختلافا، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلک بطريق الاحتياط،وما كان خطأ من الألفاظ ولا توجب الكفر فقائله مؤمن علی حاله، ولايؤمر بتجديد النكاح، ولكن يؤمر بالاستغفار والرجوع عن ذلک والله اعلم "(التاتارخانیہ ۷/۲۸۴،رقم:۱۰۴۹۶)۔

جس جگہ اسلامی احکام عام ہوں ،اہل ایمان اور اہل علم کثرت سے ہوں ،احکام و مسائل مشہور ومعروف ہوں ، ایسی جگہ اگر کوئی آدمی جہالت کی وجہ سے ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے تو اس کی تکفیر کی جائے ۔جو آدمی ضروریات دین کے علاوہ قطعیات دین سے بھی واقف ہے اس کے لیے قطعیات دین بھی ضروریات دین کے درجہ میں ہیں اگر ایسا شخص ضروریات دین کے علاوہ قطعیات دین کا منکر ہو تو وہ کافر کہلائے گا، ایسے منکروں کے ساتھ کافروں والا معاملہ کیا جائے گا،مثلاان کا ذبیحہ مسلمانوں کے لئے حرام ہوگا،ان کی اقتداء میں نماز درست نہیں ہوگی،مرنے کے بعدان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اور نہ ہی ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

"من جحد ما يعلم من دين الإسلام ضرورة حكم بردته وكفره "(شرح المسلم للنووی:۱/۶۹)۔

۳- ناواقفیت کے باب میں پورے ملک کے مسلمانوں کا یکساں حکم ہوگا یا مختلف علاقوں کا وہاں کے حالات کے اعتبار سے الگ الگ حکم ہوگا:

دارالحرب وہ ہے جہاں زمام اقتدار غیرمسلموں کے ہاتھوں میں ہو، انہیں کے قانون کا نفاذ ہو، وہاں رہنے والے مسلمان امن وامان سے محروم ہوں، احکام شرع پر عمل کرنے کے لئے آزاد نہ ہوں۔ اور دارالاسلام وہ ہے جہاں زمام حکومت مسلموں کے ہاتھوں میں ہو، اس ملک میں اسلامی احکام نافذ ہوں، احکام ومسائل پر عمل کرنے کے لئے ہر طرح سے آزاد ہوں، ان کو کسی طرح کا کوئی خوف وخطرہ نہ ہو۔

"دار الحرب علی قول أبی حنیفة لا تصیر إلا بثلاثة أشیاء :أحدها أن تکون متصلة بدار الحرب لیس بینها وبین دار الحرب موضع فی ید أهل الإسلام،والثانی أن یجری فیها أهل الحرب أحکامهم ،والثالث أن لا یبقی فیه مسلم أو ذمی آمن بالأمان الأول " (فتاوی خانیۃ علی الھندیۃ، کتاب السیر باب الردۃ واحکام اہلہا ۳/ ۵۸۴)۔

"وذکر الحلوانی انما تصیر دار الحرب بإجراء أحکام الکفر، وأن لا یحکم فیها بحکم من أحکام الإسلام،وأن یتصل بدار الحرب، وأن لا یبقی فیها مسلم ولا ذمی آمنا بالأمان الأول...فإذا وجدت الشرائط کلها صارت دار الحرب،وعند تعارض الدلائل والشرائط یبقی ماکان علی ماکان أو یترجح جانب الإسلام احتیاطا۔وظاهر أنه إذا جرت أحکام المسلمین وأحکام أهل الشرک لا تکون دار الحرب" (البزازیۃ علی الھندیۃ کتاب السیر، فصل فی الحظر والاباحۃ ۶/ ۳۱۲)۔

"إن الأمان إن کان للمسلمین فیها علی الإطلاق والخوف للکفرة علی الإطلاق فهی دار الإسلام،وإن کان الأمان فیها للکفرةعلی الإطلاق والخوف للمسلمین علی الإطلاق فهی دار الکفر" (بدائع الصنائع، فصل فی بیان معنی الدارین: ۱۵/ ۴۰۷)۔

مذکورہ بالا فقہاء کرام کے اقوال سے یہ واضح ہوگیا کہ ہندوستان دارالاسلام نہیں ہے، کیونکہ یہاں زمام اقتدار مسلمانوں کے ہاتھوں میں نہیں ہے اور مطلقا اسلامی نظام زندگی رائج نہیں ہے۔ ہندوستان دارالحرب بھی نہیں ہے، کیونکہ اس ملک میں اگرچہ حکومتی سطح پر اسلامی احکام رائج نہیں ہیں، لیکن دوسری طرف آئین ہند کے اعتبار سے اس ملک کے مسلمانوں کو یہاں کی شہریت حاصل ہے، اس ملک کے شہری ہونے کی وجہ سے انہیں یہاں ووٹ ڈالنے، الیکشن لڑنے، سرکاری ملازمتوں میں حصہ لینے کا حق حاصل ہے۔ اگر مسلمانوں کی حق تلفی ہوتی ہے تو وہ اسی دستور کی بنیاد پر اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں اور

ملک کی عدالتیں ان کے جائز حقوق دلواتی ہیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کو اکثر اسلامی احکام پر عمل کرنے، دعوت و تبلیغ کرنے اور مذہبی تنظیمیں قائم کرنے کی آزادی حاصل ہے۔ دستور ہند کی دفعہ ۲۵ میں ہے کہ ہندوستان کے ہر فرد کو اپنے اپنے مذہب کو ماننے اور اس کی تبلیغ کرنے کی آزادی ہوگی، دفعہ ۲۶ میں ہے کہ ہر آدمی کو مذہبی ادارہ قائم کرنے کی آزادی ہوگی، اس لئے ہندوستان کو دارالحرب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہی وجہ متاخرین علماء کرام نے شریعت کی روشنی میں ہندوستان اور اس جیسے دوسرے ملکوں کو دارالامن یا دارالجمہوریہ قرار دیا ہے، یہ دار کی تیسری قسم ہے۔

جب ہندوستان دارالحرب نہیں ہے تو یہاں کے مسلمانوں کے جہل کو مطلقاً عذر تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ علمی اعتبار سے ہندوستان کا ہر صوبہ دوسرے صوبہ سے مختلف ہے، پھر یہ کہ ہر صوبہ کے مسلمانوں کے حالات الگ الگ ہیں، اس لئے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ جن علاقوں میں علمی ماحول ہو، عوام و علماء کے آپسی روابط ہوں، مدارس، علمی ادارے اس قدر ہوں کہ معمولی کوشش کرنے سے وہاں کے مسلمان اسلامی احکام ومسائل سے واقف ہو سکتے ہوں، علماء کرام سے استفادہ کر سکتے ہوں، لیکن محض سستی وکاہلی کی وجہ سے احکام ومسائل سے ناواقف ہوں، حصول علم کی طرف توجہ نہ دیتے ہوں، دنیوی کاموں اور کسب معاش میں مصروف ہونے کی وجہ سے امور شرعیہ سے واقف نہ ہوں تو ایسے مسلمانوں کے جہل کو عذر تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

جن علاقوں میں دینی تعلیم کے ادارے، اہل علم، علم کے ذرائع و وسائل وافر مقدار میں نہ ہوں، علم حاصل کرنا آسان نہ ہو، ایسے علاقوں کے رہنے والے مسلمان اگر احکام ومسائل سے واقف نہ ہوں تو ان کے جہل کو عذر مانا جائے گا۔

''کل من جهل تحريم شی ء مما يشترک فيه غالب الناس لم يقبل منه دعوی الجهل، إلا أن يكون قريب عهد بالإسلام أو نشأ ببادية بعيدة يخفی فيها مثل ذلک كتحريم الزنی والقتل والسرقة والخمر والكلام فی الصلوة والاكل فی الصوم'' (الاشباہ والنظائر للسیوطی)۔

دور نبوی میں ملک حبشہ کے واقعات بھی اس مسئلہ کی رہنمائی کرتے ہیں کہ حبشہ کے مسلمانوں کے لئے احکام شرعیہ سے واقف ہونا کافی مشکل تھا، علم کے وسائل کم تھے، اسی لیے کئی ماہ وسال کے بعد ان کو کسی حکم کا علم ہوتا تھا جس کی وجہ سے حلت وحرمت کے اکثر مسائل میں ان کے جہل کو عذر تسلیم کیا گیا، خود وہاں کا بادشاہ نجاشی ضروریات دین میں سے کئی چیزوں سے ناواقف تھا، لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے خود ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز جنازہ پڑھی، اور ان کے جہل کو عذر تسلیم کیا گیا۔

۴- ''مس بالشہوۃ'' اور ''نظر بالشہوۃ'' سے حرمت مصاہرت کا ثبوت:

احناف کے یہاں ''مس بالشہوۃ'' اور ''نظر بالشہوۃ'' سے حرمت مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے:

"قال رسول الله ﷺ:من نظر إلی فرج امرأة لم تحل له أمها ولا ابنتها" (مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم:۱۶۴۹۰، ۴/ ۱۶۵)۔

"عن ابراهیم وعامر فی رجل وقع علی ابنة امرأته ،قال :حرمتا علیه کلاهما، وقال ابراهیم:وکانوایقولون:إذا اطلع الرجل من المرأة علی مالا یحل له أو لمسها بشهوة فقد حرمتا علیه جمیعا" (مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم:۱۶۴۹۱، ۴/ ۱۶۵)۔

"لایوجب بمجرده حرمة المصاهرة، بل بالوطی أو ما یقوم مقامه من المس بشهوة والنظر بشهوة" (ردالمحتار، فصل فی المحرمات:۹/ ۲۶۲)۔

"وتثبت باللمس فیهما عن شهوة وبالنظر إلی فرجها عن شهوةعندنا" (بدائع الصنائع، المحرمات: ۵/ ۴۱۸)۔

"مس بالشہوۃ" اور "نظر بالشہوۃ" سے حرمت مصاہرت کے ثبوت پر احادیث اور اقوال فقہاء موجود ہیں، اس لئے اس مسئلہ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے، البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حرمت مصاہرت ان مسائل میں سے ہے جن سے عوام کے علاوہ عام علماء بھی واقف نہیں ہیں۔ جن لوگوں کو اس مسئلہ کا علم نہیں ہے اور ان کے ساتھ نکاح کے بعد یہ واقعہ پیش آئے تو ان کے حق میں ناواقفیت کو عذر مان لیا جائے اور امام شافعیؒ کے مذہب پر فتوی دے کر حرمت مصاہرت کو ثابت نہ کیا جائے، تاکہ مرد وعورت کے درمیان شوہر و بیوی کا رشتہ قائم رہے، اگر ان کی اولاد ہے تو ان کا مستقبل خراب ہونے سے بچ جائے، زوجین میں سے کسی کو بھی حرج ومشقت کا سامنا نہ کرنا پڑے، خاندان تباہ ہونے سے محفوظ ہو جائے، ساتھ رہ کر دونوں حرام کا ارتکاب نہ کریں۔ علماء کرام نے مسلمانوں کو حرج ومشقت سے بچانے کے لئے متعدد مسائل میں دوسرے مذاہب پر فتاوی صادر کئے ہیں جن پر آج بھی احناف کا عمل ہے، اس لئے کہ زمانہ کے ساتھ بہت سے احکام بھی بدل جاتے ہیں، اگر انہیں پرانے احکام پر قائم رکھا جائے تو لوگوں کو مشقت ہوسکتی ہے، چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ لکھتے ہیں:

"فکثیر من الأحکام یختلف باختلاف الزمان لتغیرعرف أهله أو لحدوث ضرورة أو إفساد أهل الزمان بحیث لو بقی الحکم علی ماکان علیه أولاً للزم منه المشقة والضرر بالناس، ولخالف القواعد الشرعیة المبنیة علی التخفیف والتیسیر ودفع الضرر والفساد لبقاء العالم علی أتم نظام وأحسن أحکام، ولهذا تری مشائخ المذهب خالفوا ما نص علیه المجتهد فی مواضع کثیرة بناءً اعلی مافی زمنهم لعلمهم بأنه لو کان فی زمنهم لقال بما قالوا به أخذا من قواعد مذهبه" (رسائل ابن عابدین:۱۲۶)۔

آج کے دور میں حرمت مصاہرت کی وجہ سے لوگوں کو کافی تکلیف اور مشقت ہو رہی ہے، اس کی وجہ سے خاندان

کا شیرازہ بکھر جاتا ہے،اسی لئے مذہب امام شافعیؒ پر فتوی دے کر حرمت مصاہرت سے پیدا ہونے والی پریشانیوں کو دور کرنے کی سخت ضرورت ہے،البتہ اس طرح کے واقعات اگر نکاح سے پہلے پیش آئیں تو جن لوگوں کو اس مسئلہ سے واقفیت ہے اور وہ لوگ بھی جو اس مسئلہ سے بے خبر ہیں،سب کے حق میں حرمت مصاہرت کو ثابت کیا جائے،مسلک احناف پر فتوی دیا جائے اور مسلک احناف پر ہی عمل کیا جائے۔

۵- ہندوستان کے موجودہ حالات میں تکرار طلاق میں کیا جہل معتبر ہے؟

اس زمانہ میں دروغ گوئی اور جھوٹ بولنا اکثر لوگوں کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے،حقیقت کو چھپانے کے لئے جھوٹ بولنے میں اکثر مسلمان شریعت کا بھی لحاظ نہیں کرتے ہیں،اس لئے اگر کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تو تین طلاق کے وقوع کا ہی فتوی دیا جائے،کیونکہ علماء کی تصریحات کے مطابق تین طلاق دینے سے تین طلاق ہی واقع ہوتی ہے۔اس دور میں اگر کوئی شخص طلاق کے سلسلے میں اپنی ناواقفیت اور لاعلمی کا اظہار کرے تو یہ افسوسناک بات ہے،کیونکہ اس وقت اخبار و رسائل اور میڈیا میں طلاق کے موضوع پر اس قدر بحث ہو رہی ہے کہ اکثر غیر مسلم بھی طلاق کے مسائل سے واقف ہو چکے ہیں،اگر کوئی مسلمان اس مسئلہ سے بے خبر ہے تو یہ اس کی لا پرواہی ہے۔

اگر کوئی آدمی طلاق کے سلسلے میں ناواقفیت کا اظہار کرے تو فوراً اس کے جہل کو عذر تسلیم نہ کیا جائے،بلکہ اس سے حلفیہ بیان لیا جائے،اگر اس نے اپنی بیوی کو عدد کی صراحت کے ساتھ تین طلاق دی ہے تو تین طلاق واقع ہو جائے گی،مثلاً اس نے اپنی بیوی سے کہا:میں نے تم کو تین طلاق دی''تو اس صورت میں اس کی بیوی پر تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

قوله:''والطلاق يقع بعدد قرن به لا به ''أی متى قرن الطلاق بالعدد كان الوقوع بالعدد بدليل ما أجمعوا عليه من أنه لو قال لغير المدخول بها: أنت طالق ثلاثا طلقت ثلاثا'' (ردالمحتار،باب طلاق غیرالمدخول بہا۴/۵۱۳)۔

اور اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا:''تم کو طلاق طلاق طلاق ہے''،یا یہ کہا:میں نے تم کو طلاق دی،میں نے تم کو طلاق دی،میں نے تم کو طلاق دی''۔اس کے بعد وہ یہ کہے کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ تین بار طلاق کے الفاظ دہرائے بغیر طلاق واقع نہیں ہوتی ہے،اس لئے میں نے تین بار طلاق کے الفاظ دہرائے،حالانکہ میری نیت تین طلاق دینے کی نہیں تھی تو ایسی صورت میں اس کے جہل کو عذر مان کر اس کے حق میں دیانتاً تین طلاق کو ایک مانا جاسکتا ہے۔

''كرر لفظ الطلاق وقع الكل ،وإن نوى التأكيد دين'' (الدرالمختار علی الرد ۴/۵۲۱)۔

''ولو كرر لفظ الطلاق، فإن قصد الاستئناف وقع الكل، أو التأكيد فواحدة ديانة ،والكل

قضاءً،وكذا إذا أطلق"(الاشباہ والنظائر۱/۵۳)۔

"**لو قال: نويت بهن واحدة فهو كما قال ديانة لاحتمال قصد التأكيد كانت طالق طالق طالق لاقضاءً؛لأنه خلاف الظاهر وعلمت أن المرأة كالقاضی لا يحل لها أن تمكنه من نفسها إذا علمت منه ما ظاهره خلاف مدعاه**"(فتح القدیر۸/۱۷۱)۔

"**كرر لفظ الطلاق وقع الكل ،وإن نوى التأكيد دين**"(الدرالمختار علی الرد۴/۵۲۱)۔

"مجموعہ قوانین اسلامی"میں ہے:

"اگر طلاق دینے والا یہ کہتا ہے کہ اس کی نیت ایک ہی طلاق کی تھی اوراس نے محض زور پیدا کرنے کے لئے طلاق دہرائے ہیں،اس کا مقصد ایک سے زائد طلاق دینا نہیں تھا تو اس کا یہ بیان حلف کے ساتھ تسلیم کیا جائے گا اور ایک ہی طلاق واقع ہوگی"(مجموعہ قوانین اسلامی،دفعہ ۲۷۸)۔

☆☆☆

جہالت وناواقفیت اورحرمت مصاہرت کے احکام

مولانا حافظ کلیم اللہ عمری مدنی ☆

۱-شریعت اسلامی میں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کو کہاں عذر تصور کیا جائے گا اور کہاں نہیں:

کتاب وسنت کی روشنی میں حکم شرعی سے ناواقفیت کی وجہ سے بعض حالات میں انسان معذور یا غیر معذور سمجھا جائے گا، مثلاً:

۱) انسان حق جانتا ہی نہ ہو، اور نہ ہی کبھی حق بات اس کے سامنے ذکر کی گئی ہو۔

۲) جہالت کی بناء پر غلطی کرنے والا انسان مسلمان ہونے کا دعویدار ہو اور شہادتین کا اقرار کرتا ہو تو وہ مسلمان ہی شمار ہوگا۔

۳) مردوں کے بارے میں غلط نظریات رکھنے والے اور ان سے حاجت روائی کا مطالبہ کرنے والے حضرات پر حجت قائم ہو چکی ہو تو وہ مرتد کہلائیں گے، بصورت دیگر وہ جہالت کی وجہ سے معذور سمجھے جائیں گے، جیسے ذاتِ انواط کا مطالبہ کرنے والے جہالت کی وجہ سے معذور تھے۔

۴) جہالت کے غلبے اور علم نبوت کی کمی کی وجہ سے لوگوں کی تکفیر نہ ممکن ہے، تا آنکہ شریعت محمدیہ ایسے لوگوں پر واضح ہو جائے۔

۵) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا فتوی ہے کہ کوئی شخص کسی اہل علم سے دور دراز کے علاقے میں پروان چڑھے اور وہ نومسلم بھی ہو تو اس حالت میں معروف ومتواتر عمل کا انکار کرے تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا، یہاں تک کہ اسے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے آشنا کر دیا جائے (مجموع الفتاوی ۱۱/ ۴۰۷)۔

۶) کوئی قبر پرست ہو اسے دلائل کی روشنی میں سمجھایا جائے گا کہ قبر پرستی شرک اکبر ہے، افہام وتفہیم کے باوجود وہ اپنی رائے پر اڑا رہا تو وہ مشرک ہے، اس کے ساتھ دنیا میں کافروں کا سا معاملہ کیا جائے گا، اور آخرت میں عذاب کا مستحق

☆ استاذ ومفتی جامعہ دارالسلام، عمر آباد، تامل ناڈو۔

ہوگا۔

۷) جو شخص ایسے ملک میں رہتا ہے جس میں وہ اسلامی دعوت کو سنتا ہے اور ایمان نہیں لاتا، باوجودیکہ حق کو جانتا ہے، گویا وہ دعوت دین پہنچنے کے باوجود کفر باللہ کا مرتکب ہے، تو ایسے شخص کو معذور بالجہل کے زمرہ میں شامل نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ مشہور حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، اس امت میں سے جس نے میری بات نہ سنی، خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی ہو، پھر وہ مرجائے اس حال میں کہ وہ ایمان نہیں لایا اس ذات پر جس نے مجھے بھیجا تو وہ یقیناً جہنمی ہے (مسلم)۔

۸) جس شخص تک مطلقاً دین کی بات نہ پہنچی ہو، دینی معلومات کے لئے کوئی وسائل وذرائع میسر نہ ہوں، یا دعوت تو پہنچی، مگر اسلام کی مسخ شدہ یا تبدیل شدہ معلومات پہنچی جس کی بناء پر حجت قائم نہیں ہوسکتی تو ایسے لوگ راجح قول کے مطابق اہل فترہ میں شمار ہوں گے، غیر مکلّف لوگوں کی طرح ان کے ساتھ معاملہ کیا جائے گا، یعنی بروزِ قیامت دوبارہ ان کا امتحان ہوگا۔ انشاء اللہ۔ جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ جسے دنیا میں اسلام کا پیغام نہ پہنچا ہو تو قیامت کے دن اس کی جانب میدان محشر میں ایک پیغمبر بھیجا جائے گا (مجموع الفتاوی ۱۷/ ۳۰۸)۔

۹) جو شخص اسلام کا مدعی ہو، مگر لاعلمی کی وجہ سے کوئی کفریہ کام کرے تو اس پر حجت قائم ہونے تک اسے اسلام سے خارج نہیں کیا جائے گا، یہاں تک حجت قائم ہو، اور اس پر دلائل واضح ہوجائیں۔

۱۰) شیخ عبدالرحمٰن سعدیؒ فرماتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے، دونوں کی تصدیق کرتا ہے، دونوں کی اطاعت کی پابندی بھی کرتا ہے، لیکن جہالت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے بعض احکام کا انکار کردے، یا اسے یہ علم ہی نہیں ہے یہ تعلیمات رسول اللہ ﷺ کی ہیں، تو اگرچہ اس کا یہ عمل اصل میں کفر ہے، اور یہ عمل کرنے والا کافر ٹھہرتا ہے، لیکن اس شخص کی جہالت اس کو کافر قرار دینے میں مانع آتی ہے، جہالت کے مانع ہونے کے لئے عقیدے یا فقہی مسائل میں فرق بھی نہیں کیا جائے گا، کیونکہ کفر کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ کی لائی ہوئی سب یا کچھ تعلیمات کا علم ہوتے ہوئے انکار کردیا جائے (الفتاوی السعدیہ، ص ۴۴۳۔۴۴۷)۔

جہالت کی بناء پر عذر قبول کرنا تمام کے تمام شرعی مسائل میں ہے، خواہ ان کا تعلق عقیدہ توحید اور شرک سے ہو یا فقہی احکام سے، عقیدہ کے مسائل میں بھی جہالت ایک عذر ہے، اس کی دلیلیں درج ذیل ہیں، ارشاد باری تعالی ہے: ''رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا'' (البقرۃ:۲۸۶) (اے ہمارے رب اگر ہم سے بھول چوک ہوگئی ہو تو ہم سے مواخذہ نہ کرنا۔ اس آیت کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا کہ میں نے تمہاری دعا قبول فرمالی (مسلم:۱۲۶)، نیز ارشاد باری ہے: ''وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ'' فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا'' (الاحزاب:۵) (جن

امور میں تم سے خطا ہوجائے اس میں تم پر گناہ نہیں ہے، تاہم جن میں تمہارے دل عمداً خطا کریں، اللہ تعالی بخشنے والا نہایت مہربان ہے، نیز یہ بات بھی مسلم ہے کہ اللہ کی جانب سے بندوں پر حجت علم کے بعد ہی قائم ہوتی ہے، اس بارے میں کتاب وسنت کی دلیلیں درج ذیل ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

(۱) ''وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا'' (الاسراء:۱۵) (اور ہم رسول مبعوث کردینے تک عذاب دینے والے نہیں ہیں)۔

(۲) فرمان الٰہی ہے: ''رُسُلاً مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ'' (النساء:۱۶۵) (پیغمبروں کو (اللہ نے) خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے (بنا کر بھیجا تھا) تاکہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع نہ رہے) (۳) ارشاد باری ہے: ''وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰئهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ'' (سورۃ التوبہ:۱۱۵) (اور اللہ ایسا نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ کردے جب تک اُن کو وہ چیز نہ بتا دے جس سے وہ پرہیز کریں)۔

مذکورہ آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مکلّف شخص سے اس وقت تک شرعی احکام کی پابندی کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا جب تک اسے ان کا علم نہ ہوجائے، چنانچہ جب تک اسے علم نہیں ہے وہ معذور بالجہل سمجھا جائے گا۔ جیسا کہ شیخ ابن عثیمینؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں عظیم ترین علمی فائدہ ہے کہ جہالت کی بناء پر عذر قبول ہوگا یہاں تک کہ عقائد کے بارے میں بھی، کیونکہ رسولوں کو عقائد اور فقہی احکام دونوں دے کر بھیجا جاتا ہے، لہذا اگر کوئی شخص لاعلم ہے اور اس کے پاس رسولوں کی تعلیمات نہیں پہنچیں تو اس کے پاس اللہ کے ہاں عذر پیش کرنے کے لئے حجت موجود ہے، اور اللہ تعالی کے ہاں پیش کرنے کے لئے حجت اسی وقت موجود ہوگی جب اس کے پاس شرعی طور پر معقول عذر ہوگا (تفسیر سورۃ النساء ۲/ ۴۸۵)۔

امام ابن قیمؒ نے فرمایا کہ بندے پر اسی وقت احکامات لاگو ہوتے ہیں جب وہ خود ان احکامات کا ادراک کرلے یا احکامات اس تک پہنچ جائیں، چنانچہ جس طرح بندے کے ادراک سے پہلے احکامات لاگو نہیں ہوتے تو بالکل اسی طرح اگر احکامات اس تک نہ پہنچیں تو بھی اس پر احکامات لاگو نہیں ہوتے (بدائع الفوائد ۴/ ۱۶۸)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنی ''کتاب الرد علی الاخنائی'' (ص ۲۰۶) میں فرمایا ہے کہ جو شخص غیر اللہ کو پکارے، غیر اللہ کا قصد کرے تو وہ بھی مشرک ہے، اس کا عمل کفر ہے، لیکن ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے اس عمل کے شرک ہونے سے نابلد ہو، جیسے بہت سے تاتاری اور دیگر لوگ جب اسلام میں داخل ہوئے تو ان کے پاس اون کے بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے بت تھے، یہ لوگ اسلام میں داخل ہونے کے بعد بھی ان کی تعظیم کرتے، ان کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے

تھے، لیکن انہیں یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ یہ دین اسلام میں حرام ہے، اسی طرح کچھ آگ کی پرستش کرتے تھے، لیکن انہیں یہ علم نہیں تھا کہ یہ حرام ہے۔ لہذا یہ ممکن ہے کہ شرک کی بہت سے اقسام نومسلموں سے اوجھل رہ جائیں اور انہیں معلوم ہی نہ ہو کہ یہ شرک ہے، تو ایسا شخص گمراہ کہلائے گا، اس کا شرکیہ عمل باطل ہوگا تاہم اسے مرتد کی سزا نہیں دی جائے گی یہاں تک کہ اس پر حجت قائم ہوجائے، فرمان باری ہے: ''فَلاَ تَجۡعَلُوۡا لِلّٰہِ اَنۡدَادًا وَّاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡن'' (پس تم جانتے بوجھتے ہوئے کسی کو اللہ کا ہمسر نہ بناؤ)۔

مذکورہ نصوص کے علاوہ احادیث میں بھی ایسی دلیلیں ملتی ہیں جن میں شرک یا کفر سرزد ہونے پر بھی جہالت کی وجہ سے ایسے لوگوں کو معاف کیا گیا ہے، مثال کے طور پر اس شخص کا واقعہ جس نے اپنے بچوں کو نصیحت کی تھی کہ مرنے کے بعد اسے جلا کر پیس کر ہوا میں اڑا دیں، اس کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا، جب اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اسے دوبارہ زندہ کھڑا کیا اور پوچھا کہ بندہ تونے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا کہ پروردگار۔ تیرے خوف سے میں نے ایسا کیا تھا تو اللہ نے اسے معاف فرما دیا (بخاری ومسلم)۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ علماء کرام اس کے مفہوم کے متعلق مختلف آراء رکھتے ہیں، کچھ کہتے ہیں کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت کا صحیح علم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کرنے پر قادر ہے۔ تو ان علماء کرام کا یہ کہنا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کوئی ایک صفت سے نابلد رہے اور دیگر تمام صفات کو سمجھ کر ان پر ایمان رکھے تو وہ چند صفات سے نابلد ہونے کی بناء پر کافر نہیں ہوگا۔ نیز ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ کافر وہ ہوتا ہے جو حق بات ماننے سے ہٹ دھرمی کرے، اس لئے لاعلمی کی بناء پر انکار کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔ یہ موقف متقدمین علمائے کرام اور انہی کے نقش قدم پر چلنے والے متاخرین کا بھی ہے (التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید۔ ۱۸ / ۴۲)۔

مذکورہ حدیث میں اس شخص سے کفر اکبر صادر ہوا تھا، یعنی اس نے قدرت الٰہی (صفت باری تعالیٰ) کا انکار کیا تھا، قدرت الٰہی اللہ کی ربوبیت اور الوہیت دونوں کے لئے لازم وملزوم ہے، لیکن اس انکار کی وجہ جہالت تھی، اس کے عذر کو قبول فرما کر اسے معاف کیا گیا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا کہ مذکورہ شخص چونکہ اللہ کی قدرت سے نابلد تھا اور ساتھ میں اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے ایمان بھی رکھتا تھا تو اللہ نے اسے اسی خوف کی بنا پر بخش دیا (مجموع الفتاوی ۳ /۲۳۱)۔

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے: بے شک اللہ نے میری امت سے خطا، بھول چوک اور زبردستی کروائے گئے کام معاف کردئے ہیں (ابن ماجہ، ۲۰۴۳، حسنہ الالبانی) مذکورہ دلائل کی روشنی میں خطا کار میں جاہل اور لاعلم شخص بھی شامل ہے، کیونکہ ہر وہ شخص خطا کار ہے جو غیر ارادی طور پر حق بات کی مخالفت کرلے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ یہ معافی عام ہے اس میں وہ تمام اہل ایمان شامل ہیں جو غلطی سے کوئی عملی یا اعتقادی خطا کر بیٹھیں (الارشاد الی معرفۃ الاحکام، ص ۲۰۸)۔

۱۱)الشیخ ابن عثیمینؒ فرماتے ہیں کہ جہالت بلا شک وشبہ خطا کاری میں شامل ہوتی ہے،اس لئے ہم یہ کہتے ہیں اگر انسان ایسا قولی یا فعلی کام کر لے جو کفر کا موجب ہے،لیکن اسے یہ نہیں معلوم کہ یہ کفر ہے،یعنی اسے شرعی دلیل کی روشنی میں علم نہیں ہے کہ یہ کام کفر ہے،تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا(الشرح الممتع ۱۴/۴۴۹)۔

۱۲)شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا کہ:'' رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا '' (البقرۃ:۲۸۶)(اے ہمارے رب اگر ہم سے بھول چوک ہوگئی ہو تو ہم سے مواخذہ نہ کرنا۔اس آیت کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا کہ میں نے تمہاری دعا قبول فرمالی)(مسلم،۱۲۶)یہاں پر کسی ظنی یا قطعی مسئلے میں یقینی خطا کی تفریق نہیں فرمائی،چنانچہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ کسی بھی قطعی یا ظنی مسئلے میں خطا کھانے والا شخص گناہ گار ہوگا تو ایسا شخص کتاب وسنت اور قدیم اجماع کی مخالفت کررہا ہے(مجموع الفتاوی۱۹/ ۲۱۰)۔

۱۳)ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ اس امت میں سے جاہل اور خطا کار شخص کوئی کفریہ یا شرکیہ عمل بھی کرلے تو وہ پھر بھی کافر یا مشرک نہیں ہوگا،کیونکہ اس شخص کی جہالت اور خطا کاری اس وقت تک بطور عذر قبول کی جائے گی جب تک حجت اس کے لئے بالکل واضح طور پر عیاں نہیں ہوجاتی،اور حجت اس طرح عیاں ہو کہ اس جیسی واضح حجت کا منکر کافر ہوجائے۔

ان سے یہی بات قاسمیؒ نے اپنی تفسیر(محاسن التاویل،۳/۱۶۱)میں بھی نقل کی ہے:"**دلت علی أن الجهل عذر لقوله تعالی: من بعد ما تبین له الهدی**''(سورۃ المائدۃ:۱۱۵)۔

۱۵)الشیخ عبدالرحمٰن بن یحی معلمیؒ فرماتے ہیں۔غیر اللہ سے دعا کرنا غیر اللہ کی عبادت اور شرک ہے،،نیز فرمایا کہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ وہ شخص مشرک ہوگا جس کے پاس غیر اللہ سے مانگتے ہوئے کوئی شرعی نہ ہو،چنانچہ اگر کسی غیر اللہ کو پکارنے والے کا کوئی شرعی عذر بنتا ہو تو عین ممکن ہے کہ اس شرکیہ عمل کے باوجود وہ اللہ کا پسندیدہ بندہ ہو،بلکہ افضل اور سب سے متقی شخص بھی ہوسکتا ہے(آثار الشیخ عبدالرحمٰن معلمی ۳/۸۲۶)۔

۲-عقائد کے باب میں جہالت کے عذر تسلیم کئے جانے یا نہ کئے جانے کے بارے میں متکلمین اور فقہاء کا کیا موقف ہے؟''ضروریات دین''اور''قطعیات دین''سے کیا مراد ہے؟

جواب۔ضروریات ضروری کی جمع ہے،ضروری لغت میں عام طور پر اس کام کو کہا جاتا ہے جس کے کرنے نہ کرنے کا اختیار نہ ہو،بلکہ کرنا لازم ہے،عام طور پر یہ لفظ اسی معنی ومفہوم میں استعمال ہوتا ہے اور ضروریات دین کا استقصاء،حصر اور تخصیص ناممکن ہے۔

علم منطق میں علم کی دو قسمیں ہیں،نظری،ضروری،ضروری سے مراد ان چیزوں کا کا جاننا ہے جس کو جاننے کے لئے کسی غور وفکر کی ضرورت نہ ہو،بلکہ یوں ہی حاصل ہوجائے۔

علم کلام میں ضروری کا مفہوم بعض حضرات نے یہ بتایا ہے کہ وہ علم جس کے جاننے سے انسان کو کوئی چارہ کار نہ ہو، وہ چاہے نہ چاہے بہر حال اس کا علم حاصل ہو جائے، جیسے بھوک وپیاس کہ انسان کی چاہت کے بغیر بھی اس کا احساس وادراک ہو ہی جاتا ہے، اس کے مفہوم کو جاننے کے لئے کسی غور وفکر کی کوئی ضرورت نہیں، تو اس چیز کا علم ضروری ہے۔ دوسرے متکلمین نے فرمایا کہ جن اشیاء کا علم انسان کے قدرت واختیار میں نہ ہو تو وہ ضروری ہے، شیخ تھانویؒ نے ان دونوں قسم کی تعریف نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ دونوں کا حاصل ایک ہی ہے (کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم ۲ / ۹۱۱۱۶)۔

ضروریات دین کا مطلب یہ ہوا کہ دین کے وہ بنیادی مسائل واحکام جن کا علم اتنا عام ومشہور ہو کہ جس کے سمجھنے میں دلیل وبرہان کی ضرورت نہ ہو بلکہ ہر خاص وعام کو معلوم ہو، مثلا نماز یا روزے کی فرضیت کا علم، ہر مسلمان کو اس کا علم ہے، قیامت کا قائم ہونا بھی ایسا ہی ایک مسئلہ ہے جس کا ہر عام وخاص مسلمان کو علم ہے، حضرات متکلمین نے بھی ضروریات دین کا یہی مفہوم بیان فرمایا ہے، چنانچہ علامہ کشمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ضروریات دین سے مراد وہ امور ہیں جن کا دین محمدی ﷺ سے ہونا بداہۃ معلوم ہو، یعنی حضور ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت اور اس حد تک مشہور ہو کہ عام لوگ بھی اس کو جانتے ہوں، جیسا کہ اللہ کی توحید، نبوت اور حضور ﷺ کی ختم نبوت (اصول تکفیر: ۲۶۱)۔

متکلمین کی اصطلاح میں ضروریات دین سے وہ مسائل مراد ہیں جو عوام وخواص کو یکساں طور پر معلوم ہوتے ہیں، اس کے جاننے کے لئے کسی غور وفکر کی ضرورت نہیں پڑتی، بلکہ جو مسئلہ بھی تواتر کے ساتھ ثابت ہو، اور وہ اتنا عام اور مشہور ہو جائے تو وہ ضروریات دین میں سے بن جائے گا، مثال کے طور پر مسواک ایک مسنون عمل ہے، مگر مشہور ومتواتر ہے، اس کا ثبوت قطعی اور مشہور ہونے کی وجہ سے اس کا انکار کفر ہوگا، جیسا کہ علامہ کشمیریؒ نے متکلمین کے خیالات ونظریات کی صراحت فرمائی، کہ مسواک سنت ہے، لیکن اس کے مسنون ہونے کا عقیدہ رکھنا فرض ہے اور اس علم کو حاصل کرنا سنت ہے، انکار کفر ہے (بحوالہ اصول تکفیر ص ۲۶۹)۔

متکلمین اور اصولیین نے ضروریاتِ دین کو سمجھانے کے لئے جو مثالیں بیان فرمائی ہیں، ان میں سے اکثر مثالیں منطقی اصطلاح کے مطابق نظری ہی ہیں، مثلا قیام قیامت، حشر اجساد وغیرہ، لیکن چونکہ شریعت اسلام میں اس کا ثبوت قطعی اور بالکل واضح ہے، اس لئے اس کو بالاتفاق ضروریاتِ دین میں شمار کیا گیا (اصول تکفیر ۲۶۲)۔

علامہ کشمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ضرورت، یعنی بداہت سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہونے اور دینی حکم میں بدیہی ہو، عمل اور اصل کے اعتبار سے بدیہی ہونا کوئی ضروری نہیں، بسا اوقات کوئی حدیث متواتر ہوتی ہے اور نبی کریم سے بداہت کے ساتھ ثابت ہوتی ہے، لیکن جس حکم پر وہ مشتمل ہوتی ہے وہ عقل ومنطق کے لحاظ سے نظری ہوتا ہے، مثلاً عذاب قبر کی حدیث کہ نبی کریم ﷺ سے ثبوت مشہور ہے، لیکن عذاب کی اصل کیفیت پہچاننا مشکل اور نظری ہے (اکفار

الملحدین فی ضروریات الدین،ص ۳)۔

ضروریات دین ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کا حضرت محمد ﷺ کے دین سے ہونا قطعی اور یقینی ہواور حدتواتر وشہرت عام تک پہنچ چکا ہو،حتی کہ عوام بھی جانتے ہوں کہ یہ چیزیں نبی کریم ﷺ کے دین سے ہیں،جیسے توحید،رسالت،ختم نبوت،حیات بعدالموت،سزاوجزا،اعمال،نماز،زکوۃ کی فرضیت،شراب اورسود کی حرمت(کذافی اکفارالملحدین،ص،۲،۳للانورشاہ کشمیری من مجموعۃ رسائل الکشمیری،الجلد الثالث،ادارۃ القرآن)منقول از فتاوی محمودیہ۔۱/۱۹۰)۔

ضروریات دین پربھی ماحول اورزمانے کے اثرات مرتب ہوتے ہیں،ہرجگہ کا ایک حکم نہیں ہوسکتا،لوگوں کے حالات اورمستوی کےلحاظ سے احکام میں تبدیلی ممکن ہے،ضروریات دین کا مسئلہ کوئی منصوص تونہیں ہے،اوراس کی حدبندی بھی متواترنہیں ہے،جیساکہ مفتی عبیدالرحمٰن صاحب دام اقبالہ نے اپنی کتاب اصول تکفیر میں لکھا ہے کہ۔ضروریات دین ہر علاقہ کےعلمی فضا کے مطابق تبدیل ہوتے رہتے ہیں،یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہمارے قدماءمتکلمین نے جس چیزکواپنے معاشرے کےلحاظ سےضروری قراردیاتھا،ہمارے ہاں بھی اس کی وہی حیثیت باقی رہے،اوراس کی بناء پرتکفیرکی جائے،نہ ہی یہ کوئی لازم ہے کہ جس مسئلہ کوایک مکمل دینی اورمذہبی معاشرے میں یہ مقام حاصل ہووہ پوری دنیا میں اپنی یہی حیثیت برقراررکھے،اورہرجگہ اس ضروریات دین میں شمارکیا جائے،اگرکوئی اس کا انکارکرے یااس میں مناسب تاویل کرےتوفورا ہی اس کوکافرقراردیا جائے،کیونکہ ممکن ہے کہ جس معاشرے میں انکاریاتاویل کا یہ جرم کیا جارہاہےاس معاشرہ میں اس مسئلہ کویہ حیثیت حاصل نہ ہو(اصول تکفیر،ص ۲۶۵)۔

ہرمسلمان پریہ لازم ہے کہ وہ دین کے اصولوں (رب کی معرفت،نبی کرمعرفت اوردین کی معرفت)سے واقف ہو،مثلاتوحیدورسالت اورآخرت کے مبادیات سے واقف ہو،مثلاتوحید کے موضوع میں اس قدرمعلومات ہوکہ اللہ ایک ہے،اس کا کوئی شریک نہیں،ساجھی نہیں،اس کا کوئی خاندان وغیرہ نہیں ہے،وہ ذات میں اورصفات میں،تصرفات میں یکتا اوربےمثال ہے،وہ عرش پرمستوی ہے،اس کی ذات تشبیہ،تمثیل،تجسیم اورتکییف سے مبراہے،"**لیس کمثلہ شيء وھو السمیع البصیر**"(سورۂ شوری:۱۱)۔

رسالت کے موضوع میں یہ یقین رکھے کہ محمدﷺ اللہ کے بندہ،آخری نبی اورآخری رسول ہیں،آپ کے بعدکوئی نبی نہ آئے گااورنہ ہی کوئی رسول آئے گا،آپ ایک بشرتھے،نورنہیں تھے۔

یوم آخرت برحق ہے،حشرونشراوربعث بعدالموت برحق ہے،حساب وکتاب برحق ہے،جنت اورجہنم برحق ہے،پل صراط برحق ہے،نیزاسلام کے پانچ ارکان ہیں،جن پرعمل کرنا ضروری ہے،اورایمان کے چھ ارکان ہیں،جن کی تصدیق کرنا اوردل سے سچا جاننا ضروری ہے، اورتوحید کی مشہورتین قسمیں ہیں،توحیدربوبیت،اسماءوصفات اورتوحیدالوہیت۔نبیوں کی

بعثت کا مقصد اللہ کی الوہیت کو ثابت کرنا اور بندوں کو خالق حقیقی سے ملانا تھا، اسی مقصد کے لئے انبیاء اور رسول مبعوث ہوئے، اسی کی خاطر آسمانی کتابیں نازل کی گئیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص عقیدے کے بعض مسائل میں غلطی کر بیٹھے اور وہ اللہ تعالی، رسول اللہ ﷺ، اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، نیک عمل کرتا ہو، تو وہ اس شخص سے کمتر نہیں ہوسکتا، تو اللہ تعالی اس کی خطا معاف فرمادے گا، یا اس کی حق پر عمل پیری میں کوتاہی کے مطابق سزا دے گا، لیکن معروف ایمان والے شخص کو محض غلطی کی بناء پر کافر کہہ دینا بہت ہی سنگین اقدام ہے(الاستقامۃ ۱/ ۱۶۴)۔

امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے بہت سے اسماء وصفات ہیں جو کہ قرآن کریم میں اور نبی ﷺ نے اپنی احادیث میں امت کو بیان کئے ہیں، اب جس شخص پر حجت قائم ہوچکی ہے، اس کے لئے ان اسماء وصفات کو رد کرنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ قرآن کریم نے انہیں بیان کیا ہے، نیز رسول اللہ سے بھی یہ ثابت ہو چکے ہیں، لہذا اگر کوئی شخص اپنے اوپر حجت قائم ہوجانے کے بعد بھی ان کی مخالفت کرے، یعنی انہیں تسلیم نہ کرے تو وہ کافر ہے، لیکن حجت قائم ہونے سے پہلے وہ شخص لاعلمی کی بناء پر معذور شمار ہوگا، کیونکہ اسماء اور صفات کا علم محض عقل سے حاصل کرنا ممکن نہیں ہے، نہ ہی غور وفکر اور سوچ بچار سے ممکن ہے، لہذا ہم کسی کو بھی لاعلمی اور جہالت کی بناء پر اس وقت تک کافر نہیں کہتے جب تک اسے علم نہ ہوجائے (سیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۷۹)۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ’’ وَجٰوَزْنَا بِبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا کَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ‘‘ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ‘‘(الاعراف:۱۳۸)(اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتارا تو وہ ایسے لوگوں کے پاس جا پہنچے جو اپنے بتوں (کی عبادت) کیلئے بیٹھے رہتے تھے۔(بنی اسرائیل) کہنے لگے کہ موسیٰ! جیسے اُن لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دو۔ موسیٰ نے کہا کہ تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو)۔

ابن الجوزیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ فرمایا کہ یہ ان کے بہت بڑے جاہل ہونے کی خبر ہے کہ انہوں نے اللہ کی نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی غیر اللہ کی پرستش کو جائز سمجھ لیا (زاد المسیر ۲/ ۱۵۰)، نیز شیخ عبد الرحمٰن المعلمی نے فرمایا کہ موسی علیہ السلام کے جواب سے عیاں ہے، اگر چہ انہوں نے اپنی قوم کی جہالت پر مذمت فرمائی، لیکن ان کے اس مطالبے کو ارتداد شمار نہیں کیا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قوم موسی کا فوری مواخذہ نہیں کیا گیا، جیسا کہ بچھڑا بنانے پر ان کا فوری مواخذہ ہوا تھا تو گویا کہ اللہ اعلم۔ انہیں نو مسلم ہونے کی وجہ سے معذور سمجھا گیا (مجموع رسائل علمی۔ ۱/ ۱۴۲)۔

ذات انواط کا واقعہ۔ ابوواقد اللیثیؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ حنین کی جانب روانہ ہوئے تو ہم ایک بیر کے درخت کے پاس سے گزرے تو ہم نے کہا، اللہ کے نبی ﷺ ہمارے لئے بھی ایک ذات انواط بنادیں، جیسا کہ کفار کا ذات انواط ہے، کفار اس بیری کے درخت پر اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے، اور اس کے آس پاس مجاور بن کر بیٹھتے تھے، یہ مطالبہ سن کر نبی کریم ﷺ نے تعجب سے فرمایا، اللہ اکبر، یہ تو وہی بات ہے جو بنی اسرائیل نے موسی علیہ السلام سے کہی تھی، ''**اجعل لنا إلها كما لهم آلهة**'' (ہمارے لئے بھی ایسے ہی معبود بنادو جیسے ان کے معبود ہیں،) تم تو اپنے سے پہلے گزر جانے والے لوگوں کی راہ پر ہو (ترمذی، ۲۱۸۰صححہ الالبانی)۔

مذکورہ حدیث میں صحابہؓ نے نبی کریم سے شرک اکبر کا مطالبہ کیا یعنی ان کے لئے بھی درخت سے تبرک اور تعلق بنانا جائز قرار دیا جائے جیسے مشرک کیا کرتے تھے، نبی کریم ﷺ نے ان کے اس مطالبہ کو بنی اسرائیل کے مطالبہ سے تشبیہ دی۔

علامہ رشید رضاؒ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے مذکورہ مطالبہ کیا تھا وہ نومسلم تھے، عہد قریب میں شرک سے توبہ کی تھی، تو انہوں نے سمجھا کہ نبی کریم ﷺ جس چیز کو ہمارے لئے مقرر کردیں گے، وہ شرعی طور پر صحیح ہوگی، اسلام سے متصادم نہیں ہوگی (مجموع الرسائل والمسائل النجدیہ ۴/ ۳۹)۔

شیخ عبدالمحسن العباد حفظہ اللہ فرماتے ہیں، کہ قبروں میں مدفون لوگوں سے مانگنا ان سے حاجت روائی اور مشکل کشائی چاہنا شرک اکبر ہے جو کہ دائرہ اسلام سے خارج کردیتا ہے، اس عمل کو شرک اور کفر کہا جائے گا تاہم اس عمل میں ملوث ہر شخص کو کافر یا مشرک نہیں کہا جائے گا، کیونکہ اگر کوئی شخص جہالت کی بناء پر اس کام میں ملوث تھا تو وہ جہالت کی وجہ سے معذور ہوگا، یہاں تک کہ اس پر حجت قائم ہوجائے، اور حجت سمجھ لینے کے بعد بھی عناد کا مظاہرہ کرے تو پھر ایسی صورت میں اس پر کفر اور مرتد ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ قبر پرستی ایسے امور میں سے ہے کہ بہت سے لوگوں کو اس کے بارے میں بصیرت حاصل نہیں ہے خاص طور پر ایسے ماحول کے افراد جہاں پر قبروں کا احترام اور نیک لوگوں سے حاجت روائی کو صالحین سے محبت کے نام پر کیا جاتا ہو، جہاں پر اپنے آپ کو علم قرار دینے والے لوگ ہی قبر پرستی میں پیش پیش ہوں اور مدفون شخصیات کو قرب الٰہی کا ذریعہ قرار دیں (کتب ورسائل علامہ العباد ۴/ ۳۷۲)۔

شامی کی عبارت ہے کہ: ''**ومن تكلم بها (بكلمة الكفر)اختيارا جاهلا بأنها كفر ففيه اختلاف**'' (شامی ۳/ ۳۱۲) (یعنی جو شخص کلمہ کفر اپنے اختیار سے اور جہالت کی وجہ سے ادا کرے تو وہ کافر ہوجائے گا) اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے۔'' مالا بدمنہ'' میں لکھا ہے کہ: بعض علماء کے نزدیک جہالت عذر ہے (ص ۱۳۸)، نیز شامی میں علامہ حصکفی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جو قول یا فعل بالاتفاق موجب کفر ہو اس سے اس کے تمام اعمال اور نکاح باطل ہوجاتا ہے، اور جس قول یا فعل کے کفر ہونے میں علماء کا اختلاف ہو وہاں پر اس کے مرتکب کو توبہ واستغفار اور تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا (محمود

الفتاوی، مفتی احمد خانپوری ا/ ۳۸۵)۔

مسؤلہ صورت میں مذکورہ دلائل اور علماء کی تصریحات کی روشنی میں کوئی شخص ضروریات دین یا قطعیات دین میں سے کسی ایک چیز کا انکار عمداً کرے تو وہ شخص کافر کہلائے گا، البتہ جہل کی وجہ سے کسی مسلمات یا ضروریات دین کا منکر ہو تو اس پر حجت قائم ہونے تک معذور سمجھا جائے گا، اور علماء کی بھی ذمہ داری ہوگی کہ وہ افہام وتفہیم کی کوشش کریں یہاں تک کہ دلائل کی روشنی میں بات ثابت ہوجائے تو وہ منکر کافر شمار ہوگا۔

۳- ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے، اور اس ملک پر مسلم حکمرانوں نے صدیوں حکومت کی ہے، تقریباً ۹۰۰ سال تک حکومت کی ہے، یہاں اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت کا معقول انتظام رہا، مدارس عربیہ نے دین کی خوب خدمتیں کی ہیں، یہاں بڑے بڑے مفسرین، محدثین، فقہاء، صلحاء اور صوفیاء پیدا ہوئے، اپنے علم وفن سے دنیا کو خوب مستفید کیا، اربابِ علم واقتدار نے جہالت کے خاتمہ کے لئے تن من اور دھن کی قربانیاں پیش کیں، اپنے خون اور پسینہ سے اس ملک کو سیراب کیا ہے۔ مدارس عربیہ (جو دین کے محفوظ قلعے ہیں) کے جال پھیلا دیا ہے، سرحد کے اندر اور باہر کی سلامتی کے لئے شب وروز کوشاں ہیں، علم کے بڑے بڑے پہاڑوں نے بہ بانگ دہل یہ اعلان کیا ہے کہ ہندوستان دار الاسلام ہے نہ کہ دار الحرب، امام اعظم ابوحنیفہؒ اور صاحبین کے بقول ہندوستان ایک دار الاسلام ہے، ہرگز دار الحرب نہیں ہے، چونکہ یہاں جمعہ وعیدین، اذان واقامت، نماز باجماعت، وغیرہ شعائر دین بغیر مزاحمت علی الاعلان ادا کئے جاتے ہیں، مسلم پرسنل لاء کی ایک مسلمہ حیثیت ہے، ہندوستان میں سارے مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہب پر چلنے، مذہب کی تبلیغ کرنے اور من پسند مذہب کے اعلان کرنے کے حقوق دستور ہند میں مذکور ہے، ہر قوم اپنی تہذیب کے مطابق جینے کا حق رکھتی ہے۔

دار الحرب کے دار الاسلام ہونے کی ایک ہی شرط ہے، یعنی وہاں اسلام کا حکم غالب ہوجائے، جیسا کہ ''فتاوی عالمگیریہ'' میں ''سراج وہاج'' سے نقل کیا ہے کہ: ''**أعلم أن دار الحرب تصير دار الإسلام بشرط واحد وهو إظهار الإسلام فيها**'' (فتاوی ہندیہ ۲/ ۲۳۲)۔

''فصول عمادیہ'' میں منقول ہے (کہ دار الاسلام صرف اسلامی احکام جاری کرنے سے بنتا ہے تو جب تک وہاں اسلام کے متعلقات باقی ہیں تو وہاں اسلام کے پہلو کو ترجیح ہوگی، نیز امام ناصر الدین کی منثور سے منقول ہے کہ دار الاسلام صرف اسلامی احکام جاری کرنے سے بنتا ہے تو جب تک وہاں اسلام کے متعلقات باقی ہیں تو وہاں اسلام کے پہلو کو ترجیح ہوگی)، نیز ''جامع الرموز'' میں منقول ہے کہ کسی بھی علاقہ میں کوئی ایک اسلامی حکم بھی باقی ہو تو اس علاقہ کو دار الاسلام کہا جائے گا۔

مذکورہ تصریحات کی بنیاد پر ہندوستان کے سارے علاقوں میں اسلام پر عمل کی گنجائش باقی ہے، شعائر اسلام کی تعظیم باقی ہے، نماز اور جمعہ وعیدین قائم کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے، لہذا ہندوستان دارالاسلام ہے، یہاں کے مسلمانوں کے لئے حکم شرع سے ناواقفیت عذر شمار نہ ہوگا، تقریبا پورے ملک کے مسلمانوں کا یکساں حکم ہوگا، تقریبا سارے ملک میں دینی تعلیم کا نظم باقی ہے، دینی شخصیات اور جماعتیں، اسلامی مراکز اور اسلامی تحریکیں دین کی خدمت میں مسلسل لگی ہوئی ہیں، البتہ جہاں صورت حال اس سے بالکل مختلف ہو وہاں جہل کو عذر مانا جائے۔

بعض علاقے جہاں آدی واسی/نکسلائیٹ بستے ہوں، دین سے ان کا کوئی تعلق نہ ہو، کوئی نظم نہ ہو، لوگوں تک مطلقا اسلامی تعلیمات نہ پہنچی ہوں، ایسے مقامات میں جہل اور جہالت کو عذر تسلیم کرنا اولی ہے۔

۴- ''مس بالشہوۃ''، اور'' نظر بالشہوۃ'' سے حرمت مصاہرت کا ثبوت؟

رب ذوالجلال نے انسان کی تخلیق کے ساتھ رشتوں کو بھی بنایا، خونی رشتہ، رضاعی رشتہ اور سسرالی رشتہ، ہر ایک کے حقوق بیان فرمایا، رشتوں کے تقدس کی حفاظت کا حکم بھی دیا، نبی کریم ﷺ نے رشتوں کو جوڑنے کی فضیلت بیان فرمایا، اور قطع رحمی کی مذمت بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ رشتوں کو کاٹنے والا جنت سے محروم ہوگا، نیز سسرالی رشتوں کی حرمت کی تفصیلات سورہ نساء کی آیتوں میں وارد ہیں، الغرض محرمات ابدیہ اور محرمات مؤقتہ کی وضاحت کے ساتھ احکام قابل عمل بنایا، رشتوں کے سلسلے منصوص ہیں، اس میں اجتہاد کی کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی گئی، محرمات وہی ہیں جو منصوص ہیں، ان کی نشاندہی کتاب وسنت سے مستنبط ہیں، حرمتِ مصاہرت بھی منصوص ہے، اجتہادات، شبہات، احتمالات اور قیاسات سے بالاتر ہے، تحلیل وتحریم کا حق صرف اللہ ہی کا ہے، یہ حق خود نبی کریم ﷺ کو بھی نہیں دیا گیا، ہمیں دورجدید کے لاینحل مسائل کو بھی نصوص کی روشنی میں حل کرنا ضروری ہے، اور دلیل کی روشنی میں تمام مسائل حل کرنے کی صورت میں اختلافات کم سے کم ہوں گے، اللہ تعالی ہمیں صحیح مسائل تک پہنچنے کی توفیق بخشے۔

حرمت مصاہرت سورہ نساء کی آیتوں سے ثابت ہے، یعنی چار رشتیں ہیں جو مصاہرت کی بنیاد پر حرام ہوتے ہیں، جیسے ۱۔ باپ کی بیویاں، ۲۔ بیٹوں کی بیویاں، ۳۔ بیویوں کی مائیں، ۴۔ اور بیوی کی بیٹیاں، جیسا کہ قرآن کریم کی آیتوں سے استدلال کیا جاتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:''وَلَا تَنۡكِحُوۡا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقۡتًا وَسَآءَ سَبِيۡلاً ۔حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمۡ اُمَّهٰتُكُمۡ وَبَنٰتُكُمۡ وَاَخَوٰتُكُمۡ وَعَمّٰتُكُمۡ وَخٰلٰتُكُمۡ وَبَنٰتُ الۡاَخِ وَبَنٰتُ الۡاُخۡتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِىۡۤ اَرۡضَعۡنَكُمۡ وَاَخَوٰتُكُمۡ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمۡ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِىۡ فِىۡ حُجُوۡرِكُمۡ مِّنۡ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِىۡ دَخَلۡتُمۡ بِهِنَّ فَاِنۡ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا دَخَلۡتُمۡ بِهِنَّ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ وَحَلَآئِلُ

اَبْنَآئِکُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِکُمْ و ان تجمعوا بین الاختین" (سورۃ النسا۲۲ء۔۲۳)۔

(اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو اُن سے نکاح مت کرنا مگر (جاہلیت میں) جو ہو چکا (سو ہو چکا) یہ نہایت بے حیائی اور (اللہ کی) ناخوشی کی بات تھی اور بہت بُرا دستور تھا۔ ۲۲۔تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور رضاعی بہنیں اور ساسیں حرام کردی گئی ہیں اور جن عورتوں سے تم مباشرت کر چکے ہو اُن لڑکیاں جنہیں تم پرورش کرتے ہو (وہ بھی تم پر حرام ہیں)، ہاں اگر اُن کیساتھ تم نے مباشرت نہ کی ہو تو (اُن کی لڑکیوں کیساتھ نکاح کر لینے میں) تم پر کچھ گناہ نہیں اور تمہارے صُلبی بیٹوں کی عورتیں بھی اور دو بہنوں کا اکٹھا کرنا بھی (حرام ہے))۔

مذکورہ آیت سے حرمتِ مصاہرت بالاتفاق نکاح سے ثابت ہوتا ہے، البتہ زنا سے حرمت مصاہرت کے سلسلہ میں اہل علم کے مابین اختلاف ہے۔

پہلا قول۔زنا سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوگی، جس طرح زنا کی وجہ سے نان ونفقہ، وراثت، حقوق زوجیت، طلاق وظہار اور ایلاء، وغیرہ کے احکام نافذ نہیں ہوں گے، زانی کے لئے مزنیہ/ زانیہ کے اصول اور فروع میں سے جس سے چاہے شادی کر لے، یہ قول حضرت ابن عباسؓ اور مالکیہ اور شافعیہ کا ہے، یہی قول امام ابن قیمؒ کا ہے۔

نیز یہ آیت: "وأحل لکم ما وراء ذلکم ۔۔"، یعنی محرمات کی تفصیل بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ ان کے سوا دیگر عورتیں تمہارے لئے حلال کردی گئی ہیں، مگر نص سے یہ ثابت نہیں ہے کہ زنا سے حرمت ثابت ہوگی، یا زنا اسبابِ تحریم میں سے ہے کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی؟ بلکہ زنا ایک کبیرہ گناہ ہے جو موجب حد شرعی ہے، لہذا جو عمل سزا کے لائق ہو اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کوئی شخص کسی عورت سے بدکاری کرے تو کیا اس کے لئے اس مزنی بہا کی ماں سے یا مزنی بہا کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**لایحرم الحرام الحلال، إنما یحرم ماکان بنکاح**" حرام چیز کسی حلال کو حرام نہیں کرتی بلکہ حرام اس وقت ہے جو نکاح کے ذریعہ رشتہ قائم ہو، ایک روایت میں ہے کہ "**الحلال لایفسد بالحرام**" (حلال حرام کی وجہ سے فاسد نہیں ہوتا)۔

حرام تعلقات سے حرمت ثابت کرنے کے لئے نص قطعی کی ضرورت ہے، اس موضوع میں کتاب وسنت، اجماع اور قیاس صحیح سے کوئی دلیل معروف نہیں ہے، خصوصی طور پر زنا کو نکاح صحیح پر قیاس کرنا اور رشتے قائم کرنا نہ شرعاً صحیح ہے اور نہ ہی عقلاً صحیح ہے۔

۵۔رشتہ مصاہرت کوقرآن کریم میں اللہ کے بندوں پر بطور نعمت ذکر کیا گیا ہے، رشتہ مصاہرت نسبی رشتہ کی طرح ایک مستقل رشتہ ہے، اسی وجہ سے ان دونوں رشتوں کو بطور نعمت تذکرہ کیا گیا ہے،'' وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ''(الفرقان: ۵۴) (اور وہی تو ہے جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا پھر اس کو صاحبِ نسب اور صاحبِ قرابت دامادی بنایا)۔امام شافعیؒ نے فرمایا کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی، کیونکہ مصاہرت ایک نعمت ہے جوممنوع اور حرام شی سے حاصل نہیں کی جاسکتی، جبکہ حنفیہ کے پاس وطی ایک سبب ہے جزئیہ کا ولد کے واسطے سے۔

۷۔امام قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ زنا سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا، زنا کی وجہ سے ساس یا بیٹی کا رشتہ قائم نہیں ہوتا، (تفسیر قرطبی ۵/ ۱۱۵)۔

نیز امام ابن قیمؒ بھی امام مالک وامام شافعی رحمہم اللہ کے ساتھ زنا سے حرمت مصاہرت کے ثابت نہ ہونے کے قائلین میں سے ہیں۔

دوسرا قول۔ زنا اور مقدمات واسبابِ زنا سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی، زانی کے لئے مزنی بہا کے اصول وفروع حرام ہوں گے، نیز زانیہ کے لئے بھی زانی کے اصول وفروع حرام ہوں گے۔یہ قول منسوب ہے حضرات حسن بصری، قتادہ، سعید بن المسیب، سلیمان بن یسار، سالم بن عبداللہ، مجاہد، عطاء، ابراہیم نخعی، حماد، احمد، ابوحنیفہ، ابو یوسف، محمد، زفر، ثوری، مالک بن انس (فی روایۃ) اوراوزاعی (رحمہم اللہ جمیعا) کی طرف۔

راقم الحروف کے نزدیک مذکورہ مسائل غیر منصوص اور مجتہد فیہ ہیں، یعنی مجرد لمس، نظر حرام، (یا مس بالشہوۃ اور نظر بالشہوۃ) خواہ شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت کے یا کسی اجنبیہ کو چھونے کے سبب حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔

کتاب وسنت کی روشنی میں حرمت کی دو قسمیں ہیں، حرمت مؤبدہ، حرمت مؤقتہ۔

حرمت مؤبدہ کے تین اسباب ہیں۔ ۱۔نسب ۲۔مصاہرت ۳۔رضاعت

یہ تینوں اسباب قرآن کی درج ذیل آیت سے مستنبط ہیں:'' حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ''(سورۃ النساء۔۲۳) لمس ونظر ان تینوں اسباب سے خارج ہیں، اس لئے ان سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

سوال۔بعض اہل علم کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جو لوگ اس مسئلہ سے بالکل بے خبر ہوں ان کے حق میں حرمت مصاہرت کا

حکم ثابت نہ ہو، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب۔زنا اور اسباب زنا سے یا مقدماتِ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی، حرمت مصاہرت کے ثبوت کے لئے نص قطعی کی ضرورت ہے، یعنی زنا سے یا نظر بالشہوۃ یا مس بالشہوۃ سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی، خواہ کوئی شخص عمداً مس بالشہوۃ یا نظر بالشہوۃ کا مرتکب ہو یا سہواً، خواہ وہ شخص اس مسئلہ سے باخبر ہو یا بے خبر ہو، دونوں صورتوں میں ہرگز حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔

۵-طلاق کے معاملہ میں باخبری اور تکرار طلاق:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"الطلاق مرتان فإمساک بمعروف أو تسریح بإحسان " (البقرۃ: ۲۲۵) (طلاق شرعی دو بار ہے، اس کے بعد یا تو نیک نیتی کے ساتھ بیوی کو روک لو یا بھلائی کے ساتھ اسے چھوڑ دو)۔

حضرت ابوالصھباء سے مروی ہے کہ انہوں حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا آپ کو پتہ ہے کہ عہد رسالت عہد ابوبکرؓ اور آغاز خلافت عمرؓ میں ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی شمار میں آتی تھیں ابن عباسؓ نے جواب دیا ہاں (مسلم)، نیز عکرمۃ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رکانہؓ نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں ۳ طلاقیں دے دی جن پر انہیں بہت حزن وملال ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شمار میں ایک ہی ہوئیں اگر تم رجوع کے خواہشمند ہو تو رجوع کرلو۔لہذا انہوں نے رجوع کر لیا(احمد ۲۳۸۹، ابوداؤد ۲۲۰۶، السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۵۳۸۲)۔

نیز ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عہد نبوی، عہد صدیقی، اور عہد فاروقی کے شروع کے دو سالوں میں تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں، پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ لوگ طلاق کے معاملہ میں جلد بازی سے کام لینے لگے ہیں حالانکہ اس میں ان کے لئے ڈھیل اور آسانی تھی اس لئے اچھا ہے کہ ان طلاقوں کو ان پر جاری کر یا جائے چنانچہ آپ نے جاری کر دیا (مسلم ۴۷۸)۔

صورت مسؤلہ میں مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی ہے اور طلاق کی عدت تین طہر یا تین حیض ہے اور طلاق رجعی میں عدت کے اندر رجوع کرنا جائز ہے، عدت گزر جانے کی صورت میں کسی اور شخص سے نکاح (ایسا نکاح جس میں دخول ہوا ہو) اور طلاق کے بعد سابق شوہر سے مہر جدید کے ساتھ نکاحِ جدید جائز ہے۔

موجودہ حالت میں بہتر صورت یہی ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق رجعی مان کر اسی پر فیصلے کئے جائیں، کیونکہ قوم میں جہالت عام ہے، یہاں تک کہ پڑھا لکھا طبقہ بھی یہی تصور کرتا ہے کہ طلاق دینی ہو تو تین طلاق ہی دینی ہے، اس سے کم پر طلاق واقع نہ ہوگی، وکلاء نے جو فارم تیار کر رکھا ہے وہ صرف تین طلاق ہی کا ہے، لوگوں کو اسی پر دستخط

کرائے جاتے ہیں، لہذا طلاق کے موضوع میں جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کے مسلک سے عدول کرتے ہوئے (یہ عدول عن المسلک ہے نہ کہ عدول عن المذہب) ان علماء ومحدثین کا مسلک اپنایا جائے جن کے پاس ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی شمار ہوتی ہیں۔

۶-جہل (حکم شریعت سے ناواقفیت) کے سلسلہ میں مختلف فقہی مسالک کے موقف اور رجحان کی وضاحت:

بہ طور نمونہ چند وہ مسائل درج کئے جاتے ہیں جن میں جہل کو عذر قرار دینے یا نہ قرار دینے کی بحث فقہاء کے یہاں آتی ہے۔

۱-کسی شخص نے دارالحرب میں اسلام قبول کیا، ہجرت کر کے دارالاسلام نہیں آ سکا، بلکہ ایک زمانہ تک دارالحرب ہی میں رہا، اسے نماز وروزہ کی فرضیت کا علم نہ ہو سکا اور اس نے نماز وروزہ کی ادائیگی نہیں کی تو فرضیت کا علم ہونے کے بعد کیا اس پر ان دونوں کے نماز وروزے کی قضا لازم ہوگی، جن دنوں اسے فرضیت کا علم نہ تھا، یا قضا لازم نہ ہوگی؟

علامہ سیوطی لکھتے ہیں: "**كل من جهل تحريم شئ مما يشترک فيه غالب الناس لم يقبل منه دعوى الجهل، إلا أن يكون قريب عهد بالإسلام أو نشأ ببادية بعيدة يخفى فيها مثل ذلک كتحريم الزنى والقتل والسرقة والخمر والكلام فى الصلوة والأكل فى الصوم**" (الاشباہ والنظائر)۔

جواب۔صورت مسؤلہ میں جن حضرات کو دارالحرب میں نماز وروزہ کی فرضیت کا علم نہ تھا، لیکن دارالاسلام میں فرضیت کا علم ہوا تو جب سے فرضیت کا علم ہوا ہو تب سے وہ حضرات نماز وروزہ کے مکلّف قرار دیئے جائیں گے، جن دنوں فرضیت کا علم نہ تھا، قضا لازم نہ ہوگی، گویا کہ ہر عبادت کی فرضیت علم کے ساتھ مربوط ہے، جہل/ جہالت ایک قابلِ قبول عذر ہے، جہل کی وجہ سے عذر مقبول ہے۔البتہ ایک مشورہ دیا جا سکتا ہے کہ صوم وصلاۃ کی پابندی کے ساتھ کثرت نوافل کا اہتمام کیا جائے جو تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔

۲-کسی عجمی شخص سے عربی زبان میں طلاق، عتاق، یمین وغیرہ کے الفاظ کہلائے گئے جن کا معنی وہ نہیں جانتا تو اس کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

جواب۔ صورت مسؤلہ میں از روئے شریعت ہر معاملہ میں نیت کا اعتبار ہوتا ہے، اعمال کی قبولیت کا دارومدار بھی نیت پر ہی موقوف ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: **إنما الأعمال بالنيات، و إنما لكل امرئ مانوى**" (البخاری)، لہذا عربی الفاظ جانے بغیر طلاق وعتاق اور یمین کا اعتبار نہ ہوگا۔

۳-دواشخاص نے کسی کے خلاف قتل کی گواہی دی اور اس گواہی کی بنا پر اس شخص کو قصاص میں قتل کر دیا گیا، پھر دونوں گواہوں نے گواہی سے رجوع کر لیا اور کہا کہ ہم دونوں نے دانستہ جھوٹی گواہی دی تھی لیکن ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ ہماری گواہی کی بنا پر اسے قتل کر دیا جائے گا تو ان گواہوں سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟

جواب۔ اسلامی شریعت میں جھوٹی گواہی کبیرہ گناہ ہے، معاملات کا اعتبار شہادتوں پر منحصر ہے، غلط بیانی یا جھوٹی گواہی کی وجہ سے کسی کو قتل کیا گیا یا کسی پر حد نافذ کیا گیا ہو، تو ایسی صورت میں جھوٹی گواہی دینے والوں پر سخت کاروائی ہونی چاہئے، جمہور فقہاء نے فرمایا کہ شہادت زور کا اثبات ان کے اقرار سے ہوگا، یا دلائل وبراہین کی روشنی میں ثابت ہوگا کہ وہ جھوٹی گواہی دیا تھا۔

صورت مسؤلہ میں جن لوگوں نے دانستہ جھوٹی گواہی دی تھی، اس کی بناء پر کسی کا قتل بھی ہو گیا ہو، تو ایسے گواہوں سے یقیناً قصاص لیا جائے گا، انہیں معاف نہیں کیا جائے گا، چونکہ شریعت نے شاہد زور کے لئے مستقل کوئی سزا تجویز نہیں کی تھی، ایسے لوگ حکام کی جانب سے تعزیرات کے تحت سزا دلوائے جائیں گے، چونکہ یہاں ناحق قتل ہوا ہے، اس لئے مناسب یہی ہے شاہد زور بھی قصاص میں قتل کئے جائیں گے، جیسا کہ حضرت علیؓ کے پاس دو حضرات نے کسی کے بارے میں جھوٹی گواہی دی کہ فلاں شخص نے چوری کی، آپ نے چور کا ہاتھ کاٹ دیا، پھر گواہوں نے کہا کہ ہم سے غلطی ہوگئی، درحقیقت یہ چور نہیں ہیں، آپ نے فرمایا کہ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تم دونوں نے عمداً جھوٹی گواہی دی ہے تو میں تم دونوں کے ہاتھ کاٹ دیتا، صحابہؓ میں کوئی بھی آپ کی رائے کے خلاف نہ تھے، گویا اس پر صحابہ کا اجماع تھا (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ۔شہادۃ الزور)۔

سوال۔ اگر کوئی کلمہ گو شخص ناواقفیت کی وجہ سے ضروریاتِ دین یا قطعیات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس کے بارے میں مسلمانوں کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟

جواب۔ علم ومعرفت کے اعتبار سے لوگوں میں تفاوت یقینی اور بدیہی ہے، لہذا یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ کوئی چیز ایک عالم کے لئے ضروری کے درجہ میں ہو وہی چیز دوسروں کے حق میں بھی اس حد تک معلوم ہو، چنانچہ علامہ ابن حجر ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ ایک چیز بعض اوقات بعض لوگوں کے لئے متواتر اور ضروری ہوتی ہے دوسرے لوگوں کے حق میں اس کی یہ کیفیت نہیں ہوتی، لہذا جس کے ہاں متواتر ہو وہ (اس کے انکار کرنے سے) کافر ہو جائے گا اور دوسرا کافر نہیں ہوگا۔

علامہ ابن ہمامؒ نے فرمایا کہ اصول دین اور ضروریات دین میں اختلاف کرنے والے کے کافر ہونے پر اتفاق ہے، اس کے علاوہ مسائل میں اختلاف کرنے والے کی تکفیر میں اختلاف ہے (اصول تکفیر ص ۲۷۴)۔

نیز حضرت حذیفہ بن یمانؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام ایسے ہی پرانا ہو جائے گا جیسے کپڑے

کے نقش ونگار پرانے ہوجاتے ہیں،حتیٰ کہ یہ بھی معلوم نہں رہے گا کہ نماز، روزہ،قربانی اورزکوۃ کیا چیز ہوتی ہیں؟اورکتاب اللہ ایک رات میں ایسی غائب ہوجائے گی کہ اس کی ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی، اورلوگوں کے چند گروہ ان میں سے بوڑھے مرداور بوڑھی عورتیں باقی رہ جائیں گے،کہیں گے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو یہ کلمہ لاالہ الا اللہ کہتے ہوئے پایا تھاتو ہم بھی یہی پڑھتے ہیں،توراوی صلہ نے حذیفہ سے کہا جب انہیں یہ نہیں معلوم ہوگا کہ نماز، روزہ،قربانی اورصدقہ وزکاۃ کیا چیز ہے توانہیں فقط یہ کلمہ لا الہ الا اللہ کیا فائدہ پہنچائے گا ؟تو حذیفہ نے ان سے منہ پھیرلیا پھرانہوں نے تین بار یہ بات ان پر دہرائی،لیکن وہ ہر باران سے منہ پھیر لیتے، پھرتیسری باران کی طرف متوجہ ہوئے اورفرمایا کہ اے صلہ۔ یہ کلمہ انہیں جہنم سے بچالے گا،آپ نے یہ بات تین بار دہرائی(سنن ابن ماجہ،۴۰۴۹،صححہ الالبانی فی الصحیحۃ ۱/۱۷۱)۔

مذکورہ حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کے پاس ایمان مجمل یعنی توحید کا اقرار ہوگا،اسلام کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں ہوگا ماسوائے زبانی اقرار کے جوانہوں نے اپنے باپ دادا سے سنا ہوگا، اس دور جہالت میں بھی لوگ توحید ورسالت کے قائل ہوں گے تو مسلمان ہی شمار ہوں گے اورجہنم سے ان کونجات حاصل ہوگی ، حالانکہ نماز، روزہ، زکوۃ وغیرہ ضروریات اورقطعیات دین میں شامل ہیں، یہ حدیث قیامت کی علامتوں پرمشتمل ہے،ساتھ ہی ساتھ عقیدہ کے باب میں جہل کے قابل قبول عذر ہونے پردال ہے،لہذا مسلمانوں کو چاہئے کہ کسی بھی کلمہ گو کے سلسلہ میں کفر کا فتوی یا دوزخی ہونے کے فتوی دینے سے احترازکریں، کیونکہ جہالت ایک ایسا عذر ہے جوعقیدے اورعمل کے سلسلہ میں عنداللہ قابل قبول عذر ہوگا۔

☆☆☆

فقہاءاور متکلمین کے نزدیک جہل کی حیثیت

مولانا محمد صابر حسین ندوی☆

جہل کی لغوی واصطلاحی تعریف:

جہل (جیم کے زبر اور ھا کے سکون کے ساتھ): جهلاً وجهالة -علم کی ضد کو کہتے ہیں:"نقیض العلم وضده"(دیکھئے: تہذیب اللغۃ:۶/۵۶،معجم مقاییس اللغۃ:۲۱۱،مجمل اللغۃ:۱/۲۰۱،مختار الصحاح:۱۰۱،لسان العرب:۱/۴۸۰،المصباح المنیر والمعجم الوسیط"جهل")۔

اصطلاح میں جہل کے متعلق اہل علم نے مختلف تعریفات کی ہیں، ذیل میں اہم تعریفات کو پیش کرنے کے بعد ان کا تجزیہ پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، ابویعلی حنبلی کہتے ہیں: کہ جہل واقعہ کے خلاف کا علم ہونا ہے۔"وحد الجهل:تبيين المعلوم على خلاف ماهو به،ضد العلم"(العدۃ فی اصول الفقہ:۱/۸۲)۔ابواسحاق الشیرازی کہتے ہیں: کہ جہل خلاف واقع چیز کا تصور کہلاتا ہے،"تصور المعلوم على خلاف ماهو به"(اللمع:ص-۳۰)اسی طرح کی تعریف ابوالمعالی الجوینی نے بھی کی ہے:"الجهل هو تصور الشئى على خلاف ماهوبه فيى الواقع"(شرح الورقات فی اصول الفقہ:۱/۲۱-تعریف العلم والجہل)، جب کہ علامہ جرجانی نے نقل کیا ہے کہ: جہل خلاف واقع چیز کا اعتقاد رکھنے کو کہتے ہیں،"الجهل:وهو اعتقاد الشئى على خلاف ماهو عليه"(التعریفات:۱۴۲)، اسی طرح کی تعریف صاحب برہان نے (البرہان:۱/۲۳)، ابوالخطاب الکلواذانی الحنبلی نے"التمہید:۱/۵۷"کے اندر اور ابوالمظفر السمعانی الحنفی ثم الشافعی نے"قواطع الادلۃ،ص:۳۸"کے اندر نقل کی ہے۔

علامہ سبکی نے اس کے برخلاف تعریف کی ہے؛ کہ جہل کسی مقصود کے تحت علم سے غفلت برتنے کا نام ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ؛ واقع کے برعکس کا تصور جہل کہلاتا ہے"والجهل انتفاء العلم بالمقصود وقيل:تصورالمعلوم على خلاف هيئه"(تشنیف السامع:۱/۲۳۷)، اسی کے مثل علامہ تفتازانی نے بھی تعریف کی ہے، اور اسے مرکب وبسیط کے فلسفہ

☆ جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور، کرناٹک۔

سے جوڑ دیا ہے، لکھتے ہیں:"وھو عدم العلم عما من شأنه، فإن قارن اعتقاد النقیض فمرکب، وھو المراد بالشعور بالشئی علی خلاف ماھو به وإلا فبسیط، وھو المراد بعدم الشعور"(شرح التوضیح:۲/۳۷۷)،علامہ ابن الامیر الحاج کے مطابق یہی وہ تعریف جس کو حنفیہ نے مناسب قرار دیا ہے،اور احکام میں جہل کو مرکب و بسیط کے عموم میں شامل کرتے ہوئے احکام بیان کئے ہیں(دیکھئے:التقریر والتحریر:۳/۳۹۷)۔

مذکورہ تحقیقات کا اگر خلاصہ کیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے؛ کہ جہل کی تعریف میں دو اقوال سب سے زیادہ مشہور اور معتبر ہیں:-

(۱)-جہل خلاف واقع شئی کا علم رکھنا اور اس کا ادراک کرنا ہے،"إنه أدراک المعلوم علی خلاف ماھو به"۔اصولیین میں جمہور متکلمین (اہل علم کا وہ طبقہ جو فقہ اکبر یعنی عقائد وغیرہ سے بحث کرتا ہے) اور علامہ آمدی ورافعی وغیرہ کے نزدیک مشہور قول یہی ہے؛ حالانکہ متکلمین کا یہ قول تعسف پر مبنی معلوم ہوتا ہے،اور علم کیلئے حدود اور حقیقت بینہ وغیرہ کا اصرار غیر واجب لگتا ہے؛ جبکہ علم ایک بدیہی امر، جسے ہر عقل مند آدمی معمولی دانشمندی اور ہوشمندی وغور فکر سے سیکھ سکتا ہے،اس سلسلہ میں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ نے فاضلانہ بحث کی ہے، جسے آپ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب"الرد علی المطنقین"میں مزید وسعت دی ہے،اور ان تمام بحثوں کو عبدالرحمٰن الامیر نے"حصول المأمول من کلام شیخ الاسلام فی الاصول"میں جمع کر دیا ہے(دیکھئے:تشنیف السامع للزرکشی:۱/۲۳۸)۔

(۲)-دوسری سب سے صحیح تعریف وہ معلوم ہوتی ہے جو کہ علامہ ابن ہمام اور ابن نجیم وغیرہ نے کی ہے،اور علامہ سبکی نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے؛ کہ علم کی صلاحیت ہونے کے باوجود علم کی صلاحیت سے محروم ہونا جہل ہے،"عدم العلم عما من شأنه العلم"(تیسیر التحریر:۴/۲۱۱،لاشباہ والنظائر لابن نجیم مع الغمز:۳/۲۹۶)۔لہذا دیوار اور پتھر کو جاہل نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں علم کی صلاحیت ہی نہیں(غمز:۳/۲۹۶)،اگر آدمی کو اپنے جہل کا احساس بھی ہو تو یہ جہل بسیط ہے،"الجھل البسیط:ھو عدم العلم ممن شانه أن یکون عالما"،اور اگر جہل کے باوجود اس کو اپنے بارے میں علم کا خیال ہو تو اسی دوگانہ جہالت کا نام"جہل مرکب"ہے،"الجھل المرکب:عبارۃ عن اعتقاد جازم غیر مطابق العلم"(تیسیر التحریر:۴/۲۱۱،اشباہ للمصری:۳۳۰،اشباہ للسیوطی:۱۸۷،کشاف اصطلاحات الفنون:۲/۲۵۳،دیکھئے:الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ:"جہل")۔

اصطلاحات فقہ کے اندر جہل کے مترادفات میں کئی الفاظ استعمال ہوتے ہیں،حالانکہ ان میں اور جہل میں بہت فرق ہے،مثلاً:-

(۱)"النسیان"---یہ دو معنوں پر مشتمل ہے:-اول یہ کہ: کوئی چیز غفلت ونادانی میں ترک کر دینا، جو کہ یاد کی ضد ہے۔دوسرے: کوئی چیز عمداً چھوڑ دینا، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"ولا تنسوا الفضل بینکم"(بقرۃ:۲۳۷)۔

اصطلاح میں نسیان کہتے ہیں :معلوم کے علاوہ کسی چیز کے علم سے انجان بن جانا ،جو کہ وجود کے منافی نہیں ہوتا،"هو الغفلة عن معلوم فى غير الحال السنة فلا ينافى فى الوجود،اى نفس الوجوب،لا وجوب الاداء"(الفروق:۱۴۹/۲)،علامہ قرافی کہتے ہیں: جملہ نسیان پر کوئی گناہ نہیں ہے، برخلاف جہل کے جن کے بارے میں انسان کو سیکھنے کا مکلّف کیا گیا ہے، نیز نسیان میں انسان مجبور ہوتا ہے؛ جبکہ جہل کو دور کرنے کی استطاعت ہوتی ہے،"النسيان لا إثم فيه من حيث الجملة،بخلاف الجهل بما يتعين على الإنسان تعلمه،والنسيان أيضا يهجم على العبدقهرا لا حيلة له فى دفعه عنه،والجهل له حيلة فى دفعه بالتعلم"(الفروق:۱۴۹/۲)،حضرت تھانویؒ کا ماننا ہے کہ غفلت، ذہول، اور جہل مرکب اگر علم کے بعد ہوتو وہ نسیان ہے، اسی طرح علامہ آمدی کا کہنا ہے؛ کہ ذہول،نسیان اور غفلہ اگر چہ الگ الگ ہیں ؛لیکن متقارب المعانی ہیں اور یہ سب علم کی ضد ہیں.''(التعریفات للجرجانی:''جہل''۔وکشاف اصطلاحات الفنون:۲/ ۲۵۳، دیکھئے: موسوعۃ الفقھیہ الکویتیہ: جہل)۔

(۲)''السھو''---سھا، یسھو، سھواً- لغۃً غافل ہونے کو کہتے ہیں اور''السھو''غفلت کے معنی میں ہے۔ساھی اور ناسی کے درمیان فرق یہ ہوتا ہے؛ کہ جب ساھی کو یاد دلا یا جائے تو اسے یاد آجائے، جبکہ ناسی کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے،(المصباح المنیر :السھو)، اصطلاحاً ''سھو'' کے متعلق حضرت تھانوی کا ماننا ہے کہ سھو ،جہل کے ہم معنی ہے ؛ کیونکہ سھو گویا کہ جہل بسیط ہے، اس لئے کہ دونوں ہی میں تصور کا اثبات نہیں ہوتا؛ یہاں تک کہ ساھی کو اگر متنبہ کیا جائے تو ادنی تنبیہ پر وہ متنبہ ہوجا تا ہے(کشاف اصطلاحات الفنون:۲/ ۲۵۳)۔

جہل کی قسمیں:

جہل کو شریعت میں شرعی طور پر عذر ماننے یا نہ ماننے کے سلسلہ میں خاصا بحث ہے؛لیکن عموماً فقہاء نے اسے عذر شرعی تصور کیا ہے اور احکام میں اس کی بنا پر تخفیف کی ہے، جس کا تذکرہ'' عموماً عوارض اہلیت'' کے تحت آتا ہے، جیسے علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں: شریعت میں مجہول کسی چیز کے غیر موجود اور اس سے معذور ہونے کے حکم میں ہے،'المجهول فى الشريعة كالمعدوم المعجوز عنه"(مجموع فتاوی شیخ الاسلام:۲۹/ ۳۲۲)۔ابن رجب حنبلی نے اسی کو محتاط لب ولہجہ میں یوں بیان کیا ہے:'ينزل الجهولة منزلة المعدوم، وإن كان الأصل بقاء ه إذا يئس من الوقوف عليه أو شق اعتباره"(قواعد ابن رجب:۲۳۷)؛ تاہم اس کا دائرہ اتنا بھی وسیع نہیں ؛ کہ اسلامی تعلیمات بازیچہ اطفال بن جائے بلکہ اس کی مخصوص صورتیں ہیں، اور قسمیں ہیں، ان کا دائرہ انہیں کی حد تک محدود ہے، اگر عموماً جہالت کو عذر قرار دے دیا جائے تو علم کا وجود بے معنی اور حق وباطل کی کشمکش بے سود ہوجائے گی، اسی لئے فقہاء نے بالخصوص احناف نے اس مسئلہ پر خصوصی بحثیں کی ہیں، جس کو

تفصیلاً ''التقریر والتحریر: ۲۹۷/۳ '' اور'' تیسیر التحریر: ۲۱۱/۴ '' میں دیکھا جاسکتا ہے۔

فقہائے عظام نے جہل کی قسمیں کرتے ہوئے بعضوں نے اسے دوقسموں پر محمول کیا ہے(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ: '' جھل '')، تو بعضوں نے اسے چھ تک بتلایا ہے جیسے کہ فواتح الرحموت: ۱۲۸/۱ میں انصاری وغیرہ کے حوالے سے مذکور ہے، تو بعض اسے چار میں مقید مانتے ہیں۔ دراصل چوتھی قسم، قسم اول ہی کی تکرار ہے، لیکن اسے اس کے علاوہ میں شمار کرتے ہوئے؛ اس سلسلہ میں '' جھل المبتدع''، '' جھل الباغی'' اور ''جھل المجتھدلمخالف الأدلۃ'' کی مثال دی جاتی ہے، اس کا ذکر صدرالشریعہ وغیرہ نے کیا ہے؛ جبکہ فخرالاسلام نے اس کی موافقت کی ہے(دیکھئے: التقریر والتحریر: ۲۹۷/۳)، اکثر فقہاء کے نزدیک تین قسمیں مشہور ہیں، اور اگر صحیح معنوں میں دیکھا جائے تو بقیہ ساری قسمیں اس میں شامل معلوم ہوتی ہیں، وہ یہ ہیں:-

۱۔ایسا جہل جس میں عذر یا شبہ کا اعتبار نہیں۔----------اس کی چار صورتیں ہیں:

الف:-اللہ کی ذات وصفات، وحدانیت، رسالت، آخرت سے جہل ناقابل قبول ہے، کیونکہ یہ عقل کے مغایر اور صریح گمراہی ہے۔

ب:-جھل المبتدع، یعنی ایمان کے باوجود ادلہ ظاہرہ سے ثابت شدہ امور جیسے: صفات باری تعالیٰ، عذاب قبر، شفاعت، رؤیت فی الآخرۃ، میزان وپل صراط وغیرہ کے تعلق سے مبتدعانہ اور معتزلانہ عقیدہ رکھتے ہوں۔

ج:-جھل الباغی، ایسا شخص جو خلفائے راشدین کی خلافت یا ان کے طریقے پر چلنے والے عادل حکومت کے حکمراں کے خلاف ناواجبی طور پر بغاوت کرے، اور کسی تاویل فاسدہ کے ذریعہ خود کو حق پر اور امام کو ناحق سمجھے، تاہم مبتدعین کے مقابلہ باغی کا جہل کمتر تصور کیا گیا ہے، مبتدعین کو بعض سلف نے کافر تک کہا ہے؛ لیکن باغی پر محض بغاوت کی وجہ سے کافر نہ ہونے پر اتفاق ہے۔

د:-وہ شخص جو کہ نصوص ظاہرہ کے اجتہاد سے جہل برتے، جن کا مدار ادلہ واضحہ پر ہوں، اس قسم کو مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے بہت ہی آسان لفظوں میں نقل فرمایا ہے، لکھتے ہیں: '' مجتہد کا صریحاً کتاب اللہ، سنت مشہورہ اور اجماع امت کے خلاف رائے قائم کرنا، مثلاً قرآن نے ذبیحہ کی حلت کیلئے بسم اللہ کہنے کو ضروری قرار دیا ہے، لیکن بعض فقہاء نے عمداً تارک تسمیہ کے ذبیحہ کو بھی حلال قرار دیا ہے، حدیث مشہور ہے کہ طلاق مغلظہ کے بعد عورت شوہر اول کیلئے جب ہی حلال ہوگی کہ شوہر ثانی اس سے جماع کر چکا ہو، مگر بعض حضرات نے اس کے خلاف شوہر ثانی کے محض نکاح کو ہی کافی قرار دیا ہے، اجماع ہے کہ '' ام ولد باندی'' فروخت نہیں کی جاسکتی، اس کے باوجود بعضوں نے اس کی اجازت دی ہے''۔ لیکن اس صورت پر

مولانا نے اس طرح حاشیہ لگایا ہے کہ ''اس جہل کو'' جہل باطل'' میں شمار کرنا بہت مشکل ہے، کیونکہ فقہائے مجتہدین میں سے شاید ہی کوئی ہو، جن کے یہاں ایک دو مسئلوں میں اس طرح کا تفرد موجود نہ ہو اور خود احناف کیلئے بھی اس سے براءت آسان نہیں، واللہ اعلم'' (قاموس الفقہ: ۳/۱۶۶)۔

۲۔ایسا جہل جس میں شبہ کا اعتبار ہے۔

اس جہل کا اعتبار حدود وکفارات میں کیا جاتا ہے، جبکہ اجتہادی مسائل میں یا ایسے موقع پر جہاں واقعی شبہ کی گنجائش ہو، آدمی ناواقفیت کی بنا پر کوئی کام کردے، یہ جہل عذر شرعی بن سکتا ہے، جیسے کسی نے پچھنا لگوایا، چونکہ ایک روایت میں مروی ہے، جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے؛ کہ پچھنا لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور یہی رائے امام اوزاعی کی ہے، اب وہ شخص یہ سمجھ کر کہ واقعی روزہ ٹوٹ گیا ہے، اور کھا، پی لے، تو صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں، اسی طرح کسی نے شبہ کی وجہ سے کسی اور کی بیوی کو اپنی بیوی سمجھ کر صحبت کرلی تو اس پر حد جاری نہ ہوگی۔

۳۔ایسا جہل جس میں عذر کا اعتبار ہے۔

اس جہل کا اعتبار اس شخص کے حق میں ہے، جس نے اسلامی ممالک سے دور، یا کسی دار الحرب میں اسلام قبول کیا ، اور اسلامی شعائر وفرائض جیسے نماز، روزہ وغیرہ سے لاعلم رہا، ایسے میں اس پر زمانہ جہل کی نماز وغیرہ کی قضا نہیں ہوتی، اسے معذور سمجھا جاتا ہے۔ یہ سب اس لئے ہے کہ وہ اس قابل نہیں ہے کہ احکام شرعیہ سیکھ سکے؛ بلکہ وہ اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنے پر مجبور ہے؛ لیکن اگر وہ صورت باقی نہ رہی تو اس کا عذر تسلیم نہ کیا جائے گا۔

اس کے علاوہ جہل اختیارات وشرائط کے استعمال میں بھی پایا جاتا ہے، چنانچہ جب کبھی کوئی اختیارات کے شرائط سے ناواقف ہو تو عذر قبول کیا جاتا ہے، اس کی مثال یوں دی جاتی ہے کہ ایک شخص نے کسی کو اپنا وکیل بنایا، پھر اس شخص نے اپنی وکالت سے معزول کردیا، مگر وکیل کو ابھی اس کی اطلاع نہیں ہوئی، ایسے میں اس دوران بحیثیت وکیل کئے گئے؛ کسی کام کی ذمہ داری وکیل کی نہ ہوگی، بلکہ خود وہ شخص اس کا ذمہ دار ہوگا، یا جیسے حق شفعہ ہونے کے باجود اس کی لاعلمی میں بیع وشراء کرلی جائے تب بھی اسکا حق شفعہ باقی رہے گا۔

بعضوں نے اختیارات کے اس جہل کو چوتھی قسم قرار دیا ہے، نیز حنفیہ کے علاوہ عموما فقہاء جہل کو دو قسموں پر مشتمل مانتے ہیں، جو دراصل مذکورہ اصناف میں مضمر معلوم ہوتے ہیں:

الف:-وہ جہل جو قابل قبول ہو اور اسکی وجہ سے مؤاخذہ شرعیہ اٹھالیا جائے۔

ب:-وہ جہل جو قابل قبول نہ ہو (واللہ اعلم۔ دیکھئے: اشباہ والنظائر لابن نجیم مع الغمز: ۴/۳۰-۲۶، تیسیر التحریر: ۴/۲۷-۲۱۱، نور الأنوار: ۳۰۱-۲۹۹)۔

۱- مصادر اسلامیہ جہل کے معتبر ہونے یا نہ ہونے اور اس کے دائرہ اعتبار پر بخوبی روشنی پڑتی ہے، ابتدائیہ میں یہ بات آچکی ہے کہ ایمانیات کے متعلق جہل کو عذر تسلیم نہیں جاتا؛ جبکہ احکام وغیرہ کے اندر دارالحرب یا غریب الدیار یا ایسی جگہ جہاں علم نہ پہونچا ہو اس میں جہل کا اعتبار کیا گیا ہے، لیکن تبلیغ کے بعد کسی قسم کی کوئی گنجائش نہیں ہے، جو عین فطری ہے، جیسا کہ امام شافعیؒ کا کہنا ہے کہ اگر جہالت کو جہل کی وجہ سے عذر مان لیا جائے تو وہ علم سے زیادہ افضل تصور کیا جائے گا، اور جب کبھی کسی سے کوئی غلطی ہوگی تو وہ تکلیف (شرعی احکام کا مکلّف ہونا) کی عباء اتار دے گا اور اس پر حجت قائم نہ ہو سکے گی، ایسے میں تبلیغ وتمکین (انسان کی ایسی حالت کہ اس میں علم سیکھ سکے) کی صورت میں جہل کا کوئی اعتبار نہیں، "لو عذر الجاهل لأجل جهله لكان الجهل خيرا من العلم ،إذا كان يحط عن العبد اعباء التكليف، ويريح قلبه من ضروب التعنيف، فلا حجة للعبد في جهله بالحكم بعد التبليغ والتمكين" (المنثور:۲/۱۱-۱۶-۱۵)۔ بلاشبہ امام شافعی کی حیثیت ایک مسلم فقیہ اور صاحب اصول کی ہے، آپ کا مذکورہ نقطہ نظر بہت سی طویل بحثوں سے سبکدوش کر دیتا ہے، تاہم ایک نظر کتاب وسنت اور فقہ واصول فقہ کے منتشر جواہر پر کرتے ہیں، جن سے جہل کے عذر ہونے اور اسکے حدود طے کرنے میں مدد ملے گی۔

۱- واقعہ یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ میں جہل کا اعتبار اسباب تخفیف اور عفو درگزری کے پیش نظر ہے، اور اس کی اصل اللہ تعالی کا فرمان ہے: "لا يواخذكم الله باللغو في أيمانكم ولكن يواخذكم بما عندتم الأيمان" (مائدۃ:۸۹) یعنی اللہ تمہاری بے فائدہ قسموں پر پکڑ نہیں کرتا؛ البتہ جو پختہ قسمیں تم کھاتے ہو ان پر اللہ تعالی پکڑ کرتا ہے، اسی طرح ایک مقام پر ارشاد ہے: "ربنا لاتواخذنا إن نسينا أو أخطأنا "(بقرۃ:۲۸۶) کہ اللہ ہماری ہماری بھول، چوک اور غلطیوں پر پکڑ نہ کرنا............اس عنوان کی متعدد آیات قرآن پاک میں موجود ہیں جو انسان کے جہل کو عفو درگزری سے تعبیر کرتی ہیں اور اسے ایک عذر تصور کرتی ہیں۔

احادیث نبویہ ﷺ کے ذخیرہ میں بھی اس عنوان کی احادیث کثیر تعداد میں پائی جاتی ہیں، جو خطا ونسیان اور جہل کو موضوع بنا کر اس کے عذر ہونے پر دلالت کرتی ہیں؛ البتہ ان میں سے بہت سی احادیث منسوخ ہیں، تاہم بطور دلیل ان میں سے چند احادیث نقل کی جارہی ہیں، ایک روایت میں حضرت امیمہ بنت رقیقہ کہتی ہیں؛ کہ میں نے عورتوں کی جماعت کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ سے اس بات کی بیعت کی کہ ہم بقدر استطاعت اللہ کے احکام کی پیروی کریں گی، یہ حدیث دراصل قرآن کریم میں مذکور آیت ''لا يكف الله نفسا إلا وسعها"(بقرۃ:۲۸۶)، "لايكلف الله نفسا إلاماآتاها"(الطلاق:۷) کے موضوع پر ہے، ارشاد ہے: "حدثنا سفيان بن عيينة أنه سمع محمد بن المنكدر قال:

سمعت اميمة بنت رقيقة تقول:جئت النبى فى نسوة نبيايعه فقال:لنا فيما استطعتن وأطقتن انى لا أصافح النساء"(ابن ماجہ:۲۸۷۴، باب بیعۃ النساء)۔ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالی نے اس امت سے خطا ونسیان کو معاف رکھا ہے اور ان سے بھی معاف رکھا جس پر وہ مجبور ہوں، ظاہر بات ہے کہ اگر کوئی جہل اگر چہ کسب سے دور ہوسکتی ہے؛ لیکن کوئی اسی پر مجبور ہو تو یہ حدیث اس کے حق میں ہوسکتی ہے"أن الله وضع عن أمتى الخطأ والنسيان، وأما استكرهوا عليه"(ابن ماجہ:۲۰۴۵۔دیکھئے:مسلم: کتاب الایمان-۱۲۶)۔اسی طرح مفسرین نے بھی خطا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ احکام شرعیہ کے متعلق صحیح عمل کی دسترس نہ رکھنا''جہل''ہے"عدم الإصابة فى العمل لجهل بالحكم الشرعى فيه....."(تفسیر ابن کثیر ۱/۶۷۳،قدرے تصرف کے ساتھ۔نیز دیکھئے:الموافقات للشاطبی:۱/۱۶۳-۲۶۷-۲۶۹۔التعریفات :۳۰۱۔الاشباہ والنظائر لابن نجیم:۱/۷۷-۷۸)۔

۲-جمہور اہل علم کے نزدیک یہ مشہور قاعدہ ہے؛ کہ مکلّف پر تکلیف شرع کا بار اسی وقت ڈالا جائے گا جبکہ وہ اس حکم سے یا اس تکلیف شرعی سے واقف ہو"أن من شرط صحة التكليف أن يكون المكلف عالما بما كلف به"(القواعد لابن اللحام:۹۳۔القاعدۃ الثامنۃ)۔

۳-فقہ واصول فقہ میں منتشر اہم نکات سے بھی اس موضوع پر روشنی پڑتی ہے،اور علمائے متقدمین کے نظریئے اور شرعی حل کی وضاحت کرتی ہیں۔

الف:-علامہ سیوطی اور قرطبی نے اہل علم کا اس بات پر اتفاق نقل کیا ہے؛ کہ آخرت میں''جہل''گناہوں کو ختم کرنے والی اور معافی ودرگزری کا ذریعہ ہے۔"أتفق أهل العلم أن الجهل مسقط للإثم والعفوية للآخرة"(دیکھئے:الجامع لاحکام القرآن:۳/۱۱۳۔اشباہ للسیوطی:۱۲۵)۔

ب:-اسی طرح اس بات پر بھی اتفاق ہے؛ کہ جہل تمام احکاموں میں مسقط لاثم نہیں ہے،اگر ایسا ہو تو پھر توحید ورسالت بے معنی ہوجائیں گے، مذکورہ حضرات ہی کی کتابوں میں ملتا ہے کہ"اتفق أهل العلم على أنه ليس مسقطا لجميع الأحكام"(نوٹ: مصادر سابقہ،اس پر حواشی بھی قابل مطالعہ ہیں)۔

ج:-عند العلماء یہ بھی متفق علیہ قاعدہ ہے؛ کہ مامورات کے ترک کرنے میں جہل مطلقا عذر نہیں ہے"اتفقوا على أن الجهل ليس عذراً فى ترك المأمور مطلقا"(احکام الاحکام لابن دقیق فی العدۃ-۴/۳۳۹۔اشباہ للسیوطی:۱۲۵۔اقواعد والاصول الجامعہ للسعدی:ص-۷۸)۔

اس لئے کہ مأمورات میں اگر امر کی ادائیگی نہ کرے تو بھی وہ امر کا ضامن مانا جاتا ہے،اور اس پر لازم ہے کہ وہ

اس امر کی تعمیل کرے؛لیکن جہاں تک جھل کا تعلق محظورات ،یعنی منہیات سے ہوتو وہ فعل کی ادائیگی سے ثابت ہو جاتا ہے،اور ایسے میں اسے کالمعدوم ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا،جیسے قتل کی حرمت سے واقف نہیں اور قتل کردے تو قصاص لازم نہیں آتا، یا کسی اور عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر وطی کرلے حد زنا جاری نہ ہوگی؛ بلکہ مہر مثل واجب ہوگا(دیکھئے:اعلام الموقعین:۱/۲۵)،اس کے بارے میں بطور دلیل حضور اکرم ﷺ کی وہ روایت پیش کی جاسکتی ہے جس کے اندر ایک صحابیؓ محترم نے زنا کا اعتراف کیا تو آپؐ نے پوچھا تھا:جانتے بھی ہو زنا کسے کہتے ہیں؟"فهل تدری ماالزنا؟" (ابوداود: ۴۴۳۸)،علامہ ابن قیم نے ابوداود کی اس روایت کو صحیح قرار دینے کے بعد لکھا ہے؛ کہ جھل کی بنیاد پر حدود جاری نہیں کئے جاتے،کیونکہ حضور ﷺ نے بھی جب پوچھا کہ کیا تم زنا کے بارے میں جانتے ہوتو اس صحابیؓ نے خود اعتراف کیا تھا؛کہ میں نے ایسا کام کیا ہے کہ کوئی شخص اسے حلال سمجھ کر کر ہی نہیں سکتا"أن الحد لا یجب علی جاهل بالتحریم، لأنه ﷺ سأله عن حکم الزنا فقال:أتیت منها حراما مایأتی الرجل من أهله حلالا"(زادالمعاد:۵/۳۳)۔

د:-اس بات پر بھی اتفاق نقل کیا گیا ہے؛ کہ کسی چیز کی تحریم کا علم ہو؛لیکن اس پر وارد سزا سے لاعلم ہوتو اس کے جھل کا اعتبار نہیں،جیسے کسی کو زنا کی حرمت کا علم ہومگر اس پر وارد سزا سے واقف نہ ہو اور زنا کرلے،تو اسے زنا کی سزادی جائے گی،اور اس سلسلہ میں حدود کی معافی نہ ہوگی(دیکھئے:ترتیب الفروق للبقوری:ص-۵۶۳،القاعدۃ التاسعۃ والعشرون-القواعد لابن اللحام:-۹۳،القاعدۃ الثامنۃ-التقریر والتحریر:۳/۱۶-۴۱۷)۔

سیرت طیبہ میں اس کی مثال ہمیں یوں ملتی ہے؛ کہ صحابی رسول ﷺ ماعز اسلمی نے خود ہی زنا کا اعتراف کرتے ہوئے کہا تھا"ردونی إلی رسول الله ﷺ فإن قومی قتلونی وغرونی من نفسی"(ابوداود:۴۴۲۰)،یعنی ان صحابی محترم کو معلوم تھا کہ زنا حرام فعل ہے،لیکن اس پر وارد سزا کا علم نہ تھا،ابن قیم نے اسی قاعدہ کو نقل کرنے کے بعد ماعز اسلمی کے بارے یہی لکھا ہے،"فإن ماعز الم یعلم أن عقوبته القتل ولم یسقط هذاالجهل الحد عنه"(زادالمعاد:۵/۳۴)۔

یہ خیال رہے کہ مذکورہ حکم کا تعلق اس شخص سے ہے،جس نے قریبی عہد میں اسلام قبول کیا ہے،یا پھر اس کا تعلق دارالحرب سے ہو، یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کہیں دور،کسی ایسے علاقہ کا باشندہ ہو؛ جہاں علمی شمع نہ پہونچی ہو اور اسے احکام شرعیہ معلوم نہ ہوسکے ہوں،چنانچہ جب وہ علم سیکھ لے تو جھل کا حکم ساقط ہوجائے گا،جیسے کوئی نماز میں کلام کرنے کی ممانعت سے ناواقف ہوتو اس کا عذر قابل قبول ہوگا، یا یہ بھی کہ نماز میں کلام کی حرمت جانتا ہو؛لیکن کلام کی جنس جیسے تنحنح وغیرہ کی مقدار اور اس کی حرمت سے ناواقف ہو،تو اسے بھی صحیح قول کے مطابق عذر مانا گیا ہے؛لیکن علامہ زرکشی نے دو تنبیہات نقل کی ہیں:

پہلی تنبیہ یہ کہ اس حکم کا تعلق نہ صرف حقوق اللہ سے ہے؛ بلکہ حقوق العباد سے بھی ہے،قاضی حسین نے اس پر تعلیق

کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کا قتل کر دیا اور قتل کی بنیاد کی حرمت اور اس پر قصاص سے وہ جہل کا دعوی کرتا ہے،تو اس کیلئے تخفیفا قصاص ساقط ہو جائے گی اور دیت مغلظہ لازم آئے گی،حالانکہ علامہ زرکشی نے اس قول کو محل نظر قرار دیا ہے۔

دوسری تنبیہ یہ کہ جاھل کے ساتھ عذر کا معاملہ کرنا تخفیفا ہے،نہ کہ اس کے جہل کا اعتبار کرتے ہوئے،جیسا کہ امام شافعیؒ کا قول گزر چکا ہے،چنانچہ قاضی حسین نے اس سلسلہ میں ایک بات یہ بھی لکھی ہے کہ؛ ہر وہ مسئلہ جو بہت زیادہ دقیق اور غامض ہو تو صحیح قول کے مطابق اس کے اندر عام آدمی کیلئے عذر کو تسلیم کیا گیا ہے(المنثور:۲/۱۴،دیکھئے:الموسوعۃ الفقھیہ الکویتیۃ:۱۶/۲۰۱)۔

علامہ زرکشی اور سیوطی نے اشباہ کے اندر''الجهل بمعنى مسقط لحكمه" کے تحت اسی طرح کی بحثیں نقل کی ہیں،اور اسکی ایک خاص مثال یوں دی ہے:اگر کوئی شخص لفظ طلاق،عتاق اور بیع وشراء کے الفاظ بولے اور وہ اس کا مطلب نہ جانتا ہو تو اس پر اس کا مواخذہ نہ کیا جائے گا؛ کیونکہ یہ اس کی عجمیت کا تقاضہ ہے(دیکھئے:المنثور فی القواعد:ص-۱۳-الاشباہ للسیوطی:۱۲۶-الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیہ:۱۶/۲۰۱)۔

ھ:-ضوابط میں سے اس ضابطہ پر بھی اتفاق ہے؛ کہ حقوق العباد میں جہل،خطا،نسیان وغیرہ کا اعتبار نہیں ہوتا،اگر اس کا غلبہ بھی ہو،تو یاد آنے کے بعد یا یاد دلانے کے بعد اسے حقوق کی ادائیگی کرنی ہوگی،جیسے حق شفعہ،قرض دہندہ کے قرض کی ادائیگی وغیرہ....(دیکھئے:القواعد الفقھیۃ من خلال کتاب المغنی:ص-۳۶۰)۔

۲-الف: علماء کی تحریروں میں متکلمین کے متعلق ایسا ہی ملتا ہے،علامہ باقلانی کا بھی یہی ماننا ہے،'وبه قال كثير من المتكلمين منهم الجبائى وابنه"(التقریب والارشاد:۳/۶۶)،علامہ جوینی نے اسماء اللغویۃ میں بحث ومباحثہ کے درمیان متکلمین اور فقہاء کے نقطہ نظر سے ایسی بحث کی اور متکلین کے متعلق لکھا ہے؛"القول فى منع القياس فى أسماء اللغوية:ماسار إليه معظم المحققين من الفقهاء والمتكلمين أن الاسماء فى اللغات لا تثبت قياسا ولا مجال للأقيسة فى اثباتها ،وإنما تثبت اللغات نقلا وتوفيقا ،وذهب بعض الفقهاء والمنتمين إلى الكلام إلى أن الاسماء قد تثبت قياسا"(التلخیص فی اصول الفقہ:۱/۱۹۴)...پھر علامہ آمدی نے فقہاء کے نقطہ نظر کے متعلق صراحت کی ہے کہ''فذهب أكثر الفقهاء وجماعة من المتكلمين كالقاضى أبى بكر والقاضى عبدالجبار وأبى الحسن البصرى وغيرهم إلى أن ذلك يدل على نفى الحكم فيما يعد غاية، وخالف فى ذلك أصحاب أبى حنيفة وجماعة من الفقهاء والمتكلمين وهو المختار"(احکام الاحکام للآمدی:۳/۹۲)۔

فقہاء سے کون مراد ہیں؟ ہر وہ شخص جو نص شرعیہ سے ماخوذ قواعد واصول سے مسائل مستنبط کرے، یا فروعات سے یا امام مذہب کے جزئیات سے وہ سب فقہاء کہلاتے ہیں۔

اکثر فقہاء اور متکلمین کو مد مقابل تصور کیا جاتا ہے، جو اپنے اپنے طریقہ استدلال اور استخراج میں خاصا فرق رکھتے ہیں؛ لیکن یہ بعض اصول وجزئیات کی بات ہے، اس کے علاوہ متکلمین اور فقہاء کے درمیان فروق کے نام پر تطبیقی کوشش بھی گئی ہے (مزید دیکھئے: قواطع الادلۃ فی لاصل: ۲/ ۱۶۲ وغیرہ)۔

فقہاء اور متکلمین کے نزدیک ایمان کا مطلب:

ایمان کے دو جز ہوتے ہیں: قول وعمل.....قول کا مرکز زبان ہے اور عمل کا مرکز جوارح ہیں، زبان کی حقیقت بول دینا ہے اور قول قلب تصدیق کا حصہ ہے۔ پھر یہ کہ عمل کی دو قسمیں ہوتی ہیں: عمل قلب (نیت واخلاص)۔ عمل جوارح۔ لہذا ایمان بہت سے ارکان، واجبات مستحبات پر مشتمل ہے، علامہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے؛ کہ ایمان اصل مرکب ہے جس کے بغیر چارہ کار نہیں، جبکہ واجبات سے دوری سزاء کی مستحق کر دیتی ہے اور مستحبات میں کمی انسان کے درجات کم کر دیتی ہے "الإيمان :مركب من أصل لايتم بدونه ،ومن واجب ينقص بفواته نقصا يستحق صاحبه العقوبه،ومن مستحب يفوت بفواته علو الدرجة ،فالناس فيه ظالم لنفسه ،ومقتصد،وسابق،كالحج وكالبدن والمسجد غيرها من الأعيان والصفات"(الرسائل: ۳/ ۲۸۲)۔

ایمان کے اس جادہ صحیحہ سے بہت سے متکلمین نے انحراف کیا ہے، ان میں سے اکثر کا یہ ماننا ہے؛ کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے، اور تصدیق ہی سے قول وعمل کا وجود ہے، انہوں نے نطق یعنی زبان سے اظہار کے معاملہ میں اختلاف کیا ہے، جیسا کہ صاحب جوھرۃ وغیرہ نے نقل کیا ہے.....نیز انہوں نے عمل کے وجود کو حکم حال پر دلالت کیا ہے، جیسے نطق اور اقرار مقام پر دلالت کرتے ہیں، لہذا مرجئہ وجہمیہ وغیرہ کا تو اجماع ہے، ایمان صرف تصدیق قلبی ہی کا نام ہے۔ بعض احناف بھی چونکہ تصدیق قلبی ہی کو ایمان مانتے ہیں، اور عمل کو لازم قرار نہیں دیتے، اس نقطہ کا غلط مطلب نکالا گیا ہے، علامہ ابن ہمام نے بہت صحیح لکھا ہے؛ کہ ایمان تو قلب ہی کا نام ہے کیونکہ بہت سے غیر ایمانی کام دراصل خواہشات کی بنا پر ہوتے ہیں؛ ایسے میں مطلق مغائر ایمانی عمل سے خارج عن الایمان تصور کرنا ممکن نہیں، "ولا يخفى أن بعض هذه الأمور التى تعمدها كفر قد توجد وصاحبها مصدق القلب ،وإنما يصدر عنه لغلبة الهوى ،فتعريف الإيمان بتصديق القلب فقط غير مانع لصدق التعريف مع انتفاء الإيمان ،وبالله التوفيق"، اسی طرح علامہ زبیدی نے لکھا ہے: "فيمكن اعتبار هذه الأمور:التصديق والإقرار وعدم الإخلال بما ذكر،اجزاء لمفهوم الإيمان وغاية

مافیه نقل عن مفهومه اللغوی الذی هو مجرد التصدیق إلی مجموع أمور اعتبرت جملتها ووضع بازالتها لفظ الإیمان التصدیق جزء منها"(دورالمتن الفقہی فی الردعلی المتکلمین والصوفیۃ:albayan.co.uk دیکھئے:ردالمحتار علی الدر:۳۵۶/۶.فتح الباری:۳۸۹/۱۰)۔

غرض فقہاء ومتکلمین کی بحثوں کا خلاصہ یہ سمجھ میں آتا ہے؛ کہ ایمان کی دوحیثیتیں ہیں: آخرت میں نجات جس کا مدارتصدیق پر ہے۔اور دنیا میں احکام کا اجراء جس کیلئے نطق بالشھادتین شرط ہے۔اس حال میں کہ اس نے کسی غیراللہ کوسجدہ نہ کیا ہو یاان صورتوں سے محفوظ رہا ہو جس کوفقہاء کفر کہتے ہیں،اور متکلمین کے مطابق اس میں نطق کی شرط نہ ہو؛ حالانکہ ان کا یہ کہنا درست معلوم نہیں ہوتا،جیسا کہ علامہ ابن حزم کی صراحت سے پتہ چلتا ہے"أما الأشاعرة فقالوا: إن شتم من أظهر الاسلام لله تعالی ولرسوله لأفحش ما یکون من الشتم وإعلان التکذیب بهما باللسان بلا تقیة ولا حکایة، والإقرار بأنه یدین بذلک ،لیس شئی من ذلک کفرا ،ثم خشو مبادرة جمیع أهل الإسلام لهم فقالوا:لکنه دلیل علی أن فی قلبه کفرا"(الفصل فی الملل:۷۵/۵)،علامہ ابن تیمیہ نے مزید وضاحت کے ساتھ لکھا ہے:"ثم رأو أن الأمة قد کفرت الساب فقالو: لانما کفر؛ لأن سبه دلیل أنه لم یعتقد أنه حرام واعتقاد رحله تکذیب للرسول ،فکفر بهذاالتکذیب لا بتلک الإهانة،وإنما الإهانة دلیل التکذیب"(الصارم المسلول:۴۹۱/۱)،لہذا حق تو یہ ہے کہ ایمان قول وعمل،خواہ وہ قول قلب ہو یالسان،عمل قلب ہو یاارکان ان سب کے مجموعہ کا نام ہے۔

فقہاءاور متکلمین کی بحثوں سے یہ بات مرشح ہوکر سامنے آتی ہے؛ کہ عقیدہ قول وعمل کا نام ہے،جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے،ایسے میں ہونا تو یہ چاہئے کہ دونوں ہی میں جہالت کا اعتبار کیا جائے،لیکن جیسا کہ بات آچکی ہے کہ ایمانیات، یعنی تصدیق قلبی میں جہالت کی کوئی گنجائش نہیں عمل میں اپنے شرائط کے ساتھ گنجائش ہے (دیکھئے:اتحاف السادۃ المتقین -کتاب الایمان۔مجلۃ البیان:عدد ۳۲۴-شعبان/۱۴۳۵ھ)۔

=ب: علماء وفقہاءاسلام کے متبدل وغیرمتبدل احکام کے اعتبار سے چنداصول قرار دیتے ہیں،جن کی وضاحت سے یہ واضح ہوگا؛ کہ قطعیات دین اورضروریات دین سے کیا مراد ہے؟اوراسی سے یہ بات بھی عیاں ہوجائے گی؛ کہ متکلمین اورفقہاء کے دمیان کیا فرق ہے؟

(ا)۔احکام قطعیہ:۔ یعنی قرآن کریم اوراحادیث متواترہ؛ جوذومعنی نہ ہوں،ان کا منکر کافرقرار پاتا ہے اوراس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی،ان کا ثبوت یقینی اورقطعی ہوتا ہے۔مثلاً توحید، قیامت،صداقت قرآن، جنت ودوزخ، وجودملائکہ

ختم نبوت،نزول عیسیٰؑ ،عذاب قبر،حیات انبیاء علیہم السلام فی القبور،آخرت میں میزان، پل صراط،شفاعت،رویت باری تعالی، پانچ نمازوں کی فرضیت ،رمضان کے روزوں کی فرضیت ،ذی استطاعت پر حج کی فرضیت ،زکوۃ کی فرضیت،سود کی حرمت،زنا کی حرمت، چوری ڈکیتی کی حرمت،شراب کی حرمت،مسواک کا سنت ہونا،قربانی،اذان وتکبیر وغیرہ۔

(۲)۔احکام ظنیہ:۔اس سے مراد قرآن ومتواترہ کے علاوہ مرویات،جن کا ثبوت یقینی وقطعی نہیں ؛ بلکہ وہ غلبہ ظن کے درجہ میں ثابت ہیں ،مثلاً اللہ تعالی کی صفت تکوین مستقل صفت ہے یا صفت قدرت میں داخل ہے،صفات الہیہ عین ذات ہیں یا غیر ذات،عذاب قبر کی کیفیت،حیاۃ فی القبر کی کیفیت،انبیاء علیہم السلام افضل ہیں یا ملائکہ،سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون سے نبی افضل الانبیاء ہیں،ایمان کم زیادہ ہوتا ہے یا نہیں ،وضو،غسل ،نماز،روزہ،حج ،وغیرہ میں سے ہرایک کے فرائض ،واجبات،سنن،مستحبات کتنے ہیں اورکون کون سے ہیں،یا وہ مسائل غیر منصوصہ جن کا کتاب وسنت میں ذکرنہیں ہوا جیسے ہر زمانے کے پیش آمدہ کثر جدید مسائل،ان مسائل ظنیہ کو’’ مسائل اجتہادیہ‘‘ بھی کہا جا تا ہے۔

دراصل مسائل کے ان دوقسموں کی بنیاد دلائل کے دوقسموں کی وجہ سے ہے،الف: **-دلائل قطعیہ**-یعنی وہ دلائل جو ثبوت کے لحاظ سے قطعی ہیں،اورمفہوم کے اعتبار سے بالکل واضح ہیں جیسے ”لا إله إلا هو حی القيوم،محمد رسول الله،أقيموا الصلاة،وآتوا الزکوة‘‘وغیرہ۔

ب: -دلائل ظنیہ-یعنی وہ جن کا ثبوت غلبہ ظن کے درجہ میں ہے، یا ان کا مفہوم ومعنی غیرواضح ہے، پھراگران خبارآحاد میں تعارض ہوجیسے رفع یدین،اورترک قرأۃ خلف الامام اورترک القرأۃ خلف الامام کی متعارض احادیث یا مفہوم کے اعتبار سے ان میں مختلف احتمالات ہوں جیسے’’والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلاة قروء ‘‘(سورۂ بقرہ:۲۲۸)،میں دواحتمال ہیں،کہ قروء سے مرادطہر ہے یا حیض۔لہذا وہ مسائل جودلائل قطعیہ سے ثابت ہیں وہ قطعی ہیں اور جودلائل ظنیہ سے ثابت ہیں وہ ظنی ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ بھی خیال رہے کہ مسائل قطعیہ کی بھی دوقسمیں ہوتی ہیں،**اولاً:** یہ کہ وہ مسائل جن کا ثبوت اتنا قطعی اور واضح ہے کہ ان کو ہر مسلمان خواہ عالم ہو یا غیر عالم جانتا ہے،مثلاً توحید ،رسالت،قیامت ،صداقت قرآن،جنت ودوزخ،ختم نبوت وغیرہ ان کوضروریات دین کہا جاتا ہے،ان میں سے کسی ایک عقیدہ کا انکار یا تبدیلی،خواہ تاویل کے ساتھ ہو؛ ناقابل قبول ہے اورکفر ہے،اوروہ مسائل جن کا ثبوت دوراول میں واضح نہ تھا بعد میں ان کا ثبوت اور دینی وشرعی حکم ہونا اتنا واضح ہوگیا؛ کہ ان کو ہرعام وخاص مسلمان جانتا ہے،ان مسائل کو’’ ضروریات اہل سنت والجماعت‘‘ کہا جاتا ہے جیسے عذاب قبر،حیاۃ انبیاء علیہم السلام فی القبور،وغیرہ ان عقائد میں سے کسی عقیدے کا انکار کرنا یااس میں کسی قسم کی تبدیلی وتاویل

کرنے سے کفر تو نہیں ،البتہ اہل سنت والجماعت کی جماعت سے خارج مانا جاتا ہے،اور مسائل ظنیہ واجتہادیہ میں سے ظنی مسائل کا انکار یا ان میں عرف وعادت کی وجہ سے تبدیلی نہ کفر ہے اور نا ہی اہل سنت والجماعت سے خروج لازم آتا ہے، چنانچہ یہ بھی ملحوظ رہے کہ مسائل ظنیہ واجتہادیہ میں کسی سے اختلاف کرنا فرقہ واریت نہیں ؛ بلکہ یہ امت کے حق میں رحمت ہے،جبکہ قطعیہ میں کتر بیونت فرقہ واریت کو ہوا دینا ہے(دیکھئے:علم اصول الفقہ بین القطع والظن لاحمد العونی ''vb.tafsir.net''علم اصول الفقہ :۳۵۔فرقہ واریت۔از: مولانا منیر احمدlib.bazmeurdu.net)۔

ج: کسی کلمہ گو کو کافر کہنا بہت سنگین بات ہے، یہ مسئلہ عہد اولیں کے اختتام ہی سے بڑا نازک رہا ہےاور آج بھی اس کی نزاکت واضح ہے۔اس سلسلہ میں فقہاء اور متکلمین کے درمیان عجب کشمکش بھی پائی جاتی ہے؛لیکن واقعہ یہ ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر حتی الامکان نہیں کی جانی چاہئے۔مگر ظاہر ہے کہ بعض فکری افراط کے شکار افراد اور جماعت کو مسلمان تصور کرنا بھی درست نہ ہوگا ؛ کیونکہ اس سے اسلام کی شخصیت گرد آلود اور احکام پر خاصا اثر پڑتا ہے،اس سے قبل کے متکلمین اور فقہاء کے اقوال نقل کئے جائیں،کفر اور کافر کے تعلق سے چند بنیادی باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔

(۱)۔کفر کے اصلی معنی انکار رنے کے ہوتے ہیں۔اور کافر انکار کرنے والے کو کہا جاتا ہے، جو شکر کے بالمقابل نعمتوں کو چھپائے ، پھر اس کا اطلاق اللہ کے وجود کا انکار کرنے والوں کیلئے ، یعنی ملحدین،منکرین اور مشرکین کیلئے ہونے لگا،علامہ عسقلانیؒ نے لکھا ہے:"وقد ورد الکفر فی الشرع بمعنی جحد النعم وترک شکرالمنعم والقیام بحقه"(فتح الباری:۱۰/۳۸۹)۔

(۲)۔جس طرح ایمان کے بہت سے شعبہ ہوتے ہیں، جیسا کہ فرمان نبیؐ ہے:"اعلی شعب الإیمان شهادة أن لا اله الاالله وأدناها إماطة الأذی عن الطریق وبینهما شعب متفاوته"(شعب الایمان-ویکیپیڈیا،الموسوعة الحرة)اسی طرح کفر کے بھی بہت سے مراتب ہوتے ہیں،لہذا ایک ہوتا ہے۔کفر اعتقادی۔دوسرا ہے: کفر عملی---۔

کفر اعتقادی:-اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا انکار جو ایمانی شرائط کے ساتھ خاص ہے۔

کفر عملی:-اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ایسی زندگی گزارے جس کے اندر الٰہ عالم کی ناشکری جھلکتی ہو؛لیکن وہ اسلام کے منافی نہ ہو،اس لئے انسان یا تو شاکر ہوتا ہے یا ناشکرا ہوتا ہے"وإماهدیناه السبیل إما شاکرا وإما کفوراً"(الانسان:۳)۔

(۳)۔اسلام میں بعض ایسے اعمال ہیں جنہیں جرم عظیم سمجھتے ہوئے کفر کا اطلاق کیا گیا ہے؛لیکن اگر اس میں مناسب تاویل ہوتو اسے تسلیم کیا گیا ہے، جیسے اللہ رب العزت نے فرمایا:"وان طائفتان من المومنین

اقتتلوا“(حجرات:۹)اس آیت میں دونوں گروہوں کو مومنین کہا گیا ہے، ایسے میں اسے ظاہری معنوں پر محمول کرنا پڑے گا،اسی طرح حضور ﷺ کا ارشاد ہے:”سباب المسلم فسوق وقتاله كفر“ (مسلم:۶۴۔ بخاری:۴۸۔ترمذی: ۲۶۳۵۔نسائی:۴۱۲۰)،لہذا کفر یہاں پر ظاہرا دین سے خروج کے بارے میں بتا رہا ہے؛ حالانکہ ظاہری معارض ایسے بہت سے وراد ہیں، جو اسلام پر شاہد ہیں، یا یہ ان ظاہری معانی کے تسلیم میں بہت سے حقائق رکاوٹ ڈالتے ہیں، جیسے اللہ تعالی نے فرمایا:”إن الله لايغفر أن يشرك به شيئا ويغفرمادون ذلك لمن يشاء“(نساء:۴۸)،اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے؛ کہ ہر گناہ شرک باللہ کے علاوہ ہے،اور اسی بنا پر مذکورہ روایتوں کے ظاہری معنی مراد لینا اور اس کے کرنے والے کو کافر کہنا درست نہیں۔

کفر کی یہی دو بنیادیں جن کی وجہ سے کسی کو کافر کہا جاتا ہے؛ البتہ متکلمین کفر عملی کو کفر صریحی مانتے ہیں، اور فقہاء اسے ایمان کے منافی کہتے ہیں، یہیں سے کسی کی تکفیر کے تعلق سے متکلمین اور فقہاء کی آراء الگ الگ ہوجاتی ہیں، ذیل میں دونوں طبقوں کی آراءنقل کرنے کے بعد عصر حاضر میں مسلمانوں کیلئے لائحہ عمل پر بات ہوگی۔

خوارج–کے نزدیک ایمان تین چیزوں کا مجموعہ ہے: ایمان باللہ، والرسول، والآخرۃ....یعنی ایمان تصدیق قلب، اقرار باللسان اور عمل بالارکان (کبائر سے پرہیز کرتے ہوئے) کا نام ہے، ان کے نزدیک عمل ایمان کا جز ہے، اور ایمان گھٹتا، بڑھتا نہیں ہے؛ لہذا جو ان میں سے کسی پر بھی کھرا نہ اترا وہ کافر ہوکر مباح الدم ہوجاتا ہے(ابن تیمیہ، الایمان،ص:۲۰۹، دیکھئے:الفرق بین الفرق للبغدادی: ۹۴)۔

اباضیہ–یہ گروہ اگر چہ اہل سنت والجماعت سے بہت قریب مانا جاتا ہے، لیکن کبیرہ گناہ کے مرتکب کو مخلد فی النار مانتے ہیں؛ البتہ نہ انہیں مشرک کہتے ہیں اور نا ہی مومن کہتے ہیں (دکتور طعیمہ: صابر الاباضیۃ عقیدۃ ومذھبا:ص-۱۱۹)۔

مرجئہ–ایمان کے ساتھ معصیت کو نقصان دہ نہیں مانتے، جیسا کہ کفر کے ساتھ اطاعت کے کوئی معنی نہیں (دیکھئے: الملل والنحل:۱/۱۳۹)۔

معتزلہ–اباضیہ کی طرح ہیں، ساتھ ہی وہ صفات باری تعالی کو قدیم مانتے ہیں، حالانکہ جمہور ایسوں کو کافر کہتے ہیں (معارج القبول بشرح سلم الاصول فی التوحید: ۲/۶۶ ۳۴)۔

اشاعرہ–کفر انکار، جحد اور تکذیب کا نام ہے، جس کو اللہ کے رسولؐ لے کر آئے، اگر تکذیب ثابت نہ ہوتو ان پر کفر کے احکام جاری نہ ہونگے۔علامہ آمدی کہتے ہیں: جس کسی نے کبیرہ گناہ کیا یا صغیرہ ہمیشہ ہی کرتا رہا تب بھی وہ مومن ہے؛ البتہ فاسق ہے، اور جس نے صرف صغیرہ کیا ہو وہ فاسق بھی نہیں ہے،”من ارتكب صغيرة من أهل الصلاة أو داوم على صغيرة فهو مومن وليس بكافر، بل فاسق ،ومن فعل صغيرة واحدة فهو عاص وليس بفاسق“(ابکار

لافکار:۵/۳۰)،علامہ سبکی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے:''............إلا لمن صرح بالكفر واختاره دينا وجحد الشهادتين وخرج عن دين الاسلام ،وهذا نادر وقوعه"(الطبقات الکبری للشعرانی:۲۱)،علامہ ایجی نے جمہور متکلمین اور فقہاء کا نقطہ نظر یہی لکھا ہے؛ کہ اہل قبلہ کی تکفیر درست نہیں اور نا ہی ان کے ایمان کی تفتیش کی ضرورت ہے؛ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا بھی یہی رویہ تھا(المواقف:۳/۵۶۰)۔

=کسی مسلم کی تکفیر کے تعلق سے فقہاء میں امام شافعی کا ماننا ہے؛ کہ صرف منہ سے کافرانہ لفظ کا نکلنا ضروری نہیں، بلکہ کہنے والا اس کا عقیدہ بھی رکھتا ہو"لايكفر المسلم بما يبدر منه من ألفاظ الكفر ،إلا أن يعلم المتلفظ بها أنها كفر"(ایثارالحق الی الخلق:ص-۲۹۲-۲۹۴)۔علامہ ابن ہمام کا تو یہ کہنا ہے؛ کہ تکفیر کے تعلق سے فقہائے مجتہدین کا قول نہیں؛البتہ ان کے علاوہ فقہاء نے اس پر بحث کی ہے،"يقع في كلام أهل المذهب تكفير كثير ،ولكنه ليس من كلام الفقهاء الذين هم مجتهدون ،بل من غيرهم ،ولا عبرة بغير الفقهاء"(ردالمحتار:۴/۲۳۷.)،حنابلہ میں سے شیخ ابن تیمیہ بھی کہتے ہیں، کہ اصل مسلمانوں کے قول اور عمل کی حفاظت ہے، ان کے افعال میں غلطیوں کی وجہ یا متنازع مسائل میں اختلاف کی وجہ سے انہیں کافر کہنا اور مباح الدم سمجھنا جائز نہیں (الرسائل:۳/۲۸۲.)،علامہ ابن قدامہ نے نقل کیا ہے؛ کہ کسی بھی کلمہ گو کی تکفیر نہ کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے، کیونکہ اصل یہی کلمہ ہے، جو اسے نجات دے گا۔(ابن قدامۃ-المغنی)،علامہ ابن دقیق نے ایسے ہی موقع پر کہا کہ:ایسے میں متکلمین اور وہ جو اپنے آپ کو سنت کی طرف منسوب کرتے ہیں اور عقائد کے مختلف ابواب میں تکفیر کا حکم دیتے ہیں ان کے لئے تنبیہ ہے اور سخت وعید ہے(احکام الحکام:ص-۵۲۹۔ابن حزم کیلئے دیکھئے:الفصل فی الملل والاھواء والنحل:۳/۹۲۱۱)۔

علامہ ابن عابدین نے طحاوی وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ کسی کیا اندر بہت سی وجوہات تکفیر کی ہوں؛ لیکن صرف ایک وجہ بھی مسلم ہونے کی ہو تو اسے مسلمان کہنا چاہئے اور اسکے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہئے، جیسا کہ حکم ہے:''ولا يخرج الرجل من الإيمان إلا الجحود ماأدخله فيه ،ثم ماتيقن نه ردة يحكم بها،وما يشک أنه ردة لا يحكم بها؛ إذاالاسلام الثابت لايزول بالشک مع أن الإسلام يعلوا....فإذاكان في المسئلة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنعه ،فعلى المفتي أن يميل الوجه الذي يمنع التكفير ؛تحسينا للظن بالمسلم ....لأن الكفر نهاية في العقوبة فيستدعى نهاية في الجناية ،ومع الشک والاحتمال لانهاية"(ردالمحتار:۴/۴۰۸۸)۔

کتاب وسنت اور متکلمین وفقہاء کی بحثوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے؛ کہ کسی بھی مسلمان کی تکفیر کرنا جب تک کہ اس سے انکار وتکذیب ثابت نہ ہوجائے، نیز کسی گمان پر کفر کا فتوی دینا درست نہیں، بلکہ اگر ایک بھی مسلمان ہونے کے آثار نظر آئیں، تو اسے ترجیح دی جائے گی؛ تاہم اگر فتوی دینا ناگزیر ہوجائے تو تو اس کے اعمال کو فسق سے اور غیر شرعی امور سے

منسلک کیا جائے اور کافر کہنے سے بچا جائے گا، اس سلسلہ میں امام غزالیؒ کے قول کو پیش نظر رکھنا چاہئے "لاينبغى أن يكفر كل فريق خصمه ازا رأه مخطئا فى الدليل ،نعم،يجوز أن يصفه بالخطأ أو الضلال عن الذى يراه هو صوبا" **ایک اور جگہ لکھتے ہیں:** "اعلم أن شرح ما يكفر وما لا يكفر يستدعى تفصيلات طويلة فاقنع الآن بوصية وقانون ،وأما الوصية فهى:أن تكف لسانك عن أهل القبلة ماداموا قائلين،لا اله الله ومحمد رسول الله،غير مناقضين لها۔والمناقضةتحصل بتجويزهم الكذب على رسول اللهﷺ ،أما القانون فهو:أن تعلم أن النظريات قسمان :قسم يتعلق بأصول العقائد ،وقسم يتعلق إلافى مسئلة واحدة،وهى أن ينكر حكما ثبت على النبیﷺ بالتواتر القاطع واجمعت عليه الأمة بسائر طوائفها ،كإنكار وجوب الصلوات الخمس أو صوم رمضان" (دفاع عن العقیدۃ والشریعۃ ضد مطاعن المستشرقین:ص-۱۹۲۲)۔

۳- = **آج اکثر مسلمان جس عہد نظامہائے مملکت میں سانس لے رہے ہیں وہ نہ تو دارالاسلام ہے اور نہ ہی دارالحرب؛ بلکہ آج نظامہائے حکومت میں جو تنوع ملتا ہے اس کے وجود کا تو دور گزشتہ میں تصور بھی نہ رہا ہوگا، کیونکہ عہد رسالت میں بھی ہمیں تین ہی طرح کی حکومتیں ملتی ہیں۔**

دارالکفر یا حرب:۔ یہ وہ مما لک تھے جہاں مسلمانوں کو اپنے عقائد، عبادات اور دعوت وتبلیغ کے حقوق حاصل نہ تھے، یہاں تک کہ اپنی جان اور اپنے مال ودین کیلئے دوسرے ملکوں کی ہجرت کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، جیسے مکۃ المکرّمہ (ملاحظہ ہو: سورہ انفال:۲۷)۔

دارالاسلام:۔ یہ وہ ملک وحکومت تھی جن میں گو مختلف اقوام کی بقاباہم اور مذہبی آزادی کے اصول پر تھی، لیکن مسلمانوں کو سیاسی بالادستی حاصل تھی اس لئے اصطلاحا یہ دارالاسلام کہلایا۔

دارالامن یا دارالعہد:۔ یہ وہ ملک ہے جہاں کلید اقتدار غیرمسلموں کے ہاتھ میں ہو، لیکن مسلمان مامون ہوں، مسلمان دعوت دین کا فریضہ انجام دے سکتے ہوں اور ان اسلامی احکام پر جن کے نفاذ کے لئے اقتدار ضروری نہ ہو عمل کر سکتے ہوں جیسے کہ ملک حبش؛ جس میں اقتدار کی باگ ڈور عیسائیوں کے ہاتھ میں تھی، مگر مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل تھی (اصطلاحات کیلئے دیکھئے: الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ "دار")۔

موجودہ دور کے غیرمسلم مما لک پر عمومی مؤخر الذکر قسم منطبق نظر آتی ہے جیسے کہ ہمارا ملک ہندوستان جہاں جمہوریت رائج ہے اور سلطنت کا کوئی مذہب نہیں ہے، ہر شہری اپنے بنیادی دین ومذہب پر عمل پیرا ہونے اور اسکی اشاعت میں آزاد ہے، چونکہ دارالامن ہی سے مسلمانوں کا زیادہ سامنا ہے ایسے میں اسی کے چند بنیادی احکام وضوابط مولانا خالد

سیف اللہ رحمانی کی کتاب ''جدید فقہی مسائل'' سے نقل کئے جارہے ہیں:

۱۔ دارالامن میں اسلامی حدود وقصاص جاری نہ ہونگے۔

۲۔ دارالامن کے مسلمان اور دوسرے باشندوں کے معاملات دارالاسلام کی عدالت میں فیصل نہ ہوسکیں گے۔

۳۔ یہاں کے مسلمان باشندے پر ہجرت واجب نہ ہوگی۔

۴۔ یہاں کے دفاعی قوت میں اضافہ اور مدد کرنا مسلمانوں کیلئے درست ہوگا جیسا کہ صحابہؓ نے شاہ حبش نجاشی کی ان کے دشمنوں کے خلاف مدد کی تھی بشرطیکہ کسی مسلم مما لک سے برسر پیکار نہ ہوں۔

۵۔ احکام شرعیہ سے ناواقفیت اور جہل کے معاملہ میں جس طرح دارالحرب کے مسلمانوں کو معذور سمجھا جائے گا اسی طرح ان کو معذور نہیں سمجھا جائے گا۔

۶۔ زوجین میں سے اگر کوئی دارالامن سے دارالاسلام چلا جائے تو ان کے درمیان محض ''تباین دار'' کی وجہ سے تفریق واجب نہ ہوگی، کیونکہ صلح وامن کی فضاء کی وجہ سے آمد ورفت اور حقوق زوجیت کی تکمیل ممکن ہے۔ زوجین میں سے ایک اسلام قبول کرلے تو تفریق میں وہی قانون نافذ ہوگا جو دارالحرب کا ہے کیونکہ دارالاسلام کے قاضی کو اختلاف دار کی وجہ سے ولایت حاصل نہیں ہے، اور خود اس ملک میں مسلمانوں نے باہمی تراضی سے قاضی مقرر کیا ہے تو اسکو صرف مسلمانوں ہی پر ولایت حاصل ہے، دوسرا فریق جو حالت کفر میں ہے اس پر قاضی المسلمین کی ولایت ثابت نہیں۔

۷۔ جیسے دارالاسلام میں رہنے والے ذمی اور دارالحرب سے آنے والے مستامن حربی کی جان ومال معصوم ہیں اور غیر اسلامی طریقوں سے سود، قمار، شراب وخنزیر کی فروخت وغیرہ کے ذریعہ انکے مال کا حصول جائز نہیں اسی طرح دارالامن کے دوسرے باشندوں کے ساتھ معاہدہ وامن کی وجہ سے ان کے جان ومال بھی معصوم ہیں اور غیر شرعی طریقوں پر ان کا حصول جائز نہیں (۱۸۔ تفصیل کیلئے دیکھئے: جدید فقہی مسائل: ''بینک انٹرسٹ کا مسئلہ ہندوستان کی شرعی حیثیت سے'': ۴/۷۲)۔

ہندوستان میں مسلمانوں کا قیام صدہا سال پرانا ہے، بلکہ یہ ملک مسلمانوں کی حکومت کا مرکز بھی رہا ہے، البتہ انگریزوں کے زمانے میں اسے دارالحرب قرار دیا گیا اور ان کے خلاف جنگ کا فتوی بھی دیا گیا، جو اپنے مال کی حفاظت کے تحت تھا؛ لیکن متحدہ کوششوں کے بعد یہ ملک آزاد ہوا، اور اس ملک کا آئین ودستور جمہوریت ''ڈیموکریسی'' (یعنی اکثریت کی حمایت) اور ''کمیونسٹ'' (وہ حکومت جس کا کوئی مذہب نہ ہو) قرار دیا گیا، اور آئین ودستور کے اعتبار سے ہر مذہب کو نہ صرف اپنے مسلک پر جمے رہنے؛ بلکہ اس کی تبلیغ واشاعت کی پوری پوری آزادی دی گئی ہے؛ نیز اگر کوئی رکاوٹ درپیش ہوتو

اس کے خلاف چارہ جوئی کا حق ہے، ایسے میں ظاہر ہے کہ ہندوستان کی حیثیت ''ملک حبش'' کی طرح معلوم ہوتی ہے، اور اسے دارالامن ودارالعہد کہا جاسکتا ہے، اب چونکہ یہ دارالحرب نہیں اس لئے یہاں پر جہل کا اعتبار بھی نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ بالاسطروں سے دارالامن کے احکام سے بھی یہی بات سمجھ میں آتی ہے۔

یہاں پر ایک دقت یہ ہے کہ ملک ہذا میں زمام اقتدار غیر مسلموں کے پاس ہے، جو اگرچہ جمہوریت کے تحت حکمراں ہیں؛ لیکن ان کی اسلام دشمنی اور مسلمانوں کے ساتھ دہرا رویہ جگ ظاہر ہے، تعلیمی نظام اور سرکاری ملازمتوں، دفاعی شعبوں وغیرہ کے اندر مسلم شرح سے صاف محسوس ہوتا ہے؛ کہ یہاں مسلم غریب الدیار ہوتے جارہے ہیں، اس ترقی یافتہ دور میں اب بھی بہت سے ایسے قریہ اور علاقے پائے جاتے ہیں، جہاں علم کی شمع نہیں پہونچی، جہالت کا دوردوراں ہے، یا ایسی بہت سی جگہیں ہیں جہاں مسلم برائے نام اور اکثری آبادی ہندوؤں کی ہے، جن کے درمیان رہتے، رہتے ان ہی کی تہذیب وثقافت میں ایسے رچ بس گئے ہیں کہ اسلام کی تفریق بھی مشکل ہے، ایسے میں یہ سوال واقعی قابل غور ہے کہ ان کی جہالت کا شرع میں اعتبار کیا جانا چاہئے کہ نہیں؟ بظاہر ادلہ مذکورہ اور تفصیلی بحثوں سے ایسا محسوس ہوتا ہے؛ کہ بعض پیچیدہ بالخصوص معاشرتی مسئلوں کے علاوہ عقائد، ایمانیات اور عبادات وغیرہ میں جہل کا اعتبار نہ کیا جائے، اس کی چند وجوہات ہیں:

الف: اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان مانتا ہو، تو اس کیلئے ضروریات دین سے غافل رہنا درست نہیں، اسے ہر ممکن کوشش کرنی ہے کہ کو ضروریات دین سے واقف ہو۔

ب: ہندوستان میں ضروریات دین سے واقف ہونا بہت حد تک آسان ہے، علماء کی کثرت اور وسائل کی سہولت نیز دعوت وتبلیغ کی کوششوں نے اسے اور آسان بنادیا ہے، نیز قرآن کریم نے ''فاسئلوا اهل الذکر ان نتم لاتعلمون'' (سورۂ نحل: ۴۳) کہہ کر انہیں اس پر مجبور کیا ہے کہ وہ ضروریات دین سے واقف ہوں۔

ج: امام شافعیؒ کی ایک صریح عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ اگر تبلیغ ہوچکی ہو یا تمکین یعنی اتنی مہلت یا سہولت ہو کہ علم سیکھ سکے؛ تب بھی علم نہیں سیکھتا تو جہالت کا اعتبار نہیں، اگر اعتبار کیا گیا تو عوام میں علم کی اہمیت خطرے میں پڑ جائے گی ''لو عذر الجاهل لأجل جهله لكان الجهل خيرا من العلم ،إذا كان يحط عن العبد أعباء الكتليف ويريح قلبه من ضروب التعنيف فلا حجة للعبد فى جهله بالحكم بعد التبليغ و التمكين''(المنثور:۲/۱۷-۱۶-۱۵)۔

اگر مذکورہ وجوہات کا فقدان ہو اور واقعی حالت ایسی ہو کہ تحصیل علم کے تعلق سے دارالحرب کی مشابہت ہوجائے یا پھر نومسلم کی وہ صورت حال ہو، جس کو دین سے کوئی واقفیت نہیں اور نہ ہی اسے اسکا کوئی موقع ملا ہے، ایسے میں شریعت میں اس کے جہل کا اعتبار کیا جاسکتا ہے یا پھر بعض علاقوں میں صورت حال بہتر اور بعض علاقوں میں مذکورہ کیفیت پائی جائے تو بالا

شرائط کے ساتھ اس فرق کا بھی اعتبار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۴- ''صہر اور مصاہرت'' ایسی قرابت کو کہتے ہیں جو نکاح کی وجہ سے پیدا ہو، چنانچہ امام لغت ابن منظور تحریر فرماتے ہیں: "الصهر القرابة، والصهر حرمة الختونة .....يقال: صاهرت القوم إذا تزوجت فيهم" (لسان العرب: ۷/۴۲۷ ''ص، ہ، ر'')، صہر کے جتنے معانی ہیں، ان تمام میں بنیادی طور پر دو معنی پائے جاتے ہیں: ایک قربت کا ''وفي الحديث أنهؐ كا ن يؤسس مسجد قباء، فيصهر الحجر العظيم إلى بطنه أي يدنيه إليه" (حوالہ سابق)، دوسرے پگھلانے کا ''والصهر أيضا الإذابة" (تاج العروس: ۳/۳۴۵، صهر)، مصاہرت کی اصطلاحی تعریف بھی لغوی تعریف کی مانند ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ باقاعدہ اس کی کوئی اصطلاحی تعریف نہیں ملتی؛ البتہ اتنا کہا جاسکتا ہے: ''مصاہرت: یہ ایسی حرمت ہے، جو نکاح یا اس کے قائم مقام کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، کہ جس کی وجہ سے عورت کی بعض خواتین رشتہ دار مرد پر اور مرد کے بعض رشتہ دار عورت پر حرام ہوجاتے ہیں''۔

فقہائے اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ مصاہرت کی وجہ سے چار رشتہ ہمیشہ کیلئے حرام ہوجاتے ہیں؛ کیونکہ ان کی حرمت قرآن میں صراحت کے ساتھ ثابت ہے، جیسے بیوی کی اصول (نساء: ۲۳)، بیوی کی فروع (نساء: ۲۳)، فروع کی بیویاں، یعنی بیٹیوں کی یا بیٹوں کے بیٹوں کی بیویاں نیچے تک (نساء: ۲۳)، اصول کی بیویاں، یعنی باپ کی اور باپ کے باپ کی بیویاں اوپر تک حرام ہیں (نساء: ۲۲)، اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ ایک رشتہ وقتی اور عارضی طور پر مصاہرت کی وجہ سے حرام ہوتا ہے، جیسے دو بہنوں یا دو ایسی محرم خاتون کو نکاح میں جمع کرنا؛ کہ اگر ان میں ایک کو مرد فرض کرلیا جائے تو دوسرے سے اس کا نکاح حلال نہ ہو (نساء: ۲۳۔ دیکھئے: الموسوعۃ الفقھیہ: ۳۶۸/۳۷، مصاھرۃ)، اور فقہاء کا اس بات پر بھی اتفاق ہے؛ کہ ان مسائل میں رضاعت نسب ہی کی طرح ہے (دیکھئے: الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۱۳۷/۷)۔

حرمت مصاہرت کا ثبوت باندی کے ساتھ وطی کرنے سے (المغنی: ۹۳۱/۹، کتاب النکاح۔ باب ما یحرم نکاحہ والجمع بینہ...)، وطی بالشبہ یعنی نکاح فاسد کی وجہ سے (اپنے مختلف صورتوں کے ساتھ۔ دیکھئے: بدائع الصنائع: ۵۳۶/۲، کتاب النکاح۔ باب المحرمات)، زنا کی وجہ مع الاختلاف (دیکھئے: الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام: ۳۳۰/۱، کتاب النکاح) سے بھی ثابت ہوجاتا ہے، لیکن ان میں اصل قابل نظر بحث نکاح کے ذریعہ حرمت مصاہرت ہے، فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ نکاح حرمت مصاہرت میں سے ہے، بلکہ یہی اصل ہے یعنی مصاہرت کی وجہ سے مؤبدہ حرمت کی چار صورتوں میں سے تین صورتوں، یعنی فروع زوجہ کے علاوہ میں حرمت محض نکاح سے ثابت ہوجاتی ہے، اور ائمہ اربعہ کا اس پر بھی اتفاق ہے؛ کہ بیوی سے وطی کی صورت میں اس کی فروع مرد کیلئے حرام ہوجاتی ہیں (نساء: ۲۳، مجمع الانھر: ۲۲۳/۱، ۲۳۴۔ نکح، باب المحرمات، الجامع لاحکام القرآن: ۷۴/۵، ۷۵،

المجموع:۱۷/ ۲۱۵-۲۱۷،المغنی:۹/ ۵۱۵-۵۱۶)۔

البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ چھونا، بوسہ لینا،اور قائم مقام وطی دوسری چیزوں کے پائے جانے کی صورت میں بیوی کی فروع حرام ہوگی یا نہیں؟احناف کی اس سلسلہ میں دورائیں ہیں:ایک یہ کہ فروع زوجہ کی حرمت کے سلسلہ میں بھی قائم مقام وطی،وطی کی طرح ہے،دوسرے اس کے برخلاف ۔پہلی رائے کی ترجمانی کرتے ہوئے علامہ حصکفی تحریر فرماتے ہیں:کہ لمس وغیرہ امام صاحب کے نزدیک دخول ہی کی طرح ہے،''وفی الکشاف:واللمس ونحوہ کالدخول عند أبی حنیفة وأقرہ المصنف''(الدرالمختار مع الرد:۴/ ۱۰۵،کتاب النکاح،فصل فی المحرمات)،علامہ ابن عابدین شامی کا رجحان بھی اسی قول کی طرف ہے(ردالمحتار:۴/ ۱۰۵)،البتہ علامہ کاسانی اور بعض دوسرے فقہائے احناف کی رائے اس کے برخلاف ہے،وہ قائم مقام وطی کو وطی کے حکم میں نہیں مانتے،چنانچہ علامہ کاسانی رقمطراز ہیں:کہ اگر کوئی اپنی بیوی سے دخول کرے تو ہی وہ حرام ہوگی،دخول نہ کرے تو حرام نہ ہوگی''أما بنت زوجتہ فتحرم علیہ بنص الکتاب ،إذا کان دخل بزوجتھن، فإن لم یکن دخل بھا فلا تحرم لقولہ تعالی:فان لم تکونوا دخلتم بھن فلاجناح علیکم،النساء:۲۳''(بدائع الصنائع:۲/ ۵۳۴)۔

مالکیہ کا مسلک یہ ہے کہ مطلق لذت اندوزی سے فروع زوجہ شوہر پر حرام ہوجائے گی،خواہ لذت اندوزی جماع کے ذریعہ ہو یا لمس یا چہرہ وہتھیلی کے علاوہ دوسرے اعضاء کی طرف دیکھ کر خواہ حالت زندگی میں ہو یا مرنے کے بعد،چنانچہ علامہ دردیر کا بیان ہے:''فلایحرم البنات إلاالدخول بالأمہات .....المراد بالدخول مطلق التلذذ بالأم بعد موتھا ،ولو تلذذ بنظر لغیر وجہ و کفین''(الشرح الصغیر:۲/ ۴۰۴،باب فی النکاح من یحرم نکاحہ اصالۃ)۔شوافع اورحنابلہ کا قول صحیح یہ ہے کہ جماع کے علاوہ سے فروع زوجہ شوہر پر حرام نہیں ہوگی،حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:''اما الدخول ففیہ قولان:أحدھما أن المراد بہ الجماع وھا أصح قولی الشافعی''(فتح الباری:۹/ ۶۹،کتاب النکاح،باب''ربائبکم اللتی...)،علامہ ابن قدامہ حنبلی کا بیان ہے:''وإن کانت المباشرة لامرأة محللة لہ کامرأتہ أو مملوکتہ ،لم تحرم علیہ ابنتھا ،قال ابن عباس:لایحرم الربیبة إلاجماع أمھا''(المغنی:۹/ ۹۳۱،کتاب النکاح،باب مایحرم نکاحہ والجمع بینہ....)۔

دراصل اسلام میں رشتہ کی حرمت وقدر دوبالا ہے؛بلکہ اس کی حفاظت مقاصد شریعہ میں سے،اسی لئے فقہاء کرام نے اس میں حتی الامکان محتاط پہلو اختیار کیا ہے،اصول فقہ میں یہ بات بھی ملتی ہے،''الرحم متعلق بالفروج والأصل فیھا الحرمة إلی أن یقوم الدلیل علی الحل''(احمد شعبان:www.alittihad,ae)؛لیکن مذکورہ مباحث سے اس بات کی بھی گنجائش ملتی ہے؛کہ حرمت مصاہرت کا ثبوت صرف جماع ہی سے ہو،ایسے میں جبکہ ہندوستان کی تعلیمی صورت حال اوردین بیزاری واضح ہے،فقہائے کرام کے دوسرے نقطہ نظر سے استفادہ کیا جاسکتا ہے،جس کی وجوہات یہ ہونگی:

الف:- مسائل میں تنوع ہے اور فقہاء کرام کے درمیان مختلف نقطہائے نظر پائے جاتے ہیں، جن سے ضرورت کے وقت استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

ب:- جہل کا عموم رواج اور رشتہ کی تحکیم اصل ہے، اگر کوئی اور حرمت پیش نظر ہوتو دوسرے نقطہ نظر کو ترجیح دینا زیادہ مناسب ہے۔

ج:- البتہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی اس مسئلہ سے واقف ہو اور پھر بھی وہ اس کا مرتکب ہوجائے، تو محتاط پہلو اختیار کرتے ہوئے حرمت مصاہرت کا حکم ہو۔

۵- جہل کے معتبر ہونے میں ایک اصول یہ بھی ہے کہ اس کا اعتبار ''دفع فساد'' کیلئے ہوتا ہے(اشباہ وغمز: ۴/ ۷۷-۳۰۶)، اسلام میں رشتہ ازدواج کو مستحکم بنانے اور اس میں پیش آمدہ کسی بھی قسم کی رکاوٹ کو دور کرنے، نیز اس کیلئے مناسب تعلیم وغیرہ کا تذکرہ خود قرآن کریم نے کیا ہوا ہے، اور پھر احادیث کا ایک ضخیم حصہ اسی پر مبنی ہے، رشتہ نکاح کے تعلق سے کسی قسم کی لاپرواہی یا غیر سنجیدہ حرکت کو بھی گوارہ نہیں کیا گیا؛ کیونکہ یہ اس رشتہ کے شایان شان نہیں ہے، اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ طلاق ونکاح اور رجعت وغیرہ کے مسئلہ میں اگر کسی نے مزاق سے بھی کام لیا، تو وہ واقع ہوجائے گا ''ثلاث جد هن جد وهز لهن جد: النكاح، الطلاق، الرجعة''(ابوداود: ۲۱۹۴، ترمذی: ۱۱۸۴، ابن ماجہ: ۲۰۳۹)، یہ دراصل اس لئے ہے کہ کوئی اسے معمولی نہ گردانے اور اگر کسی نے اسے ہلکا جانا، تو اس کی تعزیر بھی ہو؛ ایسے میں یہ سوال بڑا سنگین ہے کہ طلاق کے سلسلہ میں جہل کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

فقہ حنبلی کے ترجمان علامہ ابن قدامہ کی ایک تحریر سے پتہ چلتا ہے؛ کہ اگر کوئی شخص طلاق کے احکام والفاظ نہ جانتا ہو اور اسکے معانی ومراد سے واقف نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی 'فإن قال الأعجمی لامرأته: أنت طالق ولا يفهم معناه لم تطلق، لأنه ليس بمختار للطلاق، فلم يقع طلاقه كالمكره'' (المغنی: ۷/ ۳۹۷، فصل قال الاعجمی لامرأته...)، اسی طرح علامہ عزبن عبدالسلام نے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی مدلول لفظ نہیں جانتا یعنی اسکو پتہ نہ ہو کہ اسکے بولنے کا کیا مطلب ہے اور طلاق یا خلع وغیرہ کے الفاظ بول دے، تو اس کے جہل کا اعتبار کیا جائے گا ''وإن قصد العربی بنطق شئی من هذه الكلم مع معرفته بمعانيها نفذ ذلک منه، فإن كان لا يعرف معانيها مثل أن قا ل العربی لزوجته أنت طالق للسنة أو للبدعة وهی حامل بمعنى اللفظين أو نطق بلفظ الخلع أو غيره أو الرجعة أو النكاح أو الاعتاق وهو لايعرف معناه مع كونه عربيا، فإنه لا يؤخذ بشئی من ذلک إذ لا شعور له بملوله حتى يقصد إلى اللفظ الدال عليه وكثيرا مايخالع الجهال من الذين لايعرفون مدلول اللفظ للخلع ويحكمون بصحته للجهل

بهذه القاعدة"(قواعد الاحکام فی مصالح الانام: ۲/۱۲۰)۔

علامہ خرشی نے بہت مناسب بات لکھی ہے کہ اگر کسی نے عجمی سے طلاق وغیرہ کے الفاظ کہلوا دئے اور وہ نہیں جانتا کہ یہ کیا ہے؟ اور اس سے کیا ہوتا ہے؟ تو ایسے میں اس کا اعتبار نہ قضاء ہے اور نہ دیانۃ؛ البتہ اگر وہ اسکا مطلب سمجھتا تھا تو طلاق واقع ہوجائے گی"یعنی أن من لقن لفظ الطلاق بالعجمية أو بالعكس فأوقعه وهو لايعرف معناه ،فانه لايلزمه شئى -لا فى الفتوى ولا فى القضاء-لعدم القصد الذى هو ركن فى الطلاق، فإن فهم، فإنه يلزمه اتفاقا"(شرح مختصر خلیل المالکی: ۴/۳۳)،لیکن اگر وہ طلاق کا مطلب جانتا ہے،مگر اس کی تفصیلات سے واقف نہیں؛ تب بھی اس میں جہل کا اعتبار نہیں ہوگا،سلیمان جمل الشافعی کہتے ہیں:"مشتق طلاق الخ-أى-وإن جهل صراحة مااشتق من الفراق والسراح ،لأن الجهل بذلك لا يؤثر، وإن كان ممن يخفى عليه ذلك فلو جهل معانه لم يقع به شئى ـكما سيأتى فى قول المتن ولا يقع ممن جهل معناه، وإن نواه۔"(فتوحات الوهاب بتوضیح شرح منهج الطلاب: ۴/۲۳۷)۔ان مباحث سے چند باتیں سمجھ میں آتی ہیں،وہ یہ ہیں:

الف:-اسلام میں کوئی عمل کرنے سے پہلے اس کے ضروری احکام کے متعلق جان لینا ضروری ہے،علماء ونکاح خواں کو چاہئے کہ صرف نکاح پڑھانے پر اکتفا نہ کریں؛ بلکہ طلاق ونکاح کے متعلق ضروری مسائل کی طرف تنبیہ بھی کریں۔

ب:-فقہاء کی مذکورہ عبارتوں سے ایسا محسوس ہوتا ہے؛ کہ اگر کوئی طلاق کے معانی ومفہوم سے بالکل واقف نہ ہو اور وہ نہیں جانتا کہ احسن وحسن وغیرہ کیا ہیں؟ ایسے میں اس کے جہل کا اعتبار کیا جائے؛ لیکن یہ ضروری تادیب وتنبیہ کے بعد ہو،تاکہ اس مسئلہ کی حساسیت باقی رہے اور یہ جہلاء کیلئے تختۂ مشق نہ بن جائے،جیسا کہ دیکھنے میں آتا ہے۔

ج:-اگر کوئی شخص طلاق کا مفہوم جانتا ہے؛ لیکن اسکی تفصیل اور احسن وحسن،بدعۃ وغیرہ سے واقف نہیں تو طلاق تو واقع کی جائے،خواہ ایک ہی طلاق کیوں نہ واقع ہو،تاکہ مسئلہ کی نزاکت بنی رہے اور آئندہ اس حرکت سے باز آئیں، نیز اس طرح وہ مسائل کے سیکھنے کی طرف راغب ہوگا۔

۶- جہل کے معتبر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے،البتہ اس کے خاص شرائط ولواحق کا خیال ضروری ہے،ایمانیات (بنیادی عقیدہ لا الہ) سے فقہاء نے کسی قسم کی مصالحت نہیں کی ہے،بقیہ مسائل وغیرہ کے اندر خواہ وہ عبادات سے تعلق رکھتے ہوں یا معاملات سے اسکے معتبر ہونے کی بات کہی ہے،لیکن اس قدر ضروری ہے کہ وہ شخص یا تو دار الحرب میں ہو یا پھر اس کا اسلامی عہد قریب کا ہو،اگر ایسا نہ ہوا تو جہل کا اعتبار نہیں کیا جائے گا،کیونکہ اسلام میں ہر معاملہ کی ابتدا کے اندر اس کے لازمی احکام ومسائل سے واقفیت از حد ضروری سمجھا جاتا ہے،فقہاء نے اس موضوع پر پورے شرح وبسط کے ساتھ بحث کی ہے،

ابتدائیہ اور سابقہ بحثوں سے یہ مسئلہ منقح ہو چکا ہے،فقہاء نے فرداً،فرداً اس کے ہر باب سے بحث کی ہے اور حتی الامکان بحثوں کا احاطہ کیا ہے، جیسے کہ وہ کون سے مسائل ہیں اور وہ کون سے احکام ہیں ؟،جن پر جہل کا اعتبار ہوگا اور کس طرح ہوگا ؟،ان سب کا جمع کرنا طوالت اور ضخامت کا باعث ہے،اسی لئے "مالا یدر کلہ یدرک بعضہ" کے تحت بعض مسائل نقل کرتے ہیں،جس سے اندازہ ہوگا کہ ائمہ کرام نے تخفیف کے پیش نظر کس طرح مسائل میں جہل کو عذر قرار دیا ہے،اس کی تفصیل ''الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ-جہل-،اور الاشباہ والنظائر لابن نجیم والسیوطی الشافعی میں دیکھی جاسکتی ہیں:

(ا)"کل من علم تحریم شئی ،وجهل مایترتب منه دعوی الجهل"(الاشباہ للمصری:۱/ ۳۶۲):

الف:-اس قاعدہ کے تحت ان مسائل کی تخریج کی گئی ہے؛کہ اگر کوئی شخص زنا کی حرمت سے ناواقف ہو اور زنا کرلے تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی،اس کے برعکس اگر کوئی زنا کرلے اور وہ صرف سزا سے ناواقف تھا تو اس پر حد جاری کی جائے گی،اس کی ایک مثال حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں ملتی ہے کہ ایک صحابی رسولؐ نے عامدا،اور حرمت کے بارے میں جانتے ہوئے بھی جماع کرلیا تھا،جیسا کہ حافظ بن حجر فرماتے ہیں(فتح الباری:۴/ ۲۰۷):کہ صحابی محترم کا یہ کہنا کہ ''ھلکت''،اور ایک روایت میں ہے ''احترقت''اس بات پر دلیل ہے کہ وہ حرمت کے بارے میں جانتے تھے،اسی لئے حضورؐ نے کفارہ لازم کیا اور جہل کا اعتبار نہ کیا(بخاری:۱۸۳۴،مسلم:۱۱۱۱)؛لہذا اگر وہ حرمت کے تعلق سے جہل کا اظہار کرتے تو معاملہ اس کے برعکس ہوتا۔

ابن عثیمین نے بھی ایک سوال کے جواب میں یہی لکھا ہے:"هو جاهل بما يجب عليه وليس جاهلاً أني حرام،ولهذا يقول:"هلكت"،ونحن إذا قلنا إن الجهل عذر فليس مرادنا أن الجهل بما يترتب على هذا الفعل المحرم،ولكن مرادنا الجهل بهذاالفعل هل هو حرام أو ليس بحرام، ولهذا لو أن احدا زنا جاهلا بالتحريم وهوممن عاش فى غير البلاد الإسلاميه بأن يكون حديث عهد بالاسلام أوعاش فى بادية بعيدة لايعلمون أن الزنى محرم فزنى فإنه لاحد عليه ؛لكن لو كان يعلم أن الزنا حرام ولا يعلم أن حده الجلد والتغريب فانه يحد، لأنه انتهک الحرمة ،فالجهل بما يترتب على الفعل المحرم ليس بعذر، والجهل بالفعل هل هو حرام أو ليس بحرام ،هذا عذر"(الشرح الممتع:۶/ ۴۱۷)۔

ب:-کوئی قتل کی حرمت سے واقف ہو،مگر یہ معلوم نہ ہو کہ قاتل بطور قصاص قتل کردیا جاتا ہے،تب بھی قتل کی وجہ سے قصاص اس پر جاری ہوگا۔

ج:-کوئی یہ جانتا ہو کہ حالت احرام میں خوشبو کا استعمال ممنوع ہے،مگر یہ معلوم نہ ہو کہ اس پر فدیہ بھی لازم آتا

ہے، تب بھی خوشبو لگانے پر فدیہ واجب ہوگا (دیکھئے: الاشباہ والنظائر للسیوطی: ۸۷-۳۳۷)۔

(۲) "الجهل غير مسقط للضمان" (الاشباہ للمصری: ۱/۳۳۵)، اس قاعدہ کے تحت یہ مثال نقل کی گئی ہے: کہ اگر کوئی شخص کسی کا مال مغصوب ہلاک کردیا تو اسے اس کا ضمان دینا پڑے گا، دراصل بات یہ ہے کہ اگر حقوق العباد کا ضیاع لازم آتا ہے تو اس کے جہل کا عموماً اعتبار نہیں کیا جاتا، اس طرح "من يقبل منه دعوى الجهل" کے تحت متعدد مثالیں نقل کی گئی ہیں۔

(۳) علامہ ابن نجیم مصری نے الاشباہ کے اندر "فی نظائر متعلقة بالجهل" (۱/۳۶۳) کے تحت بہت سی مثالیں دی ہیں:

الف:- اگر کسی نے اپنے وکیل کو معزول کردیا اور اسے عزل کا علم نہیں ہے، تو صحیح قول کے مطابق اگر وہ کام کر چکا ہے تو اس کا نفاذ ہوگا، حکم موکل کی طرف لوٹے گا، اور عزل کا اعتبار نہ ہوگا۔

ب:- اگر قاضی کو معزول کردیا گیا اور اسے اس کا علم نہیں ہے، تو صحیح قول یہ ہے کہ جب تک اسے علم نہ ہوجائے وہ معزول نہ ہوگا۔

ج:- اگر کسی نے اپنے باغ کا پھل مباح کردیا تھا، لیکن پھر اس نے یہ حکم منسوخ کردیا تو اب کوئی اس کے باغ سے کھائے تو ضمان لازم آجائے گا؛ خواہ اسے معلوم ہو یا نہ ہو۔

د:- اگر ولی نے معاف کردیا؛ لیکن جلاد کو اس کی خبر نہ ہوسکی اور اس نے قصاصاً قتل کردیا، تب بھی صحیح قول جلاد پر دیت کے وجوب کا ہے۔

ھ:- اگر کسی نے کسی ایسے شخص کو اپنا وکیل بنایا جو غائب تھا، تو وہ اس خبر کے پہونچنے سے قبل ہی یعنی وکیل بنانے کے وقت سے ہی وکیل تصور کرلیا جائے گا، اس مسئلہ کو "الروضة" کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے، اور اسی کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔

☆ (جز دوم: سوال نمبر (۱)۔ کسی شخص نے دارالحرب میں اسلام قبول کیا، ہجرت کرکے دارالاسلام نہیں آسکا: بلکہ ایک زمانے تک دارالحرب ہی میں رہا اسے نماز وروزہ کی فرضیت کا علم نہ ہوسکا اور اس نے نماز وروزہ کی ادائیگی نہیں کی تو فرضیت کا علم ہونے کے بعد کیا اس پر ان دونوں کے نماز روزے کی قضا لازم ہوگی، جن دنوں اسے فرضیت کا علم نہ تھا، یا قضا لازم نہ ہوگی؟

=د:- مذکورہ بالا قواعد پر یہ بات واضح ہوجاتی ہے؛ کہ اگر کسی کو یہ معلوم ہو کہ نماز، روزہ وغیرہ فرض ہیں؛ لیکن ان کے ادا نہ کرنے پر قضا کا حکم معلوم نہ ہو تو جب بھی رجوع کرے گا ان عبادات کی قضا لازم آئے گی، جسے قضائے عمری کہتے

ہیں،"ذهب جمهور الفقهاء إلى أن من عليه فوائت لايدرى عددها وتركها لعذر وجب عليه أن يقضى حتى يتيقن براء ة ذمته من الفروض"(الموسوعة الفقهية الكويتية:۱۶/ ۲۰۴)،اس کے برعکس اگر کوئی ایسی جگہ ہو جہاں اسے نماز وغیرہ کی فرضیت کا علم ہی نہ ہوسکا جیسے کسی جزیرہ پر جہاں علماء نہ ہوں اور نہ وہاں سے نکل سکتا ہو یا دارالحرب وغیرہ میں ہو؛ ایسی صورت میں ظاہر ہے اسے نماز سے معفو عنہ سمجھا جائے گا اور قضا کی بھی ضرورت نہ ہوگی؛ کیونکہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو یہ مصلحت کے خلاف اور مشقت کا ذریعہ ہے؛ جبکہ جہل کے معتبر ماننے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مبتلی بہ کو مشقت سے بچایا جائے، یہ اصول وقواعد کی اکثر مشہور کتابوں میں موجود ہے، علامہ سیوطی کا بیان ہے:

"كل من جهل تحريم شئى مما يشترك فيه غالب الناس لم يقبل منه دعوى الجهل إلا أن يكون قريب عهد بالاسلام أو نشأ ببادية بعيدة يخفى فيها مثل ذلك كتحريم الزنا والقتل والسرقة والخمر والكلام فى الصلاة والأكل فى الصوم"(الاشباہ والنظائر لابن نجیم المصری:۱/۳۶۱)۔موسوعہ کویتیہ میں مزید صراحت کے ساتھ ہے کہ"لاخلاف بين الفقهاء فى أن تارك الصلاة ان جحدها وهو عالم بوجوبها يكفر ، إلا إذا كان جاهلاً بوجوبها كأن كان قريب عهد بالاسلام ،أو نشأ فى بادية ،أو جزيرة بعيدة عن العلماء۔" (الموسوعة الفقهية الكويتية:۱۶/ ۲۰۴،''جہل''۔دیکھئے:ابن عابدین شامی:۱/۶۱۶،القوانین الفقہیۃ:ص-۳۴،مغنی المحتاج:۱/۳۲۷، کشاف القناع:۱/۲۲۷)۔

☆دوم-سوال نمبر:(۲)۔کسی عجمی شخص سے عربی زبان میں طلاق،عتاق،یمین وغیرہ کے الفاظ کہلائے گئے جن کے معنی وہ نہیں جانتا تو اس کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

=فقہاء نے طلاق کے واقع ہونے یا نہ ہونے میں جہل کا بھی اعتبار کیا ہے،اسی میں اس بات کو بھی تسلیم کیا ہے کہ اگر کسی عجمی کو کوئی عربی شخص اپنی زبان میں طلاق دلوادے؛ بلکہ خود عربی ہی ہو اور اس سے کوئی ایسے الفاظ کہلوائے؛ جس کا مطلب وہ نہیں جانتا تب بھی طلاق واقع نہ ہوگی،فقہ حنبلی کے ترجمان علامہ ابن قدامہ کی ایک تحریر سے پتہ چلتا ہے؛ کہ اگر کوئی شخص طلاق کے احکام والفاظ نہ جانتا ہو اور اسکے معانی ومراد سے واقف نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی''فإن قال الأعجمى لامرأته:أنت طالق ولايفهم معناه لم تطلق ،لأنه ليس بمختار للطلاق، فلم يقع طلاقه كالمكره"(المغنی: ۷/۳۹۷،فصل قال الاعجمی لامرأتہ...)،اسی طرح بلکہ اس سے صریح عبارت علامہ عز بن عبدالسلام کی گزرچکی ہے،نیز موسوعہ الفقھیۃ میں اس پر تشفی بخش بحث کی گئی ہے(دیکھئے:موسوعہ کویتیہ:۱۶/۲۰۱)۔اس مسئلہ پر حضور اکرم ﷺ کا فرمان"لا طلاق ولاعتاق فى اغلاق"(ابوداود:۲۱۹۳) سے بھی روشنی پڑتی ہے، کہ آپؐ کے فرمان کے مطابق کسی بھی ایسی صورت میں طلاق کا نفاذ نہیں ہوتا جس میں انسان اپنے بس میں نہ ہو۔

اس مسئلہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ طلاق کسی مجبوری میں اور بیوی کے حق میں قاضی دلوائے، اور اس کے ذریعہ اس خاتون کو اس کے جبر سے آزاد کرانا چاہے تو اگرچہ یہ طلاق مکرہ کے حکم میں ہے؛ لیکن اگر وہ مفید ہو تو فقہاء نے اس طلاق کے نفاذ کی بات کہی ہے؛ اگرچہ احناف مطلق مکرہ کی طلاق نہیں مانتے؛ لیکن وہ بھی مفید پہلو کا استقبال کرتے ہیں، موسوعہ میں ہے:"وقد ذهب جمهور الفقهاء إلى عدم وقوع طلاق المكره إذا كان الإكراه شديدا ، كالقتل، والقطع،والضرب المبرح، وما إلى ذلك ،وذلك لحديث النبى ﷺ :لا طلا قولا عتاق فى إغلاق، وللحديث المتقدم:إن الله وضع عن امتى الخطا والنسيان وماستكرهوا عليه۔ولأنه منعدم الارادة والقصد ،فكان كالمجنون واللنائم ،فإذا كان الإكراه ضعيفا أو ثبت عدم تأثر المكره به ،وقع طلاقه لوجود الاختيار ،وذهب الحنفية إلى وقوع طلاق المكره مطلقا،لأنه مختار له بدفع غيره عنه به فوقع الطلاق لوجود الاختيار ،وحزا كله فى الإكراه بغير حق فلو اكره على الطلاق بحق كالمولى إذا انقضت مدة الايلاء بدون فى ء فاجبره القاضى على الطلاق فطلق ،فإنه يقع بالإجماع"(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ: طلاق-۲٦/۱۹)۔

☆ دوم-سوال نمبر:(۳)۔دو اشخاص نے کسی کے خلاف قتل کی گواہی دی اور اس گواہی کی بنا پر اس شخص کو قتل کر دیا گیا، پھر دونوں گواہوں نے گواہی سے رجوع کر لیا اور کہا کہ ہم دونوں نے دانستہ جھوٹی گواہی دی تھی؛ لیکن ہم نہیں جانتے تھے کہ ہماری گواہی کی بنا پر اسے قتل کر دیا جائے گا، تو ان گواہوں سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟

=شریعت اسلامیہ میں جھوٹ بولنا یا جھوٹی گواہی دینا گناہ کبیرہ میں سے ہے، ایک مومن کے شایان شان نہیں کہ وہ جھوٹ بولے" حضور ﷺ نے فرمایا:"ألا ! أنبئكم بأكبر الكبائر؟ ثلاثا:الإشراك با الله ،وعقوق الوالدين،وشهادة الزور أو قول الزور،وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم متكئا فجلس،فمازال يكررها حتى قلنا:ليته سكت!"(بخاری:۲۵۱۰۔مسلم:۸۷۔ترمذی:۱۲۰۷۔نسائی:۴۰۲۱)، شاید یہی وجہ ہے کہ ایسے میں کوئی شخص جھوٹی گواہی دیدے تو اس کیلئے تعزیر کرنے کی بھی اجازت ہے، اور اس سلسلہ میں بہت سے اقوال ہیں کہ اسے کس طرح کی تعزیر کی جائے؟، علامہ زیلعی ان سب کا خلاصہ کرتے ہوئے اسے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص توبہ کر لے اور ندامت و شرمندگی کا احساس ہو؛ تو حنفیہ کے نزدیک اسے تعزیر نہیں کرنا چاہئے، دوسرا اگر کوئی توبہ نہ کرے اور اپنی غلطی پر مصر ہے تو اس بات پر اتفاق ہے؛ کہ اسکی تعزیر کی جائے، تیسرا وہ شخص جس کے متعلق رجوع کی امید نہ ہو؛ تو اسے تعزیرا مختلف سزائیں دی جا سکتی ہیں، تعزیر کی یہی وہ صورت ہے جس کے بارے میں تفصیلی بحث کی گئی ہے"(ملاحظہ ہو: تبیین الحقائق: ۴/۲۴۲، دیکھئے: الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ: تبیین شھود الزور-۲٦/۲۵۸)۔

اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اگر کوئی شخص عمداً جھوٹی گواہی دے اور اس کی گواہی کی وجہ سے قصاصاً کسی کو قتل کر دیا جائے، جبکہ وہ جانتا ہو کہ اس کی گواہی کی وجہ سے وہ قتل کر دیا جائے گا اور پھر وہ اپنی جھوٹی گواہی کا اعتراف بھی کر لے، تو اسے بھی قصاصاً قتل کر دیا جائے گا، جیسا کہ امام شعبی نے حضرت علی کے متعلق روایت کی ہے کہ: ایک شخص نے جھوٹی گواہی دی اور اس کی وجہ سے ایک معصوم شخص کا ہاتھ کاٹا گیا، جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: "لو علمت أنكما تعمدتما لقطعتكما" آپؓ کے اس فرمان پر کسی صحابی نے اعتراض نہیں کیا، اسی وجہ سے ابن شبرمہ، ابن ابی لیلی، امام اوزاعی اور ابوعبید وغیرہ نے یہی مسلک اختیار کیا ہے؛ لیکن یہاں پر یہ جان لینا ضروری ہے کہ فقہاء کرام متفق علیہ چند صورتوں میں قصاص کے سقوط کا اعتبار کرتے ہیں:

الف:- جبکہ حدود و قصاص کے اندر اگر کسی قسم کا شبہ وارد ہو تو حد یا قصاص ساقط ہو جاتا ہے۔

ب:- اگر کوئی شخص پہلی دفعہ جھوٹی گواہی دے تو اسے شرعی اعتبار سے مشکوک سمجھا جاتا ہے، یہاں تک کہ اسکی تشہیر بھی کراوائی جاتی ہے، ایسے میں اس کی دوبارہ گواہی قبول کرنا بھی مشکوک ہو جاتا ہے۔

ان دو اصولی باتوں کے پیش نظر یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اگر کسی شخص کی جھوٹی گواہی کی وجہ سے کوئی قتل کر دیا گیا، اور پھر بعد میں اس نے آکر یہ اعتراف کیا کہ اس نے عمداً جھوٹی گواہی دی؛ لیکن اسے معلوم نہ تھا کہ وہ قتل کر دیا جائے گا، ایسے میں اسے "جہل شرعی" کے حکم میں مانا جاسکتا ہے، اور اسے قتل نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ اس پر دیت لازم آئے گی، نیز یہ دیت عاقلہ پر نہیں؛ بلکہ ان دونوں پر ہی وارد ہوگی، کیونکہ یہ اعتراف کی وجہ سے لازم ہوا ہے، "وتجب عليهما الدية المغلظة إذ قالا: تعمدنا الچهادة عليه، ولم نعلم أنه يقتل بهذا، وكا نا مما يحتمل أن يجهلا ذلک، وتجب الدية فی أموالهما؛ لأنه شبه عمد ولا تحمله العاقلة؛ لأنه ثبت باعرافهما والعاقلة لاتحمل العتراف" (دیکھئے: روضۃ الطالبین: ۱۱/۲۹۹-۳۰۰، نہایۃ المحتاج: ۸/۲۱۱، المہذب: ۲/۳۴۱، المغنی: ۹/۲۴۵-۲۵۱، ۷/۶۴۵ وبعدھا، کشاف القناع: ۶/۴۴۳، الشرح الصغیر: ۴/۲۹۵، الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ: ۲۶/۱۵۸)۔

آخری بات:

جہل شریعت میں اپنے شرائط کے ساتھ معتبر تسلیم کیا گیا ہے، جو تخفیفاً علی الناس ہے، لیکن اسلام کا اصل جوہر ایمان واعتقاد میں رسوخ اور ایمانیات کی تعلیم اور علی وجہ البصیرۃ والبصارۃ خدائے وحدہ کی عبادت کرنا اور علم سیکھ کر ترقی کے راستے ہموار کرنا ہے، یقیناً کسی بھی مومن کیلئے صرف کلمہ لا الہ الا اللہ کا کہنا اور اسے مان لینا خواہ وہ قلبی اعتبار سے ہی کیوں نہ ہو کافی ہے، اور اس کے مومن ہونے اور جنت میں جانے کیلئے بھی کافی ہے "من قال لا الا الله صدقا من قلبه دخل الجنة" (مسند ابی یعلی: ۶/۱۰۰)، ظاہر ہے یہ اس امت کی خاصیت اور اس کا پروانہ خاص ہے، اور خدائے وحدہ کے عفو و درگزری

کے شایان شان بھی ہے،جیسا کہ ایک روایت میں آتا ہے"إن رجلا لم یعمل قط خیرا لأھله إذا مات فاحرقوہ ثم اذرو النصفه البر ونصفه فی البحر فو الله لأن قدر الله علیه لیعذبنه عذابا لایعذبه أحدا من العالمین ،فلما مات الرجل فعلو ا به ماامرھم فأمر الله البر فجمع مافیه وأمر البحر فجمع مافیه، فإذا ھو قائم بین یدیه ثم قال:لم فعلت ھذا؟ قال: من خشیتک یا رب وأنت أعلم ،فغفرالله له"(بخاری:۳۴۷۸۔مسلم:۲۷۵۶)۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک یہ اللہ سے بعید نہیں کہ وہ فاسقوں کو بھی جنت میں داخل کردے:"وأما قوله فی النار:"اعدت للکافرین"فقد قال فی الجنة:"اعدت للمتقین"ولاینافی إعداد النار للکافرین أن یدخلھا الفساق والظلمة ولاینافی إعداد الجنة للمتقین أن یدخلھا من فی قلبه أدنی مثقال ذرۃ من إیمان ولم یعمل خیرا قط"(الداء والدواء:ص-۳۳،نیز صفحہ نمبر:۵۷ بھی قابل مطالعہ ہے)،علامہ ابن رجب نے "التخویف من النار:ص-۲۲۷" میں شفاعت والی روایت پر بات کرتے ہوئے لکھا ہے:صرف کلمہ گو ہونا کافی ہے،قیامت کے دن اللہ اپنے جلال وعزت کی قسم کھا کر کہے گا؛کہ میں ان تمام کو جہنم سے نکال دونگا جو توحید کے حامل ہیں؛خواہ اس نے زندگی بھر کوئی خیر کا کام نہ کیا ہو؛تاہم مطالعہ اور غورونظر کے بعد چند چیزیں اہم معلوم ہوتی ہیں،وہ درج ذیل ہیں:۔

الف:-اس سلسلہ میں یہ بات بہت مناسب ہے؛کہ مسئلہ جہل کی تشہیر نہ کی جائے ،کیونکہ ڈر ہے کہ یہ عوام یا علمائے سوء کے ہاتھوں کا کھلونا بن جائے ،اوروے جہل کا اعتبار کرتے ہوئے عمل سے اورعلم سے دور اور مزید دور ہوتے چلے جائیں،اورعلماء انہیں پروانہ معافی سناتے رہ جائیں،جیسا کہ کلمہ لاالہ والی حدیث کے تعلق سے حضرت عمرؓ نے خدشہ ظاہر فرمایا تھا،عین وہی خطرہ اس مسئلہ کے تعلق سے بالخصوص ہندوستانی پس منظر میں مزید قوت کے ساتھ محسوس کیا جاسکتا ہے،اس لئے زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ اس مسئلہ کو بوقت ضرورت ہی استعمال کیا جائے اوراحوال وکیفیات کی تفتیش کرلی جائے،تو ہی جہل کی تشریح کی جائے،لیکن اسکے ساتھ لاعلمی پر تنبیہ بھی ضرور ہو،جس میں افراط وتفریط کا خیال رکھا جائے۔

ب:-جہل کے متعلق عمومی فتوی دینے یاان وجوہات کی بنا پر کفر وغیرہ کا حکم لگانے میں محتاط پہلو اختیار کرنا چاہئے، اس تعلق سے امام غزالی کے طریقہ کار کو اپناتے ہوئے یوں کہنا چاہئے؛کہ فلاں کا عمل غیر اسلامی ہے،فاسقانہ ہے،مشرکانہ ہے وغیرہ،تاکہ عنداللہ اور پھر ملکی پس منظر میں اسلام وعلماء کا غلط تصور نہ جائے،اوراسے کسی اجارہ داری سے نہ جوڑا جائے۔

ج:-سب سے زیادہ ضروری ہے کہ مسلمانوں کیلئے تعلیمی راہ ہموار کرنے کی کوشش ہو،علمی میدان میں آگے بڑھانے نیز مدارس ومکاتب کا زیادہ سے زیادہ قیام اوران کی طرف رغبت کیلئے علماء کی ٹیموں کا خصوصی میدانی جہد وکد ہو،اور علم کی فضیلت،شریعت سے ناواقفیت پر عنداللہ مواخذہ وغیرہ کی تنذیر وتبشیر کریں۔

جہل کی وجہ سے احکام شرعیہ کا انکار اور اس کے احکام

مولانا ریحان مبشر مئوی قاسمی☆

علمائے متکلمین اور فقہائے کرام نے مسائل سے واقف اور ناواقف افراد کے درمیان بہت سے مسائل میں فرق کرتے ہوئے جہالت کو عذر مانا ہے۔ایک مکلّف انسان کے لیے سب سے اہم اور بنیادی چیز ایمان وتوحید ہے، قطع نظر دیگر احکام شرعیہ کے ایمان میں جہل کو عذر ہے یا نہیں؟ یہ ایک اصولی مختلف فیہ مسئلہ ہے۔سوال نامے میں اس سلسلے کی اصولی عبارت کا تقاضہ کیا گیا ہے،اس کے تحریر کرنے سے پہلے اس اصولی مختلف فیہ مسئلہ کی وضاحت ضروری ہے؛ کیونکہ اس سے ضابطے کا گہرا تعلق ہے۔وہ مسئلہ یہ ہے:اگر کسی بچے کی نشو ونما ایسے علاقے میں ہوئی جہاں علم کی روشنی پہنچی ہی نہیں اور نہ اس تک دعوت کی رسائی ہوئی،مثلا: پہاڑوں کے دروں میں، یا گھنے بیابان وجنگلات میں وہ شخص پروان چڑھا تو ایسا شخص خاص طور پر ایمان وتوحید کا مکلّف ہوگا یا نہیں؟اس سلسلے میں تین مذاہب ہیں:

پہلا مذہب اشاعرہ، ائمہ بخاری اور بعض احناف (فخر الاسلام، قاضی ابوزید،شمس الائمہ حلوانی: کشف المبہم :۴۹) کا ہے،ان کے نزدیک اصل ادلہ شرعیہ ہیں عقل کو ایمانیات میں دخل نہیں؛اس لیے دلائل شرعیہ کے مفقود ہونے کے وقت محض عقل وشعور کی بنیاد پر اسے ایمان کا مکلّف نہیں بنائیں گے،اور وہ شخص بعد الوفات ناجی قرار پائے گا۔

دوسرا مذہب معتزلہ کا ہے:ان کے نزدیک عقل اچھی چیزوں کو واجب کرنے والی اور پلید چیزوں کو حرام کرنے والی ہے،اور اس کی حیثیت ادلہ شرعیہ سے بڑھ کر ہے،اسی لیے غیر مدرک بالعقل مسائل (رویت باری،عذاب قبر،میزان،اور پل صراط وغیرہ) کا انکار کیا ہے،مذکورہ مسئلہ میں انھوں نے عقل کو بروئے کار لاکر توحید کو ضروری قرار دیا،اور ایمان وکفر دونوں میں سے کسی کا اعتقاد نہ رکھنے کی صورت میں اسے جہنمی مانا ہے۔

تیسرا مذہب ابومنصور ماتریدی اور مشائخ عراق کا ہے، ان کے نزدیک اگر اسے اتنی مدت ملتی ہے کہ وہ اس کائنات،زمین وآسمان،سورج، چاند،ستارے، دریا، پہاڑ اور ندی وغیرہ کی تخلیق میں اپنی عقل کا استعمال کرکے باری تعالی کی

☆ استاذ مدرسہ دار العلوم مئو،مئو،اتر پردیش۔

معرفت حاصل کرلے، باوجود اس کے اگر عقل کا استعمال نہ کر کے موحد نہ بنا یا کفر کو اختیار کرلیا تو اس پر عتاب ہوگا، اگر اس کو وہ مدت دستیاب نہ ہوئی تو اس پر کوئی عتاب نہیں (اور یہ مدت رسولوں کی دعوت کے قائم مقام مانی جائے گی: کشف المبہم:۴۹)۔

ملاجیون تحریر فرماتے ہیں:'' قالت الأشعرية :لاعبرة للعقل دون السّمع ...... فلايفهم حسن شيئ وقبحه وإيجابه وتحريمه ...... وقالت المعتزلة :إنّه علّة موجبة لما استحسنه ، ومحرّمة لما استقبحه على القطع والثبات فوق العلل الشّرعية ...... وقالوا: لاعذر لمن عقل في الوقف عن الطّلب وترک الإيمان ، والصّبي العاقل مکلّف بالإيمان لأجل عقله، وإن لم يرد عليه السّمع ، ومن لم تبلغه الدّعوة، بأن نشأ على شاهق الجبل إذا لم يعتقد إيماناً ولاکفراً کان من أهل النّار .... نحن نقول في الذي لم تبلغه الدّعوة أنّه غير مکلّف بمجرد العقل ، فإذا لم يعتقد إيماناً ولاکفراًکان معذوراً إذا لم يصادف مدّة يتمكّن فيها من التأمّل والاستدلال''(نورالأنوار:۲۸۶،مبحث الأہلیۃ،ط:تھانوی دیوبند)۔

علامہ شامیؒ نے صرف دو مذہب نقل کیا ہے،معتزلہ کے مسلک سے کوئی تعرض نہیں کیا، ان کے الفاظ درج ذیل ہیں: ''على أصول الأشاعرة أنّ من مات ولم تبلغه الدّعوى يموت ناجياً ۔ أمّا الماتريدية :فإن مات قبل مضيّ مدّة يمكنه فيها التّأمّل، ولم يعتقد إيماناً ولا كفراً ، فلاعقاب عليه ،بخلاف ما إذا اعتقد كفراً ، أو مات بعد المدّة غير معتقد شيئاً...... نعم ! البخاريّون من الماتريدية وافقوا الأشاعرة '' (ردّ المحتار: ۴/ ۳۴۸،کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، مطلب في الکلام علی أبوي النبي ﷺ، وأہل الفترۃ، ط: زکریا دیوبند)۔

ماتریدیہ نے قرآن کریم کی ان آیات سے استدلال کیا ہے جن میں انسانوں کو معبود حقیقی کی معرفت کے لیے تخلیق عالم، تقلب اللیل والنہار، سورج چاند کے وقت مقررہ پر طلوع وغروب ہونے، اور کائنات کے دیگر امور میں غور کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔مثلا:{ اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمَاوَاتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ اللَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَالۡفُلۡکِ الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِیۡ الۡبَحۡرِ بِمَا يَنۡفَعُ النَّاسَ وَمَا اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَبَثَّ فِيۡهَا مِنۡ کُلِّ دَابَّةٍ وَتَصۡرِيۡفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَيۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰيَاتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ}(سورہ بقرہ،آیت:۱۶۴) دوسری جگہ ارشاد ہے:{ اَوَلَمۡ يَنۡظُرُوۡا فِیۡ مَلَکُوۡتِ السَّمَاوَاتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنۡ شَیۡءٍ وَّاَنۡ عَسٰۤی اَنۡ يَّکُوۡنَ قَدِ اقۡتَرَبَ اَجَلُهُمۡ فَبِاَیِّ حَدِيۡثٍ بَعۡدَهٗ يُؤۡمِنُوۡنَ}(سورہ اعراف،آیت:۱۸۵)،دوسری جگہ ارشاد ہے:{ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَکُمۡ مِّمَّا خَلَقَ ظِلَالًا وَّجَعَلَ لَکُمۡ مِّنَ الۡجِبَالِ اَکۡنَانًا وَّجَعَلَ لَکُمۡ سَرَابِيۡلَ تَقِيۡکُمُ الۡحَرَّ وَسَرَابِيۡلَ تَقِيۡکُمۡ بَاۡسَکُمۡ کَذٰلِکَ يُتِمُّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تُسۡلِمُوۡنَ }(سورہ نحل،آیت:۸۱)،نیز امام صاحب کے اس مشہور مقولے

سے بھی استدلال کیا ہے کہ خالق حقیقی کی معرفت کے سلسلے میں کسی کا کوئی بھی عذر مقبول نہیں ہے:''**روی في المنتقی ، ثمّ في المیزان عن محمّد بن سماعة عن محمّد بن الحسن عن أبي حنیفة ، وفي جامع الأسرار وغیرہ عن أبي یوسف عن أبي حنیفة :'' لاعذر لأحد في الجھل بخالقه ''**(کشف المبہم:۴۹)،اشاعرہ اور دیگر علمائے احناف نے امام صاحبؒ کے اس مقولے کو مابعد البعثت پر محمول کیا ہے کہ نبی کے مبعوث ہونے اور اس کی تعلیم وتبلیغ کے عام ہونے کے بعد اگر کوئی کہے کہ مجھے خالق حقیقی کی معرفت حاصل ہونے کے اسباب نہ ملے اس وجہ سے میں معرفت الٰہی سے محروم رہا تو اس کا یہ عذر قبول نہیں ہوگا اور اسے عتاب ہوگا۔علامہ شامی لکھتے ہیں:''**نعم ! البخاریّون من الماتریدیة وافقوا الأشاعرة و حملوا قول الإمام : '' لاعذر لأحد في الجھل بخالقه '' علی ما بعد البعثة**'' (ردّ المحتار:۴/ ۳۴۸ ،کتاب النّکاح، باب نکاح الکافر،مطلب في الکلام علی أبوي النّبيّ ﷺ ،وأہل الفترۃ ،ط: زکریا دیوبند)۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ سے اس قسم کا ایک سوال کیا گیا تھا، چونکہ زیر بحث مسئلہ سے وہ متعلق ہے، اس لیے اس کا نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سوال: ایسے متعدد قبائل دنیا میں موجود ہیں جن تک اسلام کی روشنی نہیں پہنچ سکی ہے، ایسے لوگوں کا آخرت میں کیا حشر ہوگا؟

الجواب وباللہ التوفیق: جن اقوام وقبائل تک ابھی اسلام کی روشنی بالکل نہیں پہنچی ہے، ایسی جگہوں پر ایسے لوگ جنھوں نے محض اپنی عقل کی وجہ سے کفر وشرک نہیں کیا اور واحد خدا کے قائل ہوئے تو ان پر عتاب نہیں ہوگا (نظام الفتاوی :۱/ ۸۳،ط:زکریا دیوبند)،اور مفتی صاحب نے کشف المبہم کی درج بالا عبارت کو مستدل بنایا ہے۔

دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کے منتخب فتاوی کے مجموعہ'' چند اہم عصری مسائل'' میں اس سلسلے میں ایک طویل جواب مرقوم ہے، جو ابومنصور ماتریدی کے مذہب پر مبنی ہے، اسے بھی نقل کرنا فائدہ سے خالی نہیں:

سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کیسے کریں گے، جنہیں اسلام کے بارے میں معلوم ہی نہیں ہے؛ مثال کے طور پر اس وقت دنیا کے مختلف حصوں میں بہت سے ایسے لوگ ہیں، جنہیں اسلام کا علم ہی نہیں ہے، تو انہیں مسلمان نہ ہونے کی وجہ سے سزا کیوں دی جائے گی؟

جواب:......اس تفصیل سے بطورِ نتیجہ یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، ہر انسان پر عقلی طور پر واجب ہے، پس انسان نے اگر اس عقلِ خداداد کے فیصلہ کے خلاف، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا یا اس کو خالق نہ مانا، تو بہت بڑا ظلم کیا......اور اگر کسی شخص نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھا، اس

کے ساتھ شرک نہیں کیا، مگر مذہبِ اسلام کے بارے میں وہ نہ جان سکا اور احکامِ خداوندی اسے معلوم نہ ہو سکے، تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیں، مگر یہ اس جگہ کی بات ہے، جہاں اسلام اور اس کے پیغام کا کسی نے نام تک نہ سنا ہو؛ لیکن دنیا میں ایسا خطہ شاید ہی کوئی ہو جہاں اسلام کے نام سے بھی لوگ ناواقف ہوں، لہٰذا اگر کسی نے صرف اسلام کا نام سنا ہے مگر تفصیلات سے ناواقف ہے، اس کے ذمہ مذہب اور عقیدہ کے لحاظ سے اسلام کو جاننا اور سمجھنا ضروری ہے، جس میں کوتاہی کی وجہ سے وہ عند اللہ جواب دہ ہوگا (چند اہم عصری مسائل: ۱/۵۷، بہ عنوان: جس کو اسلام کا علم ہی نہیں، اس کو آخرت میں سزا کیوں کر ہوگی؟ ط: دار العلوم دیوبند)۔

ان تصریحات کی روشنی میں توحید کے سلسلے میں ضابطہ اور اصول یہ ہوگا کہ: کوئی ایسی جگہ جہاں اسلام کا نام نہیں گیا اور نہ علم کی روشنی پہنچی، اور وہاں کے باشندگان کو اتنی مدت ملی کہ وہ غور و فکر کر کے خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کر سکیں تو ان کے ذمے اللہ کی معرفت اور اس پر ایمان لانا ضروری ہوگا، اگر وہ مدت نہ مل سکی اور مکلّف ہونے کے بعد انتقال ہو گیا تو یہ عذر شمار کیا جائے گا۔

۲-''ضروریات دین'' یا ''قطعیات دین'' میں سے کسی چیز کا انکار اور منکر کے ساتھ برتاؤ:

اس سوال کو احقر نے اس صورت پر محمول کیا ہے جب کوئی کلمہ پڑھ لینے اور مومن ہونے کے بعد اعتقادی مسائل میں اپنی ناواقفیت کا اظہار کرے یا وہ ضروریات دین کا منکر ہو جائے؛ تا کہ اوپر کے مسئلہ سے تکرار نہ ہو، اور محمول کرنے کا قرینہ یہ ہے کہ ضروریات دین کے انکار کی صورت کلمہ گو مسلمان سے ہی متعلق ہوتی ہے، کافر بندے سے نہیں۔

قطعیات دین وضروریات دین کا مفہوم: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فرمودات من حیث الاقوال اپنی جگہ سب بدیہی ہیں، مگر ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے ان کی مختلف قسمیں ہیں: بعض وہ ہیں جن کا ثبوت قطعی ہے، کچھ وہ ہیں جن کا ثبوت ظنی ہے۔ قطعیات دین ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کا ثبوت قطعی ہے اور جو آنحضرت ﷺ سے بذریعہ تواتر ہم تک پہنچی ہوں، جیسے: قرآن، نمازوں کی تعداد، تعداد رکعات، اور رکوع وسجدہ کی کیفیات، اذان، زکاۃ کی تفصیلات، حج اور اس کی بہت سی تفصیلات، ختم نبوت وغیرہ۔ تواتر کا معنی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے لے کر ہم تک ہر قرن، ہر زمانے میں دنیا کے مختلف خطوں میں اس کے آنحضرت ﷺ سے روایت کرنے والے اتنی تعداد میں رہے ہوں کہ ان سب کا غلطی یا کذب پر متفق ہو جانا عقلاً محال سمجھا جاتا ہو۔

ضروریات دین کا مفہوم: اسے بدیہیات دین بھی کہا جاتا ہے، فقہاء و متکلمین اسے ضرورت یا بالضرورۃ کے عنوان سے تعبیر کرتے ہیں۔ ضروریات دین ان چیزوں کو کہتے ہیں جو بطریق تواتر ہم تک پہنچی ہوں، ساتھ ہی ساتھ اس کی شہرت

تمام خاص وعام مسلمانوں میں اس درجہ ہوجائے کہ عوام تک اس سے واقف ہوں۔ جیسے: نماز، روزہ، زکاۃ اورحج کی فرضیت کا علم اور نبوت کا آنحضرت ﷺ پر ختم ہوجانا وغیرہ۔ دونوں متواتر ہونے میں مشترک ہیں، مگر ثانی الذکر میں ''شہرت بین الناس'' کی ایک قید ملحوظ ہے، گویا اول خاص ہے ثانی عام۔اس فرق کو حضرت مفتی شفیع صاحب نے ''جواہر الفقہ'' :۱/ ۶۰،مبوب جدید، ط: زکریا میں بیان کیا ہے۔حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی علیہ الرحمہ نے ''اکفار الملحدین'' کے حوالے سے ضروریات دین کی تعریف ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے: ضروریات دین ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کا حضرت رسولِ مقبول ﷺ کے دین سے ہونا قطعی اوریقینی ہو،اور حدِ تواتر وشہرت عام تک پہنچ چکا ہو،حتی کہ عوام بھی جانتے ہوں کہ یہ چیزیں نبی اکرم ﷺ کے دین سے ہیں جیسے توحید، رسالت ختم نبوت، حیات بعد الموت،سزاوجزاءِ اعمال،نماز،زکوٰۃ کی فرضیت،شراب اور سود کی حرمت،کذا فی اکفار الملحدین (محمودیہ میرٹھ:۱/ ۵۶،ڈابھیل:۱/ ۱۹۰)۔

''والمرادبالضروريات على ما اشتهر فى الكتب،ماعلم كونه من دين محمدﷺبالضرورة ، بأن تواترعنه واستفاض وعلمته العامة كالواحدانية والنبوة وختمها بخاتم الأنبياء وانقطاعها بعدهٗ'' (اِکفار الملحدین،ص ۲،ضروریات الدین، ط:المجلس العلمی ڈابھیل)۔

''وهوتصديق محمّد ﷺفي جميع ما جاء به عن اللّٰه تعالى ممّا علم مجيئه ضرورةً ۔قال ابن عابدين:وإذعانه لما عليم بالضرورة أنّه من دين محمّد ﷺ، بحيث تعلمه العامّة من غير افتقار إلى نظر واستدلال ، كالواحدانية ، والنبوة ، والبعث ، والجزاء ، ووجوب الصّلاة والزّكاة ، وحرمة الخمر ونحوها''(شامی زکریا:۶/ ۳۵۴-۳۵۵)۔

''قطعیات دین'' میں چونکہ ''ضروریات دین'' کے مانند ''تواتر'' کی قید ملحوظ ہے؛اس لیے دونوں کا حکم یکساں ہوگا؛ کیونکہ تعریف کا یہی جزء اصل ہے اوراسی پر حکم کی بناء ہے۔جیسا کہ ''فتاوی ہندیہ''اور''محیط برہانی'' کی اس عبارت سے پتہ چلتا ہے:

''من أنكر المتواترفقد كفر، ومن أنكر المشهور يكفر عند البعض ۔وقال عيسى بن أبان :يضلل ولايكفر ، وهو الصّحيح ، ومن أنكر خبرالواحد لايكفر ،غير أنّه يأثم بترك القبول ، هكذا في الظهيرية '' (الفتاوى الهندية: ۲/ ۲۶۵، كتاب السير ،الباب التاسع في أحكام المرتدين، ط: زكريا ديوبند،المحيط البرهاني : ۸/ ۸، كتاب القضاء،الفصل الثالث في ترتيب الدلائل للعمل بها،ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

بہر حال دونوں کا حکم یکساں ہوگا کہ اگر کوئی قطعیات دین یا ضروریات دین کا انکار کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔''درمختار''میں ہے:'' وإن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر ۔ قال العلامة ابن

عابدين قبله : إذ لاخلاف في كفر المخالف في ضروريات الإسلام من حدوث العالم وحشر الأجساد ونفي العلم بالجزئيات، وإن كان من أهل القبلة المواظب طول عمره على الطاعات" (درمختار مع شامی زکریا:۲/۳۰۰)۔

یہ حکم بالقصد انکار کرنے والے کا ہے،عقائد کے باب میں اگر کوئی ناواقفیت یا جہالت کی وجہ سے انکار کرے اور وہ نومسلم ہو یا ایسے مقامات میں پلا بڑھا ہو جہاں ان چیزوں پر مطلع ہونے کے مواقع میسر نہ ہوں، یا میسر ہوں،مگر کوتاہی وسستی کی وجہ سے اس پر مطلع نہ ہو سکے (جیسے آج کل ہندوستان کی صورت حال ہے)،تو اسے معذور مانا جائے گا،مسلمانوں کو اس شخص کے بارے میں جانکاری ہونے کے بعد ان کا اخلاقی فریضہ ہوگا کہ اسے دین کی بنیادی تعلیمات سے آشنا کرائیں،علی الفور اس کے خلاف کوئی ایسا اقدام نہ کریں جس سے اسلام وایمان کی محبت اس کے دل سے ختم ہوجائے ،اگر وہ کسی طرح نہ مانے اور اپنی ضد پر اڑا رہے تو شرعی قاضی کے ہونے کی صورت میں اس پر حد جاری کی جائے گی،اور جہاں شرعی قاضی نہ ہوں اور حدود کے اجراء سے عاجزی ہو تو عام مسلمان ایسے شخص کا بائیکاٹ کردیں،اس کے یہاں کھانے پینے،غمی وخوشی میں شرکت ،سلام وکلام اور دیگر معاملات سے مکمل اجتناب کریں،ممکن ہے کہ وہ ان چیزوں کا تحمل نہ کر کے اپنے قول سے رجوع کر کے توبہ واستغفار کے بعد اپنے عقیدے کی اصلاح کرلے۔

انکار کے بعد منکر کے خلاف علی الفور اقدام نہ کرنے کا جواز اس عبارت سے مستفاد ہے:"من ارتدّ عرض على الإسلام استحباباً على المذهب لبلوغه الدعوة،و تكشف شبهته، ويحبس وجوباً ثلاثة أيام "(درمختار مع شامی زکریا:۵/۳۵۹-۳۶۰)۔

ایسے شخص سے مقاطعہ کے جواز یا وجوب پر،غزوہ تبوک میں پیچھے رہنے والے تین صحابہ کرام سے قطع تعلق کیے جانے،نیز ازواج مطہرات کے اضافی نفقہ کے مطالبہ پر آنحضور ﷺ کے کنارہ کشی اختیار کرنے کے واقعات سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

اس شخص کو معذور سمجھے جانے کے دلائل درج کیے جاتے ہیں:

اول: ایمان ایک یقینی اور مستحکم چیز ہے اسے ختم کرنے کے لیے اسی جیسی ٹھوس دلیل کی ضرورت ہوگی،اور ناواقفیت یا جہالت کی وجہ سے جن قطعیات دین کا انکار کیا جائے وہ غیر یقینی ہونے کے باعث ایمان کے مقابل نہیں آسکتے ؛اس لیے اسے معذور تسلیم کر کے اس پر کفر کا حکم لگانے سے اجتناب کریں گے۔"قال العلاّمة الشّامي :لايكفر بالمحتمل ؛لأنّ الكفر نهاية في العقوبة، فيستدعي نهاية في الجناية ، ومع الاحتمال لانهاية " (الدّر المختار مع ردّ المحتار :۶/۳۵۷-۳۵۸،کتاب الجہاد،باب المرتد،ط:زکریا دیوبند)۔

دوم: یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ اگر کسی کے قول میں ڈھیر سارے احتمال کفر کے ہوں، اور ایک احتمال اس کے ایمان کا ہو گرچہ ضعیف روایت سے اس کا ثبوت ہو تو اس کے ایمان کا فیصلہ کیا جاتا ہے، یہ بات مزید اس وقت یقینی ہو جاتی ہے جب متکلم غلط معنی کے مراد لینے کی نفی کرتا ہو، اور یہاں نفس مسئلہ میں فقہاء و متکلمین کا اختلاف ہے، ایک جماعت اسے معذور تسلیم کرتی ہے؛ اس لیے اس اختلاف کی وجہ سے اس کے کفر کا حکم نہیں ہوگا، اور اسے معذور گردانیں گے، بلکہ مفتی بہ قول کے مطابق اس کے کفر کا حکم نہ لگانا ضروری ہوگا۔ اس کی تائید ایک واقعہ سے ہوتی ہے کہ: ایک عورت سے کسی نے کہا کہ اللہ رب العزت قیامت کے دن یہود و نصاریٰ کو عذاب دیں گے، تو اس نے برجستہ کہا: ایسا ہرگز نہیں ہوگا، وہ بھی تو ہماری طرح اللہ کے بندے ہیں۔ اس عورت کے بارے میں امام محمدؒ سے فتویٰ پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: اس کا ایمان باقی ہے؛ کیونکہ وہ جاہل تھی، پھر لوگوں نے اسے مسئلہ سمجھایا تو وہ سمجھ گئی۔

”قال البزازي في شرح اللامية: واعلم أنّ من تلفّظ بلفظ الكفر عن اعتقاد لا شكّ أنّه يكفر، وإن لم يعتقد أنّها لفظ الكفر إلاّ أنّه أتى به عن اختيار يكفر عند عامّة العلماء، ولا يعذر بالجهل۔ وقال بعضهم: لا يكفر، والجهل عذر، وبه يفتى؛ لأنّ المفتي مأمور أن يميل إلى القول الذي لا يوجب التكفير۔ وفي خزانة الأكمل روي أنّ امرأةً في زمن محمد بن الحسن قيل لها: إنّ الله يعذّب اليهود والنصارى يوم القيامة، قالت: لا يفعل الله بهم ذلك؛ فإنّهم عباده، فسئل محمد بن الحسن عن ذلك، فقال: ما كفرت فإنّها جاهل، فعلّموها حتى علمت“ (الأشباہ مع الحموی: ۳/ ۳۰۴)۔

”وفي الخانية: قال بعضهم: الحاصل إذا تكلّم بكفرولم يدر أنّه كفر، لا يكون كفرًا ويعذر بالجهل، وفي الينابيع: قال أبوحنيفة رضي الله تعالى عنه: لايكون الكفر كفراً حتّى يعقد عليه القلب“ (تاتارخانیہ زکریا: ۷/ ۲۸۲، رقم المسئلۃ: ۱۰۴۸۸)۔

”والّذي تحرّر أنّه لا يفتى بتكفير مسلم مهما أمكن حمل كلامه على محمل حسن، أو كان في كفره اختلاف ولو روايةً ضعيفةً“ (مجمع الأنہر: ۲/ ۵۰۲، کتاب السیر والجہاد، ط: فقیہ الامت دیوبند)۔

”ثمّ إن كانت نية القائل الوجه الذي يمنع التكفير فهو مسلم، وإن كانت نيته الوجه الذي يوجب الكفر لاتنفعه فتوى المفتي، ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك، وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته، كذا في المحيط“ (ہندیہ زکریا: ۲/ ۲۸۳)۔

ان اصولی عبارتوں کے ذکر کے بعد کچھ نصوص نقل کی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عقائد کے باب میں جہالت کو عذر تسلیم کیا گیا ہے:

مسلم شریف میں حضرت عائشہؓ اور نبی کریم ﷺ کے مابین ایک واقعہ کے متعلق طویل گفتگو منقول ہے، اس میں حضرت عائشہؓ نے کچھ باتیں حضور اکرم ﷺ سے چھپالیں تھیں، آپ نے فرمایا: عائشہ! تم مجھے بتادو ورنہ سب سے مہربان اور ہر چیز پر خبر رکھنے والی ذات مجھے مطلع کردے گی، حضرت عائشہؓ نے کہا: جن باتوں کو لوگ چھپاتے ہیں اللہ کو اس کی خبر ہوتی ہے؟ (پھر خود ہی تصدیق کرتے ہوئے) فرمایا: ہاں!۔ "فدخل فقال : مالک یا عائش! حشیاً رابیةً ، قالت:قلت:لاشیئ، قال :لتخبرینی أو لیخبرنی اللطیف الخبیر، قالت : قلت : یارسول اللّٰہ ! بأبی أنت وأمّی ، فأخبرته ......قالت :مهما یکتمه الناس یعلمه اللّٰہ : نعم ! "(مسلم:۹۷۴)۔

ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ اللہ ہر پوشیدہ چیز کو جانتا ہے،، اور اس کا اقرار قیام حجت کے وقت ایمانیات میں سے ہے، تاہم وہ مومنہ تھیں۔ اور اللہ تعالی کے جمیع اشیاء کے عالم ہونے کا انکار تمام چیزوں پر قادر ہونے کے انکار کے مانند ہے، اور یہ یقیناً کفر ہے، لیکن اس کے کہنے والے کی تکفیر کا فیصلہ نہیں تا آنکہ حجت قائم ہونے کی علم کی وہ مقدار اس کے پاس پہنچ جائے جس کے تارک یا منکر کی تکفیر کی جاتی ہے، علم کے پہنچنے سے قبل تکفیر کے دلائل کا فساد کتاب وسنت میں بے شمار جگہ پر موجود ہے۔

"وهذا یدل علی أنّها لم تکن تعلم ذلک، ولم تکن قبل معرفتها بأنّ اللّٰہ عالم بکلّ شیئ یکتمه النّاس کافرةً، وإن کان الإقرار بذلک عند قیام الحجّة من أصول الإیمان، وإنکار علمه بکلّ شیئ إنکار قدرته عل کلّ شیئ ...... فقد تبیّن أنّ هذا القول کفر، ولکن تکفیر قائله لا یحکم به حتّی یکون قد بلغه من العلم ما تقوم به علیه الحجة التی یکفر تارکها، ودلائل فساد هذا القول کثیر فی الکتاب والسنّة "(مجموع الفتاوی:۱۱/۴۱۲)۔

بخاری شریف اور دیگر کتب حدیث میں بنو اسرائیل کے ایک شخص کا تذکرہ ملتا ہے، جس نے اپنے لڑکوں سے وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد جلا کر راکھ ہوا میں اڑا دینا۔ "**کان رجل یسرف علی نفسه، فلمّا حضره الموت، قال لبنیه: إذا أنا مت، فحرقونی، ثم اطحنونی، ثم ذرونی فی الرّیح، فواللّٰہ لئن قدر علی ربی لیعذّبنی عذاباً ما عذّبه أحداً ۔ فلمّا مات فعِل به ذلک ، فأمر اللّٰہ الأرض فقال: اجمعی ما فی منه، ففعلت، فإذا هو قائم ، فقال: ما حملک علی ما صنعت؟ قال: یا رب خشیت .فغفر له**"(بخاری:۳۴۸۱)۔

بعث بعد الموت، جزا وسزا علاوہ ازیں دیگر اخروی امور پر یقین رکھنا، انھیں برحق جاننا ایمان کا جزء ہے، مگر چوں اس بندے کو علم نہیں تھا، جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے اس نے یہ وصیت کی تھی؛ اس لیے اللہ رب العزت نے اسے معذور سمجھ کر معاف فرما دیا۔ اور یہ معاملہ اس شخص کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ اس پایہ کے ہر مومن کے لیے عام ہے۔ "**یقول ابن**

قتيبة :وهذا رجل مؤمن بالله ، مقرّ به، خائف له ؛ لأنّه جهل صفةً من صفاته، فظنّ أنّه إذا أحرق وذري في الرّيح أنّه يفوت الله تعالى، فغفر الله تعالى له بمعرفته ما بنيته، وبمخافته من عذابه جهله بهذه الصفة من صفاته "(تاویل مختلف الحدیث:۱۱۹)۔

جہالت کے عذر ہونے کی ایک اور دلیل قبیلہ لیث کے لوگوں کا واقعہ ہے جنھوں نے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کو جھٹلایا؛ لیکن اللہ کے رسول نے جہالت کے باعث ان کو معذور قرار دیا۔

ابوداؤد میں یہ واقعہ اس طرح ہے کہ: حضور ﷺ نے ابوجہم بن حذیفہ کو صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا تو صدقہ وصول کرنے کے سلسلے میں ایک شخص سے ان کا جھگڑا ہو گیا، انہوں نے اسے کوئی چیز ماری جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا، اس کی قوم کے لوگ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بدلہ لینے کے لیے آئے، آپ نے مال کی ایک مقدار ان کے سامنے رکھی کہ وہ اس کو لے لیں، مگر وہ راضی نہ ہوئے، آپ نے اس میں اور اضافہ کیا، اس پر بھی وہ راضی نہ ہوئے پھر اور اضافہ فرمایا تو راضی ہو گئے، آپ نے فرمایا: تم سب لوگ شام کو آنا میں مجلس میں سب کے سامنے اس معاملہ اور رضامندی کو رکھ دوں گا، انھوں نے کہا: بہتر ہے، چناں چہ شام کو سب لوگوں کے سامنے یہ بات رکھ دی، آپ نے دوبارہ لوگوں کے سامنے ان سے رضامندی کا اقرار کرانا چاہا تو وہ اپنی بات سے مکر گئے، اس پر مہاجرین نے ان کی اصلاح کا ارادہ کیا، لیکن حضور ﷺ نے ان کو روک دیا وہ رک گئے، پھر ایک دوسری مجلس میں آپ نے ان لوگوں کو بلوایا، اور مال کی سابقہ مقدار میں اور اضافہ فرما کر ان کو راضی کرنا چاہا وہ اس پر راضی ہو گئے، آپ نے ان سے پھر وہی فرمایا کہ میں تم لوگوں کی رضامندی سب کے سامنے رکھوں گا، انھوں نے اس کو منظور کر لیا، چناں چہ آپ نے لوگوں کے سامنے ان کی رضامندی کا ذکر فرمایا، اور پھر سب کے سامنے ان سے پوچھا کہ بتاؤ تم راضی ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں ہم راضی ہیں، اس پر وہ معاملہ رفع دفع ہوا۔

"عن عائشة، أنّ النبي صلّى الله عليه وسلّم بعث أبا جهم بن حذيفة مصدقاً، فلاجه رجل في صدقته، فضربه أبو جهم، فشجّه ، فأتوا النبي ﷺ، فقالوا: القود يا رسول الله، فقال النبي ﷺ: لكم كذا وكذا ، فلم يرضوا، فقال: لكم كذا وكذا فلم يرضوا، فقال: لكم كذا وكذا فرضوا، فقال النبي ﷺ: إني خاطب العشية على الناس ومخبرهم برضاكم ، فقالوا: نعم، فخطب رسول الله فقال ﷺ : إنّ هؤلاء الليثيين أتوني يريدون القود، فعرضت عليهم كذا وكذا فرضوا، أرضيتم؟ قالوا: لا، فهمّ المهاجرون بهم، فأمرهم رسول الله ﷺأن يكفوا عنهم، فكفوا، ثم دعاهم فزادهم ، فقال: أرضيتم؟ فقالوا: نعم، قال: إني خاطب على النّاس ومخبرهم برضاكم قالوا: نعم، فخطب النبي ﷺ، فقال: أرضيتم؟ قالوا: نعم! "(أبوداود:۴۵۳۴)۔

ابن حزمؒ کہتے ہیں کہ: اس حدیث سے پتہ چلا کہ ناواقف کے عذر کو قبول کیا جائے گا، اور اسے ملت اسلامیہ سے خارج نہیں مانیں گے، (جب کہ کوئی عالم اور جانکار ان کا ارتکاب کرے گا تو اس کی تکفیر کی جائے گی)؛ کیونکہ قبیلہ لیث کے لوگوں نے اللہ کے رسول کو جھٹلایا، اور رسول اللہ ﷺ کے ایک ادنی معاملہ کی تکذیب کفر ہے، لیکن اپنے بدو پنے کی وجہ سے معذور قرار پائے اور ان کی تکفیر نہیں کی گئی۔

"وفي هذا الخبر عذر الجاهل، وأنّه لا يخرج من الإسلام ، بما لو فعله العالم الذي قامت عليه الحجّة، لكان كافراً؛ لأنّ هؤلاء الليثين كذبوا النبي ﷺ، وتكذيبه كفر مجرد بلا خلاف، لكنهم بجهلهم وعرابيتهم عذروا بالجهالة، فلم يكفروا " (المحلی: ۱۱/ ۱۹، دار الفکر، بیروت)۔

سوال نامے میں ابن ماجہ کی جو حدیث نقل کی گئی ہے، اس سے بھی اس مسئلہ پر راہنمائی ملتی ہے کہ: آخر زمانے میں شمع اسلام کے ماند پڑ جانے کے وقت لوگوں کو کلمہ توحید کے علاوہ کسی اور چیز کا علم نہ ہوگا، اللہ کے رسول نے ایسے افراد کے مومن ہونے کا فیصلہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کپڑے کے داغ کے مانند اسلام مٹ جائے گا، لوگوں کو نماز روزہ، حج، صدقہ تک کا علم نہ ہوگا، روئے زمین پر ایک بھی آیت باقی نہ رہے گی، عمر رسیدہ لوگوں کی ایک جماعت رہ جائے گی وہ کہتے پھریں گے کہ ہم نے اپنے باپ داداؤں کو یہ کلمہ توحید کہتے سنا تو ہم بھی دیکھا دیکھی کہہ رہے ہیں۔ حدیث کے راوی حضرت ابوحذیفہؓ سے صلہ بن زفر تابعیؒ نے سوال کیا: صرف کلمہ توحید ان کو نفع پہونچائے گا؟ آپؓ نے اعراض فرمایا، انھوں نے دوبارہ سہ بارہ یہی سوال کیا تو حضرت ابوحذیفہؓ متوجہ ہوئے اور فرمایا: ہاں! فائدہ پہونچائے گا (ابن ماجہ: ۴۰۴۹)۔

انھیں دلائل کی روشنی میں ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت جامع بات لکھی ہے کہ: اس امت کے خطا کار اور نادان لوگ اگر کفریہ شرکیہ اعمال انجام دیں تو انہیں جہالت اور غلطی کی وجہ سے معذور قرار دیا جائے گا یہاں تک کہ ان کے سامنے دلائل بغیر کسی اشتباہ کے مکمل طور پر واضح ہو جائیں، پھر وہ ایسے مجمع علیہ ضروریات دین کا انکار کریں جن کو ہر شخص بلا تامل وبغیر غور وفکر کے جان سکتا ہے۔ یہ مسئلہ گویا متفق علیہ ہے اس کی صرف بدعتیوں نے مخالفت کی ہے۔

"قال ابن العربی: الجاهل والمخطئ من هذه الأمّة، ولو عمل من الكفر والشرک ما يكون صاحبه مشركاً أو كافراً؛ فإنّه يعذر بالجهل والخطأ ، حتّى تتبين له الحجّة التي يكفر تاركها بياناً واضحاً ما يلتبس على مثله، وينكرما هو معلوم بالضرورة من دين الإسلام، ممّا أجمعوا عليه إجماعاً قطعياً ، يعرفه كلّ المسلمين من غير نظر وتأمّل ...... ولم يخالف في ذلک، إلاّ أهل البدع " (محاسن التاویل: ۵/ ۲۱۹-۲۲۰)۔

خلاصہ یہ کہ: عقائد کا باب چونکہ بہت اہم ہے، اس کے تعلق سے دارالاسلام میں بھی جہالت کو عذر مانا جاتا ہے ،جیسا کہ امام محمدؒ کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے؛اس لیے دارالحرب یا موجودہ ہندوستان میں قطعیات دین یا ضروریات دین کے انکار کے وقت اگر مسئلہ سے ناواقف ہونے کا عذر پیش کیا جائے تو اسے قبول کیا جائے گا، اور کفر کا حکم نہیں لگے گا۔

۳،۴،۵:عملی احکام میں دارالحرب اور دارالاسلام میں عذر کے قابل قبول ہونے نہ ہونے میں فرق، اور موجودہ ہندوستان میں اس کا حکم:

عملی احکام میں دارالحرب اور دارالاسلام میں فرق کا لحاظ کرتے ہوئے دارالحرب میں جہالت و ناواقفیت کو احناف نے عذر مانا ہے۔ابن نجیم مصریؒ جہل کی اقسام اربعہ اور ان کے احکام کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ جہل کی تیسری قسم، دارالحرب میں مقیم مسلمان کی جہالت ہے، یہ بھی عذر مانی جائے گی، اس کے تحت علامہ حمویؒ نے لکھا ہے کہ اس سے مراد احکام شرع کی جہالت ہے، پھر اس کی مثال بیان کی کہ مثلا کوئی شخص دارالحرب میں رکا رہا، اور اسے نماز زکاۃ وغیرہ کی فرضیت کا علم نہ ہوسکا تو اس پر ان کی قضاء نہیں ہوگی۔

’’**قال ابن نجيم: والثالث: الجهل في دار الحرب من مسلم لم يهاجر ، وإنّه يكون عذراً۔قال الحموي : أي الجهل بالشرائع من مسلم أسلم فيها.**

قوله: وإنّه يكون عذراً ، حتى لو مكث فيها ولم يعلم أنّ عليه الصّلاة والزكاة وغيرهما ولم يؤدّها لا يلزم عليه قضاؤها، خلافاً لزفر ؛لخفاء الدليل في حقّه، وهو الخطاب ؛لعدم بلوغه إليه حقيقة بالسّماع، وتقديراً بالشهرة فيصير جهله عذراً ، بخلاف الذمي إذا أسلم في دار الإسلام لشيوع الأحكام والتمكن من السؤال‘‘(الأشباہ مع الحموي:۳/ ۳۰۰،حقیقۃ الجہل وأقسامہ، ط: دارالکتب العلمیۃ، بیروت)۔

عملی احکام کی بابت جہالت کے عذر ہونے میں موجودہ ہندوستان کو دارالحرب کے زمرہ میں نہیں رکھا جائے گا ؛کیونکہ جو عبارات یا نصوص اوپر نقل کی گئی ہیں، وہ ایسے علاقے سے متعلق ہیں، جہاں علم کی روشنی پہنچی ہی نہ ہو اور لوگ مسائل سے بالکل ناواقف ہوں، بفضلہ تعالی مجموعی اعتبار سے ہمارا ملک ایسی نازک صورت حال سے دوچار نہیں ،جن علاقوں میں مسلمان آباد ہیں وہاں علم دین کی کم وبیش روشنی ضرور پہنچی ہے، مدارس ومکاتب اور تبلیغی جماعت کے افراد اپنی ذمہ داریوں کا احساس کر کے لوگوں میں علم دین کی روشنی پھیلا رہے ہیں، جن کے ذریعے لوگ ایمانیات اور بنیادی مسائل سے کچھ حد تک واقف ہیں، بالخصوص وہ علاقے جہاں سائنسی ایجادات اور ان کی سہولیات کا نظم ہے، وہاں ان مذکورہ اسباب کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کے دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعے بھی بہت حد تک لوگ اسلام کی بنیادی تعلیمات سے واقف ہور ہے

ہیں، یہ چیز اسے دارالحرب کی صف سے خارج کرنے کے لیے کافی ہے۔

البتہ اگر کوئی مخصوص علاقہ ایسا ہو کہ برادران وطن سے گہرے معاشرتی تعلقات کی بناء پر وہاں کے لوگوں کو قطعیات دین کا علم بالکل نہ ہو، وہ ان ساری ہندوانہ رسوم کو انجام دیتے ہوں جن سے بچنا ایمان کے تحفظ کے لیے نہایت ضروری ہے، صرف نام کے اعتبار سے دونوں مذاہب کے لوگوں میں امتیاز کیا جاتا ہو، نیز انھیں اس چیز کا بھی احساس نہ ہو کہ اسلام کی بنیادی تعلیمات کا سیکھنا ضروری ہے، اور نہ ایسے لوگوں کو علم دین کے حصول کے مواقع میسر آئے ہوں تو اس کا حکم مختلف ہوگا، ایسے لوگوں کو معذور قرار دیا جاسکتا ہے۔ (شاید کہ ایسے خطے کا وجود نہیں) مگر اسلام کے نام اور اس کے مقتضیات سے آشنائی کے بعد، اور یہ چیز جاننے کے بعد کہ اس ایمان کے کچھ تقاضے اور تعلیمات ہیں جن کا سیکھنا ضروری ہے، پھر بھی حصول علم میں کوتاہی برتی جائے تو اس کوتاہی کی وجہ سے ان کے اعذار کالعدم قرار دیے جائیں گے، گویا ان کا عذر عارضی ہوگا۔

عقائد کے ابواب چونکہ اہم اور نازک ہیں، اور اس میں ایمان کے بقاء کے احتیاطی پہلو کو ترجیح دی جاتی ہے؛ اس لیے وہاں جہالت عذر ہوگی، بخلاف عملی احکام کے، اس میں بہ چند وجوہ جہالت عذر نہ ہوگی۔

اول: نکاح وطلاق وحرمت مصاہرت کے جو مسائل زیر بحث آتے ہیں ان کے تعلق سے یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ: اگر کسی کو نفس مسئلہ کا علم ہو، مثلاً: طلاق کے بارے میں معلوم ہو کہ یہ رشتۂ نکاح کو ختم کرنے والا ہے، اس سے زن وشوئی کے حلال تمام تر تعلقات حرام ہوجاتے ہیں، بیوی کا نان ونفقہ موقوف ہوجاتا ہے، وغیرہ وغیرہ (ہر نکاح کرنے والا فرد اس سے بخوبی واقف ہے) یا حرمت مصاہرت کے متعلق معلوم ہو کہ یہ ہمارے عائلی قوانین کا ایک حصہ ہے، جس کے نتیجے میں بیوی ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتی ہے، پھر اسے اس کے ایک ضمنی جزء کا علم نہ ہو، مثلا: وہ اس چیز سے ناواقف ہو کہ تین بار کہنے سے تین طلاق ہوجاتی ہے، یا مذاق میں کہنے سے بھی طلاق ہوجاتی ہے، تو اس کی یہ جہالت معتبر نہ ہوگی؛ کیونکہ اجماعی اصول ہے کہ جو کسی چیز کے حرام ہونے کو جانتا ہو، مگر اس پر مرتب ہونے والے احکام سے ناواقف ہو، پھر وہ اس کا ارتکاب کر کے مرتب شدہ احکام کے بارے میں اپنی لاعلمی کا اظہار کرے تو اس کا یہ عذر جہل معتبر نہیں، مثلا: کوئی زنا کی حرمت سے واقف ہے، مگر اس پر مرتب ہونے والی سزا کا اسے علم نہیں تو یہ عذر معتبر نہیں ہوگا اور اس پر حد جاری کی جائے گی۔ علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں:

"کلّ من علم تحریم شیئ وجهل ما یترتب علیه، لم یفده ذلک، کمن علم تحریم الزنی والخمر وجهل وجوب الحد یحدّ بالاتفاق؛ لأنّه کان حقّه الامتناع، وکذا لو علم تحریم القتل وجهل

وجوب القصاص یجب القصاص، و علم تحریم الکلام في الصّلاة، وجهل کونه مبطلاً یبطل، و علم تحریم الطیب علی المحرم وجهل وجوب الفدیة تجب"(الموسوعۃ الفقہیۃ:۱۶/ ۲۰۲،الأ شباہ للسیوطي:۲۰۱)۔

دوم: جہالت،حقوق اللہ میں منہیات میں معتبر ہوتی ہے ماموررات میں نہیں۔"**الجهل عذر في حق اللّٰه تعالی في المنهیات دون المامورات**" (الموسوعۃ الفقہیۃ:۱۶/ ۲۰۲)،حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ نے طلاق کے ایک مسئلہ میں اس امر کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں: ابن دقیق العیدؒ نے احکام الاحکام میں اسی عذر جہل پر بہت مدلل ومفصل کلام کیا ہے،جس کا ماحصل یہ ہے کہ: منصوصات و مامورات میں جہالت کا عذر معتبر نہیں ہے، اور تین طلاق کے بعد حرمت منصوص ہے، اور بغرض نکاح جدید{حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ} (سورۂ بقرہ:۲۳۰)حکم بھی منصوص ہے، پھر اس کا جہل کس طرح معتبر ہوگا (منتخبات نظام الفتاوی:۲/ ۱۷۱)۔

سوم: جہالت ان مسائل میں معتبر مانی جاتی ہے جو لوگوں میں مشہور نہ ہوں، جن کی شہرت عوام میں ہوگئی ہو اس میں جہالت معتبر نہیں ہوتی۔"موسوعہ فقہیہ" میں ہے: "**ولاتقبل دعوی الجهل في الأمور المشتهرة بین الناس کثبوت الرد بالعیب و الأخذ بالشفعة من رجل قدیم الإسلام ، بخلاف ما لایعرفه إلاّ الخواص**" (الموسوعۃ: ۱۶/ ۲۰۰) اور طلاق ونکاح وغیرہ کے بنیادی مسائل عوام میں عام طور سے مشہور ہیں ؛لہذا کسی فرد واحد کو اس کا علم نہ ہونے کی وجہ سے اصل مسئلہ میں تخفیف نہیں ہوگی۔

چہارم: طلاق اور حرمت مصاہرت کے زیر بحث مسائل میں چوں کہ ملک بضعہ کی حرمت وحلت وابستہ ہے، اور ملک بضعہ میں اصل حرمت ہوتی ہے؛ اس لیے اصل کی طرف نظر کرتے ہوئے بر بنائے احتیاط عذر کو جہل نہ مان کر وقوع طلاق اور حرمت مصاہرت کے ثبوت کا فیصلہ (ان شرائط کے پائے جانے کے وقت جن کا تذکرہ کتب فقہیہ میں موجود ہے) کیا جائے گا۔"**قال ابن نجیم :الأصل في الأبضاع التحریم .ولذا قال في کشف الأسرار شرح فخرالإسلام: الأصل في النکاح الحظر وأبیح للضرورة، انتهی .فإذا تقابل في المرأة حل وحرمة غلبت الحرمة ، ولهذا لا یجوز التحري في الفروج** " (الأ شباہ لابن نجیم:۱/ ۵۷)۔

بہ سلسلہ طلاق کس حد تک جہالت معتبر ہوگی ،حضرت اقدس تھانویؒ نے ایک مفصل سوال کے جواب میں لکھا ہے: عمرو کی سب تقریر محض باطل ہے، اور اس کے ابطال میں کچھ لکھنا اشتغال بمالایعنی ہے؛ کیوں کہ زید کا یہ گمان جہل ہے نہ کہ خطا، اس کو خطا سمجھنا عمرو کی خطا ہے، اور جہل احکام شرع میں عذر نہیں ہے (امداد الفتاوی زکریا:۲/ ۳۹۸)۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ نے ایک مفصل فتوی میں لکھا ہے: شوہر نے اپنی بیوی سے یہ جملہ (تجھے تین

طلاق) کہا تو اب اگر شوہر بحلف بھی بیان دے کہ اس جملے سے میری نیت تین طلاق دینے کی نہ تھی، بلکہ میری نیت صرف ایک طلاق کی تھی، میں تو یہ سمجھتا تھا کہ تین کا لفظ استعمال کیے بغیر طلاق واقع ہی نہیں ہوتی تو شوہر کا یہ بیان کسی صورت میں معتبر نہ ہوگا، بلکہ تین طلاق ہی کا حکم ہوگا اور حرمت مغلظہ ہوگی، اور شوہر کے قول کی تصدیق کر کے محض ایک طلاق شمار نہ ہوگی،'' **كما في الرد: والطلاق يقع بعدد قرن به ، لابه ، أي متى قرن الطلاق بالعدد كان الوقوع بالعدد ؛بدليل ما أجمعوا عليه من أنّه لو قال لغير المدخول بها ، أنت طالق ثلاثا ، طلقت ثلاثاً ۔وقوله : عند ذكر العدد إلخ ، أي عند التصريح بالعدد ، فلايكفي قصده**'' (منتخبات نظام الفتاوی: ۲/۱۷۱-۱۷۲)۔

خلاصہ یہ کہ عقائد کے ماسوا عملی احکام میں موجودہ ہندوستان میں جہالت کا اعتبار نہیں ہوگا۔

۶- اس سوال میں مختلف فقہی مسالک کے موقف کی وضاحت طلب کی گئی ہے، مسئلہ کو نقل کرنے کے بعد ان کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

مسئلہ نمبر: ۱۔ اگر کسی شخص نے دارالحرب میں اسلام قبول کیا، ہجرت کر کے دارالاسلام نہ آ سکا؛ بلکہ ایک زمانے تک دارالحرب ہی میں رہا، اسے نماز روزہ کی فرضیت کا علم نہ ہو سکا اور اس نے نماز روزہ کی ادائیگی نہیں کی تو فرضیت کا علم ہونے کے بعد کیا اس پر ان دنوں کے نماز روزے کی قضاء لازم ہوگی جن دنوں اسے فرضیت کا علم نہ تھا، یا قضاء لازم ہوگی؟

اس سلسلے میں احناف کا موقف یہ ہے کہ قضاء لازم نہیں ہوگی۔ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

"**الحربي إذا أسلم في دار الحرب ومكث فيها سنةً ولم يعلم أنّ عليه الصّلاة فلم يصل، ثمّ علم ، لا يجب عليه قضاؤها في قول أصحابنا الثلاثة ، وقال زفر: عليه قضاؤها**" (بدائع: ۱/۱۳۵، دارالکتب العلمیۃ بیروت)۔

فقہ شافعی میں دارالحرب اور دارالاسلام دونوں کا حکم یکساں ہے کہ جہالت عذر نہیں ہوگی اور قضاء کرنا ضروری ہوگا، ''المجموع'' میں زکاۃ کے سلسلے میں ہے:''**إذا مضت عليه سنون ، ولم يؤدّ زكاتها لزمه إخراج الزكاة عن جميعها، سواء علم وجوب الزكاة أم لا، وسواء كان في دار الإسلام أم دارالحرب، هذا مذهبنا ...... وقال أصحاب الرأي :لا زكاة عليهم لما مضى ، وقال أصحاب الرأي :لو أسلم قوم في دار الحرب وأقاموا سنين ، ثم خرجوا إلى دار الإسلام لا زكاة عليهم لما مضى ، والله أعلم**'' (المجموع: ۵/۳۳۷)۔

نماز کے تعلق سے ہے:''**إذا أسلم في دار الحرب ولم يهاجر وجبت عليه الصلاة كما لو هاجر، فإن تركها لزمه القضاء، سواء علم وجوبها أم جهله ، وهذا مذهبنا ، وقال أبوحنيفة رحمه الله: لا**

یلزمه ما لم یعلم وجوبھا، دلیلنا عموم النصوص" (المجموع:۳/۵)۔

حنابلہ کے نزدیک بھی دونوں دار میں کوئی فرق نہیں، اور نماز روزہ کی قضاء کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ "المغنی" میں ہے: "**فصل: ومن أسلم في دار الحرب، فترک صلوات و صیاماً لا یعلم وجوبه ، لزمه قضاؤه، وبذلک قال الشافعي: وعند أبي حنیفة لا یلزمه، ولنا أنّھا عبادة تجب مع العلم بھا ، فلزمته مع الجھل کما لو کان في دار الإسلام**" (المغنی:۱/۴۴۰)۔

تنبیہ: شوافع کے نزدیک مذکورہ بالا مسئلہ میں قضاء کو ضروری بتایا گیا ہے، جبکہ سوال نامے میں علامہ سیوطیؒ کی عبارت سے اس کے خلاف کا ثبوت ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علامہ سیوطیؒ کی مذکورہ عبارت کا تعلق حقوق اللہ کی منہیات سے ہے، اور منہیات میں عذر قابل قبول ہے، جب کہ نماز روزہ کا مسئلہ مامورات کے قبیل سے ہے، جس میں عذر قابل قبول نہیں۔ جیسا کہ موسوعہ فقہیہ کی عبارت سے معلوم ہوا؛ اس لیے مامورات (نماز، روزہ) کے ضمن میں منہیات سے متعلق عبارت کا اشارہ دینے میں من کل الوجوہ مطابقت معلوم نہیں ہوتی ہے۔

☆☆☆

ناواقفیت (جہل) کی وجہ سے تکرار طلاق اور احکام

مولانا ابوالربیع عبدالرب عبدالوہاب خان واپی☆

تعریف جہل:

جہل علم کی ضد ہے، لغت میں اس کے معنی آتے ہیں ''**الذهول عن الشيء**'' اور اصطلاحی تعریف مختلف کی گئی ہے، البتہ اس کی سب سے صحیح تعریف وہ ہے جو علامہ ابن ہمامؒ اور علامہ ابن نجیم وغیرہ نے کی ہے، ''**عدم العلم عما من شأنه العلم**'' (تیسیر التحریر ۴/۲۱۱ - الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۳/ ۲۹۳ - قاموس الفقہ ۳/ ۱۶۵) یعنی علم کی صلاحیت کے باوجود علم سے محروم ہونا جہل ہے، پس دیوار اور پتھر کو جاہل نہیں کہا جاسکتا کہ اس میں علم کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔

اور بہ نسبت انسان کے فقہاء نے اس کی اصطلاحی تعریف اس طرح کی ہے: ''**عدم العلم بالأحكام الشرعية بمختلف أنواعها كلها أو بعضها**'' (دیکھئے الفقہ الاسلامی وأدلتہ: ۹/ ۴۶۴) یعنی مختلف انواع کے احکام شرعیہ کا علم نہ ہونا، خواہ تمام احکام کا علم نہ ہو یا بعض احکام کا علم نہ ہو۔

اقسام جہل:

پھر اگر آدمی کو اپنے جہل کا احساس بھی ہو تو یہ جہل بسیط ہے، اور اگر جہل کے باوجود اس کو اپنے بارے میں علم کا خیال پیدا ہو جائے تو اس دوگانہ جہالت کا نام اہل فن کی اصطلاح میں جہل مرکب ہے۔

حکم جہل:

جہل و ناواقفیت اصلاً ان امور میں سے ہے جن کو شریعت عذر تصور کرتی ہے، اور اکثر اوقات اس کی وجہ سے حکم میں تخفیف پیدا ہوتی ہے، چنانچہ فقہائے کرام فرماتے ہیں: ''**إن أسباب التخفيف في العبادات وغيرها سبعة: السفر والمرض والإكراه والنسيان والجهل و العسر وعموم البلوى والنقص**'' (حاشیہ الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹/ ۴۳۲) اس لئے فقہائے احناف نے عموماً عوارض اہلیت کے ذیل میں اس کا ذکر کیا ہے، جیسا کہ حسامی وغیرہ میں ہے۔

☆ خادم جامعہ نور الاسلام، دمن۔

۱-شریعت اسلامی میں جہل کو کہاں عذر تصور کیا جائے گا اور کہاں عذر تصور نہیں کیا جائے گا؟

علمائے اصول نے لکھا ہے کہ انسان کے شارع کی جانب سے کسی حکم شرعی سے مکلّف بننے کی شرط یہ ہے کہ مکلّف مخاطب یا تو فی الواقع جانتا ہو کہ اللہ تعالی اس سے اس فعل کا مطالبہ کررہے ہیں، یا پوچھنے اور سیکھنے کے ذریعہ اس کی معرفت ممکن ہو، لہذا جو شخص عاقل بالغ ہو، احکام شرعیہ پر بذات خود یا اہل علم سے پوچھ کر عمل کرنے پر قادر ہو اس پر احکام شرعیہ نافذ ہوں گے، اور احکام سے ناواقفیت کا عذر مسموع نہ ہوگا، اس لئے بہت سے فقہاء نے دار الاسلام میں احکام سے ناواقفیت کو عموما عذر نہیں مانا ہے، اور دار الحرب میں عذر قرار دیا ہے، فرق کی وجہ یہی ہے کہ دار الاسلام میں احکام شرعیہ سے واقف ہونے کے سارے امکانات اور مواقع ہوتے ہیں، ملک کے نصاب ونظام تعلیم میں احکام اسلام کو اس طرح پیوست کر دیا جاتا ہے کہ وہاں بسنے والا ہر مسلمان عموما ضروری احکام شرع سے واقف ہوجاتا ہے، اس کے برخلاف دار الحرب میں ملک کا تعلیمی نظام ونصاب بھی غیر اسلامی ہوتا ہے، وہاں احکام اسلام سے واقفیت کے امکانات نادر یا معدوم ہوتے ہیں، اس لئے وہاں بسنے والے مسلمانوں کو بہت سے احکام شرع سے ناواقفیت (جہل) میں معذور سمجھا جاتا ہے، اس کی وجہ سے احکام میں تخفیف ہوتی ہے۔

اور امکان علم پر اکتفاء کی وجہ یہ ہے کہ اگر صحت تکلیف کے لئے مکلّف کے بالفعل علم احکام کو مشروط قرار دیا جائے تو بہت سے لوگ احکام سے ناواقفیت کا عذر پیش کریں گے اور احکام شرعیہ معطل ہوکر رہ جائیں گے۔

مذکورہ قاعدہ کی بناء پر کہا جائے گا کہ شریعت کے جو بنیادی احکام قرآن وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہیں، دار الاسلام میں رہنے والا کوئی شخص اس سے ناواقفیت کا عذر پیش نہیں کرسکتا۔

چنانچہ علامہ سیوطیؒ تحریر فرماتے ہیں: "**کل من جهل تحريم شيء مما يشترک فيه غالب الناس، لم يقبل، إلا أن يکون قريب عهد بالإسلام، أو نشأببادية بعيدة عن العلماء ويخفى فيها مثل ذلک، کتحريم الزنا والقتل والسرقة والخمر، والکلام في الصلاة، والأکل في الصوم، وقتل من شهد على غيره بارتکاب جريمة القتل فقتل، إذا رجع الشاهد عن شهادته، وقال مع الشاهد الآخر: تعمدنا الکذب ولم نعلم أنه (أي المشهود عليه) يقتل بشهادتنا، لأن ذلک لا يخفى على عوام الناس**" (الاشباہ والنظائر للسیوطی: ص:۱۷۶، بحوالہ الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹/ ۴۶۵)۔

اور ابن رجب حنبلی تحریر فرماتے ہیں: "**إذا زنا من نشأ في دار الإسلام بين المسلمين وادعى الجهل بتحريم الزنا، لم يقبل قوله، لأن ظاهر الحال يکذبه، وإن کان الأصل عدم علم بذلک**" (القواعد لابن

رجب:۳۴۳، بحوالہ الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۹/۴۶۵)۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ ایسی چیزیں جن کی حرمت سے عام طور پر لوگ واقف ہوتے ہیں، اگر کوئی شخص اس ناواقفیت اور جہل کا عذر کرے تو اس وقت معتبر ہوگا جبکہ وہ نومسلم ہو یا ایسے دور دراز دیہات اور صحراء کا باشندہ ہو کہ وہاں تک علم کی روشنی نہ پہنچی ہو، زنا، قتل، چوری، شراب، نماز میں گفتگو اور روزے میں کھانا وغیرہ کا شمار اس قسم کے احکام میں ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی فعل کی حرمت سے آگاہ ہو، مگر اس پر جو احکام مرتب ہوتے ہیں، ان سے ناواقف ہو تو یہ ناواقفیت اس کے لئے چنداں مفید نہ ہوگی، مثلاً شراب اور زنا کی حرمت سے واقف ہو، لیکن اس کی سزا سے ناواقف ہو تو اس پر ان جرائم کے ارتکاب کی صورت میں حد نافذ کی جائے گی، اسی طرح قتل کی حرمت سے واقف ہو، مگر یہ معلوم نہ ہو کہ قاتل بطور قصاص قتل کرایا جاتا ہے، تب بھی قتل کی وجہ سے قصاص اس پر جاری ہوگا۔

البتہ وہ احکام شریعت جنھیں فقہ وافتاء کے متخصصین ہی جانتے ہیں، عام لوگوں کو اس کا علم نہیں ہوتا تو عوام کے لئے ایسے مسائل سے ناواقفیت عذر ہوگی نہ کہ خواص کے لئے۔

"الجهل لغة: هو الذهول عن الشيء وفي الاصطلاح الفقهي بالنسبة للإنسان: هو عدم العلم بالأحكام الشرعية بمختلف أنواعها كلها أو بعضها فمن جهل حكما شرعيا لأي سبب كان، هل يكون معذورًا في جهله، فلا يؤاخذ على تقصيره، أم أنه لا يكون معذورًا، وتطبق عليه الجزاء ات الدنيوية والأخروية؟ هذا ما أود بحثه الآن، وذلک في ضوء ما قرره علماء أصول الفقه من أن شرط التكليف أو المطالبة من المشرع بأمر من الأمور هو أن يعلم المكلف المخاطب طلب الله للفعل في الواقع، أو يتمكن من علمه ومعرفته بالسؤال والتعلم، ويفترض وجود قرينة على العلم بمجرد وجود الشخص في دار الإسلام، فمتى بلغ الإنسان عاقلا قادرا على أن يتعرف على الأحكام الشرعية بنفسه أو بسؤال أهل الذكر والعلم، صار عالما ونفذت عليه الأحكام، ولا يقبل منه العذر بجهلها، لذا قال الفقهاء: لا يقبل في دار الإسلام العذر بجهل الأحكام، غير أن هذه القاعدة ليست على عمومها كما سأبين.

والسبب في الاكتفاء بإمكان العلم بالحكم هو أنه لو شرط لصحة التكليف علم المكلف (أي البالغ العاقل) فعلا بما كلف به، ما استقام التكليف، ولجأ كثير من الناس إلى الاعتذار بجهل الأحكام، وهذا تعطيل للأحكام، لذا يقرر فقهاء القوانين الوضعية قيام قرينة على العلم بالقانون

بمجرد إصداره ونشره في الجريدة الرسمية وغيرها من الطرق القانونية۔

وبناء على هذه القاعدة المذكورة، فإن الأحكام الشرعية الأساسية المقررة في القرآن والسنة وإجماع الأمة لايجوز لمقيم في الديار الإسلامية أن يعتذر بجهلها، قال السيوطي الشافعي: (كل من جهل تحريم شيء مما يشترک فيه غالب الناس، لم يقبل، إلا أن يكون قريب عهد بالإسلام، أو نشأببادية بعيدة عن العلماء ويخفى فيها مثل ذلک، كتحريم الزنا والقتل والسرقة والخمر، والكلام في الصلاة، والأكل في الصوم، وقتل من شهد على غيره بارتكاب جريمة القتل فقتل، إذا رجع الشاهد عن شهادته، وقال مع الشاهد الآخر: تعمدنا الكذب ولم نعلم أنه (أي المشهود عليه) يقتل بشهادتنا، لأن ذلک لا يخفى على عوام الناس) وقال الحنابلة: (إذا زنا من نشأ في دار الإسلام بين المسلمين، وادعى الجهل بتحريم الزنا، لم يقبل قوله، لأن ظاهر الحال يكذبه، وإن كان الأصل عدم علمه بذلک۔

وأما الأحكام الشرعية التي لايعلمها إلا المختصون من العلماء فهذه يجوز للعوام أن يتعذروا بجهلها، ولا يسوغ ذلک للفقهاء۔'' (الفقہ الاسلامی ۹/ ۴۶۴-۴۶۵)۔

احناف کے یہاں ایک اصول جہل سے متعلق یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس کا اعتبار دفع فساد کے لئے ہوتا ہے، چنانچہ ایک شخص کی بڑی بیوی نے اس کی چھوٹی بیوی (جوکہ شیرخواری کی عمر میں تھی) کو دودھ پلا دیا تو حرام تو دونوں ہی بیویاں ہوجائیں گی، لیکن اگر بڑی بیوی اس بات سے واقف نہ تھی کہ اس کا یہ عمل اس کے شوہر کو دونوں بیویوں سے محروم کردے گا، اور اس کے نتیجے میں اس شیرخوار بیوی کا نصف مہر بھی شوہر پر خواہ مخواہ کسی انتفاع اور استمتاع کے بغیر واجب ہوگا تو اس آدھے مہر کی ذمہ دار نہ ہوگی، اسی طرح کسی شخص نے کلمہ کفر کہہ دیا اور اسے معلوم نہیں کہ یہ الفاظ کفریہ میں سے ہیں تو بعض فقہاء تو اسے کافر قرار دیتے ہیں لیکن بعضوں نے اسے معذور تسلیم کیا ہے اور کفر کا فتوی نہیں لگایا ہے، اور علامہ حمویؒ نے اس پر امام محمد کے ایک واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ ان کے زمانے میں ایک عورت سے کہا گیا کہ یہود ونصاری کو اللہ تعالی قیامت کے دن عذاب دیں گے، اس نے جواب دیا کہ اللہ ایسا نہیں کریں گے، اس لئے کہ وہ بھی تو اس کے بندے ہیں، امام محمد سے اس عورت کے بارے میں استفسار کیا گیا تو اس کی ناواقفیت کی وجہ سے کفر کا فتوی نہیں لگایا، بلکہ نصیحت فرمائی کہ اس عورت کو تعلیم دو (اشباہ مع غمز عیون البصائر ۴/ ۷۷-۳۰۶، بحوالۂ قاموس الفقہ: ۳/ ۱۶۷-۱۶۸)۔

۲- کیا ناواقفیت کی وجہ سے ضروریات کا انکار عذر ہے؟

سوال میں دو جزئیات پوچھے گئے ہیں، اول یہ کہ عقائد کے بارے میں جہالت کے عذر ہونے نہ ہونے کے باب

میں کیا اختلاف ہے،تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ عقائد کے بارے میں جہالت اس شخص کے حق میں عذر نہیں جو مسلمان دار الاسلام میں مسلمانوں کے درمیان رہتا ہے، ہاں اگر کوئی دار الاسلام سے بہت دور ایسے علاقہ میں رہتا ہے جہاں اردگرد مسلمان نہیں ہیں تو دعوی جہل مسموع ہوگا ''**أما أصول العقيدة وأركان الإسلام والمحرمات الظاهرة، فلا يقبل فى ذلك دعوى الجهل من أي أحد بين المسلمين .... لكن لو كان فى بعض البلاد البعيدة عن الإسلام أو فى مجاهيل افريقيا التى لا يوجد حولها مسلمون ، فقد يقبل منه دعوى الجهل، وإذا مات على ذلك يكون أمره إلى الله ، ويكون حكمه حكم أهل الفترة**''(مجموع فتاوی ومقالات الشیخ ابن باز:۳۶/۷)۔

اہل فترت کہا جاتا ہے ان لوگوں کو جن کو انبیاء کی دعوت نہ پہنچی ہو، پھر اہل فترت کے حکم کے سلسلے میں اختلاف ہے:

(۱) ناجی ہوں گے: بقول علامہ سیوطی اہل کلام اور اہل اصول میں سے اشاعرہ اور فقہاء میں سے شافعیہ کا موقف ہے:

(۲) جہنمی ہوں گے: بقول ابن قیم یہ متکلمین کی ایک جماعت، اہل تفسیر، حنابلہ کے دوقولوں میں سے ایک قول اور احناف کی ایک جماعت کا موقف ہے۔

(۳) توقف یعنی وہ تحت المشیت ہوں گے: یہ حمادین، ابن مبارک، ابن راہویہ سے منقول ہے، اور بقول ابن عبدالبر امام مالک کے صنیع کا مقتضی یہی ہے۔

(۴) قیامت کے میدان میں ان کا امتحان کیا جائے گا، جو کامیاب وہ جنت میں اور جو ناکام وہ جہنم میں جائے گا: علامہ اشعری نے یہ جمہور سلف سے نقل کیا ہے، اور محمد بن نصر مروزی، امام بیہقی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم، حافظ ابن کثیر وغیرہ کا رجحان یہی ہے۔

''**الفصل الخامس ، حكم أهل الفترة قال الآلوسى فى تفسره: أهل الفترة هم الأمم الكائنة بين أزمنة الرسل الذين لم يرسل إليهم الأول ولاأدركوا الثانى...... ثم صار يطلق عند كثير من العلماء على كل من لم تبلغهم الدعوة .... اختلف العلماء فى هذه المسألة على أقوال كثيرة، ومن أشهرها:**

الأول : أن من مات ولم تبلغه الدعوة مات ناجيا، قال السيوطى رحمه الله : وقد أطبقت ائمتنا الأشاعرة من أهل الكلام، والأصوليين والشافعية من الفقهاء على أن من مات ولم تبلغه ا لدعوة يموت ناجياً......

الثانی: أن من مات ولم تبلغه الدعوة فهو فی النار، قال الإمام ابن قیم رحمه الله: وهو قول جماعة من المتکلمین، وأهل التفسیر، وأحد الوجهین لأصحاب أحمد کما هو قول جماعة من أصحاب أبی حینفة۔

الثالث: الوقف فی أمرهم، وقد یعبر عنه بانهم تحت المشیة، وهو منقول عن الحمادین، وابن المبارک واسحاق بن راهویه، قال ابن عبد البر: وهو متقضی صنیع مالک............۔

الرابع: إنهم یمتحنون فی عرصات القیامة بنار یأمرهم الله سبحانه وتعالی بدخولها، فمن دخلها کانت علیه بردا وسلام، ومن لم یدخلها فقد عمی الله فهو من أهل النار، وهذا قول جمهور السلف، حکاه الأشعری عنهم، ومن قال به محمد بن نصر المروزی والبیهقی وشیخ الاسلام ابن تیمیه وتلمیذه ابن القیم وابن کثیر وغیرهم۔" (الموسوعة العقدیة، الکتاب الثامن: حقیقة الایمان عند اهل السنة والجماعة، الباب السادس، مسائل متفرقة، الفصل الخامس، حکم أهل الفترة)۔

اس سوال کا جزء ثانی یہ ہے کہ ضروریات دین اور قطعیات دین سے کیا مراد ہے؟ اور ان کے منکر کا کیا حکم ہے؟

تو اس کی وضاحت یہ ہے کہ مفتی شفیع صاحبؒ اپنی کتاب ''ایمان و کفر'' میں تحریر فرماتے ہیں: ثبوت کے اعتبار سے احکام اسلامیہ کی مختلف قسمیں ہیں، تمام اقسام کا اس بارے میں ایک حکم نہیں، کفر وارتداد صرف ان احکام کے انکار سے عائد نہیں ہوتا ہے جو قطعی الثبوت بھی ہوں، اور قطعی الدلالۃ بھی۔

قطعی الثبوت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا ثبوت قرآن مجید یا ایسی احادیث سے ہو، جن کے روایت کرنے والے آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر آج تک ہر زمانہ اور ہر قرن میں مختلف طبقات اور مختلف شہروں کے لوگ اس کثرت سے رہے ہوں کہ ان سب کا جھوٹی بات پر اتفاق کر لینا محال سمجھا جائے، اسی کو اصطلاح میں تواتر اور ایسی احادیث کو احادیث متواترہ کہتے ہیں۔

اور قطعی الدلالۃ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو عبارت قرآن مجید میں اس حکم کے متعلق واقع ہوئی ہے، یا حدیث متواتر سے ثابت ہوئی ہے، وہ اپنے مفہوم اور مراد کو صاف صاف کرتی ہو، اس میں کسی قسم کی الجھن یا ابہام نہ ہو کہ جس میں کسی کی تاویل چل سکے۔

پھر اس قسم کے احکام قطعیہ اگر مسلمانوں کے ہر طبقہ خاص وعام میں اس طرح مشہور ومعروف ہو جائے کہ ان کا حاصل کرنا کسی خاص اہتمام اور تعلیم وتعلم پر موقوف نہ رہے، بلکہ عام طور پر مسلمانوں کو وراثۃً وہ باتیں معلوم ہو جاتی ہوں، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ کا فرض ہونا، چوری، شراب خوری کا گناہ ہونا، آنحضرت ﷺ کا خاتم الانبیاء ہونا، وغیرہ تو ایسے

احکام قطعیہ کو ''ضروریات دین'' کے نام سے تعبیر کرتے ہیں، اور جو اس درجہ مشہور نہ ہوں وہ صرف ''قطعیات'' کہلاتے ہیں، ضروریات نہیں۔

اور ضروریات وقطعیات کے حکم میں یہ فرق ہے کہ ضروریات دین کا انکار باجماع امت مطلقاً کفر ہے، ناواقفیت و جہالت کو اس میں عذر نہ قرار دیا جائے گا، اور نہ کسی قسم کی تاویل سنی جائے گی۔

اور قطعیات محضہ جو شہرت میں اس درجہ کو نہیں پہنچیں، تو حنفیہ کے نزدیک اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کوئی عام آدمی بوجہ ناواقفیت وجہالت کے ان کا انکار کر بیٹھے تو ابھی اس کے کفر وارتداد کا حکم نہ کیا جائے گا، بلکہ پہلی اس کو تبلیغ کی جائے گی کہ یہ حکم اسلام کے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ احکام میں سے ہے، اس کا انکار کفر ہے، اسکے بعد بھی اگر وہ اپنے انکار پر قائم رہے، تب کفر کا حکم کیا جائے گا (ایمان اور کفر: از مفتی شفیع صاحب، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۷۱، ۷۳)۔

"وأما ما ثبت قطعاولم يبلغ حد الضرروة كاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت الصلبية بإجماع المسلمين، فظاهر كلام الحنفية الإكفار بجحده، بأنهم لم يشترطوا فى الإكفار سوى القطع فى الثبوت (الى قوله) ويجب حمل على ما إذا علم المنكر ثبوته قطعا'' (مسامرۃ: ۱۴۹)۔

۳- کیا ہندوستان جیسے ملک میں جہل عذر ہے:

احکام شریعت سے ناواقفیت کو عذر ماننے نہ ماننے کے سلسلے میں عام طور پر فقہاء نے دار الاسلام اور دار الحرب میں فرق کیا ہے کہ دار الاسلام میں جہل عذر نہیں ہے، جبکہ دار الحرب میں عذر ہے، ''**لايقبل فى دار الإسلام العذر بجهل الأحكام**'' (المستصفی: ۱/ ۵۵ - حاشیۃ البنانی علی شرح جمع الجوامع ۱/ ۵۴ - روضۃ الناظر: ۱/ ۱۴۶ - المدخل إلی مهذب أحمد لابن بدران: ۵۸)

اور اس فرق کی وجہ وہی ہے جو سوالنامہ میں مذکور ہے کہ دار الاسلام میں زمام اقتدار مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہونے کی وجہ سے اسلام عملی زندگی میں نافذ ہوتا ہے، وہاں کے نصاب ونظام تعلیم میں احکام اسلام کو اس طرح پیوست کردیا جاتا ہے کہ وہاں بسنے والا ہر مسلمان عموماً ضروری احکام شرع سے واقف ہو ہی جاتا ہے، یا پھر اس کے لئے واقفیت کے سارے امکانات میسر ہوتے ہیں، اس کے برخلاف دار الحرب کی صورت حال اس کے برعکس ہوتی ہے۔

لیکن فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ احکام شرعیہ سے جہل کے عذر ہونے کے سلسلے میں یہ کوئی عام قاعدہ نہیں، چنانچہ دکتور وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: ''**لذا قال الفقهاء'' : لا يقبل فى دار الاسلام العذر بجهل الأحكام غير أن هذه القاعدة ليست على عمومها**'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۹/ ۶۴۶۴)، بلکہ مسائل، اشخاص اور زمان ومکان کی نوعیت کے اعتبار سے حکم مختلف ہوگا۔

مسائل کے لحاظ سے، جیسے وہ مسائل جو دقیق ہوں اور ان کی معرفت مشکل ہو یا محض عقل سے انکا ادراک نہ ہوسکتا ہو، ان میں جہالت عذر ہے، چنانچہ علامہ سیوطی الاشباہ میں لکھتے ہیں: ''**کل مسئلة تدق ویغمض معرفتها هل یعذر فیه العامی؟ وجهان: أصحهما نعم**'' (الاشباہ والنظائر للسیوطی:۱۹۱)۔

اور امام شافعی سے منقول ہے: ''**لله أسماء وصفات لا یسع أحد ردها، ومن خالف بعد ثبوت الحجة علیه کفر، وأما قبل قیام الجمعة، فانه یعذر بالجهل، لأن علم ذلک لایدرک بالعقل ولا الرؤیة والفکر**'' (فتح الباری کتاب التوحید باب وکان عرشہ علی الماء:۱۳/۴۰۷)۔

اشخاص کے لحاظ سے، جیسے کوئی شخص اسی وقت اسلام میں داخل ہوا اور اسے حصول علم کا موقع میسر نہیں آیا، یا کوئی شخص اسلامی آبادی سے دور دراز علاقے میں رہتا ہے، جہاں اسلام اور احکام اسلام کا چرچا نہیں، تو احکام شریعت سے جہل اس کے حق میں عذر ہوگا، چنانچہ علامہ ابن قدامۃ المغنی میں فرماتے ہیں: ''**فإن کان ممن لا یعرف الوجوب کحدیث الإسلام والناشیء بغیر دا رالإسلام أو بادیة بعیدة عن الأمصار وأهل العلم لم یحکم بکفره**'' (المغنی لابن قدامۃ:۹/۱۱)۔

زمان ومکان کے لحاظ سے، مثلا جب اور جہاں اسلامی احکام کا شیوع نہ ہو، جہل وغفلت عام ہوجائے، اسلامی آثار ونقوش مٹ چکے ہوں، یا اب تک پہنچے ہی نہ ہوں، تو ایسے معاشرے وماحول میں جہل کا عذر معتبر ہوگا۔

چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں: ''**وکثیر من الناس قد ینشأ فی الأمکنة والأزمنة التی یندرس فیها کثیر من علوم النبوات حتی لا یبقی من یبلغ ما بعث الله به رسوله من الکتاب والحکمة، ولایکون هناک من یبلغه ذلک، ومثل هذا لایکفر**'' (مجموع الفتاوی:۱۱/۴۰۷)۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ احکام شرعیہ سے جہل کے عذر ہونے نہ ہونے کا مدار دار الاسلام اور دار الحرب پر نہیں، بلکہ مدار اس بات پر ہے کہ جہل سے احتراز اگر متعذر رہو اور حصول علم کے موقع میسر نہ ہوں تو جہل عذر ہوگا، ورنہ نہیں، یہی وجہ ہے کہ بعض مرتبہ دار الاسلام میں بھی جہل کو عذر شمار کیا گیا، چنانچہ علامہ حموی رقم طراز ہیں: ''**إن الجهل عذر فی الإسلام إذا کان دلیل الحرمة خفیا**'' (غمز عیون البصائر:۳/۳۰۸)۔

لہذا ہندوستان جیسے ممالک علی الاطلاق دار الاسلام کے زمرے میں شامل اور نہ علی الاطلاق دار الحرب کے حکم میں داخل اور نہ پورے ملک کا حکم یکساں ہوگا، بلکہ مندرجہ بالا معیار کے مطابق مختلف علاقوں کا، وہاں کے حالات کے اعتبار سے حکم مختلف ہوگا۔

۴-مس بالشہوۃ اور نظر بالشہوۃ سے حرمت مصاہرت کا ثبوت:

جواب: بظاہر راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ مسئلے میں جہل عذر نہیں، بلکہ مس بالشہوۃ اور نظر بالشہوۃ سے جہل کے باوجود حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی۔

اولاً تو اس لئے کہ فقہاء کی تصریح کے مطابق حرمت مصاہرت کے مسئلہ میں عامد، ناسی، مکرہ، مخطی اور نائم کا حکم یکساں ہے،''**ثم لافرق في ثبوت الحرمة بالمس من كونه عامدا أو ناميا أو مكرها أو مخطئا، كذا في فتح القدير أو نائما، هكذا في معراج الدراية**'' (الفتاوی الہندیہ ۱/۳۴۰)، حالانکہ خطا میں قصد نہیں ہوتا، اور سہو ونسیان میں غفلت ہوتی ہے، اس لئے آخرت کے اعتبار سے عفو ہیں، جبکہ جہل میں قصد اور تیقظ ہوتا ہے، لہذا جاہل کے حق میں بدرجۂ اولی حرمت مصاہرت ثابت ہوگی۔

ثانیاً اس لئے کہ نظر بالشہوۃ اور مس بالشہوۃ کی حرمت معروف ومشہور ہے، اور ایسے مسائل میں جہل عذر نہیں ہے، ہاں اس پر مرتب ہونے والے نتائج سے ناواقفیت ہوسکتی ہے، لیکن نتائج سے بے خبری اور ناواقفیت عذر نہیں، جیسے کوئی زنا اور خمر کی حرمت سے واقف ہے، لیکن اس پر مرتب ہونے والی حد سے ناواقف ہے، جب بھی اس پر حد جاری ہوگی، اس لئے کہ جب حرمت سے واقف ہے تو اس پر اس سے احتراز لازم ہے، چنانچہ علامہ سیوطي فرماتے ہیں:''**كل من علم تحريم شيء وجهل ما يترتب عليه لم يفده ذلک ، كمن علم تحريم الزناوالخمر وجهل وجوب الحد يحد بالاتفاق ، لأنه كان حقه الامتناع**'' (الاشباہ والنظائر للسیوطی:۲۰۱)۔

چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری اپنی تالیف ''حرمت مصاہرت'' میں تحریر فرماتے ہیں:''مس بالشہوۃ یا نظر الی الفرج بالشہوۃ'' سے حرمت مصاہرت کے ثبوت کے لئے ضروری نہیں ہے کہ یہ فعل بالقصد کیا جائے، بے خبری، جہالت یا بھول سے یہ حرکت ہوجائے تو بھی حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی، فی الدر المختار:

''**ولا يفترق فيما ذكر في اللمس والنظر بالشهوة بين عمد ونسيان وخطأ وإكراه**''

بعض حضرات کہہ دیتے ہیں کہ اس میں ہمارا کیا قصور؟ تو بات یہ ہے کہ حرمت مصاہرت کے ثبوت کا مدار کسی کے قصور پر نہیں ہے، آپ کا قصور کچھ بھی نہیں ہے، تاہم حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی، ثبوت حرمت کا مدار سبب پر ہے، جب سبب پایا گیا تو مسبب بھی پایا جائے گا، اگر کوئی شخص بھول سے یا جہالت سے یا بے خبری سے زہر کھالے تو کیا وہ مرے گا نہیں؟ آخر اس کا کیا قصور ہے جو مر گیا؟ وجہ صرف یہ ہے کہ زہر کھانا سبب موت ہے، قصور اور عدم قصور کو موت میں دخل نہیں ہے، سبب کے پائے جانے پر مسبب ضرور پایا جائے گا'' (حرمت مصاہرت ۶۶-۶۷)۔

۵- ناواقفیت کی وجہ سے تکرار طلاق:

جواب: مذکورہ بالا مسئلہ میں اگر صراحۃً تین بار طلاق کے الفاظ دہرائے، تو تین طلاق واقع ہوجائے گی، اور جہالت اور یہ سمجھنا کہ تین بار طلاق کے الفاظ دہرائے بغیر یا تین طلاق دئے بغیر طلاق واقع ہی نہیں ہوتی، عذر نہ ہوگا، اس لئے کہ جہالت و ناواقفیت کی صورت میں قصد اور تیقظ ہوتا ہے، تو جب تکلم بالطلاق کے وقت قصد موجود ہے تو اس پر مرتب ہونے والے اثر ونتیجہ سے ناواقفیت عذر نہیں ہوگی، ابھی سیوطی کی عبارت ذکر کی جاچکی: "**كل من علم تحريم شيء وجهل ما يترتب عليه لم يفده ذلك.**" (الاشباہ والنظائر للسیوطی: ۱/۲۰۱)۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: "ابن دقیق العید نے "احکام الأحکام" (۲/۱۲۷) میں اسی عذر جہل پر بہت مدلل ومفصل کلام کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ منصوصات ومأمورات میں جہالت کا عذر معتبر نہیں ہے اور تین طلاق کے بعد حرمت منصوص ہے، اور بغرض نکاح جدید "**حتى تنكح زوجا غيره**" (البقرۃ: ۲۳۰) حکم بھی منصوص ہے، پھر اس کا جہل کس طرح معتبر ہوگا؟ (منتخبات نظام الفتاوی: ۲/۱۷۱، کتاب الطلاق، ایفا پبلیکیشنز نئی دہلی)۔

رہی یہ بات کہ تین طلاق کو ایک مانا جاسکتا ہے یا نہیں؟ تو حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ نے اپنے ایک مفصل فتوی میں لکھا ہے: "شوہر نے اپنی بیوی سے یہ جملہ (تجھے تین طلاق) کہا تو اب اگر شوہر بحلف بھی بیان دے کہ اس جملہ سے میری نیت تین طلاق کی نہ تھی، بلکہ میری نیت صرف ایک طلاق کی تھی، میں تو یہ سمجھتا تھا کہ تین کا لفظ استعمال کئے بغیر طلاق واقع ہی نہیں، تو شوہر کا یہ بیان کسی صورت میں معتبر نہ ہوگا، بلکہ تین طلاق ہی کا حکم ہوگا، اور حرمت مغلظہ ہوگی، اور شوہر کے قول کی تصدیق کر کے محض ایک طلاق شمار نہ ہوگی" (منتخبات نظام الفتاوی: ۲/۱۷۱، ۱۷۲)۔

"**والطلاق يقع بعدد قرن به لابه أي متى قرن الطلاق بالعدد كان الوقوع بالعددبدليل ما أجمعوا عليه من أنه لو قال لغير المدخول بها: أنت طالق ثلاثاً طلقت ثلاثا، وقوله عند ذكر العدد "أي عند التصريح بالعدد فلايكفى قصده**" (ردالمحتار: ۴/۵۱۳-۵۱۴)۔

لیکن دیگر حضرات نے اس مسئلہ میں تفصیل کرتے ہوئے کل تین صورتیں بیان کی ہیں:

(الف) طلاق کے لفظ کا تکرار کیا اور دعوی ہے کہ ایک ہی طلاق کی نیت تھی، تو قسم کے ساتھ مفتی کے نزدیک اس کا دعوی مسموع ہوگا۔

(ب) طلاق کے لفظ کا تکرار کیا، لیکن کوئی نیت نہیں کی، اور عرف سے بھی کوئی معنی متعین نہیں تو دیانۃً ایک طلاق واقع ہوگی اور مفتی کو چاہئے کہ وہ دیانت پر فتوی دے۔

(ج) یہ سمجھ کر الفاظ کا تکرار کیا کہ تکرار کے بعد ہی طلاق واقع ہوتی ہے، تو یہ بھی بظاہر دوسری صورت کے حکم میں ہے۔

اور اس وقت معاشرے میں جو طلاق کے مسائل میں بے خبری عام ہے، جس کے نتیجے میں بہت سے لوگ حتی کہ بہت سے وکلاء سمجھتے ہیں کہ تین بار طلاق کے الفاظ دہرائے بغیر یا تین طلاق دئے بغیر طلاق واقع ہی نہیں، اور انہیں طلاق دینے کے احسن اور حسن طریقے کا علم نہیں ہوتا، خصوصاً ہندوستان کے موجودہ حالات میں، تو وقت کا تقاضہ ہے کہ لوگوں کو طلاق کے ضروری مسائل سے واقف کرانے میں سنجیدہ، منظم اور مربوط کوشش کی جائے، اور طلاق سے متعلق تفصیلات عام کی جائیں، کیونکہ اس کی تفصیلات کے نہ جاننے ہی کی وجہ سے اس وقت گھر کے گھر اجڑ رہے ہیں، اور بے شمار خرابیاں معاشرے میں پیدا ہو رہی ہیں۔

۶-جہل کی بابت مختلف مسالک کے موقف اور رجحانات کی وضاحت:

جواب: ائمہ اربعہ میں سے احناف وشوافع نے جہالت کے احکام پر بہ نسبت مالکیہ وحنابلہ کے زیادہ وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، ذیل کی سطروں میں اختصار کے ساتھ اس کو ذکر جاتا ہے:

حنفیہ کا موقف: حنفیہ میں سے اکثر حضرات نے جہل کی چار قسمیں کی ہیں (دیکھئے کشف الاسرار علی اصول البزدوی: ۴/ ۳۳۰ - التلویح علی التوضیح: ۲/ ۱۸۰ - الاشباہ والنظائر لابن نجیم: ۲/ ۱۳۶) لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں (منار الانوار: ۲۲)۔

(الف) وہ جہل جو آخرت میں انسان کے لئے عذر نہ بن سکے: عام طور پر چار صورتوں کو اس کے تحت شامل کیا گیا ہے:

(۱) کافر کا وحدانیت، رسالت اور آخرت سے جہل، اس لئے کہ دلائل کے واضح ہو جانے کے بعد انکار جحود اور مکابرہ ہے۔

(۲) توحید و رسالت کا اقرار ہو، لیکن صفاتِ باری تعالی یا آخرت وغیرہ کے بارے میں جہالت ہو مثلاً صفات باری کو حادث ماننا، عذاب قبر، میزان، پل صراط، حوض اور شفاعت وغیرہ کا انکار کرنا۔

(۳) باغی کی جہالت جو عادل امیر المسلمین کے خلاف ناحق بغاوت کرے، چنانچہ اگر وہ کسی کا مال تلف کر دے تو وہ ضامن ہوگا، تاہم اس کا جہل اوپر والوں سے کمتر ہے، اس لے کہ مبتدعین پر تو بعض سلف نے کفر کا فتوی لگایا ہے، لیکن محض بغاوت کا سببِ کفر نہ ہونا متفق علیہ ہے۔

(۴) مجتہد کا صریح کتاب اللہ یا سنت مشہورہ یا اجماع امت کے خلاف رائے قائم کرنا، یا کتاب وسنت مشہورہ کے خلاف کسی غریب اثر پر عمل کرنا، مثلاً قرآن کریم نے ذبیحہ کی حلت کے لئے تسمیہ کو ضروری قرار دیا ہے، لیکن بعض فقہاء نے متروک التسمیہ عامداً کو بھی حلال قرار دیا، یہ آیت کریمہ ''ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم الله علیه'' (الانعام:۱۲۱) کے خلاف ہے۔

(ب) وہ جہل جس کا سبب اشتباہ ہو: اس کی وجہ سے حکم کالعدم تو نہیں ہوتا، لیکن اس میں تخفیف پیدا ہوجاتی ہے، اس کی ایک صورت یہ ہے کہ موضع اجتہاد میں ہی اجتہاد ہو، لیکن نص کے محتمل ہونے کی وجہ سے درست نتیجہ تک رسائی نہ ہو، مثلاً روزہ دار پچھنا لگوائے اور پھر حدیث ''افطر الحاجم والمحجوم'' کی بناء پر اس گمان سے کہ میرا روزہ واقعی ٹوٹ چکا ہے، کھا پی لے، تو اس صورت میں صرف قضا واجب ہوگی، کفارہ واجب نہیں ہوگا، اس لئے کہ نص میں مختلف تاویلات کا احتمال ہے۔

اور اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ اجتہاد موضع اجتہاد میں نہ ہو، لیکن وہ موضع ایسا ہے جہاں واقعی شبہ کی گنجائش ہے، اگر اس کی وجہ سے خطا ہوجائے تو یہ جہل عذر شرعی بن سکتا ہے، مثلاً بیٹے نے اپنے باپ کی باندی سے یہ سمجھ کر وطی کر لی کہ یہ میرے لئے حلال ہے تو حد جاری نہیں ہوگی، اس لئے کہ مشترک انتفاع کی وجہ سے اشتباہ کی گنجائش موجود ہے۔

(ج) وہ جہل جو انسان کے لئے عذر ہے: مثلاً کسی شخص نے غیر اسلامی ملک میں اسلام قبول کرلیا، اور کسی عذر شرعی کی بناء پر ہجرت نہ کرسکا، جس کی وجہ سے وہ احکام شرعیہ سے ناواقف رہا، تو ایسا شخص جب تک ناواقف ہونے کی وجہ سے عبادات کو انجام نہ دے تو معذور سمجھا جائے گا، اور اس کی قضا واجب نہ ہوگی۔

شافعیہ کا موقف:

علامہ سیوطی ''الاشباہ والنظائر'' میں لکھتے ہیں کہ جہل آخرت میں مطلقاً مسقط اثم ہے، جہل کی وجہ سے آخرت میں ہونے والا گناہ معاف ہوجاتا ہے، البتہ دنیوی حکم کے لحاظ سے تفصیل ہے:

(۱): اگر کسی مامور بہ کے ترک میں جہالت واقع ہو، تو یہ عذر نہیں، لہذا وہ مامور ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا، بلکہ اس کا تدارک واجب ہوگا اور عدم امتثال کی وجہ سے ثواب کا ترتب نہیں ہوگا، مثلاً نماز روزہ، حج زکوۃ، کفارہ اور نذر وغیرہ کو جہالت کی وجہ سے ادا نہیں کیا تو یہ عذر نہیں، بلکہ بالاتفاق قضا کے ذریعہ تدارک واجب ہوگا۔

(۲) منہیات کے ارتکاب میں جہالت واقع ہو، تو اس کی تین صورتیں ہیں:

(الف) منہی عنہ کے ارتکاب کی وجہ سے اگر کسی کا حق تلف نہ ہو، تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا، مثلاً جہالت میں خمر کا استعمال کرلیا تو نہ حد ہے اور نہ تعزیر۔

(ب) منہی عنہ کے ارتکاب سے حق تلفی ہو، تو ضمان ساقط نہیں ہوگا مثلاً غاصب نے مغصوب کھانا کسی کے سامنے بطور ضیافت پیش کیا اور اس نے ناواقفیت میں کھا لیا تو اس کھانے والے ہی پر اس کا تاوان ہوگا اور غاصب بری الذمہ ہوجائے گا۔

(ج) اگر منہی عنہ شرعاً عقوبت وسزا کا موجب ہو تو جہالت شبہ پیدا کرے گی اور اس پر وہ سزا جاری نہیں ہوگی، مثلاً کسی عورت سے وطی بالشبہہ کر لی تو حد زنا جاری نہ ہوگی، بلکہ عورت کا صرف مہر مثل واجب ہوگا۔

حاصل یہ کہ شافعیہ کے نزدیک جہالت مامورات اور اتلافات میں عذر شمار نہیں ہوگی، البتہ بعض منہیات اور بعض عقوبات میں عذر شمار ہوگی (الاشباہ والنظائر للسیوطی: ۱۶۶-۱۷۴، الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۴۶۶/۹-۴۶۷، قاموس الفقہ: ۱۶۸/۳)۔

مالکیہ کا موقف:

علامہ قرافی مالکیؒ نے ''الفروق'' میں جہالت اور نسیان کے اندر فرق بیان کیا ہے، اور جہالت کے عذر ہونے، نہ ہونے کے سلسلے میں یہ ضابطہ بیان کیا ہے کہ معفو عنہ وہ جہالت ہے جس سے احتراز عادۃً متعذر ہو، (مثلاً کسی نے پاک سمجھ کر ناپاک کھانا کھالیا، یا کفار کی صف میں کسی مسلمان کو حربی سمجھ کر قتل کر دیا، یا حاکم نے جھوٹے گواہوں کی گواہی کی بنیاد پر فیصلہ صادر کر دیا، جبکہ وہ اس کی تحقیق میں سچے ثابت ہوئے، ان تمام صورتوں میں جہالت عذر ہے) اور وہ جہالت جس سے احتراز متعذر نہ ہو اور نہ ہی اس میں مشقت ہو، وہ معفو عنہ نہیں ہے (الفروق: ۱۴۹/۲، الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۴۶۸/۹-۴۶۹)۔

حنابلہ کا موقف:

حنابلہ کے مذہب کی تفصیل نہیں مل سکی، دکتور وہبہ زحیلی نے بھی شافعیہ، مالکیہ اور حنفیہ کے موقف کی توضاحت کی، لیکن حنابلہ کے موقف سے تعرض نہیں کیا، تاہم فقہاء حنابلہ کی مختلف عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جہالت کو عذر تسلیم کرنے میں نسبۃً توسع ہے، اور شافعیہ کے مثل وہ جہل کو نسیان کی ساتھ لاحق کرتے ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ المغنی میں تحریر فرماتے ہیں: ''**وما عذر فيه بالجهل عذر فيه بالنسيان**'' (المغنی لابن قدامۃ: ۳۶/۲)۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: ''**فإن المجهول كالمعدوم يسقط التكليف به**'' (مجموع الفتاوی: ۳۲۷/۳۰)۔

اور علامہ ابن قیم رقم طراز ہیں: ''**إن الشريعة تعذر الجاهل كما تعذر الناس أو أعظم**'' (إعلام الموقعین عن رب العالمین: ۴۰۷/۱)۔

جہل کی بنیاد پر حکم میں تبدیلی اور فقہاء کا موقف

مولانا قاضی محمد ریاض ارمان القاسمی☆

جہل کے لغوی معنی:

جہل کے معنی فرہنگ آصفیہ اور نور اللغات میں کچھ اس طرح بیان کیا ہے کہ: جہل بروزن سھل صحیح بالکسر غلط ہے معنی، نادانی، ناواقفیت، جہالت، اناڑی پن، لاعلمی، بیوقوفی، جاہلانہ ہٹ، اجھڑ پن، نزاع لفظی، تکرار ؎

ہوجاتے ہیں دانستہ صغائر بھی کیا پر　　　اس علم سے تو جہل مسائل بہت اچھا (رشک)

جہل علم کی ضد ہے اور یہ باب سمع سے مستعمل ہے ''**جهل الشئی وبه جهلا**'': ناواقف ہونا، لاعلم ہونا اور اسی طرح ''**جهل الرجل جهلا**'': جاہل ہونا، ان پڑھ ہونا اور ''**جهل الحق جهلا**'': ''حق کو نہ پہچاننا، پامال کرنا (القاموس الوحید جلد ۱/ ۲۹۳)۔

جہل کی اصطلاحی تعریف:

جہل کی علامہ جرجانیؒ نے ان الفاظ میں تعریف کی ہے کہ: کسی شئی کا اس کے برخلاف اعتقاد رکھنا، اس پر لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ کبھی جس چیز سے جہالت ہوتی ہو وہ معدوم ہوتی ہے تو وہ شئی نہ ہوئی تو اس کا جواب دیا کہ وہ شئی فی الذھن ہے، خواہ حقیقت میں شئی نہ ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے ''**الجهل :هو اعتقاد الشئی علی خلاف ما هو علیه ،واعترضوا علیه، بأن الجهل قد یکون بالمعدوم ،وهو لیس بشئی والجواب عنه انه شئی فی الذهن**'' (کتاب التعریفات ص/ ۸۲)۔

قواعد الفقہ میں جہل کی تعریف بعینہ علامہ جرجانی والی نقل کی ہے: ''**الجهل وهو اعتقاد الشئی علی خلاف ما هو**'' (قواعد الفقہ ص/ ۲۵۶)۔

جہل کی مختلف تعریف کی گئی ہے تاہم اس کی سب سے صحیح تعریف وہ ہے جو ابن ہمام اور ابن نجیم وغیرہ نے کی ہے

☆ قاضی شریعت دار القضاء، یمنا نگر ہریانہ۔

کہ علم کی صلاحیت کے باوجود علم سے محروم ہونا جہل ہے:

"**وأما الجهل فحقيقته ،عدم العلم عما من شأنه العلم**" (الاشباہ والنظائر جلد ۲/ ۲۹۸، احکام الناسی) اسی وجہ سے دیوار اور پتھر کو جاہل نہیں کہا جاسکتا کہ اس میں علم کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔

اگر آدمی کو اپنے جہل کا احساس بھی ہو تو یہ جہل بسیط ہے اور اگر جہل کے باوجود اس کو اپنے بارے میں علم کا خیال پیدا ہوجائے تو اس دوگانہ جہالت کا نام اہل فن کی زبان میں جہل مرکب ہے: "**فإن قارن اعتقاد النقيض فهو مركب ، وهو المراد بالشعور بالشئى على خلاف ما هو به، وإلا فبسيط،وهو المراد بعدم الشعور**" (ایضا)۔

جہل کے سلسلہ میں بنیادی اصول:

جہل و ناواقفیت اصلا ان امور میں سے ہے جس کو شریعت عذر تصور کرتی ہے اور اکثر اوقات اس کی وجہ سے حکم میں تخفیف پیدا ہوتی ہے، اسی لیے فقہاء احناف نے عموما عوارض اہلیت کے ذیل میں اس کا ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں:

"**المجهول في الشريعة كالمعدوم والمعجوز عنه**" شریعت میں مجہول کسی چیز کے غیر موجود اور اس سے معذور ہونے کے حکم میں ہے۔

ابن رجب حنبلی نے اسی کو محتاط انداز میں یوں کہا ہے:

"**ينزل المجهولة منزلة المعدوم، وإن كان الاصل بقائه إذا يئس من الوقوف عليه أو شق اعتباره**"۔

کسی چیز سے ناواقفیت اس کو معدوم کے درجہ میں کر دیتی ہے، اگر اس کی واقفیت سے مایوسی ہوگئی ہو، یا اس کا اعتبار کرنے میں مشقت ہو، گو اصل اس کا باقی رہنا ہے۔

جہل کے متعلق اصول (جہل کا اعتبار دفع فساد کے لیے):

احناف کے یہاں ایک اصول "جہل" کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کا اعتبار "دفع فساد" کے لیے ہوتا ہے، چنانچہ ایک شخص کی بڑی بیوی نے اس کی چھوٹی بیوی (جو شیر خواری کی عمر میں تھی) کو دودھ پلا دیا تو حرام تو دونوں ہی بیویاں ہوجائیں گی، لیکن اگر بڑی بیوی کو اس بات سے واقفیت نہ تھی کہ اس کا یہ عمل اس کے شوہر کو دونوں بیویوں سے محروم کر دے گا اور اس کے نتیجہ میں اس شیر خوار بیوی کا نصف مہر بھی شوہر پر خواہ مخواہ کسی انتفاع اور استمتاع کے بغیر واجب ہوگا، تو وہ اس آدھے مہر کی ذمہ دار نہ ہوگی۔

اسی طرح کسی شخص نے کلمہ کفر کہہ دیا اور اسے معلوم نہیں کہ یہ الفاظ کفر میں سے ہے، تو بعض فقہاء تو اسے کافر قرار دیتے ہیں، لیکن بعضوں نے اسے معذور تسلیم کیا ہے اور کفر کا فتویٰ نہیں لگایا ہے اور حموی نے اس پر خود امام محمدؒ کے ایک واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ ان کے زمانہ میں ایک عورت سے کہا گیا کہ یہود و نصاریٰ کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عذاب دیں گے، اس نے جواب دیا، اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کریں گے، اس لئے کہ وہ بھی تو اسی کے بندے ہیں، امام محمدؒ سے اس عورت کے بارے میں استفسار کیا گیا تو اس کی ناواقفیت کی وجہ سے کفر کا فتویٰ نہیں لگایا، بلکہ نصیحت فرمائی کہ اس عورت کو تعلیم دو۔

جہل کے معتبر ہونے کے لئے دو بنیادی اصول:

''جہل'' کے بحیثیت عذر قابل قبول ہونے کے لئے بعض قواعد بھی مقرر کئے گئے ہیں:

(۱) ایسی چیزیں جن کی حرمت سے عام طور لوگ واقف ہوتے ہیں، اگر کوئی شخص اس سے ناواقفیت اور جہل کا عذر کرے تو اسی وقت معتبر ہوگا جب کہ وہ نومسلم ہو یا ایسے دور دراز دیہات اور صحراء کا باشندہ ہو کہ وہاں تک علم کی روشنی نہ پہونچی ہو، زنا قتل، چوری، شراب، نماز میں گفتگو اور روزہ میں کھانا وغیرہ کا شمار اسی قسم کے احکام میں ہے۔

(۲) کسی فعل کی حرمت سے آگاہ ہو، مگر اس پر جو احکام مرتب ہوتے ہیں، ان سے ناواقف ہو تو یہ ناواقفیت اس کے لئے چنداں مفید نہ ہوگی، مثلاً شراب و زنا کی حرمت سے واقف ہو، لیکن ان کی سزا سے ناواقف ہو تو اس پر ان جرائم کے ارتکاب کی صورت میں شرعی سزا (حد) نافذ کی جائے گی، قتل کی حرمت سے واقف ہو، مگر یہ معلوم نہ ہو کہ قاتل بطور قصاص قتل کر دیا جاتا ہے، تب بھی قتل کی وجہ سے قصاص اس پر جاری ہوگا، یہ جانتا ہو کہ حالت احرام میں خوشبو کا استعمال ممنوع ہے، مگر یہ معلوم نہ ہو کہ اس پر فدیہ بھی واجب ہوتا ہے، تب بھی خوشبو لگانے پر فدیہ واجب ہوگا (القاموس الفقہ)۔

جہل قلیل اور جہل کثیر کے معتبر ہونے کے لیے اصول:

ابن ابی لیلی کے نزدیک اگر جہل قلیل ہو تو وہ فساد میں اثر انداز نہیں ہوگا اور جہل کثیر ہو تو وہ اثر انداز ہوگا اور ہمارے علماء کے نزدیک قلت جہالت اور کثرت جہالت کا اثر فساد میں نہیں ہوگا جیسے کسی شخص نے ہر عیب سے برأت کی شرط پر کوئی چیز بیچی تو یہ بیع ہمارے نزدیک جائز ہوگی اور ابن ابی لیلی کے نزدیک یہ بیع جائز نہ ہوگی جب تک متعین طور پر عیب کو بیان نہ کر دے ''**الأصل عند أبی لیلیٰ أن الجهالة إذا قلت: لاتوثر فی الفساد، وإن كثرت توجب وعندعلمائنا أن ما لا تقع المنازعة فيه إلى القاضی فلا أثر لقلة الجهالة ولا لكثرتها فی فساده**'' (قواعد الفقہ اصل ۷۴/ ص ۴۱)۔

معقود علیہ کی جہالت:

معقود علیہ کی جہالت عقد کو فاسد کر دیتی ہے'' **قاعده: جهالة المعقود عليه تفسد العقد**'' (قواعد الفقہ ص/ ۷۵)۔

اسی طرح عقود میں جہالت کے ساتھ تعیین صحیح نہیں ہوگا "**لا تصح التسمية فی شئی من العقود مع جهالة**" (قواعد الفقہ ص/۱۰۵)۔

جہالت صفت کے اندر ہو تو تعیین درست ہوگی جن صورتوں میں توسع پر احکام کی بنیاد ہو "**لا تمنع الجهالة فی الصفة صحة التسمية فيما بنی أمره علی التوسع كالنكاح**" (قواعد الفقہ ص/۱۰۵)۔

مجہول کی وصیت درست نہیں ہے "**قاعده: الوصية للمجهول لا تصح**" (قواعد الفقہ ص/۱۳۷)۔

عقائد کے باب میں جہالت کا اعتبار:

کفریہ یا شرکیہ عمل کرنے والا شخص غیر مسلم ہو چاہے وہ کسی دین کا قائل ہو یا لا دین اور ملحد شخص ہو تو وہ شخص کافر ہے چاہے وہ علم رکھتا ہو یا جاہل ہو یا تاویل کرتا ہو اس پر اسلام کے احکام دنیا میں نافذ نہیں ہوں گے اور وہ خود بھی اپنے کو مسلمان نہیں کہتا ہے لہذا اس کے ساتھ کافر والا معاملہ کیا جائے گا۔

البتہ آخرت میں یہ ہوگا کہ: اگر وہ جاہل ہے اور اسے اسلام کی دعوت بالکل نہیں پہنچی ہے اور اس پر حجت قائم نہ ہو سکتی ہو تو اس کا امتحان ہوگا اگر کامیاب ہوا تو جنتی ورنہ جہنمی ہوگا۔

اگر وہ مسلمان ہو اور اسلام کا دعویدار ہو اور جہالت کی وجہ سے ایسے کلمات کہہ دے جو کفر کا سبب ہیں لیکن عدم علم کی وجہ سے اس کو کافر نہیں کہا جائے گا۔

عقائد میں جہالت کے عذر ہونے یا نہ ہونے میں متکلمین اور فقہاء کا موقف:

عقائد کے باب میں جہالت کے عذر تسلیم کیے جانے اور نہ کیے جانے کے سلسلہ میں متکلمین اور فقہاء کا موقف یہ ہے کہ ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرے اور وہ اسلامی معاشرہ سے دور رہتا ہو یا اس تک اس کی دعوت نہ پہنچی ہو اور وہ ضروریات دین کا انکار بھی کر دے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور اگر ایسے مقام پر ہو جہاں ضروریات دین کا حاصل کرنا ممکن ہو یا وارثت میں یہ چیزیں معلوم ہو جاتی ہوں تو پھر اس میں جہل کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور اگر ضروریات دین سے کم میں جہل ہو تو اس کا اعتبار ہوگا اور اس کو دعوت دی جائے گی اگر مان جائے تو ٹھیک ورنہ کفر کا حکم لگے گا "**وقيد العلم ليخرج عنه المحرمات الصادرة عمن لم تبلغه دعوة نبی أو عمن هو قريب العهد بالإسلام**" (شرح المواقف، الرصد السادس، فی الحسن والقبح جلد ۸/ ۲۰۵ بحوالہ اصول تکفیر، پہلا مانع جہل ص/ ۱۸۸ تا ۱۹۰)۔

ضروریات دین اور قطعیات دین سے مراد:

ضروریات دین ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کا حضرت رسول مقبول ﷺ کے دین سے ہونا قطعی اور یقینی ہو اور حد

تواتر وشہرت عام تک پہونچ چکا ہو،حتی کہ عوام بھی جانتے ہوں کہ یہ چیزیں نبی اکرم ﷺ کے دین سے ہیں جیسے توحید ،رسالت ،ختم نبوت ،حیات بعد الموت ،سزا وجزاء اعمال ،نماز ،زکوۃ کی فرضیت ،شراب اور سود کی حرمت "والمراد "بالضروريات "على ما اشتهر فى الكتب :ما علم كونه من دين محمد ﷺبالضرورة ،بأن تواتر عنه واستفاض ،وعلمته العامة ،كالوحدانيةوالنبوة ،وختمها بخاتم الأنبياء،و انقطاعها بعده ،وهذامما شهد الله به فى كتابه ،وشهدت به الكتب السابقة ،وشهد به نبينا ﷺ،وشهد به الأموات أيضا، كزيد بن خارجة الذى تكلم بعد الموت ...وكالبعث والجزاء ،وجوب الصلاة والزكاة ،وحرمة الخمر ونحوها "(اکفار الملحدین ص/ ۲/ ۱۳انورشاہ صاحب الکشمیریؒ)۔

"(وركنها إجراء كلمة الكفر على اللسان بعد الإيمان)وهو تصديق محمد ﷺ فى جميع ما جاء به عن الله تعالىٰ مما علم مجيئه ضرورة قال فى رد المحتار"وإذعانه لما علم بالضرورة أنه من دين محمد ﷺ ،بحيث تعلمه العامة من غير افتقاره إلى نظر و استدلال كالوحدانية ،والنبوة ، والبعث،والجزاء ووجوب الصلوة ،والزكوة ،وحرمة الخمر ،ونحوها "(ردالمحتار جلد ۴/ ۲۲۱،باب المرتد)۔

اس سلسلہ میں حضرت مفتی شفیعؒ کی وضاحت ملاحظہ ہو:قطعی الدلالۃ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جوعبارت قرآن مجید میں اس حکم کے متعلق واقع ہوئی ہے یا حدیث متواترہ سے ثابت ہوئی ہے وہ اپنے مفہوم مراد کو صاف صاف ظاہر کرتی ہو اس میں کسی قسم کی الجھن نہ ہو کہ جس میں کسی قسم کی تاویل چل سکے۔

پھر اس قسم کے احکام قطعیہ اگر مسلمانوں کے ہر طبقہ خاص وعام میں اس طرح مشہور ومعروف ہوجائیں کہ ان کا حاصل کرنا کسی خاص اہتمام اور تعلیم وتعلم پر موقوف نہ رہے بلکہ عام طور پر مسلمانوں کو وراثۃً وہ باتیں معلوم ہوجاتی ہوں، جیسے نماز ،روزہ، حج، زکوٰۃ کا فرض ہونا ، چوری، شراب خوری کا گناہ ہونا ،آں حضرت ﷺ کا خاتم الانبیا ہونا وغیرہ تو ایسے احکام قطعیہ کو ضروریات دین کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور جو اس درجہ مشہور نہ ہوں وہ صرف قطعیات کہلاتے ہیں ضروریات نہیں (جواہر الفقہ جلد ۱/ ۲۷،تکفیر کے اصول)۔

کلمہ گو ناواقف کا ضروریات دین وقطعیات دین کا انکار کرنا:

اگر کوئی کلمہ گو شخص ناواقفیت کی وجہ سے ضروریات دین یا قطعیات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ ضروریات کا انکار باجماع امت مطلقا کفر ہے ناواقفیت وجہالت کو اس میں عذر نہ قرار دیا جائے گا اور نہ کسی قسم کی تاویل سنی جائے گی۔

اور قطعیات محضہ جو شہرت میں اس درجہ کو نہیں پہنچتے تو حنفیہ کے نزدیک اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کوئی عامی آدمی

بوجہ ناواقفیت وجہالت کے ان کا انکار کر بیٹھے تو ابھی اس کے کفر وارتداد کا حکم نہ کیا جائے گا بلکہ پہلے اس کو تبلیغ کی جائے گی کہ یہ حکم اسلام کے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت احکام میں سے ہے اس کا انکار کفر ہے، اس کے بعد بھی اگر وہ اپنے انکار پر قائم رہے تب کفر کا حکم کیا جائے گا۔

”وأما ما ثبت قطعا ولم يبلغ حد الضرورة كاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت الصلبية بإجماع المسلمين فظاهر كلام الحنفية الإكفار جحده بانهم لم يشترطوا في الإكفار سوى القطع في الثبوت (الى قوله) ويجب حمله على ما إذا علم المنكر ثبوته قطعا“ (مسامرہ ص/۱۴۹، بحوالہ جواہر الفقہ، تکفیر کے اصول جلد ۱/ ۲۷ تا ۲۸)۔

ضروریات دین وقطعیات دین کا منکر کلمہ گو ناواقف کے ساتھ مسلمانوں کا رویہ:

ضروریات دین کے منکر کی تکفیر کی جائے گی اور اس کی جہالت کو عذر نہیں سمجھا جائے گا البتہ قطعیات دین کے منکر کو تبلیغ کی جائے گی اگر وہ اپنے دعوی سے لوٹ جائے تو مومن سمجھا جائے گا اگر اپنے دعوی انکار پر ثابت رہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور انکار کے بعد جہالت کے کوئی معنی باقی نہیں رہ جاتے ہیں، جیسا کہ مفتی صاحب نے وضاحت کی ہے۔

ہندوستان کے مسلمانوں پر جہل کے اثرات کا حکم:

ہندوستان کا حکم جہل کے احکام کے سلسلہ میں دارالامن اور دارالمعاہدہ کا ہے حکم شرع سے ناواقفیت عذر شمار نہیں ہوگا کیونکہ مسلمان یہاں صدیوں سے بہت بڑی تعداد میں آباد ہیں اور یہاں مسلمان حکمراں بڑی تعداد میں گذرے ہیں ابھی ایک دوصدی سے صورت حال بدلی ہے اور پھر اپنی مذہبی شناخت کو برقرار رکھنے اور مذہب کے علم کو حاصل کرنے کی پوری آزادی ہے اسی طرح سے نسل بعد نسل مسلمان یہاں اپنی مذہبی پہچان کے ساتھ رہ رہے ہیں، اس لیے ہندوستان اور اس جیسے ممالک کو جہل کے حوالہ سے دارالاسلام کے زمرہ میں شمار کیا جائے گا، رہی بات دینی تعلیمی ادارے کی تو جن علاقوں میں دینی تعلیمی ادارے نہیں ہیں آج انفارمیشن ٹکنالوجی کے دور میں جہالت کے کوئی معنی نہیں رہ جاتے ہیں اگر کوئی کچھ حاصل نہ کرنا چاہے اور وہ مذہب بیزار ہو تو الگ بات ہے، لیکن ہندوستان کی عمومی حالت بندہ کے نزدیک دارالاسلام کی ہوگی۔

حرمت مصاہرت، مس بالشھوۃ، نظر بالشھوۃ سے جہل کا حکم:

جو لوگ بالکل بھی احکام مصاہرت کو نہیں جانتے ہیں البتہ زنا کی حرمت کو جانتے ہیں تو اس صورت میں زنا کرنے سے حرمت مصاہرت کا حکم لگے گا اور اسی طرح حنفیہ کے یہاں مس بالشھوۃ اور نظر بالشھوۃ سے بھی حرمت مصاہرت کا حکم ثابت ہوگا کیونکہ بدنظری کے گناہ ہونے کو ہر کوئی جانتا ہے اور نظر بالشھوۃ میں انتہائی درجہ کی بے حیائی کی بات ہے کے آدمی

محرمات کی شرمگاہ کے داخلی حصہ کو دیکھے، لہذا جہالت عذر شمار نہیں ہوگا اسی طرح منکوحۃ الغیر سے استمتاع کی برائی کو ہر کوئی محسوس کرتا اور جانتا ہے، لہذا استمتاع کی حرمت سے واقفیت کی وجہ سے حرمت مصاہرت کا حکم لگے گا اور جہالت کو عذر تسلیم نہیں کیا جائیگا، کیونکہ عملی احکام کو عذر جب تسلیم کیا جاتا ہے جب آدمی اس کی حرمت سے واقف نہ ہو یہاں کسی نہ کسی طرح آدمی حرمت سے واقف ہے، لہذا اس کے اوپر مرتب ہونے والے اثرات سے اس کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا جائے گا اس لیے کہ حرمت کے علم کے بعد اس کے اثرات سے جاہل ہونے سے احکام پر فرق نہیں پڑتا ہے۔

ہندوستان میں طلاق کے مسائل سے بے خبری کا اعتبار:

جب یہ بات ثابت شدہ ہے کہ بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں تو اب اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ خواہ طلاق جان بوجھ کر دی گئی ہو یا جہالت کی بناء پر اور انجانے میں، وہ ہر حال میں واقع ہو جاتی ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ: ایک شخص حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آیا اور کہا کہ اس نے کل رات اپنی بیوی کو ایک سو طلاقیں دے دی ہیں آپ نے پوچھا کیا بیک وقت؟ اس نے کہا ہاں آپ نے پوچھا کیا تم چاہتے ہو کہ وہ تم سے جدا ہو جائے؟ اس نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا کہ یہ بات ایسے ہی ہوگی، جیسے تم نے کہا ہے، یعنی اب وہ جدا ہو چکی ہے، پھر آپ نے فرمایا دیکھو اللہ نے طلاق کا معاملہ کھول کر بیان کر دیا ہے، تو اب جس نے اللہ کے حکم کے مطابق دی تو یہ صورت اللہ نے واضح کر دی ہے، مگر جو اس معاملہ میں گڑبڑ کرے گا ہم کسی مشکل میں پڑ جائیں گے (مصنف ابن عبدالرزاق)۔

محدث بیہقی نے سلمہ ابن جعفر سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے جعفر بن محمد سے کہا کہ لوگ اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ جس نے جہالت کی بنا پر تین طلاق دے دیں تو انہیں سنت کی طرف لوٹایا جائے گا اور انہیں ایک قرار دیا جائے گا، اور وہ اس کی روایت آپ سے کرتے ہیں: تو انہوں نے فرمایا معاذ اللہ! یہ ہمارا قول نہیں ہے (بلکہ ہمارا قول یہ ہے) جس نے تین طلاق دے دی تو یہ بات اسی طرح ہوگی جس طرح اس نے کہا ہے، نیز بیہقی نے ایک اور روایت جعفر بن محمدؒ ہی سے بیان کی ہے، جسکے مطابق انہوں نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق خواہ جہالت کی بنا پر دے یا جان بوجھ کر دے وہ اس سے بری ہوگئی (اسلام کا قانون طلاق قرآن وحدیث کی روشنی میں ص ر ۶۷ تا ۶۸)۔

طلاق دینے والا طلاق کے الفاظ کے معنی کو بالکل نہ جانتا ہو تو امام احمدؒ کے یہاں طلاق واقع نہ ہوگی حنابلہ اس کو طلاق مکرہ پر قیاس کرتے ہیں، البتہ ہمارے یہاں مکرہ کی طلاق واقع ہو جاتی ہے، لہذا ہندوستان میں عدم واقفیت کو طلاق کی صورت میں عذر تسلیم نہیں کیا جائے گا، کیونکہ یہ طلاق کے معنی کو جانتے ہیں البتہ وہ صرف یہ نہیں جانتے کہ تین سے کم میں بھی طلاق ہو جاتی ہے۔

طلاق کے معنی سے ناواقف کی طلاق:

”**لا يقع طلاق من يجهل معنى اللفظ الدال على الطلاق قال فى المغنى :إن قال الأعجمى لامراته: أنت طالق ولا يفهم معناه لم تطلق ،لأنه ليس بمختار للطلاق فلم يقع طلاقه كالمكره**“ (المغنی لابن قدامہ مقدسی جلد ۷/ ۱۳۵)۔

جہل کی بنیاد پر حکم میں تبدیلی اور فقہی مسالک کا موقف:

احناف اور شوافع نے جہل کے احکام پر زیادہ وضاحت سے روشنی ڈالی ہے، ذیل میں اختصار کے ساتھ اس پر گفتگو کی جاتی ہے۔

احناف کے نزدیک جہل کے احکام:

احناف نے جہل کی چار قسمیں کی ہیں: جہل باطل، موقع اجتہاد میں جہل، دار الحرب میں جہل، حق شفعہ وغیرہ میں جہل۔

جہل باطل:

جہل باطل ایسا جہل ہے جو آخرت میں انسان کے لیے عذر نہ بن سکے، عام طور پر چار صورتوں کو اس زمرہ میں رکھا گیا ہے:

(۱) کافر کا توحید، رسالت، آخرت اور اللہ تعالیٰ کی صفات سے جہل۔

(۲) توحید ورسالت وغیرہ کا اقرار ہو، لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات یا آخرت وغیرہ کی بابت مبتدعانہ عقیدہ رکھتا ہو، مثلا وہ لوگ جو خدا کی صفات کو بالکل مخلوق کی طرح فانی تصور کرتے ہوں یا عذاب قبر، میزان و پل صراط، اور حوض وشفاعت کے منکر ہوں۔

(۳) باغی کا جہل، جو عادل امیر المسلمین کے خلاف ناواجبی بغاوت کرے، چنانچہ اگر وہ کسی کا مال تلف کر دے تو ضامن ہوگا، تاہم ان کا جہل پہلے طبقہ سے کمتر متصور ہوگا، کیونکہ مبتدعین پر تو بعض سلف نے کفر کا فتوی لگایا ہے، لیکن محض بغاوت کے باعث کفر نہ ہونے پر اتفاق ہے۔

(۴) مجتہد کا صریحا کتاب اللہ، سنت مشہورہ اور اجماع امت کے خلاف رائے قائم کرنا، مثلا قرآن نے ذبیحہ کی حلت کے لئے بسم اللہ کہنے کو ضروری قرار دیا ہے، لیکن بعض فقہاء نے عمدا تارک تسمیہ کے ذبیحہ کو بھی حلال قرار دیا ہے، حدیث مشہور ہے کہ طلاق مغلظہ کے بعد عورت شوہر ثانی کے محض نکاح کو کافی قرار دیا ہے، اجماع ہے کہ ام ولد باندی‘ فروخت نہیں

کی جاسکتی، اس کے باوجود بعضوں نے اس کی اجازت دی ہے۔

موقع اجتہاد میں جہل:

اجتہادی مسائل میں یا ایسے مواقع پر جہاں واقعی شبہ کی گنجائش ہو، آدمی ناواقفیت کی وجہ سے کوئی کام کرگذرے یہ ''جہل'' عذر شرعی بن سکتا ہے، مثلاً کسی شخص نے پچھنا لگوایا، چونکہ ایک حدیث مروی ہے: ''أفطر الحاجم والمحجوم'' ، جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پچھنہ لگانا ناقض روزہ ہے اور یہی رائے امام اوزاعی کی ہے اس شخص نے یہ سمجھ کر کہ واقعی روزہ ٹوٹ چکا ہے، کھا پی لیا تو صرف قضاء واجب ہوگی، کفارہ واجب نہ ہوگا۔

دارالحرب میں جہل:

جہل کی تیسری صورت یہ ہے کہ ایک غیر اسلامی ملک میں کسی شخص نے اسلام قبول کیا، مگر احکام شرعیہ اس کو معلوم نہ ہوسکے اور نماز، روزہ وغیرہ کی فرضیت کا بھی علم نہ ہوسکا تو ایسا شخص جب تک ناواقفیت کی وجہ سے ان عبادات کو انجام نہ دے ، معذور سمجھا جائے گا، اور اس کی قضاء واجب نہ ہوگی۔

جہل کی چوتھی قسم:

جہل کی چوتھی قسم کی فقہاء نے مختلف مثالوں سے توضیح کی ہے، ہم اگر اس کی تحدید کرنا چاہیں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ اپنے اختیارات کا استعمال کرنے یا ان کے سلب ہوجانے کی جو شرطیں ہیں، آدمی ان شرطوں کے وقوع پذیر ہوجانے سے واقف نہ ہو تو یہ عذر معتبر ہوگا، مثلاً ولی باکرہ بالغہ لڑکی کا نکاح رد کردے اور لڑکی کو اس کی خبر نہ ہو تو اس کی خاموشی نکاح پر رضامندی متصور نہ ہوگی، بلکہ نکاح پر مطلع ہونے کے بعد اس کو نکاح رد کرنے کا اختیار باقی رہے گا، یا کسی شخص کو کسی چیز کی خریداری کا وکیل بنایا، پھر اس شخص کو وکالت سے معزول کردیا اور خریداری کا اختیار سلب کرلیا گیا، مگر وکیل کو اس کی اطلاع نہ ہوسکی ایسی صورت میں اگر اس نے سامان خرید لیا تو اس کی ذمہ داری وکیل پر نہ ہوگی، بلکہ خود وہ شخص اس کا ذمہ دار ہوگا۔

شوافعؒ کے نزدیک جہل کے احکام:

جہل کو عذر ماننے کے سلسلہ میں ائمہ شوافعؒ کا موقف یہ ہے کہ جہل کی وجہ سے آخرت میں ہونے والے گناہ معاف ہوجاتے ہیں البتہ دنیوی حکم کے اعتبار سے جہل کی چار صورتیں بنتی ہیں:

پہلی صورت:

شریعت نے جس چیز کا حکم دیا تھا اسے انجام نہ دیا تو اس کی وجہ سے یہ فرض اس سے معاف نہ ہوگا، بلکہ اس کا تدارک واجب ہوگا، اور چوں کہ تعمیل امر ہی نہیں کیا، اس لئے اس کے ثواب واجر سے بھی محروم رہے گا، مثلاً کپڑے اور جسم

میں اتنی نجاست لگی تھی کہ اس کے ساتھ نماز درست نہیں ہوتی، بے خبری میں نجاست کے ساتھ نماز ادا کر لی، بعد کو معلوم ہوا تو قضاء واجب ہوگی یا کسی شخص کو محتاج سمجھ کر زکوۃ دیدی، بعد کو معلوم ہوا کہ وہ مالدار ہے اور مصرف زکوۃ نہیں ہے تو زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

دوسری صورت:

شریعت نے کسی بات سے منع کیا اور ناواقفیت میں اس کا ارتکاب کر گذرا، البتہ اس کی وجہ سے کسی اور کا حق تلف نہ ہو تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا، جیسے ناواقفیت میں شراب پی گیا، یا جہالت کی وجہ سے کوئی ایسا عمل کر گذرے جو اس عبادت کے لیے جس میں وہ مصروف ہے مفسد ہو، مثلاً نماز میں بات کر لے، روزہ میں کھالے، اعتکاف میں جماع کر لے، حالت احرام میں ہو اور ممنوعات احرام کا ارتکاب کر لے، ایسی صورت میں نہ وہ عبادت فاسد ہوگی اور نہ کفارہ یا فدیہ واجب ہوگا۔

تیسری صورت:

شریعت نے جس بات سے منع کیا ہے اس کا مرتکب ہو اور اس میں خود اس کے یا کسی اور کے حق کا اتلاف بھی ہو، مثلاً غاصب نے مغصوبہ کھانا پیش کر دیا اور ناواقفیت میں اس نے کھالیا، تو اگر کسی اور کا غصب کیا ہوا سامان تھا تو اس کھانے والے ہی پر اس کا تاوان واجب ہوگا، اور اگر غاصب نے خود اسی شخص کا کھانا غصب کر لیا تھا تو اس طرح غاصب بری الذمہ ہو جائے گا۔

چوتھی صورت:

کسی ایسی ممنوع بات کا حکم شرعی سے ناواقفیت یا خود اس شئی کے بارے میں ناآگہی کی وجہ سے ارتکاب کرے جو شرعاً عقوبت وسزا کا موجب ہے، تو اس پر وہ سزا جاری نہ ہوگی، مثلاً قتل کی حرمت سے واقف نہ ہو اور قتل کر دے تو قصاص واجب نہ ہوگا، اسی طرح کسی اور عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر وطی کر لے تو ''حد زنا'' جاری نہ ہوگی، بلکہ صرف عورت کا ''مہر مثل'' واجب ہوگا (قاموس الفقہ)۔

جہل کے احکام خاصہ:

جہل کے کچھ خاص احکام کو ''الموسوعۃ الفقہیہ'' میں اجمال کے ساتھ نقل کیا ہے اور ائمہ کے اختلاف کی طرف اشارہ بھی کیا، لہذا جہل کے تعلق سے اس کا نقل کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

''**للجهل أحكام خاصة فى الفقه الإسلامى نجملها فيما يلى:**

جهل المرأة عادتها: المرأة إذا جهلت عادتها لنسيان أو جنون ونحوهما (وهى المتحيرة)

سميت بذالک لتحيرها فی أمرها ،وهی المستحاضة غير المميزة ـلها ثلاثة أحوال؛ لانها إماأن تكون ناسية للقدر والوقت او للقدر دون الوقت أو بالعكس وفی ذالک خلاف ۔

الجهل بوقت الصلاة:من جهل الوقت لعارض كغيم ،أو حبس ،وعدم ثقة يخبره به عن علم ،اجتهد جوازا إن قدر على اليقين بالصبر أو الخروج ورؤية الشمس مثلا ،وإلا فوجوبا بورد من قرآن ودرس و مطالعةوصلاة غير ذالک۔

الجهل بالنجاسة فی الصلاة: ذهب الجمهور إلی أن من صلی حاملا نجاسة غير معفو عنها ولا يعلمها تبطل صلاته وعليه قضائها لقوله تعالیٰ (وثيابک فطهر) ۔

وذهب المالكية إلی أن الطهارة من الخبث ليست شرطا فی الصحة إلا حال الذكر والقدرة علی المشهور۔

الجهل بالمطهر وساتر العورة :إذا اختلط ماء طاهر بآخر نجس ولم يعلم الطاهر منهما ،هل يجتهد ويتحری ويتطهر ويصلی أم يصلی بالتيمم؟فی ذالک خلاف ۔

ومثله إذا اشتبهت عليه؛ ثياب طاهرة بأخری نجسة لم يجد غيرها ولن يجد ما يطهرها به واحتاج إلی الصلاة، فيجب عليه الاجتهاد والتحری عند الجمهور ويصلی بما غلب علی ظنه طهارته ۔

الجهل بالقبلة: لاخلاف بين الفقهاء فی أن استقبال القبلة من شروط صحة الصلاة لقوله تعالیٰ (فول وجهک شطر المسجد الحرام وحيثما كنتم فولوا وجوهكم شطره ۔

ومن جهل القبلة يسأل من يعلمها فاذا تعذر السوال اجتهد ۔

الجهل بالفاتحة: من جهل الفاتحة بأن لم يمكنه معرفتها لعدم معلم أو مصحف أو نحو ذالک أتی فی الصلاة ببدلها من القرآن الكريم، فإن لم يعلم شئيا من القرآن أتی بالذكر بلسان عربی لما روی أبو داود وغيره أن رجلا قال: يا رسول الله! إنی لا استطيع أن أخذمن القرآن شيئا فعلمنی ما يجزينی عنه، فقال: قل: سبحان الله ،والحمدلله ،ولا إله إلا الله، والله اكبر ،ولا حول ولا قوة إلا بالله ،ولا يجئی بالاعجمية عند الجمهور ويجزی عند ابی حنيفة۔

الجهل بوجوب الصلاة: لا خلاف بين الفقهاء فی أن تارک الصلاة إن جحدها وهو عالم بوجوبها يكفر إلا إذا كان جاهلا بوجوبها كأن كان قريب عهد بالإسلام أو نشأ فی بادية أو جزيرة بعيدة عن العلماء ۔

الجهل بمبطلات الصلاة: اختلف الفقهاء هل يعذر من يجهل مبطلات الصلاة فذهب الحنفية والمالكية إلى أن التكلم فى الصلاة يبطلها عالما كان المتلكم او جاهلا۔

وذهب الشافعية إلى أنه إذا تكلم قليلا جاهلا بتحريم الكلام فى الصلاة لا تبطل صلاته إن قرب عهده بالإسلام أو نشاء بعيدا عن العلماء بخلاف من بعد اسلامه وقرب من العلماء لتقصيره بترک العلم ۔

قضاء الفوائت المجهولة :ذهب جمهور الفقهاء إلى أن من عليه فوائت لا يدرى عددها وتركها لعذر وجب عليه أن يقضى حتى يتيقن براء ة ذمته من الفروض وذهب الحنفية إلى أنه يعمل بأكبر رأيه ،فإن لم يكن له رأى يقضى حتى يتيقن انه لم يبق عليه شئى۔

وأما من ترک لغير عذر ففيه خلاف۔

الجهل بوقت الصوم:لو اشتبه رمضان على أسير، ومحبوس ونحوهما ،صام وجوبا شهرا بالاجتهاد ،كما فى اجتهاده للصلاة فى القبلة ونحوها ،وذالک بأمارة كخريف ،أو حر أو برد فلو صام بغير اجتهاد فوافق رمضان لم يجزئه لتردده فى النية ۔

جما ع الصائم فى رمضان جاهلا بالتحريم: لا كفارة على الصائم الجاهل بتحريم الجما ع فى نهار رمضان إذا جامع على خلاف بين الفقهاء ۔

جما ع محرم جاهلا بالتحريم :ذهب جمهور الفقهاء(الحنفية والمالكية والحنابلة) إلى أن الجما ع فى حالة الإحرام جناية يجب فيها الجزاء سواء فى ذالک العالم والجاهل وغيرهما ،وذهب الشافعية إلى أن الجاهل إذا كان قريب عهد بالإسلام ،أو نشاء فى بادية بعيدة عن العلماء لا يفسد إحرامه بالجما ع ونحو ذالک ۔

الجهل لا يعفى من ضمان المتلفات:اتفق الفقهاء على أن الجهل بكون المال المتلف مال الغير لا يعفيه من الضمان ۔

الحجر على الطبيب الجاهل :صرح الحنفية بالحجر على المفتى الماجن والطبيب الجاهل والمكارى المفلس،والطبيب الجاهل هو من يسقى الناس دواء مهلكا ،وإذا قوى عليهم المرض لا يقدر على ازالةضرره ۔

طلاق من جهل معنى الطلاق:لا يقع طلاق من يجهل معنى اللفظ الدال على الطلاق قال فى

المغنی :إن قال الأعجمی لامراته: أنت طالق ولا یفهم معناه لم تطلق ،لأنه لیس بمختار للطلاق فلم یقع طلاقه کالمکره.

الجهل بتحریم الزنی:یعذر الجاهل بتحریم الزنی إن کان قریب عهد بالإسلام أو نشاء فی بادیة بعیدة عن العلماء أو کا ن مجنونا فأفاق وزنی قبل أن یعلم الأحکام وعند المالکیة قولا ن.

الجهل بتحریم السرقة :ذهب جمهور الفقهاء إلی أن ید السارق تقطع بشرطه سواء کان عالما بالتحریم أم جاهلا وذهب الشافعیة إلی أن ید السارق الجاهل لا تقطع ۔

الجهل بتحریم الخمر:اتفق الفقهاء علی أن من شرب الخمر وهویجهل أنها خمر لایحد، أما إذا شرب الخمر وهو یعلم انها خمر لکنه ادعی الجهل بالتحریم ففیه خلاف بین الفقهاء...

التلفظ بکلمة الکفر مع الجهل:قال الحموی :إن من تلفظ بلفظ الکفر عن اعتقاد لا شک أنه یکفر، وإن لم یعتقد أنها لفظ الکفر إلا أنه أتی به عن اختیار فیکفر عند عامة العلماء ولا یعذر بالجهل ،وقال بعضهم: لا یکفر،والجهل عذر وبه یفتی ،لان المفتی ماموران یمیل إلی القول الذی لا یوجب التکفیر، ولو لم یکن الجهل عذرا لحکم علی الجهال أنهم کفار،لأنهم لا یعرفون الفاظ الکفر، ولوعرفوا لم یتکلموا قال بعض الفضلاء: وهو حسن لطیف ...

وقال فی مغنی المحتاج: یکفر من نسب الأمة إلی الضلال ،أو الصحابة إلی الکفر أو أنکر إعجاز القرآن أو غیر شیئا منه أو أنکر الدلالة علی الله فی خلق السماوات والأرض بأن قال:لیس فی خلقهما دلالة علیه تعالیٰ ،أو أنکر بعث الله الموتی من قبورهم بان یجمع أجزائهم الأصلیة ویعید الأرواح إلیها ،أو أنکر الجنة أو النار ،أو الحساب أو الثواب أو العقاب أو أقر بها لکن قال: المراد بها غیر معانیها أو قال: إنی دخلت الجنة وأکلت من ثمارها وعانقت حورها، أو قال: الأئمة أفضل من الأنبیاء هذا إن علم ما قاله ،لا إن جهل ذالک لقرب إسلامه ،أو بعده عن المسلمین فلا یکفره لعذره"(الموسوعۃ الفقہیۃ)۔

احکام کی فرضیت کے عدم علم سے بعد علم قضاء کے عدم لزوم کا حکم:

کسی شخص نے دارالحرب میں اسلام قبول کیا ،ہجرت کر کے دارالاسلام میں نہیں آسکا ، بلکہ ایک زمانہ تک دارالحرب ہی میں رہا،اسے نماز وروزہ کی فرضیت کا علم نہ ہوسکا اوراس نے نماز وروزہ کی ادائیگی بھی نہیں کی تو فرضیت کا علم ہونے کے بعد اس پر ان دنوں کے نماز وروزے کی قضا لازم نہ ہوگی جن دنوں اسے ان چیزوں کی فرضیت کا علم نہ تھا۔

”والثالث الجهل فى دار الحرب من مسلم لم يهاجر الينا بالشرائع والعبادات وأنه يكون عذرا حتى لولم يصل ولم يصم مدة لم تبلغه الدعوة لا يجب قضاؤهما؛ لأن دارالحرب ليست بمحل لشهرة أحكام الإسلام ،بخلاف الذى أسلم فى دارالإسلام، فإنه جهله بالشرائع لايكون عذرا إذ ربما يمكنه السوال عن أحكام الاسلام، فيجب عليه قضاء الصلوة والصوم من وقت الإسلام“ (نورالانوار بحوالہ شرح اشرف الانوار جلد ۳/ ۲۰۲)۔

عجمی سے عربی زبان میں طلاق کہلانے کا اعتبار:

کسی عجمی شخص سے عربی زبان میں طلاق ،عتاق ،یمین وغیرہ کے الفاظ کہلائے گئے جن کے معنی وہ نہیں جانتا ہے تو لفظ کے معنی سے جاہل ہونا یہ اس کے حکم کو ساقط کردیتا ہے اسی طرح کسی عربی سے عجمی زبان کے الفاظ کہلائے گئے جو عجمی الفاظ کے معنی نہیں جانتا ہے تو وہ اس کا حکم اس سے ساقط ہوگا۔

الجهل بمعنى اللفظ مسقط لحكمه:”إذا نطق الاعجمى بكلمة كفر أو ايمان أو طلاق أو اعتاق أو بيع أو شراء أو نحوه ولا يعرف معناه لا يواخذ بشئى منه ،لانه لم يلتزم بمقتضاه ،ولم يقصد إليه ۔

وكذالک إذانطق العربى بما يدل على هذه العبارة بلفظ أعجميالا يعرف معناه، فإنه لا يواخذ نعم لو قال الأعجمى:اردت به ما يراد عند أهله فوجهان أصحهما كذالک :لأنه لم يرده ،فإن الإرادة لا تتوجه إلا إلى معلوم أو مظنون؛ لأنه إذا لم يعرف معنى اللفظ لم يصح قصده ۔

ولو نطق العربى بكلمات عربية لكنه لا يعرف معانيها فى الشرع مثل قوله لزوجته انت طالق للسنة أو للبدعة وهو جاهل بمعنى اللفظ ،أو نطق بلفظ الخلع أو النكاح ففى القواعد للشيخ عز الدين بن عبد السلام أنه لا يواخذ بشئى ،إذ لا شعور له بمدلوله حتى يقصد ه باللفظ قال :وكثيرا ما يخالع الجهال من الذين لا يعرفون مدلول لفظ الخلع ويحكمون للجهل بهذه القاعدة “ (قواعد الاحکام جلد ۲/ ۱۰۲)۔

قتل کی جھوٹی گواہی اوراس سے رجوع کرنے کی صورت میں قصاص کا حکم:

قتل کی جھوٹی گواہی کی صورت میں اگر گواہی کی بنیاد پر کوئی شخص قصاصا قتل ہوجائے پھر گواہ اپنی گواہی سے رجوع کرلیں اور کہیں کہ ہم نے دانستہ جھوٹی گواہی دی تھی ،لیکن ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ ہماری گواہی کی بناء پر اسے قتل کردیا جائے گا تو اگر وہ جھوٹی گواہی کی حرمت سے واقف ہوں تو ان کو قصاصا قتل کیا جائے گا اور عدم علم یہاں معتبر نہیں ہوگا ،من علم

تحریم شئی وجهل ما یترتب علیه:

"کل من علم تحریم شئی وجهل ما ترتب علیه لم یفده ذالک ،کمن علم تحریم الزنی والخمر وجهل وجوب الحد یحد بالاتفاق ،لأنه کان حقه الامتناع ،وکذا لو علم تحریم القتل وجهل وجوب القصاص ،أو علم تحریم الکلام فی الصلاۃ ،وجهل کونه مبطلا یبطل أو علم تحریم الطیب علی المحرم وجهل وجوب الفدیۃ تجب" (الاشباہ والنظائر للسیوطی ص ر ۲۰۱)۔

☆☆☆

تیسرا باب

مختصر تحریریں

احکام شرعیہ پر جہل (ناواقفیت) کا اثر

مولانا ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صدیقی ☆

۱-　اولاً چند آیات واحادیث پیش کی جارہی ہیں:

”وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا“(اسراء:۱۵)(ہم جب تک کوئی رسول نہ بھیج دیں، بلا نہیں ڈالتے)۔

”رسلا مبشرين ومنذرين لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل وكان الله عزيزا حكيما“(نساء:۱۶۵)(خوشخبری اور ڈرسنانے والے پیغمبروں کو بھیجا تاکہ اللہ پر الزام کا موقع باقی نہ رہ جائے)۔

”وما كان الله يفعل قوما بعد إذ هداهم حتى يبين لهم ما يتقون“(توبہ:۱۱۵)(اور ایسا نہیں کہ گمراہ کرکے کسی قوم کو، جبکہ ان کو براہ پرلا چکا ہے جب تک اس چیز کو کھول نہ دے جس سے انہیں بچنا ہے)۔

”فلا تجعلوا لله اندادا وأنتم تعلمون“(بقرہ:۲۲)(تم تو جانتے ہو اللہ کا کوئی شریک نہیں اس کا تعامل ٹھہراتے ہو)۔

”هو الذى بعث فى الأميين رسولا منهم يتلوا عليهم آياته الخ“ (جمعہ:۲)(وہی ہے جس نے امیین میں سے ایک رسول بھیجا جو پڑھ کر سناتے اور تزکیہ فرماتے ہیں، نیز انہیں کتاب اور عقلمندی سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے وہ پڑے ہوئے تھے صریح بھول میں)۔

”ليس على الذين آمنوا جناح فيما طعموا“(المائدہ:۹۳)(جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان پر جو کچھ پہلے کھا چکے گناہ نہیں)۔

”حتى تأتيهم البنية“(سورۂ بینیہ:۱)(یہاں تک کہ پہنچے ان کے پاس کھلی بات)۔

”قال رسول الله ﷺ: من صلى صلاتنا واستقبل قبلتنا وأكل ذبيحتنا فاشهدواله بالإيمان“ (بخاری:۳۹۱، جامعہ السنۃ:۳۸۷، منار القاری:۲۲۶)۔

☆　سابق شیخ الحدیث، دار العلوم مئو، مئو۔

”روى البيهقى بسند صحيح عن جابر بن عبد الله سئل هل كنتم تسمعن شيئا من الذنوب الكذا أو الشرک أو النفاق فقال: معاذ الله وكنا نقول بقول مومنين مذبنين“(تیسیر التحریر لامیر بادشاہ ۲۱۷/۴ دار الباز مکہ مکرمہ)۔

”عن انسؓ قال: قال رسول الله ﷺ: ثلاث عن أصل الإيمان الكف عن قال: ”لا إله إلا الله“ و لا تكفره بذنب ولا تخرجه من الاسلام بعمل“ (ابوداؤد:۲۵۳۲)،”معاوية بن الحلم لما تكلم فى الصلاة ولم يأمر بالإعادة فجهله با النهى“(عمدۃ القاری ۱۴۵/۴)،”حديث يعلى بن امية حيث امر ﷺ أعرابيا ينزع الجبة عنه، وهو محرم ولم يأمره بالفدية لجهله“(عمدۃ القاری ۱۵۲/۹)۔”ماروى سعيد بن المسيب ان رجلا زنى باليمين مكتب فى ذلک عمرؓ إن كان يعلم أن الله تعالى حرم الزنا فاجلدوه، وإن كان لا يعلم فعلموه“(التقریر والتحبیر ۳۲۷/۳،دار الکتب العلمیہ،ردالمحتار علی الدر ۷/۶)۔

جب جابر بن عبداللہؓ سے ان گناہوں کے مرتکب کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ہم انہیں گنہگار مومن گردانتے ہیں اس طرح یعلی بن امیہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ جب حالت احرام جبہ اتار دیا تو انہیں جہل کے باعث فدیہ کا حکم آپ ﷺ نے نہیں دیا، نیز معاویہ بن الحکمؓ نے جہالت کے باعث نماز میں بات کر لی تو انہیں عادۃ صلوۃ کا حکم نہیں دیا گیا، اسی کے ذیل میں وہ روایت بھی ہے جسے حضرت سعید بن المسیبؒ نے روایت کی ہے کہ یمن میں ایک شخص نے زنا کر لیا تو حضرت عمرؓ نے لکھا کہ اگر اس نے یہ جان کر زنا کیا ہے کہ وہ حرام ہے تب تو اسے کوڑا، مارو اور اگر جانتا نہیں تھا تو اسے بتلاؤ اور تعلیم دو۔

جہل کے عذر نہ ہونے کی صورتیں:

”جهل باطل لا يصلح عذرا فى الآخرة كجهل الكافر؛ لأنه مكابرة وجحود بعد وضوح الدلائل على وحدانية وربوبية“(موسوعہ فقہیہ ۲۰۰/۱۶)(جہل باطل آخرت میں عذر نہ ہوگا، کیونکہ وہ اللہ کی وحدانیت وربوبیت پر واضح دلائل موجود ہوتے ہوئے ہٹ دھرمی کے باعث انکار کر رہا ہے)۔

”وجهل لا يعلم عذرالكنه دون جهل الكافر كجهل البغاة“ (اصول الفقہ الاسلامی ۱۷۷/۱،دار الفکر دمشق)۔

”وجهل من خالف فى اجتهاده الكتاب أو السنة المشهوره والإجماع كالفتوى ببيع أمهات الأولاد “(مجتہد جس نے صریحا کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع کے خلاف رائے قائم کی جیسے ام ولد کی بیع کے عدم جواز کے اجماع کے باوجود بیع جائز قرار دینا)۔

مذکورہ دونوں کے تعلق سے مولانا عبد العلی بحر العلوم لکھنوی تحریر فرماتے ہیں:"الأول الجهل الذى يكون من مكابرة العقل وترک البرهان القاطع الظاهر أشد ظهورا الشمس على النهار وهو جهل الكافر لا يكون عذرا بحاله الثانى الجهل الذى يكون فى مكابرة العقل وترک الحجة الجلية أيضا"(فواتح الرحموت ۱/ ۱۲۸ دار الکتب العلمیہ)۔

محمد امین المعروف بامیر بادشاہ تحریر فرماتے ہیں:"جهل المبتدع كالمعتزلة مانعى ثبوت الصفات الثبوتية من الحياة والقدرة والعلم والإرادة والكلام وغرها لا يصلح عذرا" (تیسیر التحریر ۴/ ۲۱۷ دار الباز مکہ مکرمہ)، جوامور لوگوں کے درمیان مشہور ہوں اس کا جہل بھی عذر نہ ہوگا۔

"ولا تقبل دعوى الجهل فى الأمور المشتهرة بين الناس كثبوت الردبالغيب"(موسوعہ فقہیہ ۱۶/ ۲۰۰)۔

اسی طرح کسی شئ کی حرمت کوتو جانتا ہو،مگر اس پر کیا علم ہوگا نہیں جانتا تو یہ عذر نہ ہوگا،"من علم تحريم شئ وجهل مايترتب عليه......وكذا لو علم تحريم القتل وجهل وجوب القصاص يجب القصاص"(موسوعہ فقہیہ ۱۶/ ۲۰۲،الاشباہ والنظائر تر فی الفروع/ ۱۳۲)۔

"الجهل بالأحكام فى دار الإسلام ليس عذرا"(شرح القواعد الفقہیہ/ ۴۸۲،المدخل الفقہی العام ۲/ ۱۰۸۶ الباب العاشر،القواعد الکلیۃ فی الفقہ الاسلامی)،واضح ہو کہ"الجهل فى الأمور المشتهرة"اور"من علم تحريم شئ الخ"شوافع کے اصول ہیں،اسی طرح"الشئ الذى خفى عن الناس"بھی۔

جہل کے عذر ہونے کی صورتیں:

"جهل يصلح شبة، وأنه عذر كالجهل فى محل الاجتهاد الصحيح"(غمز عیون البصائر ۳/ ۳۰۰،تقریر و تحبیر ۳/ ۳۲۶)۔وہ جہل جو شبہ کی صلاحیت رکھتا ہو، جیسے اجتہاد صحیح کے محل میں جہل ...."الجهل عذر فى المنهيات فى حق الله تعالى"(موسوعہ فقہیہ ۱۶/ ۲۰۲)۔

"الجهل فى دار الحرب من مسلم لم يهاجر، وأنه يكون عذرا"(الاشباہ علی الحمز ۳/ ۳۰۰)۔

کوئی شخص دار الحرب کا اسلام لایا اور ہجرت کر کے دار الاسلام نہ آ سکا تو بھی معذور مانا جائے گا۔

"جهل الوكيل بالوكالة وجهل الماذون بالإذن يكون عذرا"(التقریر لاصول فخر الاسلام بزدوی ۸/ ۱۶۱)۔

"قتل القاتل بعد عفو أحدالوليين وجهل الأمة بالاعتاق"،وغیرہ شبہ کی مثالیں ہیں،ذیل میں چند مثالیں

دی جارہی ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ کس وقت جہالت عذر ہوگی اور کس وقت نہیں، سیوطی کہتے ہیں: "**من علم تحريم الزنا والخمر وجهل وجوب الحد يحد بالاتفاق**" مذکورہ صورت میں بالاتفاق حد لگائی جائے گی۔

"**لوعتقت الأمة ولم تعلم فصلت مكشوفة الرأس فقولان أصحهما تجب الإعادة**" جہل کا فائدہ نہیں ملے گا۔

"**لو قسم للحرة ليلتين والأمة ليلة فعتقت ولم تعلم، قال الماوردى: لا قضاء، وقال ابن الرفعة: القياس أن يقضى لها**" ابن الرفعہ کے قول کے مطابق جہالت مؤثر ہوگی۔ مذکورہ تینوں مثالیں (الاشباہ والنظائر فی الفروع ر ۱۳۳) سے لی گئی ہیں۔

علامہ ابن امیر حاج لکھتے ہیں: "**(من صلى الظهر بلا وضوء) ......أنه على وضوء(ثم صلى العصر به) اى بوضوء(ثم ذكر) أنه صلى الظهر بلا وضوء(فقضى الظهر فقط، ثم صلى المغرب بظن جواز العصر)بجهله بوجوب الترتيب (جاز) أداء ه الصلواة المغرب (لأنه) أى ظنه جواز العصر (فى موضع الاجتهاد الصحيح**" (التقریر والتحبیر ۳/ ۲۵ ۳الکتب العلمیہ بیروت، اصول الفقہ الاسلامی ۱/ ۱۷۸)، ایک شخص نے ظہر کی نماز اس خیال سے پڑھی کہ اس کا وضو ہے بعدہ عصر کی نماز وضو کر کے پڑھی پھر اسے یاد آیا کہ ظہر تو بلا وضو پڑھی تھی تو اس نے صرف ظہر کی قضا کر لی پھر مغرب کی نماز پڑھی اس خیال سے کہ عصر تو وضو کے ساتھ پڑھی تھی اور اسے ترتیب فوائت کا علم نہیں، لہذا اس کی مغرب کی نماز درست ہوجائیگی، اس لئے کہ اس کے عصر کی صحت کا ظن موقع اجتہاد صحیح میں ہے، حالانکہ اس نے عصر کی نماز تو ظہر کی نماز سے پہلے پڑھی۔

حضرت امام حسن بن زیاد کے نزدیک جو جاہل ہے اور ترتیب کی رعایت سے بے خبر ہے، اس پر ترتیب کی رعایت ضروری نہیں، لیکن امام زفرؒ کے نزدیک اس کا حکم ناسی للفائتۃ کے مانند ہے۔

"**وكان الحسن بن زياد يقول: إنما يجب مراعاة الترتيب على من يعلم، فأما من لا يعلم، فليس عليه ذلک، وكان زفر يقول: إذا كان عنده أن ذلک يجزيه فهو الناسى للفائتة**"۔

ایک شخص دار الحرب میں اسلام لایا اور دار الاسلام میں ہجرت کر کے نہیں آیا تو وہ شرعا معذور ہے چاہے، ایک مدت گذر جائے نہ تو اس نے روزہ رکھا نہ تو نماز پڑھی اس پر گزشتہ کی قضا نہیں ہے۔

"**قال البزدوى الجهل فى دار الحرب، وفى شرحه البابرتى: هو الجهل فى دار الحرب من مسلم لم يهاجر إلينا، فإنه يكون عذرا فى الشرائع حتى أنها لا تلزمه(وإن مكث مدة) لا يصلى ولا**

یصوم ولم یعلم بوجوبها لا یجب القضاء علیه بعد ذلک"، اسی طرح دوسری مثال اہل قبا نے ظہر کی نماز بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھی، جبکہ مسجد حرام قبلہ ہو چکا تھا، لہذا عدم علم کی صورت میں جو نماز بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھی وہ جائز نہیں ہوئی اور قرآن نے اسے "**وما کان الله لیضیع إیمانکم**(ای صلاتکم إلی البیت المقدس)" سے تعبیر فرمایا (دیکھئے: التقریر الاصول فخر الاسلام مع الشرح ۸/ ۱۶۷-۱۶۸)۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ہم کسی کو بھی اس وقت تک کافر نہیں کہتے جب تک اسے علم نہ ہو جائے، لاعلمی اور جہالت کی بنیاد پر کافر نہیں کہتے (سیر اعلام النبلا ۱۰/ ۷۹)۔

دکتور وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں: "**یعذر الجاهل بالتحریم إن کان قریب العهد بالاسلام أو نشأفی بادیة عن العلماء أو کان مجنونا فافاق وزنی قبل أن یعلم الأحکام**" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵/ ۵۸۵)، شیخ ابن عثیمین "رسلا مبشرین ومنذرین" کے فوائد کے تحت فرماتے ہیں: "اس آیت میں عظیم ترین علمی فائدہ ہے کہ جہالت کی بنیاد پر عذر قبول ہوگا یہاں تک کہ عقائد کے بارے میں، کیونکہ رسولوں کو عقائد و فقہی احکام دونوں دے کر بھیجا تا ہے (تفسیر سورہ نسا ۲/ ۴۸۵)۔

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: بندے پر احکامات اس وقت لاگو ہوتے ہیں جب وہ خود ان احکامات کا ادراک کر لے یا احکامات اس تک پہنچ جائیں (بدائع الفوائد ۴/ ۱۶۸)۔

محمد بن عبدالوہاب لکھتے ہیں: جو لوگ قبروں کا طواف اور ان کی پوجا کرتے ہیں ہم انہیں کافر نہیں کہتے جب تک کہ ان پر حجت نہ قائم ہو جائے، کیونکہ ان تک وہ لوگ نہیں پہنچے جو اس کی قباحت اور شناعت واضح کرتے (فتاوی العلماء فی العذر بالجہل/ ۷)۔

یہی رائے شیخ محمد امان الجامی کی اسی کتاب کے (ص ۱۹) اور شیخ مقبل بن معاوی کی صفحہ مذکور اور شیخ عبیداللہ بن عبد اللہ جابری کی (ص ۲۸) پر ہے، اور علامہ ابن تیمیہ نے بھی مجموع الفتاوی (۳/ ۲۳۱) پر یہی لکھا ہے، "اشکالیۃ الاعذار بالجہل" کے (۳۴۸) پر سلطان بن عبدالرحمٰن العمیری لکھتے ہیں: "**مقتضی الأعذار بالجهل أن التکفیر لا یکون إلا بعد قیام الحجة علی المکلف لکن قیامها علیه لا بدفیه من شرطین: الأول وجودی وهو فهم الحجة، الثانی شرط عدمی وهو انقفاء الشبه**" کسی پر تکفیر حجت کے بعد ہی ہوگی اور حجت کی دو شرطیں ہیں ایک حجت کا فہم ثانیاً انتفاء شبہ۔

ذیل میں شبہ کی انواع عند الائمہ الاربعۃ نقل کی جاری ہیں: "**الشبة عند الحنفیة ثلاث أنواع، شبهة فی الفعل، شبه فی المحل، وشبهة العقد–وعند المالکیة: شبهة فی الواطی، وشبه الموطوءة، وشبهة فی**

الطرق"(شبہ فی الطریق جیسے علماء کا اختلاف موطوءۃ کی اباحت کے سلسلہ میں جیسے متعہ کا نکاح،اس میں دوقول ہیں: حرام اورحلال،حرمت کے قائل کے یہاں حدلگائی جائے گی،اور حلت کے قائلین کے یہاں حد نہ ہوگی،لہذا اشتباہ پیدا ہوگیا اور یہی عین شبہ ہے،اورانواع شبہ عندالشافعیہ یہ ہیں:

"شبه في المحل ،و شبه في الفاعل ،و شبه في الجهة "اورشبہ فی الجہت ہر وہ صورت ہے جسے بعض علماء نے مباح قرار دیا ہے،اور مذہب کی بنیاد پر اس میں حد نہیں،لیکن واطی اختلاف فقہاء کے باعث تحریم کا اعتقاد رکھتا ہے،لہذا بلاولی کے نکاح کی صورت میں صحت سے حد نہ ہوگی،جیسا کہ امام اعظمؒ کا مسلک ہے اور بغیر شاہدین کے نکاح کی صورت میں صحبت سے امام مالکؒ کے یہاں حد نہ ہوگی،عبداللہ بن عباسؓ کے نزدیک متعہ میں نکاح نہ ہوگا اختلاف کے شبہ کے باعث۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے ائمہ ثلاثہ کی طرح شبہ کی اقسام بیان نہیں کہ ہیں،مگر مثالوں سے شبہ کی وضاحت ہوجاتی ہے،مثلاً باپ نے لڑکے کی باندی سے صحبت کرلی (خواہ لڑکے نے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو) شبہ کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے "انت ومالک لأبیک"(تم اور تمہارا مال باپ کا ہے)(موسوعہ فقہیہ ۲۴،۲۵ تا ۳۰ میں اس کی تفصیلات ہیں)۔

امام احمد بن حنبلؒ سے متعلق عبارت رقم کی جارہی ہے:"لم يقسم الحنابلة الشبهة إلى أنواع كالمذاهب الأخرى، وإنما ذكر وابها أمثلة، فقالوا: لاحد على الأب إن وطئ جارية ولده سواء وطيها الابن أولا لأنها وطؤتمكنت الشبهة فيه لتمكن الشبهة فى ملك ولده لحديث: أنت ومالك لأ بيك"۔

۲- مذکورہ تحریروں سے فقہاء کا مسلک معلوم ہوچکا ہوگا، اب متکلمین کا موقف پیش کیا جارہا ہے،"اصول الفقہ الاسلامی"ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ سے ایک تحریر پیش کی جارہی ہے:

"من لم تبلغه الدعوة كالبالغ فى شاهق الجبال ولم تبلغه الدعوة، ولم يعتقد بالعقائد ولم يعمل بالشرائع فعند المعتزلة وطائفة من الحنفية يطالب بفعل الحسنات واجتناب السيئات ويعاقب فى الآخرة لتركه ما يستدل به العقل وعند الأشاعرة وجمهور الحنفية وهورای متأخرى الماتريدية غير مطالب، وليس له ثواب، كما أنه لا يعاقب، ولو اعتقد الكفر الصريح وعند متقدمى الماتريدية يكون مطالبا بالإيمان محرما عليه الكفر مثابا على الأول ومعاقبا على الثانى إن لم يعف الله عنه، وأما غير الإيمان والكفر وما ما ثلهما من كل ماظهر حسنه أو قبحه فلا مطالبته به ولا ثواب ولا عقاب، فشكر المنعم ليس بواجب عقلا عند الأشاعرة ومتأخرى الماتريدية وهم جمهور الحنفيه وعند المعتزلة

ومتقدمی الماتریدیة یجب"(۱/۱۲۶-۱۲۷،دارالفکر)۔

ایک آدمی پہاڑ کی چوٹی پر ہے،اس لئے اس تک دعوت نہ پہنچ سکی اور اسے نہ تو اسلامی عقائد کا علم ہوسکا اور نہ شریعت کے مطابق عمل کرسکتا ہے تو معتزلہ اور حنفیہ کا ایک گروہ اسے مکلّف مانتا ہے،اس سے حسنات کا مطالبہ کیا جائے گا اور سیئات سے اجتناب کا حکم کیا جائے گا،کیونکہ اللہ رب العزت نے اسے عقل دی اور اس نے عقل سے کام نہیں لیا،اشاعرہ اور جمہور حنفیہ اور یہی رائے متاخرین ماتریدیہ کی بھی ہے،کہ اس سے مطالبہ نہیں کیا جائے گا اگر چہ وہ کفر صریح کرے تو بھی اسے سزا نہ ہوگی جیسا کہ اچھے کام پر کوئی ثواب نہ ہوگا،متقدمین ماتریدیہ کے یہاں اس سے ایمان کا مطالبہ ہوگا کفر حرام ہوگا اور پر ثواب ثانی پر عقاب ہوگا،بشرطیکہ اللہ معاف نہ کردے،سو منعم کا شکر عقلا واجب نہیں متاخرین ماتریدیہ اور اشاعرہ کے نزدیک اور یہی جمہور حنفیہ کا مسلک ہے،متقدمین ماتریدیہ اور معتزلہ کے نزدیک شکر منعم واجب ہے،گزشتہ تحریر سے معلوم ہوا کہ اشاعرہ اور متاخرین ماتریدیہ اور جمہور حنفیہ کے نزدیک جب تک اس کے پاس دعوت نہ پہنچے اور مسائل واحکام کا علم نہ ہو وہ مکلّف نہیں بخلاف معتزلہ ومتقدمین ماتریدیہ کے،ملا علی قاری جمہور حنفیہ کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"**وقد جعل الشرع البالغ الجاهل بالله ممن لم تبلغه الدعوة معذورا**"(شرح الفقہ الاکبر/۴۵)،"**قال ابن تیمیة : وفی الحقیقة لخبر الله أو أمره فهو کفردق أوجل، ولکن قد یعفی عما خنیت عنه طرق العلم وکان أمر ایسیرا فی الفروع بخلاف ماظهر أمره**"(البیان للامام عبداللہ بن عبدالرحمٰن)۔

"**قال المرداوی فی تحریر المنقول(الحسن والتبح عقلی): وقال ابو الحسن تمیمی من أصحابنا والشیخ تقی الدین و ابن القیم و ابو الخطاب والمعتزله والکرامیة: العقل یحسن والقبح ثابتان والایجاب والتحریم بالخطاب والتعذیب متوقف علی الإرسال**"(شرح الکوکب المنیر ۱/۳۰۱-۳۰۲)۔

"**(وشکرالمنعم معرفته تعالی واجبان شرعا) أی بالشرع دون العقل......وهذا مذهب أهل السنة وقالت المعتزلة: بالعقل دون الشرع، وعن الأشعریة ان وجوب معرفة الله تعالی بالعقل والشرع......وقال القاضی وغیره: بل هما کسبیان، وقال: جمع من أصحابنا وغیرهم، إنهما یقعان ضرورة، فلا یتوصل إلیها بأدلة العقل وحمل ذلک الشیخ تقی الدین علی المعرفة الفطریة کمعرفة ابلیس لا المعرفة الإیمانیة، قال ابن عقیل: قال أهل الحق لایتأتی أنه مطیع فی نظره؛ لأنه لا تصح طاعة من لا یعرف ولا معرفة من لم ینظر**" (شرح الکواکب المنیر ۱/۳۰۸تا۳۱۱)" **واختار ابن الخطیب فی آخر کتبه"ان الحسن والقبح العقلین ثابتان فی افعال العباد الخ......والحنفیة، وإن لم یجعلوا العقل حاکما**

صريحا فقدقالوا: حسن بعض الأشياء وقبحها لا يتوقف على الشرع بمعنى أن العقل يحكم فى بعض الأشياء بأنها مناط للثواب والعقاب، وإن لم يأت نبى ولا كتاب"(شرح الکوکب المنیر ۱/۳۰۲-۳۰۴)۔

"اطلاق الحسن والقبح(بمعنى المدح والثواب)وبمعنى (الذ)والعقاب شرعى، فلا حكم الا الله تعالى (العقل لايحسن ولا يقبح......عند الامام احمد رضى الله تعالى عنه، وأكثر أصحابه والأشعرية قاله ابن عقيل وأهل السنة والفقهاء"(شرح الکوکب المنیر ۱/۳۰۱،نیز دیکھئے الواضح فی اصول الفقہ لابن عقیل البغدادی الحنبلی ۲٦-۲۷)۔

سطور بالا میں یہ بات بتلائی گئی ہے کہ کسی چیز کے حسن وقبح کی معرفت عقل کے ذریعہ ہوگی یا شرع کے ذریعہ،حنفیہ مالکیہ وشوافع کے دوقول ہیں: شافعیہ میں ابن الخطیب کے نزدیک ان دونوں کی معرفت ازروئے عقل ہے،حنفیہ نے اگرچہ ان دونوں کی معرفت کے لئے عقل کوصراحۃ سبب قرارنہیں دیا ہے،لیکن پھربھی بعض اشیاء کی معرفت کوشرع پرموقوف نہیں رکھتے ہیں،اگرکوئی کتاب یا نبی نہ آئے توبھی بعض اشیاء کی بابت عقل فیصلہ کرے گی کہ اس فعل کے ارتکاب سے ثواب ہوگا یا عقاب،لیکن امام احمدؒ کے نزدیک ان دونوں کا مدارشرع ہے نہ کہ عقل اوریہی ان کے اکثر اصحاب اشاعرہ ابن عقیل،اہل سنت اورفقہاء کا مسلک ہے۔

سطور بالا سے اچھی طرح معلوم کیا جاسکتا ہے کہ جہل کس وقت عذر ہوگا،اگرمبنی عقل ہوتو معذورنہیں ہوگا،اوراگر شرع ہوتوناواقفیت وجہل کی بناپر چونکہ اس تک دعوت نہیں پہنچی عذر ہوگا۔

"قال صاحب الفروق:الفرق الرابع والتسعون بين قاعدة مالا يكون للجهل عذرافيه وبين قاعدة ما يكون للجهل عذرا فيه"، الجهل الذى يتعذر الاحتراز عنه عادة ومالايتعذر الاحتراز عنه ولا يشق لم يعف عنه، ولذلک صور أحدها من وطئ امرأة أجنبية بالليل يظنها امرأته أو جاريته عفى عنه؛ لأن الفحص عن ذلک مما يشق على الناس الخ"(دیکھئے:۲/۱۴۹،۱۵۰ دارعالم الکتب)، علامہ قرافی کے نزدیک "وطى بالأجنبية بظن أنها امرأته أو جاريته فى الليل، اُکل طعام نجس، دواسمجھ کرشرب خمراور جنگ کی حالت میں کسی مسلمان کوحربی سمجھ کرقتل کردینا،جبکہ اس کواتنا موقع نہ مل سکے کہ وہ اس کی تحقیق کرسکے،نیز حاکم کا جھوٹی شہادت کی بنیاد پرفیصلہ کردینا،امثلہ مذکورہ میں جہل عذر ہوگا،اس کے علاوہ اور باب اعتقاد میں خصوصا جہل عذرنہ ہوگا،اگرکوئی شخص اللہ کی صفات سے بے خبر ہے اوروہ اس جہل کودفع کرنے کے باوجود دفع نہ کرسکا تھا توبھی کافراورآثم ہوگااور ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا، آگے لکھتے ہیں:"فإن تكليف المرأة......عما يوجب استقامة للعقل كالا قاصى بلاد السودان

واقاصی بلاد الا تراک، فإن هذه الأ قاليم لا يكون للعقل فيها كبير أونق ولذلک قال الله تعالى فى بلاد الأتراک عنه يأجوج ومأجوج "وجد من دونهما قوما لا يكادون يفقهون قولا" ومن لا يفهم القول وبعدت أهليته لهذه الغاية مع أنه مكلف بأنه الوحدانية ودقائق أصول الدين"(الفروق ۲/۱۵۱)۔

معلوم ہوا کہ مدن اور بلاد بعیدہ میں بھی بسنے والے اگر پاگل اور مجنون نہیں ہیں تو بھی عقائد مثلاً وحدانیت وربوبیت کے مکلّف ہیں اور جہل کی بنا پر معذور نہیں ہوں گے، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے بھی احناف وشوافع کے اصول تفصیل سے قاموس الفقہ (۳/ ۱۶۵ تا۱۶۹) میں تحریر کیا ہے: حضرت سید محمد انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں: "المراد بالضروريات على ما اشتهر فى الكتب ما علم كونه من دين محمد ﷺ بالضرورة بأن تواتر عنه واستفاض وعلمته العامة كالوحدانية والنبوة وختمها بخاتم الأنبياء وانقطا عابعده......كالبعث والجزاء......بينما ضروريا، لأن كل أحد يعلم أن هذا الأمر مثلاً من دين النبى ﷺ ولا بدتكونها من الدين ضرورى، وتدخل فى الإيمان" (اکفار الملحدین فی ضروریات الدین/ ۲-۳ مجلس علمی ڈابھیل)۔

جن امور کا آپ ﷺ کے دین سے تواتر ہونا ثابت ہو، نیز شہرت یافتہ اور عام لوگوں کے علم میں ہو، جیسے وحدانیت ونبوت اور آپ ﷺ پر نبوت کا ختم ہونا اور بعثت وجزاء وغیرہ، ضروریات کے منکر کی بابت ملاعبد العلی بحر العلوم لکھنوی تحریر فرماتے ہیں: "فمنكر الضروريات الدينية(منها كالأركان) الأربعة التى بنى الإسلام عليها الصلوة والزكاة والصوم والحج، (و حجية القرآن ونحوها كافر آثم)(فواتح الرحموت ۲/ ۴۱۴)۔

"لا نزاع فى تكفير من أنكر ضروريات الدين (اکفار الملحدین/۱۲۱)لا خلاف فى كفر المخالف فى ضروريات الإسلام من حدوث العالم وحشر الأجساد ونفى العلم بالجزئيات، وإن كان من أهل القبلة المواظب طول عمره على الطاعات"(ردالمحتار علی الدر ۲/ ۳۰۰)، ضروریات دین جیسے ارکان اربعہ جس پر اسلام کی بنیاد ہے اس کا منکر، نیز قرآن کی حجیت کا منکر کافر ہے، ایسے منکر کی تکفیر میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اہل قبلہ چاہے پوری زندگی عبادت کرتے رہیں اگر وہ ضروریات اسلام مثلاً عالم کے حدوث اور حشر اجساد اور علم بالجزئیات کی اللہ رب العزت سے نفی کریں تو ان کے کفر پر اجماع ہے، مسلمانوں کو ایسے منکرین سے قربت اختیار کرنا چاہئے تاکہ انہیں سمجھایا اور بتلایا جائے۔

حضرت امام محمد بن الحسن شیبانیؒ کا قول ہے: (جبکہ ان کے زمانے میں ایک عورت سے کہا گیا کہ اللہ تعالی یہود ونصاری کو قیامت کے دن عذاب دے گا تو اس نے انکار کیا، تو امام صاحب نے فرمایا میں اس عورت کو کافر نہیں کہتا وہ جاہل ہے اسکو بتلاؤ، تاکہ اسے علم ہوجائے "فقال ماكفرت، فإنها جاهلة فعلموها حتى تعلمت"(موسوعہ

فقہیہ ۱۶/۲۰۶-۲۰۷)، نیز جواب (ا) کے ذیل میں حضرت سعید بن المسیب کی روایت سے (جبکہ یمن میں ایک شخص نے زنا کیا تھا)، حضرت عمرؓ کا اثر بھی پیش کیا جاچکا ہے، "**وإن کان لا یعلم فعلموہ**" (التقریر والتحبیر لابن امیر حاج ۳/۳۲۷)، سطور بالا سے معلوم ہوا کہ ایسے لوگوں سے دوری وبعد اختیار نہیں کیا جائے گا اور صحیح ایمان وعمل کی تعلیم دی جائے گی۔

۳- اماکن کے اختلاف اور ذرائع علم کی کمی وبیشی کے سبب احکام مختلف ہونے چاہئیں، جیسا کہ شیخ بدران ریاض السید احمد تحریر فرماتے ہیں: "**الإسلام عندمایتحدث عن العلم ویحث علیه ویدفع الناس إلیه، فإنه لا ینسی أن الناس متفاوتون فی الفهم والتحصیل، وهم کذلک غیر متساویین فی أسباب تحصیل العلم فمنهم من هیئت له أسباب المعرفة ومنهم المحروم منها بشکل کلی أوجزئی**" (تاثیر عارض الجہل/۲۱۶)۔

(وہ اسلام جو لوگوں کو علم حاصل کرنے اور اس کی کوشش کرنے کی ترغیب دلاتا ہے وہ اس بات سے غافل نہیں کہ ذرائع علم واسباب علم بعضوں کو بطور اتم حاصل ہیں اور بعض وہ بھی ہیں جو اس سے یکسر خالی اور بعض کو جزئی مواقع ووسائل حاصل ہیں، اس لئے ہر ایک کے احکام جداگانہ ہوں گے)۔

۴- اولاً عرض ہے کہ نظر بالشہوۃ اور مس بالشہوۃ کا موجب لحرمۃ المصاہرۃ ہونا امام اعظمؒ کے یہاں احتیاط کی بنیاد پر ہے، بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں: "**عند الأئمة الثلاثة المس والنظر لاموجبان الحرمة، وجه قول أبی حنیفة أن المس والنظر سببان داعیان إلی الوطی فیقامان مقامه فی موضع الاحتیاط**" (التفسیر المظہری ۲/۵۶)، اس بابت علامہ سرخسی کی تحریر ملاحظہ ہو: "**لأن الحرمة تبنی عن الاحتیاط، فیقام السبب الداعی إلی الوطی، فیقام مقام الوطی احتیاطا**" (المبسوط للسرخسی ۴/۲۰۷)۔

عارض کا خیال ہے کہ جو لوگ اس مسئلہ سے بالکل بے خبر ہوں انہیں معذور ماننا چاہئے، اشارۃ حضرت مفتی منظور احمد صاحب کی تحریر جو جہل کے عذر ہونے نہ ہونے سے متعلق نہیں ہے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کے سلسلہ میں لچک پیدا کرنی چاہئے، لکھتے ہیں: ضرورت اور حرج میں بھی محض احتیاط دراحتیاط پر اصرار مقصد شریعت اور خود حنفیہ کے اصول کے خلاف ہے (دیکھئے: المشاکل الحاضرہ فی حرمۃ المصاہرۃ/۴۶۵)۔

لیکن اس سلسلہ میں ایسا اسلوب اختیار کیا جائے جس سے عوام کو زنا ومقدمات زنا پر جرأت نہ ہو اور جنہیں جہل کے سبب سہولت ملتی ہے انہیں تک محدود رہے۔

۵- راقم کے خیال میں اگر لفظ طلاق کے ساتھ (تین) کا کلمہ موصول نہ ہو، مثلاً میں نے فلاں بنت فلاں کو طلاق،

طلاق، طلاق دیا یا طلاق دیا، طلاق دیا، طلاق دیا۔ تو ان دونوں صورتوں میں اسے ایک مان کر گنجائش ملنی چاہئے۔

۶- اسکے تعلق سے بیشتر باتیں (جواب ۱-۲) سے معلوم کی جاسکتی ہیں، مزید مختلف مسالک کے رجحانات مختلف مسائل کے تحت دیکھے جاسکتے ہیں۔

۱- اگر کوئی نماز کو باطل کرنے والے امور سے جاہل ہے اور جدید الاسلام یا علماء کے شہر سے دور ہونے کے باعث ان میں سے کسی کا ارتکاب کرگذرتا ہے تو کیا اس سے نماز باطل ہوجائے گی، حنفیہ و مالکیہ کے یہاں متکلم جاہل ہو یا عالم، کلام کرنے سے نماز باطل ہوجائے گی، مگر شافعیہ کے نزدیک جاہل بتحریم الکلام ہے تو کلام قلیل سے نماز باطل نہیں ہوگی۔

"اختلف الفقهاء هل يعذر من يجهل بمبطلات الصلوة فذهب الحنفية والمالكية إلى أن التكلم فى الصلوة يبطلها عالما كان المتكلم أو جاهلا ذهب الشافعية إلى أنه إذا تكلم قليلا جاهلا بتحريم الكلام فى الصلاة لا تبطل صلواة إن قرب عهده بالإسلام أو نشأبعيدة عن العلماء" (موسوعہ فقہیہ ۱۶/ ۲۰۴)۔

"إذا عقد البيعة للإمامين وجهل السابق منهما بطل العقد فيهما عند الشافعية وللامام احمدؒ روايتان" (موسوعہ فقہیہ ۱۶/ ۲۰۶)۔ کس امام سے پہلے بیعت لی، اگر اس کا علم نہیں تو شافعیہ کے نزدیک دونوں میں بیعت باطل ہوجائے گی امام احمدؒ کی اس میں دو روایتیں ہیں:

"ومن زنى بجارية والده-او والدته(او زوجته بظن حلها لايحد)عند علمائنا الثلاثه، وقال زفرؒ: يحد للوطؤ الخالى عن الملک وشبهته ولا عبرة بتأويله الفاسدة(للاشتباه)" (التقریر والتحبیر ۳/ ۳۲۶، تیسیر التحریر ۴/ ۲۲۴)، اگر کوئی شخص حلال سمجھ کر اپنی والدہ یا اپنی بیوی کی باندی سے صحبت کرلے تو امام صاحب اور صاحبین کے نزدیک شبہ کے پائے جانے کی بنیاد پر حد نہیں لگائی جائے گی، لیکن امام زفرؒ کہتے ہیں حد لگے گی اور تاویل معتبر نہ ہوگی، اسی طرح کوئی شخص دار الحرب میں اسلام لایا اور اسے نماز کی فرضیت کا علم نہ ہوسکا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک گذشتہ کی قضا جاننے کے بعد لازم نہ ہوگی اور امام زفرؒ کے نزدیک لازم ہوگی، کیونکہ سبب کے پائے جانے کے بعد مسبب لازم ہوگا اور اس کی مثال اس بیدار شخص کی ہے جو سوتا رہا اور نماز نہ پڑھ سکا تو اس پر قضا ہوتی ہے، اسی طرح یہاں بھی ہوگا (دیکھئے التیسیر التحریر ۴/ ۲۲۵)۔

اسی طرح **"اذا رجع شهود الإحصان فعند الأئمة الثلاثة(امام اعظم وصاحبين)لايضمنون وعند زفرؒ يضمنون؛ لأن وجوب الرجم ظهر بشهادتهم"** (قواعد الفقہ سید عمیم الاحسان/ ۳۹)۔

”وإن قالوا: تعمدنا الشهادة، ولم نعلم أنه يقتل وهم يجهلون قتله وجبت عليهم دية مغلظة لما فيه من العمد“(موسوعہ فقہیہ ۲۶/ ۲۴۴)۔

علامہ امیر ابن ابی حاج لکھتے ہیں کہ اگر حربی دار الاسلام آئے اور اسلام لا کر شراب کی حرمت نہ جانتے ہوئے شراب پی لے تو حد نہیں لگائی جائے گی، لیکن اگر جہالت کے باعث زنا کرے تو حد لگائی جائے گی، ”(لأن الزنا حرام فی جميع الأديان)فلم يتوقف العلم بحرمته(فلا يكون جهله عذرا)(بخلاف الخمر)فإنها لم يكن شربها حراما فی سائر الأديان“(دیکھئے: التقریر والتحبیر ۳/ ۳۲۶-۳۲۷)۔

جہل، یا جدید الاسلام، یا بعیدۃ عن العلماء کے باعث اگر کوئی زنا کرے تو امام مالک کے دو قول ہیں۔

اور بنیادی معلومات بآسانی حاصل ہوسکتی ہیں، اس لئے میرے خیال میں ایسی تجویز ہو جس سے مداہن فی الدین کو حصول علم کا شوق اور داعیہ پیدا ہو اور جہالت کے دائرہ میں ضیق پیدا کی جائے۔

☆☆☆

حکم شرعی پر جہل کا اثر اور زمان ومکان کی رعایت

مولانا محمد ظفر عالم ندوی☆

۱- کتب فقہ کے تتبع واستقراء سے ذیل میں چند ضوابط وقواعد پیش کیے جارہے ہیں جن سے یہ معلوم ہوسکے گا کہ جہل کو کہاں عذر تسلیم کیا جاسکتا ہے اور کہاں نہیں۔

(۱) مسلمات اور ضروریات سے ناواقفیت کو کسی بھی صورت میں عذر نہیں مانا جائے گا، مسلمات سے مراد اللہ کی وحدانیت والوہیت مع صفات باریٔ تعالیٰ، آخرت حدوثِ عالم وغیرہ، یہ ایسی قطعی چیزیں ہیں کہ ان سے انکار محال ہے، فواتح الرحموت میں ہے:

"**الجهل الذي يكون من مكابرة العقل وترك البرهان القاطع وهو جهل، الكافر لا يكون عذرا محال، بل يؤاخذ به في الدنيا والآخرة.**" (فواتح الرحموت ۱/۱۶۰-۱۶۱)۔

(۲) احکام وشرائع دین سے ناواقفیت کو نومسلم حربی کے حق میں عذر مانا جائے گا، جب کہ مسلم اور نومسلم ذمی کے حق میں عذر تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ "**ومن الجهل الذي يصلح عذرا، الجهل بالشرائع في دار الحرب يكون عذرا من مسلم أسلم فيها ولم يهاجر .... بخلاف الذي إذا أسلم في دار الإسلام لشيوع الأحكام والتمكن من السؤال.**" (الحموی علی الأشباہ ۲/۱۳۸)۔

(۳) ایسا اجتہاد جو کتاب وسنت اور اجماع کے خلاف نہ ہو اس اجتہاد کو بھی اصل حکم شرعی سے جہل کے سلسلہ میں عذر مانا جائے گا۔

"**الجهل الذي يصلح أن يكون عذرا هو الجهل الذي يكون في موضع الإجتهاد الصحيح بأن لا يكون مخالفاً لكتاب السنة والإجماع............ لأن جهلة في موضع الإجتهاد والصحيح.**" (الحموی علی الأشباہ والنظائر ۲/۱۳۸)۔

☆ (استاذ) دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔

(۴) ایسا اجتہاد جو کتاب وسنت یا اجماع کے خلاف ہو تو اس جہل کو عذر تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

"جهل نشأ عن اجتهاد شرعي لكن فيما لا يجوز فيه الإجتهاد بأن يخالف الكتاب أو السنة المهشورة أو الإجماع وحكمه أنه وإن كان عذرا في حق الإثم لكن لا يكون عذرا في الحكم حتى لا ينفذ القضاء به." (فواتح الرحموت ۱/۱۶۰-۱۶۱)۔

(۵) ایسا شخص جو اسلام کے منہیات ومحرمات سے ناواقف ہو تو اس کے جہل کو گناہ اور اس پر مرتب ہونے والے حکم (سزا، حد) کے سلسلہ میں عذر مانا جائے گا بشرطیکہ وہ شخص نومسلم ہو۔

"الجهل بالتحريم مسقط للإثم والحكم في الظاهر لمن يخفى عليه لقرب عهده بالإسلام ونحوه، فإن علمه وجهل المرتب عليه لم يعذر."

(۶) اگر کوئی شخص کسی لفظ کے معنی ومفہوم کی حقیقت سے ناواقف ہو تو اس لفظ پر مرتب ہونے والے حکم کے سلسلہ میں اس کے جہل کو عذر مانا جائے گا۔

"الجهل بمعنى اللفظ مسقط لحكمه، إذا نطق الأعجمي بكلمة الكفر أو أيمان أو طلاق أو إعتاق أو بيع أو شراء أو نحوه ولا يعرف معناه ولا يؤاخذ بشئ منه؛ لأنه لم يلتزم بمقتضاه ولم يقصد إليه." (موسوعہ فقہیہ ۱۶/۲۰۱)۔

(۷) اگر کسی کو کسی فعل کی حرمت کا علم تو ہو لیکن اس پر مرتب ہونے والے سزا کا علم نہ ہو تو اس جہل کو عذر نہیں مانا جائے گا۔

"كل من علم تحريم شيء وجهل ما يترتب عليه لم يفده ذلک." (الأشباہ والنظائر للسیوطي)۔

(۸) حقوق اللہ میں منہیات سے ناواقفیت کو عذر مانا جائے گا لیکن مامورات سے ناواقفیت کو عذر نہیں مانا جائے گا،
"الجهل عذر في حق الله تعالىٰ في المنهيات دون المأمورات."(موسوعہ فقہیہ ۱۶/۲۰۲)۔

۲ – عقائد کے باب میں متکلمین وفقہاء کا متفقہ مسلک ہے کہ اس میں جہالت کو عذر کسی بھی صورت میں تسلیم نہیں کیا جائے گا۔"موسوعہ فقہیہ" میں حاشیہ الحموی علی الأشباه لابن نجيم، المنثور للزركشي اور مسلم الثبوت کے حوالہ سے ہے:"ومن أمثلة ذلک جهل الكفار بصفات الله وأحكام الآخرة، فإنه لا يصلح عذرا أصلا، لأنه مكابرة وعناد بعد وضوح الدلائل على وحدانية الله وربوبيته، بحيث لا يخفى على أحد من حدوث العالم المحسوس، وكذا على حقيقة الرسول من القرآن وغيره من المعجزات."(موسوعہ فقہیہ ۱۶/۱۹۹)۔

اس مسئلہ میں مفتی شفیع صاحب کی تفصیلی تحریر ''جواہر الفقہ''میں موجود ہے، اس کا ضروری حصّہ ذیل میں نقل کرتا ہوں:

''قطعیات دین سے مراد اسلام کے وہ احکام قطعیہ ہیں جن کا ثبوت بھی قطعی ہو اور دلالت بھی قطعی ہو، قطعی الثبوت کا مطلب یہ ہے کہ جو عبارت قرآن یا احادیث متواترہ میں اس حکم کے متعلق واقع ہوئی ہے وہ اپنے مفہوم ومراد کو صاف صاف ظاہر کرتی ہو، اس میں کسی قسم کی الجھن نہ ہو کہ جس میں کسی قسم کی تاویل چل سکے، پھر اس قسم کے احکام قطعیہ اگر مسلمانوں کے ہر طبقہ خاص وعام میں اس طرح مشہور ومعروف ہوجائیں کہ ان کا حاصل کرنا کسی خاص اہتمام وتعلیم وتعلم پر موقوف نہ رہے، بلکہ عام طور پر مسلمانوں کو وراثتاً وہ باتیں معلوم ہوجاتی ہوں، جیسے نماز، روزہ، حج، زکاۃ کا فرض ہونا، چوری، شراب کا گناہ ہونا، آنحضرت ﷺ کا خاتم الانبیاء ہونا تو ایسے احکام قطعیہ کو ضروریاتِ دین کہتے ہیں، اور جو اس درجہ مشہور نہ ہوں وہ صرف قطعیات کہلاتے ہیں''۔

ضروریاتِ دین کا انکار باجماع امت مطلقاً کفر ہے، ناواقفیت وجہالت کو اس میں عذر نہ قرار دیا جائے گا اور نہ کسی قسم کی تاویل سنی جائے گی، اور قطعیات محضہ جو شہرت میں اس درجہ کو نہیں پہنچتے تو حنفیہ کے نزدیک اس میں یہ تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی عامی آدمی بوجہ ناواقفیت وجہالت کے ان کا انکار کر بیٹھے تو ابھی اس کے کفر وارتداد کا حکم نہ کیا جائے گا، بلکہ پہلے اس کو تبلیغ کی جائے گی کہ یہ حکم اسلام کے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ احکام میں سے ہے اس کا انکار کفر ہے، اس کے بعد بھی اگر وہ اپنے انکار پر قائم رہے تب کفر کا حکم کیا جائے گا۔

''كما في المسامرة والمسايرة لابن الهمام، وأما ما ثبت قطعا ولم يبلغ حد الضرورة كاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت الصلبية بإجماع المسلمين فظاهر كلامهم الإكفار بجحده، بأنهم لم يشترطوا في الإكفار سوى القطع في الثبوت .... يجب حملهٗ على ما إذا علم المنكر ثبوته قطعاً.'' (مسامرۃ ص:۱۴۹، جواہر الفقہ ۱/)۔

میرے نزدیک زیرِ بحث مسئلہ کی وضاحت میں مفتی صاحبؒ کی تحریر کافی ہے۔

۳- دارالحرب میں مسلمانوں کے جہل کو عذر ماننے کی علت یہ ہے کہ دارالحرب میں شرعی تعلیم کے انتظامات نہیں ہوتے ہیں، اسی وجہ سے دارالحرب میں جہل کو عذر مانا گیا ہے، اس کے پیشِ نظر ہندوستان جہاں دینی تعلیم کی اشاعت وحصول میں گرچہ دشواری ہے لیکن پابندی نہیں ہے، بلکہ دستوری طور پر اس کی اجازت ہے، یہی وجہ ہے کہ یہاں کسی مسلم کے جہل کو عذر نہیں مانا جائے گا، البتہ وہ مسائل جو دقیق جزئیات سے متعلق ہوں ان کا جہل ایسی جگہوں پر عذر تسلیم کیا جائے گا جہاں دینی

تعلیم کا حصول بآسانی ممکن نہیں ہے۔

اس مسئلہ میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی تحقیق اس طرف رہنمائی کرتی ہے، موصوف کی تحقیق ان ہی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو: ''ہندوستان میں مسلمانوں کو دستوری تحفظ حاصل ہے، مذہبی امور میں آزادی کے علاوہ ان کو اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کا حق حاصل ہے، اور زندگی کے تمام شعبوں میں ان کے وجود کو محسوس کیا جاتا ہے، اس پس منظر میں اس کے دارالامن ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔'' اس کے بعد موصوف دارالامن کے احکام بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ احکامِ شرعیہ سے ناواقفیت اور جہل کے معاملہ میں جس طرح دارالحرب کے مسلمانوں کو معذور سمجھا جائے گا اسی طرح ان کو معذور نہیں سمجھا جائے گا (قاموس الفقہ ۳/ ۳۹۹-۴۰۳)۔

۴- احناف کے نقطۂ نظر سے اگر کوئی شخص مس بالشہوت اور نظر بالشہوت سے حرمت مصاہرت کے ثبوت سے ناواقف ہو اصولی طور پر تو اس کی لاعلمی کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور اس کے جہل کو عذر نہیں مانا جائے گا، کیونکہ فقہی قاعدہ کے مطابق جس کو کسی فعل کی حرمت کا علم تو ہو، لیکن اس پر مرتب ہونے والے احکام سے ناواقف ہو تو اس کے جہل کو عذر شمار نہیں کیا جائے گا، علّامہ سیوطیؒ ''الأشباه والنظائر'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''**كل من علم تحريم شيء وجهل ما يترتب عليه لم يفده ذلك.**'' (الأشباه والنظائر للسيوطي)۔

البتہ اس مسئلہ میں ناچیز کا خیال ہے کہ مس بالشہوت اور نظر بالشہوت سے حرمتِ مصاہرت کا مسئلہ ایسا ہے جس کے قائل صرف حنفیہ ہیں، ائمۂ ثلاثہ سے اس قسم کی کوئی روایت نہیں ملتی، نیز احناف کا یہ مسلک محض احتیاط پر مبنی ہے، جب احتیاطاً یہ مسلک ہے تو جہل کو عذر مانتے ہوئے حرمتِ مصاہرت لازم نہیں آنی چاہیے، کیونکہ احتیاط کو احتیاط ہی کی حد تک باقی رکھا جاتا ہے، لہٰذا اس صورت میں حرمتِ مصاہرت کے دائرہ کو حرج سے بچنے کے لیے وسیع رکھنے کے بجائے کم سے کم رکھا جائے گا۔

علّامہ ابن الہمام لکھتے ہیں: ''**الموضع الذي نحن فيه موضع الإحتياط، وقد يجاب بأن نفس هذا الحكم وهو التحريم بالمس ثبوته بالإحتياط، فلا يجب الإحتياط في الإحتياط.**'' (فتح القدیر ۳/ ۲۱۴)، ابن ہمامؒ کی رائے سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ نظر و مس بالشہوت جہل کی بنا پر ہو تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔

۵- جہل کے باب میں ایک قاعدہ ہے کہ اگر کسی کو کسی لفظ کی حقیقت کا تو علم ہو، لیکن اس پر مرتب ہونے والے حکم کی حقیقت سے ناواقف ہو تو اس جہل کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اسی وجہ سے اگر کوئی طلاق کی حقیقت سے تو واقف ہے، لیکن الفاظ طلاق کے دائرے پر مرتّب ہونے والے حکم سے ناواقف ہے تو عام حالات میں اس کے جہل کو عذر نہیں مانا جائے گا،

اور ایسی صورت میں تین طلاق واقع ہوجانے کا فتویٰ دیا جائے گا۔

”كل من علم تحريم شيء وجهل ما يترتب عليه لم يفده ذلك.“ (الأشباہ للسیوطي)۔

لیکن اگر کسی معاشرہ میں لفظ طلاق بار بار دہرانے کا رواج ہو اور مقصد محض طلاق دینا ہو نہ کہ متعدد طلاق، یا تین بار لفظ طلاق کہنے ہی کو طلاق تصور کیا جاتا ہو، طلاق مغلظہ ہونے یا بیوی حرام ہونے کا علم نہ ہو اور نہ ہی وہاں احکامِ شرع کی تعلیم کا کوئی نظم ہو اور جہل عام ہو تو ایسی صورت میں اس ماحول کی بے خبری اور عرف کی رعایت کی جائے گا اور وہاں کی مخصوص فضا اور مخصوص حالت میں ایک ہی طلاق مانی جائے گی۔ مجموعہ قوانینِ اسلامی ہند جو ہندوستان کے مستند علماء کی نگرانی میں مرتب ہوا ہے اس کے دفعہ ۲۷۸ میں تقریباً یہی رائے دی گئی ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے "الأشباه والنظائر" میں: "من يقبل دعوى الجهل، ومن لا يقبل" کے عنوان کے تحت یہ صراحت کی ہے کہ جن حرام چیزوں میں لوگ عام طور پر مبتلا ہوں ان میں جہل قبول نہیں کیا جائے گا اور حرمت کے احکام جاری ہوں گے، اس کے بعد کچھ استثنائی احکام بیان کیے ہیں، جن کے سلسلہ میں یہ بھی ہے کہ جو لوگ شہر اور مراکز علم وتہذیب سے دور دیہاتی علاقے میں رہتے ہوں اور وہاں نشو ونما ہوں، اور حرمت سے متعلق احکام ان کی نگاہوں سے مخفی ہوں، ان کا جہل قابلِ قبول ہوگا، علامہ موصوف کے الفاظ یہ ہیں:

”كل من جهل تحريم شيء مما يشترك فيه غالب الناس لم يقبل، إلاّ أن يكون قريب عهد بالإسلام، أو نشأ ببادية بعيدة يخفى فيها مثل ذلك، كتحريم الزنىٰ والقتل والسرقة والخمر الخ.“ (الأشباه والنظائر للسيوطي ص: ۲۷۳)۔

خلاصہ یہ کہ سوال میں مذکور جو صورت بیان کی گئی ہے اس میں طلاق کے الفاظ اگرچہ متعدد بار کہے گئے ہوں، لیکن چونکہ لوگ اس کے حکم سے واقف نہ ہوں یا کئی بار طلاق دینے ہی کو طلاق تصور کرتے ہوں تو صرف ایک طلاق مانی جائے گی۔

۶- کسی شخص نے دار الحرب میں اسلام قبول کیا مگر ہجرت کر کے دار الاسلام نہ آسکا، بلکہ زمانہ تک دار الحرب میں ہی رہا اور اسے نماز وروزہ کی فرضیت کا علم نہ ہوسکا تو بعد میں علم ہوجانے کے بعد اس کی قضا اس پر ضروری نہیں، البتہ امام زفر کا کہنا ہے کہ اس کی قضا ضروری ہوگی۔

”من الجهل الذي يصلح عذرا، الجهل بالشرائع في دار الحرب يكون عذرا من مسلم أسلم فيها ولم يهاجر حتى لو مكث فيها ولم يعلم أن عليه الصلوة والزكوٰة وغيرها ولم يؤدها لا يلزمه قضاء ها خلافا لزفر.“ (الحوی علی الأشباہ ۲/۱۳۷)۔

۷- اگر کسی عجمی شخص سے طلاق وعتاق کے الفاظ کہلائے گئے اس طور پر کہ وہ اس کا معنی نہ جانتا ہو تو ان الفاظ کا اعتبار

نہیں کیا جائے گا اور اس کا حکم بھی لازم نہیں آئے گا، "**وإذا نطق الأعجمي بكلمة كفر أو أيمان أو طلاق أو اعتاق أو بيع أو شراء أو نحوه ولا يعرف معناه لا يؤاخذ بشيء منه، لأنه لم يلتزم بمقتضاه ولم يقصد إليه، وكذلك إذا نطق العربي مما يدل على هذه العبارة بلفظ أعجمي لا يعرف معناه فإنه لا يؤاخذه، نعم.**" (موسوعہ فقہیہ ۱۶/۲۰۱)۔

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ نے اسی طرح کے ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ الفاظ کے محل استعمال اور معنی نہ جاننے کی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی،" ہاں اگر بالکل محل استعمال اور معنی سب ہی سے ناواقف ہو کچھ خبر ہی نہ ہو تو پھر طلاق نہیں ہوگی۔" بحوالہ "**قال أبو الليث: إذا قال لإمرأته: أنت طلاق ولا يعرف أن هذا اللفظ طلاق، طلقت في القضاء ولا تطلق فيما بينه وبين الله تعالىٰ.**" (فتاویٰ محمودیہ ۱۸/۶۰۔ بحوالہ تاتارخانیہ ۳/۲۵۹)۔

۸- اگر دو شخص کسی شخص کے بارے میں قتل کی گواہی دیں ہیں پھر رجوع کرلیں اور یہ کہیں کہ ہم نے جان بوجھ کر ان پر قتل کا الزام لگایا تھا لیکن ہم نہیں جانتے تھے کہ ان کی شہادت کی بنیاد پر ان کو قتل کیا جائے گا، تو قصاص میں ان دونوں گواہوں کو قتل نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ قتل کے لیے ان کا تعمد ظاہر نہیں ہے اور قصاص کے لیے عمداً قتل شرط ہے، ظاہر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں ظاہر نہیں ہو پاتی ہیں بلکہ مخفی رہتی ہیں۔

"**وقال الزركشي: لو شهد القتل ثم رجعا وقالا: تعمدنا، ولكن ما عرفنا أنه يقتل بشهادتنا فلا يجب القصاص في الأصح، إذ لم يظهر تعمدهما للقتل، لأن ذلك مما يخفى على العوام**" (موسوعہ فقہیہ ۱۶/۲۰۰)۔

علامہ سیوطیؒ نے "الأشباه والنظائر" میں اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عام طور پر لوگ جن گناہوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں ان میں جہل عذر نہیں ہوگا، ہاں! اگر یہ گناہ ایسی جگہ ہوا ہو جہاں اس کا گناہ ہونا ظاہر نہ ہو بلکہ مخفی ہو تو وہاں عذر مانا جائے گا۔ موصوف فرماتے ہیں:"**كل من جهل تحريم شيء مما يشترك فيه غالب الناس لم يقبل، إلاّ أن يكون قريب عهد للإسلام أو نشأ ببادية بعيدة يخفى فيها مثل ذلك.**" چند مثالوں کے بعد آگے انھوں نے صراحت کی ہے:"**والقتل بالشهادة إذا رجعا قالا: تعمدنا، ولم تعلم أنه يقتل بالشهادة.**" (الأشباہ والنظائر للسیوطي ۲۷۳ مطبع بیت الأفکار، اُردن)، علامہ سیوطیؒ کی صراحت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قتل کی جھوٹی گواہی لاعلمی میں دینے کی وجہ سے کسی کو قصاصاً قتل کردیا جائے تو یہ لاعلمی عذر مانی جائے گی اور گواہان قصاصاً قتل نہیں کیے جائیں۔

مواقع اجتہاد اور دار الحرب میں احکام سے ناواقفیت کے احکام

مفتی عبدالمنان قاسمی☆

جہل علم کی ضد ہے، جہل کی مختلف تعریف کی گئی ہے، ان میں سے سب سے صحیح تعریف وہ ہے جو ابن ہمامؒ وابن نجیمؒ وغیرہ نے کی ہے کہ علم کی صلاحیت کے باوجود علم سے محروم ہونا جہل ہے، "**عدم العلم عما من شأنه العلم**"، اگر آدمی کے اپنے جہل کا احساس بھی ہو تو یہ جہل بسیط ہے اور اگر جہل کے باوجود اس کو اپنے بارے میں علم کا خیال پیدا ہوجائے تو یہ جہل مرکب ہے۔

جہل و ناواقفیت اصلا ان امور میں سے ہے جس کو شریعت عذر تسلیم کرتی ہے اور اکثر اوقات اس کی وجہ سے حکم میں تخفیف پیدا ہوتی ہے، اس لئے فقہاء حنفیہ نے عموما عوارض اہلیت کے ذیل میں اس کا ذکر کیا ہے، علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں: "**المجهول في الشريعة المعجوز عنه**" (مجموع فتاوی شیخ الاسلام)، شریعت میں مجہول کسی چیز کے غیر موجود اور اسے معذور ہونے کے حکم پر ہے۔

ابن رجب حنبلیؒ نے اس کو محتاط لب ولہجہ میں یوں کہا ہے، "**ينزل المجهولة منزلة المعدوم، وإن كان الأصل بقاء ه إذا يئس من الوقوف عليه وشق اعتباره**"، کسی چیز سے ناواقفیت اس کو معدوم کے درجہ میں کردیتی ہے، اگر اس کی واقفیت سے مایوسی ہوگئی یا اس کا اعتبار کرنے میں مشقت ہو تو اصل اس کا باقی رہنا ہے۔

۱- فقہاء اسلام کی تشریحات کی روشنی میں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کے بارے میں مختصر اصول وضوابط۔

احناف کے نزدیک جہل کے احکام، احناف نے جہل کی چار قسمیں کی ہیں۔

جہل باطل- موقع اجتہاد میں جہل، دار الحرب میں جہل، حق شفعہ وغیرہ میں جہل۔

جہل باطل: ایسا جہل ہے جو آخرت میں انسان کے لئے عذر نہ بن سکے، عام طور پر چار صورتوں کو اس زمرہ میں رکھا گیا ہے، کافر کا توحید ورسالت اور آخرت، نیز اللہ تعالی کی صفات سے جہل۔

☆ دار الحدیث، پرمائی ویٹی ہوجائی، آسام۔

۲-توحید ورسالت کا اقرار ہو، لیکن اللہ تعالی کی صفات یا آخرت وغیرہ کی بابت مبتدعانہ عقیدہ رکھتا ہو، مثلاً وہ لوگ جو خدا کی صفات کو بالکل مخلوق کی طرح فانی تصور کرتے ہوں، یا عذاب قبر، میزان وپل صراط اور حوض وشفاعت کے منکر ہوں۔

۳-باغی کا جہل: جو عادل امیر المسلمین کے خلاف ناواجبی بغاوت کرے، چنانچہ وہ اگر کسی کا مال تلف کردے تو اس کا ضامن ہوگا، تاہم اس کا جہل پہلے طبقہ سے کمتر متصور ہوگا، کیونکہ مبتدعین پر تو بعض سلف نے کفر کا فتوی لگایا ہے، لیکن محض بغاوت کے باعث کفر نہ ہونے پر اتفاق ہے۔

۴-مجتہد کا صریحا کتاب اللہ وسنت مشہورہ اور اجماع امت کے خلاف رائے قائم کرنا: مثلاً قرآن نے ذبیحہ کی حلت کے لئے بسم اللہ کہنے کو ضروری قرار دیا ہے، لیکن بعض فقہاء نے عمداً تارک تسمیہ کے ذبیحہ کو بھی حلال قرار دیا ہے، حدیث مشہور ہے کہ طلاق مغلظہ کے بعد عورت شوہر اول کے لئے جب ہی حلال ہوگی کہ شوہر ثانی اس سے جماع کر چکا ہو، مگر بعض حضرات نے اس کے خلاف شوہر ثانی کے محض نکاح کو کافی قرار دیا ہے، اجماع ہے کہ ام ولد باندی فروخت نہیں کی جاسکتی، اس کے باوجود بعضوں نے اسکی اجازت دی ہے (قواعد ابن رجب/ ۲۳۷)۔

مواقع اجتہاد میں جہل:

اجتہادی مسائل میں یا ایسے مواقع پر جہاں واقعی شبہ کی گنجائش ہو، آدمی ناواقفیت کی وجہ سے کوئی کام کر گزرے، یہ عذر شرعی بن سکتا ہے، مثلاً کسی شخص نے پچھنا لگوایا چونکہ ایک حدیث مروی ہے جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پچھنا لگانا ناقض روزہ ہے، اور یہی رائے امام اوزاعیؒ کی ہے "افطر الحاجم والمحجوم"، اس شخص نے یہ سمجھ کر کہ واقعہ روزہ توڑ چکا ہے، کھا پی لیا تو صرف قضا واجب ہوگی، کفارہ واجب نہ ہوگا۔

دارالحرب میں جہل:

جہل کی تیسری صورت یہ ہے کہ ایک غیر اسلامی ملک میں کسی شخص نے اسلام قبول کیا، مگر احکام شرعیہ اس کو معلوم نہ ہوسکے اور نماز، روزہ وغیرہ کی فرضیت کا علم نہ ہوسکا تو ایسا شخص جب تک ناواقفیت کی وجہ سے ان عبادات کو انجام نہ دے معذور سمجھا جائے گا اور اس کی قضا واجب نہ ہوگی۔

جہل کی چوتھی قسم:

جہل کی چوتھی قسم کی فقہاء نے مختلف مثالوں سے توضیح کی ہے، ہم اگر اس کی تحدید کرنا چاہیں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ اپنے اختیارات کا استعمال کرنے یا نہ کرنے کی جو شرطیں ہیں، آدمی ان شرطوں کے وقوع پذیر ہوجانے سے واقف نہ ہو تو یہ

عذر معتبر ہوگا، مثلاً ولی باکرہ بالغہ لڑکی کا نکاح رد کردے اور لڑکی کو اس کی خبر نہ ہو تو اس کی خاموشی نکاح پر رضامندی متصور نہ ہوگی، بلکہ نکاح پر مطلع ہونے کے بعد اس کو نکاح رد کرنے کا اختیار باقی رہے گا، یا کسی شخص کو کسی چیز کے خریدنے کا وکیل بنایا ہو پھر اس شخص کو معزول کردیا اور خریداری کا اختیار سلب کرلیا، مگر وکیل کو ابھی اس کی اطلاع نہ ہوسکی، ایسی صورت میں اگر اس نے سامان خرید لیا تو اس کی ذمہ داری وکیل پر نہ ہوگی، بلکہ خود وہ شخص اس کا ذمہ دار ہوگا (ملخص از الاشباہ والنظائر ۴/۱۰۳-۲۶، تیسیر التحریر ۴/۷۲-۲۱۱، نورالانوار ۳۰۰-۲۹۹)۔

جہل کے متعلق ایک اصول:

احناف کے یہاں ایک اصول جہل کے متعلق یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس کا اعتبار دفع فساد کے لئے ہوتا ہے، چنانچہ ایک شخص کی بڑی بیوی نے اس کی چھوٹی بیوی کو (جو شیر خواری کی عمر میں تھی) دودھ پلادیا تو حرام تو دونوں بیویاں ہی ہوجائیں گی، لیکن اگر بڑی بیوی اس بات سے واقف نہ تھی کہ اسکا یہ عمل اس کے شوہر کو دونوں بیویوں سے محروم کردیگا، اور اس کے نتیجہ میں اس شیر خوار بیوی کا نصف مہر بھی شوہر پر خواہ مخواہ کسی انتفاع واستمتاع کے بغیر واجب ہوگا، وہ اس آدھے مہر کی ذمہ دار نہ ہوگی، اسی طرح کسی شخص نے کلمہ کفر کہہ دیا اور اسے معلوم نہ ہو کہ یہ الفاظ کفر میں سے ہیں تو بعض فقہاء اسے کافر قرار دیتے ہیں، لیکن بعضوں نے اسے معذور تسلیم کیا ہے اور کفر کا فتویٰ نہیں لگایا ہے۔ اور حموی نے اس پر خود امام محمدؒ کے ایک واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ ان کے زمانہ میں ایک عورت سے کہا گیا کہ یہود ونصاریٰ کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عذاب دیں گے، اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کریں گے، اس لئے کہ وہ بھی تو اسی کے بندے ہیں، امام محمدؒ سے اس عورت کے بارے میں استفسار کیا گیا تو اس کی ناواقفیت کی وجہ سے کفر کا فتویٰ نہیں لگایا، بلکہ نصیحت فرمائی کہ اس عورت کو تعلیم دو (اشباہ)۔

۳- ہندوستان جیسے ممالک کو جہل کے حوالہ سے دارالحرب یا دارالاسلام کے زمرہ میں رکھا جائے:

ہندوستان کا زمام اقتدار اگرچہ غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہے، پھر بھی دارالحرب کا حکم میں نہیں ہے، کہ جہل کو یہاں عذر مانا جائے اور نہ ہی دارالاسلام ہے چونکہ زمام اقتدار غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہے، اس کے باوجود وافر مقدار میں دینی ادارے موجود ہیں، اس لئے احکام شرع سیکھنا بہ سہولت ممکن ہے دور دراز کا سفر کر کے بھی علم حاصل کرنا ممکن ہے اور ہو بھی رہا ہے، لہذا احکام شرع سے ناواقفیت کو یہاں عذر نہ مانا جائے۔

۴- مس بالشہوۃ اور نظر بالشہوۃ سے حرمت مصاہرت کا ثابت ہونا:

اس سلسلہ میں بندہ ناچیز کا ناقص خیال یہ ہے کہ حرمت مصاہرت ثابت ہو، یہاں جہالت کو اگر عذر مانا جائے تو ہر

مبتلا بہ جہل کے بہانہ اختیار کرے گا اور مس بالشہوۃ ونظر بالشہوۃ سے حرمت مصاہرت کا ثابت نہ ہونا عام مسئلہ بن جائے گا، لہذا میرے خیال میں اس بات کی چھوٹ نہ دیا جائے، بلکہ واعظین حضرات جمعہ کے خطبات میں ان مسائل کی خوب اشاعت کریں۔

۵- اس سوال کے جواب سے پہلے کئی چیزوں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے:

الف- واقعہ اتفاقی پر جو خاص حکم ہوتا ہے وہ عام حکم نہیں ہونا چاہئے۔

ب- جہل کی بنا پر احکام شرع کی تبدیلی کے بجائے جہل کو دور کرنے کی کوشش ہونی چاہئے۔

ج- نو جوان لڑکے لڑکیوں کو نکاح پڑھانے کی مجلس میں طلاق کے مسئلہ پر نکاح خواہ یا علماء کرام موجودہ حالات کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہوئے کچھ ناصحانہ باتیں رکھیں اور تین طلاق کسی بھی صورت میں نہ دینے کا معاہدہ لیا جائے۔

د- جلسوں اور اجتماعات میں طلاق بدعی پر ضرور بیان ہونے کا انتظام کیا جائے، جمعہ کے دن خطیب بھی اس پر بات رکھنے کی ضرورت پر زور دے۔

ھ- اس موضوع پر کتابچہ چھپوا کر وکلاء کو دیا جائے اور ہر مسجد میں بھی رکھا جائے۔ سپریم کورٹ میں تین طلاق کا مقدمہ دائر ہونے کے بعد الیکٹرانک وسوشل میڈیا کے ذریعہ عموماً ہر جگہ یہ بات پہنچ گئی ہے، لہذا جہل کو عذر ماننا اس وقت میرے خیال میں صحیح نہیں ہوگا۔

۶- جہل کا بعض حالات اور بعض علاقوں میں عذر قرار پانا تمام فقہی مسائل میں متفق علیہ ہے، اگرچہ بعض فقہی مسالک میں جہل کو عذر قرار دینے کا دائرہ دوسرے فقہی مسالک کے مقابلہ میں زیادہ وسیع ہے، فقہ شافعی میں سب سے زیادہ مسائل میں جہل کو عذر مانا گیا ہے اور جہل کی بنا پر حکم میں تبدیلی یا تخفیف ہوتی ہے، اس سلسلہ میں مختلف فقہی مسالک کے موقف اور رجحان کی وضاحت مندرجہ ذیل ہے۔

احناف کے نزدیک جہل کے احکام:

احناف نے جہل کی چار قسمیں کی ہیں: جہل باطل، موقع اجتہاد میں جہل، دار الحرب میں جہل، حق شفعہ وغیرہ میں جہل۔

جہل باطل:

ایسا ایک جہل ہے جو آخرت میں انسان کے لئے عذر نہ بن سکے، عام طور پر چار صورتوں کو اس زمرہ میں رکھا گیا ہے:

۱- کافر کا توحید ورسالت، آخرت اور اللہ تعالی کی صفات سے جاہل ہونا۔

۲- توحید، رسالت وغیرہ کا اقرار ہو، لیکن اللہ تعالی کی صفات یا آخرت وغیرہ کی بابت مبتدعانہ عقیدہ رکھتا ہو، مثلاً

وہ لوگ جو خدا کی صفات کو بالکل مخلوق کی طرح فانی تصور کرتے ہوں یا عذاب قبر، میزان و پل صراط اور حوض وشفاعت کے منکر ہوں۔

۳- باغی کا جہل جو عادل امیر المسلمین کے خلاف ناواجبی بغاوت کرے، چنانچہ اگر وہ کسی کا مال تلف کردے تو ضامن ہوگا، تاہم ان کا جہل پہلے طبقہ سے کمتر متصور ہوگا، کیونکہ مبتدعین پر تو بعض سلف نے کفر کا فتوی لگایا ہے، لیکن محض بغاوت کے باعث کفر نہ ہونے پر اتفاق ہے۔

۴- مجتہد کا صریحا کتاب اللہ، سنت مشہورہ اور اجماع امت کے خلاف رائے قائم کرنا، مثلاً قرآن نے ذبیحہ کی حلت کے لئے بسم اللہ کہنے کو ضروری قرار دیا، لیکن بعض فقہاء نے عمدا تارک تسمیہ کے ذبیحہ کو بھی حلال قرار دیا ہے، حدیث مشہور ہے کہ طلاق مغلظ کے بعد عورت شوہر اول کے لئے جب ہی حلال ہوگی کہ شوہر ثانی اس سے جماع کر چکا ہو، مگر بعض حضرات نے اس کی خلاف شوہر ثانی کے محض نکاح کو کافی قرار دیا ہے، اجماع ہے کہ ام ولد باندی فروخت نہیں کی جاسکتی، اس کے باوجود بعضوں نے اس کی اجازت دی ہے۔

موقع اجتہاد میں جہل:

اجتہادی مسائل میں یا ایسے موقع پر جہاں واقعی شبہ کی گنجائش ہو، آدمی ناواقفیت کی وجہ سے کوئی کام کر گذرے یہ جہل عذر شرعی بن سکتا ہے، مثلاً کسی شخص نے پچھنا لگوایا چونکہ ایک حدیث مروی ہے، جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پچھنا لگانا ناقص روزہ ہے اور یہی رائے امام اوزاعی کی ہے (افطر الحاجم والمحجوم) اس شخص نے یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ چکا ہے، کھا پی لیا تو صرف قضا واجب ہوگی، کفارہ واجب نہ ہوگا۔

دار الحرب میں جہل:

جہل کی تیسری صورت یہ ہے کہ ایک غیر اسلامی ملک میں کسی شخص نے اسلام قبول کیا، مگر احکام شرعیہ اس کو معلوم نہ ہوسکے اور نماز روزہ کی فرضیت کا بھی علم نہیں ہوسکا تو ایسا شخص جب تک ناواقفیت کی وجہ سے ان عبادات کو انجام نہ دے سکے معذور سمجھا جائے گا اور اس کی قضا واجب نہ ہوگی۔

جہل کی چوتھی قسم:

جہل کی چوتھی قسم کی فقہاء نے مختلف مثالوں سے توضیح کی ہے، ہم اگر اس کی تحدید کرنا چاہیں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ اپنے اختیارات کا استعمال کرنے یا ان کے سلب ہوجانے کی جو شرطیں ہیں، آدمی ان شرطوں کے وقوع پذیر ہوجانے سے واقف نہ ہو تو یہ عذر معتبر ہوگا، مثلاً ولی باکرہ بالغہ لڑکی کا نکاح رد کردے، اور لڑکی کو اس کی خبر نہ ہو تو اس کی خاموش نکاح پر

رضامندی مقصود نہ ہوگی، بلکہ نکاح پر مطلع ہونے کے بعد اس کو نکاح رد کرنے کا اختیار باقی رہے گا، یا کسی شخص کو کسی چیز کی خریداری کا وکیل بنایا پھر اس شخص کو وکالت سے معزول کر دیا اور خریداری کا اختیار سلب کرلیا، مگر وکیل کو اس کی اطلاع نہ ہوسکی ایسی صورت میں اگر اس نے سامان خرید لیا تو اس کی ذمہ داری وکیل پر نہ ہوگی، بلکہ خود وہ شخص اس کا ذمہ دار ہوگا۔

شوافع کے نزدیک جہل کے احکام:

فقہاء شوافع نے لکھا ہے کہ بنیادی طور پر جہل کی وجہ سے آخرت میں ہونے والا گناہ معاف ہوجاتا ہے، البتہ دنیوی حکم کے اعتبار سے جہل کی کئی قسمیں اور صورتیں ہیں:

پہلی صورت: شریعت نے جس چیز کا حکم دیا تھا اسے انجام نہ دیا تو اس کی وجہ سے یہ فرض اس سے معاف نہیں ہوگا، بلکہ اس کا تدارک واجب ہوگا، چونکہ تعمیل امر ہی نہیں کیا، اس لئے اس کے ثواب و اجر سے بھی محروم ہوگا، مثلاً کپڑے اور جسم میں اتنی نجاست لگی تھی کہ اس کے ساتھ نماز درست نہیں ہوتی بے خبری میں، اس کے ساتھ نماز ادا کرلی بعد میں معلوم ہوا تو قضا واجب ہوگی یا کسی شخص کو محتاج سمجھ کر زکوۃ دے دی بعد کو معلوم ہوتا کہ وہ مالدار ہے اور مصرف زکوۃ نہیں تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔

دوسری صورت: شریعت نے اس بات سے منع کیا اور ناواقفیت میں اس کا ارتکاب کرلیا، البتہ اس کی وجہ سے کسی حق تلف نہ ہو تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا، جیسے ناواقفیت میں شراب پی گیا یا جہالت کی وجہ سے کوئی ایسا عمل کر گزری جو اس عبارت کے لئے جس میں وہ مصرف ہے مفسد ہو، مثلاً نماز میں بات کرلے یا روزہ میں کھالے، اعتکاف میں جماع کرلے، ایسی صورت میں نہ وہ عبادت فاسد ہوگی، کفارہ یا فدیہ بھی واجب نہ ہوگا، یہ سب فقہ شافعی کے مطابق ہے۔

تیسری صورت: شریعت نے جس بات سے منع کیا ہے اس کا مرتکب ہو اور اس میں خود اس کے یا کسی اور کے حق کا اتلاف بھی ہو، مثلاً غاصب نے مغصوبہ کھانا پیش کر دیا اور ناواقفیت میں اس نے کھالیا تو اگر یہ کسی اور کا غصب کیا ہوا سامان تھا تو اس کھانے والے ہی پر اس کا تاوان واجب ہوگا اور اگر غاصب نے خود اسی شخص کا کھانا غصب کرلیا اسی طرح غصب بری الذمی ہوجائے گا۔

چوتھی صورت: کسی ایسی ممنوع بات کا حکم شرعی سے ناواقفیت یا خود اس شی کے بارے میں ناآگہی کی وجہ سے ارتکاب کرے جو شرعاً عقوبت یا سزا کا موجب ہے تو اس پر وہ سزا جاری نہ ہوگی، مثلاً قتل کی حرمت بھی واقف نہ ہو اور قتل کردے تو قصاص واجب نہ ہوگا، اسی طرح لکھی اور قدرت کو اپنی بیوی سمجھ کر وطی کرلے تو حد زنا جاری نہ ہوگی بلکہ صرف عورت کا مہر مثل واجب ہوگا۔

جہل کے معتبر ہونے کے لئے دو بنیادی اصول:

جہل کی ان اقسام کے علاوہ جہل کے بحیثیت عذر قابل قبول ہونے کے لئے بعض قواعد بھی مقرر کئے گئے ہیں۔

۱-ایسی چیزیں جن کی حرمت سے عام طور پر لوگ واقف ہوتے ہیں، اگر کوئی شخص اس ناواقفیت اور جہل کا عذر کرے تو اسی وقت معتبر ہوگا، جبکہ وہ نومسلم ہو یا ایسے دور دراز دیہات اور صحراء کا باشندہ ہو کہ وہاں تک علم کی روشنی نہ پہنچی ہو، زنا، قتل، چوری، شراب، نماز میں گفتگو اور روزہ میں کھانا وغیرہ کا شمار اسی قسم کے احکام میں ہے۔

۲-کسی فعل کی حرمت سے آگاہ ہو، مگر اس پر جو احکام مرتب ہوتے ہیں ان سے ناواقف ہو تو یہ ناواقفیت اس کے لئے چنداں مفید نہ ہوگی، مثلاً شراب وزنا کی حرمت سے واقف ہو، لیکن اس کے سزا سے ناواقف تو اس پر ان جرائم کے ارتکاب کی صورت میں شرعی سزا (حد) نافذ کی جائے گی، قتل کی حرمت سے واقف ہو، مگر یہ معلوم نہ ہو تو قاتل بطور قصاص قتل کر دیا جاتا ہے تب بھی قتل کی وجہ سے قصاص اس پر جاری ہوگا، یہ جانتا ہو کہ حالت احرام میں خوشبو کا استعمال ممنوع ہے، مگر یہ معلوم نہ ہو کہ اس پر فدیہ بھی واجب ہوتا ہے، تب بھی خوشبو لگانے پر فدیہ واجب ہوگا (ملخص از الاشباہ والنظائر للسیوطی ۵۸-۷-۳۳، قاموس الفقہ ۳/۱۶۶-۱۶۹)۔

بطور نمونہ چند وہ مسائل درج کئے جاتے ہیں جن میں جہل کو عذر قرار دینے یا نہ دینے کی بحث فقہاء کے یہاں آتی ہے۔

۱-کسی شخص نے دار الحرب میں اسلام قبول کیا، ہجرت کر کے دار الاسلام نہیں آیا، بلکہ ایک زمانہ تک دار الحرب ہی میں رہا، اسے نماز، روزہ کی فرضیت کا علم نہ ہو سکا اور اس نے نماز، روزہ کی ادائیگی نہیں کی تو فرضیت کے علم ہونے کے بعد کیا اس پر ان دونوں کے نماز، روزہ کی قضا لازم ہوگی جن دنوں کے اسے فرضیت کا علم نہ تھا یا قضا لازم نہ ہوگی، علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں:

"كل من جهل تحريم شئ مما يشترك فيه غالب الناس لم يقبل منه دعوى الجهل، إلا أن يكون قريب عهد بالإسلام أو نشأ ببادية بعيدة يخفى فيها مثل ذلك كتحريم الزنا والقتل، والسرقة، والخمر والكلام في الصلوة والأكل في الصوم" (الاشباہ والنظائر)۔

یہ شخص جب دار الحرب سے ہجرت کر کے دار الاسلام میں آیا اور نماز روزہ کی فرضیت کا علم ہوا تو اس کے اسلام قبول کرنے کے بعد سے قبل نمازیں چھوٹی اس کی قضا کرے اور روزہ بھی قضا کرے جب فرضیت کا علم نہیں تھا تو ادا واجب نہیں تھا اب جب علم حاصل ہوا اس کی قضا واجب ہے۔

۲-کسی عجمی شخص سے عربی زبان میں طلاق، عتاق، یمین کے الفاظ کہلائے گئے جن کا معنی وہ نہیں جانتا ہوگا تو اس کا اعتبار ہوگا یا نہیں۔

جبکہ اس کا معنی نہیں جانتا ہو اور نہ محل واستعمال کا پتہ ہو تو اس کا اعتبار نہ ہوگا، جیسے طلاق کے بارے میں شامی میں ہے: ”**لو لقنته لفظ الطلاق فتلفظ به غير عالم بمعناه، فلا يقع أصلا على ما افتى به مشائخ أوزجند صيانة عن التلبيس**“ (شامی کتاب الطلاق باب الصریح، مطلب فی قول البحر، زکریا ۴/۴۶۱)۔

۳-دو اشخاص نے کسی کے خلاف قتل کی گواہی دی اور اس گواہی کی بنا پر اس شخص کو قصاص میں قتل کیا گیا پھر دونوں گواہوں نے گواہی سے رجوع کرلیا اور کہا کہ ہم دونوں نے دانستہ جھوٹی گواہی دی تھی، لیکن ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ ہماری گواہی کی بنا پر اسے قتل کردیا جائے گا، اس بارے میں امام شافعیؒ کے نزدیک ان سے قصاص لیا جائے گا اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان دونوں پر دیت واجب ہوگی، جیسے ہدایہ میں ہے: ”**وان شهدوا بقصاص ثم رجعوا بعد القتل ضمنوا الدية لا يقتص منهم، وقال الشافعي: يقتص منهم بوجود القتل منهم تسيبا**“ (ہدایہ ۳/۱۷۶)۔

☆☆☆

ناواقفیت کو عذر تصور کئے جانے کے بنیادی اصول

مولانا اشرف عباس قاسمی☆

۱-جہل کو عذر تصور کئے جانے کے بنیادی اصول:

اسلام علم کا مذہب ہے اسے جہل سے سخت عناد ہے؛ کیونکہ جہالت برائیوں کی جڑ اور معاشرت کے لیے سم قاتل ہے؛ اسلام کے منبع یعنی وحی ربانی کا آغاز بھی قرأت سے ہے اور وہ اپنے ماننے والوں کے لیے علم کو لابدی قرار دیتا ہے، وہ ایسا سماج تشکیل دیتا ہے جو جہالت کے اندھیاروں سے دور اور علم کی روشنی سے معمور ہو؛ اس لیے کہ جاہل خود بھی گم گشتۂ راہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی منزل تک نہیں پہنچنے دیتا ہے؛ لہذا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی ذات وصفات، رسول اکرم ﷺ اور آپ کی لائے ہوئے دین متین سے واقف ہو، دین کی ضروری اور موٹی موٹی باتیں ہر فرد کو معلوم ہوں، شریعت کے احکام سے نابلد اور ناآشنا نہ ہو.

تاہم غلبۂ جہل اور مخصوص حالات وعوارض کی وجہ سے بعض مرتبہ شریعت سے واقفیت نہیں ہوتی ہے، تو کیا ان مخصوص حالات میں احکام شرعیہ تکلیفیہ سے جہل کو عذر مانا جائے گا اور کیا اس کے لیے احکام مختلف ہوں گے؟ تو سب سے پہلے ہمارے لیے جہل کی تعریف اور یہ کس طرح کا عارض ہے، اس سے واقفیت ضروری ہے۔

جہل کس طرح کا عارض ہے؟:

عوارض جو احکام سے مانع ہوتے ہیں دو طرح کے ہیں: (۱) سماویہ (۲) مکتسبہ۔

عوارض سماویہ:

وہ ہیں جو باری تعالی کی طرف سے ہی ثابت ہوں، بندے کا ان میں کوئی اختیار نہ ہو، ایسے عوارض گیارہ ہیں، (۱) صغر (۲) جنون (۳) عتہ (۴) نسیان (۵) نوم (۶) اغماء (۷) رق (۸) مرض (۹) حیض (۱۰) نفاس (۱۱) موت۔

☆ خادم تدریس دارالعلوم دیوبند، دیوبند سہارنپور۔

عوارض مکتسبہ:

وہ عوارض ہیں جن میں بندے کے اختیار کا دخل ہو، پھر یہ دو طرح کے ہیں، ایک وہ جو خود اس کے اپنے عمل اور اختیار سے ہو، دوسرے وہ جو کسی اور کے عمل سے ہو، پہلی صورت میں جہل، سکر، ہزل، سفہ، خطأ اور سفر جیسے عوارض شامل ہیں؛ جبکہ اکراہ کی دونوں قسمیں ملجی اور غیر ملجی دوسری صورت میں شامل ہیں۔

اس تقسیم سے صاف ہے کہ جہل ان عوارض میں سے ہے جن کا تعلق انسان کے اپنے عمل سے ہے۔

زیادہ سے زیادہ اس پر یہ اشکال ہوگا کہ جہل تو فطری وصف ہے جس میں انسان کا کوئی دخل نہیں ہوتا؛ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: " والله أخرجكم من بطون أمهاتكم لاتعلمون شيئا" (النحل:۷۸)، لہذا جہل کو عوارض مکتسبہ میں شمار کرنا کیسے صحیح ہوگا؟ اس کا جواب عبدالعزیز بخاری نے یہ دیا ہے کہ ہم اسے عوارض مکتسبہ میں اس اعتبار سے شمار کر رہے ہیں کہ بندہ حصول علم کے ذریعے اس کو زائل کرنے پر قادر ہے؛ لہذا اس کا اپنے اختیار سے قدرت کے باوجود علم کا حاصل نہ کرنا جہل کو اختیار کرنے اور اس کے کسب کے درجے میں ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

" وجعل الجهل من العوارض المكتسبة مع أنه أصلي لااختيار فيه ،قال الله تعالى: والله أخرجكم من بطون أمهاتكم لاتعلمون شيئا[النحل: ۷۸] باعتبار أن العبد قادر على إزالته بتحصيل العلم ،فكان ترک تحصيل العلم بالاختيار مع القدرة عليه بمنزلة اختيار الجهل وكسبه"[كشف الاسرار للبخاري ۴/۴۳۶]۔

جہل کی تعریف:

جہل سمع کا مصدر ہے اور یہ علم کی نقیض ہے۔ علمائے اصول نے جہل کی متعدد تعریفات کی ہیں؛ چنانچہ عبدالعزیز بخاریؒ فرماتے ہیں:" **الجهل اعتقاد الشيء على خلاف ما هو به، وقيل: هو صفة تضاد العلم عند احتماله وتصوره**"[كشف الاسرار ۴/۳۳۰]۔

علامہ حمویؒ کہتے ہیں :"**وحده بعضهم بأنه اعتقاد جازم غير مطابق للواقع مع اعتقاد المطابقة ، وهو عيب لايمكن إزالته بالتعليم، لأن صاحبه يعتقد أنه عالم، فلايشتغل بالتعلم** " [غمز عيون البصائر في شرح الأشباه والنظائر ۳/۲۹۲]۔

"بعض نے جہل کی تعریف یہ کی ہے: وہ ایسا اعتقاد جازم ہے جو خلاف واقع ہو اور وہ اسے واقع کے مطابق اعتقاد

کرتا ہو۔'' اور یہ ایسا عیب ہے جس کا ازالہ تعلیم کے ذریعے ممکن نہیں ہے؛ کیونکہ جب اس کا اعتقاد یہ ہے کہ وہ اسے جانتا ہے تو اس کے حصول میں کیونکر لگے گا''۔

البتہ بعض محققین کی رائے میں تاج الدین ابن السبکی کی درج ذیل تعریف اپنی جامعیت اور شمول کی وجہ سے سب سے بہتر تعریف ہے: ''**الجهل انتفاء العلم بالمقصود، بأن لم يدرک أصلا أو أدرک علی خلاف حقيقته**''[تفصیل کے لیے دیکھیں: الجهل واثره علی التکلیف، فاطمه دردوری، ص: ۱۵] ''یعنی جہل مقصود سے ناواقفیت کا نام ہے، اس طور سے کہ اس کا بالکل ہی علم نہ ہو، یا خلاف حقیقت کا علم ہو''۔

جہل کہاں عذر ہے اور کہاں نہیں، علمائے احناف کے یہاں اس اعتبار سے جہل کی تین قسمیں کی جاسکتی ہیں (۱) جہل باطل جسے عذر نہیں مانا جاسکتا (۲) جہل جس سے شبہ پیدا ہو جاتا ہے (۳) وہ جہل جو عذر بننے کی صلاحیت رکھتا ہے [دیکھئے: الکافی شرح البزدوی حسین بن علی السغناقی ۵ / ۲۳۱۴]۔

پہلی قسم:

اسلام کے مشہور ومعروف احکام اور ضروریات دین سے ناواقفیت مسلمان کے حق میں عذر نہیں ہے۔ جیسے ایک شخص عرصۂ دراز سے مسلمان ہے اور وہ ارکان اسلام سے بھی جاہل ہے، اسے نماز، روزے کی فرضیت کا بھی علم نہیں ہے، او روہ ان میں سے کسی رکن کا انکار کر بیٹھے یا زنا یا شراب جیسی چیزوں کی اباحت کا اعتقاد رکھے تو وہ کافر ہے اور اس کا یہ جہل عذر نہیں بن سکتا ہے؛ اس لیے کہ ضروریات دین سے واقفیت ہر مسلمان کی شرعی ذمہ داری ہے [الجهل وأثره، ص: ۷۰]۔

دوسری قسم:

وہ جہل جس سے شبہ ثابت ہوجاتا ہے، جیسے کہ کوئی شخص کسی مسئلۂ مختلف فیہا میں جہل کا شکار ہوجائے، جیسے حجامت سے ہمارے یہاں روزہ نہیں ٹوٹتا ہے؛ لیکن کسی روزے دار نے پچھنہ لگوانے کے بعد یہ خیال کرتے ہوئے کہ پچھنا لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کھا پی لیا تو اس افطار کی وجہ سے اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ اس روزہ دار کے ظن اور جہل کا تعلق موضع اجتہاد سے ہے؛ کیونکہ بعض علماء کے یہاں اس سے واقعی روزہ ٹوٹ جاتا ہے؛ لہذا اس کے اس جہل سے شبہ پیدا ہوجائے گا اور شبہ سے کفارہ ساقط ہوجاتا ہے [کشف الاسرار ۴ / ۳۴۴]۔

تیسری قسم:

وہ جہل جو عذر بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، یہ جہل کبھی تو اس بنا پر ہوتا ہے کہ کسی شخص نے نیا نیا اسلام قبول کیا یا وہ علم

کے ماحول سے دور کسی دورافتادہ بستی یا بادیہ میں رہتا ہو اور اسے ابھی تک اسلام کے احکام سے واقفیت حاصل نہیں ہوئی تو ایسے شخص کا جہل عذر سمجھا جائے گا، ارشاد باری تعالی ہے:"وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا"(الاسراء:۱۵)،"ربنا لاتؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا "[البقرة:۲۸۶]،حافظ ابن کثیر خطا کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"الخطأ عدم الإصابة في العمل للجهل بالحكم الشرعي فيه"[تفسیر ابن کثیر:۱/۳۷۶]۔

اسی طرح ابوواقد لیثی کی روایت ہے:

" خرجنامع رسول الله ﷺ إلى حنين، ونحن حدثاء عهد بكفر، وللمشركين سدرة يعكفون عندها،وينوطون بها أسلحتهم يقال لها:ذات أنواط،قال:فمررنا بالسدرة، فقلنا:يارسول الله!اجعل لنا ذات أنواط كمالهم ذات أنواط، فقال رسول اللهﷺ:الله أكبر،انهاالسنن،قلتم والذي نفسي بيده كماقالت بنواسرائيل:اجعل لنا الها كمالهم ألهة، قال إنكم قوم تجهلون [الاعراف:۱۳۸] لتركبن سنن من كان قبلكم۔"[أخرجه الترمذي في سننه۔كتاب الفتن(۲۱۸۰) وقال:حسن صحيح۔وأحمد في مسنده(۲۱۳۹۰)]

ملاعلی قاری فرماتے ہیں:"لقد اختلف في نوع الطلب في كونه كفراً أو أن الصحابة لم يقصدوا طلب ما هو كفر، وإنما قصدو ا مجرد المشابهة وذالک إنهم كانواجهالا لايعلمون أن فعلهم هذا شرک أكبر يناقض التوحيد ، وهذا ما يدل عليه اعتذار أبى واقد ؛ فإنه قال : ونحن حدثاء عهد بكفر"[مرقاة:۸/۳۴۰۴]۔

مشہور مفسر علامہ آلوسی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:" ولعل ذالک كان عن جهل يعذر به ولايكون به كافراً، وإلا لأمره صلى الله عليه وسلم بتجديد إسلامه ،وذلک لكونهم كانوا جهالاً " [روح المعانی:۵/۴۱]۔

آثار صحابہ سے بھی ثابت ہے کہ صحابۂ کرام نے جہل کو عذر مانا ہے، اس سلسلے میں مصنف عبدالرزاق کی یہ روایت انتہائی واضح ہے:"عن سعيد ابن المسيب قال: ذكروا الزنا بالشام فقال رجل : زنيت ، قيل: ماتقول ؟ قال: أو حرمه الله؟ قال: ماعملت أن الله حرمه؟ فكتب إلى عمر بن الخطاب ، فكتب إن كا ن علم أن الله حرمه، فحدوه، وإن كان لم يعلم فعلموه ، وإن عاد فحدوه ۔" [مصنف عبد الرزاق: کتاب الطلاق: حدیث:۱۳۶۴۳]۔

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"اتفق الأئمة على أن من نشأ ببادية بعيدة عن أهل العلم والإيمان، وكان حديث العهد بالإسلام فأنكر شيئا من هذه الأحكام الظاهر ة المتواترة، فإنه لايحكم بكفره حتى يعرف ماجاء به الرسول "[مجموع الفتاوى:۱۱/۴۰۷]۔

''ائمہ کا اتفاق ہے کہ جو شخص اہل علم اور اہل ایمان سے دور کسی بادیہ میں پلے بڑھے اور نیا نیا مسلمان ہوا ہو تو اگر اس نے اسلام کے معروف متواتر احکام میں سے کسی کا انکار کر دیا تو اس کے کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا؛ یہاں تک کہ اسے رسول اکرم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت سے واقفیت حاصل ہو جائے''۔

اس پوری تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ جن صورتوں میں جہل کا سبب کوئی امر واقعی ہے؛ وہاں جہل کو عذر مان لیا جاتا ہے؛ کیونکہ ان حالات میں جہل کو عذر نہ ماننے کی صورت میں مشقت لازم آئے گی اور مشقت وحرج شریعت میں مدفوع ہے، اور جن حالات میں جہل کی کوئی خاص بنیاد نہیں؛ بلکہ اپنا تساہل وتغافل ہے ان حالات میں احکام سے جہل کو عذر نہیں مانا جائے گا۔

۲-جہل کے تعلق سے عقائد کے باب میں متکلمین اور فقہاء کا موقف؟

عقیدے کا معاملہ انتہائی اہم ہے، یہی دین کی اساس اور اس کی اصل ہے؛ لہذا اللہ کی ذات، رسول، ملائکہ، کتب، اچھی بری تقدیر اور یوم آخرت پر ایمان رکھنا ہر فرد کے لیے لازمی ہے۔ اسی طرح قیامت، جنت، جہنم، میزان حساب اور جزا وسزا کا اعتقاد بھی ضروری ہے، ان ضروریات دین اور قطعیات دین سے جہالت اور ناواقفیت بالکل قابل قبول نہیں ہے؛ البتہ اگر کوئی شخص ایسے خطے میں ہے جہاں مسلمان نہیں ہیں اور وہاں کتاب وسنت کی روشنی بھی نہ پہنچی ہو تو ایسے شخص کو معذور گردانا جا سکتا ہے؛ چنانچہ ذات انواط والی روایت گزر چکی ہے اس پر علامہ آلوسی کا تبصرہ بھی نقل کیا جا چکا ہے جس سے واضح ہے کہ خاص صورتوں میں عقیدے سے ناواقفیت بھی عذر بن سکتی ہے؛ اسی طرح وہ روایت بھی ہے جو سوالنامے میں مذکور ہے: **" عن أبى هريرة عن النبى ﷺ قال: كان رجل يسرف على نفسه فلما حضره الموت قال لبنيه ...الخ"**[صحیح البخاری، کتاب التوحید، حدیث رقم:۳۴۸۱]۔

علامہ خطابیؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: **"قد يستشكل هذا؟ فيقال: كيف يغفر له وهو منكر للبعث والقدرة على إحياء الموتى؟والجواب: أنه لم يذكر البعث، وإنما جهل، فظن أنه إذا فعل به ذلك لايعاد، فلايعذب، وقد ظهر إيمانه باعترافه، بأنه إنما فعل ذلك من خشية الله "** [فتح الباری ۶/۵۲۲]۔

ضروریات دین وقطعیات دین:

علامہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:"والمراد بالضروريات ما علم كونه من دين محمد ﷺ بالضرورة۔بأنه تواتر عنه واستفاض ، وعلمته العامة ، كالوحدانية،والنبوة ، وختمها بخاتم الأنبياء وانقطاعها بعده، وكالبعث والجزاء ، ووجوب الصلاة والزكاة ، وحرمة الخمر ونحوها ، سمي: ضرورياً ،لأن كل أحد يعلم أن هذا الأمر مثلاً من دين النبى ﷺ، ولابد، فكونها من الدين ضروري وتدخل في الإيمان " [إكفار الملحدين ۲-۳ کراتشی]۔

اگر ناواقفیت کی معقول وجہ اور بنیاد ہے تو اس کی بھی تکفیر نہیں کی جائے گی؛ لیکن اگر وہ خالص اسلامی ماحول میں ہے اور اس طرح کی حرکت کرتا ہے تو یہ لعنت اور سرکشی ہے، اس صورت میں تکفیر کی جائے گی؛ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے زنا کی حرمت سے ناواقف شخص کے سلسلے میں حکم جاری کیا تھا۔

قال صدر الدين القونويؒ:"التلفظ بكلمة الكفر طائعاً غير معتقد له يكفر، ولايعذر بالجهل عنه عند عامة العلماء خلافاً للبعض"[شرح الفقه الأكبر علي القاري،ص:۲۴۱]۔

"ماعلم من الدين بالضرو رة ، ويندرج تحته جميع الأحكام الشرعية مما هو معروف و شائع في الديار الإسلامية من الصلاة والزكاة والصيام والحج وحرمة الزناء والقتل والخمر والسرقة"[شرح النووي ۱/ ۲۰۵-الجهل وما يتعلق ،ص:۴۶]۔

۳-عملی احکام کے بارے میں دارالاسلام ودارالحرب میں فرق:

فقہائے کرام نے دارالاسلام اور دارالحرب کے درمیان جہل کے عذر ہونے یا نہ ہونے کے سلسلے میں فرق کیا ہے؛ لہذا اگر کوئی شخص دارالحرب میں مسلمان ہوگیا اور وہاں سے اس نے ہجرت نہیں کی تو شرائع اور احکام کے سلسلے میں اس کا جہل عذر شمار ہوگا اور عدم علم کی وجہ سے ادائیگی لازم نہیں ہوگی؛ کیونکہ دلیل وجوب جو کہ درحقیقت خطاب ہے، اس کے حق میں نہ تو حقیقتا، یعنی سماع سے ثابت ہے اور نہ تقدیرا یعنی شہرت سے ثابت ہے؛ کیونکہ دارالحرب میں اسلامی احکام مشہور نہیں ہوتے ہیں، اس کے برخلاف ذمی اگر دارالاسلام میں مسلمان ہوجائے تو اس کے حق میں جہالت عذر نہیں ہے؛ کیونکہ وہاں احکام اسلامی معروف ہیں اور وہ کسی سے بھی معلوم کرسکتا ہے[دیکھئے: کشف الأسرار شرح بزدوی ۴/ ۳۴۶]۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:" الذي أسلم في دارالحرب منع عنه العلم لانعدام سبب العلم في حقه

ولاوجو ب علی من منع عنه العلم، کما لاوجوب علی من منع عنه القدرة بمنع سببها ، بخلاف الذی أسلم في دارالإسلام ؛ لأنه ضیع العلم حیث لم یسئل المسلمین عن شرائع الدین مع تمکنه من السوال "۔[بدائع ۱/ ۱۳۵-الجہل ص:۸۷]۔

ہندوستان جیسے ممالک کا حکم:

ہندوستان جیسے ممالک کو جہاں مسلمان بہت بڑی تعداد میں ہیں؛ لیکن زمام اقتدار غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہے؛ دارالحرب کے زمرے میں رکھا جائے گا یا دارالاسلام کے زمرے میں، یعنی یہاں کے مسلمانوں کے لیے جہل عذر شمار ہوگا یا نہیں؟ یقیناً یہ ایک مشکل مسئلہ ہے اور علی الاطلاق کوئی حکم لگا دینا درست نہیں ہے؛ چنانچہ ایک تحقیق میں کہا گیا ہے: " **مما تقدم یعلم أن الجھل حیث ما توفرت أسبابه ودواعیه التی لایمکن دفعها أو عجز نا عن ردها ، فإنه یعذر صاحبه وذلک في أي زمان و مکان ، وهذه قاعدة دلت علیها النصوص الشرعیة التی لاینبغی الحیاد عنها کما جاء سابقاً ،أما الإجابة علی هذا السوال (هل یعذر المسلمون بالجهل في هذا الزمان)، بنعم أو لا ، فهذا أمر لانستطیع أن نجزم به علی وجه التحدید أو التعیین؛ لأنه لیس بمقدور نا في هذا الزمان، وننظر إلی کل واحد منهم وإلی ظروفه وأحواله هل یعذر بالجهل أم لا "** [الجہل وأثرہ علی التکلیف: فاطمہ الدر دوری، ص:۸۸]۔

خلاصہ یہ کہ اس سوال کا ہاں یا نہیں میں حتمی جواب انتہائی مشکل ہے۔

مگر موجودہ عمومی ماحول کے اعتبار کو اگر دیکھا جائے تو چونکہ یہاں کے باشندے سالہا سال سے مسلمان ہیں، مسلم خاندانوں میں پلے بڑھے ہیں اور حصول علم کے وسائل اس کثرت سے ہیں کہ احکام شرع سے ناواقفیت محض تغافل وتساہل کی بنیاد پر ہی ہوسکتی ہے؛ لہذا اصول دین یا قطعیات دین سے جہالت کو عذر شمار نہیں کیا جانا چاہئے۔ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی نام نہاد مسلم سیاسی لیڈر مندر جا کر بتوں کے آگے چڑھاوا چڑھاتا ہے یا ہندؤں کے مخصوص اعمال انجام دیتا ہے تو عام لوگوں کے ساتھ میڈیا میں بھی یہی تأثر ابھرتا ہے کہ اس کی اس حرکت کی وجہ سے مسلم کمیونیٹی ناراض ہے اور اس کا عمل اسلام کے خلاف ہے۔گویا کسی نہ کسی سطح پر اسلام کے امتیازی عقائد اور کفر وشرک سے اس کے اختلاف کو ہر کوئی جان رہا ہے، ان حالات کا تو تقاضہ یہی ہے کہ اصول وضروریات دین سے جہالت کو عذر شمار نہ کیا جائے؛ لیکن اس صورت میں بھی تکفیر کا حکم لگانے میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہئے، حالات کو اچھی طرح سمجھ کر اور صاحب معاملہ کی خوب فہمائش کر کے ہی حکم لگانا چاہئے، کسی کے خلاف کفر کا فتوی انتہائی نازک اور بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔یہ گفتگو اصول وضروریات سے جہالت کے سلسلے میں ہوئی،

البتہ بعض احکام وجزئیات سے ناواقفیت بعض دورافتادہ علاقے اور خالص ہندوانہ ماحول میں رہنے والوں کے لیے عذر بن سکتی ہے، اس میں قاضی اور مفتی کو بڑی بصیرت سے کام لینا ہوگا۔

۴/۵- نکاح، طلاق اور مصاہرت کے احکام سے بےخبری؟:

نصوص اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں یہ بات واضح کی جاچکی ہے کہ ضروری احکام سے واقفیت ہر مسلمان کی شرعی ذمہ داری ہے، اور ان احکام سے جہالت کو اس کے حق میں عذر نہیں خیال کیا جائے گا؛ الا یہ کہ وہ کسی دورافتادہ گاؤں میں رہتا ہو جہاں احکام سے واقفیت مشکل ہو، یا نیا نیا مسلمان ہو؛ لہذا نکاح اور طلاق کے سلسلے میں بھی یہی اصول کارگر ہوگا اور بےخبری کا کوئی اثر حکم پر نہیں پڑے گا۔ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں: " **كل من جهل تحريم شيء مما يشترك فيه غالب الناس لم يقبل منه دعوى الجهل، إلا أن يكون قريب عهد بالإسلام أو نشأ ببادية بعيدة يخفى فيها مثل ذلک ، كتحريم الزناء والقتل والسرقة والخمر والكلام في الصلاة والأكل في الصوم** " [الأشباہ للسیوطی]۔

البتہ یہاں خالص شرعی حکم بیان کرنے کے ساتھ دو گزارشات پر توجہ درکار ہے:

گزارش نمبر ۱: ہمارے علماء، ائمہ اور خطباء جہاں دوسرے امور پر توجہ دلاتے ہیں وہیں انہیں اسلام کے عائلی نظام، نکاح، طلاق، مصاہرت اور وراثت وغیرہ کے مسائل کو بھی موضوع بحث بنانا چاہئے؛ تاکہ لوگوں کے سامنے صحیح صورت حال آسکے؛ ورنہ جیسا کہ سوال نمبر ۵ میں بتایا گیا ہے کہ وکلاء تک کی بےخبری کا یہ عالم ہے کہ وہ طلاق کی ابتدا تین طلاق سے ہی جانتے ہیں، اس میں یقیناً ہمارے معاشرے اور عام مسلمانوں کی کمی ہے کہ ان کے پاس جہالت دور کرنے کے ذرائع ہیں، علماء اور مفتیان کرام موجود ہیں پھر بھی ان سے استفسار کرنے کے بجائے جہالت کے شکار ہیں؛ لیکن اس کے ساتھ علماء کو بھی اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہئے؛ کیونکہ وہ مسؤل اور جواب دہ ہیں، پچھلے دنوں مسلم تنظیموں کی طرف سے اس طرح کی کوششیں کی گئیں تو اس کے مثبت نتائج سامنے آئے اور عامۃ المسلمین اور خواتین کو بھی بعض ان مسائل سے واقفیت ہوئی جن پر بات تک نہیں کی جاتی تھی، دوسری طرف بورڈ کی "تفہیم شریعت" کے پروگراموں نے وکلاء تک کی بےخبری دور کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے؛ اس لیے حکم میں کوئی لچک پیدا نہ کی جائے؛ ورنہ تو روز مسائل اور تنازعات جنم لیں گے؛ اس کے بجائے احکام شرع سے لوگوں کو واقف کرنے کی مزید مربوط اور منظم کوشش کی جائے۔

گزارش نمبر ۲:

حرمت مصاہرت کے سلسلے میں جیسا کہ عرض کیا گیا، ناواقفیت کو عذر قرار دینا از روئے دلیل کمزور بات ہے؛ البتہ

ہمارے یہاں جن چھوٹی بنیادوں پر بھی مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے، مثلاً اگر بیٹی کو تنگ گھر کے اندھیرے میں غلطی سے بیوی سمجھ کر شہوت سے چھو دیا تو بھی حرمت ثابت، اسی طرح باپ نے بیٹی کے ہونٹ یا رخسار کا بوسہ لیا؛ اگر چہ شہوت نہ ہو تو بھی حرمت ثابت، ہمیں ان جزئیات پر دلائل کی روشنی میں غور کرنا چاہئے؛ چنانچہ سال گزشتہ جمعیت علماء کے زیر اہتمام منعقد سیمینار میں اس مسئلے پر تفصیل سے عرض کیا جا چکا ہے۔

(۶) مختلف فقہی مسالک کے موقف ورجحان کی وضاحت:

حنفیہ کا موقف اور رجحان:

سوال نمبر ۱ کے جواب کے ذیل میں جہل کے عذر ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں حنفیہ کا مسلک واضح کیا جا چکا ہے کہ ائمہ احناف نے جہل کی تین صورتیں کی ہیں: (ا) "**الجهل الذى لايصلح عذراً** ۔(ب)**الجهل الذى يصلح شبهة** ۔(ج) **الجهل الذى يصلح عذراً**" ہر صورت کے احکام وامثلہ بھی ذکر کی جا چکی ہیں؛ اس لیے یہاں مالکیہ اور شوافع کے موقف کے بیان پر اکتفاء کیا جا رہا ہے:

(۱) مالکیہ کا موقف اور رجحان:

مشہور مالکی عالم علامہ شہاب الدین قرافیؒ (۶۸۴ھ) فرماتے ہیں: "**وضابط ما يعفى عنه من الجهالات الجهل الذى يتعذر الاحتراز عنه عادة ، وما لايتعذر الاحتراز عنه، ولايشق لم يعف عنه، ولهذا عدة صورمنها : أحدها من وطئ امرأة الخ**"۔

"معفو عنہ جہالتوں کے سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ وہ جہل معاف ہے جس سے احتراز اعادۃ ناممکن ہو۔ اور جس سے احتراز متعذر اور دشوار نہ ہو تو وہ معاف نہیں ہے اور اس کی متعدد صورتیں ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) ایک شخص نے رات میں اجنبیہ سے اپنے بیوی یا باندی سمجھ کر وطی کر لی تو معاف ہے؛ اس لیے کہ اس کی تفتیش دشوار ہوتی ہے۔

(۲) ایک شخص نے ناپاک کھانا پاک سمجھ کر کھالیا تو یہ جہل قابل عفو ہے؛ اس لیے کہ بار بار کھانے کی تفتیش میں مشقت اور کلفت ہے؛ لہذا اس سے ناواقف شخص پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

(۳) کسی شخص نے شراب کو جلاب سمجھ کر پی لیا تو اس جہالت پر اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

(۴) کفار کی صف میں کھڑے کسی مسلمان کو حربی سمجھ کر قتل کر دیا تو اس ناواقفیت پر کوئی گناہ نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ

اس حالت میں احتراز ناممکن ہے اور اگر گنجائش ورامن کی حالت میں بغیر تحقیق کے قتل کرڈالا تو گنہگار رہوگا۔

(۵) قاضی اگر جھوٹے گواہوں کی گواہی پر ان کے حال سے ناواقف ہونے کے سبب فیصلہ کردے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ اس کے لیے اس سے بچ پانا مشکل تھا، اور اس جیسے اور اس کے علاوہ کو اس پر قیاس کرلو، اور جو شخص جہل کے ساتھ اقدام کرے گا تو وہ گنہگار رہوگا خاص اعتقادی مسائل میں؛ اس لیے کہ شارع نے اصول دین اور عقائد کے باب میں بڑی سختی سے کام لیا ہے، اس طور سے کہ انسان کوشش کرے اور پوری جدوجہد سے کام لے؛ تاکہ صفات باری تعالی اور جن اصول دین کا اعتقاد ضروری ہے، ان کے بارے میں اس کا جہل زائل ہوسکے؛ لیکن اس کا جہل زائل نہیں ہوسکا تو وہ گنہگار رہوگا اور اس اعتقاد یعنی ایمان کے چھوڑنے کی وجہ سے کافر ہوگا، اور مشہور قول کے مطابق مخلد فی النار ہوگا۔'' (علامہ قرافی کی عبارت کا ترجمہ مکمل ہوا، الفروق ۳/ ۱۵]۔

(ب) شوافع کا موقف اور رجحان:

شوافع کے نزدیک جہل کے ضابطے کو علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے دو قسموں میں منضبط کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے: (۱) جہل بالمأمور بہ: اگر مکلّف شخص جہل کے سبب مامور بہ کو چھوڑ دے تو یہ اس کے سقوط کا عذر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا؛ بلکہ اس کا تدارک ضروری ہے، مثلاً کوئی شخص نماز، روزہ یا حج بھول جائے تو قضاء کے ذریعہ اس کا تدارک ضروری ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص وضوء میں ترتیب فراموش کرجائے تو اسے بھی (عندالشوافع) دوبارہ وضو کرنا ہوگا، (۲) جہل بالمنہی عنہ: اس کی تین صورتیں ہیں:۔

(أ) منہی عنہ جو اتلاف کی قبیل سے نہ ہو، اس کے مرتکب پر کچھ واجب نہیں ہے، جیسے کوئی شخص انجانے میں شراب پی لے تو نہ حد ہے اور نہ تعزیر۔

(ب) جو باب اتلاف سے ہو، یا تو وہ حقوق اللہ کے قبیل سے ہوگا تو جہالت کی صورت میں فدیہ واجب ہے، یا حقوق العباد کی قبیل سے ہوگا تو اتلاف پر ضمان واجب ہوگا؛ لہذا اگر مشتری نے مبیع کو قبل القبض نادانی کے سبب تلف کردیا تو قول اظہر کے مطابق وہ قابض شمار ہوگا۔

(۲) منہی عنہ موجب عقوبت ہو، اس صورت میں جہل شبہ قرار پائے گا جس سے عقوبت ساقط ہوجائے گی [تفصیل کے لیے دیکھئے: الاشباہ والنظائر ۱/ ۱۸۸، المجموع ۶/ ۲۸۴]۔

☆☆☆

شریعت میں عذر تصور کئے جانے والے اعذار

مولانا مفتی محمد صادق مبارکپوری☆

علم کی ضد جہل ہے، جہل کا اصطلاحی معنی ہے: حقیقت کے خلاف کسی چیز کا عقیدہ رکھنا۔

صاحبِ مسلم الثبوت نے جہالت کی درج ذیل اقسام تحریر کی ہیں:

۱۔ایسی جہالت جو عقل کی ہٹ دھرمی اور یقینی دلیل کو چھوڑنے کی وجہ سے وجود میں آئے، جیسے کافر کی جہالت کسی حال میں عذر تسلیم نہیں کی جائے گی، بلکہ دنیا اور آخرت میں اس پر مواخذہ ہوگا۔

۲۔ایسی جہالت جو عقل کی ہٹ دھرمی اور واضح دلیل چھوڑنے کی وجہ سے پیدا ہو، لیکن پہلے کے مقابلہ میں ہٹ دھرمی کم ہو، اس میں بھی جہالت کو عذر نہیں مانا جائے گا۔

۳۔ایسی جہالت جو اجتہاد اور شرعی دلیل سے پیدا ہو، لیکن اس چیزوں میں جن میں اجتہاد نا جائز ہو، قرآن کریم، حدیث مشہور اور اجماعِ امت کی مخالفت کی بنا پر پیدا ہو۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اگر چہ گناہ کے حق میں عذر ہوگی، لیکن حکم کے حق میں عذر نہ ہوگی۔

۴۔ایسی جہالت جو مجتہد فیہ امور میں اجتہاد سے پیدا ہو، یہ قطعی طور پر عذر ہے۔

۵۔ایسی جہالت جو شبہ اور خطا کی وجہ سے پیدا ہو، مثلاً اجنبیہ کو اپنی بیوی سمجھ کر وطی کرے، یہ عذر ہے جس سے حد ساقط ہوگی۔

۶۔ایسی جہالت کہ عذر کی بنا پر ضرورت لاحق ہو، یہ بھی عذر ہے، اس سے حد ساقط ہوگی، جیسے مسلمان کا دار الحرب میں احکامِ اسلام سے جاہل ہونا، لہذا شراب پینے کی وجہ سے حد جاری نہ ہوگی۔

صاحب ''مسلم الثبوت'' نے جہل کئی قسمیں بیان کی ہیں، جو اس طرح ہیں:

''الأول:الجهل الذی یکون من مکابرة العقل وترک البرهان القاطع، وهوجهل الکافر

☆ مفتی وصدر المدرسین جامعہ نور الاسلام، ولید پور، ضلع مئو، یوپی۔

لایکون عذرابحال، بل یواخذبه فی الدنیا والآخرة.

الثانی: الجهل الذی یکون عن مکابرة العقل وترک الحجة الجلیة أیضا،لکن المکابرة فیه أقل منها فی الأول لکون هذاالجهل ناشئا عن شبهة منسوبة الی الکتاب اوالسنة ....

الثالث: جهل نشأعن اجتهادودلیل شرعی لکن فیمالایجوزفیه الاجتهاد،بأن یخالف الکتاب اوالسنة المشهورة أوالإجماع.

وحکمه أنه، وإن کان عذرا فی حق الإثم لکن لا یکون عذرا فی الحکم ....

الرابع:جهل نشأ عن اجتهاد فیه مساغ کالمجتهدات وهوعذر البته ....

الخامس:جهل نشأعن اجتهادوخطأکمن وطئ اجنبیةیظن أنهازوجته وهذاعذریسقط الحد.

السادس جهل لزمه ضرورةبعذروهوأیضاعذریسقط به الحدکجهل المسلم فی دارالحرب أحکام الإسلام فلایحدبالشرب"(فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت ۱/ ۱۶۰، ۱۶۱ الموسوعۃ الفقہیۃ ۱۶/ ۲۰۰)۔

اصولِ فقہ کی مشہور درسی کتاب ''حسامی'' میں علامہ اخسیکثی انھیں اقسامِ جہل کو اختصار کے پیش نظر چار قسموں میں تقسیم کیا ہے:

۱-اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں جہل ، ایسا جہل آخرت میں ہرگز قابل قبول نہیں ،اس لیے کہ الوہیت اور وحدانیت پر دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ قائم ہوجانے کے بعد کفر کرنا الوہیت اور وحدانیت کا انکار کرنا ہے،اس بنا پر کافر کا جہل آخرت میں قابل قبول عذر نہیں،البتہ کافر ذمی ہوتو دنیوی احکام میں مثلاً قتل وحبس وغیرہ سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

۲-جہل باطل،اول درجہ سے کم: باطل اور آخرت میں نا قابلِ قبول عذر ہونے کے باوجود جہل کی قسم اول سے کم درجہ ہے،اس کی مثال عقل پرستوں کا اللہ تعالیٰ کی صفات میں جہل مثلاً معتزلہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم وقدرت وغیرہ کا انکار کرتے ہیں۔

۳-ایسا جہل جس کی وجہ سے مجتہد فیہ مسئلہ میں ایسا شبہ پیدا ہوجائے کہ حدود وکفارات کو ساقط کردے،مثلاً سینگی لگوانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ کسی نے سینگی لگوائی،اس کو خیال ہوا کہ روزہ ٹوٹ گیا،اس نے قصداً روزہ توڑ دیا تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا، کیوں سینگی لگوانے سے روزہ ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا مسئلہ اجتہادی ہے،لہٰذا ایسے مقام میں جہل کو عذر تسلیم کیا جائے گا۔

۴-ایسا جہل جو احکام میں عذر بننے کی صلاحیت رکھے ،مثلاً کوئی کافر دارالحرب میں اسلام لایا،دارالاسلام کی

طرف ہجرت نہیں کی، جس کی وجہ سے اسلام کے احکام نماز، روزہ وغیرہ کی فرضیت کا علم نہیں ہوسکا، تو یہ جہل قابلِ قبول عذر ہوگا۔

"أماالجهل فأنواع أربعة جهل باطل بلاشبهة هوالكفر، وأنه لايصلح عذرا فى الآخرة أصلاًلانه مكابرة وجحودبعدوضوح الدليل،جهل هودونه لكنه باطل لايصلح عذرافى الأخرة أيضا،وهوصاحب الهوىٰ فى صفات اللّٰه تعالىٰ ....الثالث جهل يصلح شبهة وهوالجهل فى موضع الاجتهاد الصحيح أوفى موضع الشبهة كالمحتجم إذا افطرعلى ظن أن الحجامة فَطَرَتْه لم تلزمه الكفارة؛ لأنه جهل فى موضع الاجتهاد...........والنوع الرابع جهل يصلح عذرأوهوجهل من أسلم فى دارالحرب، فإنه يكون عذراله فى الشرائع" (فصل فی العوارض المکتسبۃ)۔

سوالات کے جوابات:

۱۔ کتاب وسنت کی تعلیمات اورفقہائے اسلام کی تصریحات کی روشنی میں ایسے بنیادی اصول وضوابط کا علم نہیں ہوسکا کہ جن سے واضح ہوسکے کہ اسلامی شریعت میں جہل کوکہاں عذر تسلیم کیا جائے ،اورکہاں جہل کوعذر تسلیم نہ کیا جائے ، البتہ" الموسوعۃ الفقہیۃ'' کی سولہویں جلد میں ایسی تصریح ملتی ہے کہ جس سے کچھ رہنمائی ہوتی ہے کہ کہاں جہل کوعذر تسلیم کیاجائے اورکہاں نہ تسلیم کیا جائے، پہلے اس کا خلاصہ پھرعبارت ملاحظہ فرمائیں:

(۱) جہل باطل جوعذر تسلیم نہیں کیا جائے گا:

یہ آخرت میں عذر تسلیم نہیں کیا جائے گا اوردنیوی احکام میں عذر تسلیم کیا جائے گا، جیسے کافروں کا اللہ تعالیٰ کی صفات اوراحکامِ آخرت سے جاہل ہونا۔

اسی طرح عقل پرستوں کا اللہ تعالیٰ کی صفات کے حادث ہونے اورعدمِ صفات کا دعویٰ کرنا اوراسی قبیل سے ہے، اس شخص کی جہالت جو اپنے اجتہاد میں قرآن کریم ،حدیث مشہوراوراجماع امت کی مخالفت کرے یا قرآن کریم یا حدیث مشہور کے خلاف حدیث غریب پرعمل کرے، یہ عذرنہیں ہے۔

(۲) وہ جہل جوعذر تسلیم کیا جائے گا:

وہ جہالت جوقرآن وحدیث اوراجماع کے مخالف اجتہاد کرنے کی وجہ سے پیدا ہو، جیسے محتجم نے اس خیال سے روزہ توڑ دیا کہ حجامت مُفطِر صوم ہے، تو کفارہ لازم نہ ہوگا، ایسے ہی دارالحرب میں نومسلم کا شریعت کے احکام سے جاہل ہونا، جودارالحرب ہی میں مقیم رہا، اوراسے نماز، زکوٰۃ وغیرہ کی فرضیت کی خبرنہیں لگی، اوراس نے ادانہیں کیا تواس کوان کی قضالازم

نہ ہوگی۔

ینقسم الجهل إلى قسمین :"أولا۔ الجهل الذی لایصلح عذرا.

وهذاالقسم لایصلح أن یکون عذرا فی الآخرة، وإن کا ن قد یصلح عذرا فی أحکام الدنیا..... ومن أمثلة ذٰلک جهل الکفاربصفات الله تعالیٰ وأحکام الآخرة، فإنه لایصلح عذراأصلا..... وکذا جهل صاحب الهویٰ الذی یقول بحدوث صفات اللهتعالیٰ أویقول بعدم إثبات صفة له سبحانه .

ثانیا۔الجهل الذی یصلح أن یکون عذرا هوالجهل الذی یکون فی موضع الاجتهادالصحیح، بأن یکون مخالفا للکتاب أوالسنة أوالإجماع، وذٰلک کالمحتجم إذاأفطرعلی ظن أن الحجامة مفطرة لاتلزمه الکفارة؛ لأن جهله فی موضع الاجتهاد الصحیح ......ومن الجهل الذی یصلح عذراالجهل بالشرائع فی دارالحرب یکون عذرامن مسلم أسلم فیها،ولم یهاجرحتیٰ لو مکث فیها،ولم یعلم أن علیه الصلاة والزکاة، ولم یودهالایلزمه قضاء ها".

۲۔ضروریاتِ دین ان چیزوں کو کہتے ہیں،جن کا حضرت رسول مقبول ﷺ کے دین سے ہونا قطعی اوریقینی ہو اورحدِتواتر اورشہرت عام تک پہنچ چکا ہو،حتیٰ کہ عوام بھی جانتے ہوں کہ یہ چیزیں نبی اکرم ﷺ کے دین سے ہیں، جیسے توحید ،رسالت،ختم نبوت،حیات بعدالممات،سزاوجزاءاعمال،نماز،زکوٰۃ کی فرضیت،شراب اورسود کی حرمت۔

"والمراد:بالضروریات علی مااشتهرفی الکتب ماعلم کونه من دین محمد ﷺ بالضرورة، بأن تواترواستفاض وعلمته العوام کالوحدانیة والنبوة وختمهابخاتم الأنبیاء وانقطاعهابعده وهذا مماشهد به فی کتابه وشهدت به الکتب السابقة وشهدبه نبینا ﷺ وشهدت به الأموات أیضا .... کالبعث والجزاء ووجوب الصلاة والزکاة وحرمة الخمرونحوها"(اکفارالملحدین فی ضروریات الدین لمولاناالشاہ محمدانورالکشمیری ۱/۲ ط: المجلس العلمی پاکستان)۔

"شامی"میں ہے:"وإذعانه لماعلم بالضرورة أنه دین محمد ﷺ بحیث تعلمه العامة من غیر افتقار إلى نظر واستدلال کالوحدانیة والنبوة والبعث والجزاء ووجوب الصلاة والزکاة وحرمة الخمرونحوها"(ردالمحتار ۴/۲۲۱باب المرتد دارالفکر بیروت)۔

اورجواس درجہ مشہور نہ ہوں، وہ "قطعیات" کہلاتے ہیں،ضروریات اورقطعیات کے حکم میں فرق یہ ہے کہ

ضروریاتِ دین کا انکار باجماعِ امت مطلقاً کفر ہے، ناواقفیت اور جہالت کو اس میں عذر تسلیم نہیں قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ کسی قسم کی تاویل کی گنجائش سنی جائے گی۔

قطعیات کا حکم:

حنفیہ کے نزدیک اس میں تفصیل ہے، اگر کوئی عامی آدمی ناواقفیت اور جہالت کی وجہ سے انکار کرے تو اس کے کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا بلکہ اس کو تبلیغ کی جائے گی کہ یہ حکم اسلام کے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ احکام میں سے ہے، اس کا انکار کفر ہے، اس کے بعد بھی اگر انکار پر قائم رہے تو کفر کا حکم لگایا جائے گا۔ کما فی المسایرۃ والمسامرۃ لابن ہمام:

”وأماماثبت قطعاولم يبلغ حدالضرورةكاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت الصلبية بإجماع المسلمين فظاهر كلام الحنفية الإكفاربجحده، بأنهم لم يشرطوافي الإكفار سوى القطع في الثبوت، (الى قوله)ويجب حمله على ماإذاعلم المنكرثبوته قطعا“ (مسامرہ ص۱۴۹)۔

اور جو حکم قطعی الثبوت ہو، مگر ضرورت کی حد کو نہ پہونچا ہو جیسے (میراث میں) اگر پوتی اور حقیقی بیٹی جمع ہوں تو پوتی کو چھٹا حصہ ملنے کا حکم اجماعِ امت سے ثابت ہے، حنفیہ کا ظاہر کلام یہ ہے کہ اس کے انکار کی وجہ سے کفر کا حکم لگایا جائے گا، کیونکہ انھوں نے قطعی الثبوت کے علاوہ اور کوئی شرط نہیں لگائی، (الی قولہ) مگر واجب ہے کہ حنفیہ کے اس کلام کو اس صورت پر محمول کیا جائے کہ جب انکار کرنے والے کو اس کا علم ہو کہ یہ حکم قطعی الثبوت ہے (جواہر الفقہ)۔

۳۔ ہندوستان جیسے ممالک میں جہاں صدیوں سے مسلمان آباد ہیں، ان علاقوں میں مسلمانوں کے دینی ادارے بکثرت موجود ہیں اور احکامِ شریعت کا سیکھنا آسان ہے، انھیں دارالاسلام کے زمرہ میں شمار کر کے جہل کو عذر تسلیم نہیں کیا جائے گا، ہاں مخصوص علاقہ جہاں دینی تعلیم کے ادارے نہ ہوں لوگ دینی تعلیم اور احکامِ شریعت سے نابلد ہوں، تو انھیں ”بادیہ بعیدہ کے باشندگان“ کے درجہ میں شمار کرتے ہوئے جہل کو عذر تسلیم کیے جانے کی گنجائش دینی چاہیے۔

علامہ سیوطیؒ کا قول ہے: **”كل من جهل تحريم شيء ممايشترك فيه غالب الناس لم يقبل منه دعوى الناس، إلاأن يكون قريب عهدبالإسلام أونشأبادية بعيدة يخفى فيها مثل ذلك كتحريم الزناوالقتل والسرقة والخمر والكلام في الصلاة“** (الموسوعۃ الفقہیۃ ۱۶/۱۹۹)۔

جو معاملات لوگوں کے درمیان مشترک ہوں، اس میں کسی شخص کا جہالت کا دعویٰ کرنا قابل قبول نہ ہوگا، ہاں نومسلم ہو، یا دور دیہات میں نشو ونما پائی ہو، اسی جیسی چیزیں مثلاً زنا، قتل، چوری، شراب اور نماز میں بات کرنے کی حرمت اس پر مخفی ہو۔

۴۔مس بالشہوۃ اور نظر بالشہوۃ کے مسئلہ سے بے خبر ہونے کے باوجود جہالت کو عذر تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

۵۔طلاق کے مسائل میں اگر چہ بے خبری عام ہے ،لوگ تین طلاق دینے ہی کو طلاق سمجھتے ہوں ، پھر بھی اس ناواقفیت کو عذر تسلیم نہیں کیا جائے گا، تین طلاق کو تین طلاق شمار کیا جائے گا، اس لیے کہ عوام کے ذمہ بھی ضروری مسائل کا سیکھنا ضروری اور لازم ہے،''بقوله عليه السلام'' :طلب العلم فريضة على كل مسلم ''۔

۶۔جہل کے باب میں مختلف فقہی مسالک کے موقف میں جہل کو عذر قرار دیا گیا، البتہ فقہ شافعی میں سب سے زیادہ مسائل میں جہل کو عذر تسلیم کیا گیا ہے، تمام جزئیات و مسائل کا احاطہ دشوار ہے، چند مسائل درج کیے جاتے ہیں:

حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک حالتِ احرام میں جماع جنایت قرار پائے گی، اس کی جزا واجب ہوگی چاہے علم کی بنیاد پر ہو یا جہالت کی وجہ سے ہو۔

جب کہ شافعیہ کے نزدیک جماع کی وجہ سے اس کا احرام فاسد نہ ہوگا، جب کہ جاہل نومسلم کرے یا ایسا شخص کرے، جو علماء سے دور کسی دیہات میں نشو و نما پائی ہو۔

''ذهب الفقهاء (الحنفية والمالكية والحنابلة) إلى أن الجماع فى حالة الإحرام جناية فيها الجزاء سواء فى ذٰلک العالم والجاهل وغيرها۔

وذهب الشافعية إلى أن الجاهل إذاكان قريب عهد بالإسلام أونشأ فى بادية بعيدة عن العلماء لا يفسدإحرامه بالجماع ونحو ذٰلک'' (الموسوعة الفقهية ۱۶/ ۲۰۵)۔

حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک جو آدمی نماز میں بات کر لے، اس کی نماز باطل ہو جائے گی، بات کرنے والا جان بوجھ کر بات کرے یا نہ جان کر۔

جب کہ شافعیہ کے نزدیک جو آدمی نماز میں بات کرنے کی حرمت سے جاہل ہو، اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔ اگر نومسلم ہو یا علماء سے دور نشو و نما پائی ہو۔

''اختلف الفقهاء هل يعذرمن يجهل مبطلات الصلاة فذهب الحنفية والمالكية إلى أن التكلم فى الصلاة يبطلهاعالماكان المتكلم أوجاهلا .

وذهب الشافعية إلىٰ أنه إذا تكلم قليلاجاهلا بتحريم الكلام فى الصلاة لا تبطل صلاته، إن قرب عهده بالإسلام أونشأ بعيدا عن العلماء''(الموسوعة الفقهية ۱۶/ ۲۰۴)۔

خلع کے ایک مسئلہ میں امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ الجوینیؒ لکھتے ہیں:

''**الحكم يختلف بعلم المرأة وجهلها**''(نهاية المطلب فی دراية المذهب ۱۳ / ۳۳۴، دار المنهاج)۔

عورت کے علم اور جہالت سے حکم بدلتا ہے۔

یہی امام الحرمین آگے لکھتے ہیں:

''**يفرق بين حالة العلم وحالة الجهل**''(مذکورہ حوالہ)۔

☆☆☆

جہل وناواقفیت کے احکام اور دلائل

مولانا فضل الرحمٰن اصلاحی قاسمی☆

جہل کے احکام کے بارے میں قرآن وسنت کے دلائل سے قبل لفظ جہل یا جہالت کی تشریح مناسب معلوم ہوتی ہے، کیونکہ حضرت عمرؓ جیسے مزاج شریعت کے آشنا کا فرمان ہے:"**لا یقرئ القرآن إلا عالم باللغة**" (ابن کثیر ۱/۳۶۷، مکتبہ شاملہ)، اس سے زبان دانی کی اہمیت کس قدر ضروری ہے، واضح ہے۔

جہل کی تشریح "معجم المعانی الجامع" میں اس طرح ہے:

"**جھل–یجھل، جھلا وجھالة، فھو جاھل**"، چنانچہ بولا جاتا ہے:"**جھلت ھذا الأمر: ما علمته، کنت جاھلا به**"۔

اس ضمن میں سورہ نساء (آیت ۱۷) کا مطالعہ مفید معلوم ہوتا ہے:"**إنما التوبة علی الله للذین یعملون السوء بجھالة ثم یتوبون من قریب فأولئک یتوب الله علھیم**" (سورۂ نساء:۱۷)۔

مختصر تفسیر ابن کثیر میں اس کی تفسیر یوں ملتی ہے:

"**قال مجاھد: کل من عصی الله خطأ أو عمدا فھو جاھل حتی ینزع عن الذنب، وقال قتادة: کان أصحاب رسول الله ﷺ یقولون: کل ذنب أصابه عبد فھو جھالة**" (صفوۃ التفاسیر للصابونی ۱/۲۴۳)۔

ایسے ہی "صفوۃ التفاسیر" میں مذکورہ کی تفسیر ان الفاظ میں ملتی ہے:

"**أی إنما التوبة التی کتب الله علی نفسه قبولھا ھی توبة من فعل المعصیة سفھا وجھالة**" (صفوۃ التفاسیر ۱/۲۴۳)۔

ایسے ہی "تفسیر السعدی" میں جہالت سے مراد ایمان کی کمی اور عدم ایمان ہے، "**وجھل منه لما تئول إلیه من نقص الإیمان أو إعدامه**" (السعدی تیسیر الکریم فی تفسیر کلام المنان، مکتبہ شاملہ)۔

☆ دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ترجمہ شیخ الہند کے حاشیہ میں ''فوائدہ'' کے تحت لکھا ہے: ''قید جہالت اور قید قریب سے معلوم ہوگیا کہ جو شخص گناہ تو کرلے نادانی سے اور تنبیہ کے بعد توبہ کرلے جلدی سے (تفسیر عثمانی ترجمہ شیخ الہند ر ۱۰۳)۔

اس سلسلے میں ''الہدایہ الی بلوغ النہایۃ'' کے مفسر نے اس آیت کی ان الفاظ میں تشریح کی ہے: **''معناها عند الطبرى: أن التوبة ليست لأحد إلا الذين يعملون السوء، وهم جهال: ثم يتوبون قبل الموت، فإن الله يتوب عليهم، وأكثر الصحابة على أن كل ذنب فعله الإنسان فعل جهالة عمدا كان أو غير عمد''** (الہدایہ الی بلوغ النہایہ ۲ر ۱۲۵۷)۔

مذکورہ بالا تفسیر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ لفظ جہالت کو کسی نے مرادی تو کسی نے لفظی معنی میں لیا ہے، جس طرح اللہ نے توبہ کے لئے ''جہالت'' کو عذر مانا ہے، چاہے یہ عمداً کی گئی ہو یا غیر ارادی طور پر، جیسا کہ اکثر صحابہؓ کا خیال ہے، اسی طرح احکام شرعیہ پر جہل ناواقفیت کے اثر کو محمول کرنا چاہئے، کیونکہ ایسی حالت میں انسان شریعت کے احکام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے مکلّف نہیں ہوگا۔

اور اللہ تعالی کا یہ قول: **''لا يكلف الله نفسا الا وسعها''** (بقرہ:۲۸۶) کو بھی مدنظر رکھا جائے، اسلئے کہ شریعت سے عدم واقفیت ایک بڑا عذر ہے۔

اس سلسلے میں بعض احادیث بھی ہماری رہنمائی کرتی ہیں، جیسا کہ عن حذیفۃ بن الیمانؓ والی روایت ہے، جس میں صاف صراحت ہے کہ ایسے لوگ صرف کلمہ لا الہ الا اللہ سے واقف ہوں گے اس کے باوجود ان کے لئے **''تنجيهم من النار''** کی بشارت آئی ہے۔

یہ حدیث ''سنن ابن ماجہ'' میں موجود ہے اور علامہ ناصر الدین البانیؒ بھی اس کو صحیح قرار دیتے ہیں، چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں: **''حديث حذيفة ودلالته على العذر بالجهل''** (فتوی اسلام بذریعہ نیٹ)۔

اس طرح کا عذر علامہ ابن تیمیہؒ کے نزدیک بھی قابل قبول ہے، جیسا کہ ان کے مندرجہ ذیل اقتباس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

''وكثير من الناس قد ينشأ فى الأمكنة والأزمنة الذى يندرس فيها كثير من علوم النبوات...... ولهذا اتفق الأئمة على من نشأ ببادية بعيدة عن أهل العلم والإيمان'' (حوالہ سابق)۔

اسی طرح اس موقف کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس میں یہ وضاحت موجود ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ اسلام کا فقط نام ہی باقی رہ جائے گا۔

"مدى صحة حديث يأتي على الناس زمان لا يبقى فيه من الاسلام إلا إسمه" (حوالہ سابق)،
غالباً اسی طرح کے حالات کے پیش نظر فقہاء و مجتہدین کرام کو یہ اہم اصول وضع کرنا پڑا، "الأحكام تتغير بتغير الزمان" (احکام زمانے کی تبدیلی سے بدلتے رہتے ہیں)۔

۲- مقالہ کی دوسری شق:

قطعیات سے مراد اسلام کے بنیادی عقائد ہیں، مثلاً توحید و رسالت وغیرہ۔

اور ضروریات دین سے مراد احکام اسلام کی ضروری معلومات ہیں، مثلاً نماز کا حکم، روزے کا حکم اور زکوۃ کا حکم وغیرہ۔

فقہاء اور متکلمین کی آراء سے پہلے ہمیں قرآن وسنت سے دلائل تلاش کرنا چاہئے، جیسا کہ مذکورہ سطور میں (سورۂ بقرہ:۲۸۶)، "لا يكلف الله نفسا إلا وسعها" میں بڑی جامعیت ہے، اس پر غور کیا جائے تو اس آیت کا ایک پہلو اگر طاقت کے مطابق مکلّف بنانا ہے، تو دوسرا پہلو اللہ تعالی کا اپنے بندوں کے تعلق سے حد درجہ رحمت و رأفت کا اشارہ بھی پایا جاتا ہے، جیسا کہ مولانا جونا گڑھیؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اور اس سے اگلی آیت (لا یکلف اللہ) میں اللہ تعالی کی رحمت و شفقت اور اس کے فضل و کرم کا تذکرہ ہے کہ اس نے انسانوں کو کسی ایسی بات کا مکلّف نہیں کیا ہے جو ان کی طاقت سے بالا ہو۔

ایسے لوگ جو حقیقت میں دین حق سے نا آشنا رہ گئے، ان کے بارے میں عقل سلیم بھی یہی رہنمائی کرتی ہے کہ جہالت کی بنا پر انہیں غیر مکلّف سمجھا جائے۔

اس طرح قرآن کی دوسری آیت "وما جعل عليكم في الدين من حرج" (سورۂ حج:۷۸) (اللہ تعالی نے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی)۔

اس آیت پر غور کرنے سے جہاں یہ معنی نکلتا ہے کہ اللہ تعالی نے دین میں مشکل راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا، وہیں پر اس آیت کا ایک مفہوم یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ شریعت سے ناواقف لوگ کم از کم شعوری طور پر اپنے آپ کو ایمان والا سمجھتے ہیں، ایسے لوگ جو احکام شریعت سے ناواقف ہوں، ان کے بارے میں اول وہلہ میں مکمل شریعت پر پابندی لازم قرار دینا یہ اسلام کے منشا کے بھی خلاف ہے اور شریعت کے اہم اصول "تدریج" کے بھی خلاف ہے، جیسا کہ حضرت عائشہؓ شریعت کے مزاج کی ترجمانی کرتے ہوئے گویا ہیں:

"إنما نزل أول ما نزل سورة من الفصل فيها ذكر الجنة والنار حتى إذا تاب الناس إلى

الإسلام نزل الحلال والحرام، ولو نزل أول ما نزل لا تشربوا الخمر لقالوا: لا ندع الخمر أبدا، ولو نزل لا تزنوا لقالوا لا ندع الزنا أبدا'' (احکام شریعت میں حالات وزمانہ کی رعایت/۲۸)(پہلے وہ سورتیں نازل ہوئیں جن میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے، پھر جب لوگ اسلام پر گامزن ہوگئے تو حلال وحرام کے احکام نازل ہوئے، مثلاً اگر شراب نہ پینے کا حکم پہلے ہی نازل ہوجاتا تو لوگ کہہ دیتے کہ ہم کبھی شراب نہ چھوڑیں گے اس طرح اگر ابتداءً زنا کی ممانعت کا حکم نازل ہوجاتا تو لوگ اس کے چھوڑنے سے بھی انکار کردیتے)۔

تدریج جیسے اہم اصول کی تشریح ماہر اسلامیات ڈاکٹر محمود احمد غازی مرحوم نے ان الفاظ میں کی ہے: ''......تدریج کے معنی یہ ہیں کہ شریعت کے احکام پر آہستہ آہستہ، تھوڑا تھوڑا کر کے تدریج سے عمل کرایا جائے، اگر کوئی شخص دین سیکھنے کے لئے آپ کے پاس آیا ہے تو آج ہی سارے کا سارا دین اس پر نہ لاد دیں، اس کو تدریج کے ساتھ دین کی طرف لائیں، پہلے بنیادی کلمات اس کو بتائیں، پھر جب وہ مزید قریب آجائے اور ایمان مزید پختہ ہوجائے تو اس کے اخلاق پر توجہ دیں، جب اخلاق درست ہوجائیں تو پھر ایک ایک کر کے سارے احکام اس کو بتائیں، اور پھر اس کو جتنا شوق پیدا ہوتا جائے گا اتنا ہی جلدی وہ سارے کا سارا دین سیکھ لے گا''۔

مذکورہ اصول اس حدیث سے مستنبط ہے جس میں حضور ﷺ ایک مبلغ صحابیؓ کو روانہ کرتے ہوئے یہ وصیت فرماتے ہیں: دیکھو پہلے ایسے لوگوں کو توحید کی دعوت دینا، پھر اگر اس کو مان لیں تو کہنا کہ اللہ نے تمہارے اوپر پانچ وقت کی نماز فرض کیا ہے، اگر اس کو بھی مان لے تو کہنا کہ اللہ نے تمہارے اوپر زکوۃ بھی فرض کیا ہے وغیرہ وغیرہ (او کما قال النبی ﷺ)۔

مذکورہ دلائل کی روشنی میں یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ جو لوگ شریعت سے ناواقفیت کی بنیاد پر ضروریات دین یا قطعیات میں سے کسی چیز کا انکار کرتے ہیں تو ان کے باب میں نرم گوشہ اختیار کرنا چاہئے، ان پر کوئی حکم لگانے سے پہلے ان کے احوال اور پس منظر کو بھی سامنے رکھا جائے۔

مولانا محمد تقی امینیؒ (رفیق ندوۃ المصنفین) اپنی معروف کتاب ''احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت'' میں ایک مثال کے ذریعہ اس بیمار ملت کی تصویر کشی ان الفاظ میں کرتے ہیں: ''اس وقت مسلم قوم کا حال ایک ایسے مریض کا ہے کہ جس کے آثار صحت نمایاں ہیں، لیکن کمزوری بدستور موجود ہے، جب کوئی مریض روبصحت ہوتا ہے تو صرف دواؤں سے کام نہیں چلتا، بلکہ معتدل انداز کی غذا کی بھی ضرورت ہوتی ہے''۔

مذکورہ اقتباس کی روشنی میں ان علاقے کے مسلمانوں کے حالات اور پس منظر کا جائزہ لیا جائے جہاں باقاعدہ

مکاتب اسلامیہ کا چلن بھی نہیں ہے اور بعض مسلم تنظیمیں اور جماعتیں محدود پیمانے پر دینی تعلیم کا نظم کر پاتے ہیں، ایسے علاقے ہر صوبہ میں مل جائیں گے، راجستھان اور ہریانہ میں خصوصا، راقم السطور ۱۹۹۴ میں ہریانہ کے ضلع ''جند'' کا چشم دید گواہ ہے، تبلیغی جماعت میں نکلنے کے دوران یہ احساس اور گہرا ہوا کہ ایسے مسلمان بھی خود دلی مرکز سے قریب ہونے کے باوجود کس قدر شریعت سے ناواقف ہیں، محض انہیں کلمہ اور چند رسمیں ہی یاد ہیں۔

عقائد کے باب میں کیا جہل عذر ہے؟

شیخ عثیمینؒ نے ''شرح العقیدۃ الواسطیۃ'' میں اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی ہے، چنانچہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں: ''آپ ﷺ سے سراقہ بن مالک بن جعشمؓ نے ایک موقع پر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہمارے دین کی وضاحت فرمادیجئے گویا کہ ابھی ہم پیدا ہوئے ہیں، تو آپ ﷺ نے ان کے استفسار کے جواب میں فرمایا: **''اعملوا فکل میسر''** (شرح العقیدۃ الواسطیۃ)۔

اس حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنا شریعت کا علم ہو چکا ہے اس کے مطابق عمل شروع کر دینا چاہئے، اسی سے یہ نتیجہ بھی اخذ ہوتا ہے، کہ اگر شریعت کا علم نہ ہو سکے تو اس کے معاملے میں نرمی برتنی چاہئے، کیونکہ جہل خود ایک بڑا عذر سمجھا جائے گا، اسی موقع پر **''تعرف الأشیاء بأضدادھا''** جیسے اصول کو پیش نظر رکھا جائے تو یہی بات مترشح ہوتی ہے کہ کبھی چیزوں کے نتیجے کو اس کی ضد سے بھی سمجھا جاتا ہے، یعنی جہالت کی حقیقت کو علم کے مقابلے کر کے اس کی ماہیت پر گفتگو کی جائے گی، کیونکہ ارشاد باری ہے: **''قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون''** (الزمر:۹)۔

ایسے ہی مندرجہ ذیل آیت: **''وما یستوی الأعمی والبصیر ولا الظلمات ولا النور''** (فاطر:۱۹) سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جس طرح نابینا و بینا اور تاریکیاں اور روشنی برابر نہیں ہوسکتی ہیں، اسی طرح جہالت بھی شریعت کے برابر کیسے ہو سکتی ہے اور جہل و علم کیسے مساوی ہو سکتے ہیں؟

عقائد کے باب میں جہالت کے عذر تسلیم کئے جانے یا نہ کئے جانے کے بارے میں علماء اور فقہاء کی چند رائیں پیش کی جاتی ہیں اور بعد میں ان کی رایوں پر ایک طالب علمانہ محاکمہ بھی پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

''حکم الجاھلیۃ'' میں علامہ محمد شاکر نے چند اصول وضع کئے ہیں، اس کتاب میں چھٹا اصول ان الفاظ پر مشتمل ہے:

''السادس: ما یحکم به کثیر من رؤساء العشائر والقبائل من البوادی ونحوھم، من حکایات أبائھم وأجدادھم، وعاداتھم التی یسمّونھا ''سلومھم'' یتوارثون ذلک منھم، ویحکمون به و

يحصلون على التحاكم إليه عند النزاع، بقاءً، على أحكام الجاهلية، وإعراضا ورغبة عن حكم الله ورسوله، فلا حول ولا قوة إلا بالله......وإن لم يخرجه كفره عن الملة، فإنه معصية عظمى على أكبر من الكبائر كالزنا، وشرب الخمر والسرقة واليمين الغموس وغيرها"(شیخ محمد شاکر، حکم الجاہلیۃ، المکتبۃ الشاملۃ، ص۱۷، ۱۸)۔

امام ابوحامد الغزالیؒ "تنبیہ الغافلین عن اعمال الجاہلین" میں لکھتے ہیں:

"......**وكل عامى عرف شروط الصلاة، فعليه أن يعرف غيره، وإلا فهو شريك فى الإثم، ومعلوم أن الإنسان لا يولد عالما بالشرع، وإنما يجب التبليغ على أهل العلم، وكل من تعلم مسألة واحدة، فهو من أهل العلم......لأن المتحرفين لو تركوا حرفتهم لبطلت المعايش فهم قد تقلدوا أمرا لا بد منه فى صلاح الخلق**" (تنبیہ الغافلین عن اعمال الجاہلین ۵۳۲)۔

"شرح اصول السنۃ" میں امام احمدؒ کی روایت میں بڑا وزن معلوم ہوتا ہے، چنانچہ "**صلوا على من قال: لا اله الا الله**" کی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"**وأما بقية المسلمين ولو كان فيهم معاص وتقصير، فإنه يصلى عليهم، ويوكل أمرهم إلى الله تعالى، ونعتقد أن ذنوبهم لم تخرجهم من الإسلام**"(شرح اصول السنہ/ ۲-۱۰)۔

ایسے ہی امام احمدؒ ایسے شخص کو جو ضروریات دین کا تارک ہو اسے کافر مانتے ہیں اس کو تائب ہونے کا موقع فراہم کیا جائے اگر توبہ کر لیتا ہے تو اسے چھوڑ دیا جائے گا، ورنہ اسے اپنے عمل پر اصرار ہے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

مذکورہ بالا فقہاء وعلماء کی آراء پر غور سے اس قسم کا نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ شریعت میں جہل قابل عذر ہے اور شریعت کا علم ہو جانے کے بعد یہ عذر قابل قبول نہ ہوگا، بلکہ شریعت کا جو حکم ہے وہ نافذ کیا جائے گا۔

امام غزالیؒ کی رائے اس سلسلے میں یہ ہے کہ جو شخص ان پڑھ اور گنوار ابھی تک تھا، اب اگر اسے نماز کے ارکان وشرائط نماز کا علم حاصل ہو گیا ہے تو اسے دوسروں کو وہ سکھائے ورنہ گنہگار رہو گا، وہاں کے اہل علم کے لئے واجب ہے کہ شریعت کی تعلیمات کی تبلیغ کو عام کریں، تاکہ دینی فضا عام ہو اور جہالت کی تاریکی ختم ہو۔

اس سلسلے میں امام غزالیؒ کا یہ اقتباس لائق مطالعہ معلوم ہوتا ہے:"**ولا يسقط الحرج ما دام يبقى على وجه الأرض جاهل لفرض من فروض دينه، وهو قادر على أن يسعى إليه بنفسه أو بغيره فيعلمه فرضه**" (تنبیہ الغافلین عن اعمال الجاہلین/ ۵۳۳)۔

مقالے کی تیسری شق یہ ہے:

اصل مسئلہ سے قبل سورہ زمر کی آیت ۹ کا مطالعہ اس بارے میں مفید معلوم ہوتا ہے، "**قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون**" اس کی تفسیر "تفسیر بیضاوی" میں یہ ہے:

"**أى كما لا يستوى العالمون والجاهلون لا يستوى القانتون والعاصمون**" (تفسیر بیضاوی)، یعنی جس طرح اہل علم اور غیر اہل علم دونوں برابر نہیں ہو سکتے، اسی طرح اس پس منظر میں ہندوستان جیسے ملک میں مسلمانوں کے جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کے مسئلہ کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

اس موقع پر ایک اصولی گفتگو امام احمدؒ کے مندرجہ ذیل اقتباس کی روشنی میں کی جاسکتی ہے:

"**مزى أنهم لا يستطيعون الخروج ما دام أنهم ليس بأيديهم قوة، ولا عندهم منعة، وإن القوة بأيدى الدولة،لكن إذا استطاعوا أن يستقلوا بأنفسهم وينفرون فى قرية أو كافرة فهو أولى، وإذالم يستطيعوا صبروا واعبدوالله كما يستطيعون**" (شرح اصول السنۃ ۲۵)۔

"**تعرف الأشياء بأضدادها**" جیسے اہم اصول کی روشنی میں مذکورہ بالا مسئلہ کی نوعیت کو بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ جہاں کے لوگ شریعت سے ناواقف ہوں اور جو لوگ شریعت کے احکام سے بخوبی واقف ہوں، کیا دونوں عنداللہ برابر ماخوذ ہو سکتے ہیں؟ اس کا جواب نفی میں ہی ہوسکتا ہے، تو پھر دونوں کے لئے یکساں حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے؟

راقم عاجز کے نزدیک بھی اس مسئلہ میں مناسب اور محتاط رائے یہی معلوم ہوتی ہے کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کے دینی تعلیم کے ادارے وافر مقدار میں موجود ہوں اور وہاں احکام شریعت سیکھنا بہ سہولت ممکن ہو، وہاں جہل کو عذر نہ مانا جائے اور جہاں صورت حال اس سے بالکل مختلف ہو وہاں جہل کو عذر مانا جائے۔

رہا مسئلہ ہندوستان جیسے ملک جہاں مسلمان صدیوں سے بڑی تعداد میں آباد چلے آرہے ہیں، لیکن حکومت کی باگ دوڑ غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہے۔

ہندوستان جہاں پر انگریزوں کے غلبے اور تسلط کی بنا پر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ جیسے عظیم عالم اور فقیہ نے اسے دار الحرب قرار دیا تھا، آج بھی اس ملک کی صورت حال انگریزوں کے دور تسلط سے بعض چیزوں میں زیادہ خطرناک ہے، انگریزوں کی حکومت میں بابری مسجد موجود تھی، اور بھی دیگر مساجد آزاد تھیں اور بہت سے مسلمانوں کے حقوق اس طرح تلف نہیں ہوتے تھے، جیسا کہ ہندوؤں کی حکومت میں ہو رہے ہیں۔

یہ الگ بات ہے کہ ہندوستان قانونی اعتبار سے ایک جمہوری ملک ہے، اور جمہوریت میں ہر ایک کو یہ آزادی

حاصل ہے اپنے مذہب پر ہر باشندہ عمل کرسکتا ہے، لیکن جہاں ایک فرقہ اکثریت میں ہو دوسرا اس کے مقابلے میں اقلیت میں ہو، تو گرچہ قانونی اعتبار سے وہ ملک بھلے ہی جمہوری ہو، لیکن عملی اعتبار سے اکثریت ہی کے رحم وکرم پر انہیں رہنا پڑتا ہے۔

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ہندوستان کی حالت کو دیکھتے ہوئے اسے دار الحرب تسلیم کیا ہے، ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوریؒ جیسے محقق اپنی معروف کتاب ''برصغیر پاک و ہند کی شرعی حیثیت (مسئلہ دار الحرب و دار الاسلام کی ایک نادر علمی تحقیق) میں مولانا گنگوہیؒ کی رائے کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

''اس جگہ کفار نصاری کے احکام کا اجراء کس قوت وغلبہ کے ساتھ ہے کہ اگر کوئی ادنی کلکٹر یہ حکم کردے کہ مساجد میں جماعت ادا نہ کرو تو کسی امیر وغریب کی مجال نہیں کہ ادا کرسکے، اور یہ جو کچھ ادائے جمعہ وعیدین اور عمل (بعض) قواعد شرطیہ پر جو کچھ ہو رہا ہے محض ان کے قانون کی وجہ سے کہ انہوں نے یہ حکم جاری کردیا ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے مذہب میں آزاد ہے، کسی کو اس سے مزاحمت کا حق حاصل نہیں ہے (برصغیر ہندو پاک کی شرعی حیثیت ر ۱۴۳)۔

مولانا گنگوہیؒ کی رائے آج کے ہندوستان پر بالکل صادق آتی ہے، ابھی حالیہ دنوں میں یوپی کے کسی علاقے میں بعض شرپسندوں کے دباؤ میں آکر کسی ڈی ایم نے مسجد پر تالا لگادیا تھا، مسلمان پرامن احتجاج کررہے تھے، معلوم نہیں مسجد کا تالا کھلا یا نہیں، اس کو پیش نظر رکھ کر آئندہ دنوں میں کیسے حالات اس ملک کے ہوسکتے ہیں، اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

''جامع الرموز'' کی عبارت سے اسی موقف کی تائید ہوتی ہے: **"دارالاسلام ما يجرى فيه حكم إمام المسلمين و كانوا فيه آمنين و دارالحرب ما خافوا فيه من الكافرين"** (دار الاسلام وہ ملک ہے جس میں مسلمانوں کے امام کا حکم چلتا ہو، اور مسلمان اس میں محفوظ ہوں اور دار الحرب وہ ہے جس میں مسلمان کفار سے خائف رہتے ہوں)۔

مقالے کی چوتھی شق:

سورۂ زمر کی آیت ۹ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس مسئلے میں بھی یہی رہ نمائی حاصل ہوتی ہے کہ جو معاشرہ ان جیسے مسائل کی حساسیت کو بخوبی جانتا ہو، ان پر حکم نافذ کیا جائے، جو لوگ اس مسئلہ سے بالکل بے خبر ہوں ان کے حق میں حکم نافذ نہ کیا جائے، بلکہ گاہے گاہے انہیں شریعت کے ان مسائل سے آگاہ کرنے کے لئے دینی بیداری پروگرام کا نظم کیا جائے یا ایسے علاقے میں ایسے علماء کا برابر دورہ ہونا چاہئے جو انہیں شرعی مسائل کی رہنمائی کرسکیں۔

مقالہ کی پانچویں شق:

اس سلسلہ میں قاری محمد طیبؒ کا یہ اقتباس اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے فقہی جزئیات سلف کے زمانے میں معدوم تھے، لیکن اصول موجود تھے، ان کی روشنی میں فقہاء ہر زمانے میں مسائل کا استخراج کرتے آئے ہیں، وہ

اقتباس درج ذیل ہے:

''جیسے بہت سی فقہی جزئیات سلف کے زمانے میں تھیں، جبکہ وہ حوادث بھی ان کے دور میں پیش نہ آئے تھے جو آج سامنے ہیں، مگر ان کے اصول موجود تھے تو بعد کے فقہاء نے ان سے ہنگامی جزئیات کے احکام کا استنباط اور استخراج کرلیا'' (علماء دیوبند کا دینی مزاج / ۱۲۴)۔

جس طرح جہل اور عدم واقفیت کی بنا پر بہت سے مذکورہ مسائل میں حالات کی نزاکت کے پیش نظر تبدیلی ناگزیر معلوم ہوتی ہے، ''الضرورات تبیح المحذورات''، جیسے اہم اصول کا تقاضا بھی یہی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ آج طلاق کے معاملہ میں بے خبری عام ہے، حتی کہ وکلاء بھی یہی سمجھتے ہیں کہ تین دفعہ طلاق کے الفاظ دہرائے بغیر طلاق واقع ہی نہیں ہوتی، ایسے لوگوں کو طلاق دینے کے احسن اور حسن طریقہ کا علم ہی نہیں ہو پاتا، آج جب کہ شریعت اسلامیہ پر ہر طرف سے یلغار ہورہی ہے ایسے نازک حالات میں حکمت کا تقاضا ہے کہ ایسے ناواقف لوگ جو شریعت سے بے بہرہ ہیں، ان کے حق میں تین طلاق کو ایک مان لیا جائے، کیونکہ طلاق ثلاثہ پر مودی حکومت نے آرڈی نینس لاکر ملت اسلامیہ کو مجبور کردیا ہے، اور در پردہ شریعت اسلامیہ پر دوڑے ڈالنا چاہتی ہے، ایسے وقت میں ملی اتحاد کو مزید مضبوط کرنے کے لئے تین طلاق کو ایک ہی مان لیا جائے، اور یہ اجتہادی مسئلہ امت کے علماء کی ایک معتد بہ جماعت آج تک اسے ایک تسلیم کرتی ہوئی آئی ہے، بہت سارے ممالک میں اس رائے پر عمل ہورہا ہے۔

اس نازک صورت حال میں اس ناواقفیت کو ایک مان لینے میں کیا حرج ہے؟ کیا امت پر اس سے بھی سخت آزمائش کی گھڑی آئے گی؟ انگریزی حکومت اپنے ۱۵۰ سالہ اقتدار میں جو کام نہیں کرسکی وہ آج کی حکومت وقفے وقفے سے انجام دے رہی ہے، اور پوری ملت کو سخت امتحان میں مبتلا کردیا ہے، اور ملت کو تدریجی عمل کے ذریعہ سے شریعت سے متعارف کرانے کی ضرورت ہے، اور بقول پروفیسر محسن عثمانی مسلمان علماء اور قائدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اتحاد کو یقینی بنائیں، علمی اختلاف ہمیشہ ممکن ہے، لیکن اس اختلاف کو مخالفت میں ہرگز تبدیل نہ ہونے دیں، اتحاد مسلمانوں کا بہت اہم محاذ ہے، اور اب اس میں رخنہ اندازی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

مقالہ کی چھٹی شق:

مندرجہ بالا سطور میں مختلف مسائل کے تحت چند علماء وفقہاء کی آراء آچکی ہیں، البتہ مختلف فقہی مسالک کے موقف اور رجحان کی وضاحت کے مقابلے میں راقم کے نزدیک اس موقع پر ایک اصولی گفتگو مناسب معلوم ہوتی ہے، وہ مندرجہ ذیل ہے:

آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے وقع پر امت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا: ’’میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں اگر تم لوگ اسے مضبوطی سے پکڑے رہو گے، تو کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے، اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور میری سنت‘‘۔

اس ضمن میں حضرت معاذ بن جبلؓ نے پہلے قرآن پھر سنت اور آخر میں اپنی رائے کے ذریعہ اجتہاد کرنے کو بیان کیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ مصادر شریعت میں اصل اور بالذات اگر کوئی مأخذ ہے تو وہ صرف اور صرف قرآن مجید اور سنت ہیں، ان کے علاوہ اور بھی چیزیں مصادر شریعت میں شامل ہیں، بقول ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ: جن میں سے ہر ایک کی سند قرآن مجید میں موجود ہے، جو بقیہ مأخذ ہیں، ان میں زیادہ نمایاں اجماع، قیاس، استحسان، مصالح مرسلہ، عرف اور استصحاب شامل ہیں۔

آج کے حالات کے تناظر میں ایک عالمی فقہ کی ضرورت بہت سے اہل علم و دانش محسوس کرتے ہیں، اس ضرورت کو فقہ مقارن کی روشنی میں از سر نو مرتب کیا جانا چاہئے، اس سے اختلافات کی جگہ اتحاد کی فضا ہموار ہوگی، البتہ اس کو مرتب کرتے وقت قرآن و سنت کے استنباط کو اولیت دی جانی چاہئے، اور ائمہ اور فقہاء اسلام کے اقوال کو تائید میں پیش کرنا چاہئے۔

☆☆☆

حکم شرعی سے ناواقف شخص کے ساتھ ہمارا رویہ

مفتی لطیف الرحمٰن فلاحی، ممبئی

۱- ''جہل''، علم کی ضد ہے، جہل کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں، تاہم اس کی سب سے صحیح تعریف وہ ہے جو ابن ہمام اور ابن نجیم وغیرہ نے کی ہے کہ علم کی صلاحیت کے باوجود علم سے محروم ہونا جہل ہے، ''**عدم العلم عما من شأنه العلم**''، لہذا دیوار اور پتھر کو جاہل نہیں کہا جاسکتا کہ اس میں علم کی صلاحیت ہی نہیں، اگر آدمی کو اپنے جہل کا احساس بھی ہو تو یہ ''جہل بسیط'' ہے، اور اگر جہل کے باوجود اسے اپنے بارے میں ''علم'' کا خیال پیدا ہوجائے تو اس کو دوگانہ جہالت کا نام اہل فن کی زبان میں ''جہل مرکب'' ہے۔

جہل کے معتبر ہونے کے دو بنیادی اصول مقرر کئے گئے ہیں (فقہاء شوافع کے مطابق)۔

۱- ایسی چیزیں جن کی حرمت سے عام طور پر لوگ واقف ہوتے ہیں، اگر کوئی شخص کسی چیز سے ناواقفیت اور جہل کا عذر کرے تو اسی وقت معتبر ہوگا، جبکہ وہ نومسلم ہو یا ایسے دور دراز دیہات اور صحرا کا باشندہ ہو کہ وہاں تک علم کی روشنی نہ پہنچی ہو، زنا، قتل، چوری، شراب، نماز میں گفتگو اور روزہ میں کھانا پینا وغیرہ کا شمار اسی قسم کے احکام میں سے ہے۔

۲- کسی فعل کی حرمت سے آگاہ ہو، مگر اس پر جو احکام مرتب ہوتے ہیں، ان سے ناواقف ہو تو یہ ناواقفیت اس کے لئے چنداں مفید نہ ہو، مثلاً شراب اور زنا کی حرمت سے واقف ہو، لیکن اس کی سزا سے ناواقف تو اس پر ان جرائم کے ارتکاب کی صورت شرعی سزا (حد) نافذ کی جائے گی، قتل کی حرمت سے واقف ہو، مگر یہ معلوم نہ ہو کہ قتل کی وجہ سے (قصاص) اس پر جاری ہوگا، یہ جانتا ہو کہ حالت احرام میں خوشبو کا استعمال ممنوع ہے، مگر یہ معلوم نہ ہو کہ اس پر فدیہ بھی واجب ہوتا ہے، تب بھی خوشبو لگانے پر فدیہ واجب ہوگا (ملخصا قاموس الفقہ ۳/ ۱۶۵-۱۶۹)۔

۲- حضرت مفتی شفیع صاحب کی ''جواہر الفقہ'' میں ''تکفیر کے اصول'' نامی ایک رسالہ موجود ہے، اس میں آپ نے ''ضروریات دین اور قطعیات دین'' کی تشریح اور توضیح کرتے ہوئے یوں لکھا ہے:

''قطعی الثبوت'' ہونے کا مطلب تو یہ ہے کہ ان احکام کا ثبوت قرآن مجید یا ایسی احادیث سے ہو جن کی روایت

کرنے والے حضور ﷺ کے عہد سے لے کر آج تک ہر زمانہ اور ہر قرن میں مختلف طبقات اور مختلف شہروں کے لوگ اس کثرت سے رہے ہوں کہ ان سب کا جھوٹی بات پر اتفاق کر لینا محال سمجھا جائے، اسی کو اصطلاح حدیث میں تواتر اور ایسی احادیث کو احادیث متواترہ کہتے ہیں۔

اور قطعی الدلالۃ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو عبارت قرآن مجید میں اس حکم کے متعلق واقع ہوئی ہو یا حدیث متواترہ سے ثابت ہوتی ہے وہ اپنے مفہوم و مراد کو صاف صاف ظاہر کرتی ہو اس میں کسی قسم کی الجھن نہ ہو کہ جس میں کسی قسم کی تاویل چل سکے، پھر اس قسم کے احکام قطعیہ اگر مسلمانوں کے ہر طبقہ خاص و عام میں اس طرح مشہور و معروف ہو جائے کہ ان کا حاصل کرنا کسی خاص اہتمام اور تعلیم و تعلم پر موقوف نہ رہے، بلکہ عام طور پر مسلمانوں کو وراثۃ وہ باتیں معلوم ہو جاتی ہوں ، جیسے نماز، روزہ، حج و زکاۃ کا فرض ہونا، چوری، شراب خوری کا گناہ ہونا، حضور ﷺ کا خاتم الانبیاء ہونا وغیرہ تو ایسے احکام قطعیہ کو ضروریات دین کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور جو اس درجہ مشہور نہ ہو وہ صرف قطعیات کہلاتے ہیں، ضروریات نہیں۔

اور ضروریات وقطعیات کے حکم میں فرق یہ ہے کہ ضروریات دین کا انکار یا اجماع امت مطلقا کفر ہے، ناواقفیت اور جہالت کو اس میں عذر قرار نہ دیا جائے گا، اور نہ کسی قسم کی تاویل کی جائے گی۔

اور قطعیات محضہ جو شہرت میں اس درجہ کو نہیں پہنچتے تو حنفیہ کے نزدیک اس میں یہ تفصیل ہے۔

کہ اگر کوئی عام آدمی بوجہ ناواقفیت و جہالت کے ان کا انکار کر بیٹھے تو ابھی اس کے کفر وارتداد کا حکم نہ کیا جائے گا، بلکہ پہلے اس کو تبلیغ کی جائے گی کہ یہ حکم اسلام کے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ احکام میں ہے اس کا انکار کفر ہے، اس کے بعد بھی اگر وہ اپنے انکار پر قائم رہے تب تو کفر کا حکم کیا جائے گا۔

ابن ہمام کی کتاب ''مسامرۃ'' کی عبارت ملاحظہ ہو:

''کما فی المسایرة والمسامرة لابن الهمام، ولفظه: وأما ما ثبت قطعا، ولم یبلغ حدالضرورة کاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت الصلبیة بإجماع المسلمین فظا هر کلام الحنفیة الا کفاز بجحده بأنهم لم یشترطوا فی الإکفار سوی القطع فی الثبوت (الی قوله) ویجب حمله علی ما إذا علم المنکر تبوته قطعا'' (مستفاد، جواہر الفقہ ۱/۲۷-۲۸) (اور جو حکم قطعی الثبوت تو ہو، مگر ضرورت کی حد کو نہ پہنچا ہو، جیسے میراث میں اگر پوتی اور حقیقی بیٹی جمع ہوں تو پوتی کو چھٹا حصہ ملنے کا حکم اجماع امت سے ثابت ہے، ظاہر کلام حنفیہ کا یہ ہے کہ اس کے انکار کی وجہ سے کفر کا حکم کیا جائے، کیونکہ انہوں نے قطعی الثبوت ہونے کے سوا اور کوئی شرط نہیں لگائی، مگر واجب ہے

کہ حنفیہ کے اس کلام کو اس صورت پر محمول کیا جائے کہ جب منکر کو اس کا علم ہو کہ یہ حکم قطعی الثبوت ہے)۔

۳- ہندوستان میں مسلمانوں کو دستوری تحفظ حاصل ہے، مذہبی امور میں آزادی کے علاوہ ان کو اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کا حق حاصل ہے اور زندگی کے تمام شعبوں میں ان کے وجود کو محسوس کیا جاتا ہے، اس پس منظر میں اس کے دارالامن ہونے میں کوئی شبہ نہیں (قاموس الفقہ ۳/ ۳۹۹)۔

اب جب ہندوستان دارالامن ثابت ہوگیا تو احکام شرعیہ سے ناواقفیت اور جہل کے معاملہ میں جس طرح دار الحرب کے مسلمانوں کو معذور سمجھا جائے گا اسی طرح ان کو معذور نہیں سمجھا جائے گا (قاموس الفقہ ۳/ ۴۰۳)۔

البتہ پورے ملک کے مسلمانوں کا حکم یکساں ہو یہ محل نظر ہے، بلکہ جن علاقوں میں مسلمانوں کے دینی تعلیم کے ادارے وافر مقدار میں موجود ہوں اور وہاں احکام شرع سیکھنا بہ سہولت ممکن ہو وہاں جہل کو عذر نہ مانا جائے اور جہاں صورت حال اس سے بالکل مختلف ہو اور اس علاقہ میں نہ تو کوئی تعلیمی ادارے ہوں نہ ہی علماء کرام اور ائمہ مساجد موجود ہوں تو اگر وہاں جہل کو عذر مانا جائے تو اس عذر کو قبول کرنے کی گنجائش ہونی چاہئے۔

۴، ۵- اگر کوئی ایسا شخص ہو جو نو مسلم ہو یا ایسے دور دراز دیہات کا باشندہ ہو جہاں علم کی روشنی نہ پہنچی ہو، وہ اگر مس بالشہوۃ اور نظر بالشہوۃ میں مبتلا ہو تو حرمت مصاہرت کے ثبوت کا فتوی نہ جاری ہونا چاہئے، اسی طرح طلاق ثلاثہ کے معاملہ میں بھی ایسے شخص کے لئے تخفیف ہونی چاہئے، البتہ وکلاء کی جماعت یا دینی و دنیوی تعلیم یافتہ کے لئے ان احکام سے ناواقفیت عذر ہرگز شمار نہیں ہوسکتی۔

۶- فقہاء شوافع نے لکھا ہے کہ بنیادی طور پر جہل کی وجہ سے آخرت میں ہونے والا گناہ معاف ہوجاتا ہے، البتہ دنیوی حکم کے اعتبار سے جہل کی کئی قسمیں اور صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: شریعت نے جس چیز کا حکم دیا تھا اسے انجام نہ دیا تو اس کی وجہ سے یہ فرض اس سے معاف نہ ہوگا، بلکہ اس کا تدارک واجب ہوگا، اور چونکہ تعمیل امر بھی نہیں کیا، اس لئے اس کے ثواب واجر سے بھی محروم رہے گا، مثلاً کپڑے اور جسم میں اتنی نجاست لگی تھی کہ اس کے ساتھ نماز درست نہیں ہوتی، بے خبری میں نجاست کے ساتھ نماز ادا کرلی، بعد کو معلوم ہوا تو قضا واجب ہوگی، یا کسی شخص کو محتاج سمجھ کر زکوۃ دے دی بعد کو معلوم ہوا کہ وہ مالدار ہے اور مصرف زکوۃ نہیں ہے تو زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

دوسری صورت: شریعت نے کسی بات سے منع کیا اور ناواقفیت میں اس کا ارتکاب کرگذرا، البتہ اس کی وجہ سے کسی

اور کا حق تلف نہ ہو تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا، جیسے ناواقفیت میں شراب پی لیا، یا جہالت کی وجہ سے کوئی ایسا عمل کر گذرے جو اس عبادت کے لئے مفسد ہے، مثلاً نماز میں بات کرے یا کھالے، ایسی صورت میں نہ وہ عبارت فاسد ہوگی اور نہ کفارہ یا فدیہ واجب ہوگا۔

تیسری صورت: شریعت نے جس بات سے منع کیا ہے اس کا مرتکب ہو، اور اس میں خود اس کے یا اس کے کسی اور کے حق کا اتلاف بھی ہو، مثلاً غاصب نے مغصوبہ کھانا پیش کیا اور ناواقفیت میں اس نے کھالیا تو اس کھانے والے پر تاوان واجب ہوگا اور اگر غاصب نے خود اس شخص کا کھانا غصب کرلیا تھا تو اس طرح غاصب بری الذمی ہوجائے گا۔

چوتھی صورت: کسی ایسی ممنوع بات کا حکم شرع سے ناواقفیت یا خود اس شئ کے بارے میں نا م آ گہی کی وجہ سے ارتکاب جو شرعاً عقوبت وسزا کا موجب ہے تو اس پر حد سزا جاری نہ ہوگی، مثلاً قتل کی حرمت سے واقف نہ ہوا اور قتل کردے تو قصاص واجب نہ ہوگا، اسی طرح کسی اور عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر وطی کرے تو حد زنا جاری نہ ہوگی، بلکہ صرف عورت کا مہر مثل واجب ہوگا (قاموس الفقہ ۳/ ١٦٨)۔

اگر کسی شخص نے دار الحرب میں اسلام قبول کیا، ہجرت کر کے دار الاسلام نہیں آسکا، بلکہ ایک زمانہ تک دار الحرب میں رہا اسے نماز وروزہ کی فرضیت کا علم نہ ہوسکا تو ایسا شخص جب تک ناواقفیت کی وجہ سے ان عبادت کو انجام نہ دے سکا تو وہ معذور سمجھا جائے گا، اور اس کی قضاء واجب نہ ہوگی (قاموس الفقہ ۳/ ١٦٧)۔

کسی عجمی شخص سے عربی زبان میں طلاق کے الفاظ کہلائے گئے، جن کا وہ معنی نہیں جانتا تھا تو اس کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟ تو اس بارے میں تفصیل یہ ہے:

حضرت محمود الحسن گنگوہیؒ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: اگر وہ شخص ان الفاظ کا ترجمہ نہیں جانتا، مگر یہ جانتا ہے کہ ان الفاظ سے طلاق دی جاتی ہے تو اس صورت میں طلاق واقع ہوجائے گی، لیکن جب اس کو معنی بھی بتلا دیئے گئے اور جان کر سمجھ کر پھر یہ الفاظ کہے تو اب وقوع طلاق میں کیا شبہ ہے، نیت کی حاجت نہیں۔

''درمختار'' میں ہے: ''**ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل ولو عبدا أو مكرها أو هازلا أو سفيها أو سكران أو أخرس أو مخطئا**''۔

''فتاوی عالمگیری'' میں ہے: ''**وإذا قال الرجل لامرأته: انت طالق ولا يعلم معنى قوله: انت طالق، فإنه بقع الطلاق، وإذا قال لامراته: انت طالق، ولا يعلم أن هذا القول طلاق، طلقت فى القضاء ولا تطلق فيما بينه وبين الله تعالى**'' (بحوالہ فتاوی محمودیہ ۱۳/ ۱۸۷)۔

اگر دو اشخاص نے کسی کے خلاف قتل کی گواہی دی اور اس گواہی کے بنا پر اس شخص کو قصاص میں قتل کر دیا گیا، بعد میں ان دونوں نے اپنے جھوٹ کا اقرار کرلیا، یا جس شخص کو مقتول قرار دیا گیا تھا وہ زندہ پایا گیا اور بے گناہ نام نہاد قاتل قتل ہو چکا ہے تو امام شافعیؒ کے نزدیک گواہان سے قصاص لیا جائے گا کہ وہی اس پر سزائے قتل جاری ہونے کا باعث بنا ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک چونکہ وہ متسبب ہے، یعنی بالواسطہ قتل کا ذریعہ بنا ہے، اس لئے وہ قصاصاً قتل نہیں کئے جائیں گے، البتہ ان سے دیت وصول کی جائے گی (بدائع الصنائع ۷/۲۳۹)۔

☆☆☆

چوتھا باب

اختتامی امور

مناقشہ:

احکام شرعیہ پر جہل کا اثر

مفتی محمد عثمان بستوی:

امور اعتقادیہ میں جہالت کو عذر مانا جائے یا نہ مانا جائے اس سلسلہ میں عارض نے ترجیح اس کو دی ہے کہ مطلقا عذر نہیں ہے، اس سلسلہ میں مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ علامہ قرافی مالکی نے تو یہ لکھا ہے کہ امور اعتقادیہ میں جہالت مطلقا عذر نہیں۔ لیکن فقہاء احناف کے یہاں ایسا نہیں ہے، ان کے یہاں یہ تفصیل ملتی ہے کہ امور اعتقادیہ دو قسم کے ہیں ایک تو ضروریات دین اور قطعیات دین ہیں جو مشہور اور مسلم ہیں دوسرے امور اعتقادیہ وہ ہیں جو محتاج تدبر وتفکر ہیں، تو اس میں جہل کہاں عذر ہے اور کہاں عذر نہیں ہے اس میں تفصیل ہے۔ تطہیر کے باب میں عذر ہے اور تفسیق وتضلیل کے باب میں عذر نہیں ہے، یہ تفصیل کی گئی ہے، اس لئے یہ کہنا کہ مطلقا جہالت عذر نہیں شاید یہ بات مناسب نہ ہو۔

دوسری بات مجھے یہ کہنا ہے کہ مس بالشہوۃ میں بندہ کی طرف یہ نسبت کی گئی ہے کہ میں نے جہالت کو مطلقا اس میں عذر مانا ہے، ایسا نہیں ہے؟ میں نے دونوں جہت ذکر کی ہے کہ اس میں عذر ہونا چاہئے یا نہیں ہونا چاہئے، پھر اس کے بعد ترجیح دی کہ جہالت کو عذر نہیں مانا جائے اس وقت تک جب تک علم نہ ہو وہ عذر ہے اور علم ہونے کے بعد وہ عذر نہیں، اور مثال سے یہ ثابت کیا کہ جیسے مثلاً کسی شخص کو حرمت رضاعت کا علم نہیں اور کسی عورت نے کسی بچے کو دودھ پلا دیا اور بعد میں حرمت رضاعت کا علم ہوا اس کی وجہ سے یہ نہیں کہا جا رہا ہے کہ جس وقت سبب پایا گیا اس وقت جہالت تھی۔ اب بعد میں معلوم ہوا تو جہالت عذر بنے گی ایسا نہیں، بلکہ بعد میں اگر حرمت کا علم ہوگا، تو اس کی وجہ سے حکم عائد ہوگا اب جہالت عذر نہیں بنے گی جس وقت واقعہ پیش آئے گا اس وقت تو عذر ہے لیکن علم کے بعد جہالت عذر نہیں رہے گی، اب یہ مسئلہ مجتہد فیہا میں سے ہے اور ائمہ کا اختلاف ہے، اب اگر کہیں کسی حالت کے تقاضے کی وجہ سے کوئی مفتی ترجیح امام شافعیؒ کے قول کو دے یا حالت کے تقاضے کی وجہ سے کوئی مفتی اس پر فتوی یا مشورہ دے تو اس کی گنجائش ہے یہ اور بات ہے، لیکن ترجیح کس کو ہے جہالت عذر ہے یا نہیں ہے تو اس میں جب تک علم نہیں ہے، تب تک عذر ہے علم ہونے کے بعد عذر نہیں۔

تیسری بات جو مجھے کہنی ہے وہ طلاق کے سلسلہ میں ہے کہ طلاق میں جو کہا گیا ہے کہ جہالت میں دی گئی ایک ساتھ

تین طلاق کوایک طلاق مانا جائے، اس میں دو چیزیں ہیں ایک چیز یہ ہے کہ جاہل جوطلاق دیتا ہےتو وہ تین کوتین سمجھ کر دیتا ہے یا تین کوایک سمجھ کر دیتا ہےاس موضوع پر گفتگو ہونی چاہئے، ہمارے علم کے مطابق جتنے ہمارے یہاں سوالات آتے ہیں اور جب تفتیش کی جاتی ہے،تومعلوم ہوتا ہے کہ وہ تین سمجھ کر کہتے ہیں یہ اور بات ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ تین کے بغیر طلاق نہیں ہوتی، تین کوتین ہی سمجھتے ہیں، یہ جوتین کوتین سمجھتے ہیں توتین ہونی چاہئے،مگر اور چوتھی بات یہ کہ سوالنامہ چھ سوالوں پر مشتمل تھا پانچ پر نہیں اورعرض صرف پانچ پر پیش کیا گیا ہے چھٹا کیوں غائب کیا گیا۔

نام معلوم نہیں:

جہل کوعذر تسلیم کئے جانے اور نہ کئے جانے کے بارے میں متکلمین اور فقہاء کا موقف کے بارے میں تو میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ شاید یہ پوچھنا ہو کہ عقل حاکم ہے، یا نہیں ہے، ہمارے اصول فقہ کی کتابوں میں یہ مسئلہ آتا ہے اشاعرہ ماتریدیہ اور معتزلہ کے حوالے سے اور اس میں یہ مثال دی جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص دور دراز علاقے میں رہتا ہو وہاں کوئی عالم یا اصحاب افتا ہوں ان کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے، معتزلہ کہتے ہیں کہ عقل حاکم ہے اور وہ معذور نہیں سمجھا جائے گا اور اسے عذاب دیا جائے گا اگر وہ وحدانیت وغیرہ کا قائل نہیں ہے، اس کے برخلاف اشاعرہ اور عام طور پر ائمہ اربعہ کے متبعین انہوں نے اسی پر اکتفاء کیا ہے کہ ایسے لوگ معذور نہیں ہوں گے اور نہ ہی معذور سمجھے جائیں گے، اس کی وضاحت کر دی کہ اصل سوال ہے کیا، اس لئے کہ بہت سے لوگوں نے مجھ سے پوچھا ہے اس کے بارے میں تو یہ سوال واضح نہیں ہو پا رہا ہے کہ یہ سوال عقل کے حاکم ہونے سے متعلق ہے یا اور کچھ ہے اس میں۔

نام معلوم نہیں:

سوال نمبر ۴ کے متعلق یہ بات کہنی ہے کہ مس بالشہوۃ اور نظر بالشہوۃ کے تعلق سے جن حضرات نے ثبوت مصاہرت کے اوپر استدلال کیا......اور اسی طرح دوسرا قاعدہ" **إذا جتمع الحلال والحرام** "یہ قاعدہ مطلق نہیں ہے، بلکہ یہ اس وقت ہے کہ جب کہ دونوں طرح کے دلائل مساوی درجہ کے ہوں، یا یہ کہ حرمت کی دلیل قوی ہو،تو مطلق سمجھ کر استدلال کرنا شاید مناسب نہیں ہوگا، دوسری بات یہ ہے کہ ہم سب جانتے ہیں کہ مس بالشہوۃ اور نظر بالشہوۃ سے حرمت مصاہرت منصوص نہیں ہے، بلکہ یہ قیاسی ہے، بلکہ زیادہ قیاسی ہے اور قیاس سے یہاں استدلال کیا جاتا ہےتو ایسی صورت میں جو قاعدہ سے استدلال کیا وہ خود محل نظر ہے۔

دوسری بات اگر تھوڑی دیر کے لئے مان بھی لیتے ہیں، تو پھر اس قاعدہ کا ٹکراؤ دوسرے قاعدہ سے ہوتا ہے، دوسرا قاعدہ موجود ہے" **الحرج مرفوع شرعا** "ہم یہ بھی جانتے ہیں......اس وقت جو حالات ہیں اور وہ شہر جو گنجان آبادی کے ہیں جہاں لوگ رہتے ہیں اور ایک ہی روم کے اندر تہہ بہ تہہ اس طرح کی تپائی اور اس طرح کی چار پائی لگا کر سوتے ہیں وہاں

پر بچنا کوئی آسام کام نہیں ہے تو حالات بھی سامنے رہے، اور ''الحرج مرفوعا شرعا'' یہ قاعدہ بھی مختلف نصوص سے ماخوذ ہے، یہ قیاسی قاعدہ نہیں ہے، جب قاعدہ میں ٹکراؤ ہو تو جو قاعدہ قوی ہوتا ہے، اس کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، اس اعتبار سے ''الحرج مرفوع شرعا'' کو ترجیح حاصل ہونی چاہئے اور مس بالشہوۃ سے ہندوستان کے اور اس طرح کے جو ممالک ہیں جہاں حرج واقع ہے حرمت ثابت نہیں ہونی چاہئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس بات کو جب ہم تسلیم کر رہے ہیں کہ جہل اسباب تخیف میں سے ہے اور ہم تسلیم کرتے آرہے ہیں اور اس کو فقہاء نے تخفیف شمار بھی کیا ہے اور کوئی مسئلہ مس بالشہوۃ کا منصوص بھی نہیں ہے اور حالات ہمارے سامنے ہیں تو میرے خیال میں یہاں پر جہل کا اعتبار کیا جانا چاہئے، دوسرا مسئلہ جو امور اعتقادیہ میں جہالت کے اعتبار و عدم اعتبار کا ہے اور جیسا کہ بات آئی ہے، فقہاء کا اس میں اختلاف ہے، ہم سب کو معلوم ہے، توحید کے باب میں جہالت معتبر نہیں ہے، لیکن توحید کے علاوہ امور اعتقادیہ میں جہالت معتبر ہے اور ہونی چاہئے۔

مفتی محمد جنید پالنپوری:

ہمارے ذہن میں یہ بات ہونی چاہئے کہ گزشتہ ''المباحث الفقہیہ'' کے اجلاس میں جمبوسر میں وہاں پر مستقل اور مطلقا علم کے ساتھ مسئلہ تھا، مس بالشہوۃ کا اور نظر بالشہوۃ کا، تو وہاں پر ہاؤس کے تین لوگوں سے زیادہ افراد اس بات کے قائل تھے کہ اس کے باوجود بھی یہاں پر حرمت نہیں ہونی چاہئے، چونکہ احناف کا مسلک احتیاط در احتیاط پر مبنی ہے اور یہ منصوص نہیں ہے اور ائمہ ثلاثہ کا مسلک یہاں دلائل کے اعتبار سے قوی ہے اور یہاں پر ہمارا جو مسئلہ ہے وہ جہل کے ساتھ ہے، حرمت مصاہرت میں عام طور پر آدمی اپنے لوگوں کے ساتھ میں یا جہاں پر معاملہ خراب ہوتا ہے علم کے ساتھ ہرگز نہیں کرتا ہے، بلکہ جہل کے ساتھ ہی کرتا ہے معاملہ یہ، اس لئے جہل والے مسئلہ میں ہمیں بہت نرمی برتنی چاہئے اور ہمیں متفق طور پر اتفاق کے ساتھ یہاں پر عدم حرمت کا حکم لگانا چاہئے۔

مولانا عتیق احمد بستوی:

مفتی جنید صاحب ممبئی میں رہتے ہیں اور ممبئی کی جو صورتحال ہے رہائش کی وہ سب کے علم میں ہے کہ کس قدر چھوٹی جگہ میں کئی کئی فیملیاں رہتی ہیں، یہ مسئلہ ''المباحث الفقہیہ'' کے اجتماع میں زیر بحث آیا تھا، میں موجود تھا اس میں اور یہ بات صحیح ہے کہ جو اکثریت تھی وہاں شرکاء کی ان کی رائے یہی تھی وہاں علم کی بات تھی جہالت کی بات نہیں تھی وہاں پر، جہالت سے ہٹ کر گفتگو یہ تھی کہ یہ ان حالات میں کیا اس کی گنجائش ہے؟ کہ ہم گویا فقہ شافعی اور فقہ حنبلی وغیرہ میں اس کو موجب حرمت نہیں قرار دیا جائے اس کو اختیار کر سکتے ہیں تو اکثریت کی رائے یہی تھی، لیکن وہاں کوئی فیصلہ نہیں ہوا، کچھ بڑے علماء کی توصیات دوسری طرف تھیں اور ان کا اصرار تھا کہ اس پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جائے، بہر حال یہاں جو موضوع ہمارے سامنے ہے

وہ جہالت کے ساتھ ہے، یعنی اگر مسئلہ سے ناواقف ہے وہ اور مس بالشہوۃ یا نظر بالشہوۃ کی حالت پیش آ گئی ہے تو اس صورت میں کیا جہل کی بنیاد پر کچھ تخفیف ہوگی یا نہیں؟ حرمت مصاہرت نہیں ہوگی اس پہلو سے ہم غور کر رہے ہیں۔

مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی:

بار بار کہا جا رہا ہے کہ مس بالشہوۃ اور نظر بالشہوۃ قیاسی مسئلہ ہے، منصوص نہیں ہے، میں نے اپنے مقالہ میں حضرت مولانا احسن نانوتوی صاحب کے ''کنز الدقائق'' کے حاشیہ سے ایک حدیث مرفوع نقل کی ہے اور اس حدیث مرفوع میں مس بالشہوۃ اور نظر بالشہوۃ دونوں کو حرام قرار دیا گیا ہے، اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی کتاب میں بھی اور حضرت ابن الہمام کی ''فتح القدیر'' میں بھی آثار صحابہ سے یہ مؤید ہیں، یہ دونوں چیزیں مس بالشہوۃ نظر بالشہوۃ یہ دونوں حکم حرمت کا ہی رکھتی ہے، اس لئے محض یہ کہنا کہ یہ صرف قیاسی مسئلہ ہے، اگر یہ حدیث، حدیث نہیں ہے تو اس کی تردید ہونی چاہئے کہ حدیث نہیں ہے، اور اگر یہ حدیث ہے تو پھر یہ یقیناً منصوص مسئلہ ہے اور اگر مولانا خالد سیف اللہ صاحب نے بھی خود آثار نقل کر کے یہ ثابت کیا تو اگر یہ آثار بھی ہیں اور حدیث بھی ہیں تو یہ منصوص مسئلہ کیوں نہیں ہے، قیاسی کیسے ہوگا......بس اس پر غور کریں۔

مفتی نذیر احمد کشمیری:

احکام شرعیہ پر جہل کا اثر: اس سلسلہ میں دار الحرب اور دار الاسلام کی جو رائے سامنے آتی ہے اس بارے میں عرض یہ کرنا ہے کہ دار الاسلام و دار الحرب کی تقسیم منصوص تقسیم نہیں ہے، فقہاء نے اپنے عہد کے دار کو سامنے رکھ کر بعض ممالک کو دار الاسلام اور بعض ممالک کو دار الحرب قرار دیا تھا، آج کے عہد میں جو دنیا کی صورت حال ہے اس میں مسلمان ملک ہوں یا غیر مسلم ملک، ان پر ان تعریفوں کو منطبق کرنا انتہائی مشکل ہے، بلکہ بعض دفعہ صورت حال یہ ہوتی ہے کہ غیر مسلم ملکوں میں اسلام پر چلنا آسان ہے اور مسلم ملکوں میں انتہائی مشکل ہے، اس سلسلہ میں بے شمار واقعات شاہد ہیں کہ ایک ملک کے ایک بڑے ذمہ دار اپنی بیٹی کا داخلہ اپنے ملک مسلمان ملک کے ادارے میں کرنا چاہتے ہیں اور ادارہ میں اس لئے داخلہ نہیں ملتا ہے کہ ان کی بیٹی سر پر دوپٹہ اوڑھ رکھی ہے اور یہی بیٹی غیر مسلم ملک میں جاتی ہے اور وہاں کی یونیورسٹی میں داخلہ مل جاتا ہے ایک مسلمان کسی مسلم ملک میں جانا چاہتا ہے تو ایمبیسی والے اس سے مطالبہ کرتے ہیں کہ تم داڑھی صاف کرو تب مسلمان ملک میں جا سکتے ہو اور اس سے ہٹ کر کے ایک مغربی ملک میں جانا چاہتا ہے تو اس سے کوئی مطالبہ نہیں ہوتا، اس مسلمان کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں یہ واقعہ مجھ سے بیان کیا، غرض یہ کہ بے شمار مسلمان ملکوں میں اسلام پر چلنا مشکل ہے، برخلاف ان ملکوں کے جس کو ہم غیر مسلم ملک کہتے ہیں، اب اس صورت حال میں دار الحرب اور دار الاسلام کی تقسیم کیا آج کے عہد میں منطبق ہوتی یا نہیں، اگر منطبق ہوگی تو انطباق کے ان تمام شرائط کے ساتھ کیسے ہوگا، یہ بہرحال بہت سارے ہمارے علماء کے

یہاں زیرغور رہتا ہے اور بعض ہمارے بزرگ علماء نے اس پر اظہار بھی فرمایا کہ شاید آج وہ تقسیم منطبق نہیں ہوگی، اس صورت حال میں جہل کا اثر دارالاسلام اور دارالحرب کی تقسیم پر تعین کرنا شاید موزوں نہ ہو۔

دوسری بات مجھے اس سلسلہ میں یہ عرض کرنی ہے کہ آج کا زمانہ معلومات کے پھیلاؤ کا زمانہ ہے، اب ان معلومات کے پھیلاؤ کے زمانہ میں جیسے دوسری تمام قسم کی معلومات ہر انسان تک دستیاب ہے، اسی طرح دین اور مذہب کے بارے میں معلومات...... پھیلی ہوئی ہے، خصوصا آج کے اطلاعات کے جو ذرائع ہیں وہ اخبارات ہوں، یا دوسرے ذرائع میڈیا ہو، اس کے بعد پھر کسی مسلمان کے لئے یہ کہنا مسلمان ملک میں ہوں یا غیر مسلم ملک میں ہوں اور ناواقفیت کی بنیاد پر انہیں معذور قرار دیا جائے، چاہے عقائد کے باب میں ہو، چاہے مسائل کے باب میں ہو، یہ کیسے معتبر ہوسکتا ہے، جب آج پل پل کی خبریں اور معمولی معمولی انفارمیشن کے دریا بہہ رہے ہیں تو دین ہی کے احکام کے لئے ہم یہ تقسیم کیوں کریں گے، اس لئے اس سلسلہ میں ایک واضح موقف اپنانا چاہئے جب مسلمان دوسرے قسم قسم کی معلومات کے لئے ہر قسم کی محنتیں کررہے ہیں اور اپنے دین کے سلسلہ میں اس کو جو یہ کہے کہ ہم ناواقف تھے، ہم جانتے نہیں تھے، اس لئے ہمارے جہل کو عذر قرار دیا جائے، ان دو تین باتوں کو ذہن میں ضرور رکھا جانا چاہئے۔

مولانا عتیق احمد بستوی:

ابھی مفتی نذیر صاحب نے جو بات فرمائی ہے ایک تو دارالاسلام، دارالحرب کے تعلق سے ان کی گفتگو آئی ہے، سوال میں بھی اس کا ذکر ہے، ان کا کہنا یہ ہے کہ موجودہ حالات میں اس تقسیم کو اختیار کرنا اور اس کی بنیاد پر گویا کوئی حکم مقرر کرنا شاید مشکل ہو، ظاہر ہے کہ ہمارے فقہاء نے بہت سے مسائل میں اس کی بنیاد پر فرق کیا ہے، لیکن اس کا ذکر کیا نہیں ہے، یہ مطلب نہیں کہ آج ہم اس سمینار میں جو گفتگو کررہے ہیں تو اس سمینار کے فیصلوں میں باقاعدہ اس حوالے سے کوئی حکم میں فرق کریں گے، الحمدللہ آپ سب حضرات اکیڈمی کے ذمہ دار حضرات سے واقف ہیں موجودہ حالات سے، عالمی حالات سے، ملک کے حالات سے بھی، ظاہر ہے جو بھی تجویز مرتب ہوگی وہاں اس کا لحاظ کیا جائے گا کہ بھائی ایسی کوئی تعبیر نہ آئے، ایسی کوئی چیز نہ آئے جس کی بنیاد پر گویا مسائل پیدا ہوں۔ تو باقی جو واقفیت کی بات ہے آپ حضرات نے جو بات کہی، طلاق کے مسئلہ میں، حلالہ کے مسئلہ میں اتنا پروپگنڈہ ہوا اس کو میڈیا میں دیا گیا، گویا کہ وہ مسائل سے واقف ہوگئے، مجھے تو حیرت ہوتی ہے کہ آپ نے مسائل پیش نہیں کئے جیسے میڈیا میں ان چیزوں کو انہوں نے پیش کیا وہ تو مخالف آپ کے خلاف پروپگنڈہ کر رہا ہے، اس پروپگنڈہ کو کافی سمجھنا ہے کہ ہاں کام ہوگیا، لوگ واقف ہوگئے مسائل سے، یہ بہت سادگی کی بات ہے تو میڈیا جس طرح سے کچھ چیزوں کو پیش کررہی ہے تو یہ پہلو بہت اہم ہے کہ اگر آج ہم مسائل سے واقفیت کے لئے اس میڈیا پر گویا

اعتماد کرلیں گوگل سے، یہاں سے، وہاں سے چیزیں لے کر کے مسلمان مسائل میں اس پر اعتماد کرے تو بات کہاں سے کہاں پہنچ جائے گی اور قرآن کے بارے میں، حدیث کے بارے میں، فقہ کے بارے میں کیا کیا چیزیں غلط ڈالی جارہی ہیں بطور مہم کے وہ آج ایک طبقہ ہمارے نوجوانوں کا گمراہ ہورہا ہے کسی نئے ذرائع سے علم حاصل کر کے، غلط عقیدے، غلط فکر، غلط مسائل ان کے دلوں میں بیٹھ رہے ہیں، یہ سوچنے کا پہلو ہے کہ اگر ہم باقاعدہ اس کا تزکیہ کر کے اس کا...... چیزوں کی ترغیب دے رہے ہیں کہ اس سے دین سیکھیں یہ خطرناک بات ہے، ہم خود اگر ایسے ذرائع اختیار کریں اور ہم خود گویا سوشل میڈیا اور ایسی چیزوں پر ہماری سائٹس ہوں جو معتبر ہو تو اس کے توسط سے کوئی بات کہیں تو بات ٹھیک ہے لیکن مطلقا میڈیا میں ان چیزوں کا آنا ان تمام چیزوں کا ذکر آنا عقائد کا، اعمال کا، یہ خطرناک چیز ہے اس میں ہمیں احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔

اور مولانا نذیر صاحب نے جو بات فرمائی ہے واقفیت کی اسی حوالے سے یہ بات میں کہہ رہا ہوں کہ بھائی ٹھیک ہے اس میں کمی ہماری بھی ہے کہ ہماری ویب سائٹس نہیں ہے، ہماری چیزیں نہیں ہیں میڈیا پر، اسلام کے حوالے سے جو چیزیں مل رہی ہیں دستیاب ہیں اس میں اسی فیصد چیزیں قادیانیوں کی ہیں، قادیانیوں نے جو اسلام پیش کیا ہے، قرآن پیش کیا ہے مسائل پیش کئے ہیں تو اس کے بارے میں یہ تفصیل ہے اور ہماری طرف سے گویا کوتاہی اس سلسلہ میں ہے، ہم کو بھی ایسی طریقے سے میڈیا کا استعمال کرنا چاہئے، صحیح علم کو پھیلانے میں وہ ہم نہیں کر پا رہے ہیں، تو اگر ہمیں یہ گویا ترغیب دینی ہے کہ میڈیا سے نیٹ کے ذریعہ دین کو سیکھیں معلومات لیں تو بڑی خطرناک بات یہ ہے کہ اگر ہم تیار نہیں ہیں، باقاعدہ ایسے ہم نے ویب سائٹس نہیں کھولے ہیں تیاری نہیں کی مطلقا...... کہ معلومات حاصل کیجئے ہر چیز پہنچ چکی لوگوں تک، مسائل اور تمام چیزیں، تو یہ بہت خطرناک بات ہوگی اس پہلو پر بھی ہمیں دھیان دینا چاہئے۔

مولانا شوکت ثنا قاسمی:

پہلی بات تو مولانا عتیق صاحب نے فرمادی ہے جیسے کہ ہمارے بعض فاضل مقالہ نگار نے کہا کہ میڈیا کے ذریعہ سے جو اتنی شہرت ہوئی طلاق کے معاملہ کی تو کہہ لیجئے کہ جہل عذر نہیں ہے، لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ میڈیا کے ذریعہ سے جو چیز پھیلائی گئی ہے وہ کیا پھیلائی گئی ہے یعنی طلاق کے خلاف اور حلالہ کے خلاف جو بات آئی ہے وہ سب کو معلوم ہے اس لئے یہ کہہ دینا کہ الیکٹرانک میڈیا پر یا پرنٹ میڈیا جس کے ذریعہ سے یہ بات آگئی جس کی وجہ سے جہل عذر نہیں ہوگا یہ قابل غور بات ہے، دوسری بات یہ ہے کہ الیکٹرونک میڈیا ہو یا پرنٹ میڈیا گاؤں دیہاتوں تک پہنچ چکا ہے، لہذا یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی ہے، مفتی عثمان صاحب نے جو بات فرمائی ہے کہ ایک آدمی تین طلاق دیتا ہے اور آکر دارالافتاء میں یہ کہتا ہے کہ میں نے تین طلاق دے دی ہے، لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ تین طلاق دیئے بغیر طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں

ہوتی ،تو ایسی صورت میں دار الافتاء کا کیا موقف ہونا چاہئے ، اگر وضاحت ہوجائے تو بہت بہتر ہوگا اور اگر تین مرتبہ کسی نے طلاق کا تکرار کیا تو فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر اس نے تاکید کی نیت کی تو ایک طلاق اور اگر اس نے تاسیس کی نیت کی تو ایسی صورت میں تین طلاق واقع ہوجائے گی، اب ایک مفتی کے پاس ایک آدمی آتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق طلاق طلاق کہا تو کیا یہ مفتی کے لئے جائز ہوگا کہ چونکہ وہ جاہل آدمی ہے ناواقف ہے اور ہندوستان کا جو موجودہ ماحول ہے اس میں تکرار کا مسئلہ سمجھا جائے اور تاسیس کا مسئلہ نہ سمجھا جائے اور اس کے بعد اس سے پوچھے کہ بتاؤ تمہاری نیت کیا تھی اور پھر اس کے اوپر گویا وہ باضابطہ فتوی دے یا اس کے اوپر کوئی مشورہ دے تو کیا اس کی گنجائش ہوسکتی ہے؟۔

مولانا عبدالرشید کانپور:

پہلی بات تو مولانا شاہین جمالی صاحب نے جو بات حدیث کے تعلق سے کی ہے، حدیث تو ہے لیکن قطعی الدلالۃ نہیں ہے، اس کے کئی مفہوم نکل سکتے ہیں، جس کی وجہ سے اس بات پر اصرار کہ اس سے حرمت مصاہرت مس بالشھوۃ یا نظر کی وجہ سے منصوص ہوجائے یہ بات مناسب نہیں لگتی، دوسری چیز یہ ہے کہ آدمی جب طلاق دیتا ہے تکرار طلاق کے ذریعہ سے، الفاظ کا جو تکرار ہوتا ہے، ایسی شکل میں ہمارے یہاں ''المرأۃ کالقاضی'' کا بھی مسئلہ ہے کہ اگر تھوڑی دیر کے لئے مان بھی لیا جائے کہ وہ مفتی کے پاس آتا ہے اور مفتی دیانت کے اصول اپنائے اور فتوی دے دے تاکید اور تاسیس کے اعتبار سے تو وہ عورت کیا کرے گی ، ہمارے یہاں تو ''المرأۃ کالقاضی'' کا مسئلہ ہے، تو پھر تو بات وہیں پھنس کر رہ گئی اور عموماً جہاں بھی تین طلاق دی جاتی ہے غصہ کی حالت میں تو عورت سامنے ہوتی ہے، تو سرے سے تاکید اور تاسیس کا مسئلہ ہی ختم ہوجاتا ہے، تو پھر تو مفتی سے پوچھے یا قاضی سے پوچھے تین پڑ گئی، تو اس پہلو پر بھی دھیان دینا چاہئے کہ ''المرأۃ کالقاضی'' کے اعتبار سے کیا یہاں کس طرح تاکید کی گنجائش نکلتی ہے یا گنجائش بالکل ختم ہوجائے گی؟، اور پھر ہم جیسے لوگوں کے لئے دقت آتی ہے، مسلم پرسنل لاء کا جو ۲۲ دفعہ ۸۲ ہے اس میں جو یہ بات لکھی گئی ہے تو اب ہم لوگوں کے لئے کیا شکل ہوگی ، اپنے علاقوں میں کیا اس پر اعتبار کریں یا اس کے اعتبار سے مسئلہ نہ بتائیں ، یہ دشواری پیش آئی ہے، تو اس دفعہ میں کچھ اور لکھا ہوا ہے اور ہاؤس سے کچھ اور پاس ہوجائے، تو کبھی کبھی وہ حوالہ بھی دے دیتے ہیں کہ اس میں ایسا لکھا ہوا ہے اور آپ لوگ اس کے خلاف لکھ رہے ہیں۔ یہ دقتیں بھی پیدا ہوتی ہیں اور آخری بات یہ تھی جہاں تک مصاہرت کا مسئلہ ہے ظاہر ہے کہ یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ یہ مسئلہ منصوص نہیں ہے، لیکن اس میں جو دقت ہے وہ اور تمام مسائل سے ہٹ کر ہے کہ اس میں عدم قصد، بلکہ بھولے سے بھی ہوجائے تب بھی ، یعنی جو ثبوت کا مسئلہ ہے، اس لئے مسئلہ ذرا زیادہ نازک ہوجاتا ہے، اس کے علاوہ جتنے بھی مسائل ہیں وہاں شاید ایسا نہیں ہے کہ بھولے سے ہوجائے یا قصد نہ ہو کہیں نہ کہیں قصد یا اس کا فرق کیا گیا ہے، لیکن یہاں چونکہ عدم قصد

سے بھی ہو جائے بھولے سے بھی ہو جائے تو ان تمام شکلوں میں چونکہ مس کے ذریعہ ہو جاتا ہے، اس لئے یہ مسئلہ تھوڑا زیادہ نازک ہو جاتا ہے، اس لئے اس کو مدنظر رکھا جائے۔

مولانا عتیق احمد بستوی:

جی! مولانا عبدالرشید صاحب نے جو بات فرمائی یہ بہت اہم ہے، ایک بات میں یہ عرض کردوں کہ جب سے سپریم کورٹ کا فیصلہ آیا ہے تین طلاق کے بارے میں تو بہت سے مفتیان کرام نے مجھ سے رابطہ قائم کیا......یعنی جہاں ہم مطمئن ہیں تین طلاق پڑ گئی اگر ہم تین طلاق واقع ہونے کا فتوی دیتے ہیں یا فیصلہ کرتے ہیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ماخوذ ہوں، ہمارے خلاف کیس ہو تو اب ہم کیا کریں، بعض مفتیان کرام کا طریقہ یہ ہو گیا کہ زبانی فتوی دینے پر اکتفاء کرتے ہیں، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ زبانی فتوی دینا بھی تو خطرناک ہی ہے آج کل، تو جو بھی آپ بولتے ہیں ٹیپ کر لیا جاتا ہے یہ تو آپ فتوی دے رہے ہیں، تو بہر حال مسئلہ نازک ہے اور ظاہر ہے کہ میں نے اسی لئے کہا کہ نہ سپریم کورٹ کے فیصلے سے، نہ قانون سازی سے حلال حرام ہوگا نہ حرام حلال ہوگا جو حکم شرع ہے وہ قیامت تک کے لئے ہے اور ہم تو وہی مسئلہ بتائیں گے جو سمجھتے ہیں، مصلحت کے تحت کہیں تحریر نہ دیں وہ الگ بات ہے، لیکن ظاہر ہے مسائل میں بھی تبدیلی اس بنیاد پر نہیں ہوگی، اور کورٹ فیصلہ کر رہی ہے کہ بھائی کچھ نہیں ہوا تین طلاق دی، دس طلاق دی بیس طلاق دی، سرے سے طلاق ہی نہیں پڑی، یہ فیصلہ کورٹ کا ہے تو اب بل پیش ہوا تھا پاس نہیں ہوسکا تھا پھر آرڈیننس بن گیا ہے وہ تو اور سنگین ہے ایک طرح سے، گویا طلاق کے اختیار ہی کو ختم کر رہا ہے، اگر وہ طلاق جس کے نتیجے میں فوری طور سے رشتہ نکاح ختم ہو جاتا ہے اس میں ایک طلاق بائن ہے یا خلع کی کارروائی ہو ان سب کو کالعدم قرار دیتا ہے وہ اس کی منزل یہی ہے کہ طلاق کے حق کو مردوں سے ختم کر دیا جائے، تو ان حالات کا بھی ہمیں خیال ہونا چاہئے، لیکن ظاہر ہے مسائل ہمیں بتانے ہیں رہنمائی کرنی ہے ہمیں اس طرح سے شرح صدر ہے اتنی جرأت ہم میں ہے کہ ہم حلال کو حلال کہیں گے اور حرام کو حرام کہیں گے۔ اب ان شاء اللہ ڈاکٹر فضل مراد کے خطاب کے بعد بقیہ حضرات کو موقع دیا جائے گا۔

ڈاکٹر فضل مراد:

"الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله ـ هذه المسئلة الأمة الخطيرة فيها إشكالية في التقسيم وإشكالية في التنزيل، والأدلة فيها متواردة منهاما يوجد يدل على قول طرف ،ومنها ما يدل على قول طرف۔ ولكنها في الجملة لا بد أن تدل بدليل شرعي، وقواعد شرعية، وأصول الشريعة المنصوصة كقول الله سبحانه و تعالى: "لا يكلف الله نفسا إلا وسعها، يريد الله بكم اليسر ولا يريد

بكم العسر، ما جعل عليكم فى الدين من حرج، والمشقة تجلب التيسير، والقواعد الشرعية التى تدل على عموم البلوى والتخفيف بعذر الجهل في الجملة، هذه لا بدآن تكون فى هذه المسائل وفي مسائل الصلوات، وفي مسائل العبادات، وفي مسائل كثيرة ما يدل على العذر بالجهل – فلذلک الحديث المشهور للعذر بالجهل–ولا يخفى عليكم......قوله سبحانه و تعالى: وأن تقولوا على الله مالاتعلمون، فالقول على الله......جعل الله سبحانه و تعالى من هذه الأية وبآية أخرى ويقولون على الله......نقدم عليه......فى قوله تعالى: ”وأن تقلوا على الله مالاتعلمون“ ويقول الله: ”إن الذين يكتمون ما أنزلنا من البينات والهدى من بعد ما بيناه فى الكتاب أولائک يلعنهم الله ويلعنهم اللاعنون“ ......ببيان بينت وبالهدى وبينت هى الأمور الواضحة......ولم ......النبى ﷺ المسئ للصلاة أن يعيد الصلوة وحديث معروف مشهور وهذا ”فقال: إرجع فصل فإنک لم تصل“ ولم يأمره فيما مر۔ والراجح دون الصف لم يقله النبي ﷺ، بل قال ذالک الله......وكذلک ﷺ وفي نعله......ولم يعد عليه عليه الصلاة والسلام حتى، وجاء ه جبرئيل يخبره......وكذلک لصاحب الجبة......يأمره النبى ﷺ۔

وكذلک تكلم الفقهاء في مسائل الإكراه والسكران وأن العلة هو محل العلم، ومحل......واختلفوا في السكران، واختلفوا في تصرفات......في نظري والله تعالى أعلم أن هناک محلا للاتفاق، وبأن الجهل مؤثر......فى الجملة كما ......الأدلة الشرعية الكلية والجزئية وأنه بالاتفاق ......فإنه يجب في......ولو كان جاهلا عنه......ومن المسائل كل مسائل الاجتهاد كل مسائل الاجتهاد هل......فى هذا الجهل أم لا؟ خاصة فى ما عم في هذا البلد مثل هذه المسئلة التي بين أيديكم أ أما ......دار الحرب أودارالإسلام مسئلة مشكلة لا يمكن التطبيق في هذا اليوم–مشكلة جدا–اليوم الذين يعيشون في أوروبا والذين يعيشون في غيره من بلاد الإسلام لا يمكن التطبيق هذاليوم–بالنسبة للفروق التى ذكرها العلماء ففي هذه المسئلة ......الجهل......الرجل الذي يعيش ببادية لم يصله العلم وهو جاهل لا يستطيع......أنه معذور، فإن أخذ نا هذه العلة سواء كان في بلا د الإسلام، لم يكن في بلاد الإسلام......تقسيم البلاد حربية وغير حربية......خاصة في هذه الأيام وعلى ضوء ها وقواعد التيسير في الشرع وقواعد عموم البلوى كل......يعتبرون قاعدة العموم بالبلوى والتخفيف لعموم البلوى ومعروف فى بلاد الهند العدد الكبير من السكان وقلة الإمكانات فأى إنسان قد ينظر وقد

يلبس وقد......وبالعبد وبغير ذلک هذا ما عمت به البلوى، وفي المذهب الشافعي إن عمت به البلوى خففت......كذلک في سائر المذاهب في الجملة وكذلک يحتاط والله أعلم في ثبوت لا نرى ......وتنظر الأسباب التي أديناها والأمر آخر؛لأنها من مسائل الاجتهاد، ومسائل الاجتهاد......في هذا الجهل ولأنه......الأئمة الثلاثة كما تفضل العلماء، ولأن الله سبحانه وتعالى بين التحريم في هذا الباب–في هذا الباب وفصله؛" وقد فصل لكم ما حرم عليكم إلا ما اضطررتم إليه" قال سبحانه و تعالى ......محرمات مفصلة والإنسان مضطر والضرورات تقدر بقدرهاوالأحاديث التى وردت فى اللمس وفي الشهوة......المجمع عليه المنصوص من أسباب التحريم لإيجاد مخرج للنص فى هذه المسئلة، هذا معلوم صوت هذه المسئلة مع القائلين......فنرى الذى ينطق ثلاثا وهو يظن وأنا كثير......فى اليمن يظن أنه يقع الطلاق......إذا قال: أنت طالق ثلاثا فذهب إلى العالم ليسأله في ذلک، وكان جاهلا، في هذه المسئلة، فزوجته دخلت دخلت عليه باليقين أودخل عليها باليقين هى زوجته، يقين طبعا فكيف......الرجل......ومن أهم قواعد الشرع الذي تقوم عليه الشريعة قاعدة خاصة، "اليقين لايزول بالشک" وماذا......قد قال......أو فلان قال بالجواز أو فلان قال......محل الاجتهاد، والاجتهاد أصبح متراكبا/فكيف......زوجته بشک، واليقين لا يزول بالشک، وكذلک نيته تؤثر، قال العلماء: الصريح......فإنها تؤثر ماذكر العلماء......أنت طالق أنت طالق أنت طالق، ......نوى التأكيد......اختلاف هذه الأمة رحمة......أصول الكلية......"لا يكلف الله نفسا إلا وسعها"......ولأن اليقين لا يزول بالشک ......ولعموم البلوى فيها نرى أنه لا يقع الطلاق ثلاثا للجهل في هذه المسئلة على أن هناک......إذا قال الإنسان، النبى ﷺ يقول: من قال سبحان الله ثلاثا وثلاثين وكبره ثلاثا وثلاثين وحمده ثلاثا وثلاثين ثم قال لا إله إلا الله وحده لا شريک له له الملک وله الحمد وهو على كل شئ قدير غفرله ذنوبه ولو كان الإنسان قال أستغفرالله لو قال سبحان الله ثلاثا وثلاثين اختصر المسئلة، الحمد له ثلاثا وثلاثين الله أكبر ثلاثا و ثلاثين لم يقل أعدها إنما قالها للتميز فهل يقع التمييز فى اللغة هو الإخبار عن شئ وقع فعلا، اللغوية فلو قال ضربت زيدا ثلاثا معنى أنه ضربه فعلا، ومن قال: استغفرالله ثلاثا معنى أستغفرالله، أستغفرالله، أستغفرالله، إنه فعلها ثلاثا، ومن قال لرمرأته......ثلاثا أنه قرأها ثلاثا......التمييز اللغوى هو......الشبهة......الفقهاء يقولون في باب الطلاق، وفي باب الأيمان ......عرف التخاطب......۔

ڈاکٹر فہیم اختر ندوی:

جہاں تک احکام شرعیہ میں جہل کے اثر کی بات ہے تو اس میں یہ بات بیان کی گئی اور یہ معروف ہے کہ جہل اسباب تخفیف میں سے ہے اور شریعت کا مزاج تسہیل وتخفیف ہے اسی بنیاد پر جہل کو اسباب تخفیف میں مانا بھی گیا ہے، سوال یہ ہے کہ ہندوستان میں لوگ جہل میں مبتلا ہیں یا نہیں، اس سلسلے میں ایک تو خواہش کا اظہار ہو رہا ہے کہ لوگوں کو واقف ہونا چاہئے، یہ خواہش تو بہت اچھی بات ہے، اس کا مطالبہ یقیناً ہونا چاہئے اس کا التزام بھی ہونا چاہئے کہ لوگ احکام شرعیہ سے واقف ہوں، بہت سے لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں سے واقف ہوتے ہیں دوسری چیزوں سے واقف ہوتے ہیں، لیکن دین کی باتوں سے واقف نہیں ہوتے، اصل بات یہ ہے کہ صورت واقعہ ہے کیا میں رہتا ہوں عصری تعلیم یافتہ لوگوں کے درمیان ایک لمبے عرصے سے جو لوگ کافی تعلیم یافتہ اور محققین مانے جاتے ہیں ان کے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنے کا تجربہ رہا ہے کہ وہ دین کی بہت بنیادی باتوں سے حتی کہ جمعہ کی نماز میں خطبہ کا آغاز کب ہوتا ہے، نماز مسجد میں پڑھنا چاہئے یا گھر میں پڑھ لینا کافی ہے، ایسا محسوس کیا کہ بنیادی باتوں میں بھی ان کے یہاں جہل پایا جاتا ہے تو میں یہی ذہن رکھتا ہوں کہ جہل کے تعلق سے مسلم گھرانوں میں تعلیم یافتہ لوگوں تک کے اندر بہت زیادہ جہل پایا جاتا ہے تو شریعت کے یہ مسائل جو بڑے لطیف ہیں، اہل علم کو ان سے واقفیت ہوتی ہے اور ان کے بارے میں یہ امید رکھنا کہ ان کو واقفیت ہوگی یہ ان کے ساتھ بڑی زیادتی کی بات ہوجائے گی، اس لئے جہل کو جن مسائل میں عذر مانا جا رہا ہے فقہاء کے یہاں ہمیں ان کا اعتبار یہاں پر کرنا چاہئے۔

دوسری بات یہ کہ تین طلاق کا مسئلہ اس سے پہلے بھی کئی سمیناروں میں اٹھا ہے اور اس کی الگ الگ شقوں پر باتیں ہوئی ہیں۔ آخری بات...... یہاں صرف اس عنوان پر سوال اٹھایا گیا ہے کہ کیا وہ شخص جو طلاق کے الفاظ بولتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ تین بار بولنے ہی سے طلاق ہوتی ہے، اس کی نیت تین طلاق دینے کی نہیں ہے، بلکہ جہل کا یہ عالم ہے کہ وہ جانتا ہی نہیں ہے کہ تین اور ایک کا کچھ فرق بھی ہوتا ہے، وہ طلاق دینا چاہ رہا ہے تو اس کے طلاق دینے کو یہ بات اس سے پہلے بھی آئی کہ اس طرح طلاق دینے کو نفس طلاق وہ دینا چاہ رہا ہے، ہم ایک طلاق مانیں جیسے طلاق ایک ہی طلاق ہوتی ہے جب تک کہ وہ تین کے ارادے سے نہ کریں اور یہاں اسی سوال کو زیادہ واضح انداز سے جہل کے نام پر اٹھایا گیا ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ تین طلاق دینے سے ہی طلاق واقع ہوتی ہے، کیا ہم اس طرح نہ جائیں کہ وہ تین کی تعداد کا اعتبار کر رہا ہے، یا تین دینے کی نیت ہے یا تین طرح کے الفاظ بول رہا ہے، بلکہ اسی چیز پر بحث کو ملحوظ رکھیں کہ وہ نفس طلاق دینا چاہ رہا ہے تو اس کی طلاق کو ہم نفس طلاق مانتے ہیں تین بار بولنے کو بھی طلاق، طلاق دیں۔ میں اسی بات کا قائل ہوں اور اسی کی کئی بنیادیں ہیں، لیکن جو صورت حال آپ نے ذکر فرمائی تھی ہمارے یہاں سے دوسری چیزیں نکلتی جا رہی ہیں، طلاق کا مسئلہ بہر حال اختلافی ہے اس کو ہم اس طرف منسوب نہیں کر سکتے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور ایک اور تین کے تعلق سے جو الفاظ کا

فرق تاکید اور تاسیس کی وغیرہ وغیرہ جو باتیں آئی ہیں ان سب میں ہمارے لئے گنجائش پیدا ہوتی ہے کہ ہم آج کی صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے ایک موقف اختیار کریں اور بہت بڑی مصیبت اور فتنے کو دور کریں۔

تیسری بات جو مجھے عرض کرنی ہے وہ تھوڑا مقالات اور شرکاء کے تعلق سے ہے، آج جو عرض پیش ہوا ہے ہمارے پاس تلخیص بھی ہے اس لئے میرے ذہن میں ایک چھوٹی سی بات آئی تھی کہ جو حضرات اپنی رائے دیتے ہیں اور اپنی رائے کی تائید میں مختلف فقہی عبارت کا تذکرہ کرتے ہیں چاہے وہ ''موسوعہ فقہیہ'' سے کوئی اقتباس نقل کر رہا ہو یا ''المحلی'' سے یا......صاحب کی کتاب سے یا مختلف کتب فقہیہ سے وہ باتیں بطور حوالہ ہوتی ہیں بطور اقتباس ہوتی ہیں وہ بطور استدلال اور دلیل نہیں ہوتی ہیں، ہاں ان کو اگر دلیل کے طور پر ذکر کر رہے ہیں اور دلائل کی فہرست بناتے ہیں تو مجھے نہیں لگتا کہ ہم دلائل ذکر کر رہے ہیں اگر ہم اس میں یوں کریں کہ جتنی باتیں آئی ہیں ان کو، حالانکہ ہمارے عارضین بہت محنت کرتے ہیں میری تنقید ان پر نہیں ہے میں عرض کر رہا ہوں کہ ان عبارتوں کو......کہ ان کا اپنا استدلال کس طرح کس پر ہے، یعنی وہ خود عبارتیں کن دلائل پر کن بنیادوں پر مبنی ہیں اور ان کا تجزیہ کر کے بنیادی دلائل کو نکال لیا جائے تو ظاہری بات ہے قرآن کی آیتیں اور احادیث ہوں گی تو عبارتیں لمبی کا تجزیہ ہونے کے بعد چند دلائل ہمارے سامنے آسکتے ہیں کہ فلاں فلاں باتوں سے مل کر یہ دلیل بنتی ہے اور فلاں فلاں باتوں سے مل کر دوسری دلیل بن رہی ہے، اس طرح ہم اپنے نتائج کی طرف بڑی آسانی سے بڑھ سکیں گے۔

مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی:

"وذكر الدكتور فضل مراد......مثالا وقال أنت طالق ثلاثا وقال إذا ما قال أحد من الناس لزوجته أنت طالق ثلاثا فحينئذ كيف تخرج زوجته من زوجية الرجل، وقال يقع الطلاق الواحد واستدل بعبارات لا أذهب إليها، وأنا اقول: هناک "وذكر اليقين لا يزول بالشک"، إذا ما ......رجل وقال أنت طالق ثلاثا وهذا لثلاث هل ليس اليقين؟، لأن الثلاث هو الصراحة، والصراحة أولى من......إذا بات......الصراحة، وتدل على الصراحة، وتعد يقينا لا ظنيا......كانت الدلالة وتلک تعد محتملة، وحينئذيحتمل النقصان والزيادة فحينئذ......والزيادة وليس اليقين، بل في ذلک الشک......وصرح أنت طالق ثلاثا وهذا الثلاث يقين......لأنه صرح بذلک. وأسئلک هل هناک حديث، هل هناک حديث يدل على صيرورة لو بالثلاث، واحدا إذا ما صرح في جملة الطلاق هل هناک حديث يدل على أن يكون إذا ما صرح ثلاثا فيعد واحدا، لأن هناک قال رجل الثلاث إذا لم يكن الثلاث هناک يكرر جملة الطلاق أنت طالق ثلاثا أنت طالق ثلاثا......وإذا ا صرح

وقال......الثلاث......حديث إذا ما......فيعدواحدا''۔

الشیخ دکتور فضل المراد:

''فضيلة الشيخ مصطفى عبدالقدوس قصد الصراحة هو خارج من محل النزاع، لأن كلا منا هو عن الجاهل يجهل عن هذا الصريح، فقال الفقهاء: لو أنه أخطاء......بدلا من أن يقول......أنت طالق هذا صريح ويقع الطلاق......فمو ضوعنا هو الجاهل عن كونها الصريح، اما العالم بكونها صريحا ففيه اختلاف بين أهل العلم وليس من المسائل الإجماعية و......ليس فيها قول الله سبحانه وتعالى ''الطلاق مرتان الطلاق'' مرتين، الطلاق مرتين فئذن......تعرفون مذهب الشيخ ابن تيمية ؒ وكان مخالفا للمذهب الشافعي والحنفي وحتى المذهب الحنبلي، وعليه الفتوى بكثير من الهيئات العلمية اليوم ......شيخنا محمد اسماعيل افغاني مفتي اليمن......أن يوقعها واحدا......ابن عباسؓ حيث ابن عباس مشهور الثلاث واحد، ولكن جاء عمرؓ جعله ثلاثا......في......كإحلاله صاحب المغنى ورجح قول الجماهير......هذا حديث ورواية تدل على أنه كان يوقعها واحدا، فالمسئلة إذن مسئلة خلافية اجتهادية سواء......وسواء في الجهل باللغة، والله تعالى اعلم''۔

مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی:

''ثلاث واحدا ليس صفة......ثلاثا بل يتعلق إذا ما قال أنت طالق طالق طالق ثلاثا في هذا الثلاث هذا القول ليس هذا القول۔ إذا ما قال أنت طالق ثلاثا......يتعلق......''۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

مولانا مصطفیٰ صاحب انہوں نے یہ نہیں کہا جہاں تک مجھے یاد آتا ہے انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ اس نے ''أنت طالق ثلاثا'' *کہا، انہوں نے کہا:* ''لو قالها ثلاثا أنت طالق–لو قال أنت طالق ثلاثا''*، یعنی ثلاثا کا تعلق جو ہے قول سے ہے انہوں نے تین بار کہا* ''أنت طالق''*، وہی شکل ہے جو تاکید والی شکل ہے تو میں سمجھتا ہوں اس میں تھوڑی سی غلط فہمی ہوئی ہے۔*

مولانا عتیق احمد بستوی:

''في الحقيقة أنا أخوض في قضية اختلف فيها الجمهور مع ابن تيميه وابن القيم قضية خلافية مشهورة لا نخوض فيها هناك سؤال أخر، يعنى مسلم لا يعرف الأحكام الشرعية ويظن أن الطلاق لا يقع إلا بأن أقول أنت طلاق أنت طالق هو جاهل بأن الطلاق يقع......واحد يظن أنه

لو قال أنت طالق لا يقع الطلاق، الطلاق يقع إذا قال ثلاثا ......فما الفرق هذا الرجل هل يعتبر جهله عذرا يقع الطلاق واحدا أم يقع ثلاثا هذه المسئلة هنا"۔

مولانا ذکاءاللہ شبلی صاحب نے اپنی رائے تحریر کے ذریعہ بھیجی ہے کہ طلاق میں تکرار بالعموم جہل کی بنیاد پر ہے جہاں تک کہ وکلاء حضرات میں سے اکثر کا خیال ہے کہ بغیر تین بار کہے طلاق نہیں پڑتی اور مقصد نکاح سے خارج کرنا ہے...... یہ رائے زیادہ قوی ہے کہ طلاق میں جہل کو عذر تسلیم کیا جائے اور ایک طلاق کو مانا جائے یہ ان کی رائے ہے جو تحریر میں بھیجی ہے۔

اور اس سلسلے میں یہ پوری بحث جو ہو رہی ہیں الحمد اللہ نقاش جاری ہیں، اب میں درخواست کرتا ہوں حضرت مولانا قاسم مظفر پوری صاحب کہ وہ اظہار خیال فرمائیں، کیونکہ ان کی ان مسائل پر گہری نظر ہے اور سماج سے پوری واقفیت بھی ہے کہ کیا صورت حال مسلم سماج کی ہے اور کیا حالات ہیں، کیونکہ وہ گاؤں گاؤں قریہ قریہ جاتے رہتے ہیں گویا دعوتی مقصد سے دینی مقصد سے، ہم ان کی رائے سے استفادہ کرنا چاہتے ہیں۔

مولانا قاسم مظفر پوری صاحب:

یہ مسئلہ ایسا ہے کہ تمام فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے تفصیل کے ساتھ، ہمارے ذہن میں وہ حدیث شریف بھی ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو بطریق جد علی سبیل القصد والارادہ ذکر کرے، "**ثلاث جدهن جد وهز لهن جد**"، اس حدیث کی روشنی میں جسے حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا ہے اور ترمذی اور دوسری حدیث کی کتابوں میں موجود ہے، "**ثلاث جدهن جدوهزلهن جد، الطلاق والنكاح والرجعة**" اور کچھ دوسری چیزیں بعض روایتوں میں مذکور ہیں، اس لئے عام طور پر ہمارے جو قدیم فتاوی کا ذخیرہ ہے اس میں ہم لوگ اسی موضوع سے متعلق اب تک فتوی بھی دیتے آئے ہیں اور لوگوں کو بتاتے بھی آئے ہیں، اتنی کثرت سے اس موضوع پر لوگوں کو جوابات دیئے گئے ہیں کہ ہم دیہاتوں والے لوگ بھی اس بات کو سمجھ چکے ہیں کہ اگر کوئی شخص تین مرتبہ طلاق کہتا ہے تو وہ تین کے عدد کے ساتھ ہی معتبر ہوگا اور ہمارے دار الافتاء کے فتوی میں اس مسئلہ کو تقریبا لوگوں کے لئے ایسا بنالیا ہے، کہ ہر جاہل سے جاہل آدمی بھی جان چکا ہے کہ تین مرتبہ طلاق دی جاتی ہے تین کے عدد کے ساتھ تو تین ہی واقع ہوتی ہے، ہمارے معاشرہ میں عام طور پر یہی بات لوگوں میں پھیلی ہوئی ہے، اب یہ جو موجودہ حالات ہیں ہمارے پڑھے لکھے لوگ وکلاء اور دوسرے دانشور لوگ جن کو دین کی بنیادی واقفیت بھی نہیں ہے وہ طلاق کے مسائل، رجعت کے مسائل عدت کے مسائل، خود پٹنہ میں جج صاحب نے فیصلہ کیا کہ اس عورت کو تین طلاق دے کر الگ کر دیا جائے اور شیعہ عورت تین مہینہ دس دن عدت گذار کر دوسری شادی کرے گی، ہائی کورٹ کے ایک جج نے یہ

حکم سنایا، بہرحال عام طور پر یہ مسئلہ مسلم معاشرہ میں بہت شہرت پاچکا ہے کہ تین طلاق تین ہی ہوتی ہے، تعبیر اس کی جس طرح سے بھی ہو، تو ایسا اس سلسہ میں میرا اپنا خیال ہے کہ سائل اگر آتا ہے اور سائل کے تعلق سے آپ مفتیان یہ محسوس کرتے ہیں کہ واقعتا یہ بالکل سیدھا سادہ آدمی ہے اور اس کو کوئی اس کے بارے میں واقفیت نہیں ہے تو پھر آپ ہاؤس کے ذریعہ کچھ گنجائش نکالیں تو ایسی سہولت پیدا کی جانی چاہئے، لیکن عمومی طور پر مسلمانوں کے درمیان نکاح طلاق کے معاملہ میں یہ بات بہت پھیل چکی ہے کہ تین طلاق تین ہی ہوتی ہے۔ اور اس حدیث کو بھی "**ثلاث جدھن جد وھزلھن جد**" آپ چاہے اس کو جس طرح جس انداز سے پیش کیجئے بہرحال وہ تین ہی مانی جاتی ہے، ہمارا اپنا دیہاتوں میں آنے جانے کے تعلق سے جیسا کہ مولانا عتیق صاحب نے فرمایا یہی اپنا مسلم معاشرہ کا ہمارا جائزہ ہے۔

مولانا عتیق احمد بستوی:

کچھ مقالہ نگاروں نے دارالحرب اور دارالاسلام کی بحث جہل کے عذر یا عدم ہونے سے متعلق اٹھائی ہے اور کچھ مقالہ نگاروں نے شہرت اور عدم شہرت کو مسئلہ کی بنیاد بنایا ہے، سمینار ہندوستان میں ہورہا ہے تو جہل ہندوستان میں عذر ہے یا نہیں ہے، کیا ہندوستان دارالحرب یا دارالاسلام ہے یا دونوں کے درمیان ہے)، ایک سوال انہوں نے کیا ہے، ظاہر ہے کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ اس وقت ہمیں دارالحرب اور دارالاسلام کے موضوع پر گفتگو نہیں کرنی ہے کہ ہندوستان کیا ہے؟ ہماری تجویز میں ایسا کوئی ذکر نہیں ہوگا کہ ہم کوئی فیصلہ کررہے ہوں ہندوستان کے بارے میں، اب ظاہر ہے کہ جو مقالے آئے ہیں ان میں وہی ہیں اس کی روشنی میں کمیٹی اپنا کام کرے گی، تو اگر جہل عذر ہے تو کس خطے کے لئے، کس علاقے کے لئے یا اس کا کوئی پیمانہ طے کرنا ہے، یہ کمیٹی اس کو طے کرے گی، ظاہر ہے یہ کوئی موضوع نہیں آیا ہے اور نہیں آنا چاہئے کہ ہم دارالاسلام اور دار الحرب کی بنیاد پر حکم میں فرق کریں، اور یہ موضوع اکیڈمی کے سمیناروں میں پہلے آچکا ہے، شروع کے سمیناروں میں، مجلّات کے اندر آپ پائیں گے، ظاہر ہے کہ موجودہ حالات میں ہم اس تفصیل کو منطبق کرنا چاہیں موجودہ ملکوں پر وہ استیناد یہ بہت دشوار ہے۔

ایک بات مولانا فہیم صاحب نے عرض کے منہج کے بارے میں کہی تھی وہ اہم بات ہے، ظاہر بات ہے کہ دلیل تو کتاب وسنت سے، قرآن کی آیتیں ہیں، احادیث ہیں، یہ دلیل کے نام سے ذکر ہوتا ہے یا کیا جاتا ہے اور جو فقہاء کی عبارتیں ہیں وہ استیناد کے لئے ہیں تو مسائل میں غور کرنے کے لئے کوئی نہج ہونا چاہئے کہ ایک مسئلہ ہمارے سامنے آیا ہے تو ہم لوگ جو ماخذ شریعت ہیں کتاب وسنت پہلے اس میں تلاش کریں کہ کون سی احادیث ہیں کون سی آیات ہیں، مستدل بن رہی ہیں، کس عبارت کی صراحت کس آیت کی صراحت سے استدلال اشارے سے ہے یا دلالت سے ہے، تو ہمیں تجزیہ

پہلے کرنا چاہئے اور پھر اس کی تائید میں ہم عبارتیں جو پیش کر رہے ہیں اپنے بزرگوں کی، وہ گویا تائید کے لئے ہے استیناد کے لئے ہے، وہ دلیل شرعی نہیں ہے، وہ تعبیر تھوڑی سی بدلنی چاہئے ہم کو، بجائے اس کے کہ ہم ان عبارتوں کو دلیل قرار دیں ......دلیل ہے اس کے بجائے ہم اس کو ایک طرح سے تائید میں اور استیناد میں اس کو پیش کریں، دلیل تو وہی ہے جو کتاب و سنت میں ہے، یا اجماع امت ہو، قیاس سے ثابت ہوگا تو قیاس کا مرجع بھی جو ادلہ شرعیہ ہیں، کتاب وسنت ہی ہے تو اس کا ہمیں عادی ہونا چاہئے، انشاء اللہ اس کا آئندہ لحاظ کیا جائے گا کہ عرض وغیرہ مرتب کرنے میں تلخیص مرتب کرنے میں ان تعبیرات کا خیال کیا جائے گا۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

مولانا فہیم اختر ندوی صاحب نے بہت بنیادی بات کہی ہے اور مولانا عتیق صاحب نے اس کی وضاحت بھی فرمادی، واقعی یہ مناسب ہے کہ مقالہ نگار حضرات بھی اور عارضین بھی آئندہ دو عنوان قائم کریں، ایک عنوان ادلہ شرعیہ کا ہو اور ایک عنوان فقہاء کی عبارتوں کا ہو، اور اس کے ذیل میں فقہاء اور ارباب افتاء کی عبارتیں نقل کی جائیں، کیونکہ ان عبارتوں کی اہمیت بھی بہت زیادہ ہے ان کے ذریعہ نصوص کو سمجھنے میں اور جو بات سمجھی گئی ہے اس پر اعتماد کرنے میں ہمیں مدد ملتی ہے، ہم براہ راست کتاب وسنت سے استخراج ظاہر ہے ہم لوگوں کے لئے بہت مشکل ہے اور ہمارا منصب بھی نہیں، تو لیں دونوں باتیں لیکن ایک کو دوسرے سے ممیّز کردیں کہ اس کا ایک عنوان ادلہ شرعیہ ہو اور ایک عنوان فقہاء کی عبارتیں ہو تو اس طرح اس سے انشاء اللہ زیادہ صحیح نہج ہوگا، جیسا کہ ہمارے ان دونوں بزرگوں نے فرمایا۔

یوں تو چار موضوعات اس سمینار میں زیر بحث ہیں اور یہ چاروں موضوعات نہایت ہی اہمیت کے حامل ہیں اور ہماری زندگی سے ان کا گہرا ارتباط ہے، جہل والا مسئلہ بظاہر یہ اصولی مسئلہ ہے، کیونکہ اس کو عوارض میں علماء اصول نے مانا ہے، لیکن اس کا سوالنامہ بھی اس طرح مرتب کیا گیا ہے کہ یہ صرف ایک نظریاتی بحث نہیں، بلکہ ہماری عملی زندگی سے اس اصول کا ربط ہے اور خاص کر ہماری سماجی زندگی میں پیش آنے والے مسائل پر اس کے جو اثرات پڑتے ہیں ان مسائل کو چھیڑا جائے گا اور ان میں آپ حضرات کے جوابات حاصل کئے جائیں گے، اس میں دو مسئلہ خاص کر بہت اہم ہے، یوں بھی بہت اہم ہے، لیکن ہمارے ملک کے موجودہ حالات کے پس منظر میں ان کی اہمیت دو چند ہوگئی ہے، ایک مسئلہ تو حرمت مصاہرت والا ہے اور دوسرا مسئلہ الفاظ طلاق میں تاکید کا تھا جس پر پچھلے سمینار میں ہم نے بحث کی اور اس بار تکرار طلاق بوجہ جہالت یہ سمجھنے کی وجہ سے کہ جب تک تین بار طلاق کے الفاظ کی تکرار نہ ہو اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوگی تو یہ دو پہلو تھے، ایک پہلو تو پچھلے سمینار میں بات ہوئی، اس پر فیصلے بھی ہوئے، اختلاف رائے کے ساتھ ہوئے اور اختلاف رائے کوئی بری چیز نہیں

ہے اور یہ دوسرا پہلو کہ جس میں الفاظ طلاق کی تکرار رہو اور وہ جہالت کی وجہ سے ہو ایک آدمی یہ سمجھتا ہو کہ جب تک تین بار نہ کہا جائے اس وقت تک طلاق ہی واقع نہیں ہوگی، یہ دو مسئلے ہمارے سماجی معاشرتی مسائل ہیں بڑی اہمیت کے حامل ہیں، اور موجودہ حالات میں ان کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی ہے، ہمارے بعض بزرگوں نے جیسا کہ مولانا قاسم صاحب نے فرمایا کہ اب اس وقت یہ مسئلہ اتنا عام ہو گیا ہے کہ اس میں اب جہالت نہیں ہے تو میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اصل میں ہندوستان اتنا بڑا ملک ہے کہ ملکوں کا ملک ہے تو تمام علاقوں کے حالات ایک جیسے نہیں ہیں، آپ تبلیغی جماعت کے احباب سے پوچھئے گا کہ اس ملک میں سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مسلم آبادیاں ایسی ہیں جہاں مسلمان کلمہ نہیں پڑھ سکتا ہے، انکو باضابطہ کلمہ یاد کرانا پڑتا ہے۔

یہ اس وقت میں ہمارے ملک کے حالات ہیں، اور طلاق وغیرہ کے مسائل تو ایسے ہیں کہ میں اپنا تجربہ آپ سے عرض کرتا ہوں کہ تفہیم شریعت کے پروگرام کی وجہ سے آج کل ہم لوگوں کو بہت زیادہ وکلاء سے سابقہ پیش آتا ہے ان کے ساتھ بیٹھک ہوتی ہے، آپ جانتے ہیں کہ وہ جو قانون پڑھتے ہیں اس کا ایک مستقل حصہ شریعت لا ہے جس میں ان کو عائلی زندگی سے متعلق قوانین پڑھائے جاتے ہیں اور ان ہی فقہی کتابوں کے حوالے سے پڑھائے جاتے ہیں جن سے ہم فتوی دیتے ہیں، درمختار، عالمگیری، ہدایہ، لیکن آپ کو حیرت ہوگی ایسے واضح مسائل میں وہ غلطی کرتے ہیں کہ ہم اور آپ سنیں گے تو حیرت ہوگی، جیسے ایک عام بات ہے کئی جگہ ایسے ہائی کورٹ کے وکلاء نہیں، بلکہ سپریم کورٹ کے وکلاء کی بات ہے ان کے دماغ میں یہ ہے کہ ایک طلاق دی جائے تو طلاق رجعی ہوتی ہے دو طلاق دی جائے تو بائن ہوتی ہے تین طلاق دی جائے تو مغلظہ ہوتی ہے، یہ وکیل حضرات کے ذہن میں بات ہے، مؤکل کہتا ہے کہ آپ ہمارا طلاق نامہ بنا دیجئے، تین طلاق نہیں کہتا ہے، لیکن بہت سے وکلاء یہ سمجھتے ہیں کہ مکمل علیحدگی، طلاق جو اصل میں واقع ہوگی وہ تین دفع کہنے سے ہوگی، اخبار میں آپ نے اشتہار دیکھا ہوگا وہ کہتے ہیں کہ ہمارے مؤکل نے فلاں کو طلاق دے دی، طلاق، طلاق، طلاق یہ اور لوگوں کی بات نہیں ہے علماء کے بعد سب سے زیادہ جو قانون شریعت سے جو طبقہ واقف ہو سکتا ہے وہ قانون داں حضرات کا ہے، ابھی جو یہ تین طلاق والا مسئلہ چلا اور سپریم کورٹ میں مسلم پرسنل لاء بورڈ نے اپنا بیان تحریری داخل کیا، اور کئی دفعہ ہم لوگوں کو بیٹھنا پڑا ،حلالہ کے مسئلہ کے بارے میں ان حضرات کے ذہن میں یہ بات تھی کہ سوائے طلاق رجعی کے میاں بیوی کے درمیان علاحدگی کی جتنی بھی صورتیں ہیں سب میں حلالہ کی ضرورت پیش آتی ہے، ظاہر ہے کہ یہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کتنی بڑی غلط فہمی ہے، وہیں میں نے بیٹھے بیٹھے اس کا تجزیہ کیا کہ کتنی شکلیں ہو سکتی ہیں میاں بیوی کے درمیان تفریق کی اور پھر ہم نے نو صورتوں کا ان کے سامنے ذکر کیا اور بتایا کہ ان نو صورتوں میں سے ایک صورت ہے تین طلاق کی جس میں حلالہ کی ضرورت پیش آتی

ہے،یعنی حلالہ کا مطلب یہ ہے کہ نکاح ثانی اس کا ہوا اور اتفاق سے وہ بھی طلاق دے دے،اور پھر ان سے میں نے یہ کہا یہ جو تحلیل کا حکم ہے شریعت میں یہ عورت کی بے توقیری کے لئے نہیں ہے، یہ عورت کی توقیر کے لئے ہے، کیونکہ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں ایک مرد اپنی بیوی کو پچاس بار طلاق دیتا اور پھر لے کر آ جاتا،یعنی جیسے گھر کا کچرا ہوتا ہے آپ نے باہر پھینکا اور پھر لے کر آ گئے تو عورت کے وقار کے تحفظ کے لئے اسلام نے یہ حکم دیا کہ آپ کے لئے دو دفعہ گنجائش ہے، تیسری دفعہ اگر طلاق دے تو یہ آپ کے اختیار سے نکل جائے گی، تو ان لوگوں نے بڑی حیرت کی، ایسے وکلاء جن کا نام بہت معروف ہے انہوں نے کہا کہ یہ تو بڑی اچھی بات ہے تو اس بحث میں سب سے پہلے اسی بات کو لایا گیا تھا، یہ میں عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ یہ جہالت ہمارے یہاں اتنی زیادہ عام ہے اور بہت سی دفعہ ایسے علماء جن کا کتابوں سے تعلق نہیں رہا، جو دیہاتوں میں، گاؤں میں، مسجدوں میں نماز پڑھاتے ہیں اس طرح کی باتیں ان سے بھی پیش آتی ہیں۔

ایک جگہ مجھے جانے کا اتفاق ہوا وہاں شوہر عنین تھا اور ان کے درمیان گاؤں کے لوگوں نے طلاق دلوا دی خلع پر معاملہ ختم ہو گیا اور دوسرے تیسرے دن جو مسجد کے امام صاحب تھے اور وہاں کے گویا مرجع تھے علمی اعتبار سے انہوں نے اس کا دوسرا نکاح پڑھا دیا جب میں وہاں پروگرام میں گیا تو وہاں فوراً جیسے ہی میں بس سے اترا ایک کنارے لے کر گئے چونکہ کافی سینئر تھے وہ اور مجھ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ کیا اس میں عدت کی ضرورت نہیں ہوگی تو عدت تو واجب ہوگی، کیسے واجب ہوگی؟ میں نے کہا عدت کے لئے وقوع وطی ضروری نہیں ہے امکان وطی کافی ہے ارے بھائی یہ تو بہت گڑبڑ ہوگئی میں نے اس طرح کا ایک مسئلہ بیان کر دیا تھا اور یہاں کسی آدمی نے اس زمانے میں زندگی ایک رسالہ نکلتا تھا رامپور سے، اس میں یہ مسئلہ لکھا تھا کہ عدت واجب ہوگی، تو اگر لوگ پوچھے تو آپ کہہ دیجئے کہ عدت کی ضرورت نہیں ہے، میں نے کہا یہ کیسے کہوں گا، اگر لوگ سوال نہ کریں تو شاید میرے لئے خاموشی کا جواز ہو،لیکن اگر اور میں یہ کہہ دوں اور مسئلہ تو شریعت کا کچھ چھپا ہوا نہیں ہے تو کل ہو کر آپ لوگ یہ کہیں گے ایک عالم نے غلطی کی اور دوسرے عالم نے شریعت کے مقابلہ میں اپنے ساتھی کی مدد کی، اب دیکھئے کہ اتفاق جب ہم لوگ بیٹھے چائے پر وہاں پر سب لوگ تھے اور وہ مسئلہ وہاں پر پہلے سے گرم تھا فوراً ایک صاحب نے سوال کر دیا تو میں نے کہا کہ آپ لوگوں کے ذہن میں یہ سوال اس لئے پیدا ہوگا کہ جب میاں بیوی کا تعلق ہی قائم نہیں ہوا تو پھر عدت کی کیا ضرورت باقی رہی تو اس سوال کا پیدا ہونا آپ کے ذہن میں فطری ہے، میں اس کو غلط نہیں سمجھتا ہوں لیکن مسئلہ یہی ہے اس شکل میں عدت واجب ہوگی اور اگر نکاح ہوا تو وہ نکاح فاسد ہے عدت گزرنے کے بعد دوبارہ نکاح کر لینا چاہئے، تو ملک کے تمام علاقوں کے حالات یکساں نہیں ہیں۔

ایسا ہو سکتا ہے کہ بعض مسائل کے بارے میں جو ارباب افتاء ہیں ان کو اس بات کا حق دیا جائے کہ وہ اپنے علاقے

کے حالات کو دیکھتے ہوئے اور جو واقعہ پیش آیا ہے اس واقعہ کی نوعیت کو اور جس کے ساتھ پیش آیا ہے اس کی صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے فتوی دیں، کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ فتوی شخص کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے مکان کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے اور زمانہ کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے تو اس بات پر بہت زیادہ غور کرنے کی ضرورت ہے اور بس میں صرف یہی عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ ہندوستان میں تمام علاقوں کے حالات یکساں نہیں ہیں چاہے ان دونوں میں سے جو بھی مسئلہ ہو ہم دینی فضاء میں جہاں رہتے ہوں وہاں رہ کر وہ مسلمان جو دور دراز علاقوں میں رہتے ہیں ان سے ان کے حالات پر قیاس نہیں کر سکتے، اچھا میڈیا کے ذریعہ مسئلہ یہ سمجھا یا جاتا ہے صرف مسئلہ پر تنقید کی جاتی ہے، کہ دیکھئے تین طلاق دیا اور وہ ختم ہو گیا، عورت پر ظلم کیا گیا لیکن ایسا نہیں ہے کہ میڈیا میں آپ کو موقع دیا جاتا ہو کہ آپ آکر ٹی وی پر بات کیجئے، طلاق کی کتنی صورتیں ہیں کس طرح طلاق دی جاتی ہے کس طرح طلاق نہیں دی جاتی ہے اور طلاق کے زیادہ واقعات مسلمانوں کے جس غریب طبقے میں پیش آتے ہیں وہ طبقہ عام طور پر نہ کتاب دیکھنے والا ہوتا ہے نہ میڈیا سے استفادہ کرنیوالا ہوتا ہے، تو ان تمام حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میرا خیال ہے کہ اس کی تجویز مرتب کرنی چاہئے اس کمیٹی کو اور اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ یہ دو موضوعات خاص کر اس وقت جو ہمارے ملک کے حالات ہیں، مسائل ہیں، ان سے بہت زیادہ مربوط ہیں۔

مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی:

آپ حضرات نے متعلقہ مسائل پر جو توجہ فرمائی اور اس کا جو خلاصہ یہاں پیش کیا گیا اور اس میں آپ حضرات کی جو آرائی آئیں اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ حضرات کسی ایک رائے کے پابند نہیں ہیں اور وہ ہر جہت سے ہر پہلو سے نصوص قطعیہ سے لے کر فقہاء متاخرین تک کی چیزوں پر نظر رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور جہاں تک ہوتا ہے ظاہر کہ کوئی بھی عالم کتنا بڑا ہو سب چیزوں سے بہ یک وقت استفادہ نہیں کر سکتا اور بعض حضرات استفادہ چاہتے ہیں ان کے پاس کتابیں نہیں ہوتیں، لیکن اندازہ یہ ہوا کہ آپ سب حضرات نے اپنے اپنے مواقع کے مطابق اپنے اپنے موضوعات پر بہت اچھی بحثیں کی ہیں اور میرے خیال میں یہ جو بحثیں اس وقت آئی ہیں خاص طور سے جہل کے مسئلہ اور طلاق کے متعلق ان پر مزید غور و فکر جاری رہنا چاہئے، کیونکہ جہاں تک نفس جہالت فی الدین ہے یا فی العقائد ہے میرے خیال میں آپ جیسے اہل علم کے علاوہ ملک میں کتنے مسلمان ہیں جو ان کی نزاکتوں کو جانتے ہوں گے، جیسا کہ ابھی مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے فرمایا کہ سپریم کورٹ کا وکیل جو اپنے آپ کو دنیا کا عالم مطلق سمجھتا ہے وہ دین نہیں سمجھتا، ہندوستانی عدالتوں میں جو غلط فیصلے ہوتے ہیں طلاق کے متعلق اور مسلم پرسنل لا کے متعلق سماجی مسائل میں اس کی بڑی وجہ مسئلہ کا غلط ہونا نہیں ہے، بلکہ مسئلہ سے ناواقفیت ہے اور اس کو غلط طریقے پر پیش کرنا ہوتا ہے۔

تو اس لئے یہ سمجھنا کہ سب لوگ جانتے ہیں میرے خیال میں زیادتی ہے، اور جہاں تک نفس طلاق کی بات ہے تو میں صرف مغربی یوپی کے حوالے سے عرض کرسکتا ہوں کہ لوگ دین کے بارے میں بالکل نہیں جانتے، بس وہ مسلم ماحول میں رہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، مگر اسلام کی کوئی بات ان کے پاس نہیں، ان پڑھ لوگوں میں جو طلاق ہوتی ہے وہ باقاعدہ منصوبہ کا حصہ کبھی نہیں ہوتی، بس کوئی مسئلہ ہوا، غصہ آیا کسی بات پر تو انہوں نے ایک ساتھ تین طلاق دے دی، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ تین طلاق دیئے بغیر طلاق ہوتی ہی نہیں اور پھر طلاق دینے کے بعد تقریبا ۹۰ فیصد لوگوں میں پشیمانی ہوتی ہے اور فورا مفتیوں کے پاس دوڑے جاتے ہیں کہ ایسا ہوگیا ہے اس میں ہمیں کیا کرنا چاہئے، ہمارے احباب دین سے واقف نہیں ہیں، تو اس کے بارے میں غور وفکر جاری رہنا چاہئے اور یہ کہ ان لوگوں تک دین کیسے پہنچ جائے میرے خیال میں بظاہر آج تک کوئی صورت سامنے نہیں آئی اس کی ایک صورت ہوسکتی ہے، لیکن افسوس ہے کہ وہ ہو نہیں رہا ہے، ہمارے علاقے میں جو علماء کرام کام کررہے ہیں اگر وہ لوگوں تک یہ سب بات پہنچائیں اور اپنے مدرسہ کو حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کے الفاظ میں ایک جزیرہ نہ سمجھ کر ایک آبادبستی سمجھیں اور کم سے کم مدرسے کے قرب وجوار میں جو لوگ ہیں ان کو دین کی باتوں سے آہستہ آہستہ آگاہ کریں تو امید ہے کہ کچھ دن میں یہ جہالت کم ہوسکتی ہے، ورنہ ہم نے بعض بڑے مدرسے کی برابر والی گلی میں رہنے والے لوگوں کو دیکھا ہے کہ ان کو کلمہ نہیں آتا، جبکہ اس مدرسہ کو قائم ہوئے چالیس سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے، کوئی آدمی انکے پاس نہیں گیا پوچھنے کہ نماز پڑھتے ہو یا نہیں، جب حضرت مولانا الیاس صاحب نے تبلیغی سلسلہ شروع کیا تو انہوں نے تین جماعتیں بنائیں ایک کو سب سے پہلے رامپور بھیجا شاہ عبدالقادرؒ کی خدمت میں اور ایک جماعت تھانہ بھون بھیجی اور ان سے کہا کہ وہاں جا کر یہ مت کہنا کہ ہم اس کام کے لئے آئے ہیں، وہاں رہ کر لوگوں سے مل کر کام کرنا، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نے تو اس کا بہت تعاون کیا، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب مولانا الیاس صاحبؒ کے مزاج کو خوب جانتے تھے، انہوں نے مولانا ظفر صاحبؒ سے کہہ دیا تھا کہ حضرت سے تذکرہ مت کرنا، لیکن کب تک، مولانا تھانویؒ کو معلوم ہوا انہوں نے کہا کہ مولوی الیاس کیا کررہے ہیں؟ اس کا کیا فائدہ ہے؟ مولانا ظفر صاحب نے وکالت کی کوشش کی، حضرت کو کچھ بات سمجھ میں نہیں آئی، تو جماعت کے لوگوں کو حضرت تھانویؒ کے سامنے پیش کیا گیا، حضرت تھانوی نے پوچھا کیا ضرورت ہے اس کی، اتنے زمانہ سے یہاں مدرسہ ہے، خانقاہ ہے، فلاں فلاں کام ہورہا ہے کوئی ضرورت نہیں ہے تو انہوں نے کہا آپ مولانا ظفر صاحب سے پوچھئے کہ ہم نے کیا ہے، ہم نے آپ کی مسند اور آپ کے گھر کے اطراف میں لوگوں کے پاس دورہ کیا ہے دروازوں پر جا کر لوگوں سے ملے اور ایسے لوگوں کے پاس گئے جن کو کلمہ یاد تو دور ان کو یہ بھی نہیں معلوم کہ کلمہ کیا ہوتا ہے اور انہوں نے زندگی میں کبھی نماز نہیں پڑھی، حضرت تھانویؒ ایک دم حیران رہ گئے، حضرت کو خیال ہی نہیں ہوا کہ

کوئی مسلمان ایسا بھی ہوگا، تب مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ تم لوگ یہ کام ضرور کرو، اور مولانا ظفر صاحب سے وہ بات کہی جو تاریخی جملہ ہے کہ مولوی الیاس نے یاس کو آس سے بدل دیا، اور یہ بات مولانا نعیم صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے اپنے سفر کی روداد میں لکھی ہے، تو عرض یہ ہے کہ کئی مرتبہ ہمیں اندازہ نہیں ہوتا کہ ہمارے قریب میں کتنی جہالت اور ظلمت پنپ رہی ہے، تو اگر آپ حضرات اور سب علماء کرام اور اہل مدارس اپنے طلبہ کو بھیجیں اور ضروری نہیں کہ تبلیغی جماعت کے طرز پر کام ہو، اپنا نہج اور ترتیب الگ بھی بنا سکتے ہیں، اور لوگوں تک دین پہنچانا کلمہ اور نماز سے واقف کرانا، اسلام کے بنیادی عقائد کی خبر دینا یہ ذمہ داری ہم سب کی مشترک ہے، اور اس سے کسی کا استثناء نہیں ہے۔

☆☆☆